UNIVERSAL
LIBRARY
OU_222913
UNIVERSAL
LIBRARY

تا تو بیدار شوی ناله کشیدم، ورنه
عشق کارے است که بے آه و فغان نیز کنند

علیہ (علامہ اقبال)



دار الادب لکھنؤ کا علمی و ادبی رسالہ

محرّرہ

سید مقبول حسین وصیل بلگرامی

"مرقع" کے قواعد و ضوابط

(۱) "مرقع" ہر انگریزی مہینے کی ۵ تاریخ کو دارالادب لکھنؤ سے شایع ہوگا

(۲) "مرقع" کی قیمت عام خریداروں کے لیے پانچ روپیہ سالانہ مع محصول ڈاک مقرر ہے۔ جو پیشگی وصول ہونا چاہئے۔

(۳) "مرقع" کا نمونہ بغیر نرخ نقد وصول ہوئے روانہ نہیں ہو سکتا۔

(۴) "مرقع" کی قیمت، و سادہ دیگر معزز اصحاب و اُسکے مربیوں سے اُنکی ہمت افزائی پر منحصر ہے۔

(۵) جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ کا آنا لازمی ہے۔

(۶) خط و کتابت کے سلسلہ میں خریداری کا نمبر لکھنا ضروری ہے۔

(۷) رسالہ نہ پہونچنے کی اطلاع ہر ماہ کی ۲۵ تاریخ تک آجانا چاہیئے۔

(۸) کوئی مضمون ایسا شایع نہ ہوگا جو مخرب اخلاق ہو یا کوئی خراب اثر پیدا کرے۔

(۹) تعلیم یافتہ خواتین کے صرف وہ مضامین نظم و نثر درج ہونگے جو اپنی خوبیوں کے لحاظ سے بہترین اور اپنے اثرات کے لحاظ سے نہایت خوشگوار ہوں گے۔

(۱۰) "مرقع" کو وجوہ پالیٹکس یا مذہبی مباحث سے کوئی سروکار نہ ہوگا۔

(۱۱) تنقیدی مضامین بھی اسمیں شایع ہونگے مگر وہی جن میں توہین نہ ہوگا۔ باہمی نزاعات یا کسی قسم کے تعصب یا کسی نرخ کی بنا پر لکھے ہوئے مضامین سے احتراز کیا جائیگا۔

(۱۲) ایسے مضامین جنمیں کسی شخص پر چوٹ کی گئی ہو گی یا اُسمیں ایسے الفاظ ہوں جن سے دوسرے کو نرخ کا شائبہ بھی پیدا ہو نہ شایع ہونگے

(۱۳) جس نظم و نثر کے مضمون میں زبان لغت یا فن کی غلطیاں ہونگی اُس وقت تک شایع نہ ہوگا جب تک اُسکی مناسب ترمیم اطلاع پانے پر خود صاحب مضمون نہ کردیں۔

(۱۴) "مرقع" کا مسلک صلح کل ہے وہ انشاء اللہ کبھی دل آزار یا متعصب ثابت نہ ہوگا۔

(۱۵) "مرقع" کو ذاتیات سے کبھی تعلق نہ ہوگا۔ وہ اپنے معاصرین سے خواہ وہ اہل جرائد ہوں یا اہل اخبار اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کریگا اور انشاء اللہ وہ ہمیشہ اسمیں ثابت قدم رہیگا۔

مدیر "مرقع" لکھنؤ

مرقع میں اشتہارات نیز بھیجتے وقت

ذیل کا نرخنامہ ملاحظہ فرمالیجئے

تعداد طبع	ایک صفحہ	نصف صفحہ	چوتھائی صفحہ
ایک سال کے لئے	۵	۳	۲
چھ ماہ کے لئے	۳	۲	۱
تین ماہ کے لئے	۲	۱	۰
ایک ماہ کے لئے	۱	۰	۰

ضروری نوٹ

ٹائٹل پیج کے صفحہ ۲ و ۳ و ۴ کی اجرت کا نرخ اسکے علاوہ ہے جو خط و کتابت سے طے ہو سکتا ہے۔ اجرت کا پیشگی آنا ضروری ہے۔

مینیجر "مرقع" لکھنؤ

Checked 1968
Checked 1971

"مرقع" کا موجودہ نظام

"مرقع" کا پہلا نمبر ارباب علم و ادب کے سامنے انکی قدردانی اور ہمت افزائی کے بھروسہ پر پیش کیا جا رہا ہے۔

"مرقع" نے بحیثیت مجموعی اپنے مقاصد کے لحاظ سے اپنے آپ کو کامیاب بنانے کی کوشش کی ہے اور امید ہے کہ وہ اس وقت بھی بہت کچھ کامیاب نظر آئے۔ آیندہ اسکے نمبرس سے زیادہ صوری و معنوی خوبیوں سے آراستہ نظر آینگے۔

"مرقع" اُن حضرات سے جنکے ملاحظہ میں یہ اپنی خوبی قسمت سے جائے درخواست کرتا ہے کہ اسکے پہلے نمبر کو دیکھنے کے بعد اس میں جو کمی یا خرابی نظر آئے اُس سے اپنے خلوص و محبت سے مجھے مطلع فرمائیں۔ انشاء اللہ وہ کمی یا خرابی کسی نہ کسی طرح پر رفع کردی جائیگی۔

"مرقع" اِس وقت ۲۰×۳۰ ½ کے ۸۴ صفحوں پر شایع کیا جا رہا ہے جسمیں اسکے ہر صفحہ میں دو کالموں کی بجائے معمولی تقطیع کے ایک سو صفحوں کے مضمون کی گنجائش ہے۔

"مرقع" اپنے مضامین کی خوبیوں کے علاوہ کاغذ لکھائی اور چھپائی کے لحاظ سے بھی بہتر معلوم ہوگا اور اُس کے آیندہ نمبروں میں ہر قسم کا اور بھی اضافہ اور ترقی ہوتی رہیگی۔

"مرقع" انشاء اللہ ملک کے تمام مشہور اور مسلم الثبوت اساتذۂ فن و مستند انشاپردازوں کے فیض و برکات سے مستفیض ہوتا رہیگا۔

"مرقع" کی ضخامت میں خدا کے فضل سے بہت جلد اضافہ کی امید ہے۔ جو رفتہ رفتہ اسکے خریداروں اور مضمون نگاروں کے اضافہ کے ساتھ ہوتا رہیگا۔ اور انشاء اللہ تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی اور خوبیوں کے ساتھ ضخامت میں بھی کسی سے کم نہ رہیگا بلکہ ترقی پذیر نظر آئیگا۔

"مرقع" ہر وقت اپنی موجودہ شاہراہ سے آگے بڑھنے اپنی خوبیوں میں اضافہ کرنے، اپنی کمی کو پورا کرنے اور ہر نقص کے مٹانے کی کوشش کرتا رہیگا۔

"چھبیل" بگرامی۔

شکریہ

یک منعم و یک نعمت و یک منت و یک شکر
صد شکر کہ تقدیر چنین راند تسلم را

مین نہایت ادب اور دلی خلوص کے ساتھ اُن سب حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہون کہ جنہون نے میری ناچیز اشاعت "مرقع" کے لئے کسی نہ کسی قسم کی امداد فرما کر میری ہمت افزائی کی۔

اِس عنوان کے تحت مین عالی جناب علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب ام۔اے بالقابہ بیرسٹرایٹ لا لاہور کے نام نامی سے ابتدا کرتا ہون جنہون نے اپنا ایک شعر خاص "مرقع" کے سرورق کے لئے عطا فرمایا۔

جناب ممدوح کا گرامی صحیفہ ذیل مین درج ہے۔

"لاہور۔ ۱۰ نومبر ۱۹۲۵ء

مخدومی۔ تسلیم۔

یہ ایک شعر حاضر ہے۔ معلوم نہین سرورق کے لئے موزون ہوگا یا نہین۔

ندارد عشق سامانے ولیکن تیشۂ دارد
شگافد سینۂ کہسار و پاک از خون پراویزست

مخلص

محمد اقبال"

اسکے بعد شعرائے نازک خیال و اساتذۂ باکمال اور اُن حضرات لکھنؤ کا جنہون نے میری حوصلہ افزائی کی، میرے کامون مین ہیرا ہاتھ بٹایا اور خصوصیت کے ساتھ قلمی امداد فرمائی شکرگزار ہون۔ اصحاب لکھنؤ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اُن حضرات مین سے چند اصحاب کی ایک مختصر فہرست نہایت شکریہ کے ساتھ پیش کرتا ہون جنہون نے اپنے لطف و کرم سے نظم و نثر کے مضامین "مرقع" کے لئے عطا فرمائے یا اُنکے مضامین دوسرے اصحاب کے ذریعے سے حاصل ہوئے (یہ مضامین اپنی ترتیب انتخاب اور رسالہ کی گنجائش کے لحاظ سے شایع ہوتے رہینگے

اُستاذی حضرت احمد لکھنوی بلگرامی مدظلہ۔
ابو العلا حضرت ناطق لکھنوی
لسان الملک حضرت ریاض خیرآبادی۔
میان بشیر احمد صاحب بیرسٹرایٹ لا، اڈیٹر "ہمایون"

حضرت نیاز فتح پوری اڈیٹر "نگار"
مولانا عبدالماجد صاحب قادری بدایونی۔
مولوی عبدالماجد صاحب بی۔اے۔ دریابادی
مسٹر سید احمد صاحب کاظمی (علیگ)
خان بہادر سید محمد ہادی صاحب وزیر تعلیم بھوپال
مسٹر عزیز حیدر آبادی بی۔اے (علیگ)
مسٹر اعزاز (لندن)
حضرت نظم طباطبائی
جناب فراق بی۔اے۔ گورکھپوری۔
جناب اثر لکھنوی بی۔اے۔
جناب رواں ایم۔اے۔ وکیل
سید عابد علی صاحب بی۔اے۔
حضرت اثر صہبائی
پروفیسر حمیدی صاحب
پروفیسر محمد صادق صاحب ایم اے علیگ۔
جناب ہادی مچھلی شہری۔
جناب محمود الہ آبادی
پنڈت جگموہن ناتھ صاحب نیہ شوق
منشی ممتاز علی صاحب آہ
جناب شہیر مچھلی شہری۔
جناب نجود دہلوی
سید علی ضامن صاحب ندیمی بی۔اے۔
حکیم برہم صاحب اڈیٹر "مشرق" گورکھپور
ابوالمعانی وحیدالدین احمد صاحب۔
شاہ نذیر صاحب ہاشمی غازیپوری

حضرت احسن مارہروی
جناب اصغر گونڈوی
جناب نظیر شاہ صاحب ارشی
مولوی ظہیر حسین صاحب ضوی ایم اے (علیگ)
حضرت فسانی گورکھپوری۔
ڈاکٹر سید یامین ہاشمی غازیپوری۔ایم اے (علیگ)
حاجی محمد صادق صاحب ایوبی
جناب جگر بسوانی
جناب ذوقی لکھنوی (علیگ)
محمد احمد صاحب رئیس بابوپور۔
مسٹر علی مقصود علیگ۔
جناب عزیز بلگرامی۔
جناب ہوش بلگرامی۔
سید وصی صاحب شوق بلگرامی (کوالھ)
مولانا سید عباس علی سبزواری (علیگ)
سرور اکبرآبادی
مولوی محمد ابراہیم صاحب گورکھپوری۔
منشی محمد داؤد خان صاحب مرادآبادی۔
مولوی عبدالحی صاحب صدیقی بی۔اے۔ علیگ
جناب ماسٹر باسط بسوانی۔
جناب جگر مرادآبادی۔
جناب وسیم خیرآبادی
قمر جہاں بیگم صاحبہ۔
بلقیس جمال صاحبہ۔
رابعہ خاتون صاحبہ۔ میمونہ غزال صاحبہ

سرپرستان مرقع

عالی جناب مولانا مولوی حاجی سید محمد سبحان اللہ صاحب تخلص بہ عظیم رئیس اعظم گورکھپور

عالیجناب نواب غلام حسین صاحب قمر رئیس اعظم گنیش پور ضلع بستی　　عالیجناب مولانا مولوی سید محمد مقصود علی صاحب نبیرہ ریاست گنیش پور

معاونین مرقع

جناب سید شاہ زاہد علی صاحب سبز پوش رئیس اعظم گورکھپور

جناب سید شاہ شاہد علی صاحب فانی سبز پوش رئیس اعظم گورکھپور

جناب سید وصی الحسن صاحب بلگرامی ڈپٹی کلکٹر

جناب مرزا جعفر علی خان صاحب بی۔ اے ڈپٹی کلکٹر

جناب مولوی محمد آفاق صاحب لاک آفاق اینڈ کمپنی گورکھپور

جناب روآن ام اے وکیل

جناب سید محمد مختار صاحب ڈپٹی کلکٹر

حضرت فرخ آگاؤ

جناب سید اشرف علی صاحب ڈپٹی کلکٹر۔

جناب مولوی بدرالحسن صاحب ڈپٹی کلکٹر۔

جناب خان بہادر قاضی خلیل الدین صاحب دیوان ریاست بجاور۔

جناب رائے بہادر بابو بھکندن پرشاد صاحب رئیس و آنریری اسسٹنٹ کلکٹر گورکھپور

جناب سید خورشید حسن صاحب سب جج ہردوئی۔

جناب رائے ادیا پرشاد صاحب آنریری مجسٹریٹ گورکھپور

جناب مولوی عبدالاحد صاحب آنریری منصف تعلقہ دار پھریہا ضلع میاں

جناب ملک حبیب احمد صاحب بیرسٹرایٹ لا سکرٹری ریاست بھوپال

جناب سید نیاز احمد صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس بھوپال

جناب بابو عبدالقادر صاحب انجینیر بھوپال

جناب حاجی محمد مصطفا خان صاحب مصطفا ملک کارخانہ عطر اصغر علی محمد علی لکھنو

جناب چودھری شفیق الزمان صاحب تعلقدار گڑھی بہلول۔

جناب مولوی مظہر الحق صاحب مزاپور جناب منشی نذیر حسین صاحب ناس

جناب بابو نذیر الدین صاحب فاروقی ۔ اوجین۔

جناب شیخ علی حماد صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل بی منصف۔

جناب سید محمود الحق صاحب حقی بی اے وکیل ہردوئی۔

جناب قاضی احمد الیاس صاحب بی اے وکیل ہردوئی۔

جناب مولوی سلطان احمد صاحب بلگرامی بیرسٹرایٹ لاہردوئی۔

جناب مولوی ابرار حسین صاحب بی اے وکیل ہردوئی۔

جناب ڈاکٹر بنی محمد خان صاحب آنریری مجسٹریٹ ہردوئی۔

جناب محمد رضی الحسن صاحب رضی اورنگ آباد۔

جناب ابوالعلا حضرت ناطق لکھنوی جناب عارف لکھنوی

جناب ادیب لکھنوی۔ جناب احسن ماہروی۔

جناب نشتر سندیلوی۔ جناب صدق جائسی۔

جناب عارف منصرم کشنری لکھنو۔

جناب منشی امتیاز علی صاحب تحصیلدار لکھنو۔

جناب سید فضل علی صاحب بیرسٹرایٹ لا پٹنہ۔

جناب ہوش بلگرامی۔ جناب شوق بلگرامی۔ جناب فراق بی اے گورکھپوری

(باقی آئندہ)

جہانِ مرقع تصویرِ حسنِ دوست تمام — بہر طرف کہ سخن می‌رود سخن ز تو ست

فہرستِ مضامین

جنوری ۱۹۲۶ء

سالِ نو (نظم) — جناب باسط بسوانی — ۲

مرقع اور اسکے مقاصد — مدیر — ۳

مرقع کا خیر مقدم (نظم) — حضرت حنفی لکھنوی — ۵
جناب پنچو دموہانی
جناب جگر بسوانی

تقاضائے وصل — مولانا عبدالماجد بدایونی — ۶

افکارِ فلک پیما (قطعہ) — علامہ سر اقبال مع عکس تحریر جناب ممدوح — صفحۂ خاص

(بسلسلۂ خیر مقدم مرقع) قطعہ — جناب عزیز لکھنوی (مع عکس تحریر جناب ممدوح) — صفحۂ خاص

فارسی زبان اور اسکا علم ادب — مولانا عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی — ۷

جرعاتِ صہبائی (قطعات) — جناب اثر صہبائی — ۱۶

مثنوی معنوی کا ایک جدید نسخہ — مولانا عبدالماجد بی اے دریابادی — ۱۷

ایک تصویر کو دیکھکر (نظم) — جناب عابد بی اے (اڈیٹر ہزار داستان) — ۲۱

حرارت و برودت — جناب نیاز فتحپوری (اڈیٹر نگار) — ۲۲

عطیات (غزل) — جناب نواب علی حسن خاں صاحب طاہر — ۲۵
جناب نواب غلام حسین صاحب ماہر
جناب حاجی محمد مصطفا خاں صاحب مصطفا

گیتان جلی کی تشریح و تنقید — ابوالعلا حکیم ناطق لکھنوی — ۲۶

شرابِ مثلث (غزلیات) — حضرت خمار بلگرامی لکھنوی — ۳۱
حضرت ریاض خیرآبادی
جناب ابر حسنہ دانی

سولن کی چڑیاں — میاں شیر محمد صاحب شیر اڈیٹر ہمایوں — ۳۲

نیرو کی شخصیت کا ایک پہلو (ترجمہ) — مرزا جعفر علی خاں صاحب اثر ڈپٹی کلکٹر — ۳۳

کشمیر (آنریبل شیخ عبدالقادر صاحب سابق اڈیٹر آبزرور و مخزن لاہور کا ایک شعر) — ۳۷

افکارِ اصغر (غزل) — حضرت اصغر گونڈوی (مدیر) — ۳۷

معلومات: — جناب عزیز احمد خاں صاحب بی اے (علیگ)
ایک جدید وضع کی گھڑی۔ کانپور کے درخت۔
دنیا کا طویل ترین ریلوے پلیٹ فارم۔
عجیب و غریب بام پچھلی آون پیدا کرنے کا
ایک حیرت انگیز طریقہ۔ ایک بیش قیمت معدنی
دریافت۔ ایک بلند ترین مقبرہ۔ انسان کے
جسم کی سب سے چھوٹی ہڈی۔ ایک جدید قسم کا لوکرا
تھر کی نسبت ایک نئی دریافت۔ عدد اعشیت جسم
زمین میں اضافہ۔ جھیل پچھلی کی حیات
قوام دعا علیہ کے توام و فیل۔ موریہ سلطنت
ابھی شادی ہوئی ہے، بجلی کے ذریعہ تیر
سرائے ہوت۔ فولادی تابوت۔ سب سے زیادہ تیز
تیرنے والی عورت۔ رسی کے درخت معدنی

روحِ سخن (انتخاب غزلیات) — جناب چکبست لکھنوی — ۴۱
مولوی عبدالحی صاحب صدیقی بی اے (علیگ)
جناب فراق بی اے گورکھپوری
جناب بہار لکھنوی۔ جناب سراج لکھنوی

مستقبل عالم کی ایک جھلک — جناب فراق بی اے۔ گورکھپوری — ۴۲

تاریخ جرمنی — جناب خلیل فاروقی بی اے (علیگ) — ۴۶

شوق شوق شوق (تین نظمیں صاحب کی غزلین آسان شوق شیدا ہندی) — ۴۷
جناب شوق بلگرامی۔ جناب شوق لکھنوی

تاریخچہ اجرائے مرقع — قطعہ حضرت حمید بلگرامی لکھنوی — ۴۷
قطعہ حضرت صفی لکھنوی (آنریبل شیخ عبدالقادر صاحب)

سالِ نو

ساقیا آج پلا دے مے گلفام مجھے (۱) بادہ کہنہ سے دے بھر کے نیا جام مجھے
صدقہ رند و نکا بنا خوش دل و خوش کام مجھے بھولکر یاد نہو گردشِ ایام مجھے
پھول برسا دے سرِ دور خدارا ساقی
سالِ نو تجھکو مبارک ہو دل آرا ساقی

مے گلرنگ پیون۔ بادہ گلفام پیون (۲) دور مین بیٹھ کے تیرے سحر و شام پیون
کسلئے آج مین خونِ دلِ ناکام پیون دستِ نازک سے ترے جام پہ مین جام پیون
مست و سرشار نہون سرخوش و مدہوش نہون
یہ تمنا ہے کہ مین رند وفا کوش نہون

سالِ نو آیا ہے گلزار کا ہے رنگ نیا (۳) باغ کے سر و در و دیوار کا ہے رنگ نیا
گل کا عالم ہی جدا۔ خار کا ہی رنگ نیا دیکھ لے رکس بیمار کا ہے رنگ نیا
آج ساعت ہی نئی۔ عہد نیا۔ دور نیا
بزمِ عالم کی ہر اک چیز کا ہے طور نیا

کامرانی سے کوئی خرم و شادان ہوگا (۴) بختِ بیدار پہ اپنے کوئی نازان ہوگا
صورتِ گل جو خوشی سے کوئی خندان ہوگا شکلِ بلبل کوئی رو رو کے غزلخوان ہوگا
رنگ جمشید کی محفل کا دکھائیگا کوئی
جام پر جام سرور انڈھائے گا کوئی

دل کے ارمان کوئی ہیں سال بھی نالاں ہوگا (۵) جوشِ وحشت مین کوئی چاک گریبان ہوگا
کوئی ناکام جہان خاک بداماں ہوگا فرطِ غم سے کوئی آئینہ حیران ہوگا
ہوگا تصویرِ الم۔ غم کا سراپا کوئی
شکلِ یوسف سرِ بازار بکے گا کوئی

رنگ بدلے گا بسوز دلِ زمانہ اب بھی (۶) درد کا ہوگا زبانون پہ فسانہ اب بھی
ہان اجل ڈھونڈ نکالیگی بہانہ اب بھی نادکِ غم کا جگر ہوگا نشانہ اب بھی
دیکھکر اہلِ جہان وقفِ تحیر ہونگے
خیکی امید نہین ایسے تغیر ہونگے

سیم و زر خاک سے مٹی مین ملے تاج بہت (۷) یل مین ملتے نظر آتے ہین اج بہت
ہوگئے دیکھتے ہی دیکھتے محتاج بہت کل ہو کچھ حال اگر کہئے ہین آج بہت
دہر دن مین کوئی کیا جانے کہ کیا ہوتا ہے
بینوا صاحبِ زر۔ شاہ گدا ہوتا ہے

آئے دن اور ترقی پہ زمانہ ہوگا (۸) عہدِ ماضی جو ہے وہ ایک فسانہ ہوگا
خانہ برباد جو ہین انکا ٹھکانا ہوگا کامگاری کا ہر اک لب پہ ترانہ ہوگا
صاحبِ عقل کریگا کوئی ایجاد نئی
راہ دکھلائے گا ہم کو کوئی اشاد نئی

گل صد برگ بنے گا رخِ نیکو سخن (۹) بڑھکے سنبل سے نظر آئینگے گیسوے سخن
سرو ہو جائیگا اے دل قد دلجوے سخن لطف دیجائیگا اب رنگِ سخن بوے سخن
دلفریب اور نظر آئے کی تصویر ادب
چار سو پھیلے گی آفاق مین تنویرِ ادب

اور نکھریگی ابھی اور زبان اردو (۱۰) اور سلجھے گا ابھی اور بیان اردو
اور سے اور نظر آئے گی شانِ اردو خوب توسیع پہ مائل ہی جہانِ اردو
لطف دیجائے گا ہمکو کہین تقلیدِ رنگ
دلکو بھڑکائے گا اپنے کبھی تجدید کا رنگ

کھینچ لیگی دلِ عالم کو نزاکت اسکی (۱۱) لطف دیجائیگی دنیا کو لطافت اسکی
گھر کریگی دلِ محزون مین محبت اسکی ہوگی آفاق مین ہر سمت اشاعت اسکی
پھول چن لائین گے ہر باغ سے گلچین اسکے
گل کھلائین گے بصد رنگ مضامین اسکے

اے خوشا بخت۔ بنا ایک صحیفہ نکلا (۱۲) لکھنؤ سے ادبی خوب رسالہ نکلا
جلوۂ حسنِ معانی کا سراپا نکلا پردۂ نور سے اک شاہدِ زیبا نکلا
کوششِ وصل ہو مقبول۔ بڑا کام کیا
حسن کیساتھ مرقع کا سرانجام کیا

فضلِ حق سے ہوا ایسا اس زمانے کی ضیا صاحبِ ذوق رہین جانے ولے شیدا
حیثم مشتاقِ جہان اس سے کریگی کسبِ ضیا (۱۳) دلِ تاریک کو روشن کرے اس کا جلوہ

شکل باسط ہو ہر اک سکے طلبگار نہین
نام ہو سارے زمانے کا خریدار دلون مین

باسط بسوانی

جنوری ۱۹۲۶ء

مُرقّع

جلد — نمبر ۱

مُرقّع اور اُسکے مقاصد

رونقِ عہدِ شباب است دگر بستان را
میرسد مژدہ گل بلبلِ خوشالحان را

ہندوستان مین اتنے جرائد اور رسالے شائع ہو رہے ہین کہ انکا شمار کرنا بھی دشوار ہے۔ ادب و انشا کے اس محشرستان مین ایک نئے رسالے مُرقع کا ظہور بظاہر ایک غیر ضروری تحریک ہے جس سے بجز پریشانیِ نگاہ کے اور کوئی نتیجہ مرتب نہین ہو سکتا۔

مختلف رسالون کے نکلنے اور بند ہونے سے ہندوستان مین نئے رسالون کا جاری ہونا اسقدر بدنام ہو گیا کہ کسی نئے رسالے کا نام سنتے ہی لوگون کو وحشت ہونے لگتی ہے۔ ادبی دنیا والونکو یہ گوارا نہین ہے کہ کسی نئے حریف کی صحبت کے لئے دلچسپی سے کھڑے ہون اور اُس سے مصافحہ کرنے کے لئے دست شوق بڑھائین انکی کثرت اور دیگر کمزوریون کے علاوہ انکے طویل اغراض و مقاصد نے بھی ادب حاضرہ کا معیار اس قدر پست کر دیا ہے کہ کسی نئے رسالے کی نشر و اشاعت مین عام طور پر کوئی دلچسپی نہین پائی جاتی۔ ان کثیر التعداد جرائد کے احیاء اور انکی ناکام زندگی کے ویرپا اثرات نے عوام کو مقدر برگشتہ خاطر کر دیا ہے کہ کسی جدید کوشش کو نظرِ امتحان سے نہین دیکھا جاتا۔

ملک کی اس حوصلہ شکن حالت کے احساس کے بعد بھی مُرقع کا اجرا

کافی دلچسپ ہے اور اس دلچسپی کے ساتھ اس کے مخصوص مقاصد کی آمیزش نے اس مین ملک و ادب کے مفاد کا پہلو پیدا کر دیا ہے۔ کثیر المقاصد رسالون کے مشترک اغراض کی رسمی فہرست عموماً علمی، ادبی، اخلاقی، روحانی تاریخی اور سائنٹیفک خدمات پر مشتمل ہوتی ہے لیکن مُرقع کا نصب العین تشریح اور توجیہ کا محتاج ہے۔

کسی ادبی رسالے کا مقصد اگر محض زبان کی خدمت اور صرف نظم و نثر کے بہترین نمونون کی اشاعت ہے تو وہ صحافتِ حاضرہ مین کسی اہم مرتبہ کا مستحق نہین مانا جا سکتا۔ اسلئے کہ جب تک دوسرے رسالون کے مقابلہ مین اسے اپنے کسی خاص نصب العین کی بنا پر کوئی امتیازی درجہ حاصل نہو۔ اسکی ذات سے کوئی غیر معمولی امید وابستہ نہین کی جا سکتی۔

مُرقع ایک انوکھے مقصد اور نرالی شان سے میدانِ صحافت مین قدم رکھنے کی جسارت کرتا ہے۔ وہ اصلاح زبان کا علمبردار ہے اور قدیم و جدید انداز کی باہمی کشاکش کو فنا کرنا اُس کا بہترین مقصد ہے۔

آجکل اُردو ادب قدیم و جدید خیالات کا محشرستان بنا ہوا ہے۔ اس وقت ملک مین ادیبون کے دو اسکول ہین جنکے مطالعۂ نظر مین نمایان اور بین فرق نظر آتا ہے۔ ایک تو وہ اسکول ہے جو لکیر کے فقیر کا مصداق مذاقِ کہنہ کا گرویدہ اور اپنے جذبات کے اظہار مین قدیم قیود کی زنجیرون مین جکڑا رہنا پسند کرتا ہے اپنے اسلاف کی تعمیر کردہ شاہراہ پر آنکھ بند کئے ہوئے گامزن رہنا انکا ایمان ہے بخلاف اسکے دوسرا اسکول جدت طرازی پر اس قدر تلا ہوا ہے کہ ازمنۂ قدیمہ کا سرمایہ اُسے ایک نظر نہین بہاتا وہ نئی روشین نکالتا اور ایک بالکل جدید عمارت کی انوکھے اسلوب سے داغ بیل ڈالنا اپنا فرض اولین تصور کرتا ہے گویا مغربی خیالات و طرز بیان کا اثر آخر الذکر اسکول پر استقدر تسلط جمائے ہوئے ہے کہ وہ جادۂ قدیم پر قدم اٹھانا اپنی ہتک قرار دیتا ہے۔

مذکورۂ بالا اسکولون کے محاسن و معائب پر بحث کرنا اور انمین تنقیدی نظر سے جانچنا یہان میرا مقصد نہین ہے اور نہ یہ ثابت کرنا ہے کہ کس کو کس پر ترجیح ہے اس وقت صرف اہل ملک کے مختلف النوع ادبی رجحانات کا خاکہ پیش کرنے کے بعد اُن اجزاے ترکیبی کا بیان مقصود ہے جنکے باہمی ارتباط سے مُرقع کی بنیاد قائم کرنا ہے۔

مُرقع کی پالیسی کا لب لباب اعتدال پسندی اور تعصب شکنی ہے۔ وہ قدیم شاہراہ سے بلا وجہ گریز کرنا پسند کرے گا اور نہ جدید سے خواہ مخواہ پرہیز کرے گا۔ اس کا مسلک دونون اجزا کی وصل و ترکیب سے ایک ایسے راستے کی بنیاد ڈالنا ہے جسپر اہل ملک کے دونون اسکول ہاتھ مین ہاتھ دئے ہوئے یکجہتی و خلوص و اتحاد کے ساتھ اپنی اپنی منزل طے کرین۔ قدما کا سرمایہ بھی قابلِ وقعت ہے اور موجودہ جدت طرازون کی کوشش بھی قابلِ ستائش۔ اول الذکر مین سے صرف اسقدر حصہ ہماری عمارت کا جزو قرار پا سکتا ہے جو اُس کی نشو و نما مین رکاوٹ نہ پیدا کرے اور آخر الذکر مین سے محض اُسی جزو کو کام مین لا سکتے ہین جس سے تخریب زبان کا خطرہ نہو۔ دیگر ترقی یافتہ زبانون کے مقابلہ مین ہماری ادبیات تہیدست ہے۔ مُرقع کا یہ نصب العین رہے گا کہ اصلاح زبان کے ساتھ ساتھ غیر زبان کے جواہر ریزون کو چن کر اپنی ادبیات کو مالا مال کرے اور قدیم شاہراہ کے کنارے جدید مذاق کے خیابان کی داغ بیل ڈالے تاکہ راہرو مسرت و شگفتگی کی سانس لیتا ہوا اپنا راستہ طے کرتا جائے۔

وصل بلگرامی

مُرقع کا خیر مقدم

ہمارے خاص ہمدرد و ہمپر خاص عنایت کرنے والے، مرقع کے اجراء و اشاعت کے حامی، اسکے دل سے قدردان اور ہماری ہمت بڑھانے والے چند اصحاب نے مرقومۂ بالا عنوان پر اپنے خلوص، اپنی محبت، اپنی قدردانی اور اپنی ہمدردی کا اظہار نظم کے پیرایے مین فرمایا ہے، ہم انکی اس نوازش خاص کے منت پذیر ہین۔

منجملہ انکے تین فارسی قطعات، ایک لسان القوم جناب مولانا صفی لکھنوی، دوسرا جناب بیخود موہانی تیسرا، لسان الہند حضرت عزیز لکھنوی کا اور ایک اُردو کی نظم جناب جگر بسوانی کی درج مرقع کرتے ہین۔

نوٹ:- جناب عزیز کا قطعہ انکی خاص تحریر مین ہر جسکا عکس صفحہ، اور علامہ اقبال کی تحریر کے عکس بعد حظ فرمایئے　　وصل بالگرامی

لسان القوم جناب مولانا صفی لکھنوی

قطعیست بین دسواد روشن کن　　ز حسن جلوہ فروشے نظر دریغ مدار　　بہر کہ تشنہ لب راوق سخن باشد　　ز جملہ ریزی خون جگر دریغ مدار

ز گل عروس ادب را چو حجلہ آرایند　　تو ہم ز بارش گلہائے تر دریغ مدار　　درین زمانہ کہ قحط ہنر وران بینی　　خدائے راکہ ز کسب ہنر دریغ مدار

غبار راہ قلم سرمۂ صفاہا نیست　　بچشم گیر ز کحل البصر دریغ مدار　　دعائے خیر کن در حق سخن سنجان　　درین وظیفہ تبسام و سحر دریغ مدار

بخیر مقدم تو در کنار آمدہ　　الا ز ریزش لعل و گہر دریغ مدار　　اگر ز فیض رسانی بخشد طینت خویش　　در دریغ داشتی، اما اگر در دریغ مدار

نوید تازہ کہ پیشت نسیم آورد ست　　بمزدِ نکتہ دران زین خبر دریغ مدار　　تراکہ گفت نداری در دریغ از مدے　　در دریغ وار، ولے این قدر دریغ مدار

تنعمے کہ ازان بہرہ مندی باشی　　ز دوستان خود ش بیشتر دریغ مدار　　بعارت چو مرقع کسے زمن درخواست　　دلم بگفت، کزین مختصر دریغ مدار

ز نخل بار وے گر ہمی کنی نوبر　　بہ دیگران ز عطائے ثمر دریغ مدار　　صفی مضایقہ کردم درین معاملہ من　　بگفتمش ادب از خیرہ سر دریغ مدار

پیام وصل اوامی کن از لب حافظ
کہ در ہوائے سخن سیم و زر دریغ مدار

جناب بیخود موہانی

ارنی بجوشد اول ہمہ را چنانکہ دانی　　گر ذرۂ بے دل، بگزر ز لن ترانی　　ز چراغ شعلہ لرزان بگہم تباہ سامان　　تو ئی آفتاب دوران ہمہ را ضیا فشانی

تو آب تاب شانی، تو با نقاب جانی　　دہ مرقع زبانی، کہ مرقع جہانی　　بدر از جلوہ گاہت، دل دیدہ فرش راہت　　ہمہ حسن در پناہت، ز نظر چرا نہانی

چو شوی بحسن مسجل، تو ز معرفت بخوانی　　قدسی بوحی منزل، تو بہ لوح غیب دانی　　تو بہ ہمدو سخن آ، چو مسیح معجز آرا　　کہ جمال فطرت را، چہ نیاز با جوانی

چہ حسن خطبہ خوانی، چو سخن ز عشق رانی　　ز دبین نظر دانی، ز ہوا اثر فشانی　　ز ادب حیا بچینی، ز علم طرفہ گنجی　　تو ز بہر با بہ بچی، کہ ز جہل و ابہانی

بہوا چو پر کشائی، بجہان نظر کشائی　　چو ز اوج در کشائی، تو فراز لامکانی　　ہمہ چشم ناز جوئی، کہ ہمہ لبی و گوئی　　بعدم ہمہ خموشی، بجدا ہمہ بیانی

زتو چشم دمے پرستی، زتو دل بوجد و مستی ہمہ نشۂ الستی، ہمہ مستیِ جوانی
زنیازبے نیازی، سزد ار تمام نازی زقبول سرفرازی، کہ زوصل کامرانی
زفراق چون زنی دم، چو ستارہ اہلِ عالم نزند چشم برہم، شبِ تارِ زندگانی
زوصال کن تکلم، کہ زخلق آ ترنم نرود زلب تبسم، چو بہارِ جاودانی

توبہ بخود است شیدا، سنگے بوے خندارا
زتغافلت پیدا، کہ تواز دلش ندانی

جناب حکیم جگر صدیقی بسوانی

کج ادائی یاد ہو بہو لا ہوا اقرار بھی یاد بھی شرمندہ ہی ہم سے نگاہِ یار بھی یہ کرشمے دیکھتا ہوں آہ بے تاثیر کے
یاد اپنے ظلم اپنے دل کا لینا آگیا شرم سے ظالم کے ماتھے پر پسینا آگیا جان و دل قربان سب تیری ادا پر کر گئے
مجھ سے کیوں چھپتا ہو بن نے تم نے سب پہچانا تری مار ڈالا کی مجھے ظالم پشیمانی تری بیخودی دیدار کی ہی، حسن یہ تاثیر ہے
جورِ بیجا کی ندامت دل کو ہی گھیرے ہوئے مسکرانا ہو مرا جانب سے منہ پھیرے ہوئے حسن کی تاثیر ہے تصویر جسنے کر دیا
پھر جھلک شوخی کی دیکھیں آنکھ میں آنکھ ڈالی ہے پھر خدا لگے ہم سے آنکھ شرمائی ہوئی دیکھ کر حسنِ دل آرا ہیں بڑی مشکل میں ہم
دل مٹا جاتا ہی تجھپر دل کی حالت دیکھ لے آنکھ اٹھا کر دیکھ لے، او بے مروت دیکھ لے دامنِ نظارہ کو بھرنا مبارک ہو تجھے
خون لاکھوں کے ہوئے، قاتل ادا پر ناز پر مٹنے والے مٹ گئے، ظالم ترے انداز پر آنکھ میں تپلی ہو تو پتلی میں آ کر نور ہو
خیر مقدم کا ترے شورِ بہار کیا ہو تو ہے دلمیں جگر کے اسکا دل آباد ہو نور ہے دلمیں جگر کے اسکا دل آباد ہو

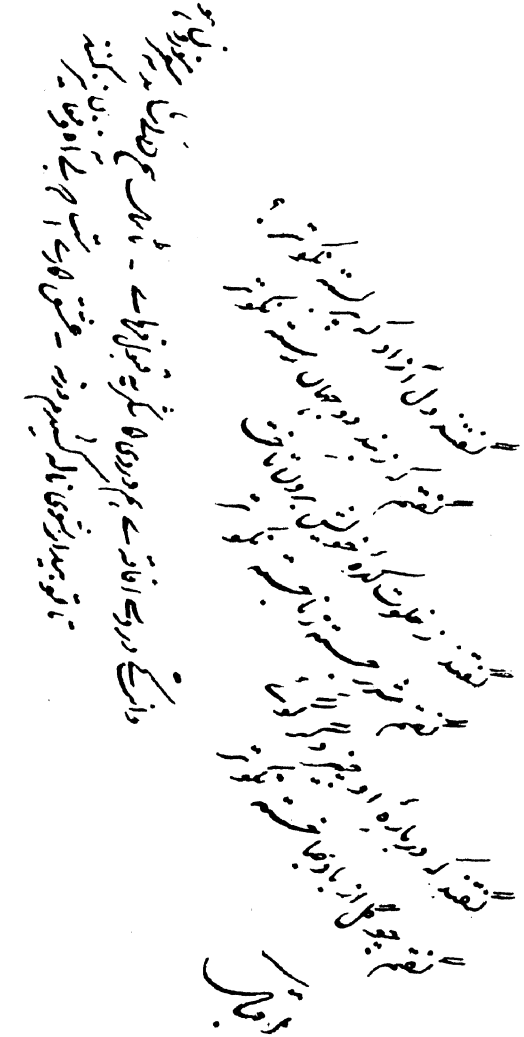
تقاضائے وصل

وہ وصل نہیں جو ہجر کا مقابل اور عشاق کی حسرتوں کا روح دل ہی وہ ہی اس کا لفظ زبان پر لا سکتے ہیں یہ انہیں کا حصہ ہی جنھوں نے ادبیت کی حرص
وہ بھی نہیں، جو شعرا کی رنگینیِ طبع و جوشِ بیان و لطف ادا و طرز گفتار کا آز کے سب حصے چھوڑ دیے اور اپنے کو کسی اور کے حصہ میں دیدیا اور یوں پھر اپنا حصہ
ایک خوشنما گلدستہ ہے، اور خیالی و مجازی ذوق شوق ہائے، وائے، اپنا نصیب وصل حقیقی کو بنا لیا الحق کہ وہی اس کے پانے والے ہیں اور انہیں سے تقاضائے
ہیجِ جذبات، و محرک داعیات اعلان یا راز سربستہ ہی۔ ہاں وہ بھی نہیں جو وصل حقیقی یا انھیں کو ادعائے وصل دائمی ہو سکتا ہی۔ میرا عنوان تو فقط ایک پیکر عنایت
مصطلح صوفیہ یا مقام اہل عرفان ہو اور جبدیت کا لازمہ انسانیت تار کا نتیجہ لازمہ و اور محبوب کرم و محبت کے اصرار سے گلو خلاصی ہی نہ عاشقانہ وصل، نہ شاعرانہ وصل، نہ عارفانہ وصل
داعیہ ضروریہ ہی کیونکہ اپنی جان کا احساس ادراک اور من ادرک من دام کا مصداق بلکہ حضرتِ وصل بلگرامی جن کا تقاضا ہی کہ انکے رسالہ پیرایہ مرقع کیلئے کوئی ادبی مضمون
اسکے تلفظ و کلم تو کیا توہم و تخیل کی بھی اجازت نہیں بخشتا ادبیت کی بھول بھلیاں کا حاضر کروں۔ دماغ و قلب مصائب و تفکرات، دل پریشان اختلاج زدہ، طبیعت مضمحل افسردہ
سرگشتہ و حیران اور امکان و حدوث کی دلدل کا آغشتہ دنا تواں یہ جرارت بھی اور اندکا سفر مسلسل تقریر و نکا دور سر پر طرہ علالت بیخودی، ہائے مہجوری، وائے معذوری، پھر
نہیں کر سکتا کہ اپنی پستی سے اونچا خواب بھی دیکھ سکے وصل و اتصال حقیقی تو جن کا حضرتِ وصل کی تعمیل ارشاد کیونکر، اور کسطرح ہو۔ انکا تقاضا ہی کہ جو کچھ ہو کچھ ہو، لہذا اس تقاضہ
مقام ہو انکا ہی۔ یہ تو جنکے نصیب میں ہو وہی پاتے ہیں اور حواس کے واقعی اہل ہیں سے مجبور ہو کر آئندہ کے وعدہ کے ساتھ یہ کہکر رخصت ہوتا ہوں کہ، یار باقی صحبت باقی،

فقیر عبدالماجد القادر البدایونی

افکارِ فلک پیما

عکسِ تحریر علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال ایم اے۔ بیرسٹر ایٹ لا، لاہور



لسان الہند حضرت عزیز لکھنوی کی تحریر کا عکس

مُرقّع

خوش آمدی صفا آوردی

گر گذری بسوئے ما بخوشخرامی — ای باد صبحگاہی ابلغ لہ سلامی
تا از پس بنشانی از دستہ گلِ تر — یعنی مرقع حسن از وصل بگرامی
گلدستۂ بہاری یا نافۂ تتاری — بلبل بشاخساری جامے بدست جامی
از مجمع محاسن از جوہر معادن — من اہل افتخارم مسادۃ ترام
از نقطہ نقطہ جوشد صد کوثر معانی — از حرف حرف خیزد تاثیر خوش کلامی
مجموعۂ قشنگے با صد ہزار رنگے — با نظم شوخ و شنگے چون خمسۂ نظامی
ہر صفحہ اش سمن بو ہر دلبرش چو ابرو — ماہ سپہر اردو نقش بلند نامی

دلدادۂ رفاقت ہیچون عزیز مخلص
با ہر امام فن کو ہمرتبۂ لہا می

عزیز
۳۰ اکتوبر ۲۵

فارسی زبان اور اُس کا علم ادب

خاص مرقع کے لئے

ذیل مین جو مضمون درج کیا جاتا ہے وہ ہمارے مخدوم و محترم زید عالیجناب مولانا مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی مدظلہٗ کے زور قلم اور تحقیق خاص کا نتیجہ ہے۔ اور اپنے عنوان "فارسی زبان اور اُس کا علم ادب" کے لحاظ سے بالکل نیا۔ اچھوتا۔ مورخانہ اور محققانہ مضمون ہے۔

مولانا کے کمالات سے کون ایسا ہے جو واقف نہین۔ تاریخ دانی اور اِس فن کی تحقیق و تدقیق مین جو درجہ آپکو حاصل ہے وہ محتاج بیان نہین۔ اُردو لٹریچر مین جو آپ نے روح پھونکی ہے وہ آپ کا خاص حصہ ہے۔

اِس مضمون مین بھی آپنے فارسی زبان کے علم ادب کے متعلق تاریخی حیثیت سے بہت کچھ انکشاف کیا ہے جس سے آج بہت سی نئی اور ضروری باتین ہمارے علم مین آگئین جو باوجود تاریخون مین موجود ہونے کے اس ضروری عنوان کے تحت مین مستقل طور سے بالاستیعاب ایک جگہ پر مشکل سے ملین گی۔

یہ مضمون ابھی اور وضاحت کا محتاج ہے۔ اور دراصل اگر یہ مضمون تفصیل کے ساتھ لکھا جاے تو ایک نہایت ضروری تاریخی مسئلہ حل ہوکر دنیاے تاریخ کے سامنے آجائے۔

ہمین امید ہے کہ مولاناے ممدوح مزید تکلیف گوارا فرماکر اس مضمون کو جہان تک ہوسکے گا واضح اور مفصل بنادین گے۔

ہم مولاناے موصوف کے تہ دل سے شکر گزار ہین کہ باوجود بالکل عدیم الفرصت ہونے اور دیگر ضروری علمی شاغل کے مرقع کی قلمی اعانت کی طرف خاص طور سے توجہ فرمائی اور یہ مضمون جو اپنی نوعیت مین نہایت ضروری اور بالکل جدید ہے خاص مرقع کے لئے تحریر فرماکر ہم کو ممنون کرم بنایا۔

اِس قسم کی باتین جستہ جستہ متفرق تاریخون مین بھی موجود ہین علامہ شبلی مرحوم نے شعرالعجم مین بھی جابجا اِس پر روشنی ڈالی ہے ہم اس کا ماخذ یہان پر درج کرتے ہین۔

شعرالعجم جلد اول مین اُنھون نے تذکرہ مجمع الفصحا کی عبارت نقل کی ہے جو ناصرالدین قاچار مغفور کے عہد مین ۱۲۸۰ھ مین تصنیف ہوا ہے اور زمانہ حال کا سب سے بڑا مستند تذکرہ ہے اُس کی عبارت یہ ہے:-

"ظاہر است کہ اشعار قدیم شعرے عجم بسبب غلبۂ عرب از میان رفتہ چنانکہ مشہور است کہ تمام کتب و تواریخ عجمیان را عرب سوختند از کتب قدیمہ خبرے بر جا نگذاشتند الا قلیلے کہ پنہان داشتند چون مردم را قدغن بلیغ نمودند قاعدہ سخن فارسی و شعر متروک شد تا مدتے گزشت و اوضاع بنوع دیگر گشت"

اِس سے صاف ظاہر ہے کہ دو برس تک شاعری کی زبان کیون بند رہی اور فارسی زبان قید سے باہر نکلنے نہ پائی۔

تذکرہ دولت شاہ سے یہ خیال ماخوذ کیا گیا ہے وہ لکھتا ہے کہ "عبداللہ بن طاہر نے حکم دیا تھا کہ ایران کی تمام کتابین برباد کری جائین اس بنا پر آلِ سامان کے زمانے تک فارسی شاعری نے ظہور نہین کیا"

چونکہ ایران کی قدیم کتابین برباد کردی گئین اس لئے اہل عجم فارسی شعر بھی نہ کہہ سکے اسلام نے ملکی زبان سے کچھ تعرض نہ کیا۔

حضرت عثمانؓ کے عہد سے حجاج بن یوسف کے زمانے تک تمام مفتوحہ فارسی زبان مین تھے۔ حجاج کے زمانے سے عربی مین ہو گئے لیکن ملک کی اصلی زبان وہی رہی رفتہ رفتہ فارسی عربی مخلوط ہوکر اردو کی طرح ایک جدید زبان پیدا ہوگئی اور وہ گویا خاص اسلامی زبان تھی۔

ولید کے زمانے سے جب شاہانہ دربار قائم ہوا تو لوازم سلطنت کی حیثیت سے شاعری نے دوبارہ جنم لیا لیکن تخت کی زبان عربی مین تھی اس لیئے شاعری بھی عربی ہی رہی۔

اتنے سہارے سے کہ مامون الرشید ایک مدت تک خراسان مین رہا تھا اور غالباً فارسی سے حرف آشنا ہوگیا تھا عباس مروزی نے ایک قصیدہ فارسی مین کہا اور مامون الرشید نے اس کے صلے مین ہزار دینار سالانہ مقرر کر دئے۔

ارباب تذکرہ لکھتے ہین کہ اسلامی عہد مین فارسی شاعری کا یہ پہلا حرف تہجی تھا۔

اس سے پہلے اگر برلے نام کچھ پتا چلتا ہے تو ابوحفص حکیم سغدی کا شعر ہے جو پہلی صدی ہجری مین موجود تھا شعر یہ ہے

آہوے کوہی در دشت چگونہ دودا دنداردبار بے بار چگونہ بودا

خاندان سامانیہ کے پہلے جو کچھ ہوا وہ شاعری کی ابجد تھی لیکن خاندان سامانیہ نے دفعتاً اس زمین کو آسمان بنا دیا۔

رودکی جو فارسی شاعری کا ابوالآباء سمجھا جاتا ہے اسی دربار کا دست پروردہ تھا۔ شاہنامہ کا عنصر بھی اسی عہد مین تیار ہوا سلسلۂ سامانیہ سے پہلے جو خاندان گزرے وہ طاہریہ اور صفاریہ تھے۔ طاہریہ عربی النسل خاندان تھا۔ اس لئے فارسی شاعری کو اس کے زمانے مین عروج نہین ہو سکتا تھا۔

سامانی خاندان دیکھتے تھے کہ اہل عجم اپنے لٹریچر اور ملکی حیثیت سے بالکل الگ ہوتے جاتے ہین یہان تک کہ ان کی شاعرانہ قوتین بالکل ایک غیر زبان (عربی) پر صرف ہو رہی ہین خراسان و بخارا مین سیکڑون ہزارون شعرا موجود ہین جو نسلاً عجم ہین لیکن دارالخلافہ بغداد کے اثر سے جو کچھ کہتے ہین عربی مین کہتے ہین۔

ان اسباب سے اس خاندان نے اپنی قومی و ملکی زبان کی ترقی پر شاہانہ توجہ کی شعر کی جنس قرار تخواہ ہین مقرر کین خاص خاص مضامین پر اشعار لکھوائے۔ کلیلہ دمنہ سنسکرت سے اولاً فارسی مین ترجمہ کی گئی تھی لیکن جب عبداللہ بن المقفع نے اس ترجمہ کو عربی مین منتقل کیا تو فارسی نسخہ بالکل گمنام ہوگیا۔

نصر بن احمد سامانی نے رودکی کو حکم دیا کہ اس کو فارسی مین نظم کر دے عجم کی تاریخ ابتک نامرتب اور پریشان تھی اس لئے دقیقی کو اس کام پر مامور کیا چنانچہ اس نے ہزار شعر لکھے یہ شاہنامہ کا پہلا سنگ بنیاد تھا اس کے صلہ مین رودکی کو ۴۰ ہزار درہم ملے۔

عنصری ایک قصیدے مین کہتا ہے ؎

چہل ہزار درہم رودکی زہر خویش عطا گرفت بہ نظم کلیلہ در کشور

دقیقی کے زمانے تک فارسی زبان مین عربی الفاظ اس طرح مخلوط تھے کہ دونون سے مل کر گویا ایک نئی زبان پیدا ہوگئی تھی عباس مروزی کے کل چار شعر ہین۔ لیکن عربی الفاظ فارسی سے زیادہ ہین۔ رودکی و شہید بلخی کا کلام بھی اسی کے قریب قریب ہے۔

سب سے پہلے جس نے فارسی زبان کو اس آمیزش سے پاک کرکے مستقل زبان کی حیثیت قائم کی ہے وہ دقیقی ہی ہے اس کے سیکڑون شعر پڑھتے چلے جاؤ عربی کا ایک لفظ نہین آتا۔

اسی طرح اور زیادہ وضاحت سے علامہ نعمانی مرحوم نے شعرالعجم اور رسائل شبلی مین لکھا ہے۔

حضرت شرر مدظلہ نے اس مضمون مین تحریر فرمایا ہے کہ:-

"فردوسی نے اس تعصب کی بنیاد پر جو اُسے عربون سے تھا خاص طور پر کوشش کرکے فارسی سے عربی الفاظ نکالے جس کی وجہ سے اُس کی زبان غیر مانوس اور خلاف محاورہ ہوکر بگڑ گئی اُس کی وقعت اتنی بڑی مثنوی لکھدینے اور ایک غلط سلط تاریخ عجم کے منظوم کردینے سے کی گئی اور کی جاتی ہے نہ اس لحاظ سے کہ اسکی فارسی اپنے زمانے مین یا کسی زمانے مین فصیح و بامحاورہ فارسی تھی"

ہم انھین خیالات کے متعلق علامہ شبلی کی تحقیق کا اقتباس جس کا اظہار اُنھون نے شعرالعجم حصہ اول مین کیا ہے درج کرتے ہین ملاحظہ ہو۔

انوری اُن شعرا مین ہے جس کا لوگون نے فردوسی کا ہمسر قرار دیا ہے چنانچہ مشہور ہے ؎

در شعر سہ تن پیمبرانند ہر چند کہ لا نبی بعدی

ابیات و قصیدہ و غزل را فردوسی و انوری و سعدی

لیکن خود انوری کہتا ہے کہ فردوسی ہمارا خداوند ہے اور ہم اسکے بندے ہین ؎

آفرین بر روان فردوسی آن ہمایون نژاد فرخندہ

آن نہ استاد بود و ما شاگرد آن خداوند بود و ما بندہ

فرماتے ہین ؎

آن گوے پیشینہ و زمانہ طوس کہ آمد بنام لفظ سخن چون عروس

علامہ ابن الاثیر نے مثل السائر کے خاتمہ مین لکھا ہے کہ عربی زبان باوجود اس وسعت و کثرت الفاظ کے شاہنامہ کا جواب پیش نہین کرسکتی اور درحقیقت یہ کتاب عجم کا قرآن ہے۔

یورپ کے فضلا بھی جو زبان فارسی سے واقف ہین عموماً فردوسی کے کمال شاعری کے معترف ہین سر گورادوسلی نے تذکرۃ الشعرا مین فردوسی کو ہومر سے تشبیہ دی ہے اگرچہ ساتھ ہی یہ ناتوان بینی بھی ظاہر کی ہے کہ وہ اگرچہ دراصل ہومر کا ہمسر نہین ہوسکتا لیکن ایشیا مین اگر کوئی ہومر ہوسکتا ہے تو وہی ہے

اسلام کا خاصہ ہے کہ جہان جہان گیا ملک کی زبان سر سے بدل دی یا اس قدر اُس کو مغلوب کرلیا کہ وہ مستقل اور آزاد زبان نہین رہی۔

اسلام سے پہلے مصر و شام مین قبطی یا سریانی بولی جاتی تھی اسلام کے ساتھ تمام ملک کی زبان عربی ہوگئی یہان تک کہ آج عیسائی یہودی و غیرہ بھی عربی زبان کے سوا اور کوئی زبان نہین بول سکتے ایشیائے کوچک اور قسطنطنیہ مین ترک گئے تو ملکی زبان کی ہوگئی۔ کابل و قندہار کی اصلی زبان پشتو ہے لیکن خواص فارسی بولتے ہین جو اسلامی حکمرانون کی زبان تھی۔ ایران اور ہندوستان سخت جان تھے جہان ملک کی اصلی زبان قائم رہی لیکن عربی الفاظ اس کثرت سے داخل ہوگئے کہ اُنکی آمیزش کے بغیر فارسی یا اردو لکھنا چاہین تو لزوم مالایلزم کی محنت اُٹھانا پڑتی ہے۔

ایران مین ابتدا ہی سے عربی نہایت شدت سے مخلوط ہوگئی تھی۔ عباس مروزی نے مامون الرشید کی مدح مین جو قصیدہ لکھا اُس کے چار شعر آج موجود ہین جن مین نصف سے زیادہ عربی الفاظ ہین۔ رودکی اور ابوشکور بلخی وغیرہ کا کلام عربی الفاظ سے بھرا پڑا ہے سلطان محمود کے زمانے مین ایک فاضل نے شاہنامہ کے جواب مین عمرنامہ ایک کتاب نثر مین لکھی تھی اس کا پتہ چلتا ہے۔ اُسی زمانے مین شیخ ابوعلی سینا نے

حکمت علائیہ فارسی زبان مین لکھی اور قصد کیا کہ خالص فارسی مین لکھی جائے لیکن عمدہ برآنہ ہوسکا۔ فردوسی نے ساٹھ ہزار شعر لکھے اور عربی الفاظ اس قدر کم ہین کہ گویا نہین ہین۔ اگرچہ اس خصوصیت کا موجد دقیقی ہے لیکن کل ہزار شعر اور صرف چند معمولی واقعات ہین بخلاف اس کے فردوسی نے ہر قسم اور ہر طرح کے سیکڑون گوناگون مطالب ادا کئے اور زبان کے خالص ہونے مین فرق نہ آنے پایا۔ عربی کے جو الفاظ خال خال آئے ہین اکثر وہ ہین جو خاص مصطلح الفاظ ہین۔ مثلاً دین یمنہ میسرہ قلب۔ سلاح۔ عنان وغیرہ وغیرہ یہ الفاظ اس طرح اس زبان مین شائع تھے جس طرح آج کل اردو مین جج۔ کلکٹر ٹکٹ۔ سٹیشن وغیرہ ہین۔ کہ انکے بجائے اگر کوئی شخص اور الفاظ استعمال کرے تو نامونوس معلوم ہون گے۔

شاہ نامہ کی زبان آج کی زبان سے اس قدر مختلف ہے کہ گویا دو زبانین الگ الگ ہین اور یہ شاہ نامہ کی تخصیص نہین اس زمانے کے شعرا کی عام زبان یہی تھی لیکن چونکہ اور کسی شاعر نے اس قدر الفاظ استعمال نہین کئے اس لئے فردوسی کی زبان بہ نسبت اور شعرا کی زبان کے بیگانہ اور غیر مانوس معلوم ہوتی ہے۔

علامہ شبلی نے ایک مقام پر شاہ نامہ کی خصوصیات کا ۱۰ نمبرون مین ذکر کیا ہے اور یہ دکھایا ہے کہ اسوقت اس نے کس طرح استعمال کیا ہے اور اب کیا بولتے ہین۔ اس کے بعد لکھتے ہین کہ ان تصرفات کے علاوہ سیکڑون الفاظ ہین جو متروک ہوگئے یا ان کی صورتین بدل گئین یا ان کے بجائے اور الفاظ استعمال مین ہین مختصراً مولانا شبلی نے چند الفاظ کی فہرست بھی مع معنی کے لکھدی ہے جس سے اس بیان کی وضاحت ہوجاتی ہے۔

علامہ شبلی مرحوم شعر العجم مین شاہ نامہ کی وقعت تاریخ کے لحاظ سے کے عنوان کے تحت مین لکھتے ہین کہ اگرچہ اس مین شک نہین کہ شاعرانہ رنگ آمیزیون نے شاہ نامہ کو عام نظرون مین تاریخی درجہ سے گرادیا ہے تاہم ایران کی کوئی مفصل قدیم تاریخ اس سے زیادہ صحیح نہین مل سکتی"

اسی کے ساتھ اپنے اس بیان کی تصدیق مین بہت سے استدلالی اور مستند رائین پیش کی ہین اور اس عنوان کے قبل وہ دکھا چکے ہین کہ دقیقی نے جب شاہ نامہ کی ابتدا کی تو اس وقت کتنی زبانون کا ذخیرہ اس کو ملا اور اس وقت تاریخ عجم کا بہت بڑا ذخیرہ عربی و فارسی مین تیار ہوچکا تھا جس کا بیان بتفصیل شعر العجم مین موجود ہے نیز سامانیون کا کتب خانہ اس زمانہ مین تمام عالم مین اپنا جواب نہین رکھتا تھا شیخ بوعلی سینا جب اول اول اس کتب خانہ مین داخل ہوا تو اسپر حیرت چھاگئی چنانچہ اس نے اقرار کیا ہے کہ مین نے اتنا اور اتنا عظیم الشان کتب خانہ کبھی نہ دیکھا تھا نہ اس کے بعد دیکھا۔ دقیقی کے لئے یہ تمام تاریخی ذخیرہ مہیا کیا گیا ہوگا۔ اور چونکہ سلطان محمود غزنوی سامانیون ہی کا دست پروردہ اور ان کو مٹاکر ان کا جانشین بنا تھا۔ اس لئے ہر طرح قرین قیاس ہے کہ وہ سب سامان محمود کو ہاتھ آیا ہوگا اور فردوسی کو اس سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیا گیا ہوگا۔ یہ محض قیاس نہین بلکہ مورخین کی تصریح سے اس کی تائید ہوتی ہے صاحب کشف الظنون اور مجمع الفصحا کی عبارت اس بیان کی تائید مین موجود ہے۔

ان تمام قرائن اور تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ فردوسی کا ماخذ زیادہ تر ایران کی وہ تاریخین ہین جو عربی مین ترجمہ ہوگئی تھین لیکن فردوسی کا قومی غرور عرب کے احسان کو گوارا نہین کرتا۔ فردوسی کا دعویٰ ہے کہ قدیم زمانہ کی ایک نہایت مبسوط تاریخ ایران کی موجود تھی لیکن مرتب و مدون نہ تھی۔ موبدون یعنی

مذہبی پیشواؤن کے پاس اس کے مختلف اجزا تھے۔ ایک رئیس دہقان نے ہر جگہ سے بڑھے بڑھے پراتم موبد جمع کیے اور ان پراگندہ اجزا کو زبانی روایتون کی مدد سے ترتیب دے کر ایک مکمل کتاب تیار کرائی۔

لیکن فردوسی کے اِس بیان کی تردید علامہ مرحوم کی تحقیق سے ہوتی ہے اور صاف طور سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فردوسی نے جو کچھ لکھا اُس وقت کی تمام تاریخون سے مدد لیکر لکھا۔ اس کا تطابق انگریزی مؤرخین اور دیگر مذکرہ نویسون کی تحریرون سے بھی پورے طور پر ہوتا ہے۔

بہرحال حضرت شرر مدظلہ کا یہ مضمون کمال تحقیق و تدقیق سے لکھا گیا ہے اور جو کچھ لکھا ہے وہ اپنی جگہ پر نہایت خوب اور فارسی اور اس کے علم ادب پر ایک تازہ روشنی ڈالتا ہے ہم نہایت شکرگزاری کے ساتھ اس کو درج کرتے ہین اور امید کرتے ہین کہ جناب شرر اس رسالہ کو اکثر اپنے فیوض سے بہرہ مند کرتے ہین گے

مدیر

اَہلِ مغرب جو آج کل اپنے اَدب و انشا کے سوا کسی کی زبان کی کچھ ہستی نہین جانتے۔ وہ بھی مُقر ہین کہ موجودہ فارسی زبان تمام مشرقی زبانون مین نہایت وسیع۔ شیرین اور لوچدار ہے۔

موجودہ فارسی زبان کی نسبت محققین یورپ کا خیال ہے کہ گیارھوین صدی یعنی پانچوین صدی ہجری کے آغاز مین قدیم فارسی سے نکلی۔ جو ایران کے جنوبی و مغربی صوبجات مین علی العموم بولی جاتی تھی۔ اور بجز اسکے اس علاقے مین کسی اور زبان کا رواج نہ تھا۔ لیکن تحقیق کی نگاہ سے دیکھیے تو اس سے بیشتر یہ زبان پیدا ہو چکی تھی۔

عربی شعرا کے کلام اور عربی تاریخون مین جابجا فارسی کے الفاظ اور جملے ملتے ہین جن سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ یہی فارسی جو اَب مروج ہے دوسری صدی کے شروع ہونے سے بیشتر ممالک عجم مین بولی جاتی تھی چنانچہ واثق باللہ کے عہد مین جس نے ۲۳۲ھ مین وفات پائی حریفانِ صحبتِ عیش مغنّی کو "خُنیاگر" کہنے لگے تھے۔

مامون کے زمانے کا امامِ موسیقی اسحٰق موصلی اپنے ایک شعر مین لکھتا ہے۔ اذا قال لی یا مردے خوز کرہا۔ بعض نامور بہادرون کا لقب مشہور ہو گیا تھا۔ یہ "مرد" لونڈیون کا نام "مستان" رکھا جاتا تھا۔ گلدستہ کو "دستبنویہ" کہنے لگے تھے۔ اور شعرا اپنے کلام مین کہتے "شراب انگسردانی"

رشید اور مامون کے زمانے مین ایک مشہور شاعر تھا ابن مناذر اُس نے اُس وقت کے ایک ذی اثر سردار محمد بن عبدالوہاب کی ہجو مین یہ شعر کہا ؎

وقال الشیخ سرجویہ ودا المرء من تحت

یعنی شیخ سرجویہ کا قول ہے کہ مرد کا مرض نیچے سے شروع ہوتا ہے۔ ابن سرجویہ اُس زمانہ کا ایک عجمی النسل طبیب تھا۔ اور مستند مانا جاتا تھا۔ اُس نے جو یہ شعر سُنے تو گھبرایا اور ڈرا کہ محمد بن عبدالوہاب مجھ سے ناراض نہ ہو جائے فوراً اُس کی محفل مین آیا۔ اور تمام حاضرین کے سامنے باواز بلند کہنے لگا۔

"دوبرکست من نہ گفتم آن پسر مناذر گفت"

سنتے ہی لوگون کے پیٹ مین مارے ہنسی کے بل پڑ گئے اور ابن عبدالوہاب نے شرما کے اور برہم ہو کے اُس سے کہا "جا خدا تیرا برا کرے" مگر سرجویہ یہ سمجھا کہ انھون نے میری معذرت قبول نہین کی۔ لہذا پھر قسمین کھا کر اسی جملے کا بار بار اعادہ کرنے لگا۔

عہ آغانی جلد ۵ صفحہ ۲۴ عہ آغانی جلد ۵ صفحہ ۸۵ عہ آغانی جلد ۱ صفحہ ۱۹

عہ آغانی جلد ۸ صفحہ ۱۲ عہ آغانی جلد ۷ صفحہ ۱۹

بہر تقدیر پہلی اور دوسری صدی ہجری مین جو فارسی بولی جاتی تھی ہماری موجودہ فارسی سے کچھ زیادہ مخالف نہ تھی۔ یہ اور بات ہے کہ اس زبان مین تالیف اور تصنیف کا سلسلہ بعد کو جاری ہوا۔

قدیم فارسی کی حالت یہ ہے کہ ایران کی قدیم زبانون مین سے اکیلی زند کے کچھ آثار آج تک باقی رہ گئے ہین۔ یہ ایک زمانے مین مشرقی ایران مین بولی جاتی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اسی کو پرانی باختری زبان خیال کرنا چاہیئے۔ مگر اس کو باختری زبان کہنا شاید صحیح نہو گا۔ کیونکہ باختروہ ملک ہے جو آریہ لوگون کا پہلا مسکن تھا۔ وہین سے ان کے مختلف گروہ اطراف عالم مین پھیلے۔ ایک گروہ نے ہندوستان مین آکر خاکِ ہند کو آریہ ورت بنایا۔ دوسرے گروہ نے فارس مین پہونچکر اُسے آریانہ کے نام سے یاد کیا۔ جو لفظ بعد کے زمانے مین ایران بن گیا یہین سے اِس قوم کے اور گروہ یونان و روم مین پہونچے اور اُن کی اولاد حکمتِ یونان و عظمتِ روم کی بانی ہوئی۔ مگر کسی کو نہین معلوم کہ باختر کے قیام کے زمانے مین اُن کی زبان کیا تھی؟ مانا کہ ایران مین جب وہ پہونچے ہین تو زند بولتے تھے۔ اور ہندوستان مین داخل ہونے کے وقت سنسکرت بولتے تھے۔ یہ دونون زبانین اگرچہ باہم بہت ہی قریب ہین۔ اور انکی وضع قطع سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت قریب کا رشتہ رکھتی ہین۔ مگر ایک نہین ہین اور دونون مین سے کسی کی نسبت بھی قطعی طور پر نہین کہا جا سکتا کہ وہ باختر مین بولی جاتی تھی۔

زند زبان کی دو یولیان تھین اور دونون کی نسبت یقین کیا جاتا ہے کہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً آٹھ سو برس پیشتر فنا ہو گئین۔ مگر اس قدیم فارسی کے چند نمونے آج تک کوہ بیستون پر اور چند اور مقامات مین پتھر پر منقوش موجود ہین۔ جو خطِ میخی مین لکھے ہوئے ہین۔ یہ خط شمالی ایران و عراق مین اگلے دنون کثرت سے مروج تھا جس کے صدہا نمونے اینٹون سے کھود کھود کے نکالے گئے ہین۔ اسمین آڑے اور سیدھے مختلف الانداز تیرون کے ذریعے سے تحریر کا کام لیا جاتا تھا۔ اور اس تحریر کو موجودہ مستشرقین نے پڑھ لیا۔ اور صدہا تاریخی واقعات کا انکشاف ہو گیا۔ زبانِ زند کے مٹنے کے بعد ایران مین پہلوی زبان کا رواج ہوا۔ جو حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے دو سو برس پہلے سے لیکر دو سو برس بعد تک ایران کی مروجہ زبان تھی اس کے پیدا ہونے کا باعث یہ ہوا کہ باختر کے آئے ہوئے آریہ لوگون کی زبان زند پر سامی الاصل فاتحون کا اور اُن کی زبان کا جو بابل و نینوا مین بولی جاتی تھی اثر پڑنا شروع ہوا چنانچہ "پہلوی" زبان مین سامی زبان کے الفاظ بکثرت داخل ہو گئے اور اُس مین بہ نسبت زند کے اشتقاقاتِ افعال جو دوسرے فعلون کی ترکیب سے ہوتے ہین اور نیز مع صرف کی ترکیبین کم ہین۔

پہلوی دولتِ ساسانی کی درباری زبان تھی خسروانِ عجم نے اُسے اور اُس کے لٹریچر کو ایک اچھی حد تک ترقی دی۔ وہ پرانا پیکانی خط مردہ ہو کر زمین کے اندر دفن ہو گیا۔ اور نیا پہلوی خط ایجاد ہوا جس کے حروف کی شکلین دیکھنے مین ہندی کا تھی یا گجراتی سے ملتی جلتی ہین۔ مگر عربی و عبرانی کا غالب اثر یہ تھا کہ داہنی طرف سے بائین جانب لکھا جاتا تھا۔ پارسیون کی ایک کتاب جس کا نام "ویراف نامہ" ہے مع انگریزی ترجمہ کے لندن مین بخطِ پہلوی چھپی ہے اور اکثر پارسیون کے پاس موجود ہے مین نے بھی اُس کو اپنے ایک پارسی دوست سے لیکر دیکھا تھا۔ اِس کتاب کی نسبت دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ساسانِ اول۔ اردشیر بابکان کے زمانے کی تصنیف ہے۔ اگرچہ ابھی تک اس کا کوئی ثبوت نہین ملا۔

مرورِ زمانہ سے جب دولتِ ساسانی کا زوال شروع ہوا تو پہلوی زبان مین غیر زبانون کے ہزارہا نئے الفاظ داخل ہو گئے جنھون نے

پہلوی کو غارت کر ڈالا۔ دولتِ عجم کے انحطاط کی وجہ سے پہلوی مین زیادہ تر کلدانی الفاظ ومحاورات داخل ہوگئے۔ یہ دیکھکر علماے عجم نے اِس جانب توجہ کی کہ اپنی زبان کو ان خارجی وبیرونی الفاظ سے پاک کرکے خالص ژند کے مطابق بنالین اور جب اِس احتیاط کے ساتھ ایک نئی شان کی زبان اختیار کی گئی اور اُس مین بہت سی کتابین مذہب زرتشتی کے عقائد پر لکھی گئین۔ تو اُس جدید زبان کو جو آخر دل نشتے دارد کی شان رکھتی تھی استقلال حاصل ہوگیا۔ اور یہ زبان پاژند کے نام سے مشہور ہوئی۔ غرض اس کوشش سے ایک نئی زبان پیدا ہوگئی۔ مگر یہ نہ ہوا کہ پرانی ژند زبان زندہ ہوجاے معلوم ہوتا ہے کہ ساسانیون کے عہد مین زبانِ پاژند ایران کی علمی ودینی زبان تھی اور اُس دور مین قدیم زبان ژند کی یادگار یا قائم مقام تصور کیجاتی تھی

زبانِ فارسی کی یہ حالت ہو رہی تھی کہ پہلی صدی ہجری کے آغاز مین ایران پر عربون کا تسلط ہوگیا۔ عرب ظہورِ اسلام سے پیشتر ایران سے مغلوب ہو رہے تھے۔ دولتِ عجم کی شوکت وحشمت اور ایرانیون کی تہذیب وشائستگی کا سکہ مانے ہوئے تھے۔ اور اُن پر فارسی عظمت کا رعب پڑا ہوا تھا۔ اب اُنھون نے اِس ملک پر حکومت قائم کرکے اپنی سطوت توبٹھالی مگر اُس کی علمی عظمت کے آگے سر جھکائے رہے۔ پاژند کی دینی کتابین اور پہلوی زبان کا لٹریچر بہت کچھ تو سکندرِ اعظم کی دست بُرد سے فنا ہوچکا تھا جو باقی تھا اب خود بخود بے مٹائے مٹنے لگا۔ اس لئے کہ ایرانی بکثرت دینِ اسلام کو اختیار کرتے لگے تھے۔

لیکن عربی کی بے بضاعتی اور فارسی کی علمی دولت مندی کا یہ اثر نہ تھا کہ عہدِ عرب کی پہلی صدیون مین ہمین تاریخون کے اندر جستہ جستہ جو فارسی کے جملے مل جاتے ہین اُن مین عربی کا نام ونشان تک نہین ہے لیکن شعراے عرب اور دربارِ خلافت کی زبان مین بکثرت فارسی الفاظ نظر آجاتے ہین۔ اُنکا سامانِ عیش فارسی لفظون سے بھرا ہوا ہے۔ گویا عرب باوجود حاکم ہونے کے رعایا کی زبان اختیار کرتے جاتے ہین بخلاف اس کے رعایا ان کی زبان کی مطلق وقعت نہین کرتی۔

دوسری صدی ہجری کے آخر مین جب ہارون رشید کی کوشش سے یونانی ورومی اور دیگر علمی زبانون کے علوم عربی مین ترجمہ ہوئے عربون مین علمی ذوق وشوق بڑھا۔ اور عربی لٹریچر کا خزانہ دولت علم سے مالامال ہوگیا۔ تو فارسی زبان کو عربی علمی شوکت کے آگے سر جھکانا پڑا اور عربی الفاظ یکایک فارسی مین داخل ہونے لگے۔ میرے خیال مین یہی وقت ہے جب سے موجودہ فارسی بننا شروع ہوئی جبکہ عربی کے ساتھ ساتھ ہر دینی ودنیوی فن مین یہ جدید فارسی بھی ترقی کرنے لگی لیکن اب اِس نئے جنم کے ساتھ اس نے بجاے زرتشتی مذہب کے دینِ اسلام اختیار کرلیا تھا۔ اس لیے کہ اس کے تمام شعرا وادیب اور کل مصنفین مسلمان تھے۔ اور اُس کا ادب وانشا مذہباً وعلماً عربی ادب کا پیرو تھا۔

اِسی صدی کے آخر مین رشید کے دونون بیٹون امین ومامون مین جو لڑائی ہوئی وہ دراصل عرب وعجم کی اور اسی سلسلے مین کہا جاسکتا ہے کہ عربی وفارسی زبانون کی لڑائی تھی۔ اس لیے کہ مامون ایک عجمیہ مان کا بیٹا تھا اور سارا ایران خصوصاً خراسان اُس کا طرفدار بنا ہوا تھا۔ اور پھر جب مامون کو فتح ہوئی تو کہنا چاہیے کہ عجمیت عربیت پر فتحیاب ہوئی۔

مامون کے فتح کے ساتھ ہی خراسان کے شہر طوس مین جو بودوباش دربار قائم ہوا اس کا عنصرِ اعظم عجمیت تھی۔ مامون ہی کے زمانے مین خراسان پر طاہر کی حکومت شروع ہوئی جو مدت دراز تک اسی کی نسل مین رہی اور خاندان طاہریہ مشرق مین ادب وشاعری کا سب سے بڑا مربی تھا۔ اِسی خاندان کے عہد سے عربی مذاقِ شاعری۔ فارسی کے مبالغے

اور اسکے استعارات و تشبیہات اختیار کرنے لگا اور وہ عربی شاعری عروج پانے لگی جو شعرائے مولدین کی شاعری کہلائی۔ چنانچہ سب سے بڑے مولد شاعر متنبی کی اس دربار نے بڑی قدر کی۔

عبداللہ بن طاہر کا زمانہ عربی و فارسی دونون ادبون کی ترقی کا زمانہ ہے۔ مگر افسوس ہے کہ اس عہد کے کسی شاعر کا کلام محفوظ نہین ہے کہ پیش کیا جاسکے۔

طاہریہ خاندان ہی کی بدولت ترکستان مین جو علاقہ اُن دنون ولایت خراسان کے تابع اور اُس کا جزو سمجھا جاتا تھا آل سامان کی حکومت شروع ہوئی۔ اس دربار نے فارسی ادب و شاعری کی طرف خاص توجہ کی۔ نصر سامانی اس خاندان کا سب سے زیادہ علم دوست اور فارسی زبان کا مربی شہریار تھا۔

اسی دربار مین رودکی نے سب سے پہلے فارسی مین غزلسرائی شروع کی۔ یونانی شاعری کے بانی ہومر اور رودکی مین عجیب قسم کی مشابہت نظر آتی ہے۔ ہومر بھی گویا تھا اور رودکی بھی۔ ہومر بھی اندھا تھا اور رودکی بھی۔ ہومر بھی اپنا کلام گاگا کے سنایا کرتا تھا اور رودکی بھی۔ فرق اتنا تھا کہ ہومر مفلس قلاش تھا اور رودکی نصر سامان کی مرہون گرمی سے بڑا دولتمند اور صاحب شوکت و حشمت تھا۔ ہومر صرف شاعر اور مغنی تھا۔ رودکی شاعر اور مغنی ہونے کے علاوہ شارا اور ادیب بھی تھا چنانچہ اُس نے بیدپائے برہمن اور دا بشلیم کے قصے کا ترجمہ عربی سے فارسی مین کیا۔ افسوس کہ وہ کتاب دست برد زمانہ کے نذر ہوگئی

اکثر لوگون کا خیال ہے کہ جدید فارسی کے ابتدائی شعرا کے کلام مین عربی الفاظ نہین ہین جیسا کہ فردوسی کا شاہنامہ دیکھنے سے شبہ ہوتا ہے مگر صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے بہت پیشتر عربی الفاظ ایرانیون کی زبان پر جاری اور نظم فارسی مین داخل ہوچکے تھے چنانچہ فارسی کے پہلے شاعر رودکی کے اشعار سے بخوبی ظاہر ہوجاتا ہے۔ اُسکا

ایک قطعہ ہے ؎

نگارینا شنیدستم کہ گاہ محنت و راحت — سر پیراہن سبب بودہ ست یوسف ہم برادر را

یکے از کید شد پرخون دوم شد چاک از تہمت — سوم یعقوب را از بوش روشن گشت چشم تر

رخم ماند آن اول دلم ماند ہ این ثانی — نصیب من شود در وصل آن پیراہن دیگر

اِن تین شعرون مین دس عربی الفاظ محنت۔ راحت۔ سبب۔ عمر۔ کید تہمت۔ اول۔ ثانی۔ نصیب۔ وصل۔ موجود ہین۔ فردوسی کے معاصر شعراء کے کلام مین بھی اسی طرح فارسی مین عربی الفاظ ملے ہوئے ہین جیسے آجکل کے شعراے فارس کے کلام مین ہوا کرتے ہین حکیم عنصری بادشاہ کی مدح مین کہتا ہے ؎

بوقت قدرت رحم و بوقت دولت عفو — بوقت تنگی بخشش بوقت عہد وفا

فردوسی کا ایک دوسرا معاصر منوچہر شصت کلہ اپنے ایک قصیدے مین کہتا ہے ؎

ترکیب از طبائع پستغنی از حواش — در موقفت جہنم و در ساحت جنان

خاکست طیبت تو و با آب ہم مزاج — دلوہست طالع تو و با حوت ہم عنان

ایک اور قصیدے مین کہتا ہے ؎

قول او بر جہل دہم حجت است دہم دلیل — فعل من بر عقل من ہم شاہدست ہم ترجمان

فارسی کے ان قدیم ترکلامون سے ظاہر ہوتا ہے کہ فارسی شاعری کا آغاز اسی فارسی سے ہوا جس مین عربی الفاظ ملے ہوئے تھے اور عربی فارسی شاعری کی گھٹی مین پڑی ہوئی ہے۔ فردوسی نے اُس تعصب کی بنیاد پر جو اُسے عربون سے تھا خاص طور پر کوشش کرکے فارسی سے عربی الفاظ نکالے جسکی وجہ سے اُسکی زبان غیر مانوس اور خلاف محاورہ ہوکر بگڑ گئی۔ اُسکی وقعت اتنی بڑی مثنوی لکھدینے اور ایک غلط سلط تاریخ عجم کے منظوم کردینے سے کی گئی اور کیجاتی ہے۔ نہ اس لحاظ سے کہ اُسکی فارسی اپنے زمانے مین یا کسی زمانے مین فصیح و بامحاورہ فارسی تھی۔

اسکے بعد فارسی لٹریچر ترکستان و خراسان اور ایران مین ترقی کرتا رہا اور وہی عربی سے ملی ہوئی فارسی تمام ممالکِ عجم کی مادری زبان بن گئی۔ اسمین شک نہین کہ اَدبی حیثیت سے اُسے سب سے زیادہ ترقی آلِ سامان کے بعد آلِ سبکتگین نے دی جبکہ فارسی کا اَدب اپنے انتہائے کمال کو پہونچ گیا تھا۔

پھر اسکے بعد کسی ایرانی دربار نے اَدب فارسی کی پشت پناہی نہین کی بعض بعض درباروں مین نامور شعرا پیدا ہوگئے مگر جیسی توجہ اسکی ترقی کی جانب دربارِ غزنوی نے کی تھی کسی سلطنت نے نہین کی۔

محمود ہی کے زمانے سے مسلمان اپنے علَم اقبال کے ساتھ فارسی زبان کو ہندوستان مین لائے اور اُسکے اَدب و انشا کی ترقی کیلئے ہر قسم کی کوشش جاری ہوگئین۔ عہدِ مغلیہ تیموریہ مین یہان تک ترقی ہوئی کہ مسلمان تو مسلمان ہندو بھی فارسی مین غزل خوانی کرنے لگے اور ہزارون ہندوؤن نے اپنے فارسی دیوان مرتب کرکے اَدبی خزانۂ عجم مین امانت رکھوا دیئے۔

دولت مغلیہ کا رقیب ایران مین صفوی خاندان تھا مگر اُس نے ایران مین فارسی کی ترقی کی طرف کبھی ایسی توجہ نہین کی جیسی کہ ہندوستان مین ہو رہی تھی۔ نتیجہ یہ تھا کہ ایران مین جو خوش گو شاعر پیدا ہوتا نازِ راسی بھی نمود حاصل ہوتے ہی ہندوستان کا راستہ لیتا۔ ایران ہی کے لکھے ہوئے تذکرے شہادت دے رہے ہین کہ مسلسل تین چار صدیون تک یہ حالت تھی کہ جہان کہین اچھا شاعر پیدا ہوتا ہندوستان اُس کو دربارِ عجم ہی سے نہین بلکہ ملکِ عجم سے ہی چھین لیتا۔

ہندوستان مین یہ حالت ہو رہی تھی کہ فارسی دربار سے نکل کے عام ہندو مسلمانون کی زبانون پر جاری ہوتی جاتی۔ فارسی اَدب کا مذاق ہندوستانیون کے دل و دماغ پر جاری ہوتا جاتا۔ اگر اس رجحان کو دو تین صدیان اور ملجاتین تو ہندوستانیون کی مادری زبان فارسی ہوجاتی جسکے آثار ہر اَدنیٰ واقفے سے نمایان ہین۔ تمام گانے والے اور گانے والیون کی زبان پر فارسی غزلین تھین۔ ہر سوسائٹی اُسی درجہ تک مہذب تھی جسقدر اس مین فارسی الفاظ کا زیادہ استعمال ہوتا۔ دیہات کے کائستھ۔ برہمن۔ اور کھتری۔ عربی و فارسی الفاظ کو ایک نور تصور کرکے اپنی دیہاتی زبان تک اس سے آراستہ کرتے جاتے تھے۔

اور یہی رجحان اُردو زبان کے پیدا ہونے کا باعث ہوا۔ مولوی عبدالحق صاحب سکریٹری انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد کا یہ خیال صحیح ہے کہ اُردو انگریزون کی کوشش سے ایک مستقل زبان بنی مسلمان حکومت کی پیدا کی ہوئی نہین ہے۔ اسلیئے کہ انگریزون کے آنے سے پہلے جو زبان بولی جاتی تھی وہ کوئی مستقل زبان نہ تصور کی جاتی تھی اور نہ تھی بلکہ وہ فارسی کے ہندوستان کی مادری زبان بننے کے رجحان کا ایک اسٹیج تھا جو روز بروز بدلتا اور فارسی اثر کو غالب کرتا جاتا تھا۔ ہندو مسلمانون مین سے کسی کے دلمین یہ خیال نہ آیا تھا کہ اس زبان کو کوئی خاص زبان تسلیم کیا جائے دونون ذوق و شوق اور جوش و خروش سے اِسی دُھن مین لگے ہوئے تھے کہ ہماری زبان فارسی ہوجائے۔

اِس رجحان کے درمیان مین سلطنت کا انقلاب ہوا عنانِ حکومت انگریزون کے ہاتھ مین آئی اُنھون نے اپنی اُس وقت کی مصلحتون سے اُسی زبان کو جو بولی جارہی تھی اختیار کرکے اِس مین کتابین تصنیف کرائین اس کے نحو و صرف کی کتابین اور لغتین مدون کروائین۔ پھر اُسی زبان کو سرکاری عدالتون اور دفترون کی زبان بنا دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فارسی کے ہندوستان کی مادری زبان بننے کا جو اسٹیج اسوقت تھا اپنے مقام پر ٹھہر گیا۔ اور وہی زبان ہندوستان کی مستقل زبان بنگئی۔ چند روز بعد جب رنگی ہوئی تاریخی کتابین اسکولون مین پڑھائی گئین

تو ہندو مسلمانون مین مخالفت پیدا ہوئی اس نے اُردو زبان کو ایک نئی کشمکش مین ڈال دیا۔ اور ہندوؤن کو دُھن ہوئی کہ اس مین سے عربی و فارسی الفاظ کو نکال کے اُن کی جگہ سنسکرت کے الفاظ داخل کرین۔ اِدہر مسلمان اُردو کی اُس حالت کے جسپر وہ تھی محافظ بنے۔ یعنی کوشش کرنے لگے کہ چاہے نئے عربی و فارسی الفاظ نہ اختیار کیئے جائین مگر جو ہماری زبان مین داخل ہو چکے ہین محفوظ رکھے جائین۔

جس طرح ہندو فی الحال کوشش کر رہے ہین کہ اپنی زبان سے فارسی و عربی الفاظ کو نکال ڈالین ایسی ہی کوشش فی الحال ایک بہت محدود حد تک یورپ کے اثر سے فارسی مین بھی کی گئی۔ چنانچہ ناصرالدین شاہ قاچار کے چچا فرہاد مرزا نے "نامۂ خسروان" کے نام سے ایران کی ایک تاریخ لکھی تو اس مین پابندی کی کہ عربی کا کوئی لفظ نہ آنے پائے۔ مگر ایران مین چونکہ ہندوستان کی طرح مختلف مذاہب کی کشمکش نہین۔ اس لیے فرہاد مرزا کی کوشش کا دہان کے فارسی لٹریچر پر مطلق نہ اثر پڑا۔ بلکہ دہان کی جو کتابین آج کل بالکل بولی جانے والی سادی زبان مین لکھی گئین اور گفتگو کی سچی تصویرین ہین نہین بھی عربی الفاظ بہ کثرت موجود ہین۔ ناصرالدین شاہ کے سفرنامون اور جدید ڈرامون خان لنکران وغیرہ کو دیکھیئے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عربی الفاظ اس طرح فارسی کے جزو لاینفک بن گئے ہین کہ اُن کے نکالنے کی کوشش کرنا زبان کو بنانا نہین بلکہ بگاڑنا ہوگا۔

مگر یہان ہندوؤن سے یہ کہنا کہ اپنی زبان مین سے مانوس و مروج فارسی عربی الفاظ کا اخراج کرنا آپ کی زبان کو غارت کئے ڈالتا ہے مطلق نہ سنا جاے گا۔ بلکہ کیا عجب بدیشتی پر محمول کیا جائے تاہم ہمین اتنا ضرور کہدینا چاہیئے کہ جن زبانون کا قدیم رنگ، اور جز اُن الفاظ محفوظ ہوا نہین سے اگر بعد والے بیرونی الفاظ کو نکالا جائے تو ممکن ہے اور مفید بھی ہو سکتا ہے مگر جن زبانون کا پرانا لٹریچر محفوظ نہو اور پرانی زبان فنا ہو گئی ہو اُن مین ایسی کوشش ہرگز سود مند نہین ہو سکتی۔ جدید فارسی کو اب کوئی کوشش پہلوی نہین بنا سکتی اسی طرح ہندوستان مین کوئی امکانی کوشش یہ نتیجہ نہین پیدا کر سکتی کہ ہماری مادری زبان کو سنسکرت بنا دے ایسی خلاف فطرت کوششین بجاے بنانے کے کام کو بگاڑ دیا کرتی ہین۔

خود یورپ مین دیکھو انگریزی اگرچہ سیکسن زبان ہے مگر اس مین سے لاطینی اور یونانی لفظون کو نکال ڈالنا اُس کی جان نکال لینا ہے اسپین والون نے انتہا سے زیادہ تعصب کے ساتھ عربون کو اپنے ملک سے نکالا۔ اُنکے ہر اثر کو مٹانا چاہا مگر عربی کے ہزارہا الفاظ اس وقت تک اُنکی زبان مین داخل ہین۔ دریاؤن شہرون اور صوبون کے نام تک عربی ہین اور اُن کے امکان سے باہر ہے کہ انکو خارج کر دین۔

دنیا کی تمام موجودہ زبانین ایک دوسرے کے اثر سے متاثر ہین اور اندرونی یا بیرونی اثر سے ہر زبان بدلتی رہتی ہے مگر یہ امکان سے باہر ہے کہ کوئی قوم اپنی مردہ زبان کو پھر زندہ کرلے۔

محمد عبدالحلیم شرر

رُباعیاتِ صہبائی

(۱)

عقل حیرانیِ نگاہ سے تنگ — عشق آمادۂ جگر بارشِ سنگ
روح فرسائے عقل و عشق کی جنگ
ساقیا! ساغرے گل رنگ

(۲)

دلِ عالم مین ہے خوشی کی ترنگ — ساقی خوبرو خوش آہنگ
دورِ ساغر ہوا و نغمۂ چنگ
ہین فریبِ نظر بہار کے رنگ

اثر صہبائی

مثنوی معنوی کا ایک جدید نسخہ

مولوی عبدالماجد صاحب بی اے مصنف فلسفۂ جذبات، ہندوستان کے اُن معتبر اور مستند مصنفین سے ہین جو ہمارے تعارف سے بالکل مستغنی ہین، اُنکی زندگی اور مذاق مین جو عظیم الشان تغیر ہوا ہے یہ معنوی تحفہ اُس کا ایک بین ثبوت ہے جس کی نسبت ہم یہ کہ سکتے ہین کہ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء خدا اُنکے برتر اُنکے معارف وحقایق کا پایہ بلند کرے، اور مزید اُنکے رشحات قلم سے ہمیشہ فیضیاب ہوتا رہے۔

مدیر

ادبیات تصوف کے سارے ذخیرے مین جو شہرت وحسن قبول مولانائے رومیؒ کی مثنوی کو حاصل ہے وہ شاید کسی دوسری کتاب کو نصیب نہین۔ عالم وجاہل، رند وزاہد مقلد ومجتہد جس کسی کو تصوف سے ذرا بھی لگاؤ ہے، وہ مثنوی کی شراب سے مست نظر آئے گا، جو اسکے مطالب کو سمجھتے ہین، وہ تو خدا معلوم کیا لذت محسوس کرتے ہون گے، باقی جو نہین سمجھتے (انھین کی تعداد بہت بڑی ہے اور اسی گروہ مین راقم مضمون بھی ہے) وہ بھی مثنوی کے اشعار محض سنکر سر تو ہلا ہی دیتے ہین۔ اس مقبولیت کا نتیجہ یہ ہے کہ اردو، فارسی، عربی، ترکی، انگریزی، جرمن، فرانسیسی تقریباً ہر مہذب زبان مین مثنوی کی بکثرت شرحین اور ترجمے موجود ہین اور پھر بھی سلسلہ ختم نہین ہوتا، اُردو کی ابھی بساط ہی کیا ہے لیکن متعدد مستقل شرحین اس مین بھی موجود ہین خلاً کشف العلوم۔ بوستان معرفت پیراہن یوسفی کشف المفہوم۔ کلید مثنوی وغیرہ۔ فارسی کی مشہور شرحون مین شرح بحر العلومؒ شرح ولی محمد اکبر آبادیؒ شرح محمد رضاؒ (مکاشفات رضوی) شرح عبداللطیفؒ (لطایف اللغات) شرح محمد افضلؒ اور حاشیہ حاجی امداد مہاجرؒ سب سے زیادہ قابل ذکر ہین۔ انگریزی مین مثنوی کے اقتباسات ضمناً دوسری تالیفات مین متعدد بار شائع ہو چکے ہین مستقل ترجمون مین سب سے پہلا ترجمہ سر جیمس رڈہوس Sir James Red House کا ہے۔ جو ۱۸۷۲ء مین صرف دفتر اول کا شائع ہوا۔ دفتر دوم کا ترجمہ ۱۹۱۰ء مین پروفیسر ولسن (لندن یونیورسٹی) نے ایک جلد مین کیا اور ایک جلد مین اس کے حواشی دئے۔

انگریزی کے قالب مین مولاناؒ کے خیالات کو ڈھالنے کی یہ کوششین اگرچہ بجائے خود قابل قدر نہین لیکن ابتدائی مشقون مین جو خامیان ہوتی ہین اُن سے مفر نہین ہو سکا۔ اب انگلستان مین سب سے زیادہ اہم وقابل قدر پیش قدمی جو اس باب مین کی جا رہی ہے وہ نامور مستشرق اور تصوف اسلام کے گرویدہ فاضل پروفیسر نکلسن (کیمبرج یونیورسٹی) کی جانب ہے۔

نکلسن تصوف اسلام کا مطالعہ تیس سال سے کر رہے ہین۔ انکی نظر اس باب مین اتنی وسیع ہے کہ بہت سے مسلمان اہل علم کو ان پر رشک ہو سکتا ہے۔

اس سے قبل شیخ فریدالدین عطارؒ کا تذکرۃ الاولیا اپنی حیرت انگیز سعی۔ تہذیب وتصحیح کے ساتھ چھاپ چکے ہین شیخ ہجویریؒ لاہوری کی کشف المحجوب کا ترجمہ کر چکے ہین۔ اسلامی تصوف کی قدیم ترین کتاب شیخ ابونصر سراجؒ کی کتاب اللمع کا کھوج لگا کر اسے زیور طبع سے آراستہ کر چکے ہین اور انگریزی مین اسلامی تصوف وصوفیاے کرام پر متعدد تالیفات وضمایم شائع کر چکے ہین۔

مولانائے رومیؒ کی جانب انھین خاص التفات وشغف ہے۔ چنانچہ آج سے اٹھائیس سال قبل وہ کلیات شمس تبریزؒ (جو مولاناؒ ہی کا کلام

ہے، کا انتخاب مع انگریزی ترجمے اور حواشی و مقدمہ وغیرہ کے شائع کر چکے ہیں۔ اور اب ایک مدت سے مثنوی کے صحیح نسخے کی ترتیب اشاعت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔

اِن کے ذہن میں خاکہ یہ ہے کہ تین جلدوں میں (دو دفتر فی جلد کے حساب سے) متن مثنوی کے کل چھ دفتر شائع کریں۔ تین جلدوں میں ان کا انگریزی ترجمہ ہو اور تین یا چار جلدیں شرح۔ حاشیہ، تعلیقات وغیرہ کے لیے مخصوص ہوں۔ اس طرح سارا کام تو یا دس جلدوں میں ختم ہو اور ہر جلد بڑی تقطیع پر پانچ پانچ سو صفحے کی ہو۔

اِس عظیم الشان ارادے کی پہلی قسط حال میں، قوت سے فعل میں آگئی۔ اور اسے دیکھ کر بے اختیار کارسازِ فطرت کی کارفرمائی پر دل سے داد نکلتی ہے۔ کہ جو قوم اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی پر تلی ہوئی ہے اُس کے بعض افراد کو اس کی سعادت بھی نصیب ہوتی ہے کہ علوم اسلامیہ کے احیاء و تحفظ میں وہ وہ کارنمایاں انجام دیئے جائیں کہ جن پر خود مسلمانوں کو رشک آئے۔

یہ پہلی جلد جو ابھی شائع ہوئی ہے لیڈن (ہالینڈ) کے مشہور مشرقی مطبع بریل کمپنی کے زیر اہتمام طبع ہوئی ہے۔ اور اس کی اشاعت لنڈن کی مشہور مشرقی دار الاشاعت لیوزک اینڈ کو کر رہی ہے۔

یہ جلد متن مثنوی کے دفتر اول و دوم پر شامل ہے ضخامت ۴۶۲ صفحہ۔ علاوہ بیس صفحے کے انگریزی مقدمہ کے ہے تقطیع ہندوستان کی ۲۰+۲۶ کی تقطیع سے بڑی ہے سطر ۲۶ سطری ہے۔ باریک حروف کے ٹائپ میں چھپی ہے لیکن چھپائی اس قدر صاف اور روشن اور کاغذ اس قدر اعلیٰ ہے کہ حروف کی باریکی نگاہ پر ذرا بھی بار نہیں ڈالتی۔ ہر صفحہ پر فٹ نوٹ (حواشی ذیلی) کثرت سے ہیں۔ جلد نفیس و خوشنما ہے پشتہ اور جلد پر انگریزی میں کتاب مصنف اور مرتب وغیرہ کے اسماء خوشنما طلائی حروف میں منقش ہیں

اِس پورے نسخے کی اصلی خصوصیت۔ وہ خاص اہتمام ہے جو نکلسن نے اس کی صحت و تہذیب میں ملحوظ رکھا ہے۔ اس نے یہ نہیں کیا کہ عام مطبوعہ نسخوں میں کسی کی نقل اٹھا کر چھاپ دی ہو۔ مثنوی کے صدہا مطبوعہ نسخے موجود ہیں۔ انمیں کسی کی نقل چھاپ دینا کوئی قابلِ ذکر علمی خدمت نہیں قرار پا سکتا۔ نکلسن کا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے متن مثنوی کا ماخذ صرف قدیم ترین قلمی نسخوں کو رکھا چنانچہ اس غرض کے لیے اس نے حسب ذیل نسخے پیش نظر رکھے۔

(۱) نسخہ "اے" یہ باریک خطِ نستعلیق میں علی بن محمدؒ کے ہاتھ کا لکھا ہوا مکمل نسخہ ہے اسکی تاریخ کتابت ۶۷۸ھ ہے یعنی مولاناؒ کی وفات ۶۷۳ھ سے صرف ۶ سال بعد۔ یہ نسخہ برٹش میوزیم لندن میں موجود ہے۔

(۲) نسخہ "بی" اس کے کاتب کا نام محمدؒ بن الحاج دولت شاہ بن یوسف الشیرازی ہے۔ سال کتابت ۷۴۲ھ ہے یعنی وفاتِ مولانا رح سے ۷۲ سال کا بعد رکھتا ہے صحتِ کتابت و خوشخطی میں ممتاز ہے ٹیوبنج (جرمنی) کے کتب خانے میں موجود ہے۔

(۳) نسخہ "آل" یہ نسخہ نکلسن کا ذاتی ہے۔ کاتب کا نام درج نہیں۔ سال کتابت ۸۴۳ھ ہے یعنی زمانہ مصنفؒ سے ۱۷۱ سال کا فصل رکھتا ہے۔ یہ تینوں نسخے مکمل مثنوی کے ہیں۔

(۴) نسخہ "سی" یہ صرف دفتر اول کا نسخہ ہے۔ کتابت خطِ نسخ میں ہے۔ اعراب اکثر غائب ہیں۔ سال کتابت درج نہیں لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت قدیم یعنی مولاناؒ کے زمانے سے کچھ ہی بعد کا ہے۔ موجودہ برٹش میوزیم۔

(۵) نسخہ "ڈی" اسمیں صرف دفتر دوم ہے۔ خطِ نسخ میں صاف و واضح لکھا ہوا ہے۔ کاتب موسیٰ بن یحییٰ بن حمزہ المروسوی۔ تاریخ کتابت ۷۰۷ھ ہجری یعنی وفاتِ مصنف علیہ الرحمۃ سے صرف ۳۴ سال بعد۔

اِن تمام نسخون مین نمبر ۱ و ۲ و ۴ - اور نمبر ۱ و ۲ و ۵ باہم زیادہ متحد ہین - صرف نسخہ نمبر ۳ موسومہ "ال" جو بسبقتًا بعد کا ہے وہ اُن سب سے بہت مختلف ہے اور اس مین بکثرت ایسے اشعار درج ملتے ہین جو قدیم ترین نسخون مین یا کسی مین موجود نہین اسلئے قدرتاً انھین الحاقی تسلیم کرنا پڑے گا -

نکلسن نے اپنی تلاش و جستجو کو انھین نسخ خمسہ تک محدود نہین رکھا - بلکہ اِس کے پیش نظر شیخ عبداللطیف عباسی گجراتی (صاحب لطایف اللغات) کا وہ مشہور نسخہ بھی تھا جسکے متعلق اُنھون نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ اسّی مختلف نسخون سے مقابلہ کے بعد تیار کیا گیا ہے اور جس کا نام اُنھون نے "نسخہ ناسخہ قنویات سقیمہ" رکھا ہے نسخ عبداللطیف کا سال وفات ۱۰۴۸ھ بیان کیا جاتا ہے انکا یہ نسخۂ ناسخہ ہندوستان کے بعض کتب خانون مین اس وقت بھی موجود ہے - اور راقم سطور کی نظر سے مولوی سبحان اللہ صاحب رئیس گورکھپور کے کتب خانے مین گزرا ہے - اسکے علاوہ مطبوعہ نسخون مین سے جتنے قابل ذکر نسخے کہے جا سکتے ہین مثلاً مطبوعۂ طہران مطبوعۂ بولاق وغیرہ یہ سب بھی نکلسن کے سامنے موجود تھے - اور انھین مین ہمارے ہندوستان کا وہ مشہور کانپوری نسخہ بھی ہے جو رحمۃ مرحوم کے پریس مین بہ صدآب و تاب مولانا احمد حسن مرحوم کے تحشیہ و تصحیح کے ساتھ ایک ربع صدی ہوا چھ ضخیم مجلدات مین شایع ہوا تھا -

اِس اتھاہ سمندر کو کھنگالنا آسان نہ تھا - اس قدر وسیع ذخیرہ سے کام لینے مین بڑی دقت نظر - دیدہ ریزی - جانفشانی و ذوق سلیم کی ضرورت تھی - الحمدللہ نکلسن اس میدان کے پورے مرد نکلے اور کم از کم جہانتک پہلے دو دفترون کا تعلق ہے بلاشائبۂ مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ صحت کے اس التزام اور اس احتیاط کے ساتھ مرتب کیا ہوا مثنوی کا شاید کوئی دوسرا نسخہ اس وقت موجود نہو -

شاہیر اساتذہ کے کلام سے متعلق ایک بڑی دقت ہمیشہ یہ رہتی ہے کہ مختلف اسباب و اغراض سے لوگ دانستہ یا نادانستہ انکے کلام مین جہان تک کہ کچھ عرصے کے بعد اصل و نقل سونا اور پیتل خلط ملط ہو کر ایک ہو جاتا ہے -

مثنوی کی عمر اِس وقت تقریباً سات سو سال کی ہے - اس طویل مدت مین خدا معلوم اس پر کتنے انقلابات گزر چکے آج جو بلند ہمت اپنی تحقیق کے دست و بازو سے کام لیکر اسکے کھرے کو کھوٹے سے جدا کر سکے وہ ہزار آفرین کا مستحق اور صد ہزار تحسین کا سزاوار ہے نکلسن کا یہ کارنامہ آیندہ نسلون کو یاد رہے گا گر اجنبی ہو کر اس نے اس وادی کے چپے چپے کو چھان ڈالا -

مولانا رح چونکہ ضابطے کے شاعر نہ تھے نہ اُنھون نے کسی استاد سے اپنے کلام پر اصلاح لی تھی نہ شعر گوئی کی مشق کی تھی نہ فن عروض و قافیہ پر وقت صرف کیا تھا - اِس لیئے قدرتًا انکی شاعری ان قیود سے بالکل آزاد ہے جو رسمی اور باضابطہ شاعرون نے عموماً اپنے اوپر عاید کر رکھی ہین انکا کلام سرتاپا آمد ہے جوش بیان کا ایک دریا ہے جو امنڈا چلا آتا ہے - اُنھین اگر فکر اور پروا تھی تو اِس امر کی کہ اُنکے قلب پر جو واردات ہو رہی ہین انھین کہہ ڈالین - نہ یہ کہ صنائع لفظی قواعد لغوی و ضوابط عروضی کے چکر مین گرفتار رہین - اس لئے لامحالہ اُن کے کلام مین بہت سی ایسی چیزین رہ گئین جن کو عام شاعرون کے نقطۂ خیال سے خامیان اور لغزشین کہہ سکتے ہین لیکن ظاہر ہے کہ بلبل کے ترنم پر سارنگی اور طبلے کی پابندیان عاید کرنا کہان تک قرین انصاف ہو سکتا ہے -

مثنوی کے قلمی نسخون کے اکثر کاتب صاحبان نے ازراہ ہمدردی اس قسم کی لغزشون کو درست کر دینا چاہا ہے اس طرح مولانا کو اچھی خاصی اصلاح دیدی نکلسن کی نظر اس پہلو پر خاص طور سے رہی ہے اور اُسنے جہان تک ممکن ہوا ان اصلاحات کو دُور کر کے مولانا کا اصلی کلام

پیش کیا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں دفتر اول میں ایک شعر تھا۔

گفت زن آیا عجب یار منی یا بحیلت کشف سرم می کنی

اسکے پہلے مصرع کے قافیہ کو درست کرنے کے لئے کاتبوں نے اسے یوں لکھدیا۔ ع

گفت زن آہنگ برّم می کنی

دفتر اول میں ایک اور شعر ہے ؎

گفت خصم جان جان من چون شدم بر سر جانم لکدہا چون زنم

اسکے پہلے مصرع کی اصلاح کاتبوں نے یوں کردی۔ ع

گفت خصم جانِ جان چون آمدم

بعض مقامات پر سرے سے شعر ہی کو بدل دیا ہے مثلاً دفتر اول میں ایک اصل شعر یہ تھا ؎

بت سیہ آب ست اندر کوزۂ نفس مرآب سیہ را چشمۂ

بہت سے نسخوں میں یہ شعر اس صورت میں نظر آتا ہے ؎

بت سیہ آب ست در کوزہ نہان نفس مرآب سیہ را چشمہ دان

یا ایک اور شعر۔ دراصل یوں تھا ؎

گفت رُو بہ صد سپاس آن شیر را کز پس آن گرگ در خواند مرا

اس میں قافیہ میں نقص تھا۔ اس نقص کی اصلاح کے لئے شعر ہی کی حالت بدل دی گئی ہے اور اب آپ کے سامنے وہ اس شکل میں آتا ہے ؎

رو بہ آن دم بر زبان صد شکر راند کہ مرا شیر از پسِ آن گرگ خواند

اسی طرح مولانا کا یہ شعر ؎

گر بہ گیرم مار و ندانش کنم تاش از سر کو فتن ایمن کنم

مسخ ہو کر اس شکل میں پیش ہوتا رہتا ہے ؎

گر بہ گیرم بر کنم دندان مار تاش از کو سر کوفتن نبود قرار

قدیم و متروک الفاظ و تراکیب بھی جدید نسخوں میں رفتہ رفتہ اصلاح شدہ صورتوں میں نظر آتے ہیں، مثلاً "می شکست" کے بجائے "می گست" اور "مبکلد" کے بجائے "بگسلد" اور "شیر گیری سازی" کے بجائے "مکر و شیر اندازی" وغیرہ علیٰ ہذا۔

عموماً پروفیسر نکلسن نے یہ طریقہ رکھا ہے، کہ شعر جس صورت میں انھیں مولانا کے اصلی کلام ہونے کے لحاظ سے صحیح معلوم ہوا اُس طرح اُسے انھوں نے متن میں جگہ دیدی، باقی اسپر جو دوسرے نسخے تھے انھیں وہ حواشی ذیل میں جگہ دیتے گئے ہیں، تاکہ ناظرین کے سامنے انکی تصحیح لانے کے ساتھ ساتھ مختلف نسخوں کی عبارتیں بھی آجائیں۔ اور اس باب میں انھوں نے اتنی احتیاط برتی ہے، کہ بہت ہی خفیف اور جزئی اختلافات تک کو بھی درج کردیا ہے۔ مثلاً دفتر دوم میں انھوں نے اس شعر کو متن میں جگہ دی ہے ؎

چون رود خواجہ بجای ناشناس در غلام خویش پوشاند لباس

اور اس کے حاشیہ میں "خواجہ" کے بجائے "دیر" کا نسخہ دیا ہے۔ یا پھر اسی دفتر دوم میں، متن میں یہ شعر دیا ہے ؎

ہندوان را اصطلاح ہندمدح سندیان را اصطلاح سندمدح

اور حاشیہ میں "ہندوان" کے بجائے "ہندیان" کا نسخہ دیا ہے۔

اِس قسم کے حواشی سے کتاب کا ہر صفحہ لبریز نظر آتا ہے۔ مجموعی تعداد ہزاروں تک پہونچے گی بعض اشعار جو عام طور پر مطبوعہ نسخوں میں درج ملتے ہیں نکلسن کی تحقیق میں الحاقی ثابت ہوئے، اُنکو بھی متن سے نکال کر حاشیہ میں جگہ دیدی گئی ہے، چند اشعار اس قسم کے بھی ملاحظہ ہوں ؎

در حق او نور رود در حق تو نار در حق او رود در حق تو خار

در حق او نیک و در حق تو بد در حق او قرب و در حق تو برد

(دفتر دوم، عنوان، عتاب کردن حق تعالیٰ موسیٰ را)

چونکہ عیسیٰ دید کان ابلہ رفیق جز کہ استیزا نمی داند طریق

می نہ گیرد پسید را از ابلہی بغل می پندارد او از گمرہی

(دفتر دوم، عنوان، تمامی قصہ زندہ شدن استخوانہا)

خواجہ روزے سوے خانہ رفتہ بود در دکان طبطی نگہبانی نمود

گربۂ بر جست ناگہ در دکان بہر موشے طوطیک از بیم جان

(دفتر اول، عنوان، حکایتِ مرد بقال و طوطی)

اس قسم کے الحامی اشعار کی تعداد بھی کثیر ہے۔

نکلسن کے اس نسخہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے، کہ اشعار پر ہر پانچ شعر کے بعد مسلسل نمبر پڑے ہوئے ہین جس سے ناظرین کو مختلف سہولتین پیدا ہو جاتی ہین۔ دفتر اول کے کل اشعار مندرجۂ متن کی تعداد ۴۰۰۳ ہے اور دفتر دوم مین ۳۸۱۰ گویا کل جلد، جو دونون دفترون پر مشتمل ہے، اپنے آغوشِ متن مین ۷۸۱۳ اشعار رکھتی ہے، اور اگر الحاقی اشعار مندرجۂ حواشی کو بھی ملا لیا جائے۔ تو آٹھ ہزار کے پورے ہونے مین شاید ہی کچھ کسر رہ جائے۔

دونون دفترون کے آغاز مین جو دیباچے دئے ہین، وہ بعض جزئیات مین کانپوری نسخہ نیز عام مطبوعہ نسخون سے مختلف ہین۔ لیکن بلحاظ مطالب اختلاف نہین رکھتے۔ مولانا کے کلام کے ہر قدر شناس کو خدا سے دعا کرنی چاہئے، کہ بقیہ چار دفترون کی طبع و اشاعت کا بھی ایسا ہی، بلکہ اس سے اور بہتر سامان تمام بہم پہنچ جائے[1]۔

عبد الماجد

[1] کتاب ہندوستان مین بمبئی کے مشہور انگریزی کتب فروش تھیکر کمپنی کے ذریعہ سے مل سکتی ہے۔

ایک تصویر کو دیکھکر

(از جناب سید عابد علی صاحب بی اے (اِل اِل بی) ویکیل ہائی کورٹ و مدیر رسالہ ہزار داستان لاہور)

وَرق ہی یہ آئینہ وارِ لطافت غضب ہین یہ نقش و نگارِ لطافت

کمالِ نزاکت۔ بہارِ لطافت رَوان ہے کوئی آبشارِ لطافت

دو رنگِ جنونِ محبت سے رنگین
مصور کے خونِ محبت سے رنگین

وہ نقشہ کہ چشمِ تماشا پریشان وہ صورت کہ صورت گرِ حسن حیران

جمالِ پرستان بہارِ گلستان سراپا یہ تصویر ہے صبحِ خندان

جوانی بھی ایسی کہ فانی نہین ہے
قیامت ہے برپا جوانی نہین ہے

یہ ہنگامۂ عاشقی کے زمانے اِدہر سے تقاضے اُدہر سے بہانے

وفا کے تماشے جنون کے ترانے زبانون پہ رہ جائین گے بس فسانے

مگر تیری آنکھون کی دوستی ہے گی
شرابِ محبت پرستی رہے گی

ستارے ہین افشان کے لوحِ جبین پر اُترآئی رونق فلک کی زمین پر

عیان ہین شکن گیسوے عنبرین پر نظر کیا جمے اِس رُخِ آتشین پر

گلابی لبون پر ضیاے تبسم
جنون خیز ہے یہ ادائے تبسم

یہ کافر نگاہین یہ مینوش آنکھین شرابِ تخیل سے مدہوش آنکھین

غرورِ مسرت سے بیہوش آنکھین ازل تک رہین گی دفا کوش آنکھین

فنا کے تصور سے آزاد ہین وہ
محبت کی بستی مین آباد ہین وہ

حرارت و برودت

از رشحاتِ قلم رئیس التحریر حضرت نیاز فتحپوری اڈیٹر "نگار" بھوپال

تجرباتِ انسانی مین سے شاید ہی کوئی تجربہ اس قدر عام اتنا قوی اور اس درجہ یقینی ہو جتنا حرارت و برودت کا ہے لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی مسلّم ہے کہ باوجود اس قدر تواتر تجربات کے ہم مین سے کم ایسے لوگ ہین، جو انکی حقیقت سے آگاہ ہون۔

ہم آگ کی گرمی، برف کی برودت، نسیم کی خنکی، بادِ سموم کی حدت سے کس قدر جلد متاثر ہو جاتے ہین اور کس طرح اپنے حواس کے ذریعہ سے ان دونون حالتون پر مختلف حکم لگا دیتے ہین، لیکن اگر کوئی پوچھے کہ آگ مین حرارت کہان سے آئی، برف مین انجماد کیون پیدا ہوا، تو ہم مین سے اکثر اسکا جواب دینے سے قاصر رہین گے، یہ یقیناً ہمارا جہل ہے اور یہی جہل ہمکو بہت سے عطایاتِ فطرت سے مستفید نہین ہونے دیتا، درانحالیکہ وہ نفوس جو ہر وقت جستجو مین لگے رہتے ہین، جو مظاہر فطرت و مقادیرِ الٰہیہ کے اسباب و علل پر غور کرنے کے عادی ہین اور جو دو چیزون کے ربط باہمی کو معلوم کرکے، کسی تیسری چیز کے اختراع و ابداع کا باعث ہوتے ہین، آج ترقی کر رہے ہین اور ہیئتِ اجتماعیہ اُن کے علمی مجاہدات و اکتشافات سے گرانبار ہے۔

اس مین شک نہین کہ مغرب کی ترقی کا راز علم الکیمیا کی ترقی ہے، لیکن دنیا کی کوئی حکمت عملی اس وقت تک کامیاب نہین ہو سکتی۔ جبتک پہلے طبیعیات کا علم حاصل نہ ہو اور یہی وہ چیز ہے جس سے مشرق کے طلبہ بالکل نابلد رہتے ہین۔ اُن قدیم مدارس و مکاتب کا تو ذکر ہی نہین جہان کے فارغ التحصیل طلبہ خیر سے یہ بھی نہین جانتے کہ وہ اور ردو کا مجموعہ چار کیون ہوتا ہے۔ جو ابتک اسی حیرت مین مبتلا ہین کہ اگر زمین گردش کرتی ہے تو اُسکا پانی کیون نہین چھلک کر بہ جاتا۔ جدید تعلیم یافتہ حضرات بھی ابتک اسی حالتِ جمود مین ہین اور کالج کے طلبہ مین بھی کسی جستجو و کاوش کی عادت پیدا نہین ہوتی، جسکا سبب صرف یہ ہے کہ علم کو علم کی غرض سے حاصل نہین کیا جاتا بلکہ اسکی غایت صرف شکم پُری قرار دیجاتی ہے، اور اسکے لئے جہل ایسا حارج نہین، یورپ کا ایک ایک بچہ آج طبیعیات کے مسائل سے اسی قدر واقف ہے جسقدر ہم اوقات نماز سے، یعنی وہ اس وقوف کو اتنا ہی فرض سمجھتا ہے جتنا ہم ادائے صلوٰۃ کو لیکن مشرق باستثنائے جاپان ابتک اس قدر پیچھے ہے کہ یہان کے بہت سے علما یہ بھی نہین جانتے کہ طبیعیات کا موضوع کیا ہے۔

مین نے اجرائے "نگار" کی ابتدا سے اس ضرورت کو محسوس کرکے اس امر کی کوشش کی کہ کم از کم مبادیاتِ علوم جدیدہ ہی اپنی زبان مین منتقل ہو جائین، اور طلبہ مین اسکا ذوق پیدا ہو، چنانچہ مین نے متعدد مضامین ہیئت و طبیعیات پر لکھے، اور برابر لکھ رہا ہون، لیکن یہ ظاہر ہے کہ اس کمی کو صرف ایک رسالہ یا کوئی ایک ہستی کسی طرح پورا نہین کر سکتی، اور جبتک اکابر قوم، علمائے ملت، رہبران ملک، مدیران رسائل اجتماعی قوت سے اس طرف متوجہ نہ ہون، کوئی نتیجہ نہین نکل سکتا۔ تاہم انفرادی حیثیت سے جو فرض ایک شخص پر عاید ہوتا ہے، مین اسکو بھی محسوس کرتا ہون اور جہان تک میرے امکان مین ہے، مین اس فرض سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش بھی کرتا ہون۔

جس وقت جناب وصل بلگرامی (مدیر مرقع) نے مجھ سے اپنے رسالہ کے لئے مضمون کی فرمائش کی تو مین نے ان سے دریافت کیا

کہ رسالہ کا موضوع کیا ہے، اور چونکہ انکا جواب مجھے کسی مخصوص مبحث پر پابند کر دینے والا نہ تھا۔ اس لئے مین نے یہی مناسب سمجھا کہ کسی جدید علمی مسئلہ پر گفتگو کرون۔ اس مین ایک مصلحت یہ بھی تھی کہ اگر انہون نے یا انکے رسالہ کے خریدارون نے اسکو پسند نہ کیا تو آیندہ کے لئے مین تقاضے سے نجات پا جاؤنگا، اور اگر پسند کیا تو کوشش کرکے دوسرون سے بھی اس نوع کے مضامین لکھوائینگے، اور اس طرح علاوہ "نگار" کے ایک اور رسالہ اس مقصد کا حامی و طرفدار ہو جائیگا۔

اس قدر تمہید کے بعد مین اصل موضوع پر آتا ہون اور آج کی صحبت مین بتانا چاہتا ہون کہ "حرارت و برودت" کیا چیز ہے اور ان کے خواص کیا ہین؟

یہ ظاہر ہے کہ "حرارت و برودت" کا تعلق مادی چیزون سے ہے یعنی مادہ ہی کے ذریعہ سے ہم انکا احساس کرتے ہین۔ اس لئے یہ امر بھی آسانی سے سمجھ مین آسکتا ہے کہ مادہ کے اجزاء (جنہین صطلاح مین دقائق یا Molecules کہتے ہین) مین تغیر ہونیکا نام "حرارت و برودت" ہے۔ یعنی مادہ کے دقائق مین جب حرکت اہتزازی زیادہ ہوتی ہے تو ہم اسے حرارت کہتے ہین۔ اور جب یہ حرکت کم ہو جاتی ہے تو ہم اُسے برودت سے تعبیر کرتے ہین۔ پھر یہ حرکت جس قدر زیادہ سریع ہوگی اُسی قدر زیادہ گرمی اور جتنی بطی ہوگی اُتنی ہی زیادہ برودت محسوس کی جائیگی۔

تھرمامیٹر کی ایجاد سے قبل بھی گرمی و سردی کا یہ سبب دریافت ہو چکا تھا، لیکن اسکے مختلف مدارج کا علم نہ ہو سکتا تھا، اور اس لئے ہم اس سے کوئی کام نہ لے سکتے تھے۔ جب تھرمامیٹر ایجاد ہوا تو پتہ چلا کہ حرارت و برودت کے اثرات کس درجہ پر پہونچنے کے بعد کیا ہوتے ہین، اور پھر اسکے ذریعہ سے ہمکو بہت سے کامون مین مدد ملی۔

تھرمامیٹر کئی قسم کے ہوتے ہین، ایک وہ جسمین مقیاس سنٹی گراڈ کے لحاظ سے نقطۂ انجماد کو درجۂ صفر سے تعبیر کیا ہے، اور نقطۂ غلیان کو ۱۰۰ درجہ سے۔ دوسرا فرنہیٹ تھرمامیٹر جسمین ۱۸۰ درجے قائم کرکے نقطۂ انجماد کو ۳۲ درجہ سے تعبیر کیا ہے۔ اور تیسرا ریومر جسمین ۸۰ درجے قرار دیکر نقطۂ انجماد کو اسی درجۂ صفر مین لکھا ہے۔

بعض کا خیال ہے کہ درجۂ صفر یا نقطۂ انجماد پر آنے کے بعد برودت کی انتہا ہو جاتی ہے، یعنی اسکے بعد کوئی اور درجہ حرارت کی کمی کا باقی نہین رہجاتا، لیکن یہ صحیح نہین ہے۔ کیونکہ بعض مواد ایسے ہین جن کی حرارت درجۂ صفر سے بھی بہت کم ہو جاتی ہے۔ مثلاً بعض گیسین ایسی ہین جو دباؤ سے سیال حالت مین تبدیل ہو جاتی ہین، اور تحقیق سے یہ امر ثابت ہوا ہے کہ گیس کا دباؤ یا اسکی مقاومت اپنے ماحول سے صفر سے اوپر ہر درجہ سنٹی گراڈ پر بقدر $\frac{1}{273}$ زیادہ ہو جاتی ہے، اور صفر سے نیچے ہر درجہ پر اتنی ہی کم ہو جاتی ہے یعنی گیس کا دباؤ ۲۷۳ درجہ سنٹی گراڈ پر دو چند، درجۂ ۵۴۶ پر سہ چند، اور درجۂ ۸۱۹ پر چہار چند ہو جاتا ہے۔ اسی طرح صفر سے نیچے $\frac{1}{2}$ ۱۳۶ درجہ پر یہ دباؤ نصف رہ جاتا ہے۔ اور ۲۷۳ درجہ پر مطلقاً کوئی دباؤ باقی نہین رہتا۔ اور تمام گیسین قبل اسکے کہ ان کا درجۂ حرارت اس حد تک گر جائے کہ سیال حالت قبول کر لیتی ہین۔ اس دباؤ یا مقاومت کے معدوم ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ اسکے دقائق مین اب مطلقاً حرکت باقی نہین ہے اور یہی وہ درجہ ہے جہان برودت کی انتہا معلوم ہو سکتی ہے گویا حقیقی درجۂ صفر سنٹی گراڈ کے موجودہ درجۂ صفر سے ۲۷۳ درجے اور زیادہ نیچے واقع ہے۔

اس حرارت کے درجۂ صفر تک گر جانے کے علم سے صنعتی دنیا کو بہت فائدہ پہونچا، کیونکہ تجربہ سے معلوم ہوا کہ جب جسام کی حرارت مین کمی زیادہ پیدا ہوتی ہے تو انکے خواص طبیعی مین بھی تغیر پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً پانی کہ اپنی حالت طبیعی مین سیال ہے لیکن اگر ہم اس کی حرارت کو ۱۰۰ درجہ سنٹی گراڈ تک پہونچا دین تو وہ جوش مین آجائیگا اور دھوان بنکر

اڑنے لگیگا، لیکن جب اسکو درجۂ صفر تک لے آئینگے تو جم جائیگا اسکے معنی یہ ہوے کہ جس قدر پانی مین گرمی پہونچائی جائیگی اسکے دقائق کے اہتزازات بڑھتے جائین گے اور یہ گرمی جتنی کم ہوتی جائیگی، دقائق کا اہتزاز گھٹتا جائیگا، حتی کہ وہ بلور کی طرح منجمد ہوجائیگا۔

اب تم آکسیجن کیریت گیس کو لو اور دباؤ سے اسمین برودت پیدا کرو تم دیکھوگے کہ وہ سیال ہوگئی ہے، لیکن اگر اس دباؤ کو ہٹالوگے تو وہ پھر گیسی حالت مین آجائیگی، چنانچہ آکسیجن کو اسی اصول پر سیال حالت مین تبدیل کرکے لوہے کی نلکیون مین بند کردیتے ہین، اور جس وقت اسکا منہ کھول دیتے ہین تو پھر وہ گیسی حالت مین تبدیل ہوکر اڑجاتی ہے۔

حرارت و برودت کے اسی اصول پر جو جو ترقیان ہوئین اور صنعت کو جتنا فائدہ پہونچا وہ کسی سے مخفی نہین، لیکن صرف اس غرض سے کہ اسکے بعض عجیب و غریب مظاہر کا بیان اس مضمون مین بھی آجائے ہم ذیل کے چند تجربات پیش کرتے ہین

چاندی کا ایک ٹکڑا لیکر سیال ہوا مین غوطہ دیکر نکال لیجئے اور پھر مجرے کہرائی کے پاس لیجائیے تو معلوم ہوگا کہ اسکی مقاومت کہرائی ضعیف ہوگئی ہے بعض طبیعیین کا بیان ہے کہ ہر معدنی چیز اپنی حرارت درجۂ صفر تک کم کردینے کے بعد مجرے کہرائی کے لئے اپنی قوت مقاومت ضایع کردیتی ہے۔

اسی طرح اگر مقناطیس کے ٹکڑے کو ہوا، سیال مین متعدد بار غوطہ دیا جائے تو صرف اسکی قوت کشش ہی نہین بڑھجاتی، بلکہ برابر اس مین اضافہ ہوتا جاتا ہے اور فعل مقناطیس سے آکسیجن انٹروجن سے علیحدہ ہوجاتی ہے۔

سیال گیسون کا تعلق رنگ کی تبدیلیون سے بھی عجیب و غریب ہے چونکہ مادی اشیاء کا رنگ مترتب ہوتا ہے ایتھر کی ان امواج نورانی سے جنکو وہ مادی شے اپنے اندر جذب کرتی ہے، اس لئے اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ جب درجۂ حرارت کم ہوگا تو دقائق کا سکنا ان امواج کے جذب کرنے پر بھی موثر ہوگا اور اس بنا پر تجربہ سے یہ امر ثابت ہوا کہ درجۂ حرارت کے انحطاط کے وقت زردچیزین سرخ اور زرد سفید ہوجاتی ہین۔ اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ سیسہ کا گھڑیال یا جرس (باوجودیکہ سیسہ مین کھنکھناہٹ نہین ہوتی) جب پوری طرح سرد کردیا جائے تو کھنکھنانے لگتا ہے۔

جس طرح برودت کی انتہا درجۂ صفر نہین ہے، اسی طرح حرارت کی انتہا درجۂ غلیان بھی نہین ہے بلکہ حقیقتاً حرارت کی انتہا کا علم قدرت انسان سے باہر ہے، اس وقت تک سب سے زیادہ حرارت مقیاس فہرنہیٹ کے لحاظ سے ۹۴۰۰ درجہ اور سنٹی گراڈ کے حساب سے ۵۲۰۵ درجے دریافت ہوئی ہے، لیکن اس درجہ کی حرارت آنی ہوتی ہے، اور کسی مادۂ منفجرہ کے پھوٹنے کے وقت ایک سکنڈ کے لئے پیدا ہوتی ہے۔

حرارت کے خواص علم الکیمیا اور کہربا مین جس قدر معاون ہین کسی سے مخفی نہین، یہان تک کہ فرانس کے مشہور ماہر علم الکیمیا نے آکسجن اور ہیڈروجن کے ممزوج مین ۳۶۰۰ درجہ کی حرارت پیدا کرکے الومینا کو جدا کیا اور پھر آکسیڈ کرومیوم سے مدد لیکر ایک ایسا روشن و رنگین مادہ طیار کیا کہ اسکے اوپر قوت کے درمیان مشکل سے تیز کیجا سکتی ہے۔

اسی طرح کہربائی حرارت سے دنیا کو جس قدر فائدہ پہونچا اور پہونچ رہا ہے، کسی سے مخفی نہین، عالم ایجاد و اختراع صرف اسی کے قائم ہے اور تمدن و تہذیب کی گھما گھمی اسکی ممنون ہے۔

یہان تک تو سادہ بیان ہوا۔ حرارت و برودت کی حقیقت اور اسکے معمولی خواص کے متعلق۔ کہ اس کا سمجھ لینا ضروری تھا۔ اب اسکے بعد ہم زیادہ تر بلند تجربات پیش کرینگے، اور تفصیل کے ساتھ بتائینگے کہ حرارت و برودت کی اس حقیقت شناسی سے انسان کو فائدہ پہونچا اور آیندہ کی توقعات قائم ہین۔ مرقع کی آیندہ اشاعتون کا انتظار کیجئے۔

نیاز فتحپوری
بھوپال - ۱۱ نومبر ۱۹۲۵ء

عطیات

صفی الدولہ حسام الملک عالیجناب نواب محمد علی حسن خاں صاحب بالقابہ متخلص بہ طاہر خلف نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم

جب تو کی نذر اپنا دین و ایمان ہو گیا — پھر خوشی کیا گر کوئی کافر مسلمان ہو گیا — سنکے اسکے حسن کا شہرہ ہوا تھا کچھ خیال — رفتہ رفتہ ولیکن ہر ذرہ بھی اکسان ہو گیا

عشق میں اسکے خم و داری بہت دشوار تھا — آپ کے جور و تشدد سے وہ آسان ہو گیا — یہ نہ سمجھو اشک چشم و لخلخاران قطرہ ہے — دیکھ لینا ایک دن تم یہ بھی طوفان ہو گیا

دین و دل لیکر وہ اگوش نے عاشق کا خطاب — بین گیا دونوں جہانسے اسکا احسان ہو گیا — اور کی ظلمت ہی میں ہوتی ہو بجلی کی چمک — دو دو دل مجکو چراغ راہ عرفان ہو گیا

شب کو اس سے گرم تھا ہنگامۂ راز و نیاز — صبح کے ہوتے ہی اک خواب پریشان ہو گیا — اسکی سطوت دیکھکر اور میری جرأت دیکھکر — میں بھی حیران رہ گیا اور وہ بھی حیران ہو گیا

شاعری طاہر مرے نزدیک اس کا نام ہے
وارداتِ دل ہوئے جب جمع دیوان ہو گیا

جناب نواب غلام حسین صاحب رئیس اعظم گنیش پور ضلع بستی متخلص بہ قمر — جناب حاجی محمد مصطفا خانصاحب مصطفا مالک کارخانہ عطر علی محمد علی لکھنؤ

ہونے لگی سحر جو شب انتظار کی — نکلی تڑپ کے جان کسی بے قرار کی

آمد چمن میں ہی جو عروس بہار کی — دعوت ہوئی آبلوں کے یہاں نوک خار کی

رہنا بھی دب کے ٹوٹے لبنا بھی راندن — آخر ان آبلوں سے چلی کچھ نہ خار کی

ٹکڑے جگر کے چھینٹیں لہو کی ہیں جا بجا — رونق یہ ہیں سے کچھ ہی ہمارے مزار کی

انداز گفتگو تمہارا تھی کچھ ادائے شرم — محشر کے دن کسی سے نہ آنکھ اسنے چار کی

حاجت تھی کرم کو نہیں کچھ شمار کی — ہم نے خطا ہزار نہیں لاکھ بار کی

کھل کھیلنے کو آنکھ سے پردہ سا اٹھ گیا — انگڑائیوں نے بات بگاڑی خمار کی

جسنے اٹھا کے سونگ لیا ہو گیا جنون — تاثیر دیکھ لی تجھے جوڑے کے ہار کی

ہم شام وعدہ آئے کہاں آپ ہی چلیں — زحمت اٹھائے کون شب انتظار کی

وہ نام کیا جسے کہ زمانہ مٹا سکے — سادہ رہے گی لوح ہمارے مزار کی

امید رکھو شافع محشر سے اے قمر
بیکار فکر ہے تمہیں روز شمار کی

دنیے جبتک دل اسکے وصل کی پائی نہ تھی — سچ یہ ہے جینے کی لذت کچھ مجھے آئی نہ تھی

میں اسے ہوں ترا دیوانہ اے پردہ نشین — اپنی صورت جب کسی کو تونے دکھلائی نہ تھی

تیرے دردِ عشق کا دل کو سہارا کب نہ تھا — تیرے غم نے کب طبیعت میری بہلائی نہ تھی

مثل ماہ نو مجھ صورت میں بھی ہو جاتا مگر — وہ ادا اے رشح پر تو حور نے پائی نہ تھی

دیدۂ بینا میں جو ہوتی زاہد و کچھ روشنی — یار کی صورت تو ہر آئینہ میں آئینہ تھی

حور پر ہی لوٹ زاہد قصور جنت شیخ کو — بے غرض دیدار کی تو نے کہیں سائی نہ تھی

جلوہ وحدت نظر آتا انھیں کثرت میں کیا — زاہد و نے دیدۂ باطن میں بینائی نہ تھی

جلوہ گر ہونیکو تھا کوئی تہ رنگین ادا — بے سبب تو دہر میں یہ بزم آرائی نہ تھی

سر میں اک شوق چمن کی دید کا سودا تو تھا — ہم نے نا دیدہ نرگس میں بینائی نہ تھی

دل میں روشن ہو چکا تھا عشق کا تیر خراش — جب مشاطہ جان میں کثرت کی ہوا آئی نہ تھی

ہمت افزا شوق تمہارا طلب میں مصطفا
مانع دشوار جب تو آبلہ پائی نہ تھی

گیتان جلی کی شرح و تنقید

از ابوالعلا مولانا حکیم ناطق صاحب لکھنوی

سر رابندر وناتھ ٹیگور بنگال کے مشہور شاعر اور اپنی دقیق، صوفیانہ و فلسفیانہ تخیل میں بے مثال ہیں انکی نظم گیتان جلی پر یورپ سے نوبل پرائز ملا ہے جو کہ بنگالی زبان میں تصنیف کی گئی تھی مگر خود ٹیگور نے انگریزی میں اس کا ترجمہ کیا اور پھر بعض حضرات نے اردو میں اس کی شرح کی مگر بنگال کے بعض جوہر شناس بزرگوں نے مولانا سید ابوالعلا حکیم ناطق لکھنوی سے اس کی تشریح و تنقید کی خواہش کی حکیم صاحب ممدوح کی علمی ادبی قابلیت ہندوستان میں تعارف کی محتاج نہیں۔ انکی مستند تحریر اور غائر تخیل میرے بیان سے کہیں زاید خود اُن کی تعریف کر سکتی ہے مگر میرے لئے مایۂ فخر و نازیہ امر ہے کہ میں اس مضمون کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوا ہوں اور اس رسالہ کی خوش قسمتی سمجھتا ہوں کہ حکیم صاحب نے اس تنقید کا سلسلہ آیندہ جاری رکھنے کا وعدہ فرمایا ہے کیونکہ حکیم صاحب جسقدر شہرت پسندی سے متنفر ہیں اسی قدر اپنے کلام نثر و نظم کو طبع و اشاعت سے دور رکھتے ہیں۔ میں اُنکا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس رسالہ پر خاص عنایت کی ہے۔ اور ناظرین کو توجہ لاتا ہوں کہ مضمون ذیل میں اُنہیں تنقید اصلی مضمون میں نظر آئے گی۔

ٹیگور کے حالات تنقید سے پہلے مختصر طور پر حکیم صاحب نے تحریر فرمائے ہیں اور انکے وجدان خیالات اور رنگ کلام پر روشنی بھی ڈالی ہے لیکن ہم انشاء اللہ آیندہ کسی نمبر میں ٹیگور کے مفصل حالات اور ان کی شاعری پر ایک مکمل تبصرہ لکھنے کی کوشش کریں گے۔

مدیر

رابندر وناتھ ٹیگور بنگال کے مشہور و مقبول شاعر، ڈاکٹر، اور مُرّس و تعلقدار ہیں۔ اُنکو ایک مجموعۂ نظم گیتان جلی پر یورپ سے پسندیدہ ترین شاعری کا ڈیڑھ لاکھ روپیہ انعام ملا ہے۔

میرے بعض دوستوں نے مجھ سے اصرار کیا کہ میں گیتان جلی کی تشریح و تنقید کروں۔ بہتر ہوگا کہ وہ واقعات زندگی جو اصلی شاعر کے خیالات پر متصرف ہو کر جذبات کو نظم میں لاتے ہیں اور کلام کو ادبی موسیقی اور شعریت میں تبدیل کر دیتے ہیں سب سے پہلے روشنی میں لائے جائیں۔

سر مہاراجہ ٹیگور اور اُن کے خاندان کا مذہب چند پشتوں سے برہمو سماجی ہے جس کی شریعت کا اصل اصول توحید سلوک کا راستہ سلسلۂ تناسخ اور عرفان و حقیقت کا نصب العین وحدۃ الوجود ہے۔

سر مہاراجہ ٹیگور کے والد مہارشی دیندر وناتھ ٹیگور خانقاہ برہمو سماج کے سرگروہ تصوف تھے۔ شاید ہی عربی فارسی کی کوئی کتاب ایسی ہو جو وحدۃ الوجود سے تعلق رکھتی ہو اور انہوں نے نہ پڑھی ہو۔ مثنوی مولانا رومؒ اور دیوان حافظؒ اُن کا سب سے بڑا وظیفہ تھا اور یہ ذوق انہوں نے اپنی ذات تک محدود نہیں رہنے دیا وہ ہمیشہ اپنے خاندان کے ہونہار نوجوانوں کو مولاناؒ اور حافظؒ کے اکثر اشعار پڑھ کر سنایا کرتے تھے اور انکے مطالب کی تشریح کرتے ایسے اشعار اور انکے مضامین میں اس قدر شغف تھا کہ وہ علاوہ اپنے خاندان کے ساری دنیا کو اسی رنگ میں رنگ دینا چاہتے تھے۔

اس خزانہ سے رابندر وناتھ ٹیگور کا دل و دماغ معمور ہو گیا اور اُس میخانۂ ذوق سے بالکل سرشار ہو گئے۔ اپنے والد کے انتقال کے پہلے یہ کیف اُن کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکا تھا۔ مگر ایک جام پر دوسرا جام یہ ہوا کہ بیوی کے انتقال نے عشق مجازی کے درجات طے

کر دیے۔ پھر کیا تھا دلی جذبات کے شعلوں نے دماغ میں تخیل کو گداختہ کر کے چکر دیا۔ ادب نے سانچے میں ڈھالا۔ تصوف نے خراط پر چڑھایا۔ اور موسیقی نے رنگین کر کے نیرنگِ عالم کے اسٹیج پر پیش کر دیا۔ گیتان جلی میں پہلا مصرع یوں کہا۔ ع

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

پھر اس مضمون کو نظم کیا ؎

کشتگان خنجر تسلیم را ہر زمان از غیب جانے دیگر است

اس کے بعد اس ساز کا ہم آواز ہوتا ہے ع

بشنو از نے چون حکایت می کند

واقعہ یہ ہے کہ اس عالم میں جس طرح ہر کرہ مدور ہے اسی طرح واقعات کا بھی ہر سلسلہ دائرہ کی شکل میں ہے ہر دائرے کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ہر قوس دوسرے قوس کے مقابل بلکہ مخالف و متضاد ہوتی ہے۔ جب ہمارا اپنے دائرہ کا نصف حصہ ختم کر لیتی ہے تو خزاں شروع ہو جاتی ہے ایک قوس اگر زوال ہے تو دوسری کمال اسی طرح ظاہر کا آخری نقطہ وہ ہے جو باطن کا پہلا نقطہ ہے غرضکہ ہر دو متضاد چیزیں باہم ایکدوسرے کا لازمی نتیجہ اور سبب ہیں۔

یورپ مادہ پرستی کا حصۂ نوری ختم کر چکا ہے مادے کی حریف یا ضد و مقابل یا مادے کے ظاہر کا باطن روح ہے اور یورپ نے مادہ پرستی کا سلسلہ حد کو پہونچا دیا ہے اور اپنی قوس کے آخری نقطہ پر پہونچ گیا ہے جو خط روحانیت کا پہلا نقطہ ہے۔ قدرتاً ہر کمال زوال کا اور ہر زوال کمال کا تشنہ ہو جاتا ہے۔ اس وقت یورپ کی بھی یہی حالت ہو گی کہ مادہ پرستی کی تکمیل نے روحانیت کا طالب صادق بنا دیا ہے عین اس وقت ٹگور کی حقیقی اصلی شاعری اور صوفیانہ نظم کا ایک قطرہ مادہ پرستی کی صدف میں گر یقیناً یورپ کی استعدادِ کسب اس قطرے کو موتی بنا سکتی ہے اس جوہری کو یورپ نے ڈیڑھ لاکھ روپیہ دیا

یہ تو اس قدر زائد نہیں ہے کہ مزید تشکر یہ کے قابل ہو مگر اصل مسرت یہ ہے کہ دقیق نظریات اور روحانی معلومات میں ہمیشہ یورپ ایشیا کا دست نگر اور ممنون رہا ہے۔

تصوف مذہب کا جوہر یا وہ نتیجہ ہے جو عرب میں شریعتِ اسلام اور مصر میں آرین قوم کی مذہبی تکمیل کے ساتھ فوراً اور قدرتاً پیدا ہو گیا تھا جس کی تشریح عربی میں شیخ ابن عربیؒ نے "فتوحات" اور فصوص میں یا سنسکرت میں ویدا اور کرشن گیتا میں کی ہے اور فارسی میں مولانائے رومؒ فریدالدین عطارؒ اور خواجہ حافظؒ نے عرب اور مصر کے ان دونوں چشموں نے بڑے بڑے دریا پیدا کئے اور تمام ایشیا کو سیراب کر دیا۔ اس سیل سے ایک کوزہ ٹگور کو اپنے والد سے وراثتہً ذوقِ عشق کی ظرافت کیوجہ سے حاصل ہوا۔ کیا اسکا ایک قطرہ شاعروں کی چشم تر کی طرح یا خانۂ نوح کے تنور کے مثل طوفان خیز اور سیلاانگیز نہیں ہو سکتا؟ بہت ممکن ہے اگر تسلیم کر لیا جائے کہ دنیا کا نصف کرہ روشنی میں اور نصف کرہ تاریکی میں ہے تو تاریخی نگاہ جہاں تک کام کر سکتی ہے ایشیا کے مقابل یورپ روحانیات تصوف اور باطنیات مذہب کی طرف سے تاریک نظر آتا ہے۔

ٹگور سے پہلے اہل ہنود کے صوفیوں اور خواجہ حافظؒ کا کلام یورپ میں پہونچا۔ اور عمر خیامؒ کی تو علمی پرستش ہونے لگی مگر صرف قدردانی اور جوہر شناسی تک محدود رہا یورپ میں فوراً ہی خلاق روحانیت و باطنیت کی طرف سے پیدا نہ ہو سکا کیونکہ تصوف جذب مذہب کا واحد ذریعہ ہے اور اس سے یورپ کو صرف کم تعلق ہے خصوصاً انہماک مفقود اور ترقی محدود ہے۔

ان وجوہ سے بہت ممکن ہے کہ عمر خیامؒ اور دیگر اہل تصوف کی طرح ٹگور کا گیتان جلی بھی صرف دماغی لذتِ محسوسات میں تخلیل ہو کر فنا ہو جائے مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ زمانہ کا انقلاب سمندروں کو

خشک کرکے برِ اعظم بنا دیا ہے۔ سطح اور ہوا زمینوں سے پہاڑ پیدا ہوتے ہیں۔ سرد ممالک گرم اور گرم سرد ہو جاتے ہیں کیا تصوف کا روحانی جذبہ اور اثر کسی ملک کے مذاق میں انقلاب نہیں پیدا کر سکتا؟ اگر وہ وقت آگیا ہے یا جب کبھی آئے تو یورپ کو ایشیا کی طرف سے جتنے اس قسم کے پیغام اور ہدیہ پہونچے ہیں اُن کو اور اس زمانہ کے کلام ٹگور کو ہمیشہ یاد رکھنا ہوگا۔

ٹگور کا تمام کلام بنگالی زبان میں ہے مگر اصطلاحی علمی اور اہم الفاظ سنسکرت کے اس طرح شامل ہیں جس طرح انگریزی میں لاطینی اور اردو فارسی میں عربی علاوہ بنگالی کے تمام صوبہ وار زبانوں میں سنسکرت کے الفاظ محرک غالب ہیں۔ (اردو مستثنیٰ ہے) گیتان جلی کا ترجمہ بنگالی سے انگریزی زبان میں خود ٹگور نے کیا ترجمے میں معانی مطالب سب کچھ آجاتے ہیں۔ اصل تصنیف کا اثر کیف اور روحانیت کا قتل ہونا غیر ممکن ہے اس لئے سوائے اصلی گیتان جلی کے کسی ترجمہ پر تنقید و تشریح کے لیے اطمینان نہیں ہو سکتا میں نے ترجموں اور اصلی کتاب کا مقابلہ کرنے کے بعد تنقید و تشریح پر قلم اٹھایا اور پھر بھی مجھے امید اپنے آپ سے یہ نہیں ہو سکتی کہ مصنف کا جائز مقصود جو اکثر مقامات پر نہایت ہی بعید استعارات میں بیان کیا گیا ہے جلد کیفیات و لطایف اور نکات کے ساتھ ذہن نشین کرنے میں کامیاب ہو جاؤنگا۔ مگر احباب کی فرمایش اور اصرار مجبور کرتا ہے کہ جو کچھ ہو سکے معذرت اور معافی کے ساتھ پیش کر دوں۔

گیتان جلی کے خصوصیات یہ ہیں:۔

تخیل بلند، اہم اور غائر، مجاز و حقیقت دونوں سموئے ہوئے عشق کے موثر جذبات اور وہ سب کے سب یہ ہیں کہ عشق حقیقی میں یوں ہوتا ہوگا۔ اور مجازی میں ایسا ہو سکتا ہے، عاشق کی نقل اور شاعر پر قیاس کرکے کچھ نہیں لکھا گیا ہے بلکہ جو کچھ ہے ذاتی وجدان ہے اور ہر شعر اپنے اصلی ماخذ کا آفریدہ ہے۔

کیفیات وجدانی تک کی محاکات بعض اشعار میں موجود ہیں، مضامین کا پیکر لباس یعنی روح کا قالب بظاہر سادہ الفاظ زیادہ بلیغ اور غیر مشہور و نامانوس ہیں مگر اکثر استعارات اس قدر بعید ہیں کہ عام مذاق کے لوگ اس کی تہ کو نہیں پہونچ سکتے بعض اشعار حل ممتنع ہیں بعض میں معشوق حقیقی کی طرف سے سیدھے سادے الفاظ ہیں بغیر تشبیہ و استعارہ خطاب کیا گیا ہے صنعت ایہام و ابہام بہت ہے جس کی وجہ سے کہیں کہیں اجمال و اجمال پیدا ہو گیا ہے زیادہ پُر لطف اور عجیب رنگ یہ اختیار کیا گیا ہے کہ نظم کے بیشتر حصہ کا ساز نالہ و فریاد ہے اور اس کے مضطربانہ انداز نے فقرہ کے زمزموں کا پیرایہ اختیار کیا ہے۔ لہٰذا خیالات کے سچے سُر اور ترکیب الفاظ کی لے سے اکثر اشعار میں قدرتی موسیقیت پیدا ہو گئی ہے جا بجا صوت سرمدی، عالم کن، سماع راست، انہد، اور نغمہ ہائے سلطان الاذکار گونج رہے ہیں ان سب نے مل کر اور گویا ہم آواز ہو کر زبانِ حال سے ساز ہستی کے اس راز حقیقت کا ترانہ چھیڑ دیا ہے کہ عالم موسیقیت کا باطنی طرب خانہ ہے۔ ہر چیز فطرتاً متحرک ہے اور قدرتی حرکت باقاعدہ تے میں ہے۔ ہر آواز ایک سُر ہے ہوا میں ذرات اوضی اور اجزاے نباتی کے اتصال سے جو گرد پیدا ہوتی ہے اس کی صدا ایک لطیف اور مترنم نغمہ ہے۔ دریا کی رو۔ تمام قطروں کا باہم ٹکرانا۔ اور مینہ کی جھما جھم، ساگر کا ایک راگ ہے۔ ہر نبض ایک ضرب ہے، ہر نگاہ ایک ساکت سُر ہے اور کنکھیوں سے دیکھنا نازِ نگہ کی ایک مینڈ اور گلے کی ایک مُرکی ہے پہاڑ بظاہر خاموش اپنا سر بلند کیے اپنا سینہ تانے ہوئے ڈٹے ہیں مگر باطن میں روئے زمین کی الاپ ہے۔ غالباً گیتان جلی کے مصنف کی نظر سے سازِ دُنیا کا پردۂ راز اُٹھ چکا ہے کہ ہر ذرہ،

ہر قطرہ ہر نقطہ کسی خوش گلو کے زمزمے کا دانہ ہے۔ اور جس عقدۂ راز کو غالب نے بھی سمجھ کر کھولا ہے ؎

محرم نہیں ہے تو ہی نواہائے راز کا
یاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

غرضکہ ٹگور کا کلام ان تین سُرخیوں کی تحت میں ہے۔

"تصوف، عشق، اور موسیقیت"

گیتان جلی کا پہلا گیت

تو نے مجھے غیر متناہی بنا دیا، یہی تیری خوشی ہے! اس کمزہ ظرف (ہستی جسمانی) کو تو بار بار خالی کرتا ہے، اور ہمیشہ ایک تازہ زندگی سے مملو کر دیتا ہے"

ٹگور کے اس شعر میں دو بلاتین شرح طلب ہیں۔

(۱) انسان یا انسان کا کوئی طبقہ ابدی ہے؟

(۲) ظرف جسمانیت بار بار خالی ہوتا اور معمور ہوتا ہے؟

مسلک اول کی تین صورتیں ہیں اور بہت قدیم ہیں۔

(۱) انسان کو تناسخ ہے۔ اس مسلک کا پہلا محقق افلاطون ہے دوسرا ویدہی ویدیں اتنا اضافہ اور ہے کہ انسان تناسخ کے مصائب برداشت کر کے جب خطا و سزا سے پاک و صاف ہو جاتا ہے تو واصل حق ہو کر بے تغیر اور لافانی ہو جاتا ہے۔

(۲) دوسری صورت اہل اسلام کے طبقہ متکلمین نے زیادہ شرح وبسط سے بیان کی ہے ان لوگوں کا ماخذ یہ دو آیتیں اور ان کے ہم معنی چند آیات ہیں۔

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون ط

(۲) طبتم فادخلوھا خالدین ط

(۳) تیسری صورت سلوک و تصوف سے متعلق ہے ان لوگوں کا منبع بھی کلام ربانی ہے۔

گر اسکے امام شیخ ابن عربیؒ ہیں اُن کا شعر ہے ؎

فلا تفنیٰ ولا تبقیٰ ولا تفنیٰ ولا تبقیٰ

یعنی تجلیات ذاتی یا عینیت کے لحاظ سے انسان کبھی فنا نہ ہوگا اور مظہر صفات یا خلقیت کے اعتبار سے انسان کو کبھی بقا نہیں ہو سکتی اس سلوک کے مشہور سالک مولانا شمس تبریزؒ مولانا رومؒ خواجہ حافظؒ اور اکثر اہل چشت ہیں۔

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

گفت قدوسی نقیرے در فنا و در بقا خود بخود آزاد بودی خود گرفتار آمدی

ایک مسئلہ انہیں صوفیان کرام کا یہ بھی ہے کہ سالک بار بار مرتا اور زندہ ہوتا ہے یہ اُس آیۂ کریمہ کا پرتو ہوتا ہے جس میں کل یوم ھو فی شان ارشاد ہوا ہے۔ اس سے یہ مسلک استنباط ہوا ہے کہ سالک قبض و بسط کی وجہ سے ہمیشہ ایک نئے عالم میں رہتا ہے ؎

کشتگان خنجر تسلیم را ہر زمان از غیب جان دیگر است

اردو شعرا کے کلام میں بھی یہ مضامین بہ تغیر عبارت سے ہیں۔

بقائے انسانی ؎

پاؤں اگر شہادت تو عمر جاودان ہو میں بھی وہ سخت جان ہوں مرنا ہی کا نہیں

فنا و بقا علی التواتر ؎

فنا کیسی بقا کیسی جب اُس کے آستانے پر کبھی اُس گھر میں جا نکلے کبھی اس گھر میں آ نکلے

یہی انسانی ابدیت اور تلون بقا و فنا ٹگور کے اس شعر میں ہے مگر اب دیکھنا یہ ہے ٹگور نے کس حیثیت سے اپنے دونوں کیفیتیں بیان کی ہیں کیونکہ اس نتیجہ کے دو سبب ہو سکتے ہیں اول تناسخ دوسرے سلوک کل یوم ھو فی شان

ٹگور صوفی بھی ہے اور فلسفی بھی عقیدۂ تناسخ کا بھی قائل ہے اور قبض و بسط سلوک کا بھی سالک ہی شعر میں اجمال ہے صرف اتنا واضح ہوتا ہے کہ تلون بقا و فنا کا گلہ مند بھی ہے اور شاکر بھی حقیقت

اور فلسفہ کا یہ مسئلہ بھی اس شعر سے پیدا ہوتا ہے کہ ظرف یعنی جسمانیت فانی ہے اور روحانیت باقی۔

بہرحال ٹگور کا یہ شعر کسی حیثیت نہ جدید ہے۔ یہ مہمل ممتنع مگر خصوصیت یہ ہے کہ اس کا ذاتی وجدان ہے۔ اس زمانے کے اُردو شاعروں کی طرح تخیل محض اور نقل و قیاس نہیں ہے ٹگور کی شاعری کا مقصد یہ نہیں ہے کہ لوگ نکتہ تعریف و تحسین کے نعرے بلند کریں اور یہ کہیں کہ کس قدر نازک خیال و عالی تخیل شاعر ہے ٹگور اس سے مستغنی ہو کر اپنے ذاتی وجدان کو نیم مجذوبانہ حالت میں بیان کرتا ہے ظاہر ہے کہ عالمِ باطن کی زبان عالمِ ظاہر میں مروج نہیں ہے ؎

کیونکر اٹھے تکلیف رہ دعوائے تجھے ظاہر کیونکر عالمِ باطن کی زبان کوئی نہیں

دوسرا شعر

یہ ننھے کی چھوٹی سی بانسری تو وادیوں میں اور پہاڑوں پر لیے پھرتا ہے اور اس میں دائم الاثر طرح طرح کے نغمے پھونک رہا ہے۔

تصوف کا ایک مہتم بالشان مسئلہ یہ ہے کہ تمام عالم ایک عالمِ صوت ہے اور انسان بسکہ عالمِ صغیر ہے خود انسان میں جو عالمِ صوت ہے اس کو **سماع راست** کہتے ہیں۔

در سماعِ راست ہر تن چیز نیست

مولانا رومؒ کا مشہور مصرع ہے اور اس کی بابت اہلِ ذوق کا اتفاق ہے کہ مراقبہ کی مشق سے یہ نغمہ سالک کو ہر وقت سنائی دیتا ہے اور یہ وہی آواز کن ہے جو ہر ذرے میں سرایت کر چکی ہے اور ہر جگہ ہر وقت گونجتی رہتی ہے۔ **غالب** نے بھی اس مضمون کو نظم کیا ہے ؎

محرم نہیں ہے تو ہی نواہائے راز کا یاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

مولانا رومؒ نے ہر انسان کی شہرگ کو بانسری سے تعبیر کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ نے جب تک نیستان سے جدا ہو آواز نا ممکن ہے تو اس کی صدا گویا نالۂ مظہرِ فراق ہے ؎

بشنو از نے چون حکایت می کند وز جدائی ہا شکایت می کند

زمانۂ حال کے اُردو شعرا نے بھی اس مسئلہ کو عاشقانہ رنگ میں نظم کیا ہے۔ گو اُردو زبان کو ایسے مضامین کا تحمل دشوار ہوتا ہم غنیمت ہے ؎

بزمِ طرب بھی گرم ہے پھر تیز ہے ہوا اک نغمۂ بسیط سے لبریز ہے ہوا

ٹگور بھی ہر موج ہوا کو بانسری بنا کر اس سے اپنے وجدان کی کیفیت کو نغمے سنوا رہا ہے

تیسرا شعر

تیرے ہاتھوں کے لازوال (اور بقا دینے والے) بس سے میرا ننھا سا (یا ناچیز) دل مسرت میں اپنی محدودیت کھو دیتا ہے اور انتہا درجہ کے خوشگوار نغمے پیدا کرتا ہے

یہ حقیقت خود بھی لافانی ہے اور جس کو چھو لے وہ بھی غیر فانی ہو جاتا ہے اور عاشق کے سوا کون مستحق ہے کہ اس سے یہ تعلق رکھے تو شاعر کہتا ہے کہ اس ربط سے وہ ناچیز دل جس کی حدیں اور قوتیں محدود ہیں۔ اس کے ہاتھ سے اپنی عنانِ حد بندی چھوٹ جاتی ہے اور وہ دل اپنے آپ کو ایک لامحدود شے سمجھتا ہے کیونکہ اس مسرت میں کہ تجھ سے تعلق و ربط رکھتا ہے اپنی محدود ہستی کو بھول جاتا ہے۔ اور اپنے متانہ جذبات سے وجدانِ مسلسل کے خوشگوار نغمے پیدا کرتا ہے۔ نہایت پُر کیف شعر ہے۔

چوتھا شعر

تیرے ازلی (و ابدی نا محدود) عطایا میرے کوتاہ (محدود) ہاتھوں میں نہیں آتے ہیں (اور) یوں ہی گزرتے جاتے ہیں مگر تو ان لمحوں کا مینہ برساتا جا رہا ہے پھر بھی معموری کی گنجایش باقی ہے۔ تجلیاتِ الٰہی غیر فانی اور غیر محدود ہیں، انسان جس پر ان تجلیات کا پرتو پڑتا ہے وہ ایک محدود شے ہے مگر انسان کی وسعتِ قلبی اور اس کی تکمیلِ تخلیق کو بیان کرتا ہے کہ انسان ضعیف البنیان کے چھوٹے سے ظرف کی کیا حقیقت ہے مگر جب تجلیاتِ الٰہی سے اس کا تعلق ہو جاتا ہے تو وہ بھی لافانی و لامحدود ہو جاتا ہے۔ **جامیؒ** نے کیا خوب کہا ہے کہ "اندیشہ کل پیشہ کنی کُل باشی"، اس تمام رباعی کا مقصد یہ ہے کہ جزو کا تصور کرو گے تو جزو رہو گے کُل کا تصور رکھو گے تو کُل ہو جاؤ گے۔

(ہوا لباقی)

شرابِ ثلث

افصح الفصحا استاذی حضرت حمد لکھنوی مدظلہ العالی ریاض خیرآبادی

ربط بڑھا جو عشق اور حسن کرشمہ ساز میں
ہو گیا خونِ آرزو دونوں کی سان باز میں

یہ کہاں سمجھ گئے ہیں کہاں کہیں کہ یہ تری تاک تاز میں
کہ یہ آسمان و زمین جہان نہیں شبِ معراج فراز میں

چہرے سے اُنکے اُن رسے جذبۂ عشق رکھ گئے نیاز میں
کانوں کے پردے لگ گئے جلوے تمام ساز میں

تو رہے دل خانہ ویراں تو ہزار پردوں میں جلوہ گر
اری وہ حقیقتِ پردہ دری شوخیاں ہیں یہ مجاز میں

نیند میں بھی عجب ہے آب تیغِ نگاہِ ناز میں
موتی بھرے ہیں کوٹ کر نرگسِ نیم باز میں

دی کہ اے فرش سے عرش تک وہی رہا عرش سے فرش تک
ملے ایسے فتنے ہزار ہا ہیں خیال کر اہِ مجاز میں

ہکلو نیاز پر ہے ناز وہ ہیں غرورِ ناز میں
دیکھیے چل نہ جائے چوٹ تیرِ نیاز میں

کہیں تیرہی کہیں تم ہو یہی ہے رنگِ مطربِ خوشنوا
مرے ناز ہیں ترے نغمہ ہیں مرے سوز ہیں ترے ساز میں

شان ہے اُسکی دل کیا قدر ہے یہ نیاز میں
شاہ ہے یہ نیاز میں ناز ہے ایاز میں

تیرے سجدہ میں وہ مزا ملا کہ تڑپ کے سینے سے آ رہا
کوئی داغ ہے کہ ہو دل رہا نہ ری جبینِ نیاز میں

کی جو نمازِ عشق ادا اُن کے حریمِ ناز میں
یہ تڑا ئینگے کبھی ناک بھی یہ کھائینگے کبھی رنگ بھی

بھی لائینگے کبھی تاک بھی جو رہے ہیں رنگ مجاز میں

جل کے بچھا دلِ حزیں محفلِ یار گرم ہے
گھڑی بھر کی حشر کا ایک دن شبِ گو جسکا ہر کہ ہل

وہ نزع میں حسرتِ مرگ ہیں جو خضر کی عمر دراز میں

بڑھ کے وہیں بجھ گیا خارِ فروغِ یا نصیب
سیکڑوں گتھیاں پڑیں رشتۂ رنگِ ناز میں

ہے یہ تو نالے میں جلن ورنہ ترانہ آہ میں
اسے لاگ عشق کی کہتے ہیں اسے آگ عشق کی کہئے

یہ زیادہ ہے جنون میں کمی ہے یہ راز ہے راز میں

منہ سے زبان پر جو کہے بات میں وہ بھی بات ہے
دل سے جو پہنچے تابِ لب اثر ہے وہ بھی ساز میں

جنہیں لوگ کہتے ہیں دُرِ دُرجِ خدا پرست یاض تھے
یہ سنا ہے کل کہ جنابِ شیخ بھی غم تھے خونِ نماز میں

حشر بپا ہوا وہیں تیرے سے جب جاگ اٹھے
فتنے جہاں کے سو گئے جب گئے خوابِ ناز میں

جناب منشی واحد علی صاحب برقِ دہلوی برادرِ حضرت شوق قدوائی مرحوم شوق

موت ہی آئی نہیں کاش موتی تو ہجر سے بچا
عمر بھی ہائے بڑھ گئی پڑ کے شبِ دراز میں

مرے نالے سکے وہ روا تھا جو نہاں تھا پردۂ راز میں
نئی روح دردِ پرانا تھا نئی دل شکستہ کے ساز میں

عشق ہنسی ہے بچپن کی آ کو ندگئی ہزاروں کوس
چمکی تو مارکِ ہندیں جا کے گری حجاز میں

اُسے کیا خبر کہ غرور سی ہے محو اپنے ہی ناز میں
کہ بھری ہوئے گل و فا عرقِ جبینِ نیاز میں

نزع سے ہم ادھر چھٹے فرصتِ اُنہیں اُدھر ملی
ہم گئے خوابِ گور میں وہ گئے خوابِ ناز میں

شیشہ و کارِ حسن تھی یہ طلسمِ بیخودی عشق تھی
کہ پھنسا یا دامِ غم نوی ہم پیچِ زلفِ ایاز میں

پردے ہی پڑے پھرتی ہے شوخیوں کو لے لئے ہوئے
تپِ عشق کا یہ ثمر بڑھا کہ ہوئے فغاں سے لبِ آشنا

ملی لذتِ غمِ زرد کبھی سوز میں کبھی ساز میں

سنکے وہ داستانِ غم سنتے ہی میں مچا گئے
نہ تو دل کو اپنی خبر رہی نہ مجھی کو تابِ نظر رہی

جو نقابِ حسن نہاں اٹھی کبھی جلوہ گاہِ مجاز میں

خون سے دل کے کی ہے سرخ نرم سے نکھ مٹھا کیا
یہ صلے عام کا رنگ تھا کہ ترے جمال کا آئینہ

نئی صورتوں سے نظر پڑا مجھے جلوہ گاہ مجاز میں

بات جو کہنے کی نہ تھی کہتے تو جانی سکی بات
یہ نشان تھی مجھ چوٹ چل گئی یہ چھری تھی مجھ پہ کھچی

یہ دانہ تھی جو گئی پڑی یہ قضا تھی پر وہ نماز میں

اشک میں جاری آنکھ سے لاش کس اُٹھ کے تھی
راز کی بات رہ گئی بات ہی جو راز میں

یہ ہے حسن و عشق کا مرحلہ یہ ہے دونوں کا معاملہ
یہ بڑے مزے کا ہے سلسلہ ہو چھڑا نہ نیاز میں

غمزوں کے تیر چل گئے تیغ ادا کی کھنچ گئی
موتی پرو رہے ہیں وہ نازِ نگاہ ناز میں

یہ ہے آہِ سلیم خستہ جان یہ ہے درد قوم کا درد دل
میں نوائے ہند سنا رہا ہوں مگر سنو تو جہاں میں

دیکھئے شوخیوں کے کام چشمِ کرشمہ ساز میں
کبھی جوڑے بجاز تھی جو نوائے پردہ راز تھی

وہی میرے تارِ نفس میں ہے وہی نغمہ ہے مرے ساز میں

حمد کبھی زبان میں کتنی ہے شوخیِ صریر
تپِ غم میں سوز فراق سو یوں نہیں جلتے عمر گزر گئی

ہے یہ تمہاری ہی زبان کاکلِ سخن طراز میں
دل ابر شمع سحر ہے ہو کہیں بڑھ کے سو گداز میں

(اشاعت کی اجازت تحریری طور پر مرحمت فرمائی ۱۲ جنوری ۱۹۲۶ء)

۳۲

سولن کی چڑیان

ہمارے مکرم میان بشیر احمد صاحب بیرسٹرایٹ لاء ڈیرہ ہمایون لاہور کے تعارف کی ضرورت نہین انکی انشاپردازی کی خوبیون سے دنیاے ادب پورے طور پر واقف ہے۔

"سولن کی چڑیان" کے عنوان سے ایک مضمون آپ نے شملہ کے قیام کے زمانہ مین لکھکر میری استدعا پر مرقع کے لئے شملہ ہی سے روانہ فرمایا اِس مضمون کے درج کرنے سے پہلے ہم ناظرین کی مزید دلچسپی کے لئے اتنا بتا دینا ضروری سمجھتے ہین کہ سولن جہان کی چڑیون کا ذکر آیہن ہے یہ کالکا اور شملہ کے درمیان ایک نہایت فرحت بخش اور صحت افزا پہاڑی مقام ہے جو تقریباً بہ ہزار فٹ سطح سمندر سے بلند ہے۔

چونکہ شملہ کی طرح اس کی آبادی گنجان نہین ہے اسلئے اکثر اصحاب گرمیون مین اس جگہ کی اقامت کو شملہ پر ترجیح دیتے ہین۔ دوسرے کوہستانی علاقون کی طرح یہان بھی تمام قدرتی مناظر اور دلفریبیان موجود ہین ہر چہار طرف سرسبز پہاڑونکا سلسلہ چلا گیا ہے ہزارہا شیرین چشمے انکے دامنون مین اپنی روانی کی آب و تاب دکھا رہے ہین۔

خوشنما اور مختلف رنگ کے پرند ایک درخت سے دوسرے درخت پر جاکر عجیب لطف دکھا رہے ہین۔

غرض قدرت نے ہر طرح کی دلکشی اور تمام دلچسپیان سولن مین جمع کردی ہین جن کا لطف دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس مضمون مین وہان کی چڑیون کا ذکر اس طرح پر کیا گیا ہے گویا یکسوقت مین لکھنے والے پر اس مناظر اور انکی کیفیات کا خاص اثر پڑا ہے اور وہ اُسی حالت مین انکو تحریر مین لے آتا ہے ہم اس مضمون کو شکریہ کے ساتھ درج کرتے ہین

مدیر

سولن کی سرسبز و شاداب وادیون کی خوش آواز چڑیو! خدا تمھارے چہچہون کی شیرینی اور دل آویزی کو دائم و قائم رکھے۔ یہ تم تم کر چلنے والی ہوائین تمھارے نرم و نازک پرون سے پیار کرین اور ٹیلے ٹیلے کی طراوت سے تمھین شاداب کرتی رہین!

تم گھنے اُداس جنگلون کی رہنے والی نہین تمھارے کاشانے کھلے ہوا درختون کے ہمیشہ ہلنے والے ٹہنون کی گود مین ہین اور تم روشن دنون مین زمین و آسمان کی کشادہ پیشانی سے بہار کے پھول چنتی رہتی ہو!

اِن چشمون کے ٹھنڈے اور میٹھے پانی سے اپنی شیرین ہستی کو تر و تازہ رکھو اور وہ گیت گاتی رہو جن سے پژمردہ انسانون کی گنجان بستیان اپنے رہنے والون مین برقِ تبسم کی ایک ہلکی جھلکی رَو کا احساس کرنے لگین۔

اِن فطرت و عادت کے بندون کو قدرت و محبت کی شگفتہ اداؤن سے بہرہ اندوز کرو اور اِن مین وہ روح پھونک دو جن سے اُن کے حساس جسم اب مدت سے محروم ہو چکے ہین۔ اُنھین مادرِ قدرت کی آغوش سے جُدا ہوئے صدیان گزر چکی ہین۔ یہ تم سی آنکھین نہین رکھتے۔ اِن کی چشم دوراندیش پھولون پتون مین وہ کچھ نہین دیکھتی جو رات دن کے لمحے لمحے مین تمھین صاف نظر آتا ہے۔

تم اِن سے بالا بالا رہتی ہو اور بالا ہی بالا زندگی کی گھڑیان گزارتی ہو!

بشیر احمد از شملہ

نیرو کی شخصیت کا ایک پہلو

از جناب مرزا جعفر علی خان صاحب اثر لکھنوی بی اے - ڈپٹی کلکٹر

وینس - کیا نیرو کے گیت در اصل نفرت کے قابل ہوتے ہین -
مجھے ان معاملات مین دخل کم ہے اِس سے دریافت کرتا ہون -

پٹرو ینس - اورون سے زیادہ مبتذل تو نہین ہوتے - اگرچہ لوکن کے پاسنگ بھی نہین، لیکن اس اژدھاقی رنگ کی داڑھی والے مین ایک آن ضرور ہے - سب سے بڑی بات یہ ہے کہ شاعری و موسیقی کا دلدادہ ہے - الیفرو ڈیٹی (حُسن کی دیوی) کی تعریف مین ایک بھجن کہا ہے عنقریب مین اور تم سُننے کے واسطے بُلائے جائینگے - آج یا کل اس نظم کا تکملہ ہو جائیگا - میرے اِس قول مین کہ نیرو کے گیت سُنکر متلی ہوتی ہے - مبالغہ اور مذاق کا عنصر غالب تھا - اُسکے کلام مین شیرینی بھی ہوتی ہے -

عجیب معجون مرکب ہے نیرو! کیلیگولا تو دیوانہ تھا ہی، لیکن اُس نے بھی ایسی حرکتین نہین کین ——

ڈ ڈ ڈ

نیرو ستار پر اپنے ترتیب دیے ہوئے نغمے گایا - آواز کو دے رہی تھی اور اُس نے محسوس کیا کہ سامعین پر فی الحقیقت اُسکی موسیقی کا جادو چل گیا - اِس خیال نے اُسکی آواز کو اور بھی چمکا دیا اور اُسکی روح کو اس طرح سرشار کیا کہ وہ سمجھا یہ نغمے غیب سے اُتر رہے ہین - حقیقی جذبات سے مغلوب ہو کر اُسکا چہرہ زرد ہو گیا - یہ پہلا موقع تھا کہ وہ سُننے والون کے فعرہائے تحسین کا منتظر و مشتاق نہین تھا - کچھ دیر ستار پر ہاتھ رکھے بیٹھا رہا - یکایک اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا -

"مین تھک گیا اور تازہ ہوا کی ضرورت ہے - باہر جاتا ہون، تم لوگ ستار ملاؤ"

نیرو نے گلے مین ایک ریشمی رومال لپیٹا اور پٹرو ینس و وینی سیس سے جو کمرے کے ایک کونے مین بیٹھے تھے مخاطب ہو کر کہا -

"تم میرے ساتھ آؤ - وینی سیس اپنے بازو کا سہارا دو میری طاقت جواب دے رہی ہے - پٹرو ینس تم موسیقی کے متعلق گفتگو کرو"

یہ تینون شخص برآمدہ مین چلے گئے جہان سنگ مرمر کا فرش تھا اور اُس پر زعفران بچھی ہوئی تھی -

نیرو - یہان انسان آزادی سے سانس لے سکتا ہے - میری روح تاثرات سے لبریز مگر افسردہ ہے - حالانکہ مجھے یقین ہے کہ جس طرح اس وقت امتحاناً گایا مجمع عام مین بھی گا سکتا ہون اور میری کامیابی ایسی ہوگی جو آج تک کسی رومن کو نصیب نہین ہوئی -

پٹرو ینس - خداوند! آپ رومہ مین بلا تامل گا سکتے ہین مین سچے دل سے آپکی نغمہ نوازیون کا مداح ہون -

نیرو - مین جانتا ہون! کیونکہ تو اس قدر کاہل ہے کہ خوشامد پر مائل نہین ہوتا - تو سیپیو کی طرح راست گفتار ہے، مگر تیری معلومات اُس سے زیادہ ہے - بتا! موسیقی کی نسبت تیری کیا رائے ہے -

پٹرو ینس - جب مین کوئی نظم پڑھتا ہون یا سرکس مین آپکا گایا کوئی رقص دیکھتا ہون - جب کسی خوبصورت مجسمہ یا مندر یا تصویر کا معائنہ کرتا ہون تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انکی تمام خوبیان پر کامل عبور ہو گیا - مجھے محسوس ہوتا ہے کہ ان چیزون سے جس قدر انبساط حاصل ہو سکتا تھا حاصل ہو گیا - لیکن جس وقت گانا سنتا ہون خصوصاً آپکا گانا تو ہر لحظہ نئی خوشیان

ع نیرو ۳۷ء سے ۶۸ء تک شہنشاہ روما الجھرئی تھا - اثر

اور نئی خوبیاں پیش نظر ہوتی ہیں۔ اُنکا تعاقب کرتا ہوں، اُنکو اسیر کرنا چاہتا ہوں لیکن قبل اسکے کہ اُن تک پہنچوں، مائی ہو، اُن سے زیادہ خوشنما نقوش دل کو اپنی طرف کھینچتے ہیں گویا سمندر کی موجیں ہیں کہ دامن باندھے ہوئے بھاگی چلی جارہی ہیں اور جن کا سلسلہ نامتناہی ہے جیسا کبھی پہلے عرض کرچکا ہوں، موسیقی ایک بحر ذخار ہے جسکے ایک کنارہ پر کھڑے ہوکر تم دور تک دیکھ تو سکتے ہیں مگر دوسرا کنارہ نظر نہیں آتا۔

نیرو — افوہ! تیرا علم کس قدر وسیع ہے!

کچھ دیر دونوں خاموش بیٹھے رہے، صرف زعفران کے اڑنے جانے کی خفیف آواز آتی تھی۔

نیرو — تو نے میرے خیال کی ترجمانی کی۔ اسی سے میں بار بار کہہ چکا اور اب پھر کہتا ہوں کہ تمام رومیوں میں صرف تو مجھے سمجھا، یہی وجہ ہے کہ موسیقی کے بارے میں میری اور تیری رائے متفق ہے۔ جب میں گاتا اور ستار بجاتا ہوں تو مجھے وہ چیزیں دکھائی دیتی ہیں جنکے وجود کا اپنی مملکت یا دنیا میں علم نہیں تھا میں قیصر ہوں اور روئے زمین زیر نگیں ہے۔ ہر طرح کا مقدور ہے مگر موسیقی میری نگاہ کے سامنے نئے ملکوں نئے کوہستانوں نئے بحور اور نئی خوشیوں کا افتتاح کرتی ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ میں اُنکے نام نہیں بتا سکتا اور اُنکو اپنے قابو میں نہیں لاسکتا، صرف محسوس کرتا ہوں، مجھے دیوتا اور الیسس کی بلندیاں دکھائی دیتی ہیں! ایک قسم کی نسیم کسی دوسری دنیا سے میری طرف خراماں خراماں آتی ہے اور میں لطیف غبار سے ڈھکی ہوئی ایک ناقابل اندازہ عظمت کا مشاہدہ کرتا ہوں جسمیں سکون مگر دھوپ کی خشندگی ہے۔ کل نظام شمسی میرے گرد رقصاں ہوتا ہے اور میں تجھ سے سچ کہتا ہوں (یہاں پر نیرو کی آواز میں افراط حیرت سے ارتعاش پیدا ہوا) کہ میں، میں! جو قیصر ہوں، دیوتا ہوں، ان لمحوں میں اپنے آپکو خاک سے بھی ذلیل شمار کرتا ہوں۔ کیا تجھے میری بات کا یقین ہے؟

پٹرونیس — بیشک! صرف اولوالعزم کاملین فن کو یہ قدرت ہے کہ اوج کمال پر پہونچ کر بھی وہ اپنے آپ کو حقیر سمجھتے ہیں!

نیرو — آج کی رات صداقت کا دور ہے۔ تجھے دوست سمجھکر اپنی روح کا جائزہ دلاتا ہوں۔ نہیں! اس سے بھی زیادہ! کیا تجھے خیال ہے کہ میں اندھا یا فاتر العقل ہوں؟ کیا تیرا گمان ہے مجھے معلوم نہیں کہ اہل رومہ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ مجھے اپنی ماں اور بیوی کا قاتل ایک خوفناک درندہ، ایک سنگدل ظالم ہونے کا الزام دیتے ہیں؟ اور یہ سب محض اس وجہ سے کہ ٹائگی لینس نے میرے چند دشمنوں کے خلاف مجھ سے سزائے موت کا حکم حاصل کرلیا۔ ہاں میرے دوست میں جانتا ہوں کہ وہ مجھے خونخوار بھیڑیا سمجھتے ہیں! اُنہوں نے میرے مظالم کا اس قدر چرچا کیا ہے کہ بعض اوقات مجھے خود اپنے نفس سے یہ سوال کرنا پڑتا ہے "کیا میں ظالم نہیں، لیکن وہ واقف نہیں کہ ایک شخص کے بعض افعال ظلم کی حد تک پہونچ جائیں تاہم وہ ظالم نہو۔ افسوس کسے باور ہوگا (شاید تجھے بھی نہیں) کہ جس گھڑی موسیقی میری روح کو لوریاں دیتی ہے تو میں ایک دودھ پیتے بچے کی طرح معصوم ہوجاتا ہوں۔ نہیں ستاروں کی قسم جو ہمارے سروں پر چمک رہے ہیں کہ میں بغیر کسی آمیزش کے سچ بول رہا ہوں! لوگ نہیں جانتے کہ اس دل میں کس قدر نیکی پنہاں ہے اور موسیقی کیسے کیسے خزانوں کے دروازے مجھ پر کھول دیتی ہے۔

پٹرونیس کو مطلق شک نہیں تھا کہ نیرو اس وقت جو کچھ کہہ رہا ہے صداقت پر مبنی ہے اور ممکن ہے کہ موسیقی اُسکی روح کی مختلف نیک تر غیبوں کو اُبھارے جو فی الحال خود سری عیاشی اور جرم کے بھاری پتھروں کے نیچے دبی ہوئی ہیں۔

پٹرونیس — آپکو لوگ کم سے کم اس قدر تو جانیں جتنا میں چاہتا ہوں، قدر کرنا تو درکنار، رومہ نے کبھی آپکا مرتبہ نہ پہچانا۔

قیصر نے اور زیادہ اضمحلال کے ساتھ دیتی سیس کے بازو پر سہارا دیا گویا ناانصافی کے بوجھ سے دوہرا ہوا جاتا ہے۔ اُس نے کہا۔

مجھے ٹائگی لینس سے معلوم ہوا ہے کہ مجلس شوریٰ مین سرگوشیان ہوتی ہین کہ ڈائسوڈورس پتاس مجھ سے بہتر ستار بجاتے ہین - اِس ہنر مین بھی اہل رومہ کو میرے کمال سے انکار ہے لیکن تو جو ہمیشہ سچ بولتا ہے مجھے بتا کر کیا اُنہین مجھپر فوق ہے یا میرے ہم پلہ ہین ؟

پٹرونیس - ہرگز نہین ! آپکا ہاتھ اُن سے زیادہ سبک ہے لہذا جو راستے آپ نکالتے ہین اُنکی قدرت سے باہر ہین - آپ مین اختراع کا مادہ ہے - اُنکا کمال مشق اور محنت کا نتیجہ ہے - جو شخص اُنہین سُنکر آپ کو سنے، خود اندازہ کر سکتا ہے کہ آپ کیسے جلیل القدر مغنی ہین -

نیرو - اگر یہ سچ ہے تو مین نے اُنکی جان بخشی کی - شاید اُنہین کبھی خبر بھی نہ ہو کہ تو نے اُس وقت اُنپر کتنا بڑا احسان کیا - حالانکہ یہ ضرور تھا کہ اُنکے قتل کے بعد اُنکی جگہ دوسرے گویئے مقرر کئے جاتے -

پٹرونیس - خداوند ! لوگ کہتے کہ قیصر نے موسیقی کی محبت مین اِس فن کو نیست و نابود کر دیا کبھی ہنر کو اظہار ہنر کے واسطے برباد نہ کیجئے !

نیرو - ٹوٹائگی لینس سے کس قدر مختلف ہے ! لیکن کیا تو نہین جانتا کہ مجھے ہر فن مین ید طولیٰ ہے - موسیقی ایسے عالم کی مجھے سیر کراتی ہے جسکا وہم و گمان بھی نہین تھا - ایسے طبقات ارض دکھاتی ہے جو میرے مقبوضات مین داخل نہین - ایسی خوشیون اور اطمینان کا وعدہ کرتی ہے جسکا مجھے تجربہ نہین - لہذا مین معمولی افراد کی طرح زندگی بسر نہین کر سکتا موسیقی مجھے سکھاتی ہے کہ ایک مافوق الفطرت ہستی ہے - اس پوری قوت کے ساتھ جو دیوتاؤن نے مجھ مین ودیعت کی ہے مجھے اس ہستی کی تلاش ہے بعض وقت مین سوچتا ہون کہ اُن بالائی دنیاؤن تک پہنچنے کے لئے مجھے کوئی ایسا کام کرنا چاہیئے جو آج تک کسی انسان سے سرزد نہین ہوا - مجھے نیکی یا بدی مین تمام آدمیون پر سبقت حاصل کرنا ہے مین جانتا ہون کہ لوگ مجھے دیوانہ کہتے ہین - مین دیوانہ نہین ہون، بلکہ سرگرم جستجو ہون، اور اگر مین دیوانہ ہوا جاتا ہون تو بے صبری اور نفرت کے سبب سے - کیونکہ اپنی سعی مین ناکام ہون - مجھے تلاش ہے، تجسس ہے، سمجھا ؟ لہذا میری خواہش ہے کہ انسان پر فضیلت حاصل کرون کیونکہ صرف اسی صورت مین بحیثیت ایک ہرفن کے مجھے برتری حاصل ہو سکتی ہے (یہان پر اُس نے اپنی آواز کو اور دھیما کیا، چنانچہ وینی سیس نہ سُن سکا، جب اُس نے آہستہ سے پٹرونیس کے کان مین کہا) کیا تو آگاہ ہے کہ مین نے اپنی ماں اور بیوی کو موت کے حوالے کیون کیا ؟ اس لیئے کہ اس نامعلوم دنیا کے آستانہ پر جو سب سے بڑی قربانیان انسان سے ہو سکتی ہین پیش کرون - میرا خیال تھا کہ کوئی نتیجہ ضرور ہوگا - میرے واسطے دروازہ کھل جائیگا اور اجنبی دنیا کی سیر کرونگا - تو اس امر کو حیرت خیز یا ہیبتناک تصور کرتا ہے ؟ بیشک یہ فہم بشر سے خارج ہے کیونکہ عظیم و غیر معمولی ہے - لیکن یہ قربانی کافی نہین - فردوس کا باب کشادہ ہونے کو اس سے بھی کچھ بڑھ کر ہونا چاہیئے ! وہ کیا ؟ قسمت اسکا فیصلہ کریگی !

پٹرونیس - آخر حضور کی نیت کیا ہے ؟

نیرو - تیری توقع سے بھی جلد تجھے معلوم ہو جائیگا - اِس دوران مین تجھے یقین کرنا چاہیئے کہ دو نیرو ہین ایک وہ جسے لوگ جانتے ہین اور دوسرا وہ کامل فن جسکو صرف تو جانتا ہے - اگر نیرو موت کی طرح ہلاک کرتا ہے اور شراب کے دیوتا کی طرح مغلوب الغضب ہے تو اسکا سبب صرف اس قدر ہے کہ عامیانہ زندگی کے عدم تنوع اور رکاکت سے اُسکا دم گھبراتا ہے مین ان کیفیتون کا خاتمہ کر دونگا چاہے مجھے آگ یا تلوار استعمال کرنا پڑے ! یہ دنیا مجھ سے خالی ہو کر کس قدر ویران ہو جائیگی ! کسی کو آج تک شبہ بھی نہین ہوا (مین تجھے بھی مستثنیٰ نہین کرتا) کہ مین کیسا صناع ہون لیکن اسی کی بدولت گرفتار الم بھی ہون مین سچ کہتا ہون کہ وہ روح جو میرے جسم مین ہے ویسی ہی تاریک و محزون ہے - جیسے وہ سرو کے درخت جو ہماری آنکھون کے سامنے ہین یہ ایک نہ برداشت مصیبت ہے کہ انسان ایک ہی وقت مین قوت عظیم اور اعلیٰ ترین لیاقت کا بار اُٹھائے !

پٹرونیس - خداوند مجھے آپ سے دلی ہمدردی ہے۔ بحر و بر میرے ہمنوا ہین جن مین وینی سیس کا شمار نہین کیونکہ اسکی روح آپکی شاہد ہے۔

نیرو - وینی سیس مجھے ہمیشہ عزیز رہا۔ اگرچہ ہنر کی دیوی کا گرویدہ ہونے کے عوض خدائی جنگ کا مرید ہے۔

پٹرونیس حضور نہ یہ ہے نہ وہ ہے۔ آج کل تو یہ بندۂ خدا ملکۂ حسن کا کلمہ پڑھتا ہے!

پٹرونیس نے اپنے دل مین ٹھان لی تھی کہ اپنے بھتیجے وینی سیس کا معاملہ حکمت عملی سے طے کرے تاکہ کسی خطرہ کا امکان نہ رہے۔ اُسنے کہا،

"حضور والا! وینی سیس غم عشق مین مبتلا ہے۔ اُسے رومہ جانے کی اجازت دیجئے، ورنہ اُسکی جان سے ہاتھ دھوئیے۔ کیا حضور کو یاد نہین کہ ایک لڑکی فتح لیجیا کے بعد اسیر ہوکر وینی سیس کو بطور کنیز عطا ہوئی تھی اور وینی سیس سے لائیسس کی نگرانی مین چھوڑکر دوسرے محاذ جنگ کی طرف روانہ ہوا تھا۔ اِس سے قبل عرض کرنا مناسب نہین تھا کیونکہ حضور بھی کہنے مین مصروف تھے اور یہ کام تمام کامون سے مقدم تھا۔ اِن حضرات نے پہلے تو اُس لڑکی کو گھر ڈالنا چاہا، مگر وہ لکرشیا کی طرح باعصمت ثابت ہوئی تو آپ اُسکی عفت کے شیدا ہوگئے اور باقاعدہ شادی کرنا چاہتے ہین وہ بھی بادشاہ کی بیٹی ہے، وینی سیس کی کسر شان نہ ہوگی لیکن وہ سچا سپاہی ہے ٹھنڈی سانسین بھرتا ہے گھلا جاتا ہے، کراہتا ہے لیکن اپنے شاہنشاہ کے حکم کا منتظر ہے۔

نیرو - شاہنشاہ اپنے سپاہیون کے لئے بیویون کا انتخاب نہین کرتا۔ میری اجازت سے وینی سیس کو کیا فائدہ ہوگا۔

پٹرونیس حضور سے مین عرض کرچکا کہ آپکو دیوتاؤن کی طرح پوجتا ہے۔

نیرو - لہذا اُسے میری اجازت مین شاکی ہونا چاہئے ——— ہے تو وہ لڑکی قبول صورت، پر کمر کولے کچھ نہین! اور پاپیا (نیرو کی ملکہ) کو شکایت ہے کہ اُسنے ہمارے بچے پر جادو کردیا۔

پٹرونیس - لیکن مین نے تو مانگی لینس کے منہ پر کہدیا تھا کہ دیوتاؤن کے بچون پر سحر کارگر نہین ہوتا۔ حضور کو یاد ہوگا کہ وہ کیسا خفیف ہوا تھا، اور حضور نے میرے قول کی تائید کی تھی۔

نیرو - ہان مجھے یاد ہے۔ (وینی سیس سے مخاطب ہوکر) کیا تو درحقیقت اُس لڑکی پر مرتا ہے۔

وینی سیس - حضور مجھے اُس سے محبت ہے۔

نیرو - بہترین تجھے حکم دیتا ہون کہ کل ہی صبح کو رومہ روانہ ہوجا اور اُس سے شادی کرلے، اور میرے سامنے بغیر شادی کی انگوٹھی پہنے ہوئے حاضر نہ ہونا۔

وینی سیس - جب تک زندہ ہون حضور کے جان و مال کو دعا دونگا اور سپاس گزار رہونگا

نیرو - لوگون کی شادمانی کا موجب ہونا کس قدر مسرت کا باعث ہے۔ کاش اسکے سوا تمام عمر اور کوئی کام نہ کرون!

پٹرونیس - خداوند! اتنی التماس اور ہے کہ حضور اپنی خوشنودی کو ملکہ صاحبہ پر بھی ظاہر کردین۔ وینی سیس ایسی عورت سے ہرگز شادی نہین کرسکتا جسے وہ پسند نہ فرمائین حضور اُنکے خیالات کو ایک لفظ مین بدل سکتے ہین۔ بس اتنا ارشاد ہوجائے کہ یہ شادی آپکی مرضی سے ہرگز نہین ہے۔

نیرو - منظور! تجھ سے یا وینی سیس سے کسی بات مین انکار نہین کیا جاسکتا۔

نیرو محل کی طرف چلا۔ وہ دونون جلو مین تھے اور اپنی کامیابی پر دل ہی دل مین خوش ہورہے تھے۔ وینی سیس کا بس نہین تھا کہ پٹرونیس کے گلے سے لپٹ جائے۔

کمرہ مین داخل ہوکر نیرو ایک آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔ ایک غلام کے کان مین کچھ کہا، وہ کمرہ سے باہر گیا اور ایک سنہرا صندوقچہ لیکر واپس آیا۔ نیرو نے صندوقچہ کھول کر ایک ہار جسمین انمول نصب تھے نکالا۔

نیرو - یہ جواہر ایسی ہی رات کے شایان ہین۔

پاپیا خوش ہوئی کہ ہار اُسکے واسطے منگایا ہے۔ اُسنے کہا

"ان مین آرورا کی ضیا حل ہے!"

نیرو اس گلابی ہار کو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ مین اولٹا پلٹا رہا۔ آخر کار کہا

"وینی سیس! یہ ہار میری طرف سے اُس لڑکی کو دینا جسکے ساتھ شادی کرنے کا مین نے تمہین حکم دیا ہے، یعنی ملکۂ لبحیا کی شہزادی"

پاپیا نے غصہ اور استعجاب سے پہلے نیرو اور پھر وینی سیس کی طرف دیکھا۔ اُسکے بعد پٹرونیس کی جانب متوجہ ہوئی، مگر وہ بے پروائی کے ساتھ کرسی کے ہتے پر جھک کر ایک باب کو جو فرش پر رکھا تھا دیکھنے لگا، گویا اُس کا نقشہ ذہن نشین کر رہا ہے۔

(ترجمہ) اثر

کشمیر

اور

آنریبل شیخ عبدالقادر صاحب بی اے، بیرسٹرایٹ لا، سابق اڈیٹر "مخزن" و "آبزرور" لاہور بالقابہ

فن شعر کے متعلق جو تحقیقات انیقہ متاخرین نے کی ہے، اُسکا حاصل یہ ہے کہ شعر کے واسطے نظم کی قید نہین، تخیل اپنا جوہر نثر مین بھی دکھلاتی ہے، ہمارے فاضل انشاپرداز شیخ عبدالقادر صاحب کے مضامین نثر سے لوگ مستفید ہو چکے ہین اور اُنکی شعرا داؤدی قابلیت کا اندازہ کر چکے ہین۔ لیکن اس اثر سے غالباً ملک کے کم لوگ واقف ہونگے کہ اُنکی لطیف طراز ہی شعر کی صورت مین بھی ظہور پزیر ہوتی ہے، حال ہی مین مجھے اپنے ایک دوست سے اُن کا یہ شعر دستیاب ہوا جو اُنہون نے کشمیر کے دل افروز مناظر سے متاثر ہو کر یہ نظم پڑھی۔ خدا کرے مرقع آپکے رشحات سے جلد تر فیض یاب ہو اور بیاض ہا و ہا کی طرف خاص توجہ مبذول فرمائین۔

(وصل)

بہار اُسکی نہ پوچھئے گا خزان ہو رشک بہار جس کی
کہ اُس خزان پر بھی آئے دن وان نئے شگوفے نکل رہے ہین

افکارِ اصغر (جناب اصغر گونڈہ)

عشق ہو اک کیف پنہانی مگر رنجور ہے
خستگی نے کر دیا اسکو رگ جان سے قریب
لیگئے وہ ساتھ اپنے کل نشاط زندگی
دور آنکھ نہین اسیکا جلوہ خود نور محیط

حُسن بے پروا نہین ہوتا مگر مجبور ہے
جستجو ظالم کیے جاتی تھی منزل دور ہے
میکشی ہے کیفیت ہی چاندنی بے نور ہے
دیدکیا ہے؟ کچھ تلاطم مین ہجوم نور ہے

لب پہ موج حُسن جب چمکے تبسم نام ہو
بے بسی شکل متکلم مین اُس سے محرومی کی داد
دیکھتا ہو نہین کہ ہے بحر حقیقت جوش پر
آنکھ ہو جب محو حیرت تو نمایان ہے وہی

دیدِ ارنی کہ کچھ چیخ اُٹھون تو برق طور ہے
اِس سے آگے اے دل مضطر حجاب نور ہے
جو حجاب اُٹھ اُٹھ کے مٹتا ہے سر منصور ہے
فکر ہو جب کارفرما تو وہی منصور ہے

معلومات

(از جناب مرزا احمد خان صاحب بی اے (علیگ))

واٹرلو اور لندن کے بعض مقامات پر ایک جدید وضع کی گھڑی تیار کی جارہی ہے جس کا حلقہ مربع شکل کا ہوگا اور وقت بتانے والے کانٹے موجود نہونگے۔ بلکہ شیشہ کی دو چھوٹی تختیاں ہونگی جو وقت بتایا کرینگی۔ اسکا طریقہ یہ ہوگا کہ جیسا ہی ایک منٹ گزریگا ایک تختی خود بخود پیچھے ہٹ جائے گی اور گھنٹے بھی اسی طرح بتائے جائینگے۔ یہ گھڑی جو برقی قوت سے چلے گی ایک معمولی قسم کی گھڑی کے ماتحت کام کرے گی۔ اس نئی وضع کے ذریعہ سے وقت دیکھنے مین بہت سہولت ہوجائے گی اسلئے کہ بجائے کانٹون کے ذریعہ سے وقت دیکھنے کے صرف نمبرون سے وقت معلوم ہوجائے گا۔ جو دو تختیون کے بیچ مین نمایان ہونگے یعنی آجکل کی گھڑی کے مطابق اس جدید گھڑی پر اگر بارہ بجکر ۳ منٹ ہوئے ہین تو صرف یہی عدد نظر آئینگے باقی سب پوشیدہ رہینگے۔ ریلوے اسٹیشنون پر یہ گھڑی نہایت کارآمد ہوگی اس لئے کہ فاصلے سے کانٹون کے مقابلہ مین زیادہ جلد وقت معلوم ہوجائے گا۔

جزیرہ باربیڈس مین گانے والے درخت پائے جاتے ہین ان درختون کے پتے خاص وضع کے ہوتے ہین اور ان کی پھلیون کے کنارے شگاف دار ہوتے ہین۔ جب ہوا کا جھونکا ان پھلیون مین سے ہوکر گزرتا ہے تو انمین سے راگ پیدا ہوتا ہے۔ اس جزیرہ کی ایک وسیع وادی مین یہ درخت پھیلے ہوئے ہین اور جب کبھی باد تند چلتی ہے ایک مسلسل گہرے سُرون کا راگ پیدا ہوتا ہے جو سیٹی کی آواز سے مشابہ ہے اور جس کا اثر سحر آمیز ہوتا ہے۔

سوئڈان مین بھی ببول کی قسم سے بعض درخت پائے جاتے ہین جن کا مقامی لقب سیٹی بجانے والے درخت ہے۔

دنیا کا طویل ترین ریلوے پلیٹ فارم بمقام میانچسٹر وکٹوریا اور ایکسچینج اسٹیشنون کے درمیان تعمیر کیا گیا ہے۔ اس پلیٹ فارم کا طول دو ہزار ایکسو بہتر فیٹ ہے۔

حال مین ایک عجیب و غریب بام مچھلی دریافت کی گئی ہے جو سمندر کے انتہائی نشیب مین اپنی زندگی بسر کرتی ہے فطرت نے اس مچھلی کی قیام گاہ کی تاریک فضا کو روشن کرنے کے لئے اسے دو قدرتی شمعین عطا کی ہین جنمین وہ اپنے دونون لبون اور لہراتے ہوئے بازوؤن پر قائم رکھتی ہے اور اطراف کی فضا کو منور رکھتی ہے۔

پروفیسر بارکر نے بمقام چیٹر "پُرپوری" کی بین الاقوامی کانفرنس مین ایک عجیب و غریب ایجاد کا اعلان کیا جسکے ذریعہ سے اُون کثرت سے پیدا کیا جاسکتا ہے۔ صاحب موصوف نے بیان کیا کہ ایک جاپانی ڈاکٹر نے ایک سیال مادہ فروخت کرنے کے لئے بازار مین رکھا تھا جسے اگر بھیڑ کی رگون مین ہر دوسرے روز بذریعہ انجکشن پہونچایا جائے تو اُون نہایت تیزی کے ساتھ پیدا ہوسکتا ہے پروفیسر بارکر کا دعویٰ ہے کہ مذکورہ ترکیب سے اُون کی پیدایش اس قدر جلد ہونے لگتی ہے کہ دو ماہ کے عرصہ مین بارہ ماہ کا اُون پیدا ہوتا ہے چنانچہ اس طریقہ سے ہر سال دو تین مرتبہ اُون تراشا جاسکتا ہے۔

ایک معدنی نئی دریافت کی قیمت ہے جس کا نام ریڈن ہے فی اونس ..... اپونڈ یعنی ۱۵۰۰۰ روپئے ہے۔ اگرچہ یہ سب سے زیادہ گران شے ہے لیکن اس کے استعمال سے ناسور کا علاج ارزان ہو جائے گا اگرچہ اس کا استخراج ریڈیم سے بصورت گیاس ہوتا ہے لیکن اس کا استعمال ریڈیم کے استعمال سے اس لحاظ سے ارزان ہے کہ یہ اس سے ۱۶۰۰۰ گنا تیز ہے۔ ریڈن بال برابر باریک تولوں مین رکھا جاتا ہے یہ اگرچہ بکثرت فراہم ہو سکتا ہے لیکن اس کی زندگی بہت مختصر ہوتی ہے یعنی چار روز مین اس کی نصف تیزی زایل ہو جاتی ہے بخلاف اسکے ۱۶۰۰ سال کی مدت کے بعد بھی ریڈیم اپنا نصف وزن برقرار رکھتا ہے

ملک ناروے مین ایسکر کے قریب ایک مقبرہ ہے جسکی بلندی ۶۰ فیٹ اور جس کا قطر ۳۰۰ فٹ ہے۔ یہ مقبرہ چاروں طرف گھاس اور بلند درختون سے گھرا ہوا ہے۔ عہد تاریخ سے قبل کی روایات سے واضح ہوتا ہے کہ یہ مقبرہ کسی نامعلوم بادشاہ کا ہے جو ایک کوچ پر دو سفید گھوڑون کے درمیان لیٹا ہوا ہے ۱۸۰۰ء مین اس امر کی کوشش کی گئی تھی کہ اس مقبرہ کو اس کے اندرونی حصہ تک کھودا جاے لیکن مٹون مٹی اور ریت کے خطرناک صورت مین گرنے سے اس کام سے ہاتھ اٹھا لیا گیا۔ ماہر آثار قدیمہ اب پھر نئے سرے سے ہمت کر رہے ہین کہ اس روایت کی حقیقت کو دریافت کیا جاے۔

انسانی جسم مین سب سے چھوٹی ہڈی کان مین موجود ہے۔

دوکاندار عورتون کو مال کے لیجانے کی تکلیف سے بچانے کے لئے ایک فرانسیسی موجد نے ایک جدید قسم کا ٹوکرا ایجاد کیا ہے جسے پھرنے کے بعد گاڑی کی صورت مین استعمال کر سکتے ہین۔ یہ ٹوکرا بہت ہلکا ہے اور جب وہ خالی ہو جاتا ہے تو اسکے پہیئے اسکے اندر سما سکتے ہین اور اسکے ہینڈل اسکے اوپر آسکتے ہین جب اس مین چیزین رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے تو پہیئے اس مین سے نکال لئے جاتے ہین اور اس کے نیچے کے حصے مین آسانی سے لگا دئے جاتے ہین۔

یہ امر پایۂ تحقیق کو پہنچ چکا ہے کہ صرف مچھر کی مادہ کاٹتی ہے اور نر انسانون کی سوسائٹی پسند نہین کرتا۔ اور اپنی زندگی نباتات سے وابستہ رکھتا ہے۔ اس وقت انگلستان مین مچھرون کی ۴۰ قسمین ہین اور ان کا وجود کئی اضلاع مین بشمول احاطۂ لندن ناقابل برداشت ہو

قوی ہیکل جانورون کو پانی مین رہنے سے بہت فائدہ ہوتا ہے آدمی غسل کرنے کے بعد ایک پونڈ پانی جذب کر لیتا ہے۔ چوہا اپنے جسم کے مساوی الوزن پانی اور گھی اپنے جسم سے پچاس گنا زیادہ وزنی پانی غوطہ کھانے کے بعد ساتھ رکھتی ہے۔ چھوٹے جانور زیادہ غذا کھاتے ہین اس لئے کہ انہتا انھین زیادہ کام کرنا پڑتا ہے چنانچہ چوہا ہر روز اپنے جسم کے تیسرے حصہ کے برابر غذا کھاتا ہے۔

جزائر برطانیہ مین سے ایک سال مین ۶۶۰۰ ایکڑ سمندر مین شامل ہو گئے اور اس کے معاوضہ مین اسے سمندر سے ۴۸۰۰ ایکڑ مین حاصل ہوئی۔

دنیا مین سب سے زیادہ جسامت رکھنے والی جاندار شے وہیل مچھلی ہے جس کی تہ گندک کی ہے اور جس کی لمبائی نوے فیٹ ہے اسکے وزن کی تحقیق نہین کی گئی ہے لیکن اتنی ہی لمبائی اور وہی رنگ رکھنے والے ماڑپیڈو کا وزن ۳۲ ٹن قرار دیا گیا ہے۔ سب وہیل گوشت خور

ہوتی ہین لیکن وہ سب مچھلیان جوان کی غذا ہوتی ہین نباتات سے غذا حاصل کرتی ہین چنانچہ مذکورہ بالا کی غذا کا جو اندازہ لگایا گیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک ایکڑ مربع عمدہ کھیت کی ایک پورے موسم کی گھاس کے ذریعہ سے جسقدر چربی اور کاربوہائڈریٹ حاصل ہوسکتا ہے اسیقدر اس کی روزانہ غذا ہے۔

حال مین ٹیمز پولیس کورٹ کے ایک مقدمہ مین دو توام بھائیون مسٹر جی ایچ بینکس اور مسٹر سی۔ وی بینگ نے بحیثیت میز قانونی حصہ لیا جن مین سے ایک نے مدعی کی جانب سے دوسرے نے مدعا علیہ کی طرف سے پیروی کی۔ مدعی اور مدعا علیہ بھی توام بھائی تھے اور وہ تینون قیدی بھی جو اس مقدمہ مین شریک تھے توام بھائی تھے۔

شہر ویلز کے شمالی حصہ مین ایک نئے شادی شدہ جوڑے نے ہنی مون گزارنے کا تہیہ کیا۔ سفر شروع کرنے سے پہلے یہ سمجھ کر کہ اپنی حالت کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش لاحاصل ہے اس مضمون کا سائن بورڈ کہ "وہ ابھی شادی ہوئی ہے" موٹر کی پشت پر لگالیا۔

واشنگٹن کے بارہ باشندون نے اس امر کی اجازت طلب کی ہے کہ گورنمنٹ کے اس رویہ کی مخالفت مین کہ مجرمون کو بجلی کے ذریعہ سے سزائے موت دیجاتی ہے۔ وہ خود اپنی جانین بجلی کی کرسی پر بیٹھکر تلف کرنا چاہتے ہین۔

انگلستان کے ایک معمر باشندے مسٹر سام آرکمبال نے ایک تجہیز و تکفین کرنے والے کو ۲۴۰ پونڈ کی قیمت کا ایک ایسا فولادی تابوت تیار کرنے کا حکم دیا ہے جس مین برقی آلات لگے ہوں۔ مسٹر کمبال نے واضح کیا کہ یہ ان کا عقیدہ ہے کہ موت کے بعد روح قیامت تک اپنے جسم کا طواف کیا کرتی ہے چنانچہ اس طرح وہ سب کچھ بذریعہ برقی سن سکین گے جو قیامت تک دنیا مین ہوتا رہیگا

سب سے زیادہ تیز تیرنے والی عورت، سب سے زیادہ تیز تیرنے والے مرد کے مقابلہ مین صرف ۸۵ فی صدی فاصلہ طے کرسکتی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ عورت اگرچہ قابلیت مین مرد کی ہمسر مان لی گئی ہے لیکن وہ مرد کے برابر طاقت صرف نہین کرسکتی دوڑنے مین عورت کی انتہائی رفتار مرد کے مقابلہ مین ۷۹ فی صدی ہے۔

یہ امر مسلم الثبوت ہے کہ دریائی جانور خشکی کے جانورون سے جسامت مین بہت زیادہ ہین لیکن یہ جدید دریافت حیرتناک ہے کہ وہ بڑی درخت خشکی کے درختون سے زیادہ بلند و قوی ہیکل ہین۔ ان درختون کو اوسی کے درخت کہا جاتا ہے اسلیے کہ یہ تقریباً ۱۰۰ فٹ بلند ہوتے ہین۔ اور تنہ کا قطر ۶ فٹ رکھتے ہین اور انسے رسی بنائی جاتی ہے اگر کسی سمندری مقام پر ان درختون کا جھنڈ بن جاے تو جہازرانی مین بڑی رکاوٹ پیدا ہو

جرمن کے ایک ماہر جراثیم خون نے سکون کے متعلق متعدد تجربے کئے انکا دعوی ہے کہ معدنی سکے بہ نسبت کاغذی سکونکے حفظان صحت کیلئے زیادہ مفید ہین ایک نوٹ مین جو عرصہ تک دست بدست چلتا رہا ۱۴۲۰۰ خون کے جراثیم پائے گئے اسکے برخلاف معدنی سکونکی صفائی اور ہموار سطح ان باریک جراثیم کو اپنے مین جذب نہیں ہونے دیتی۔ بہرصورت ان معدنی سکون کی وجہ سے بھی معرض خطر مین نہین پڑنا چاہئے اسلئے کہ وہ اگرچہ نوٹ سے زیادہ پاک صاف ہوتے ہین لیکن منہ مین رکھنے سے مضرت پہونچاتے ہین۔

روح سخن

جناب پنڈت برج نرائن صاحب چکبست بی اے ایل ایل بی ریڈر چیف کورٹ لکھنؤ

نہیں منظور جفا دوست شناس چارہ گر ہو کر
رہیگا پاسِ غیرت پردۂ زخمِ جگر ہو کر

شبابِ آخر ہے بزمِ عیش کی بس رات باقی ہے
جوانی خواب میں آتی ہے اب شمعِ سحر ہو کر

قفس کی آڑ سے محروم ہیں ہم آشیاں کیسا
پڑے ہیں در صحنِ باغ سے بے بال و پر ہو کر

جوانی میں اسی کی ابتدائے عشق کہتے ہیں
دوا کی فکر کرنا طالبِ درد جگر ہو کر

ازل کے دن مٹا دینا تھا اک مٹی کی مورت کو
جگائے جسنے فتنے آفرینش کے بشر ہو کر

نظر کے سامنے ہے شامِ ناکامی کا سناٹا
جوانی پھولوں کی ڈھل ہی چکی ہے دوپہر ہو کر

جگہ خالی کریں غنچوں سے شبنم کا اشارا ہے
چمن میں قافلہ پھولوں کا اترے گا سحر ہو کر

خدا کو حشر میں وہ بیگانہ کیا منہ دکھائینگے
جو دنیا میں رہے رحمت سے اسکی بے خبر ہو کر

مرے ماتم کدہ میں رات کا پردہ غنیمت ہے
اداسی اور بڑھ جاتی ہے اس گھر کی سحر ہو کر

عدم سے آئے تھے دنیا میں کیا معلوم تھا ہمکو
رہیگا ساتھ سودائے زندگی کا دردِ سر ہو کر

لئے دریا نے موتی لعل شجر نے لعل پھر نے
خریدا ہم نے سودائے دلِ الفت کا بشر ہو کر

طلوعِ صبح کیا ہے مرثیہ ہر رونقِ شب کا
اڑا ہے رنگِ رخ مہتاب کا نورِ سحر ہو کر

مقدر دیکھنا شبنم کا پھولوں میں ہنسی پیدا
پیامِ آیا فنا کا جلوۂ نورِ سحر ہو کر

فرشتہ حسن کا بیدار کرنے آنکو آیا ہے
جوانی کی امنگیں سو رہی تھیں بے خبر ہو کر

یہی اک راستہ باقی تھا اب اوجِ مراتب کا
بنے اہلِ نظر ہم دشمنِ اہلِ ہنر ہو کر

جناب بابو رگھوپت سہائے صاحب بی اے رئیس گورکھپور

دل مرحوم کے اٹھ جانے سے فریاد کرتے ہیں
فراقِ اُس پری رو کی تصور کر کے ہم یاد کرتے ہیں

تباہی سے تری میں یاد آنیوالے اے جفا پیشہ
تجھے ہم ایسے نازک وقت میں بھی کم نہیں کرتے ہیں

کسی کو آنکھ بھر کر دیکھنا لے دل قیامت ہے
مگر یہ کام ہم اب ہر جریدا دا کرتے ہیں

ہیں بیعجز بہت برباد یاں نکی بھلی ہے ہم
ہم اُنکے چاہنے والوں کو اکثر یاد کرتے ہیں

بتا اے عاشقی تجھکو قسم شامِ جوانی کی
کسی کے ہجر میں تو نکو کبھوں یاد کرتے ہیں

کلیجہ عشق کا بھی سُن کے اسکو کٹھ کا لگتا ہے
غمِ فرقت کے مارے شب کے جب فریاد کرتے ہیں

نہ پوچھو کس طرح کٹتی ہے زندان میں بہار اپنی
لہو دل کو یہ موسم ہائے برباد کرتے ہیں

کہاں لیجاتی ہیں پل مارنے میں وحشتیں سکو
جب اپنی آنکھوں والے کوئی ویران آباد کرتے ہیں

فراق اُس رات کی ہیبت بیان بھی کیا قیامت تھی
وہ رہ رہ کر تڑپ اُٹھنا ہم اتبکے یاد کرتے ہیں

جناب محمد صاحب بہار سکریٹری انجمن معین الادب لکھنؤ

ہر آہ میں مضمر ہے درد دل دیوانہ
سنئے جو سنا جائے مجھ سے مرا افسانہ

قابو میں نہیں رہتا مخمورئے الفت
دل کی حرکت بھی ہے اک لغزشِ مستانہ

اٹکھڑی ہوئی سانسوں سے چھیڑ نہیں اچھی
جاتی ہوئی دنیا ہے بس اے دلِ دیوانہ

آلام کی کثرت ہے برباد ی رمان سے
دل ہے مرا مابین آبادی و ویرانہ

جناب سید سراج الحسن صاحب سراج لکھنوی

قطرہ قطرہ خون کا دل میں تلاطم کوش ہے
واقعی کیا عشق اک کیفیتِ پُرجوش ہے

زندگی اور اُس پہ نازِ اعتبارِ زندگی
ہوش ہے یہ ہوش والے یا فریبِ ہوش ہے

ہمنشیں رازِ شکستِ دل کا افسانہ نہ سن
رہنے دے خاموش اگر یہ ساز خاموش ہے

کیفیاتِ ہوش سے وارفتہ ہو جانا پڑا
اب میں سمجھا بیخودی ہی انتہائے ہوش ہے

سانحاتِ غم سے ہے اے دل عبث فریاد و شور
جب حیاتِ مختصر رختِ فنا بر دوش ہے

ہاں پھر اک انگڑائی اُس میساختہ انداز سے
میں ترے قربان اُٹھنے والے خوابِ ناز سے

آپ اب جو چاہیئے کہیئے لبِ اعجاز سے
کہتے ہیں سب مے نیوالا بات ہی پر مر گیا

جیسے کچھ بیگانگی سی ہو گئی پرواز سے
ہو نشیمن یا نہ ہو بس قفس ٹھٹکنے کے بعد

جب صدائے در باش آئی حریمِ ناز سے
اک قدم بھی پھر نہ آگے بڑھ سکے اہلِ نیاز

یہ بھی وقف ہیں کہ میں معذور ہوں پرواز سے
اُڑ کے تنکے آشیاں کے مجھ تک آتے ہیں خوب

مستقبل عالم کی ایک جھلک

از حضرت فراق بی اے گورکھپوری

بابو گھورکھ سہائے صاحب فراق ایک ہونہار فرد ہین جنکو اردو علم ادب سے خاص دلچسپی ہے اور یہ ذوق خاندانی ذوق ہے انکے والد ماجد حضرت حالی آنجہانی مرحوم کے معاصرین مین تھے اور تمام عمر اردو زبان کی خدمت مین صرف کی مثنوی حسن فطرت مثنوی ہنگامۂ حسرت اور ایک کلیات انکی یادگار ہین بمقتضائے الولد سر لابیہ جناب فراق کو بھی وراثۃً شعر کا ذوق ملا ہندی کے مشہور رسالہ مادھری اور رسالہ زمانہ مین ان کے ہندی اور اردو کے مضامین اکثر شائع ہوتے ہین۔ ناظرین غالباً یہ نکتہ سے ناآشنا نہونگے آپنے ۱۹۱۷ء مین میور کالج سے بی اے پاس کیا اسوقت بھی آپکا کالج کے ممتاز طلبہ مین تھے ہماری خوش قسمتی ہو کہ ایسے افراد اردو کی خدمت کی طرف خاص توجہ کرتے ہین۔ ناظرین اس مضمون سے آپکے صحیح مذاق اور اردو ادب کی قابلیت کا اندازہ کر سکتے ہین آئندہ نمبر مین ہم آپکے حالات اور تازہ تصانیف سے ناظرین کو خوش کرتے رہینگے

ایڈیٹر

سائنس کی ایجادون اور اختراعات نے دنیا کو ایک بہت چھوٹی جگہ بنا رکھا ہے۔ سائنس کے کرشمہ ہین کہ سارے کرۂ عرض پر پھیلی ہوئی ہے انسانی آبادی کا نقشہ ہر آنکھ مین کھنچا ہوا ہے دنیا کی تصویر نگاہون مین پھر رہی ہے اجنبیت مفقود ہوتی جا رہی ہے اور تاریخ عالم مین شاید پہلی بار انسانیت کو اپنا مفصل اور مکمل احساس ہونے لگا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جہان انسانیت کا بکھرا ہوا شیرازہ سمٹتا آتا ہے وہان انسان کا دل وسیع ہوتا جاتا ہے گویا وسعت عالم سمٹ کر دلون مین سماتی جاتی ہے۔ تنگ دلی ہر قدم پر شکست کھاتی جاتی ہے۔ اس کا ناگزیر اور لازمی نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ تنگ محدود اور خود غرضانہ انفرادیت مفقود ہوتی جا رہی ہے۔

دلون کی تاریکی مین یہ احساس دبے پاؤن چور کی طرح آ کھڑا ہوا ہے تفریق کی دیوارین دھوئین کی طرح اڑتی جا رہی ہین۔ نیند کی ماتی دنیا اپنے ظلمت کدہ مین یہ مبارک خواب دیکھ رہی ہے۔

اتحادِ عالم۔ اخوتِ انسانی اب ایک بے معنی کلمہ نہین رہ گیا ہے بنی نوع انسان کی خود شناسی اب ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔ ہر دھڑکتا ہوا دل اس راز پنہان سے آشنا ہو رہا ہے کہ ہم ایک ہی ساز ہستی کے پردے ہین۔ دنیا کی تفرقہ انداز طاقتین اب دم توڑ رہی ہین بلکی نسلی۔ مذہبی اور طبقوی کشاکش اس گزرتے ہوئے منظر حیات کی الٹی سانسین ہین جسپر اس کی آخری رات بھاری ہو رہی ہے۔

پیشوایان تمدن کے ہاتھون جس مستقبل کی تعمیر ہو گی اس کی کچھ تفصیل کرنے کے پہلے ان طاقتون کا کچھ ذکر کر دینا ضروری ہے جو اب تک دنیا مین حاوی رہی ہین۔

ممالک یورپ مین دولت والے، ثروت والے، حکومت والے، اپنے ہموطنون مین مفلسون، مزدورون، کسانون کو اب تک اپنے حال پر چھوڑے ہوئے ہین ان ملکون مین اسوارہوس کے آبادی کا عظیم حصہ اعلیٰ اور اصلی تعلیم و تربیت سے روزگار سے اور کافی اجرت سے زندگی کو اعلیٰ لطیف اور معمور بنانے کے ذرائع سے قریب قریب بالکل محروم رکھا گیا ہے۔

ممالک یورپ کے مدبران نے خود کو بھی اور اپنے ہموطنون کو بھی اس خیال مین مبتلا کر رکھا ہے کہ ہر ملک کے مفاد مین باہم لازمی طور پر تصادم ہے۔ ایشیا اور افریقہ کے ممالک پر (جاپان کو چھوڑ کر) اور

بر اعظم امریکہ کے کچھ حصوں پر اہل یورپ کا تجارتی اور اکثر سیاسی تسلط ہے۔ اسی تسلط کو بڑھانے کے لیے یورپ کا ہر ملک ایک دوسرے کو مشتبہ نگاہوں سے دیکھتا ہے۔ اور پچھلی عالمگیر جنگ کی وجہ یہی حرص تھی

اس سیاسی اور تجارتی تسلط کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوا کہ مشرقی اقوام میں بھی کچھ جان آنے لگی ایشیا اور افریقہ میں۔ مصر میں۔ دیگر جزائر میں جہاں اہل یورپ اپنے سیاسی اور تجارتی تسلط کے بل پر جا بسے تھے اور امریکہ میں بھی۔ اہل یورپ میں اور ان ممالک کے اصلی باشندوں میں مساوات کا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ چند علماے تمدن کی راے میں اہل یورپ اور دیگر ممالک کے باشندوں کا تصادم (Conflict of Colours) موجودہ سیاست کا سب سے اہم مسئلہ ہوگیا ہے۔

اسکے ساتھ ساتھ دنیا کے چند مذاہب بھی ایسے ہیں جو اپنے پیروؤں کے اخلاق اور سیاست پر بہت برا اثر ڈال رہے ہیں۔ ان مذاہب کی رو سے وہ لوگ جہنمی ہیں اور ذلیل ہیں جو کسی خاص کتاب کو الہامی ماننے سے قاصر ہیں یا کسی خاص شخص کو پیغمبر نہیں مانتے یا کسی خاص شخص میں عقیدت رکھنا اپنے گناہوں کی بخشش کے لئے ضروری نہیں سمجھتے ہیں۔ جو ان شخصیتوں کو اور ان کتابوں کو مانے بغیر اچھے عمل کرتے ہیں اور اپنے دل میں ہر مخلوق کے لئے بلا تفریق مذہب و ملت بلا تفریق جنس، درد اور محبت رکھتے ہیں وہ ان مذاہب کے پیروؤں کی رو سے کسی حساب میں ہیں ہی نہیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا ہے کہ کسی نہ کسی وجہ سے جب تک دوسرے مذہب والے یا "لامذہب" لوگ اپنا مذہب نہ بدل دیں اور اول الذکر مذاہب پر ایمان نہ لائیں تب تک انکے ساتھ سیاسی تمدنی اخلاقی اور دلی موالات ناممکن ہے

ہمہ گیر برادرانہ جذبات کی شرط انسانی اخوت کی شرط ان مذاہب کی رو سے کسی کلمہ کسی کتاب کسی پیغمبر کسی خاص صفات کے ساتھ خدا کا ماننا ہے اگر یہ نہیں تو اخوت بھی نہیں ہمدردی بھی نہیں، برادرانہ جذبات بھی نہیں، انسانی اتحاد بھی نہیں۔

یہ چار طاقتیں یعنی طبقہ پرستی (یا غرض پرستی) ملک (یا قوم) پرستی نسلیت اور مذہب اتحاد عالم کے لئے سدراہ ہیں۔ انسانیت کی راہ میں یہ چار پتھر ہیں جو بنی نوع آدم کو ٹھوکر پر ٹھوکر کھلا رہے ہیں انہیں کی بدولت دنیا کی ڈیڑھ ارب انسانی آبادی میں نفرت اور عناد کی چنگاریاں اڑ رہی ہیں۔ اہل افلاس جن میں جفاکشی و پائداری اور کام کرنے کی صلاحیت کسی سے کم نہیں انگاروں پر لوٹ رہے ہیں ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہے، انسانیت کس پرسی کے عالم میں تڑپ رہی ہے۔

لیکن ہر ملک میں ایک طبقہ ایسے آدمیوں کا پیدا ہوگیا ہے جو طبقوی ملکی نسلی اور مذہبی تنگ خیالی کا شکار نہیں۔ انہیں کے ہاتھوں انسانیت پنپگی۔ انہیں کے ہاتھوں مستقبل کی تعمیر ہوگی۔ یہی آیندہ تمدن کے پیشوا ہیں۔

پہلی خصوصیت اس طبقہ کی یہ ہے کہ دنیا کی بہبودی ترقی اور فلاح پر لوگ ساری انسانیت کو بلا ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے کرنا چاہتے ہیں۔ وہ چیز صرف انتشار اور ویرانی ہے جو ایک ہی رنگ میں رنگی ہوئی ہوتی ہے۔ یہ طبقہ بلا تفریق طبقہ۔ ملک۔ قوم نسل و مذہب خالص انسانیت کی بنا پر برادرانہ جذبات کو ہر دلعزیز ابھارنا چاہتا ہے۔ لوگ دنیا کی تجارتی معاشی سیاسی اور تمدنی زندگی کو از سر نو اس طرح ترتیب دینا چاہتے ہیں کہ ہر فرد بشر کو اسکی فطرت اور مذاق کے موافق روزگار مل سکے اور ایسی اجرت مل سکے کہ اچھی اور پاکیزہ غذا۔ صاف پوشاک اچھے مکانات اچھے اور ضروری سامان علمی اور دماغی ترقی کے اور سیاحی کے موقعے ہر ایک کو مل سکیں، علوم و فنون صرف تفنن طبع کی چیزیں نہ رہیں بلکہ مکانات اور شہروں کی تعمیر اور تربیت میں انسانی خوبیوں کو بخشش بہ اشرت، چال ڈھال۔

حرکات و سکنات مین نظر آئین - اخلاقیات کی دنیا مین محض چند حرام، ممنوع، مکروہ افعال کی فہرست گنانا اور نار جہنم کا خوف دلانا مصلحان مستقبل کا کام نہوگا۔ بلکہ تعلیم و تربیت کے ذریعہ سے اور ہر ایک کے حالات مین انقلاب پیدا کرکے ہر ایک کو اعلیٰ صحت اور اعلیٰ ملت بنانے کی طرح کی سہولت ہر ایک کی راہ مین پیدا کرکے ہر جایز ضرورت پوری کرکے، ہر جذبہ کو تسلیم کرکے محبت ہمدردی اور آزادی کی فضا پیدا کرکے ہر ایک کے جسم - دل اور دماغ مین کس بل پیدا کرکے لوگون کے مذاق کو سنوار کے اخلاقیات کے عالم مین انقلاب پیدا کیا جاے گا - افلاس دور ہونے پر تفکرات دور ہونے پر توہمین آمیز رسمون سے اور لوگون کی ہیچ نگاہی سے بچکر کون ہے جس کی حمیت بیدار نہ ہو جائے گی - کیا لوگون کو اپنے حال پر چھوڑ دینے سے گناہون کی فہرست مرتب کرنے سے نار جہنم کے خوف سے وحشیانہ سزائین دیکر ان کو خوش اخلاق بنایا جاسکتا ہے -؟

خوش حالی - تربیت تعلیم حمیت اور سلیقہ مندی کی فضا مین انسان انسان بن سکتا ہے - ہر ملک کی سیاست پر اس اصول کا اثر پڑ رہا ہے حکومت کا فرض چند اہل دولت اور بہت سے مفلسون کی جان مال کی محض حفاظت کرنا اب نہین رہ گیا - بلکہ ہر فرد کی زندگی کو خوش حالی، تربیت تعلیم حمیت حسن و لطافت عطا کرنا اور ان صفات سے ہر ایک کی زندگی کو مزین کرنا اب حکومت کا کام تسلیم کیا جانے لگا ہے اگرچہ پوری طرح عمل مین یہ اصول ابھی نہین لائے گئے - لیکن اب یہ مان لیا گیا، کہ مفلسی بے کاری کثیف فطرت، بد اخلاقی اور جرائم و جہالت کی ذمہ داری ان پر نہین جو اپنے حال پر چھوڑ دئے گئے ہین اور ان برائیون کے شکار ہو گئے ہین - اب وعظ کا دور ہو چکا عملاً ہمدردی کا دور آرہا ہے - شاعر کا یہ طنز اخلاقیات کے بارے مین دور گزشتہ کی یادگار رہے گا ؎

واعظو آتش دوزخ سے جہان کو تم نے
یہ ڈرایا ہے کہ خود بن گئے ڈر کی صورت

مذہب کے معاملے مین ہمین عظیم انقلاب کے لئے تیار ہو جانا چاہیے - معاشرت تعلیم - اخلاق اور تمدن مین جن انقلابون کا ذکر کیا جا چکا ہے انکا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ جن قوموں مین اوہام پرستی روح پرستی حیوان پرستی - درخت پرستی - دریا پرستی قبر پرستی - دیا پرستی اشیا پرستی جاری ہے جو ان اشیا سے مصیبتون سے بچنے کے لئے دعائین کرتی ہین اور انہین خوش کرنا چاہتی ہین وہ قومین ان توہمات سے آزاد ہو جائین گی - اسلام اور انسانیت نے بودھ مذہب نے ہندو رشیون نے ان اوہام پرستیون کو دور کرنے کی کوشش کی لیکن معاشرت تعلیم و تربیت مین خانگی اور سوشل فضا مین تبدیلی نہ کر سکنے کی وجہ سے ان مین سے کوئی اپنے عام پیرون کو اوہام پرستی سے نجات نہ دلا سکے بدحالی اور جہالت ان کی کوششون کے بعد اپنا رنگ لائی اور ان کی تعلیمین دہری رہ گئین - انسانیت کا اوسط اونچا نہین کیا جا سکا خاصکر دنیا کی نصف آبادی یعنی عورتین ایسی تاریکی مین رکھی گئین کہ تعلیم اور تربیت سے ان کو اس طرح معرا رکھا گیا کہ جن گھرون کے مرد ہمہ اوست اور وحدت وجود کے دقایق پر بحث کرتے ہین ان گھرون کی عورتین طاعون چیچک - ہیضہ - سیلاب کی دیوی دیوتاؤن کی پرستش مین محو ہین بھوت پریت اور ارواح کی خوشامدین کر رہی ہین - درختون ندیون اور قبرون کی دیوی دیوتا سے مرادین مانگ رہی ہین - حضرت مریم کی - مقامی جنات اور ارواح کی پرستش کا بازار نسوانی دنیا مین گرم ہے - منتین مانگی جا رہی ہین اور نہ جانین کس کس سے - اعلیٰ پیمانہ پر دماغی ترقی ہونے سے علم کو عام کرنے سے فطرت مین انقلاب ہوگا اور آدھی انسانیت ان مکروہات سے جبھی نجات پا سکے گی -

اس کے ساتھ طرز معاشرت اور تمدن پر زندگی کے مختلف

شعبون پر مذہب کی حکومت نہ رہ سکے گی۔ مذہب کے نام پر کسی آقا یا پیغمبر یا شاستر کی دہائی دیکر تعلیم سیاست۔ تمدن معاشرت کی تنظیم اور تربیت نہ دی جا سکے گی مصلحت مفاد آسایش اور بہبودی کی کسوٹی پر یہ سب جانچے جائین گے۔

یہ چیزین مٹ جائین گی تو انکی جگہ کونسی شے لیگی۔ جسے مذہب کہین وہ شے ہوگی ایک ایسی حقیقت کا احساس جو لفظون مین ادا نہین کی جا سکتی وہ حقیقت جو سلامتی طمانیت ہمیشگی اور وجود کا سرچشمہ ہے یہ احساس فطرتون کے جداگانہ ارتقاء کے مطابق ہر ہستی مین نمایان ہوگا۔ دنیا کی برگزیدہ ہستیون مین ہر مذہب وملت والون مین اکثر بادی النظر مین گمراہ اور گناہ گار ہستیون مین یہ احساس نمایان ہوگا جو یہ احساس جس مین جتنا گہرا ہوگا جتنا مستحکم ہوگا اس کی ہستی اتنی ہی لطیف پرکیف شوخ اور پرزور ہوگی۔ یہ احساس خوش حالی۔ فرصت تعلیم وتربیت عام ہونے پر فنون لطیفہ کے ذریعہ سے عوام کو نصیب ہوگا جسمانی درد رفع ہونے پر روحانی درد اٹھ سکے گا۔ اب یہ الگ بات ہو کہ اس حقیقت کو ہم خالق رحیم جبار وقہار مانین اور سزا وجزا دینے والا مانین۔ کتابون اور پیغمبرون کو بھیجنے والا مانین یا ان مین سے کچھ بھی نہ مانین یہ اپنی اپنی طبیعتون کے رنگ پر منحصر ہوگا۔ کوئی اسے شخصیت سے معرا مانے گا۔ کوئی نہین مانے گا۔ یہ سب اپنی اپنی پہونچ کی بات ہے ساتھ ہی نجات کی بحث بھی ایک بے معنی شے ہو جائے گی جب نجات کی بحث بے معنی ہو جائے گی تو کسی پیغمبر کی امت مین شریک ہونا، کوئی کلمہ پڑھنا کسی کتاب کو الہامی ماننا کسی خاص صفات کے خدا کو ماننا اس وجہ سے نہین کہ آزادانہ طور پر سمجھ کے اور احساس کرکے ہم انہین مانتے اور کرتے ہین بلکہ نجات کے لئے۔ ایسا ہونا مستقبل کی آزاد فضا مین ناممکن ہو جائے گا۔ ہان اپنی اپنی سمجھ کے موافق اور غور کے بعد لوگ اپنی اپنی راے رکھین گے اور ان امور مین اختلاف راے اتحاد عالم اور ہمہ گیر برادرانہ جذبات کو کمزور نہ کر سکین گے۔ آج بھی ہر ملت مین ایسے صاف دل اور روشن خیال لوگ موجود ہین جو ان معاملات کو انسانی اتحاد و باہم خلوص ومحبت کی شرط نہین سمجھتے جہان حقیقت اور شرافت کسی خاص ملک کسی خاص قوم یا کسی خاص مذہب اور امت مین محدود نہین ہر ملک مین قابل احترام ہستیان پیدا ہوئی ہین اور ہو رہی ہین۔ آنکھ والے کے لئے ہر پیکر انسانی قابل احترام ہے

ہر کہ بینی بان کہ مظہر اوست

چنانچہ کسی مخصوص ہستی کی امت کی بنا پر کسی خاص عقائد کی بنا پر انسانیت مین تفرقہ انداز مذاہب کا مٹنا لازمی ہے۔ شاعر کہ گیا ہے ؎

ہم موحد ہین ہمارا کیش ہے ترک رسوم
ملتین جب مٹ گئین اجزاے ایمان ہو گئین

پیغمبرون رشیون اور برگزیدہ ہستیون کے لئے ہر فرد بشر مین عام احترام ہوگا اور روشن ہستیان عظمت کی نگاہ سے دیکھی جائین گی۔ لیکن اتحاد عالم اور عالمگیر برادرانہ جذبات کا احساس کسی خدا کسی پیغمبر کسی کتاب کسی مذہب کے ماننے پر مبنی نہین ہے۔ یہ جذبات واحساس ہماری عریان انسانیت کے لازمی نتیجہ ہین۔ عریان انسانیت اپنے پاؤن پر کھڑی ہونے والی ہے وہ اپنے بل پر خاص اپنی کیفیتون سے اپنے آپ کو سنوارے گی۔ خوش حالی علمی ترقی اتحاد وحیرت فنون لطیفہ اور ذاتی احساسات کی پھولی پھلی دنیا عریان انسانیت کو مزین کرے گی۔ اور پرکیف بنائے گی۔ انسانیت اپنی توحید کا ڈنکا بجا کر رہے گی۔

یہی انسان کی ہے معراج کہ انسان ہو جائے

(رگھوپت سہاے فراق)

تاریخ جرمنی

ہمارے محترم دوست محمد خلیل صاحب فاروقی بی اے (علیگ) نے ذیل کا مضمون اپنے لطف و کرم سے "مرقع" کے لئے عنایت کیا ہے۔ یقین ہے کہ یہ مضمون ناظرین مرقع کے لئے خاص دلچسپی اور نئی معلومات کا باعث ہوگا۔ آپکو اپنے زمانۂ طالبعلمی میں علم تاریخ سے بیحد شغف رہا ہے اور ابتک اس سے وابستگی باقی ہے آپکے سینۂ مطالعہ میں بڑی بڑی تاریخیں رہا کرتی ہیں ملیکن جرمنی اور فرانس کی تاریخوں سے خاص طور پر دلچسپی ہے۔ ایک عرصہ سے خلیل صاحب بانی اردو میں تاریخ جرمنی لکھ رہے ہیں اور اسکا ایک معتد بحصہ لکھ بھی چکے ہیں۔ ہم شان سے یہ مضامین خاص مرقع کے لئے حاصل کرتے رہینگے، اور ایکٹ تک ناظرین مرقع کے لئے سامان دلچسپی ہونگے۔

زبان اردو میں ابھی تاریخوں کی بہت کمی ہے۔ دارالترجمہ حیدرآباد اپنے انتہائی انہماک کے ساتھ اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور ہمیں یہ دیکھتے ہوئے خوشی ہوتی ہے کہ اکثر مفید تاریخیں اس مرکز علم و ادب سے عالم ظہور میں آرہی ہیں۔ ایک ملک و قوم کو اپنا معیار زندگی بلند کرنے کے لئے اور اپنا وجود و صفحۂ ہستی پر نمایاں کرنے کے لئے دیگر اقوام و ممالک کی تاریخوں کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ یورپ کے ہر شعبۂ زندگی میں موجود ترقیاں اسکی شاہد ہیں کہ یورپ نے کس طرح دیگر اقوام (جو اس سے پہلے متمدن و تہذیب یافتہ تھیں) کی تاریخ سے فائدہ اٹھایا۔ ملک و مسٹر یونان کو قدیم تمدنی معاشرتی علمی و سیاسی خرمنوں سے خوشہ چینی کرنے کے بعد آج یورپ فضائے ترقی و کمال پر بلند پرواز دکھا رہا ہے۔

"تاریخ جرمنی" بھی اپنی نوعیت میں ایک غیر فانی مثال ہے اسکا مطالعہ بھی بہت کچھ سبق آموز ہو سکتا ہے۔ اپنی ابتدائی تاریخ سے زمانۂ حاضرہ تک جرمنی کو اپنا وجود قائم رکھنے کے لئے بڑے بڑے صعوبات اور مشکلات کا سامنا رہا ہے۔ اس میں جو مختلف سیاسی دلکش انقلاب ہوئے جن سے انکی ہستی اکثر معرض خطر میں آگئی ہے انکی مثال کسی دوسری جگہ مشکل سے ملتی ہے لیکن جو بات قوم نے اس شریف جوہر آزادی اور خودداری کا بھی طرح حاصل کر لیا تھا جو ہر قوم کے نفوس میں مضمر ہے اس نے اس میں اپنی ہستی اور ذلت کی گہرائیوں سے ابھر کر دنیا میں معراج کمال حاصل کرنے کے صفحات عالم پر اپنی زندہ مثال قائم کر دی۔ خلیل صاحب نے اپنے بسیط مضمون میں تاریخ جرمنی کی ابتدا سے لیکر جنگ عالمگیر ۱۴-۱۹ء تک بہت ہی مفصل حالات نہایت عرق ریزی اور وسیع مطالعہ کے بعد قلمبند کئے ہیں جو انشاء اللہ قوم و ملک کے لئے بہت کچھ مفید ثابت ہونگے۔ مدیر

دیباچہ

جرمنی کی تاریخ کو بلحاظ چند وجوہات تمام دیگر ممالک کی تاریخوں پر فوقیت و امتیاز حاصل ہے گو یہ کہا جاتا ہے کہ تاریخ یورپ کے مطالعہ کے لئے پہلے تاریخ فرانس سے آگاہ ہونا نہایت ضروری ہے اس لئے کہ انقلاب فرانس نے آزادی کی روح تمام یورپ میں پھونکدی لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس آزادی کی لہر بجز اٹلی کے سوا اور کسی ملک سے اٹھی وہ یہ آزادی امریکن انقلاب کی صدائے بازگشت تھی۔ ناکہ فیصلہ کے ایک برجستہ سپاہی نے نسوں فرانس پر شور مچایا اور اسکے اہم کارنامے ملک فرانس ہی سے متعلق تھے لیکن اسکے ثبوت دیر پا ثابت نہیں ہوئے۔ فرانس کی ہاک گو تمام یورپ و ایشیا پر بندہ گئی تھی لیکن واٹرلو کے ایک ہی حملے نے میدان اثر یورپ میں عظمی کی سلطنت کا شیرازہ بکھیر دیا۔ اس شکست کے بعد یورپ میں فرانس کی وہی اثر بالکل زائل ہو گیا۔ اور پھر فرانس نے یورپ کو اپنے تخت میں رکھنے کی ایک عرصہ تک کوشش نہیں کی (صلحنامہ ورسیلز اور لوکارنو کے سمجھوتہ سے اس وقت کوئی بحث نہیں ہے)

ضرور ہے کہ فرانس کو اس لحاظ سے تمام دنیا کا استاد رہنما تسلیم کیا جاتا ہے کہ اس نے دوازات زندگی میں طرح طرح کے تکلفات اور تمدن حاضرہ کے نئے نئے طریقے ایجاد کئے جسکو ہر قوم اور ہر ملک نے بشرچشم منظور کر کے اسکی تقلید کی۔ اسکے علاوہ مرد یوم فرانس نے بہترین دماغ موخلا سفر پیدا کئے ہیں جنکے خیالات رنگین سے تمام یورپ مستفیض و مستفید ہوا ہے۔ اگرچہ یہ سب باتیں تاریخی اہمیت رکھتی ہیں مگر محض یہی کافی نہیں ہیں جنکی وجہ سے اس ملک کو دنیائے تاریخ میں کوئی امتیازی عظمت حاصل ہو سکے کیونکہ تاریخ اسی ملک کی دلچسپ ہوتی ہے جو زندگی کے ہر پہلو پر نظر ڈالتی ہوا آئندہ نسلوں کو جسکا مطالعہ باعث تقویت اور ملک کے لئے موجب فلاح و بہبودی ہو۔

سرزمین جرمنی پر متعدد معرکۂ آرا لڑائیاں ہوئی ہیں جنکے اختتام کے بعد محض رہبری کے نقشے میں نہیں بلکہ تمام ایشیا و امریکہ کے نقشوں میں بھی تبدیلیاں واقع ہوگئی ہیں۔ تاریخ یورپ کی دو بڑے عنصر Papaoy and Empiire پاپیسی اور ایمپائر جرمنی سے وابستہ ہیں۔ شارلس کے عہد سے لیکر فرانس دیم کے زمانہ تک Empiire جرمنی ہی میں رہی۔ اور اسکو پاپیسی و راٹمی کے معاملات میں ہمیشہ زیادہ دخل رہتا تھا۔

Reformation (عہد اصلاح و تبلیغ) کا طوفان سرزمین جرمنی ہی سے اٹھا جسکا بانی Luther لوتھر جرمنی کا باشندہ تھا جس سے اہل جنگ جس نے عیسائی دنیا میں دو فرقے پیدا کر دیئے اسی ملک میں ہوئی اور صلحنامہ ویسٹفالیا نے تمام یورپ کے نقشہ کو تبدیل کر دیا۔ اگر ہم شخصیت کو غور کریں تو جرمنی کو تمام ممالک کی شخصی حیثیت کے صف اول میں نمبر ۱ اور تمام ارکان پائیگا

(باقی آئندہ)

شوق، شوق، شوق

جناب پنڈت جگموہن ناتھ رینہ صاحب شوق دریبا ئرڈ ڈپٹی کلکٹر

سامنے ساغر ہے معمور و پیمانہ لبھے
بزم رندانہ رہے۔ ساقی میخانہ لبھے

دل کے پردے مین نہان تصویر جانانہ رہے
کچھ دنون تو بیخودی مین تیرا دیوانہ لبھے

آہ سوزان کو مبارک دل کا غم خانہ رہے
کچھ دہوان اٹھتا رہے آباد ویرانہ لبھے

محو حیرت مین رہا کچھ ایسا شوق دید مین
کچھ نہ دیکھا گو وہ دل مین بے حجابانہ لبھے

اک بلاکش کو اٹھے دنیا سے مدت ہوچکی
جانیوالے کا کہانتک یاد افسانہ لبھے

وقت رخصت یہ عاساتی کو دیکر سم اٹھے
جلوہ گاہ درخت رز تیرا یہ میخانہ ہے

ایسی جلدی کیا ہی رہنے دو۔ نہ کھینچو تیر ابھی
کچھ دنون تو اب دل بیکان مین یارانہ لبھے

شمع کو ہی خاطر پروانہ گر مد نظر
پردہ فانوس مین بھی بے حجابانہ لبھے

شوق جادہ شوق سے مسجد مین تم ہر نماز
ہو نہ ترک وضع سب انداز مستانہ لبھے

جناب سید وحی صاحب شوق بلگرامی

تم نے پوچھی نہ کچھ کبھی دل کی
دل کی دل ہی مین رہ گئی دل کی

نہ کبھی آپ نے سنی دل کی
نہ کبھی مین نے کچھ کہی دل کی

ہوگا روشن ضمیر پیر مغان
باتین تبلاتے ہین ولی دل کی

دلدہی شرط آدمیت ہے
قدر کرتا ہے آدمی دل کی

تیرا تیر نگاہ ہے دلدوز
اس سے مشکل ہے جانبری دل کی

گر ہوا و ہوس سے خالی ہو
بات ضایع نہو کبھی دل کی

دل کے گاہک ملتے ہین یہان بہت
ہو جہان مین مگر کمی دل کی

دلدہی سے نہ پوچھی خواہش دل
تم نے خاطر کبھی نہ کی دل کی

بڑھ گئی اور **شوق** حسرت دل
نکلی حسرت بھی گر کوئی دل کی

از جناب ڈاکٹر ہادیو پرشاد صاحب شوق لکھنوی

کٹی ہین روز کے غم کی راتین تڑپ تڑپ کر سحر ہوئی ہے
نہ پوچھیے حال مجھ حزین کا یہ عمر یونہین بسر ہوئی ہے

پھری ہی مجھ سے شرہ کچھ ایسی کہ پھر نہ چھپی نظر ہوئی ہے
جو میرے دامن مین کھٹک ہی تھی وہ مہا پس خیشر ہوئی ہے

اٹھے تھے تربت سے شادمان ہم بڑا بہو کا ہوا شبخم
چمک تہی در جگر کی ہمدم اسیکو سمجھ سحر ہوئی ہے

نظر تکر ہستی و عدم پر کہان کے فتنے کہان کا محشر
جہانکی تہ بھی نظر ہوئی ہے ادہر کی دنیا ادہر ہوئی ہے

ہنسے ہین شمع محفل کے چلے مین بجلی سی گر ایک
شبیر جسکی ہین میری آہین ہے شکے ہین سیر کے لالے

فراق کی شب کچھ ایسی ہی کٹی ہے کاٹے سے تا قیامت
جبا یا خورشید حشر سر پر تو ہم یہ سمجھے سحر ہوئی ہے

کچھ آنکھ نرگس کی بھی اڑی پر نم چمک ہی ہین کچھ شبنم
چمن مین اسکا ہو آج تا م گلو نہین جسکی بسر ہوئی ہے

نہ کام دیگی جو آہ میری، کہے گی اُن سے نگاہ میری
کہانی اے شوق درد و غم کی۔ اب اسقدر مختصر ہوئی ہے

تاریخ اجرائے مرقع

عطیۂ افصح الفصحا استاذی حضرت حمد نگرامی لکھنوی مدظلہ

مقبول خود ہین دل صل مرقع یہ جن کا ہے
دہوم اسکی چار سمت زمین و زمان مین ہو

تاریخ لکھد و حمد تم اس کے شیوع کی
مقبول یہ مرقع شاعر جہان مین ہو

۱۳۴۴

رباعی اثر

جناب پنڈت جگموہن ناتھ صاحب رینہ شوق دریبائرڈ ڈپٹی کلکٹر

رباعی

جناب سید وحی صاحب شوق بلگرامی

دل کی دل ہی مین رہ گئی دل کی
نہ کبھی مین نے کچھ کہی دل کی

باتین تبلاتے ہین ولی دل کی
قدر کرتا ہے آدمی دل کی

اس سے مشکل ہے جانبری دل کی
بات ضایع نہو کبھی دل کی

ہو جہان مین مگر کمی دل کی
تم نے خاطر کبھی نہ کی دل کی

نکلی حسرت بھی گر کوئی دل کی
بڑھ گئی اور شوق حسرت دل

از جناب ڈاکٹر ہادیو پرشاد صاحب شوق لکھنوی

کٹی ہین روز کے غم کی راتین تڑپ تڑپ کر سحر ہوئی ہے
نہ پوچھیے حال مجھ حزین کا یہ عمر یونہین بسر ہوئی ہے

پھری ہی مجھ سے شرہ کچھ ایسی کہ پھر نہ چھپی نظر ہوئی ہے
جو میرے دامن مین کھٹک ہی تھی وہ مہا پس خیشر ہوئی ہے

اٹھے تھے تربت سے شادمان ہم بڑا بہو کا ہوا شبخم
چمک تہی در جگر کی ہمدم اسیکو سمجھ سحر ہوئی ہے

نظر تکر ہستی و عدم پر کہان کے فتنے کہان کا محشر
جہانکی تہ بھی نظر ہوئی ہے ادہر کی دنیا ادہر ہوئی ہے

ہنسے ہین شمع محفل کے چلے مین بجلی سی گر ایک
شبیر جسکی ہین میری آہین ہے شکے ہین سیر کے لالے

فراق کی شب کچھ ایسی ہی کٹی ہے کاٹے سے تا قیامت
جبا یا خورشید حشر سر پر تو ہم یہ سمجھے سحر ہوئی ہے

کچھ آنکھ نرگس کی بھی اڑی پر نم چمک ہی ہین کچھ شبنم
چمن مین اسکا ہو آج تا م گلو نہین جسکی بسر ہوئی ہے

نہ کام دیگی جو آہ میری، کہے گی اُن سے نگاہ میری
کہانی اے شوق درد و غم کی۔ اب اسقدر مختصر ہوئی ہے

تاریخ اجرائے مرقع

عطیۂ افصح الفصحا استاذی حضرت حمد نگرامی لکھنوی مدظلہ

مقبول خود ہین دل صل مرقع یہ جن کا ہے
دہوم اسکی چار سمت زمین و زمان مین ہو

تاریخ لکھد و حمد تم اس کے شیوع کی
مقبول یہ مرقع شاعر جہان مین ہو

۱۳۴۴

رباعی اثر

جناب پنڈت جگموہن ناتھ صاحب رینہ شوق دریبائرڈ ڈپٹی کلکٹر

رباعی

جناب سید وحی صاحب شوق بلگرامی

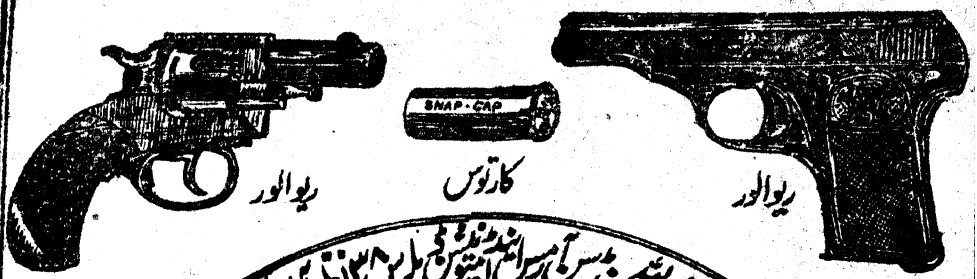
قطعہ لسان القوم حضرت صفی لکھنوی

شاعری کیا ہے؟ عرضِ صورتِ خیال — حُسنِ تخیل پر ہے جس کی اساس
بے تکلف جو ہو تو ہے بلور — بے تکلف نگینہ الماس
حُسنِ صنعت کو اسمیں دخل نہیں — درد دل ہے جسے بھی آئے راس
جانگداز اک داغ سوزیِ فکر — وہی شاعر ہے دل ہو جس کے پاس
نقلِ فطرت ہے شاعری در اصل — محض صنعت جو ہو خلافِ قیاس
ہوگی صورت کشی بہ حسبِ مُراد — ذہن شاعر اگرچہ ہے عکاس
شاعری صرف اُسی کو زیبا ہے — نوعِ انسان کا ہو جو نبض شناس
یوں تو ہے شاعری کی یہ کثرت — جیسے اُگتی ہے مرہلوں کی گھاس
ملک اس درجہ قدر دانِ سخن — کہ ہے تمغائے شاعری افلاس
پھر بھی نادر ہوئے ہیں اک چرخہ — جنکے قبضہ میں سوت ہے نہ کپاس
کاغذی پھول اگرچہ ہیں خوش رنگ — اُن میں مانندِ گل کہاں بُو باس
کم ہیں ایسے جرائد ادبی — کہ فرائض کا ہو جنہیں احساس
دیکھیں اہلِ نظر "مرقع" و "صیقل" — ہے جو شیرازہ بندِ ہوش و حواس
ہے "مرقع"، کہ نقشِ بوقلموں — یا مذاقِ سلیم کا مقیاس
حُسنِ ترتیب ہی سے ظاہر ہے — مہتمم کی ذکاوتِ احساس
ہم بغل حسنِ معنی و صورت — جیسی تصویر ویسا رنگِ لباس
دل نے چاہا حقیقی کہ تمہیداً — سال اجرا ہو زینتِ قرطاس
اولاً میں نے دل سے عذر کیا — جب یہ دیکھا کہ ہو رہا ہے اُداس
دیدیا کہہ کے مصرعِ تاریخ — نقشِ دلکش مرقع احساس ۱۳۴۴

آئینۂ "مرقع"

حضرت محشر لکھنوی

"مرقع" کیا ہے آئینہ ادب کا — نمایاں علم کا جس سے ہے جلوا
"مرقع" آئنہ مضمون جوہر — صفائی کے عیاں ہیں جس سے دفتر
"مرقع" محفلِ اہلِ قلم ہے — کہ نظم و نثر کا دفتر بہم ہے
"مرقع" جلوہ زارِ طورِ معنی — نگاہِ معرفت مشکورِ معنی
"مرقع" مخزنِ اسرارِ حکمت — "مرقع" معدنِ اسرارِ حکمت
یہ اک گلدستۂ ارباب فن ہے — چمن ہے اور کیا رنگین چمن ہے
نمایاں ہے قلم کی سحر کاری — فروزاں کوکبِ معجز نگاری
خموشی میں بیان کی شکل پیدا — ہر اک نکتے میں سو معنی ہویدا
حکیمانہ روش پر شانِ تحریر — ہر اک جملے کو کہیے جانِ تحریر
"مرقع" یہ ہے یا تصویرِ محبوب — کہ عکسِ افگن ہوئی تنویرِ محبوب
فروغِ محفلِ علم و عمل ہے — تجلی دل علم و عمل ہے
بہار اندر بہار اک اک چمن ہے — کہ رخسارِ نگار اک اک چمن ہے
"مرقع" شرحِ عشق و حسنِ جانان — عیاں ہیں سیکڑوں جذباتِ پنہاں
کمالِ فن کا مرکز ہے یہ دفتر — جواہر ہیں ہو تو کھل جائیں جوہر
کہیں سوز و گداز یا طنی ہے — کہیں راز و نیاز یا طنی ہے
کہیں ہے واردات دل کا احوال — کہیں خلوت کہیں محفل کا احوال
کہیں جہانِ طور کا ذکر — کہیں سعیِ نامشکور کا ذکر
کہیں ذکرِ مجازی و حقیقی — کہیں تفصیل سے یہ بھی ہے وہ بھی
کہیں طولِ شبِ فرقت کا شکوہ — کہیں کوتاہیِ قسمت کا شکوہ
کہیں میرنگیِ دنیا کے قصے — کہیں آہ فلک پیما کے قصے
کہیں کوشش ہے اصلاحِ زبان کی — کہ نکلے راہ تا شیرِ بیان کی
فنِ تاریخ کا مبسوط دفتر — کہ معلومات سے ملو سراسر
پئے اصلاحِ فن نکلا "مرقع" — کہ اُردو کا ہے اک دریا "مرقع"
اڈیٹر اُس کے وصیل بلگرامی — ادیبِ نکتہ داں مشہور و نامی
کمالِ فن کے شیدا خود بھی کامل — یہ رکھتے ہیں معانی آشنا دل
لکھو تاریخ محشر دل ہے بیتاب — مرقع منظرِ اسرار نایاب ۱۳۴۶
قلم سے سالِ ہجری بھی ہو موضوع — مرقع ہے نگارستانِ مطبوع ۱۳۴۶



ریوالور کارتوس ریوالور

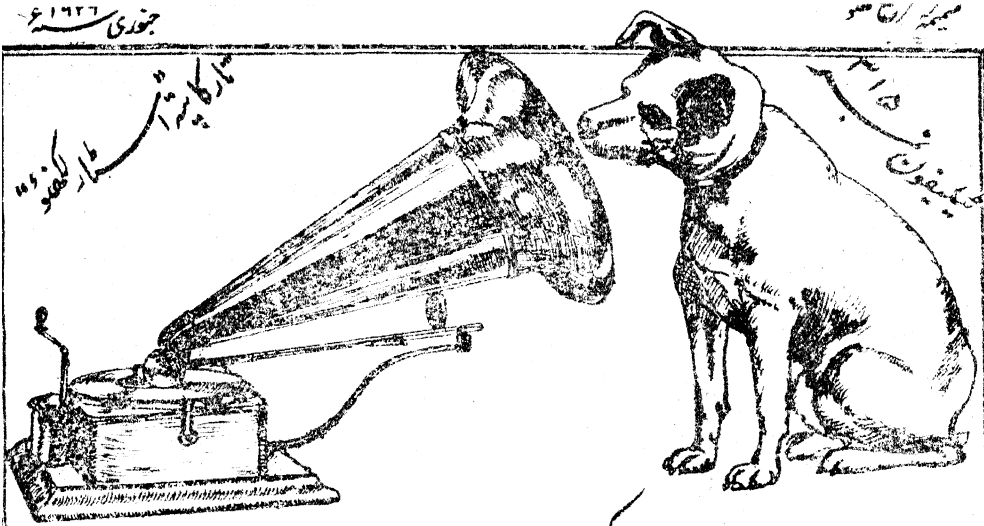
حافظ انعام اللہ اینڈ سن آرمس اینڈ ایمونیشن مینوفیکچرر ۳۸ نظیر آباد لکھنؤ

ہر قسم کی بندوقین۔ رائفل۔ ریوالور۔ پستول۔ اسٹک گن۔ تلوارین۔ چھرے اور بلم وغیرہ نیز کارتوس۔ چھرہ۔ بارود اور جملہ سامان شکار تمام کارخانوں سے ارزان اور مناسب قیمت پر مرقومۂ بالا کارخانہ سے دستیاب ہوتا ہے۔ تمام راجہ مہاراجہ تعلقداران رؤسا اور دیگر لائسنس یافتہ حضرات پچیس سال سے برابر اس کارخانہ کی امداد اور قدردانی فرماتے رہتے ہین۔

آرڈر کے ساتھ کم از کم چہارم قیمت آنے پر بقیہ مال بذریعۂ وی۔ پی۔ روانہ کردیا جاتا ہے۔ وہ حضرات جو مستثنیٰ ہین اُن کو نمبر اور تاریخ نوٹیفکیشن جس کے ذریعہ سے گورنمنٹ نے مستثنیٰ کیا ہے فرمائش کے ساتھ دستخط کرکے بھیجا کرین۔ لائسنس دار صاحبان کو فرمائش کے ساتھ اپنا لائسنس بھیجنا ضروری ہے جو انکو بعد اندراج ضروری واپس کردیا جائیگا۔ ایک مرتبہ ضرور آزمایش فرمائیے

مفصل فہرست مفت

منیجر حافظ انعام اللہ اینڈ سن آرمس اینڈ ایمونیشن مینوفیکچرر ۳۸ نظیر آباد لکھنؤ



گراموفون کمپنی کے ایجنٹ لکھنؤ میں

سلطان کمپنی نمبر ۴۰ (چالیس) امین آباد پارک میں ہیں

جو ہر قسم کے

گراموفون و نئے گانوں کا عمدہ اسٹاک رکھتے ہیں

آپ بھی تشریف لاکر یا فہرست منگا کر سرفراز فرمائیے

مشہور عالم دواخانہ معدن الادویہ کے چند ترقی یافتہ مجربات زیر سرپرستی

جناب مسیح الملک حکیم سید فضل علی صاحب عرف میر نضاقت قبلہ

معجون مغز سر کبخشک نر ۔ دل و دماغ اور اعصاب کو قوت دیتی ہے باہ کو بے انتہا قوت بخشتی ہے اعضائے رئیسہ کی کمزوریون کو دور کرتی ہے ۔ اس معجون کی شہرت بہت ہو چکی ہے اور اسقدر مزاج کے موافق ہوتی ہے کہ ایک مرتبہ استعمال کرنے کے بعد لوگ بار بار طلب کرتے ہین یہ معجون دواخانۂ معدن الادویہ ہی مین بنتی ہے اور یہین سے مل سکتی ہے پہلے ایسی چیزین ہزار دن روپیہ صرف کرنے پر روا سکہ حاصل ہو سکتی تھین مگر اب اس دواخانہ کی بدولت ہر شخص کو فائدہ اٹھانیکا موقع حاصل ہے قیمت کس خوراک مع محصول ڈاک ۱۲ ہے

حب کیمیائے عشرت ۔ رقت اور سرعت کو دور کرتی ہین باہ کو قوت اور مادۂ تولید کی خرابی کو دور کرتی ہین ۔ جریان کے واسطے اکسیر ہین اور خوبی یہ ہے کہ بے انتہا ممسک ہین ۔ چالیس دن کے استعمال سے ناقابل برداشت قوت پیدا ہوتی ہے ۔ اس کا فائدہ اسی سے ظاہر ہے کہ دعا خانہ باد جود کثرت سے تیار کرنے کے اکثر فوری تعمیل سے قاصر ہو جاتا ہے ۔ قیمت بیس خوراک ۵ ۔

مارا للحم انگوری دوا تشہ ۔ دل و دماغ و جگر اور تمام اعضائے رئیسہ کو قوت دیتا ہے ۔ مفرح قلب ہے ۔ ہاضم طعام ہے ۔ خفقان وحشت اور اختلاج کے لئے مفید ہے مقوی باہ ہے ۔ تمام بدن کی گئی ہوئی قوت کو از سر نو پیدا کر دیتا ہے جسم مین خون دوڑنے لگتا ہے

قیمت فی بوتل ۵

طلائے مسیحی ۔ یہ وہی طلا ہے جو ایک مدت سے دواخانۂ معدن الادویہ مین تیار ہو رہا ہے جسکے استعمال سے برسون کے مصیبت زدہ اور زندگی سے یوس ہو جانیوالے حضرات کو لطف زندگی حاصل ہو گیا اس کے استعمال کے دو تین روز کے بعد ہی سے زائل شدہ قوت عود کرنا شروع ہوتی ہے اگر باقاعدہ اپنے افعال سے توبہ کر کے اسکا استعمال کیا جائے تو اصلی قوت پیدا ہو جاتی ہے ضعف اعصاب کا بہترین علاج ہے ۔ مایوس اور نامرادون کی امید کو پورا کرتا ہے ۔ قیمت فی شیشی ۳ ماشہ ۳ ہے

عنقعش ۔ یہ ایک خاص دوا ہے جو جناب مسیح الملک کا عطیہ ہے ۔ حرارت غریزی کے ابھارنے اور قوت مردمی کے برانگیختہ کرنے مین اپنا نظیر نہین رکھتی اعضاء کو طاقت بخشتی ہے جریان کو دور کرتی ہے ۔ امساک پیدا کرتی ہے اور اسقدر طاقت بڑھاتی ہے کہ فراغت کے بعد بھی تکان نہین محسوس ہوتی ۔ تجربہ شرط ہے ۔ ۲۰ خوراک ۵

المشتہر

حکیم سید محمد عباس منیجر دواخانۂ معدن الادویہ و کتب خانہ طبیہ لکھنؤ

عشق کے تعویذ

اپنے دشمن کے ظلم و ستم کو پسپا کرنے کے خواہشمند سچی محبت پیدا کرنے یا کسی کے دل پر اپنا قبضہ کرنے یا مغرور سے مغرور اور جھگڑالو معشوق کو بھی اپنا مطیع اور فرمانبردار بنا کر اپنی محبت میں دیوانہ اور فریفتہ کرنے اور خود اُسے اپنا عاشق بنانے کے خواہشمند حضرات اگر چاہتے ہیں تو مبلغ دو روپیہ آٹھ آنہ ذریعہ منی آرڈر بھیجکر نیز نام محبوب اگر معلوم ہو سکے ورنہ کچھ مضائقہ نہیں لکھکر تعویذ اور سنوف علیحدہ علیحدہ ذریعہ حسبِ ہدایت ہیں بلکہ ہزار ہا نامور حضرات اپنی مراد دل کو پہونچ چکے ہیں طلب فرما کر کلام الٰہی کا معجزہ دیکھئے تعویذ کو بازو پر باندھئے اور سنوف یعنی پھونکا ہوا لوبان کی دھونی دیجئے پھر کچھ نہ کہیئے نہ سنئے نہ کوشش کیجئے خود ہی بیقرار ہو کر انشاء اللہ تعالیٰ عمر بھر کے لئے وہ آپکا غلام بنجائیگا اور خوشی سے ہر کام کرنے کے لئے آمادہ ہو جائیگا اس تعویذ کا پاس رکھنے والا اگر کسی وقت دن میں یا شب میں ذریعہ خواب کے کسی بزرگ کی حسین اور نورانی شکل دیکھے تو نہایت ہونا چاہئے علاوہ اسکے ہر ضرورت اور ہر مرض کے لئے تعویذ بھیجا جاتا ہے ہدیہ بھی ہوگا۔ بلا قید مذہب و ملت ہر شخص اس سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے ایک تعویذ ایک ہی محبوب کے لئے کام آسکتا ہے۔ منگانے کا پتہ:- پیر جی مشہور عامل لکھنؤ

۲۰ ناول دو روپیہ میں

حجم تقریباً آٹھ سو صفحات لکھائی چھپائی اعلیٰ جسمیں جاسوسی عیاری تو یہ بھی واقعات نصیحت حسن و عشق کے خوشنما سین سبھی کچھ باتیں ہیں جلد منگا کر رعایتی اعلان سے فائدہ اٹھائیے پھر شکایت کا موقع نہ ملیگا اگر ناول سے سستی اور کوئی ناجائز سے کوئی کاروبار عمدہ

منیجر عظمت بک ڈپو لکھنؤ

جوشِ تہمانی

ایک گولی کھانے کے ایک ہی گھنٹہ بعد قوت باہ قوت مجوفیت اور امساک میں اس غضب کی قوت پیدا ہوتی ہے کہ بے چینی ہوتی ہے لطف صحبت تو گھنٹوں رہتا ہے مزہ یہ ہے کہ اگر کمزور بھی ہونگے تو بھی کسی طرح کا تکان نہ معلوم ہوگا بلکہ دمبدم قوت میں اضافہ ہوتا رہیگا جب تک تر شی بچکے گی فراغت ہونے کے بعد فراغت ایک گولی کھالیں تو کمزوری اور تکان رفع ہو کر طبیعت پھر تازہ ہو جائیگی اور پھر دوبارہ جماع کرنیکی قوت پیدا کرنیکی تضمنی مزہ حاصل کرینگے ہر مرتبہ پہلی سی قوت پائینگے فی دن عا۔ تین دن للعہ جماع

روغن تہمانی:- یہ روغن بجید مالذ و مسرت ہے ایک ہی قطرہ عضو پر لگا کر کرنے سے وہ مزہ وہ لطف حاصل ہوتا ہے کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہیں رہتی معشوقہ جان سے فریفتہ ہو جاتی ہے زن و شوہر کے تعلقات کو حقیقی معنوں میں عشق تک پہونچاتا ہے۔ بوجہ زیادتی لطف عاشق و معشوق نشہ شباب میں چور ہو کر تھوڑی دیر کے لئے بے حد اور بیہوش ہو جاتے ہیں اگر آپ نے ایک مرتبہ استعمال نہیں کیا تو دنیا میں آپ نے کچھ دیکھا ہی نہیں قیمت فی شیشی دو روپیہ محصول ۱۰ کوئی دوا جب تحریر نہ ہونے پر اپنی قیمت کی تر ما سے

منیجر عظمت العلاج میڈیکل ہال لکھنؤ

مایوس نہ ہو

اگر جانشہاری ادویہ نے دونوں کو ناکارہ کر دیا ہے تو ہم آپکو موقع دیتے ہیں کہ ملاحظہ طبی لطف نمونہ مفت پانچ یوم کے لئے فیصلی پندرہ آنہ علاوہ محصول کے طالب فرمائیں اس عرصہ میں تیر حیرت انگیز طلا بلا آبدار ضعف مجھول ہو جاتا ہے اور ہوا کر کے خمی طرح لاغری جسمی کو تاہی نیر حالی کے منحوس اثرات کو دور کر کے دوبارہ شباب کا لطف پیدا کر دے تو بقیہ ۱۶ یوم کے لئے طلا فقط دو روپیہ آٹھ آنہ تین فرمائیں یہ ہم مکمل جماع پذیر کریں خواہ ۱۲ عورتیں کیوں نہ ہوں کچھ حرج نہیں ہر نوع جنسی فیصلی ہر بالکل مفت روانہ کرینگے پوری شیشی برائے ۱۲ یوم ہے محصول ۱۰ ہر عالمین پر ہر خریدار ہو گا پوری شیشی کے خریدار کو ضرور ہم نفس پیچ قیمت میں سال کے اندر نرائل ہنکی مرتبین دو ماہ مفت بھیجنے جائیگی وعدہ ہے

منیجر دواخانہ عظمت العلاج لکھنؤ

شرطیہ علاج اور وہ بھی مفت

افسوس بھولے شہریار بازدن کی وہ کثرت ہے کہ کوئی یہ تمیز نہیں کر سکتا کہ واقعی کسی کو دامقید اور کسی کو غیر مقید سے غوض ایک طرفہ فان مچا رکھا ہے۔ بھائیو نہ تو میرے پاس اکبر شاہی اور واجد علی شاہی طلے کے نسخہ ہیں اور نہ میں کوئی فقیری گولیوں کی بوٹی مبز دیتا ہوں میں (بقول فخار شہریں کے) انسان کا.... ہو جاوے اللہ ہم نے اس طوفان بدتمیزی کے رد کرنے اور اپنی صداقت ظاہر کرنے کے لئے اپنے کارخانہ کا مشہور و معروف بکس شباب نامی قیمتی آٹھ روپیہ جسمیں حبوب شباب برائے دفعیہ ناردی جریان جلق سرعت کثرت احتلام اور ضعف باہ شاندہ وغیرہ اور طلا شباب برائے خارجی علاج ہے فی الحال کچھ دنوں کے لئے فیصلہ کیا ہے کہ بالکل مفت تقسیم کرکے خریدار پیدا کرلئے جائیں کافی شہرت اور مفید ثابت ہو جانے یقینی اس عارضی نقصان کا بدل ہو جائیگا اس لئے جن حضرات کو مندرجہ بالا تمام امراض نے پریشان کر رکھا ہو زندگی کو موت سے بہتر جانتے ہوں یا جنکے دل و دماغ۔ دل معدہ میں تشکایتیں پیدا ہوگئی ہوں بینائی میں فرق ہو سوزاک اور آتشک کے اثرات کا ہمیشہ اور زندگی بھر کے لئے قلع قمع کرنا چاہتے ہوں وہ مجھ سے ایک خری مرتبہ خدا پر بھروسہ کرکے بکس شباب صرف ایک روپیہ بابت خرچ اشتہارات ڈاک پیکنگ محصولہ اک تنخواہ ملاحین قیمت شیشی وغیرہ جو زیادہ تعداد میں صرف ہوتا ہے ادا کرکے بالکل مفت طلب کریں اسکے کامیاب نتائج سے تمام اخبارات میں عرصہ تک مسلسل شایع ہو چکے ہیں لہذا اب لکھنا بیکار ہے جتنے بکس مطلوب ہیں ان جلد بھیج فرمائیں ورنہ کچھ دنوں بعد پھر دوہری قیمت آٹھ روپیہ میں روانہ ہوگا۔ ملنے کا پتہ:-

منیجر عین الشفا میڈیکل ہال لکھنؤ

۱۰ ناول حجم ۳۰۰ صفحات مضامین دلچسپ کچھ عرصہ تک ہر ایک خریدار کو مفت میں علاوہ محصول ڈاک دیدیئے جائینگے۔

منیجر عظمت بک ڈپو لکھنؤ سے منگائیے۔

دیوان جانفضا صاحب چھپ گیا

۵۰ برس کے بعد دوبارہ زیارت کیجئے۔

لکھنؤ کے مشہور بزرگ گوشاعر میر یار علی صاحب جان مرحوم کا یادگار دو سو صفحہ عمر دیوان جان جانفضا صاحب چھپ گیا اگر آپ لکھنؤ کی بیگماتی اور کمسالی زبان اور واجد علی شاہ کے زمانہ کی معاشرت کا فوٹو دیکھنا ہو تو اسے فوراً منگا کر پڑھئے اور لطف اٹھائیے ادبی دنیا میں اس دیوان کی سخت ضرورت ہے۔

قیمت ایک روپیہ — کلیات جان صاحب قیمت ۸

ہنسنی کا پٹارا

یعنی ہنسنے ہنسانے کا زبردست ٹھیکہ دار

اقلیم مذاق کا بیتل تاجدار ہنسی دل لگی کا قافلہ سالار پڑھنے والوں کو بات بات میں لوٹن کبوتر بنا دینے والا جس کے چٹ پٹے مضامین تمام کھایا پیا ہضم کر دینگے۔ صرف ایک کارڈ دھر گھسیٹئے تاکہ عدد سے جلد اور فوراً سے پیشتر حاضر ہو کر آپکے اضمحلال کی دم کاٹ دے بیشک اس کتاب کو اگر بارہ مصالحہ کی چاٹ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا اول سے آخر تک دیکھ جایئے ایک فقرہ بھی ایسا نہ ملیگا جسکو پڑھکر سو مرتبہ ہنسی نہ آوے یوں سمجھئے کہ یہ کتاب لبلبہ زہر عشرت ہے۔ قیمت عرف ۸ لطائف سیریل کمل ۱۰ حیفون کا مذاق ہر شہنشاہ ظرافت ہم زبم خیال عہ

پتہ۔ **منیجر عظمت بک ڈپو لکھنؤ۔**

عالیجناب شیخ عظمت الٰہی صاحب المتخلص بہ عامل سلونوی مشہور ناولسٹ و ہمثیل افسانہ نگار کی جدید اور قابل قدر تصانیف

فریبی عاشق

مسمریزم وہ سحر عزیم ہے جس کی مافوق العادت طاقتوں نے ایک دنیا کے کانوں کے پردوں کو بھر دیا ہے جسکی عجیب و غریب کارروائیاں دیکھکر آنکھیں آئینہ حیرت ہو گئی ہیں اگر آپکو اسکے اعلیٰ راندہ دیکھنے ہیں تو اس کتاب کو پڑھکر دیکھیے ایک بھولی بھالی شریف لڑکی پر ایک مسمریزر عاشق ہوتا ہے اور اسکے باپ اور خود اس لڑکی کو اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ وہ اس سے شادی کرے بلکہ بیہوش کو بیہوشی بنایا جاتا ہے ایک بزرگ جب کا سینہ نواسلام سے سمو تھا جسکے رگ رگ پے میں حقانیت کا جوش تھا وہ اس جادو گر مسمریزر کو شکست فاش دیتا ہے اور اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ روحانیت پر کبھی ظلمت غالب نہیں ہو سکتی قیمت ۸ر

ناول
بدنصیب لڑکی
خونی نرس کا ۸ر

یہ ناول ایک شریف خاندان کی تعلیم یافتہ ہوشیار اور حسین لڑکی کی تباہ کن زندگی کا مکمل فوٹو ہے جسمیں بے پردگی کے نقصان تعلیم غیر ضروری کی خوابیاں دکھائی گئی ہیں ایک شریف لڑکی کا بیوہ ہو کر ان باپ کے سخت گیر تواہیں عصمت سے تنگ آکر گھر کو چھوڑنا اور برابر مصیبتیں اٹھانا

ناول بیگناہ قاتل ۸ر ہنسی کا پٹارا ۸ر
نواب سنہ ۲۱

نوابی دربار کے نوابی ٹھاٹ۔ خوشامدی صفت غرور کا ہجوم ہونے نوب کی کارٹون۔ اور بچوں کے لیے بہت

کی صدائے بے ہنگام دل کا ایک مخزونہ یقین کے چاہ و فتن میں اسیر ستم ہو کر نہ صرف اپنی بلکہ دادا پردادا کی جمع کی ہوئی دولت اور باپ کی گاڑھی کمائی کو چٹکیوں میں اڑا کر بے باق ہو جاتے ہیں اور بالکل اسکے مصداق بنتے ہیں ؎

ڈاڑھی اور مونچھ کا صفایا ہے
فارغ البال اسکو کہتے ہیں

یہ ناول ہیں بلکہ ناول گر ہے۔ ہندوستان کے ہر ہر حصہ کی ظرافت نگار سجاد حسین مرحوم اڈیٹر اودھ پنچ اور عالمگیر کے مشہور سخنرے و قانع نویس نعمت خان عالی کا رنگ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے وہ لوگ جو شرارہ کو دیکھنا اور سمجھنا چاہیں ان کی لائبریری میں رکھنے کے قابل ہے جسے ایک مرتبہ پڑھکر مع مصالحہ ایکبار مرتبہ نہ ہنسے تو ہر قیمت کے ۵ر نفع وہ واپس جائیگا مسگانے کا پتہ

منیجر عظمت بکڈپو لکھنؤ

دام فریب

مکر و فریب کی دنیا کا زندہ نگار دل خوش کن حیرت انگیز حیرت آمیز حیرت انگیز مرقع طاہرہ کی زندگی کے حیرت ناک رازوں کا انکشاف زنان بازاری کے فریب اور دغا کے کارنامہ ہر فرعونے را موسیٰ یا بصیے کو تیا۔ لہٰذا۔ طاہرہ کے عاشق نورالدین کی بعید از عقل دولت قیاس علیان طاہرہ کی سخت ترین شکست ہوت کا ایک سنسنی خیز منظر دکھا کر ثابت کیا گیا ہے کہ نیک اور بد تمام کاموں کی سزا دنیا ہی میں مل جاتی ہے

ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ایسے دلچسپ ناول کم آپنے دیکھے ہونگے قیمت

رسالہ قوت باہ عظمتی

آئین کہ ہر مرد آج قدردان کمال کی
کاغذ پہ لکھدیا ہے کلیجہ نکال کے

دنیا سرگردان ہے آکر وہ نسخہ جات و تیاپان و دوائیں یعنیں جن سے مایوسان قوت باہ کے دبے ہوئے حوصلے نکلیں اسکے لیے ہم بہت زور کے ساتھ کیا پیش کرتے ہیں جمیں شرق و غرب کے جدید و قدیم حکیموں اور طبیبوں وغیرہ کے ان تمام مجربات و معمولات و مشاہدات کا نچوڑ کامل و مکمل طور سے جمع کیا گیا ہے جو عورت و مرد کی مواصلت سے تعلق رکھتی ہیں ساتھ ہی قطع نطع ممنوعات جلع علاج ذاتی اسکے اولاد نرینہ تندرست اور خوبصورت بچے پیدا کرنیکی تدابیر فلسفہ عشق فلسفہ ازدواج انتخاب بیوی تعلقات زوجین لطف مباشرت صحبت کے طریقوں وغیرہ وغیرہ کی علمی طرز پر تعلیم دیگئی ہے ضعف باہ کی درستی نامردی جریان سرعت انزال وغیرہ کا مفصل بیان مرضوں کی تشخیص اور پیدا ہونے کے اسباب علاج اور مخصوص حصہ اعضاء تناسل وغیرہ کی تمام پیدا شدہ خوابیوں کو دور کرنے کے صدہا مرتبہ کے آزمائے ہوئے بغیط اور بے ہمتا نسخہ جات جا بجا مل کے موجود الطبا صدہا روپیہ دینے پر بھی اپنے اعتباری نسخہ نہیں دیتے جس سے رفاہ عام مدنظر کو دیکھ کر ہمنے یہ بھی اگر مفت لگا کر اپنی حرت نہ پوری کیجئے تو اب کی مرتبہ قیمت فی جلد صرف آٹھ آنہ ۸ر علاوہ محصول ڈاک۔

منگانے کا پتہ
منیجر عظمت بک ڈپو۔ لکھنؤ

سلیم شاہ کی

مؤلفہ مشہور فسانہ سہ

جس مین بہرام کی رہائی کے حیرت انگیز واقعہ
اور خوفناک جرائم کا ارتکاب بہرام اور مہاراجہ کی بیٹی
کی موثر دلکش و دل گداز انداز سے بیان ہوئے ہین سراسر
بہترین فسانہ ہے کاغذ نہایت نفیس چکنا لکھائی چھپائی دیدہ زیب

کرٹوپتی چور

جسمین عجیب و غریب واقعات شیاطر چور کے پرفتن کرتوت قابل جاسوس کی حیرت افزا کارگزاریان، بیگناہ کی اسیری
و رہائی تعجب انگیز نظارے، قتل و غارت کی عبرتناک سین مختصر و موثر الفاظ مین دکھائے گئے ہین خوشنما ملائک قیمت عہ

پتہ

منیجر جنٹلمین بک ڈپو امین آباد لکھنؤ

داراب کا
نوداراب کا
ی چالین۔
بارہ آنہ (۱۲/)

شق کے خوشنما مناظر مسٹر بادلہ کا
سوز قتل کی عجیب و غریب سادش حیرت انگیز
ب ہوئے ہین مع خوشنما بلاک قیمت فیجلد ۱۲/

وطنا دلیپتی

مولفہ مصور جذبات فدا علی خنجر لکھنوی

نکی
ین سرحامد حسن سیاح انگلستان وامریکہ کے حیرت انگیز کارنامے جاسوسی کے ساتھ ساتھ بمبئی کی بدمعاشو
محیر العقول چالبازیان آنریبل مرزا جی نان جی کے خلف رشید مسٹر مول جی اور مسٹر مول جی کی افسوسناک
مصیبتین، مشاہیر سراغرسانون کی جاسوسیان سلاست و خوبی سے بیان ہوئی ہین۔ پاکٹ سائز لکھائی
چھپائی دیدہ زیب مع خوشنما بلاک۔ قیمت فی جلد ۱۲/

مینجر جنٹلمین بک ڈپو امین آباد لکھنؤ

ڈاکٹر سرور حسین بی ایچ۔ ایل۔ ایم۔ ایس
مشہور ہومیوپیتھ
دندان و عینک ساز
نمبر ۳ و ۴۔ امین الدولہ پارک لکھنؤ

مرقع ادب حصہ دوم

اس بے مثل و لاجواب کتاب کا پہلا حصہ ملک مین بیحد مقبول ہو چکا ہے اب اس کتاب کا دوسرا حصہ زیر طبع ہے۔ جسمین ملک کے مشاہیر اہل قلم و اساتذہ کے دو دو چپے خطوط ہین جس کا ایک ایک فقرہ موتیونکی لڑی ہے اس نادر کتاب مین زیادہ تر ایسے خطوط ہین کہ جس مین اساتذہ نے اپنے شاگردون کو کام کی باتین بتائی ہین جو اردو علم ادب کے لئے نہایت مفید و کارآمد ہین۔ اس حصہ دوم مین امیر۔ جلال۔ داغ۔ حالی جلیل۔ ریاض وغیرہ کے خطوط کے علاوہ فخر المتاخرین مرزا غالب مرحوم کے بھی چند غیر مطبوعہ خطوط ہین آپ ملاحظہ فرمائینگے۔ کاغذ لکھائی چھپائی عمدہ حجم ۲۰۰ جز قیمت علاوہ محصول ڈاک ۱۶

المشتہر صفدر مرزا پوری۔ محمود نگر۔ لکھنؤ

سفوف حیرت

جریان (ہر قسم) رقت۔ سرعت۔ کثرت احتلام ضعف اعضائے رئیسہ کے لئے مفید اور مجرب اور اعلیٰ درجہ کی دوا ہے۔ تمام تر شکایتون کو دور کر دیتی ہے نمونہ پانچ روز کی خوراک کا مفت چار آنہ کے ٹکٹ آنے پر روانہ ہوتا ہے۔ قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ علاوہ محصول ڈاک

طلائے مجموعہ

غلط کاری۔ افعال ذمیمہ۔ کجی۔ لاغری۔ کمزوری نادان اور شرمسار لوگون کی شکایت دور کرنے کی دوا ہے کجی۔ لاغری۔ کمزوری کو رفع کرتا ہے۔ رگون پٹھون کو قوت دیتا ہے آبلہ مین ڈالتا نہایت فائدہ رسان اور بیحد مفید ہے قیمت ۳ روپیہ نمونہ مفت بھیجکر محصول ڈاک پر روانہ ہوتا ہے

حبوب مُمسک۔ اگر شرمندگی حاصل ہوتی ہو۔ اس دوا سے آرام و خوشی حاصل ہو سکتی ہے۔ قیمت ۴ عدد۔ نمونہ ۲ کے ٹکٹ آنے پر مفت روانہ ہوتا ہے۔

حبوب ملذذ۔ یہ لذت کی نہایت عمدہ دوا ہے۔ طاقتین پہلوان قوی ہیکل ہو جاتے ہیں قیمت دو روپیہ ۸ عدد کی چار گولیان۔ نمونہ ۲ کے ٹکٹ آنے پر مفت روانہ ہوتا ہے۔

ایس۔ ایم۔ کرمانی ۱۰۰ کاشی ڈیرہ لکھنؤ

ہتھیار چھوڑ دیئے

کاظم کمپنی نے اس قدر عمدہ چاقو وسٹنڈ واچ کمپنی کے منگائے ہین کہ اُسکی کاٹ دیکھ کر لوگون نے ہتھیار رکھنا چھوڑ دیئے ہین۔ جو صاحب وسٹنڈ واچ خریدینگے اُن کو نصف قیمت پر چاقو دیا جائیگا۔

ایچ کاظم اینڈ کو واچ مرچنٹ۔ نمبر ۳۳
امین آباد پارک لکھنؤ

ہزارون میں چند رایون کا خلاصہ

اودھ اخبار لکھنؤ مورخہ ۲۹ مئی ۱۹۱۳ء - اودھ شفاخانہ کے مجربات

ہمارے ہموطنوں کے نامور یادگار طبیب جناب ایس - اے - حکیم صاحب بانی و مہتمم اودھ شفاخانہ لکھنؤ نے اپنے بیرونجات کے ذریعہ سے جو کامیابی حاصل کی ہے اور جسکا ہمکو اور ہمارے ہمصفحون دیگر اہل فن حضرات کو اکثر موقعون پر اعتراف فرمانا پڑا ہے اسے فن طب کی تجدید میں بہت بڑی مدد ملی ہے اور یہ کامیابی ظاہر ہی ہے فی الواقع بعض امراض میں انکے معالجات کی زود اثری حیرت میں ڈالنے والی ثابت ہوئی ہے عموماً ضعف جسمانی و کمزوری اعصاب کے تدابیر علاج پردہ خفا میں رہتے ہیں اور آپ تک تھکے معلوم ہوا ہے بہوں نے اس ضعیف علاج میں کمال حاصل کر لیا ہے اور ایسے اسکو ایک بیکس کے اندر پیکٹ کے ساتھ پیش کرتے ہیں جس سے استعمال شخص بھی گھر بیٹھے اس سے پورا فائدہ اٹھا سکتا ہے ان کے نسخے ہمکو تین میں اور انکی نسبت علی الترتیب تین کالمون میں یہ لکھنا پڑتا ہے کہ ہمکو انکی نسبت زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی ہے اور افزائی میں کمی

جوانی کی یون غلط کار نامردی و سستی ہر قسم کا مکمل علاج نمبر ۲

اور حکیم صاحب سے بھی توقع ہے کہ ملک کی قدر افزائی پر وہ کمی قیمت کے ذریعہ سے بجائے ملک کو زیادہ آسانی سے فائدہ اٹھانیکا موقع دینگے (پانچ روپیہ کے نمبس میں اودیہ بطور نمونہ ہیں)

مسلم گزٹ لکھنؤ مطبوعہ ۴ دسمبر ۱۹۱۲ء

لکھنؤ کے مشہور حکیم ایس - اے - حکیم عشرت علی صاحب کو اس زمانہ ویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس نے انکی خدمات جلیلہ متعلقہ طب یونانی کے صلہ میں اہل درجہ کی سند عطا فرمائی ہے آپکی تیار کردہ ادویات طب یونانی کے اعلیٰ اصول پر بنائی جاتی ہیں اور اپنے اثرات کے لحاظ سے دعا پنی آپ نظیر ہیں -

المشتہر - سپرنٹنڈنٹ

ہزارون میں سے چند رایون کا خلاصہ

ایک پیشہ ور

جو اول کمیٹی آل انڈیا ویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس کے سکریٹری آنریری محمد یٹ وخان بہادر شاہی شفاخانہ کے سپرنٹنڈنٹ اور لکھنؤ کے مشہور شاہی خاندانی طبیب جناب حکیم نظر حسن صاحب تحریر کرتے ہیں "ملک کے ہمارے ہم پیشہ مزید دوست ایس - اے - حکیم عشرت علی صاحب کا ممنون ہونا چاہیے کہ انہوں نے سالہا سال کی محنت اور جانفشانی میں اپنا قیمتی وقت و زر کثیر صرف کرکے جو بیش بہا نسخہ جات ایجاد کئے ہیں وہ ہم پیشہ حضرات کے لئے بیحد مفید ہیں انتخاب کمپن اور ہم سفارش کرتے ہیں جسے جاجتمندون کو فائدہ پہونچ رہا ہے امراض پیچیدہ اور مہلک امراض میں نہایت قابل تحسین و آفرین ہے اگر حکیم صاحب کی کوشش سی سرگرمی سے جاری رہی تو طب یونانی اور ویدک کی ترقی میں ایک نیا اضافہ ہوگا **نظیر حسن** یکم جنوری ۱۹۱۰ء

جناب حکیم مولانا سید عبدالحی صاحب رئیس بریلی و ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ ۳۰ اگست ۱۹۰۹ء : - "ایس - اے - حکیم صاحب کی دوائیں بہت حکیمانہ و مدبرانہ ہوتی ہیں اور بلا ضرر ہیں"

علاوہ ازیں ہزارہا سرٹیفکیٹ رؤسا - راجگان - نوابان عمائد و معززین خاصکر ڈاکٹرون حکیمون اور دیدون کے موجود ہیں

فہرست ادویہ ذیل کے پتہ سے مفت طلب فرمائیے

اودھ شفاخانہ - لکھنؤ

مشہور افشاپرداز دن کے قلم سے

نئے ترجمے نئے ناول

جو اُردو دان کیلئے بالکل نیا ذخیرہ ہے

مراکش کا خونی ڈاکو

ہسپانیہ کی ریف پر چڑھائی ایک واجب القتل خونی ڈاکو کے حالات باپ بیٹے کی جنگ حسن عشق کی عجوبہ کاریاں راز و نیاز کی معرکہ آرائیاں، خدائی فیصلہ کا حیرت انگیز نتیجہ۔ افشائے راز پاداش عمل۔ حق کی کامیابی۔ تاریخی پلاٹ قیمت ۸/

حسن عیار

ایک بوسہ میں تمام عمر کی کمائی کا صفایا، شاطرانہ چالیں اور سراغرسانی کی اعلیٰ کیفیت دیکھنی ہو تو اس ناول کو دیکھئے پیشے عاشق و معشوق کی عیارانہ چوٹیں، کامیابی اور ناکامی کی زندہ و اصلی تصویریں، سادہ کار کا دولت کمانا۔ قیمت ۸/

عہدہ دار چور

انگریزی سفارتخانے کا ایک بڑا عہدے دار چوری کرتا ہے اور وہ واقعات جو اُسکا باعث جرم پر مجبور کرتے ہیں حیرت انگیز ہیں پھر چوری کے نئے انداز سے گرفتاری ہوتی ہے مختصر افسانہ ہے لیکن انتہائی دلچسپ ہے۔ اگر پسند نہ ہو تو واپس قیمت ۴/

پرستان حسینہ یا جادو نگر

ایک خود مختار سلطنت کی زندگیوں کے خوفناک راز ظاہر ہوتے ہیں جنکی کہانی بھی دلچسپ ہے دفاتر سلطنت کی سنسنی خیز واقعات کی بغاوت بادشاہ کی کمیشن کا حال۔ ابتدا کی شرافت جسکے انتخاب حسن عشق کے پیچ در پیچ واقعات دلچسپ مقابلہ و مقبول۔ دوستوں کی بے وفائی کمیشن اور شہزادیوں کی ہمدردی کا انجام ۸/

خوفناک مردہ یا جادوگر

سکاٹ لینڈ کے نوجوان کے خلاف جھوٹے کی چوری کا الزام لگتا ہے جو کسی خود مردہ یا جادوگر کی ہمدردی کی بدولت ہوا ہے اسکی بے گناہی کی شہادت کی خفیہ تیاریاں ان

ہمارے مطبوعات

دھنیا مہری یا افضل النساء خانم

عہد حضرت سلیمان جاہ نوشیروان عادل نصیر الدین حیدر بادشاہ کا دلچسپ قصہ دھنیا مہری کا پستی سے انتہائی عروج پر پہونچنا حسن و عشق کے دلکش مناظر تدریجاً حسن خدمات و سلیقہ مندی سے ترقی منتظام کی خوبیان محلات کے دلکش واقعات عجیب غریب مناظر بیگمات کے عروج و زوال کی حیرت انگیز تصویرین دھنیا مہری کے تحیر افزا کارنامے ارکان سلطنت کی خود غرضانہ کارروائیاں خصوصاً قدسیہ محل اور بادشاہ بیگم کی باہمی خانہ جنگی کے عجیب حیرت حالات ملک کے مشہور رئیس القلم افسانہ نگار نے نہایت حسن و خوبی سے مرتب کیے ہیں ٹکسالی اردو شاہی محلات کی گفتگو اس زمانہ کا طرز معاشرت دلچسپ عمدہ پیرایہ میں جو قلم کے ہیں جنھیں دیکھ کے انسان پھڑک اٹھے دو جلد کرے قیمت ۴ھ

مالوہ کی بیگم یا معرکۂ عیدل گڈھ

خاقان اکبر اعظم علی سوہانی والی مالوہ کی لڑائیاں حسن آرا بیگم زوجہ نواب مالوہ کی وفادارانہ عمر برانہ چالیں حبیب خاکسار عشق و دغابازی سوہانی کی موت حسن آرا بیگم اور شہنشاہ اکبر کے دربار کی حیرت پاش تصویرین قیمت ۸ھ

گلباز شاہی چور

لکھنؤ کے مشہور گلباز شاہی چور میر غلام عباس کے عجیب و غریب کارنامے بی حیدر جان سے عشق جلسہائے عشرت کے دلچسپ مناظر چوروں کے اقسام اور انکی ترکیبیں حیرت انگیز اور دعوے کی چوریاں زندگی بھر اسی طرح گزارنا اور قید و مصیبت سے بچتے رہنا بے مثل عیاریاں بے نظیر چالاکیاں مزاحیہ نگاری کے جدید خود ساختہ طریقہ لکھنؤ کے انداز گفتگو کا لطف قیمت... ۸ھ

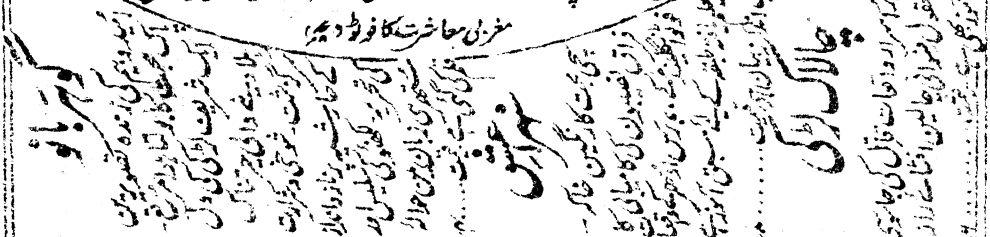
دُلہن کی چوری

عین شب عروسی میں دلہن کی چوری۔ بدمعاشوں کی چالیں رقابت کے بھڑکتے ہوئے شعلے۔ آدھے دائرے کا راز اور عجیب و غریب الفاظ کا بھید حسن و عشق کے دل خوش کن انجام پر گہری روشنی ڈالی ہے قیمت ۴ھ

نیرنگ شباب یا برف کی دیوی

دلکش افسانہ عورت پرستوں کے لیے تازیانہ شباب کی غدر و قیمت دلکش نازنین کی کہانی

مغربی معاشرت کا فوٹو دیکھیے



ناول ملنے کا پتہ: جمیل بکڈپو درگاہ روڈ لکھنؤ

بلگرامی بک ایجنسی لکھنؤ

بلگرامی بک ایجنسی لکھنؤ
کو لکھنؤ کی خاص بنی ہوئی
چکن، کامدانی، عطر، مبتا کو، اور
باہر رہنے والے اصحاب کو ضرورت ہوا کرتی ہے فرمائش آنے پر فوراً روانہ کردے۔ اسکی ہمیشہ سے یہ کوشش ہے کہ ہر شے
بکفایت ملے درحتی الامکان فرمایش
موافق ہو۔ خط وکتابت کا پتہ

نے یہ بھی انتظام کیا ہی
چیزون۔ مثلاً لحاف رضائی
اسی قسم کی دیگر اشیا جنکی لکھنؤ سے
کرنے والے اصحاب کی مرضی کے
منیجر بلگرامی بک ایجنسی لکھنؤ

نورجہان

یعنی شہنشاہ نورالدین جہانگیر کی محبوب ترین بیگم کی نہایت
مستند۔ مکمل اور دلچسپ تاریخ۔
مولفہ سرسید احمد کاظمی اڈیٹر انگریزی علیگڑھ میگزین علی گڑھ
قیمت فی جلد مع محصول ڈاک ایک روپیہ
بلگرامی بک ایجنسی لکھنؤ

اردو کا بہترین علمی وادبی رسالہ
پیمانہ
جو جناب سنا غر نظامی بی اے کی

زیر ادارت ادبی خاص خاص مضمونون اور
خصوصیتون کے ساتھ اگست سے علمی مرقعے
قیمت ہر سالانہ مع محصول ڈاک
منیجر پیمانہ آگرہ

نشاط روح

یعنی حضرت اصغر گونڈوی کا
وہ کلام جس کے اشتیاق مین ملک
مدت سے چشم مشتاق وا کئے ہوے تھا۔ اب
جلوہ نماے عالم ہوا ہے۔ مع مقدمہ و فوٹو
لکھائی و چھپائی دیدہ زیب۔ قیمت فی جلد دو روپیہ
ملنے کا پتہ۔ (۱) دفتردار المصنفین اعظم گڈھ
(۱) بلگرامی بک ایجنسی لکھنؤ
(۲) غلام حیدر شاہ۔ چوک گونڈہ

گلکدہ

یعنی زبان الہند حضرت عزیز لکھنوی
کی غزلون کا مجموعہ۔ جو دوبارہ
نہایت خوبی کے ساتھ طبع ہوا ہے۔ اسکی بھی
بہت کم جلدین باقی ہین۔ اگر آپ کو شعر کا اُس کے
اصلی معنی مین لطف اُٹھانا ہے تو گلکدہ کو منگایئے اور
اُسکی سیر سے اپنے مشام روح و دماغ کو تر و تازہ کیجئے۔
قیمت صرف عہ علاوہ محصول ڈاک
بلگرامی بک ایجنسی لکھنؤ

تار کا پتہ
"حنا" لکھنؤ

اصغر علی محمد علی

تاجر عطر چوک۔ لکھنؤ

ٹیلیفون نمبر
۱۳۹

کیا آپ عطر استعمال کرتے ہین؟

جس مین اسپرٹ کا جزو نہین ہے۔ جو خالص صندل پر طیار کیے گئے ہین۔
جن مین کوئی انگریزی چیز شامل نہین ہے۔ جو بالکل ہندوستانی کہے جا سکتے ہین
اور دماغ کو مضرت پہنچانے کے بجائے فرحت بخش ہین۔ یقینی وہ

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے

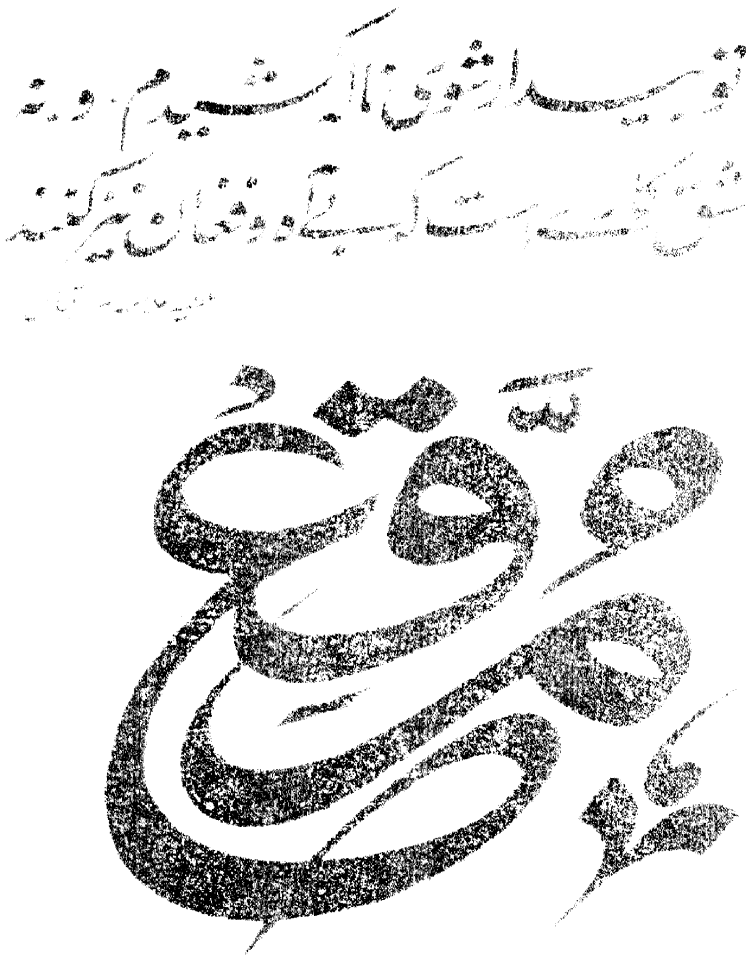
طیار کردہ ہین

شاخ
چاندنی چوک
دہلی

شاخ
گلزار حوض حیدرآباد
دکن

مطبوعہ
مقبول المطابع نظیرآباد لکھنؤ

باہتمام
سید مقبول حسین وصل بلگرامی



مرتبہ

سید مقبول حسین وصیل بلگرامی

"مرقع" کے قواعد وضوابط

(۱) مرقع ہر انگریزی مہینے کی ۵ تاریخ کو دارالادب لکھنؤ سے شایع ہوگا

(۲) مرقع کی قیمت عام خریدارون کے لئے پانچ روپیہ سالانہ ہے محصول ڈاک مقرر ہے، جو پیشگی وصول ہونا چاہئے۔

(۳) مرقع کا نمونہ بغیر مہ نقد وصول ہوئے روانہ نہین ہوسکتا۔

(۴) مرقع کی قیمت رؤسا و دیگر معزز اصحاب اور اسکے مربیون سے انکی ہمت افزائی پر منحصر ہے۔

(۵) جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ کا آنا لازمی ہے

(۶) خط وکتابت کے سلسلہ مین خریداری کا نمبر لکھنا ضروری ہے

(۷) رسالہ نہ پہونچنے کی اطلاع ہر ماہ کی ۲۵ تاریخ تک آجانا چاہئے۔

(۸) کوئی مضمون ایسا شایع نہ ہوگا جو مخرب اخلاق ہو یا کوئی خراب اثر پیدا کرسکے۔

(۹) تعلیم یافتہ خواتین کے صرف وہ مضامین نظم ونثر درج ہونگے جو بیون کے لحاظ سے بہترین اور اپنے اثرات کے لحاظ سے نہایت خوشگوار ہونگے۔

(۱۰) مرقع کو موجودہ پالیٹکس یا مذہبی مباحثے سے کوئی سروکار نہوگا۔

(۱۱) تنقیدی مضامین بھی اس مین شایع ہونگے، مگر وہی جنمین خلوص ہوگا، باہمی نزاعات یا کسی قسم کے تعصب یا کسی بیخ کنی بنا پر لکھے ہوئے مضامین سے احتراز کیا جائیگا۔

(۱۲) ایسے مضامین جن مین کسی شخص پر چوٹ کی گئی ہو یا اُس مین ایسے مضامین ہون جن سے دوسرے کو بیخ کا شائبہ بھی پیدا ہو ہرگز شایع نہونگے۔

(۱۳) جس نظم ونثر کے مضمون مین زبان لغت یا فن کی غلطیان ہونگی اُسوقت تک شایع نہ ہوگا جب تک اُسکی مناسب ترمیم اطلاع پانے پر خود صاحب مضمون نہ کردین۔

(۱۴) مرقع کا مسلک صلح کل ہے وہ انشاء اللہ کبھی دل آزار یا متعصب نہ ثابت ہوگا۔

(۱۵) مرقع کو ذاتیات سے کبھی تعلق نہ ہوگا، وہ اپنے معاصرین سے خواہ وہ اہل جرائد ہون یا اہل اخبار اتفاق واتحاد پیدا کرنے کی کوشش کریگا اور انشاء اللہ وہ ہمیشہ اسمین ثابت قدم رہیگا۔

"مدیر مرقع لکھنؤ"

مرقع مین اشتہارات بھیجتے وقت

ذیل کا زخنامہ ملاحظہ فرمالیجئے

تعداد طبع	ایک صفحہ	نصف صفحہ	چوتھائی صفحہ
ایک سال کے لئے	۵	۳	۲
چھ ماہ کے لئے	۳	۲	۱
تین ماہ کے لئے	۲	۱	۰
ایک ماہ کے لئے	۱	۰	۰

ضروری نوٹ

ٹائٹل پیج کے صفحہ ۲ و ۳ و ۴ کی اُجرت کا نرخ اسکے علاوہ ہے جو خط وکتابت سے طے ہوسکتا ہے۔ اُجرت کا پیشگی آنا ضروری ہے

منیجر مرقع لکھنؤ

ڈاکٹر سرور حسین۔ ایچ۔ ایل۔ ایم۔ ایس۔ مشہور ہومیوپیتھ دندان وعینک ساز نمبر ۳ و ۴۔ امین الدولہ پارک۔ لکھنؤ

جہان مرقع تصویر حسن اوست تمام ﴿فہرست مضامین﴾ بہر چہ نگہ بہ کنم دل از کہ بردارم

فروری ۱۹۲۶ء

صدائے قبولیت
اور
حضرت ارشد تھانوی کا گرامی صحیفہ
مع غزل حضرت ارشد تھانوی
رشحاتِ جلیل (غزل) — وصل بلگرامی ۱
نواب قضاحت جنگ جلیل القدر
حضرت جلیل ۳
لمعاتِ اختر (غزل) — نواب اقتدار جنگ حضرت اختر نیائی ۴
خمریاتِ ریاض (غزل) — لسان الملک حضرت ریاض ۴
مکہ معظمہ — سیف الاسلام مولانا محمد یٰسین عباسی چریاکوٹی، اڈیٹر اخبار "اتحاد مشرقی" غازی پور ۵
فرض (نظم) — جناب مولوی حمید الدین صاحب سلیم ۱۰
خمستان بہار (نظم) — حضرت اثر صہبائی ۱۰
اردو زبان کی قدامت — جناب حکیم برہم صاحب اڈیٹر شرق گورکھپور ۱۱
افکارِ تازہ (غزلیات) — جناب عابد بی۔ اے۔ مدیر رسالہ "ہزار داستان" ۱۶
جناب جلال الدین اکبر صاحب اکبر
مرقع جذبات — جناب ظہیر حسین صاحب ظہیر ایم اے
پیامِ خورشید (نظم) — ڈاکٹر یامین ہاشمی ایم۔ اے وکیل غازیپور ۱۷
شاہدِ فطرت اور شاعری — جناب مولوی عبد الباری صاحب آسی ۲۱
سوز و ساز — پروفیسر اکبر حیدری صاحب اڈیٹر اردوئے معلی دہلی ۲۵

گیتان بلی کی شرح و تنقید — ابو العلا جناب حکیم ناطق لکھنوی ۲۶
قطعاتِ روان — بابو جگت موہن لال صاحب رواں ایم۔ اے ایل ایل بی وکیل اوناؤ ۲۸
لٹریچر یا ادب — جناب مولوی عبد الحی صدیقی ۲۹
عکس تحریر شاہجہان بادشاہ — صفحہ خاص
عکس تحریر کلمات ان بیگم بنت ظہیر الدین بابر بادشاہ — صفحہ خاص
تغزلِ ہادی (غزلیات) — خان بہادر سید محمد ہادی صاحب ہادی ۳۱
تاریخ جرمنی — جناب خلیل فاروقی بی۔ اے۔ علیگ ۳۲
نقد و تبصر (غزل و تبصرہ) — حضرت نظم طباطبائی ۳۵
فریبِ خیال (فسانہ) — حضرت نیاز فتحپوری اڈیٹر "نگار" بھوپال ۳۷
تصویرِ بہار (نظم) — حضرت عندلیب شادانی رامپوری ۴۴
ذکرِ خیر (اردو اخبار و جرائد پر مختصر ضروری نوٹ) — مدیر
اخبار اودھ پنچ لکھنؤ۔ شیر اعظم مراد آباد
اخبار ذوالقرنین ایون۔ رسالہ نظر لکھنؤ
علیگڑھ کے دو ممتاز اردو جرائد — علیگڑھ میگزین اردو۔ سہیل ۔ ۴۵
روحِ سخن (غزلیات) — جناب اثر لکھنوی، جناب فرخ بنارسی، جناب آہ۔ جناب شفیق جونپوری ۴۷
استفسارات ادبی و شعری — حضرت آتش خیر آبادی ۴۸

عطر حنا جو اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے کارخانہ کا بنا ہوا ہے اسکا نسخہ ہی مختلف ہے

صدائے قبولیت

اور

حضرت ارشد تھانوی کا گرامی صحیفہ

"مرقع" کا ابھی پہلا ہی نمبر شائع ہوا کہ ملک کے مختلف گوشوں سے صدائے لبیک کی سنائی دی، اسکی پذیرائی کی آوازیں کانوں میں آنے لگیں۔ بہت سے بیاض ہاتھ اسکی قدر افزائی کے لئے اٹھے، ہماری ہمت اور ہمارے استقلال کو انہوں نے اور بڑھایا۔ ہمارے ہمعصر اہل اخبار و جرائد نے بھی اسکو نظر استحسان سے دیکھا اور انہیں کئی ایک نے نقد و تبصرہ بھی فرمایا۔ اربابِ فن۔ اساتذۂ باکمال اور ارکانِ ادب نے اپنے مکتوباتِ گرامی میں ہماری محنت و جانفشانی کی ہمت بخش داد دی، اور اپنے مفید مشوروں سے ہمیں سرفراز فرمایا اور ہمارے احباب اور قدردانانِ ادب نے اسکی توسیع اشاعت کی طرف توجہ کی اور دعوے کئے اور ہمیں ہمت فرمایا۔ انشاء اللہ اسکا لحاظ رکھا جائیگا۔ مرقع کی آئندہ اشاعت اپنی خوبیوں اور محاسن کا سرمایہ ہوگی اور جو مفید مشورے دیئے گئے ہیں انپر عملدرآمد کیا جائیگا۔ آیندہ جو خامیاں نظر آئینگی وہ برابر رفع ہوتی رہینگی اور ہر اضافہ ضرورت کے موافق ہوگا۔ اس ضمن میں خصوصیت کے ساتھ اسمائے ذیل قابل ذکر ہیں

عالی جناب مولوی سید محمد حسن صاحب بلگرامی۔ جناب نواب نصاحت جنگ جلیل القدر حضرت جلیل۔ جناب نواب اعتزاز جنگ حضرت آخر تخلص۔ جناب لالہ وحید الدین صاحب سلیم۔ جناب ہوش بلگرامی۔ جناب صادق ایوبی۔ جناب خان صاحب آغا علی خانصاحب رئیس آرہ۔ جناب آخر صہبائی۔ جناب شاہ نذیر اشرفی۔ جناب لالہ معموی صدیقی۔ جناب رضی الحسن صاحب رضی کاکوروی اور جناب ارشد تھانوی (وغیرہم)۔ خدا کا شکر ہے کہ ایسے مکتوبات گرامی سے اس وقت کہ "مرقع" کا ابھی دوسرا نمبر ہی شائع نہیں ہوا "مرقع" کی ہمدرد نظر آرہی ہے۔ ہم ان تمام حضرات کی کرمفرمائیوں اور قدردانیوں کے دل سے ممنون ہیں۔ اس وقت صرف ایک مکتوب حضرت ارشد تھانوی کا زینتِ مرقع کرتے ہیں جو ہماری کامیابی کے لئے خوش آیند ہے اور ہماری ہمت استقلال بڑھانے کا ایک ذریعہ اور "قبولیتِ مرقع" کی ایک مستند دلیل ہے۔ اس مکتوب میں آپنے اپنے خاص لطف و کرم سے خط لکھنے والی قلم کے ساتھ رجسٹر ایک غزل کے چند شعر بھی تحریر فرمائے ہیں جو ناظرین کی دلچسپی کے لئے درج کئے جاتے ہیں۔

(رسالہ بلگرامی)

پیکلون۔ ۸ جنوری ۱۹۲۶ء

شفیق مکرم۔ السلام علیکم۔ "مرقع اپنی تمام دلچسپیوں اور لطف آفرینیوں کے ساتھ جذب نظر و انبساط دل کا باعث ہوا۔ اور بیساختہ دل سے دعا نکلی ؎

تری اٹھان ترقی کرے قیامت کی ہو تر انجناب بڑھے عمر جاودان کی طرح

ہاں کچھ ہوں، لیکن بعض حلقوں میں غلط فہمی پھیل گئی تھی کہ مرقع کی ترتیب تدوین میں..... کو استحال کیا جائیگا۔ اور کسی کلام میں ان.... ہستیوں کا ہاتھ شامل ہونا..... اشخاص کے لئے اُس سے اُتنا ہی باعث..... الحمد للہ کہ "مرقع" کے پہلے ہی نمبر نے ان غلط فہمیوں کا ازالہ کر دیا۔ امر حقیقت یہ ہے کہ باوجود آپکے مخلصانہ محبت و اخلاص کے میں نے اپنا "مرقع" کی ادبی خدمت سے اعتزاز کیا تھا۔ لیکن اب میں اپنی اس سوء ظنی اور آپکی اخلاقی کوششوں کی شکستوں کے لئے درخواست پذیرائی پر نہ صرف متاسف بلکہ آپ سے معذرت خواہ ہوں ؎ ہمہ نا امیدی ہمہ بدگمانی ہے میں دل ہوں فریبِ خاوردگان کا

پانچ ہفتہ عشرہ میں کچھ نہ کچھ اور ارسال کروں گا۔ غزل

ہے ابھی تک میرا یہ کام کہ میں نے پایا تھا کہ ڈاک آگئی گرامی کارڈ مورخہ ۵ موصول ہوا۔ جی چاہا کہ ابھی تعمیل ارشاد کروں فی الفور نظم مکمل کرنا ممکن تھا طبیعت پر زور دیا۔ سات شعر ہو گئے ہیں غزل کی صورت میں بیت کرتا ہوں، انشاء اللہ

ہم ذوقِ نظر پر سری تائید نہیں کرتے — اس وجہ بھی کو را تنقید نہیں کرتے — تم اہلِ محبت کو الزام دیئے جاؤ — ہو بابِ ادب یا نہ، تردید نہیں کرتے

بے شغلِ دل میری ہے صرف گلہ مندی — تم اپنی جفاؤں کی تاکید نہیں کرتے — ہے یہ بھی تو تنقیص بیگانہ وشی انکی — افسانہ مرا سن کر تنقید نہیں کرتے

جب اپنی جفاؤں پر احساس نہ ہے تم کو — پیمانِ وفا کی کیوں تجدید نہیں کرتے — ہم دل کو تمنا کی سمجھا کے بد انجامی — آغازِ محبت میں تمہید نہیں کرتے

خلوت کدۂ دل میں تصویر بتانِ ارشد — یہ کفر نہاں اہلِ توحید نہیں کرتے

لکھنؤ کا قصد انشاء اللہ آغاز فروری میں ہے۔ باقی آیندہ خط میں۔ — نیازآگیں۔ ارشد تھانوی

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر خاکا نسخہ کسی دوسرے عطر ساز کو دستیاب نہ ہو سکا

جلد ۱ — فروری ۱۹۲۶ء — نمبر ۲

مُرقّع

بہ عکسِ روے تو ہم رنگِ روحِ انسان است — رُخِ وعشق مرصّع مرقعِ جان است

۱۹۲۶ء

(ابوالعلاء ناطق)

رشحاتِ جلیلؔ

از جنابِ نوّاب فصاحت جنگ جلیلؔ القدر حضرت جلیلؔ جانشین حضرت امیر مینائی رح

محوِ گلگشت ہو گر زیبِ چمن تو ہو کر — رنگ پھولون کا نجالت سے اُڑے بُو ہو کر

اس پہ روتا ہون کہ دل مین جو نہان تھے اسرار — وہ بھی آنکھون سے ٹپکنے لگے آنسو ہو کر

کس نے للچائی ہوئی آنکھ سے دیکھا ساقی — دیکھ۔ ساغر سے اُڑی جاتی ہے مے بُو ہو کر

پھول کیا۔ پارۂ یاقوت ہین ٹکڑے دل کے — زیبِ دامن ہون اگر خون کے آنسو ہو کر

کھو گئے لٹ گئے۔ آوارہ ہوئے دل لاکھون — جادۂ پیماے رہ کو چۂ گیسو ہو کر

برمحل ہو کوئی ارشاد تو سر آنکھون پر — لیجئے دل کو۔ مگر زینتِ پہلو ہو کر

اُنکو زیبا ہے اگر خونِ وفا کرتے ہین — شوخ و طنّاز و طرحدار پریرو ہو کر

رشک اُن پھولون کی قسمت پہ مجھے آتا ہے — شب جو کرتے ہین بسر زینتِ گیسو ہو کر

توڑنا گُل کو ذرا سوچ سمجھ کر گلچین — جانِ بلبل کی ہے پھولون مین پڑی بو ہو کر

ہم تو چالون سے نہ واقف تھے سکھایا کس نے — تیغ ہو کر کبھی چلنا۔ کبھی جادو ہو کر

رونقِ حُسن۔ شباب آکے بڑھا دیتا ہے — غازۂ عارض و مشاطۂ گیسو ہو کر

سوے میخانہ چلو آج۔ کہ کہتے ہین جلیلؔ
دُخترِ زر شیشے مین اُتری ہے پریرو ہو کر

صرف اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا بنایا ہوا عطر خنا ایسا ہے جسکو تمام ہندوستان مین مقبولیت حاصل ہے

لمعاتِ اختر

از جناب نواب اختیار جنگ حضرت اختر مینائی خلف حضرت امیر مینائی رح

پڑا ہون خستہ و سینہ فگار رہنے دے
نہ چھیڑ مجھ کو نسیم بہار رہنے دے

سنوار زلفِ پریشان نہ تو خدا کے لئے
بلا کشون کا اسے سوگوار رہنے دے

لحد کو سنتے ہین آرام کی جگہ - لیکن
جو چین سے یہ دلِ بیقرار رہنے دے

ہمارے حال پر احسان کر صبا اتنا
کہ اُس گلی مین ہمارا غبار رہنے دے

مرے مزار پر آنے کا وعدہ کرتے ہین
مگر فلک جو نشانِ مزار رہنے دے

جسے یہ رنگ تحیّر کہ اپنی محفل مین
مجھے وہ سامنے آئینہ وار رہنے دے

یہ کیا بتاؤن کہ دُنیا مین کیا کیا مین نے
نہ پوچھ اے مرے پروردگار رہنے دے

وہ کہتے ہین - نہ رُکے دورِ جام اے اختر
خیالِ گردشِ لیل و نہار رہنے دے

خمریاتِ ریاض

از لسان الملک حضرت ریاض - یادگار حضرت امیر مینائی رح

اُتری ہے آسمان سے جو کل اُٹھا تو لا
طاقِ حرم سے شیخ وہ بوتل اُٹھا تو لا

لیلےٰ کے دل مین قیس نکل آئیگی جگہ
تو سر پر آج نجد کا جنگل اُٹھا تو لا

دھونا ہین داغِ جامۂ احرام صبح صبح
حُجرے سے شیخ پانی کی چھاگل اُٹھا تو لا

اے رندکام ابر کالون گا مین بادہ نوش
تو مجھ فقیر مست کا کمبل اُٹھا تو لا

طاقِ حرم مین شیخ گلابی ہے پھول کی
اِس کام کا ملیگا تجھے پھل اُٹھا تو لا

مجھکو بھی انتظار تھا ابر آئے تو پیون
ساقی اگر یہ سچ ہے کہ بادل اُٹھا - تو لا

بجھائے دن - یہ تیرہ شبِ ہجر اے ندیم
روشن تھا جس سے طور وہ مشعل اُٹھا تو لا

اے شیخ میز سے دمِ افطار فرش پر
پینے کو پھول کھانے کو کچھ پھل، اُٹھا تو لا

ناصح کا منہ ہو بند وہ چکھ لے شرابِ خلد
ساقی ذرا ریاض کی بوتل اُٹھا تو لا

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنو کا بنایا ہوا عطر حنا ہر موسم مین استعمال کیا جا سکتا ہے

مکۂ معظمہ

ذیل کا مضمون سیف الاسلام جناب مولانا محمد یٰسین صاحب (خلف مولانا محمد فاروق صاحب مرحوم و مغفور) کے فاضلانہ افادات کا ایک نمونہ ہے۔ اس میں آپ نے مکۂ معظمہ کے تاریخی حالات سے بحث کی ہے اور صحف انبیاء اور دیگر معتبر اقوال سے یہ ثابت کیا ہے کہ اولاد آدمؑ کے ساکن میں قدیم آبادی مکۂ معظمہ کی تھی، اسی طرح ہر قسم کا اعزاز و احترام اور قدامت خانۂ کعبہ کو حاصل ہے۔ اس مختصر مضمون میں گو نہایت مدلل اور مستند اقوال سے توضیح کی گئی ہے۔ لیکن پھر بھی ہمیں اسکی نوعیت کے لحاظ سے اور زیادہ وضاحت تفصیل و دلائل و براہین کی ضرورت تھی۔

اُمید ہے کہ آئندہ بھی مولانا کے فاضلانہ مضامین کا سلسلہ "مرقع" میں جاری رہیگا۔ ناظرین کرام اُس سے لطف اندوز ہوتے رہیں گے۔

مدیر

یہ شہر اقلیم دوم وسط حجاز میں ۶۶ درجہ طول اور ۲۱ درجہ ۳۰ دقیقہ عرض البلد پر واقع ہے۔ یہ ساکن بنی آدم میں سب سے قدیم ہے۔ اسکی بنا خود حضرت آدمؑ کے وقت میں ہوئی۔ اگرچہ تاریخ سے اسکا ثبوت مشکل ہے۔ مگر انبیائے پیشین علیہم السلام کے صحیفوں سے اور اُنکے ملفوظات سے اسکا پتہ ملتا ہے۔ تاریخ سے صرف اسکی قدامت معلوم ہوتی ہے۔ مگر یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ اسکی بنا کب ہوئی اور اسکو کس نے آباد کیا۔ اس لئے جو لوگ کہ مؤرخ کے قول کو نبی کی باتوں پر ترجیح دیتے ہیں وہ یہاں آکر سرنگوں ہو جاتے ہیں اور بجز خاموشی سے تسلیم کر لینے کے اور انکو کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا ہے۔ مثلاً فرانس کا مشہور جغرافیہ دان **دوزی** انسائیکلوپیڈیا میں لکھتا ہے کہ "مکہ وہی جگہ ہے جسکو پرانے یونانی مورخین ماکروبہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اسی طرح مسٹر کارلائل جو مستشرقین میں سب سے زیادہ معروف ہیں لکھتے ہیں کہ رومن مؤرخ سیلس نے کعبہ کے ذکر میں لکھا ہے کہ "وہ دنیا کے معابد میں سب سے قدیم اور اشرف ہے"۔ ان دونوں روایتوں سے صرف اسکی قدامت معلوم ہوتی ہے مگر یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ اسکی بنا کب پڑی۔ اسی طرح حکیم بطلیموس یونانی کا جغرافیہ ہے جس میں حکیم مذکور نے مکۂ معظمہ کا ذکر کیا ہے اور اسکا طول و عرض بلد تحریر کیا ہے جسکا حوالہ یاقوت حموی نے معجم البلدان میں دیا ہے۔ حکیم بطلیموس یونانی کے جغرافیہ میں اسکا ذکر کرتا ہے کہ کعبہ محترمہ کا سکہ عالم میں ایک عبادتگاہ کی حیثیت سے بیٹھا تھا کیونکہ مکۂ معظمہ کی شہرت کی وجہ بجز اس عبادتگاہ کے اور کچھ نہیں ہو سکتی ہے۔ بہرصورت ایسی قدیم تصانیف میں اسکا ذکر اس کی قدامت کو تو ضرور بتاتا ہے۔ البتہ زمانہ آبادی کو متعین نہیں کرتا ہے اس لئے کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی ہے کہ صحف پیشین سے انحراف کیا جائے۔

کعبۂ مکرمہ کے متعلق اکثر اسلامی مورخوں نے لکھا ہے کہ یہ بنائے خلیلؑ ہے اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اپنے پیارے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو مع اُنکی والدہ ماجدہ کے مکہ کے ویران ریگستان میں چھوڑ دیا تھا۔ اس حکایت کی بنا اُس اثر پر ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے لیکن انبیاء علیہم السلام کے پرانے صحیفے اسکے مخالف ہیں اور نبی کا قول ایک اثر کے مقابلہ میں رد نہیں کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ حضرت ابن عباسؓ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ ایسا ہی رسول خدا صلعم نے فرمایا۔ ان صحیفوں کے علاوہ عقل بھی کسی طرح اسکو پسند نہیں کرتی ہے کہ خدا کا ایک برگزیدہ رسول اپنے شیر خوار بچے کو ایک ہولناک ویران بیابان میں لا کر چھوڑ دے، اگرچہ مؤرخین نے اس شبہ کو دور کرنے کے لئے اسکو حکم و مرضی خداوندی قرار دیکر اس پر بہت زور دیا ہے۔ انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام کے صحیفوں سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے اسکا

علاوہ عطر حنا کے جملہ قسم کے صندلی عطریات اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے طلب فرمائیے

مختصر اقتباس ہدیۂ ناظرین کرتا ہون - اس بحث پر میرے عم محترم ارسطوے دوران حضرت مولانا عنایت رسول صاحب عتاسی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بہت ہی بسیط اور مدلل بحث اپنی لاجواب کتاب "بشریٰ" مین لکھی ہے - اِس مین عبرانی عبارت بہت زیادہ ہے جسکی پوری نقل دشوار ہی نہین بلکہ ایک حد تک محال ہے عم محترم نے صحائف الہامی سے یہ ثابت کیا ہے کہ سب سے پہلی عبادتگاہ کعبہ ہے اور سب سے پہلا حرم حرم کعبہ ہے - افسوس ہے کہ بے مانگی اُس کتاب کی اشاعت مین مانع ہے ورنہ وہ نہ صرف مذہبی بلکہ علمی دنیا کے لئے ایک محیر العقول چیز ہے - مین اِس بحث مین صرف اُسکی خوشہ چینی پر اکتفا کرتا ہون -

مکہ اسکے معنی عبری مین ہلاکت کے ہین - ہوسکتا ہے کہ یہ نام حضرت آدم علیہ السلام نے اِس وادی غیر ذی زرع چٹیل ویران میدان کا جنت سے آنے کے بعد ہی رکھا ہو - اور بہت ممکن ہے کہ یہ نام ہابیل کی موت کے بعد رکھا گیا ہو کیونکہ بنی آدم مین سب سے پہلی موت یہی ہوئی ہے - اِس سے پہلے اولادِ آدم کو موت سے سابقہ نہین پڑا تھا - اسکے اسماء مین بکہ بھی ہے اسکے معنی عربی اور عبری دونون مین رونے کے ہین - اِس نام کی وجہ یون ہی ہے کہ جس لغزش اور فروگزاشت کی بنا پر کہ حضرت آدم علیہ السلام کو یہان آنا پڑا، اُسکی معافی کے لئے وہ دن رات بارگاہ غفور الرحیم مین گریہ زاری کرتے تھے اُنکا یہان بیت حزن تھا جس مین وہ مشغول گریہ و بکا و سجود و رکوع رہا کرتے تھے - غالباً انھین اُنکو بشارت مغفرت ملی اور حکم الٰہی سے وہی آج تک قبلۂ اقوام رہا اور قیامت تک رہیگا -

بہرصورت قیاس یہ بتاتا ہے کہ اِس نام کی وجہ یہی ہوگی اسکے بعد آپنے اُسکو حرم بنایا، چنانچہ اسکے عبرانی ناموں مین شالیم بھی ہے جسکے معنی سلام کے عربی مین ہین - اِسمین قتل و خونریزی بحکم خداوندی ہمیشہ ممنوع رہی اور اقوام عالم بلا استثنا اسکا ادب و احترام کرتے رہے ہین - جب طوفان نوح تمام آبادی کو بہا لیگیا تو اُسکے دفع ہونے کے بعد بوحی الٰہی اِس عبادتگاہ اور اسکے حرم کی تعمیر حضرت نوح علیہ السلام کے وقت مین ہوئی حضرت نوح کے صاحبزادہ حضرت سام اپنے والد کے بعد اسکے متولی ہوئے - اور ان ہی کی تولیت کے عہد مین حضرت ابراہیم نے بخوف نمرود کسدیم سے ہجرت کرکے یہان پناہ لی جیسا کہ ..... معتبر و مستند تاریخ یہود مین مذکور ہے - اور اسکے حرم ہی ہونے کا سکہ تھا جو نمرود جیسے شقی کو ان سے پھر کسی قسم کے تعرض کی ہمت نہین ہوئی -

اسکے بعد پھر حضرت ابراہیم نے اپنے عزیز فرزند حضرت اسماعیل کو حسب منشا خداوندی یہان لاکر حضرت سام بن نوح امام وقت کی تربیت مین دیا - توراۃ شریف مین حضرت اسماعیل و حضرت ہاجرہ کا واقعہ جس تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۰۳۴ء قبل مسیح مین حضرت اسماعیل کی ولادت ہوئی - اور ۲۱۰۰ء قبل مسیح مین حضرت سام بن نوح نے وفات پائی ہے اور ۲۰۸۹ء قبل مسیح مین حضرت اسحاق کی ولادت حضرت سارہ کے بطن سے ہوئی حضرت اسحاق حضرت اسماعیل سے چودہ برس سے چھوٹے تھے - ایک دن دونون بھائیون مین میراث کے متعلق کچھ گفتگو تھی حضرت اسماعیل نے فرمایا کہ مین بڑا ہون حضرت سارہ کو یہ بات ناگوار ہوئی اور حضرت خلیل اللہ سے کہا کہ اِس لونڈی کو مع اُسکے لڑکے کے یہان سے نکالو، میرے لڑکے کے ساتھ اسکے ترکہ مین شرکت نہ ہونی چاہیئے - حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو اگرچہ حضرت سارہ کا یہ کہنا ناگوار ہوا ہو - مگر وہ مصلحت یا بحکم خداوندی حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل کو مکۂ معظمہ پہونچا گئے -

اِس دوری اور علیحدگی کے سبب مذکور سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسحاق کی عمر اُس وقت کم از کم ۱۲-۱۴ برس کی رہی ہوگی - کیونکہ اِس قسم کی باتین سن تمیز کو پہونچنے کے بعد ہوا کرتی ہین لہذا لامحالہ ماننا پڑیگا کہ حضرت اسماعیل کی عمر ۲۶ ۲۸ سال کی رہی ہوگی کیونکہ وہ ۱۴ برس بڑے تھے - یہودی علما کا یہ کہنا کہ حضرت اسماعیل حضرت ہاجرہ کی گود مین تھے بالکل ہی بے بنیاد ہے کیونکہ

کارخانۂ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے لیے تار کا پتہ صرف "حنا" لکھنؤ کافی ہے

۲۶ برس کے جوان آدمی کا ماں کی گود مین سفر کرنا عقل سے بالکل بعید ہے قیاس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مغالطہ اخبار یہود کو اُس عبارت سے ہوا ہے جو پہلی کتاب موسیٰ باب ۲۱ آیت ۱۴ تا ۱۴ آیت مین درج ہے اور وہ یہ ہے ۔

וַיַּשְׁכֵּם אַבְרָהָם בַּבֹּקֶר וַיִּקַּח לֶחֶם וְחֵמַת מַיִם וַיִּתֵּן אֶל־הָגָר שָׂם עַל־שִׁכְמָהּ וְהַיֶּלֶד וַיְשַׁלְּחֶהָ וַתֵּלֶךְ וַתִּתְעֶה בְּמִדְבַּר בְּאֵר שָׁבַע׃

اسکا ترجمہ یہ ہے = صبح کو (حضرت) ابراہیم ع اُٹھے اور روٹی اور پانی کی مشک لے کر دیا ہاجرہ کو یعنی اُسکے کندھے پر رکھدیا اور لڑکے کو یعنی دیا روٹی اور مشک اور لڑکے کو اور اُسکو نکال دیا ۔

اِس آیت کا مطلب یہود کہتے ہین کہ روٹی مشک اور لڑکا (یعنی حضرت اسمٰعیل) سب کو حضرت ہاجرہ کے کندھے پر رکھدیا ۔ یہ کس قدر عقل سے بعید ہے ۔ حالانکہ اسکا مطلب صاف ہے کہ روٹی اور پانی کی مشک حضرت ہاجرہ اور اُنکے لڑکے کو دیا یعنی ماں بیٹے دونون کو دیا ۔ یا یہ ہو سکتا ہے کہ روٹی اور پانی اور حضرت اسمٰعیل ان سب کو حضرت ہاجرہ کے سپرد کیا کہ یہ تمہارا لڑکا ہے اور یہ زادراہ ہے یہ سب لو اور جاؤ = یہ بہت ہی صاف ہے اور لڑکے کو باعطف کے سمجھنے مین یہ ذرا سی غلطی ہوئی ہے جس نے تمام علمائے یہود و اسلام کو مغالطہ مین ڈال دیا یہان تک کہ ربی شلومو یرحی کے ایسے لائق مفسر نے اِس مقام پر حضرت اسمٰعیل کو گود مین دینے کی یہ وجہ بھی لکھی ہے کہ وہ چلنے سے معذور تھے ۔ اور معذوری کی وجہ بھی نرالی تراشی ہے کہ حضرت سارہ نے حضرت اسمٰعیل پر جادو یا ٹونا کر دیا تھا ۔ اِس وجہ سے وہ چل نہین سکتے تھے ۔ اِس طرح پر ایک گویا اعتراض حضرت سارہ پر بھی کر دیا ۔ معاذ اللہ منہ ۔ یہودیت عجب چیز ہے ۔ یہودیون کی شرمناک تحریفات کا اُس وقت کچھ پتہ چلتا ہے جب آسمانی صحائف پیشین پر گہری نظر ڈالی جائے ۔

بہرکیف توراۃ شریف کی یہی ایک آیت ہے جو بنا ہے اِس عظیم مغالطہ کی ۔ میرا خیال ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ماخوذ ہے ۔ یہودیون اور کفار عرب کے قصون سے کیونکہ اصل واقعہ آپ سے بہت پہلے کا ہے ۔ آپکو جو کچھ اسکے متعلق معلوم ہوا وہ انہین لوگون سے ۔ کیونکہ اگر حضرت سرور کائنات صلعم نے فرمایا ہوتا تو حضرت ابن عباس اسکا ذکر کر دیتے ، جیساکہ صحابہ کرام کا دستور ہے ۔ چونکہ یہ اثر مرفوع نہین ہے اِس لئے جیساکہ مین نے اوپر لکھا ہے کہ اِس سے آسمانی صحائف منسوخ نہین ہو سکتے ۔ لہذا توراۃ کی روایت پر اعتماد کرنا پڑیگا ۔ اسکے علاوہ اور بھی بہت سے قرائن ہین کہ جن سے اسکی تائید ہوتی ہے بخوف طوالت یہان نظر انداز کرتا ہون ۔ سلسلۂ کلام کے متعلق مین ایک اور آیت کے پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہون ۔ موسیٰ پہلی کتاب باب ۱۴ آیت ۱۸

וּמַלְכִּי־צֶדֶק מֶלֶךְ שָׁלֵם הוֹצִיא לֶחֶם וָיָיִן וְהוּא כֹהֵן לְאֵל עֶלְיוֹן׃ וַיְבָרְכֵהוּ וַיֹּאמַר בָּרוּךְ אַבְרָם לְאֵל עֶלְיוֹן קֹנֵה שָׁמַיִם וָאָרֶץ׃

ترجمہ اسکا یہ ہے ۔ کہ یہ ملکی صدق بادشاہ سالیم روٹی اور شراب لایا اور وہ خادم تھا بڑے معبود کا ، ملکی صدق لقب ہے حضرت سام بن نوح کا جیساکہ رستی وغیرہ عمدہ ترین تفاسیر مین درج ہے ۔

سلسلۂ کلام اوپر سے یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نے اپنے زمانہ قیام

تمام ماہران فن نے اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر حنا کو بہترین عطر مانا ہے

معظمہ مین جہاد کیا ہے اور اس جہاد مین فتح پائی ہے حضرت سام چونکہ امام وقت تھے وہ عشر لینے کے لئے گئے ہین اور حضرت ابراہیمؑ نے ادا بھی کیا ہے

اخبار یہود کی صدق کے مسمی ہونے مین تو اختلاف نہین کرتے ہین لیکن شالیم کے تعین مین وہ ہمارے مخالف ہین وہ کہتے ہین کہ شالیم سے مراد اورشلیم ہے۔ حالانکہ اُنکا خیال غلط ہے کیونکہ شالیم کا اطلاق حرم ہی پر ہو سکتا ہے اسکے لفظی معنی سلام کے ہین اور حرم کے لئے مسجد کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ دستور و قاعدہ ہے۔ اور یہ مسلمہ ہے کہ ہمین کسی کو بھی اختلاف نہین ہے کہ اُس وقت تک وہان مسجد نہ تھی۔ لہذا یہ ماننا پڑیگا کہ اس سے مُراد مکہ معظمہ مسکن حضرت سام بن نوحؑ ہے جہان حضرت آدمؑ کی بنا کردہ عبادتگاہ (مکہ مکرمہ) موجود تھی۔ مکہ معظمہ کے اسمامین شالیم بھی ہے۔ یہود کی قدیم کتابون مین اسکا ذکر موجود ہے۔ اور یہی مطلب ہے قرآن پاک کی اس آیت شریفہ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ سب سے پہلا گھر جو لوگون کے لئے عبادتگاہ بنایا گیا ہے وہ ہے جو مکہ معظمہ مین ہے اور اہل عالم کے لئے باعث ہدایت و برکت ہے۔

قدیم تاریخ سے یہ امر بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ یہ مقام تمام اقوام عالم کی نگاہ مین ہمیشہ سے نہایہی عظمت و تقدس رکھتا آیا ہے۔ پارسی (مجوسی) مذہب کے پیشوائے اعظم نے اسکی تاویل یون کی ہے، یہ (مکہ) اصل مین مہ گہ تھا، پہلے یہان چاند کی پرستش ہوا کرتی تھی۔ اب فتہ رفتہ بمرور ایام بگڑکر مکہ ہوگیا ہے۔ اس گبر پیشوائے اعظم کے اس قول کی توجیہ کرنے اور اُسکی علت بتانے سے قبل اس مقولہ کے متعلق ایک ضروری امر یہ عرض کرنا ہے، وہ یہ کہ مذاہب عالم مین اپنی قدامت کے سب سے زیادہ مدعی پارسی ہین۔ اور یہ لوگ اپنی کتاب مین اس دعوے کے ساتھ کچھ پتہ بھی رکھتے ہین بخلاف ایسے اہل مذاہب کے اِن کے یہان صرف دعوی ہے وہ بھی انکا اپنا۔ انکی کتاب اس دعوی سے بھی خالی ہے اور اسکے پتہ ثبوت سے بھی یہ دعوی انکے بعض چالاک لوگون نے محض اپنے مذہب کی گرم بازاری اور خلق خدا کو دھوکہ دینے کے لئے گڑ رکھا ہے۔ ورنہ اُنکے دوسرے مذہبی دعاوی کی طرح اسکی بھی قطعًا کوئی اصلیت نہین ہے۔

بہرصورت مجوسی مذہب اپنی قدامت کے متعلق یہ کہتا ہے۔

"ششصین ہمابادر ابرگزیدم پس ازاو سیزدہ پیغمبر یکیم فرستادم۔ چون صد زاد سال دہ بادشاہے ایشان رفت۔ آباد آراد بادشاہ جہان داری گزاشتہ یزدان پرست شد"

یعنی یزدان (نیکی کا مالک) بتاتا ہے کہ مین نے پہلے کائنات مین سے ہمابا د (پارسیون کے خیال کے مطابق یہ نام حضرت آدم علیہ السلام کا ہے) کو منتخب کیا اور اُنکی نسل مین سے تیرہ پیغمبر متعاقب بھیجے۔ جب سو زاد سال انکی حکومت پر گزرے تو انہی اولاد آدم مین ایک بادشاہ آباد آرا دنے سلطنت چھوڑکر درویشی اختیار کرلی۔ صد زاد سال کا شمار پارسی حساب یون ہوگا۔ کہ ۱ کے عدد لکھکر ۲۵ نقطے (علامت صفر) بڑھائیے۔ یہ عدد وہ ہے جسکے لئے لفظ کسی اور زبان مین نہین ہے۔ میری غرض اس عبارت کی نقل سے صرف اسکی قدامت کے ادعا کو دکھانا ہے۔ جو مذہب کہ اس وجہ اپنی قدامت کا دعوی دار ہے اسکا پیشوائے اعظم کہتا ہے کہ مکہ اصل مین مہ گہ تھا۔ اور زمانہ سابق مین وہان چاند کی پرستش ہوتی تھی۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ مدعیان قدامت بھی مکہ معظمہ کی آبادی اور اُسکی عبادتگاہ کعبہ کی بنا کے زمانے کو متعین اور محدود نہ کرسکے بلکہ وہ اپنے وجود سے بہت پہلے اسکی آبادی کو تسلیم کرتے ہین۔ لہذا یہ خیال کہ اسکی بنا حضرت ابراہیم خلیلؑ کے ہاتھون پڑی پایہ ثبوت کو نہین پہونچتا ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ اسکی تعمیر و آبادی حضرت آدمؑ کے وقت مین ہوئی۔ اور حضرت ابراہیمؑ کے ہاتھون تیسری مرتبہ اسکی تعمیر ہوئی ہے۔

مین ناظرین کی دلچسپی کے لئے گبرون کی اس توجیہ کی وجہ بھی مختصر طور پر لکھے دیتا ہون۔ آسمانی صحیفون کو بنظر غور مطالعہ کرنے سے نیز کتاب بشریٰ کے دیکھنے سے حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ مبسوط یون معلوم ہوتا ہے کہ جب ابوالبشر

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے کارخانہ کا عطر حنا جس قدر پرانا ہوگا اُسیقدر اُسکی خوشبو دیرپا اور خوشگوار ہوگی

حضرت آدم علیہ السلام پردۂ خفا سے سریر آرائے عالم وجود ہوئے تو ابتدا اُن حسب منشا حکمت الٰہی ایسے مقام پر رکھے گئے جہاں وہ تمام چیزیں قدرتاً مہیا تھیں جو جسم انسانی کی غذا و بسر بسری کے لئے ضروری ہیں اور جنکے لئے ایک انسان اپنی بقاء حیات میں محتاج ہے اسی طرح وہ تمام اشیاء جن سے ایک انسان کو گزند و نقصان پہونچ سکتا ہے اُن سے وہ جگہ خالی تھی۔ نیز خدا کے خلیفہ اور نبی ہونے کی حیثیت سے وہ تمام علوم و فنون جو سبب و منشأ تہذیب فن نظری و عملی ہیں اور وہ جملہ کمالات جن پر صحیح معنوں میں لفظ عدالت کا اطلاق ہوتا ہے وہ سب اُنکو بلا اکتساب و محنت و تعلم و تحصیل محض وہبی طور پر بوحی و الہام خداوندی حاصل تھے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کو ہمیشہ ہوتا آیا ہے کبھی کسی نبی نے کسی انسان کے آگے زانوئے ادب تعلم و تحصیل علم کے لئے تہ نہیں کیا ہے اور کسی نبی کا کوئی دنیاوی معلم نہیں رہا ہے حضرت آدمؑ تمام کمالات وحانی سے آراستہ تھے اور اُن تمام علوم سے بہرہ اندوز تھے جن کا جاننا انسانی حوائج کے لئے ضروری ہے جیسا کہ قرآن پاک سے اسکی تصدیق ہوتی ہے وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (حضرت آدمؑ کو تمام اسماء کی تعلیم دی گئی) چونکہ اسکا تعلق نفوس انسانی کی تکمیل و اصلاح سے تھا۔ اسی وجہ سے ملائکہ وغیرہ کی گروہ میں اُس وقت اسکا کوئی بھی جاننے والا نہ تھا۔ بہرصورت حضرت آدمؑ ایک مکان وہاں رہے اور مخصوص غذاؤں اور مخصوص معاشرت کے عادی ہوئے اُسکے بعد پھر بہ اقتضائے حکمت بالغہ و منشائے الٰہی کے ایک وادی غیر ذی زرع یعنی ویران چٹیل میدان میں بھیجدیئے گئے جہاں اُنکی محتاج چیزوں اور اشیاء ضروریہ میں سے کوئی چیز بھی موجود نہ تھی لہذا وہ مجبور ہوئے کہ زمین سے اُن چیزوں کو پیدا کریں جسکی اُنکو حاجت تھی تعلیم ربانی نے اُن کی رہبری کی اور اپنی اولاد کو علم فلاحت و کاشتکاری کی تعلیم دی۔ اُنکو یہ بتایا کہ زمین سے کس طرح پر نباتات پیدا کرکے غذا کے صرف میں لائی جاسکتی ہیں اسمیں اُنکو مدد الٰہی سے کامیابی ہوئی۔ چونکہ کاشتکاری کے لئے اور نیز دوسرے تمام کاموں کے واسطے موسم وقت و فصل کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے آپنے اُسکی طرف توجہ کی اور ابتداء میں ایک ہموار زمین پر لکڑی نصب کردی اور اُسکے سایہ کو برابر دیکھتے اور اُسکے تغیرات پر نشان کرتے رہے جب سایہ وضع اول کی طرف عود کرآیا تو آپنے سمجھا کہ آفتاب نے ایک دورہ پورا کرلیا اور روزانہ کے نشانات کا شمار کیا تو ۳۶۵ پایا، اس لئے ۳۶۵ دن کا سال مقرر فرمایا، اُسکے بعد چاند کے تغیرات کی طرف نظر ڈالی اور اُسکے ایک دورہ کا کامل مہینہ مقرر فرمایا۔ غرضکہ اس طرح علم ریاضی کی بنا ڈالی اور رفتہ رفتہ اسکے ضروری مسائل کو سمجھا اور سمجھایا۔ آلات کاشتکاری اُسوقت کے اقتضا اور اعتبار سے جو کچھ بھی ممکن ہوا بنایا۔

جس پہاڑی پر یہ سب سامان تھا اُسکو اُسوقت کی اصطلاح میں ھر ھیا سا یم ہَرْ هِيَا سَايِم کہتے تھے جسکا ترجمہ عربی میں جبل القمر اور فارسی میں کوہ مہ ہوتا ہے صحف آسمانی کی درس تفصیل کی کسیقدر تائید فاکنس یونانی مصنف کتاب تاریخ الحکما نے بھی کی ہے اصل کتاب یونان میں موجود ہے۔ بہرکیف اس تفصیل سے اتنا قیاس کیا جاتا ہے کہ اسی نقطہ ھیا سا یم نے اس گہرے سیارہ کو ایسی تیز حرکت کا موقع دیا۔

اسکے متعلق ایک اور قرینہ ہے وہ یہ کہ حضرت سام بن نوح کی نسل میں ایک شخص یارح نام کا گزرا ہے جسکی اولاد حجاز سے کچھ دور سمندر کے کنارہ پر آباد ہوئی اور چند دن کے بعد چاند کی پرستش کرنے لگی اس وجہ سے عرب اُنکو بنی ھلال کہنے لگے۔

اِن مذکورۂ بالا تمام تفاصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ انبیائے بنی اسرائیل علیہم السلام کے صحیفوں نیز دیگر قرائن و اقوال و آثار سے مشاہیر ملک سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سارا بنی آدم میں سب سے زیادہ قدیم آبادی مکہ معظمہ کی ہے اسطرح تمام معابد میں ہر قسم کی عزت و عظمت و قدامت خانۂ کعبہ محترمہ کو ہے۔ نہ تو قدامت میں کوئی اسکی ہمسری کرسکتا ہے اور نہ عزت و حرمت میں کوئی اُس کا مدمقابل ہے۔

میں اب اس طویل تحریر کو علی وجہ الاختصار ختم کرتا ہوں اور اسکی مؤید توراۃ شریف کی دوسری آیتوں کو طوالت کے خوف سے چھوڑ دیتا ہوں۔ اسی کے ساتھ ملک کے ارباب علم و محققین سے یہ استدعا ہے کہ اس مسئلہ پر اپنی قیمت رائے سے ملک کو نیز اس ناچیز کو مستفید فرمائیں۔ اور اگر اسکے متعلق کوئی تحریر شایع فرمائیں تو مجھکو بھی عنایت فرمائیں۔

محمد یٰسین عباسی۔ چریاکوٹ
بربرہنہ۔ غازیپور۔

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا ایجاد کردہ عطر خاص ہے جسکا استعمال ہر موسم میں خوشگوار ہے

فرض

(از جناب مولوی وحیدالدین صاحب سلیم، پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن)

اے دل رہِ الفت مین نہ تھکنا ہے ترا فرض
دُھن باندھ کے منزل کی لپکنا ہے ترا فرض

اے روحِ بشریت ترا بان ہے ترا نام
عظمت کی بلندی پہ چمکنا ہے ترا فرض

اے خونِ جگر تجھ سے محبت کا کھلا رنگ
عُشّاق کی آنکھون سے ٹپکنا ہے ترا فرض

رونق چمنِ دل کی ہے تو نخلِ تمنّا!
جھوکون سے مسرت کے لچکنا ہے ترا فرض

اے آنکھ تو ہے آئینۂ حسنِ جہانتاب
حیرت سے ہر اک جلوہ کو تکنا ہے ترا فرض

اے عشق تو شعلہ ہے تجلّی ازل کا
ہر سینہ کی سینا مین بھڑکنا ہے ترا فرض

اے حُسن تو فطرت کے گلستان کا ہی پودا
نازون کی ہواؤن مین پھیکنا ہے ترا فرض

اے پھول تو ہے حُسن کے میخانہ کا اک جام
صہبائے لطافت سے چھلکنا ہے ترا فرض

اے مرغِ چمن تو ہے محبت کا مغنّی
پھولون کے درختون پہ چہکنا ہے ترا فرض

خمستانِ بہار

(از جناب اثر صہبائی)

پھر اب یون ہی حدیثِ شوق بے پایان بیان کرلون
نگاہِ پاک بین کو رازِ دل کا ترجمان کرلون

وہ فردوسِ تماشا زینت آرائے گلستان ہے
نظر مین کس طرح سے جذب سب رنگینیان کرلون

خیالِ جنّتِ موہوم مین اے واعظِ نادان
نظر کو کس لئے بیگانۂ حُسنِ بتان کرلون

وہ مستِ ناز ہے یا پیکرِ رنگینی و مستی
یہی جی چاہتا ہے سکو آنکھون سے نہان کرلون

کبھی تارون بھری راتون مین یون بھی غور کرتا ہون
دلِ تاریک کو کیسے حریفِ کہکشان کرلون

اثر جب ہاد ہوئے رندِ مے آشام سُنتا ہون
یہی جی چاہتا ہے بیعتِ پیرِ مغان کرلون

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے مال طلب کرنیکے بعد اگر تا پسند ہو تو قیمت واپس لیجئے۔ اور واپسی کے محصول کا بھی کارخانہ ذمہ دار ہے۔

اُردو زبان کی قدامت

(نوشتہ جناب حکیم بریم صاحب اڈیٹر اخبار "مشرق" گورکھپور)

محترمی جناب حکیم بریم صاحب اڈیٹر اخبار مشرق گورکھپور کے نام نامی، اُنکے علمی و ادبی خدمات اور اُنکے جوہر نشاپرداری سے کون ہے جو واقف نہین۔ ذیل کا مضمون اُنہین کے زورِ قلم کا نتیجہ ہے۔ اِس مضمون مین آپنے اُردو زبان کی قدامت پر بہت کچھ بحث کی اور روشنی ڈالی ہے۔ اور الفاظ و محاورات کے عدم صحت اور بیجا استعمال کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ ایک حد تک آپکے تحقیقانہ خیال کی اعلیٰ مثال ہے۔ ہم اپنی رائے کو ابھی محفوظ رکھتے ہین۔ امید ہے کہ دلدادگانِ اُردو و اِس مضمون پر کافی غور فرمائینگے۔ اور ملک کے اساتذۂ فن اور محققانِ ادب کافی توجہ کے بعد اپنی بیش بہا رایون سے "مرقع" کو زینت دین گے۔ تاکہ مجھ بھی اپنے اظہار خیال مین کافی امداد ملے۔ — اڈیٹر

مین نے دسمبر ۱۹۱۶ء مین ایک مضمون اُردو زبان پر لکھکر "انجمن ترقی اُردو" کی کانفرنس کے لیئے لکھنؤ بھیجا تھا۔ مگر اب خیال آیا کہ اُسمین ایک اہم بات لکھنے سے رہ گئی تھی۔ وہ مضمون اِس وقت میرے سامنے نہین ہے۔ ممکن ہے کہ مولانا ظفر الملک (اڈیٹر "الناظر"، لکھنؤ) کے پاس ہو۔ آج اُس فروگزاشت کو پورا کر رہا ہون یعنی میری رائے مین

اُردو قدیم زبان ہے

مگر خوف معلوم ہوتا ہے کہ جو اصحاب اُردو کو دو تین صدی کی پیداوار کہتے ہین، وہ خفا نہ ہو جائین۔ میری رائے اِس معاملہ مین جُدا ہے، اور یہ رائے میری عقل آرائی پر منحصر نہین ہے، بلکہ اُردو کے متعلق جتنی کتابین لکھی گئی ہین اُنکے پڑھنے کے بعد مین اِس نتیجے پر پہونچا ہون کہ

اُردو زبان اِس مُلک کی قدیم زبان ہے

اُردو زبان بیشک برج بھاشا سے نکلی ہے۔ اور کہتے ہین کہ بھاشا کی عمر ایک ہزار سال سے بھی کم ہے۔ مگر تنقیح طلب یہ ہے کہ برج بھاشا کی عمر صحیح کہی جاتی ہے، یا غلط؟

دراصل ہندوستان مین آرین قوم کو آئے ہوئے پانچ ہزار سال سے کم و بیش زمانہ گزرا۔ اِن آنے والون کی صورت اور معاشرت یہی کہ رنگت مین سُرخ سفید۔ گورے چٹے۔ خوبصورت ہاتھ پاؤن والے تھے۔

یہ امر مسلمہ ہے کہ آرین قوم کی ایک شاخ یورپ گئی ایک یونان ایک چین و تبت۔ ایک ہندوستان آئی ایک اپنے قدیم خطے ایران مین رہ گئی۔

آرین قوم جو ہندوستان آئی، اُسکی نسبت میرا قیاس اُسکے طور و اطوار اور معاشرت و خودداری کی روایتون کو دیکھتے ہوئے یہ ہے کہ وہ برہمن تھے۔ اور اُنہون نے جیحون سیحون کو طے کر کے جب اِس سرزمین پر قدم رکھا اور یہان کی قومون کو مغلوب کر لیا۔ اُنہون نے اپنی سیادت قائم کرنے کو ذات پات کی تقسیم کر دی۔ خود سردار بنے اور اپنی خودداری کو اِس حد تک سراہا کہ اپنی زبان کو بھی یہان کی قومون کو ہاتھ لگانے نہین دیا جس طرح کھانے پینے اور ازدواج سے یہان کی قومون کو الگ رکھا۔ اُسی طرح زبان کو انکی دسترس سے محفوظ رکھا۔ مگر قدرت کے اِس فیصلے کے خلاف کیا کر سکتے تھے کہ تبادلۂ خیالات اور روزمرہ کے ضروریات کے لئے یہان کے باشندون سے بات چیت، خرید و فروخت مین مجبور ہو کر یہان کی بول چال اور اپنی بول چال کو ملانا اور ایک زبان پیدا کرنی پڑی

یہ اصول مسلم ہے کہ زبان کو کوئی پیدا نہین کرتا۔ زبان خود پیدا ہوتی ہے

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کی شہرت کا باعث صرف عطر حنا ہے

اس لئے یہان کی زبان کو اُنہون نے پراکرت کا لقب دیا۔

پراکرت عوام الناس کی زبان کو کہتے ہین۔ یہ گنواری خطاب غالبًا غیور آرین کا دیا ہوا ہے۔ محکوم قوم پر ہمیشہ اسی طرح فاتح قوم کا سکہ جما کیا ہے۔ دیکھ لو آج انگریزی زبان کیا کر رہی ہے اور ہندوستانی زبانین کس حالت مین ہین۔ جب مسلمان آئے تو چند ہی روز کے بعد یہان کی قومون نے فارسی اور عربی مین کیسی قدرت حاصل کر لی تھی۔

برہمن قوم کے سوا میری رائے مین اور اقوام ہند آرین نہین ہین اور اقوام یقینًا ہندوستان کی قدیم قومون کے مستند اور شریف افراد ہین اگر برہمنون کے سوا اور قومین بھی آرین ہوتین تو وہ یہ تفریق کبھی گوارا نہ کرتین کہ ایک سردار بنے اور باقی سب غلام بن کر رہین۔ اور بہادر چھتریون سے تو اسکی امید ہی نہین ہو سکتی تھی۔ انہین اقوام ہند مین جو سردار اور شریف قومین تھین وہ تو باقی رہگئین اور بکثرت جاہل مزدور پیشہ جنگلون اور پہاڑون مین بھاگ گئین جنکی نسلون مین بھیل وغیرہ ہون تو تعجب نہین۔

غرضکہ پراکرت زبان کی ترقی ہوتی گئی اور زمانے نے جناب بودھ کو پیدا کر دیا جو تخت شاہی چھوڑ کر ساوات کے قانون پر کاربند ہو گئے اور سب کے پہلے اُنہون نے دیوبانی زبان سنسکرت پر حملہ کیا تاکہ راجہ پرجا کی کوئی تفریق نہ رہے۔ اور ایک زبان سارے ملک مین استعمال کیجائے۔

اِس طرح امیر و غریب سب پراکرت کی ترقی مین مصروف ہو گئے۔ اور اس متحدہ زبان مین شائستگی اور سیدھا پن بڑھنے لگا۔ کیونکہ اب یہ درباری زبان ہو گئی تھی اور درباری اور کاروباری زبان مین شاعرانہ تخیلات اور صنائع بدائع اور استعارات نہین ہوا کرتے۔

روزمرہ کی کاروباری زبان کے لئے سیدھی سادی بول چال رواج پاتی ہے۔ جب جناب شنکراچاریہ کا دور دورا ہوا تو اُنہون نے پھر قدیم آرین کے ضابطے نافذ کر دیے اور سنسکرت کا زور بڑھا۔ تاہم پراکرت زبان کو جناب شنکراچاریہ مٹا نہین سکے اور آخرکار

اِس نے برج بھاشا کی نئی شکل تو نہین مگر کچھ صورت بدل دی اور اب برج بھاشا کی حکومت ہو گئی اور تمام ملک مین یہ زبان فصیح سمجھی جانے لگی کہ اسلامی فتوحات کا پھر ہرا لہرانے لگا اور تبادلۂ خیالات کے لئے مسلمانون سے یہان کے باشندے بھی اُسی طرح مجبور ہوئے جس طرح آرین قوم مجبور ہوئی تھی۔

مسلمان چونکہ حاکم و محکوم مین اس قسم کی سطحی تفریق پسند نہین کرتے تھے اس لئے اُنہون نے فارسی کے تحفظ کی کوشش نہین کی یہان کی قومون کو مجبور کیا کہ وہ خواہ مخواہ اپنی زبان چھوڑ کر فارسی ہی اختیار کریں۔

مگر قدرت کے قانون کے موافق تبادلۂ خیال سے برج بھاشا مین فارسی۔ عربی اور ترکی الفاظ اس طرح خلط ملط ہوئے کہ ایک نئی زبان پیدا ہو گئی۔ جو ایک زمانہ دراز مین سلاطین اسلامیہ کے دور مین ریختہ کے نام سے مشہور ہوئی۔

لیکن جب اس زبان مین زیادہ ترقی ہوئی تو اس نے "اُردو" نام اختیار کیا۔ جس طرح آرین نے اِس مخلوط زبان کا نام پراکرت رکھا تھا تاکہ اسکی ذلت ظاہر ہوتی رہے۔ اُسی طرح مسلمانون نے اِسکا نام اُردو رکھا۔ جو ایک لشکری زبان کہی جاتی ہے۔

اگر غور کیا جائے اور اُردو کی صرف و نحو پر غائر نظر ڈالی جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اُردو کی بنیاد برج بھاشا پر ہے۔ تمام قواعد و ضوابط اُردو زبان مین برج بھاشا کے موجود ہین۔ صرف اسماء و صفات عربی و فارسی سے لئے گئے ہین۔

میری رائے مین یہان کے دانشمند اور اہل الرائے ہندو مسلمانون نے غفلت کی۔ ورنہ پورے قواعد برج بھاشا کے لے لئے جاتے۔ اور عربی و فارسی کے جو اسماء و صفات اب تک رائج ہین نہ باقی رہتے۔ لیکن یہ بات شاید اس لئے نہ ہو سکی کہ برج بھاشا کے قواعد بھی منضبط نہ تھے۔ اور اُسکی صرف و نحو بھی سنسکرت کے ضوابط پر مرتب ہوئی ہے۔ برج بھاشا مین ضوابط قدیم سے اس لئے نہ تھے کہ کسی زبان کے لئے

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر حنا کا نسخہ کسی دوسرے عطر ساز کو دستیاب نہ ہو سکا

صرف و نحو کی ضرورت نہیں ہوتی۔ نہ کوئی زبان قواعد و ضوابط کی پابند ہو سکتی ہے۔ اِس لئے کہ وہ ایک ملک کی زبان ہوتی ہے۔ ملک والے اُسکو بولتے ہیں۔ جب کوئی دوسری قوم اُسکو حاصل کرنا چاہتی ہے تو اُسکے لئے اُسکے قواعد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اِس لئے اُردو کے قواعد بھی منضبط نہیں ہوئے۔

سب سے پہلے انگریزوں اور فرانسیسیوں نے اُردو کے قواعد منضبط کئے کیونکہ زبان حاصل کرنے کی ضرورت پڑی۔ اب یہ زبان ترقی کرنے لگی۔ اور یہ دائرۂ قواعد و ضوابط میں آگئی۔

اِس وقت ہندوستان اور برھما میں تین سو نوّے زبانیں مستعمل ہیں۔ مگر جو فصاحت و بلاغت اُردو زبان کو حاصل ہے وہ کسی زبان کو حاصل نہیں۔ اور سب سے بڑی بات اس زبان کو یہ حاصل ہے کہ اسکا جاننے والا ہر خطۂ ملک میں موجود ہے۔ اور اسکو اہل زبان چاہے نہ کہیں۔ مگر زبان دان ضرور کہہ سکتے ہیں۔

میری رائے میں ہندو اسکے موجد۔ مسلمان اسکے مصلح، اور انگریز اسکے مربی ترقی دینے والے کہے جا سکتے ہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ ہندو مسلمانوں نے اسکی خدمت جیسی کرنی چاہی تھی، نہیں کی۔ اگر انگریز اسکو ترقی نہ دیتے تو آج یہ زبان اتنی مقبول نہ ہوتی۔

اُردو کو علمی زبان بنانے میں مسلمانوں نے بڑی غفلت کی کیونکہ علمائے اسلام نے اسکو مبتذل سمجھکر فارسی تالیف و تصانیف کا ذخیرہ پیدا کر دیا۔ اور اطبائے اسلام نے بھی جہاں تک طبی کتابیں لکھیں وہ زیادہ تر فارسی میں لکھیں۔

اسکی ترقی آغاز کی بنا پر اسکے دو مرکز قرار پائے۔ ایک دہلی۔ دوسرا لکھنؤ اور اس میں شک نہیں کہ باوجود باہمی اختلافات کے اہل دہلی و لکھنؤ نے اسکو معراج ترقی پر پہونچا دیا۔

مگر اُردو کے آخری عہد کی ترقیوں نے ابتدا سے نہ دہلی کے قبضے میں رکھا ہے اور نہ لکھنؤ کے بس میں۔ اب اُردو سارے ہندوستان کی زبان ہے۔ بنگال۔ بہار۔ پنجاب۔ وسط ہند۔ بمبئی اور مدراس سے شعرائے خیال آفرین اور ادبیانِ نکتہ بین پیدا ہو رہے ہیں جنکے کمالات انہیں دو زبردست دہلی و لکھنؤ کی غلامی سے آزاد کراتے جاتے ہیں۔ خصوصاً جب سے خاکِ دکن میں اُردو یونیورسٹی قائم ہوئی عالمِ ادبِ اُردو کی شہریاری حضرت شہریارِ دکن خلد اللہ اقبالہٗ کے قبضۂ قدرت میں ہو گئی۔

مگر اُردو کی اِن ترقیوں کے ساتھ ہی ساتھ ایک نئی خرابی پیدا ہوئی جس نے عالمِ سخن کے ادبی نظام میں عجب خطرناک طوائف الملوکی کی شان نمایاں کر دی، اور خدا ہی ہے جو ہماری زبان مختلف المذاق دوستوں کی کشمکش سے اپنی جان بچا سکے۔

اِن کشمکش میں سب سے پہلے اُردو ہندی کا جھگڑا ہے۔ اُردو کی تاریخ ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ اور سچ پوچھئے تو اُردو صرف ہندو مسلمانوں کے باہمی میل جول سے پیدا ہوئی اور اُنکے اگلے اتحاد و اتفاق کی یادگار ہے۔ موجودہ سیاسی کشمکش نے ہندو مسلمانوں میں اختلاف پیدا کیا اور اُنکی مخالفت نے اِس زبان کو جس طرح پہلے، دونوں کی ہم صحبتی، ہم مذاقی اور ہم نشینی کی نہایت دلچسپ اور سراپا خلوص محفل بنی ہوئی تھی۔ اب اسے لڑائی کا دنگل بنا دیا۔ یہ بھی ہوتا تو چنداں بُرا نہ ہوتا۔ قیامت تو یہ ہے کہ ہندو اُردو کے پُرانے حق سے سبکدوش ہو کر اسکے دشمن بن گئے اور خود اپنے فرزند کے ساتھ ایسی سرد مہری ہے کہ باہمی عہد و پیمان ہوتے ہیں، اور قسمیں دلائی جاتی ہیں کہ اس زبان پر ع

ستم ہی کرنا جفا ہی کرنا۔ نگاہ الفت کبھی نہ کرنا

بدنصیب اُردو پر دوسری آفت یہ ٹوٹ پڑی کہ انگریزی تعلیم کی ترقی نے اُردو شعر و سخن کو مشرق و مغرب کے ادبی مذاقوں کی جولانگاہ بنا دیا۔ اِس سے پیشتر فردوسی و انوری نظامی و خاقانی اور سعدی و جامی کا کلام پڑھ کر اُردو کے شاعر و ادیب پیدا ہوا کرتے تھے۔ ایسات

صرف اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا بنایا ہوا عطر حنا ایسا ہے جسکو تمام ہندوستان میں مقبولیت حاصل ہے

سمندر پار تعلیم پاکر اور کو پر و شیکسپیر اور ملٹن و ٹینیسن کا کلام پڑھ کے لوگ ہماری زبان کے شاعر و ادیب بننے لگے ہین - یہ مشرق زاد عنقایان مغرب چاہتے ہین کہ اُردو نظم و نثر کو مغربی خصوصاً انگریزی شاعری بنا دین -

ہمین اس بات پر حیرت کرنے کی جرأت نہین - کیونکہ جو شخص زبان کے ادب و انشا کی تعلیم پاتا ہے اُسکا مذاق اُسکے دل و دماغ پر اس قدر حاوی ہوجاتا ہے کہ پھر اُسے کسی مذاق و رنگ مین چاہے اپنی ہی زبان کے ہون مزہ نہین آتا -

لیکن یہ بتانے کی شدید ضرورت ہے کہ جس طرح ایک زبان کے قواعد صرف و نحو دوسری زبان کے صرف و نحو سے مطابقت نہین رکھتے - اُسی طرح ہر زبان کا ادبی مذاق بھی جُداگانہ ہوتا ہے - اُسی کا نتیجہ ہے کہ کسی کے فصیح ترین شعر یا بلیغ سے بلیغ نثر عبارت کا دوسری زبان مین لفظی ترجمہ کیجئے تو بالکل مہمل ہوجائیگا - ایک زبان کے ادب مین دوسری زبان کے تشبیہات اور استعارات سے کام لینا نہایت ہی نازک و دشوار کام ہے جو بجز چند خاص لوگون کے عام شاعرون اور نثارون سے ہرگز انجام نہین پاسکتا - اِس لئے کہ ہمین اسیقدر کام نہین ہے کہ ایک زبان کے تشبیہات و استعارات فصیحانہ ترتیب الفاظ کو دوسری زبان مین منتقل کر لیے جائین بلکہ یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ وہ تشبیہین اور استعارے اور وہ بندشین اور ترکیبین اُس زبان کے محاورے اور اُسکی لفظی و معنوی رعایتون سے کہان تک تعلق رکھتی ہین -

مین انگریزون اور اُنکی زبان کی عظمت جانتا اور اُنکے آگے سر جھکانے کو تیار ہون لیکن اسکے ساتھ یہ بھی کہتا ہون کہ اُردو خالص مشرقی زبان ہے بھاشا - فارسی - عربی اور ڈریوی ڈین زبانین جب سے اُنکا خمیر بنا ہے سب مشرقی ہین - اور اسی خالص مشرقی اور مشرقی الاصل زبان کی شاعری کو اُس مغربی زبان کی زبان سے ملانا جن مین تضاد کی نسبت واقع ہوتی ہے صرف ایسے لوگون کا کام ہے جو دونون زبانون مین تبحر اور کمال کا درجہ رکھتے ہون -

ہر زبان کا ہر لفظ اپنے مطابق اور تضمینی اور لازمی معنوی اور خصوصیات کے لحاظ سے اپنا جُداگانہ عالم رکھتا ہے - اسی طرح ہر زبان کی تشبیہون اور استعارون کے خصوصیات و علائق کا ایک خاص حلقہ ہوتا ہے - لہذا زبان کے تمام نقطون اور نشستون کے مترادف و مماثل الفاظ کا ہاتھ آنا جو دوسری زبان کے نقطون اور استعارون وغیرہ سے مطابقت تامہ رکھتے ہون غیر ممکن ہے - ہمارے مغرب پرست ادیب انگریزی کی تشبیہون اور استعارون کا ترجمہ تو کر لیتے ہین مگر اُسکے تمام حیات اور ثقافیات کی طرف سے چشم پوشی کرنے کی وجہ سے ہر خیال اور نیدش کو ایسا بھونڈا - بے جوڑ اور بے ربط کر دیتے ہین کہ سارا جملہ غارت ہوجاتا ہے -

اِس سے انکار نہین کہ اُنہون نے انگریزی کی قابلیت اعلیٰ حاصل کرکے ہمارے تمام شعرا و ادبا پر امتیاز حاصل کر لیا ہے اور قابل احترام ہین مگر جو کام اختیار کیا ہے اُسمین انگریزی سے زیادہ مشرقی السنۂ عربی فارسی اور اُردو کی اعلیٰ ترین لیاقت حاصل کرنے کی ضرورت ہے جس سے وہ عموماً بے بہرہ ہین - مثال کے طور پر چند نمونے پیش کرتا ہون جن مین انگریزی کی تقلید مین اُردو کی مرمت کی گئی ہے - اِس لئے کہ ایسے تصرفات کو مین اصلاح نہین کہہ سکتا -

ایک جدید ناول "شباب کی سرگزشت" اسوقت میرے سامنے ہے - چند ہی صفحات کے مطالعہ مین یہ الفاظ نظر پڑے - "ناخوش نصیب کامیابی حیات محمد" "کامیابی سے خوش نصیبی کو ہمارے ادب اُردو مین اور ہماری زبان اُردو مین کوئی نسبت نہین ہے - حیات کو پانی کی طرح جم جانے سے کوئی علاقہ نہین ہے -

اتفاقاً رسالہ "اُردو" (اورنگ آباد دکن) کے دو نمبر بھی میز پر پڑے ہوئے مل گئے - ایک اکتوبر ۱۹۲۳ء کا - دوسرا اکتوبر ۱۹۲۴ء کا - پہلے کے صفحہ ۵۴۷ پر ہے "پرندون کی طرح شعرا لاپنا" پرندے فارسی اور اُردو مین گانے والے ہوتے ہین - شاعر نہین ہوتے

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے کارخانہ کا عطر حنا جسقدر پُرانا ہوگا اُسیقدر اسکی خوشبو دیرپا اور خوشگوار ہوگی

اسی صفحہ پر ہے۔ "سخن فہم نوع"
سخن فہم گروہ۔ سخن فہم طبقہ کہہ سکتے ہین نوع ایک لفظی اصطلاح ہے۔ اور قسم کے معنون مین مستعمل ہے لیکن اس محل پر بالکل بھونڈا ہے۔

صفحہ ۵۴۹ پر ہے۔
"تنقید کی صحیح چٹک والے لوگ"
اوّل تو عربی مین تنقید کا لفظ اس معنی مین غلط ہے۔ عربی مین نقد کہینگے تنقید نہین کہہ سکتے۔ اور جب عربی مین غلط ہے تو اُردو مین بدرجۂ اولیٰ غلط ہے۔ اسکے بعد "چٹک" کا لفظ اس محل پر بالکل مہمل ہے۔

اسی صفحہ پر ہے۔ "سماجی زندگی"
سماج کا لفظ پہلے نہ تھا، بلکہ غالباً ہند مین اِس محل پر "سبھا" کہا جاتا تھا۔ سماج کا لفظ پہلے پہل آریہ سماج والون نے اختیار کیا۔ اب لفظ کو ایک طبقہ یا گروہ یا جماعت کے محل پر لیکر ایک نوکھی بندش پیدا کرنا۔ مین نہین کہہ سکتا کہ اُردو کے عالم مین کیا طوفان خیز ہوگا۔

دوسرے نمبر کے صفحہ ۵۴۰ پر ہے۔
"ترنم ریز" نغمہ کو فارسی اُردو مین بجز نغمہ خیز کے کبھی "نغمہ ریز" یا "ترنم ریز" نہین کہا۔ علاوہ برین "ترنم" ایک عربی فعل ہے جسکو اسم قرار دیکر اُسمین دوسرا فعل لگانا نحوی طور پر بھی غلط ہے۔

اسی صفحہ پر ہے۔
"گرنے لگی چھم چھم پھوہار"۔ اُردو مین پھوہار گرتی نہین، پڑتی ہے۔ جھم جھم یا چھم چھم مین ایک خاص قسم کی آواز ہونا شرط ہے اور پھوہار مین کسی قسم کی آواز نہین ہوتی۔

بہرحال مغربی مذاق کا جدید طبقہ شعراء و ادباء اُردو مین ایسے نامناسب اور غلط تصرفات کر رہا ہے جس سے اُردو زبان اور اُسکی شاعری بجائے درست ہونے کے غارت ہوتی چلی جاتی ہے۔ اور صرف شاعری ہی پر موقوف نہین، نثر اُردو کو بھی یہ طبقہ خوب بگاڑ رہا ہے اور صرف اتنی سی بات کے لئے کہ انکے ہوا خواہ یہ کہین "خوب رنگ نکالا ہے۔ بہت اچھی اُردو لکھتے ہین"۔ دراصل یہی سامان اُردو کو بگاڑ رہے ہین۔ یہ بھی سادی شاعری اور شستہ رفتہ زبان مین نئی نئی جدتین کرکے بعید از فہم کر رہے ہین۔ حالانکہ یہی ریختہ سلطان تغلق کے وقت مین اگر آدھی فارسی آدھی بھاشا سے مرکب تھا تو آج شہنشاہ جارج پنجم کے وقت مین بہت صاف اور آئینہ کی طرح روشن بھاشا کا جوہر ہے اور اب انہین عربی فارسی سنسکرت کے غیر مانوس الفاظ و لغت بھرنے کی ضرورت نہین ہے۔

اس موقع پر یہ لکھنا بھی میرا فرض ہے کہ ہندوستان مین کئی موقت الشیوع رسالے ادب اُردو کے نکلے اور اب بھی کئی نکل رہے ہین جو آج موجود نہین ہین۔ انکی موت کی وجہ اور جو موجود ہین اور کافی اشاعت نہین رکھتے انکی کس پرسی کے اسباب پر غور کرنا چاہیئے۔

"مرقع"، ایک خاص اہتمام و شان استغنا سے نکالا جا رہا ہے خدا نظر بد سے بچائے۔ مگر اسکے قابل و فاضل ادیب محترم سے یہ کہنا ہے کہ اب کے صرف یہی معنی نہین ہین کہ مضامین نثر و نظم ہی تک دبیت محدود ہو بلکہ زبان کی تہذیب اور شائستگی بڑھانے اور حق زبان ادا کرنے کے لئے ضرورت ہو کہ صحت زبان کے قواعد و ضوابط کا پورا لحاظ رکھا جائے اور ایک مستقل بحث ہوتی رہے تاکہ غیر اقوام جو اُردو کو جاننا اور سیکھنا چاہین انکے سامنے صحیح صحیح الفاظ و لغات اور محاورے آئین اور جو سیلاب عظیم اُردو کے خلاف ہر خطۂ ملک سے آرہا ہے اُس سے محفوظ رہین۔

آخر مین میری دعا ہے کہ "مرقع" زبان اُردو یا ہندوستانی زبان کا رہنما ثابت ہو۔ اسکے گرامی قدر اڈیٹر جناب وصل کی توجہ پہلے دن سے زیادہ آخری دن تک ایسی ہی رہے اور جس طرح بہت سے قابل قدر سالون پر آج اشک حسرت ہم بہا رہے ہین، اسکے لئے خوشی کے آنسو آنکھون سے نکل آئین حکیم برہم۔

تمام ماہران فن نے اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر حنا کو بہترین عطر مانا ہے

افکارِ تازہ

(از حضرت عابد بی اے - مدیر رسالہ "ہزار داستان" لاہور)

بارشِ انوار ہے برقِ جمالِ طور ہے　　جلوہ گاہِ نازمین ہر ایک شے مخمور ہے
مجھ سے بہتر کون سمجھے رازِ جبر و اختیار　　ایک دل ہے وہ بھی خوئے عشق سے مجبور ہے
غرق ہے رنگینیون مین عشرتِ شامِ وصال　　عشق کیا مسرور ہے سارا جہان مسرور ہے
کچھ حقیقت تو بھی ہو پائے جنون ہے سست گام　　کچھ مصیبت یہ بھی ہے لیکن منزل دور ہے
تم نگاہون مین لئے ہو مستیِ فردوسِ عشق　　کوئی شاعر دیکھ لے تمکو تو کہدے حور ہے
"گوشِ مہجورِ پیام و چشمِ محرومِ جمال"　　عشق مین تو زندگی کی زندگی مہجور ہے
اِن سے مین اندوہِ فرقت کی کہانی کیا کہون　　لاکھ کہنون کا یہ کہنا ہو کہ دل رنجور ہے
مین کسی سے آپکی رنگین ادائی کیا کہون　　دل مین بیٹھے ہین مگر منہ پر نقابِ نور ہے
لرزشِ پیہم سے رقصان ہو گئے ہین دل کے تار　　نغمۂ غم سے رباب عاشقی معمور ہے

اسکے آگے رائگان جاتا رہا عابد کا عجز
کہ دیا اُس نے کہ حسنِ شعر پر مغرور ہے

(از جناب جلال الدین اکبر صاحب اکبر)

رنگ یہ تیری نوجوانی کا　　اِک تماشا ہے دل ستانی کا
ہو کے رُسوا رہا نہ کچھ بھی خیال　　راز داری کا راز دانی کا
عشق مین طے نہ ہو سکا قصہ　　آسمانی اور لَن تَرانی کا
ہو گئے ایک مہرباں سے جُدا　　مِٹ گیا لُطف زندگانی کا
رشکِ دشمن سے کچھ نہین حاصل　　ہان تقاضا ہے بدگمانی کا
کچھ عجب چیز تھی وصال کی رات　　لطف اک بُت کی میہمانی کا
ہے مرا امتحان مدِ نظر　　اِک بہانہ ہے سرگرانی کا

ہے غمِ دوست کیا وہ شے اکبر
جس پہ دھوکا ہے شادمانی کا

کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کی ایک شاخ چاندنی چوک دہلی اور ایک شاخ گلزار حوض حیدرآباد دکن ہے

مرقع جذبات

از جناب ظہیر حسین صاحب رضوی ایم اے (علیگ)

ناظرین غالباً ہمارے فاضل مضمون نگار کے نام سے ناآشنا نہ ہونگے۔ علمی جرائد میں اکثر آپکے مضامین نظر سے گزرے ہونگے۔ اس لئے آپ کی ذات زیادہ تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ دورِ حاضر کے ایک ممتاز انشاپرداز ہیں۔ ذیل کے مضمون سے ناظرین اسکا اندازہ کرینگے کہ آپ نے فلسفیانہ مضامین کو کس حُسن سے اپنی عبارت میں ادا کیا ہے۔ اڈیٹر

انسان مدنی الخصال ہے۔ اور بغیر تمدن ایک لمحہ کے لئے بھی خوشگوار زندگی بسر نہیں کرسکتا۔ مل جُل کر رہنا اور ایک دوسرے کے دُکھ سکھ رنج و راحت، ماتم و شادی میں شریک ہونا ایک ایسے ربط باہمی اور ذریعے کا محتاج ہے جو افراد کو متحد الخیال کرسکے۔ یا کم از کم محسوسات قلبی اور کیفیات باطنی کا ترجمان بنکر خاطر خواہ اثر ڈال سکے۔ نطق یا زبان قدرت کی وہی ہوئی وہ نعمت غیر مترقبہ ہے جو اس ضرورت کو بدرجۂ اتم پورا کر رہی ہے۔ اسکی غایت سی یہ ہے کہ انسان اپنے مافی الضمیر کو دوسروں تک پہونچا سکے لیکن چند جوڑ آپکو ایسے بھی ملینگے جو بدنصیبی سے اس بیش بہا آلہ پر قابض و قادر نظر نہیں آتے۔ قوتِ گویائی ان میں مفقود ہے۔ انکی زبان گوشت کے ایک بے جان ٹکڑے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ کیونکہ اس میں وہ جوہر خصوصی موجود نہیں جسے نطق سے تعبیر کرتے ہیں۔ مگر پھر بھی کچھ نہ کچھ مطلب اشاروں اور کنایوں میں ادا کرکے وہ اپنا کام چلا ہی لیتے ہیں۔ ان کا غم و غصہ انکے جذباتِ انبساط و سرور، اور انکا مدعا چھپا نہیں رہتا۔ انکے حرکات سکنات اور چہرے کے تغیرات صاف ظاہر کردیتے ہیں کہ انکے دل میں اس وقت کیا گزر رہا ہے۔

انسان کو جانے دیجئے۔ حیوانِ مطلق جو تمام تر فطرت کا محکوم ہے اور جسکی تمام ضروریات خود فطرت مہیا کردیتی ہے، بظاہر نطق سے بے نیاز ہے اسے حاجت نہیں کہ اپنی خواہشات کو، جنکا وہ اس قدر تابع فرمان ہے اپنے ہمجنسوں پر زبان سے ظاہر کرے۔ وہ افکار و رنج کبھی نہیں جانتا۔ وہ فطرتاً مجبور ہے کہ اوسکی خواہشات متحرک ہوں اور اوسکو طرح نہیں پورا کرنے کے لئے اپنی تمام قوتیں صرف کردیں۔ مگر اسکے جذبات و حساسات بھی سب کے سب پوشیدہ نہیں رہ سکتے۔ اسکی آواز کا زیر و بم، نرمی اور کرختگی، سرعت اور ٹھہراؤ، اسکے ہر ہر عضو کی جنبش یا قرار، اور اسکی نگاہوں کا انداز خود ایک زبان ہے جو انتہائے بلاغت کے ساتھ ماجرائے دل بیان کرنے کے لئے کافی ہے۔ کتا مالک کو دیکھکر اچھلنے کودنے اور دُم ہلانے لگتا ہے۔ زبردست دشمن سے مرعوب ہوکر جسم سمیٹ لیتا اور نیچے جھک جاتا ہے۔ کان اور دُم دبا کر بھاگنے کی کوشش کرتا ہے۔ یا کمزور اور ہم پلہ حریف پر غرا کر جھپٹتا ہے، بدن پھلا لیتا ہے اور اسکا رُواں رُواں کھڑا ہوجاتا ہے۔ آنکھیں اُبلنے لگتی ہیں اور وہ قد و قامت میں پہلے سے کہیں زیادہ بڑھا ہوا معلوم ہوتا ہے یہ تمام بیرونی کیفیات جو آئینہ ہیں اسکے انبساط، خوف، یا غصہ کا۔

گھوڑا بالٹی کی آواز سنتے ہی سراپا انتظار بنکر ہنہنانا شروع کردیتا ہے یا غصہ کے موقع پر دانت پیس کر کنوتیاں پیچھے کو دبا لیتا ہے۔ اور دیکھنے والے سمجھ لیتے ہیں کہ اس پر کون سی حالت طاری ہے۔ یہاں یہی خارجی علامات وہ کام کرتی ہیں جو زبان یا نطق سے مخصوص ہے۔ اور زبان خود مجموعہ ہے بامعنی الفاظ کا، جو مختلف کیفیات و واقعات، اور اشیا کو آسانی اور اختصار کے

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا بنایا ہوا عطر حنا اور کارخانوں کے بنائے ہوئے عطر حنا کی بہ نسبت ہمیشہ خوشگوار ثابت ہوگا

ساتھ ظاہر کرنے کے لیے علامت کے طور پر مقرر کر لئے گئے ہین - حلامات صوتی ہون یا کسی اور قسم کی، از خود زبان ہین - اور ترجمان باطن کہی جا سکتی ہین کسی مشہور کارخانے کا نشان امتیازی آپ جس چیز پر دیکھینگے فوراً سمجھ لینگے کہ یہ اسی کارخانہ کی بنی ہوئی ایک چیز ہے - یہان اس پر الفاظ مین کچھ لکھا ہو یا نہ ہو، یہ علامت ہی بذاتہ ایک پر معنی جملہ ہے جو ظاہری الفاظ کے جامے سے معرا اسی لیکن اس تجربہ کی بنا پر جس نے اسمین چند مخصوص مفہوم پوشیدہ کر دیئے ہین علی الاعلان اپنے صانع کا پتہ دے رہا ہے -

اسی طرح ہر زندی حیات کے تغیرات جسمانی جو زیادہ تر اسکے ذہنی تغیرات کے زیر اثر اور مطابق ہوتے ہین، معانی سے خالی نہین کہے جا سکتے - تھوڑے سے تجربے کے بعد آپ ان سے اندرونی کیفیات کا پتہ چلا سکتے ہین - یون تو ہر عضو محسوسات قلبی سے اثر پزیر ہوتا ہے لیکن ان مین سب سے زیادہ ذکی اس چہرے ہے وہ انسان کا چہرہ ہے - اور اسمین بھی آنکھین ایک ممتاز اور اہم حیثیت رکھتی ہین - حیوانات کے چہرے بشرے اور ساخت اس قدر اختلاف نہین رکھتے جتنے انسان کے - انسانون مین دو شکلین بھی مشکل سے ایسی ملین گی جن مین سر مو فرق نہ ہو - یا جو بہ یک نظر ایک دوسرے سے جدا نہ کی جا سکین - بھائی بھائی اور باپ بیٹے مین بھی وہ مکمل مشابہت نایاب ہے جو حیوانات کی پوری ایک نوع مین اکثر اوقات پائی جاتی ہے - یہان ایک دوسرے کا رنگ ملتا جلتا ہے تو خدوخال مختلف ہین - آنکھ ناک ایک سی ہے تو وضع قطع مین آسمان کا فرق نظر آتا ہے - اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ انسان کا چہرہ کتنی غیر محدود کیفیتین پوشیدہ رکھتا ہے اور کس قدر بیشمار تغیرات پیدا کرنے پر قادر ہے -

ادھر دل پر کوئی صدمہ پہونچا، یا رنج و الم کی گھٹا مین امنڈ کر آئین اور ادھر چہرے پر زردی چھا گئی - افسردگی ٹپکنے لگی - آپنے اکثر سنا ہوگا

"صورت بین، حالت پرس"

غور کیجئے تو اسکا ایک ایک لفظ حقیقت پر مبنی ہے - ایک ماہر استاد جماعت کے لڑکون سے جب کوئی سوال کرتا ہے تو فوراً تاڑ لیتا ہے کہ ان مین سے کس کس کو سبق یاد ہے - جو طالب علم یون ہی کورے اکڑ بیٹھ جاتے ہین عجیب سراسیمگی، گھبراہٹ، اور چہ کنم مین پھنسکر بغلین جھانکنے لگتے ہین - پریشانی کے آثار خود بخود انکے چہرون پر نمایان ہو جاتے ہین - اور وہ کسی طرح انہین پوشیدہ نہین رکھ سکتے -

غلبۂ خوف کا یہ اثر ہے کہ دوران خون اپنے معمول پر نہین رہتا - چہرہ پیلا پڑ جاتا ہے - بڑے بڑے سراغ رسان اسی اثر کی مدد سے سنگین سے سنگین جرائم کا پتہ لگا کر شہرت حاصل کر لیتے ہین - انکے سامنے ایک مجرم ضمیر چھپائے نہین چھپ سکتا - وہ آدمی کی چال ڈھال، رفتار گفتار، اور نگاہون سے پہچان لیتے ہین کہ اسکے سینے مین کس قسم کا دل ہے -

اسی طرح جذبۂ انفعال سینہ کی شکل مین نمودار ہو کر رہتا ہے - شرم سے پانی پانی ہونا کون نہین جانتا - عرق ندامت ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے اور غصہ کی وجہ سے کف بدہن، چین بجبین ہونا، خون مین جوش کا آجانا، اپنے حرکات سکنات پر قابو نہ رہنا، اور تیز خونخوار نگاہون سے دیکھنا، سب سے زیادہ نمایان کیفیتین ہین جو عام طور پر چہرہ انون مین بھی پائی جا سکتی ہین -

اپنی محبوبہ کے اس سوال پر کہ "غصہ کہتے کسے ہین؟" ایک سرشار محبت کچھ عجیب عالم مین جواب دیتا ہے -

"جس وقت بیخودی مین کوئی ایسا لفظ میری زبان سے
" نکل جاتا ہے جسنے نازک مزاجی کی وجہ سے تیرے کان گوارا
" نہین کر سکتے، یا جب میرا قلم مستانہ وار بیباکی سے وہ بیقاعدہ
" لکیرین اور نقوش کھینچ دیتا ہے جسکو پاکیزگی فطرت کے عیب
" تیری نیمباز آنکھین دیکھنا نہین چاہتین - یا جس دم عالم وجد
" مین کسی ایسی حرکت کا مین مرتکب ہو جاتا ہون جس پر تیری
" رعنائی اور غرور حسن گستاخی کا الزام لگائے بغیر نہین رہ سکتے
" تو اس وقت ذرا سوچ تو سہی، تیری کیا حالت ہوتی ہے - تیری

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا بنایا ہوا عطر خنا ہر موسم مین استعمال کیا جا سکتا ہے

" پیشانی پر بل ..... نہیں - نہیں - بلکہ تیرے خورشید "
" حُسن کی چند شعاعیں، تیرے عمّامِ جمال کی چند لہریں لوٹتے "
" لگتی ہیں - تیری نرگس بیمار کے محافظ یعنی ابر ترے خمدار تن کر "
" ذرا اوپر کھنچ جاتے ہیں - تیرے تیرِ مژگان سیدھے ہو کر نشانے "
" لگانے پر ایسے تُلے ہوئے نظر آنے لگتے ہیں کہ شیروں کی "
" آنکھیں بھی جھپک جاتی ہیں اور سامنے آنے کی جُرأت نہیں رہتی - "
" تیری چشمِ مست ناز میں ایک خاص روشنی اور چمک پیدا ہو جاتی "
" ہے، جو بس چلے تو لاکھوں خرمنوں پر بجلی گرا دینے کو تیار ہو "
" فانوسِ بالے تو ہزاروں پہاڑوں کو جلا کر سرمۂ نور بنا دینے پر "
" آمادہ ہو جائے - نیم شگفتہ نرگسِ شہلا جو حیا سے ہر وقت مائل "
" بزمِ نظر ہے اب کھل کر ایک چھلکتا ہوا ساغر بنجاتی ہے - "
" اور اس میں وہ مے لالہ فام موجیں مارنے لگتی ہے جس کا "
" ایک ایک گھونٹ نشہ کے سیکڑوں بادل بنا دینے پر قادر ہو "
" مستیوں کی بیشمار بارشیں برسا دینے کو کافی ہے - لبِ لعلین "
" جنبش میں آنا چاہتے ہیں اور نہیں آسکتے - رخسارۂ آتشین "
" دہکنے لگتے ہیں، اور تیرا رنگ صبحِ بہار کی خونیں شفق سے "
" کہیں زیادہ سُرخ ہو جاتا ہے - تو کانپ اُٹھتی ہے - تن کر سرو قد "
" کھڑی ہو جاتی ہے، ادھر اُدھر ٹہلنے لگتی ہے اور پھر یکبارگی "
" بیٹھ جاتی ہے - تو چاہتی ہے کہ جو چیز تیرے سامنے آئے اُسے "
" نیست و نابود کر دے - تجھے اُمنگ ہوتی ہے کہ دُنیا کا تختہ ابھی "
" اُلٹ کر رکھ دوں ..... "
" کیوں؟ اب بھی سمجھی کہ نہیں؟ اے تجاہلِ عارفانہ سے "
" پوچھنے والی! "غصہ کسے کہتے ہیں"؟
" حکما اور فلسفی کچھ بھی کہیں - میں تو تیری اس ادا ہی کو "
" غصہ کہونگا ..... "

یہ خوشنما اور پر جلال تصویر پیش کر کے میں دکھانا چاہتا ہوں کہ فطرت نے انسانی جذبات میں کچھ عجیب و غریب پوشیدہ رکھی ہیں - جنکے باعث اسے متعدد و اضطراری حرکات و سکنات کا مرتکب ہونا پڑتا ہے - اور چند و چند تغیرات جسمانی پیدا کئے بغیر نہیں رہ سکتا - اس لحاظ سے تمام جسم میں سب سے زیادہ تغیر پذیر انسان کا چہرہ ہے اور چہرے میں بھی لطیف ترین حصہ جو لطیف سے لطیف جذبے کا متحمل ہو سکتا ہے انسان کی آنکھ اور نگاہ ہے - بس یہ ہے کہ ہر کیفیتِ باطنی الفاظ کے جامے میں سما بھی نہیں سکتی بعض بعض تو کچھ ایسی نازک و لطیف ہوتی ہیں کہ زبان سے ہمکنار ہو کر اپنی شان بلکہ تمام مستی کھو بیٹھتی ہیں انکا اظہار اگر ہو سکتا ہے تو صرف نگاہوں، اشاروں، یا چہرے کی مختلف حالتوں سے -

محبت بھری نگاہیں جس نے دیکھی ہیں، دیدۂ انتظار کا جسکو تجربہ ہے اور چشمِ شوق کی جسے شناخت ہے، صاف کہدیگا کہ کیفیتیں الفاظ میں ادا نہیں کی جا سکتیں - کیا آپ اُمید کی وہ جھلک اور یاس و حرمان کا وہ رنگ شکستہ حوالۂ قلم یا سپردِ زبان کر سکتے ہیں جو آنکھوں میں اکثر نمایاں ہو جاتا ہے - کیا دنیا کا بڑے سے بڑا ادیب یا شاعر ضخیم سے ضخیم تصنیف میں وہ مطلب ادا کر سکتا ہے جو حبیب و محبوب کی ایک نظر آن واحد میں ایک دوسرے سے کہہ جاتی ہے کہنے کو تو میں بھی یہی کہہ گیا:- ؎

ظہیر حشر میں کرنے نہ دی مجھے فریاد
ادائے عذر غضب چشمِ شرمسار میں ہے

لیکن کوئی صاحب چاہیں کہ اس "چشمِ شرمسار" اور پھر اس "ادائے عذر" کی ہو بہو تصویر ایک ادیب کے الفاظ یا کسی نقاش کی رنگ آمیزیوں میں بالکل وہی کیفیت اور اثر پیدا کر دے جسکا اظہار اس شعر میں کیا گیا ہے تو میرے خیال میں قطعی ناامید ہونا پڑیگا - آپ خود اس یا اس قسم کے کسی اور شعر سے کتنا ہی لطفِ تصور اُٹھائیں، لیکن صاحب نگاہ کا وہ سحر کار عالم اپنی تمام جزئیات کے ساتھ سامنے آ ہی نہیں سکتا - اسے تو آنکھیں براہ راست ہی کچھ دیکھ سکتی

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے ایجاد کردہ عطر حنا کا استعمال ہر موسم میں خوشگوار ہے

ہین - اور اُسکے مرنے تو کچھ دل ہی دا ہین لے جا سکتے ہین - دیکھئے اس ادا نے کس خوبی سے اعتراف جرم کیا، اور کس حسین انداز مین معذرت چاہی کہ خود فریادی سے اُلٹا پشیمان ہونے کے سوا کچھ بن نہ پڑا - کیا کوئی زبان اس فرض سے کسی طرح عہدہ برآ ہو سکتی تھی - کیا محض الفاظ قیامت تک یہ اثر پیدا کر سکتے تھے - توبہ کیجئے توبہ -

ایک مقرر کامیاب ہو ہی نہین سکتا - سامعین کو اپنا ہمخیال بنا ہی نہین سکتا، اگر وہ اپنے الفاظ مین اپنے حرکات و سکنات سے زور نہ پیدا کر دے - مطرب اچھے سے اچھا شعر گا جائے - مگر خاطر خواہ اثر ناممکن ہے جبتک اُسکے چہرے کے تغیرات شعر کے مضمون کا ایک جزو متمم پیش نہ کر سکین ہو بہو تصویر کھینچ دینے اور صورت سامنے آجانے کے یہی معنی ہین جبھی تو شعر پڑھتے وقت اگر وہی کیفیت طاری کر لیجائے جو الفاظ مین پوشیدہ ہے تو اسکی تاثیر اور قدر و قیمت کہین سے کہین پہونچ جاتی ہے -

جرمنی کے مشہور ڈاکٹر لوئی کوہنی نے جو عمل کے ذریعہ سے علاج کرنے کا موجد ہے، چہرے کے مشاہدے کو ایک مکمل علم بنا دیا ہے چہرے کی بیرونی کیفیتین اور تغیرات اسکا موضوع ہے - مقصد اس سے یہ ہے کہ ان علامات کو نظر رکھکر جسم کی اندرونی حالتون یعنی بیماری اور تندرستی کا پتہ لگایا جا سکے - اسکا قول ہے کہ صرف چہرے کو دیکھکر تمام انسانی امراض معلوم ہو سکتے ہین نبض دیکھنے یا کوئی آلہ لگانے کی ضرورت باقی نہین رہتی بشرطیکہ اس طریقہ تشخیص کی پوری پوری مہارت پیدا کر لیجائے -

ہمین یہان اس خیال کی تائید یا تردید کرنے کی ضرورت نہین مگر یہ بہرصورت تسلیم کرنا پڑیگا کہ جسم اور روح و دماغ مین ایک فطری ارتباط اور وابستگی ضرور پائی جاتی ہے - یہی وجہ ہے کہ ہر ہیجانی حالت انسانی چہرے پر اپنا اثر ضرور ظاہر کر دیتی ہے - اور ہر تغیر باطن کے ساتھ ساتھ بیرونی تغیرات کا ظہور پذیر ہونا ایک ناقابل انکار حقیقت ہے - محسوسات کتنے ہی پیچیدہ اور لاتعداد ہون، چہرہ خود اپنی کیفیات خارجی کا آئینہ مین ان مین سے ہر ایک کا عکس قبول کر لیتا ہے - وہ مظہر باطن کہا جا سکتا ہے - وہ ایک مرقع ہے جسمین جذبات مختلفہ کی ہر ادنی سی ادنی تصویر اپنی پوری پوری رنگینیون کے ساتھ موجود رہتی ہے -

ظہیر رضوی
ایم اے (علیگ)

پیام خورشید

"یہ تگا پوئے دمادم زندگی کی ہے دلیل"
(اقبال) خضر راہ

ڈوبتا جاتا تھا اور کہتا تھا مجھ سے آفتاب — گردش پیہم مین مضمر ہے مرا راز حیات
"تو جمود عقل افزا پر عبث مسرور ہے — زیست ساکن ہو تو پھر بے سوز ہے ساز حیات
اُس طرف ساکن ہوا دل اس طرف موت آگئی — قلب کی حرکت ہی کا ہے نام آواز حیات

سعی پیہم مین نہان ہین بے خبر راز حیات
جسم کو جنبش دے اور پھر دیکھ اعجاز حیات

(ڈاکٹر) سید محمد یاسین ہاشمی، ایم اے، ایل ایل بی وکیل غازیپور

اکثر عطر روح کہکر فروخت کیا جاتا ہے مگر صرف عرق علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ صرف گلاب جس اور رنڈی کی روح کے رکھتے ہیں کسی عطر سے روح کا نکلنا ثابت نہین کرتے -

مشاہدۂ فطرت اور شاعری

(از جناب مولوی عبدالباری صاحب آسی)

جناب مولوی عبدالباری صاحب آسی اُن مغتنم ہستیوں سے ہیں، جن سے ادبی و علمی دنیا کو بہت کچھ فائدہ کی اُمید ہے۔ آپ ہمیشہ علمی خدمات میں مصروف رہتے ہیں۔ اور یہی آپ کا فطری ذوق اور مشغلۂ خاص ہے۔ آپکی تالیفات و تصنیفات بہت کچھ شہرت حاصل کر چکی ہیں۔ "مشاہدۂ فطرت اور شاعری" کے عنوان کے تحت میں جو مضمون آپ کا صبح کیا جاتا ہے اُس سے ناظرین خود آپکی قابلیتِ خاص، طرزِ خیالی، مضمون آفرینی اور وسعتِ نظر و معلومات کا اندازہ کرینگے۔ (مدیر)

جہاں تک بیان کیا گیا ہے ماہرین اور محققین فن نے تخیل کو شاعری کے لئے بیحد ضروری بتایا ہے۔ اور اس میں کوئی شک بھی نہیں ہے کہ بغیر تخیل کے شاعری نہ صرف ایک مرغِ شکستہ ہی سے مثال دی جاسکتی ہے بلکہ جہاں تک خیال اور قیاس کیا جاتا ہے شاعری تخیل کے بغیر ناممکن ہے۔ تخیل کی قسمیں مختلف ہوسکتی ہیں اور اصناف شاعری کو ان پر یا انکو مختلف اصناف شاعری پر تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ مگر اس مختصر مضمون کی چند سطور میں جو کچھ لکھنا ہے وہ اُس عنوان یا اُس سُرخی سے متعلق ہے جو ہم اول میں درج کر چکے ہیں۔ اس واسطے اس غیر ضروری بحث کو کسی دوسرے وقت فرصت کے لئے اُٹھائے رکھتے ہیں۔ اس وقت ہمکو بتانا یہ ہے کہ تخیل بذات خود ایک ایسی چیز ہے جسکا وجود عدم کے برابر اور ہونا نہ ہونے کے مثل ہے۔ اس لئے کہ تخیل اس قدر اجزا سے مرکب ہے کہ اگر انکو اُس سے علیحدہ کر دیا جائے۔ تو اسکی ہستی نیستی کے قعرِ ذلت سے کچھ ہی دور رہ جائیگی۔

شاعر کی تخیل کو بہت سی چیزیں مدد دیتی ہیں منجملہ اُنکے۔ مطالعۂ فطرت اور مشاہدۂ قدرت اُسکے لئے اس قدر موثر ثابت ہوتا ہے کہ اس سے زیادہ کوئی دوسری چیز نہیں ہوتی۔

میری ذاتی رائے نہیں ہے بلکہ اکثر محققین کا یہی خیال ہے کہ انسان خیالات اور اُسکی بلند پروازی کی بنیاد محض اُسکے مشاہدے پر ہے۔ حتیٰ کہ خواب کے متعلق بھی تحقیقات کی گئی تو یہی معلوم ہوا کہ انسان وہی باتیں خواب میں دیکھ سکتا ہے جو کبھی اُس نے عالمِ بیداری میں بھی دیکھی ہوں۔ جب یہ ایک کلیہ ہوگیا تو یہ کہتے ہوئے کوئی باک نہیں ہوسکتا کہ انسان کو ان باتوں کا خیال ہی نہیں آسکتا جو اُس نے نہ دیکھی ہوں۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بہت سی ایسی باتیں ہمارے خیال میں آتی ہیں جو ہم نے نہیں دیکھیں۔ اسکا جواب یہ دیا گیا ہے کہ مطالعۂ فطرت صرف آنکھوں کی بصیرت پر منحصر نہیں ہے بلکہ حواسِ خمسۂ ظاہری جس چیز کا ادراک اپنی کسی قوت سے کر سکتے ہیں اُسکو مطالعہ ہی کی حدود میں کہا جائیگا۔ جب یہ معلوم ہوگیا تو کہنا پڑیگا کہ تخیل کی کمی پوری کرنے والی گو اور بھی چیزیں ہوں (اور ہیں) مگر سب سے بڑی چیز وہی چیز ہے جسکا جلی نام زیبِ عنوان ہے۔ یعنی مطالعہ۔

مثال کے لئے ہم آپکے سامنے ایک ایسے شاعر کو لاتے ہیں جسکے دیوان کی تمام و کمال بنا صرف تخیل پر ہے۔ اُسکی جدت تخیل، اُسکی قوتِ بیانیہ اُسکی قوتِ مدرکہ کی کوئی حد نہیں ہے، مگر ہم ثابت کرینگے کہ وہ بھی اپنی تخیل کو مطالعۂ فطرت سے علیحدہ نہیں کر سکا ہے۔

کون ایسا ہے جو ہندوستان کے سرمایۂ ناز شاعر مرزا محمد طاہر غنی کشمیری سے ناواقف ہو۔ کون نہیں چاہتا کہ وہ ایک بار کابل سے ایک کوہ کو برابر فاصلہ اُٹھائے اور اُسکے کارآمد و پُرجوش نتائج پیدا

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے کارخانہ میں تمام عطر صرف روغن صندل سے بنائے جاتے ہیں

کرنے مین فرد یا اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ اُسکی تخیل پتہ دیتی ہے کہ انسان کی فکر رسا کے بازو دون مین وہین تک دم رہتا ہے جہان تک اُسکا طائر خیال پہونچا ہے۔ وقت اور فرصت مساعد ہوتے تو ہم اُسکی تمامتر شاعری پر بحث کرتے، مگر ہمارا موضوع کچھ اور ہے، لہذا اُسکے دیوان سے ہم صرف تین شعرون کا انتخاب کئے لیتے ہین جو اُسنے شراب کے متعلق لکھے ہین، اور اُس مین بتائینگے کہ بہت سی جگہ تخیل کی کمی کو مشاہدہ اور مطالعہ نے پورا کیا۔ بہت سی جگہ تخیل محض مشاہدے کی بدولت پیدا ہوئی۔ بہت سی جگہ تخیل کی کمی دوسری چیزون سے پوری ہوئی۔ مگر مطالعۂ فطرت ہر جگہ اُسکے ساتھ رہا۔

ایک ہی قسم کے مضمون کے انتخاب سے ہمارا ایک اعلیٰ مقصود یہ بھی ہے کہ آج ہم نظر اُٹھاتے ہین تو ہمکو شاعری ایک تحصیل حاصل نظر آتی ہے جو ایک مرتبہ شاعر نے کہا ہے اُسی کو ادنیٰ تغیر کے ساتھ وہ بار بار کہتا ہے، اور تخیل کی انتہائی کمزوری ہے۔ اگر بین تک اس طوفان کی حد ہوتی تو آنکھون کو زیادہ تکلیف اور کانون کو زیادہ زحمت برداشت نہ کرنی پڑتی۔ مگر زیادہ افسوس اس بات کا ہے کہ مشاعرہ مین ایک مضمون کو کہا جاتا ہے تو من اولہ الی آخرہ سب اُس مضمون کو اسی طرح کہتے ہین صرف الفاظ کا فرق ہوتا ہے۔ الفاظ ہی کی جدت ایک قابل بیان جدت باقی رہ گئی ہے۔ ورنہ

"چوگاوید کہ عصار چشمش بہ بست"

والا معاملہ ہے۔ بدقسمتی سے اگر کہین ایک تازیانہ اس قسم کا مخصوص کر دیا جاتا ہے تو اس مین اس سرے سے اُس سرے تک سب ہم آواز نظر آتے ہین۔ (پیمانہ) کو بلحاظ اگر یہ قافیہ دیدیا جائے تو بہت کم ایسے مضمون ہون گے جو آنکھون۔ اور شراب کے ذکر سے خالی ہون اور معمولی سے فرق اور الفاظ کی اُلٹ پھیر کے سوا سب کے یہان وہی ہوگا جو ایک کے یہان سُنا ہے۔ یا نازک خیالی۔ اور مضمون آفرینی کوئی چیز ہی نہین ہے۔ یا اگر کوئی چیز ہے بھی اور اسکو قابل قدر جانتے بھی ہین تو ان لوگون کا مطالعۂ فطرت اتنا کمزور ہے جو شاعری کے لئے ننگ و عار ہے۔ برعکس اسکے، متقدمین کے یہان ایک ہی مضمون کو سو سو طرح کہا گیا ہے اور ہر جگہ دل و دماغ کو ایک تازہ لطف ملتا ہے۔ مین مثالاً (غنچی) کو پیش کرتا ہون، کہتا ہے ؎

بہ بزم مے پرستان محتسب خوش عرضے دارد کہ چون آید بہ مجلس شیشہ خالی میکند جارا

یعنی مے پرستون کی محفل مین محتسب کی اتنی عزت ہے کہ جب وہ آتا ہے تو شیشہ اپنی جگہ خالی کر دیتا ہے اور اُٹھ جاتا ہے۔ لطافت مضمون کے علاوہ کیا کوئی منصف مزاج کہدیگا کہ یہ شعر اور اُسکی تخیل بغیر مشاہدہ پیدا ہوگئی۔

شاعر نے دو باتین دیکھین ایک تو یہ کہ جب کوئی مجلس مین آتا ہے تو لوگ اُسکے لئے جگہ خالی کر دیتے ہین۔ دوسری جگہ اُس نے دیکھا کہ جناب محتسب کے میخانہ مین قدم رنجہ فرماتے ہی شیشہ شراب اُٹھوا دیا جاتا ہے۔ ان مشاہدون سے ایک تخیل پیدا ہوئی جو نظم کے سانچے مین ڈھل کر ایک فتنہ قیامت بن کر نکلی۔ اور سُنئے ؎

بہ بزم مے پرستان سرکشی بر طاق نہ زاہد کہ میرزند مستان بے محابا خون مینا را

یعنی محفل رندان مین سرکشی صرف طاق پر رکھے رہنے کے قابل ہے۔ کیونکہ رندان مست مینا جو اُنکو بہت پیارا ہے اُسکا بھی خون بہا دیتے ہین۔ اگر وہ طاق پر نہین ہوتا۔ یا بالفاظ دیگر اُسکی سرکشی طاق پر نہین ہوتی یہان بھی تخیل مشاہدہ سے پیدا ہوئی ہے۔ اُس مین الفاظ مناسب نے جان ڈال دی ہے۔ (سرکشی بر طاق نہ) (خون مینا) وغیرہ سب قابل داد ٹکڑے ہین یا ؎

شود از شعلۂ آواز قلقل بزم ما روشن سرت گردم کمن خاموش ساقی شمع مینا را

کہتا ہے کہ بزم مے کی روشنی صرف شعلہ آواز صراحی پر منحصر ہے۔ لہذا دور چلتا رہے۔ ظاہر ہے کہ رندون کی بزم مین آواز قلقل مینا آگ لگا دیگی ورنہ افسردگی چھائی رہیگی۔ یہ آواز جسے شمع مینا بھی کہا گیا ہے اُسکو گل کرنا شمع محفل کو بجھانا اور محفل کو بے رونق اور بے نور کرنا ہے۔ اس شعر مین تخیل کی زیادتی ہے۔ مگر الفاظ کا طلسم بندھا ہوا ہے اور برملے نام مشاہدہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ مگر اُسی معمولی مشاہدہ دور بزم رندان پر شعر کی بنا ہے ؎

شیشہ ہا را محتسب از بسکہ بر دیوار زد کرد مینا کار آخر خانۂ خمار را

علاوہ عطر حنا کے جملہ قسم کے صندلی عطریات اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے خریدفرمائیے

یعنی محتسب نے اس قدر شیشون کو دیوارون پر مارا کہ اُنکے ٹکڑے ٹکڑے دیوارون مین بجکر رہ گئے اور سکان مینا کار ہوگیا۔

بنائے تخیل صرف اتنی مشاہدہ پر ہے کہ محتسب شیشون کو نہایت بیدردی سے دیوارون مین مار کر توڑ ڈالتا ہے۔ اور مینا کار مکان شیشے کے ٹکڑون سے سجایا جاتا ہے ؎

بعد مردن ہم نہ گردم سیر از صہبا کشی ۔۔۔ مے بر خم نوشم چو گردم خاک و میخانہا

اس مین نہایت نازک تخیل ہے مگر پھر بھی مشاہدہ سے خالی نہین مطلب یہ ہے کہ مین مرنے کے بعد بھی شراب پیونگا۔

یہ خیال اس لیئے پیدا ہوا کہ مصنف نے دیکھا کہ ہر متنفس کے مرنے کے بعد اُسکا جسم نازک خاک ہو جاتا ہے۔ مگر اُسنے یہ بھی دیکھا کہ خاک سے خم بنائے جاتے ہین اور خم اکثر خاک پر رکھے رہتے ہین، اس طرح سے گویا اُس نے خاک کو شراب پیتے ہوئے دیکھا۔ اور عجیب و غریب مضمون بنا کر پیش کر دیا۔ اور لیجئے ؎

نتوان چو زاہد از رہِ خشکی بہ کعبہ رفت ۔۔۔ کشتی بہ بحر بادہ روان می کنیم ما

اس تخیل کی بنا صرف الفاظ پر ہے۔ زاہد اور کشتی بادہ تخیل کی جان ہین۔ مشاہدہ یہ ہے کہ مصنف جانتا ہے کہ سات سمندر پار کعبہ ہے، وہان جانا اور خشکی کی راہ جانا بہت دشوار ہے۔ دریائی سفر مین آسانی رہتی ہے۔ اسمین اگر شراب کا شوق و عشق سے استعارہ کرلین تو وہ بھی تخیل کا سہارا دینے والا شمار کیا جائے گا ؎

ز بزم مے بروے محتسب کہ دستار ۔۔۔ چو پنبۂ سر مینا ست بار خاطرہا

مشاہدہ یہ ہے کہ واعظ محتسب و خیو اکثر دستار بند ہوتے ہین شیشہ کا گاگ وغیرہ لگاتے ہین۔ رندون کے لئے بوتل کا بند رہنا بار خاطر ہے۔ اور اسی طرح دستار محتسب رندون کی بار خاطر ہے۔ تشبیہ اور تمثیل تخیل کے زور کو بڑھا رہی ہے ؎

چو میل سرمہ بر آمد ز چشم جانان گفت ۔۔۔ کہ سیر میکدہ شو دیدہ بنار خاطرہا

کہنے والے نے میل سرمہ یعنی سلائی جو سرمہ مین بھری تھی دیکھی اُسکو بہین سے ایک خیال پیدا ہوا کہ دل پر غبار ایسا ہوتا ہے۔ اُس نے معشوق کی مست آنکھون کو دیکھکر اُنکی افراط مستی سے اُنکو میخانہ سمجھا۔ اُس نے ایک شخص کو یا اپنے معشوق ہی کو سرمہ لگاتے دیکھا۔ اور دیکھا کہ وہ سرمہ کی سلائی صاف ہوگئی۔ لہذا اُسکی تخیل نے یہ نتیجہ نکال لیا۔ کہ میخانہ کی سیر سے غبار خاطر دور ہوتا ہے۔

بعض مرتبہ تخیل جب اپنی حد سے متجاوز ہو جاتی ہے اور شعر کی حدون سے دور ہوتی ہے تو شاعر کی گزر محض محال اور فضول باتون کے ادعا پر پڑتی ہے۔ اگرچہ بادی النظر مین وہ باتین خوشگوار بھی معلوم ہوتی ہین مگر اگر شعر جب نتیجہ غور کیا جاتا ہے تو کہنے والا خود سمجھ لیتا ہے کہ جو کچھ کہا گیا وہ بحران دی کی لاطائل تقریر۔ اور ہذیان کی باتین ہین۔ ذیل مین دو ایک مثالین ملاحظہ ہون ؎

ہشیار دیدن نشئہ ے نیست دل ما ۔۔۔ گویا کہ دلائے مے ست آب و گل ما

یعنی اس نشئہ سے ہمارا دل کبھی ہشیار ہی نہین ہوتا گویا کہ ہمارا آب و گل شراب اور اُسکی تپھٹ ہے۔

مطالعہ فطرت صرف اتنا ہے کہ انسان شراب سے بیہوش رہتا ہے اور جن لوگون کو یہ عادت بد پڑ جاتی ہے پھر یہ مشکل اُنکو چین پڑتا ہے۔ مگر یہ صرف دعا کی صورت مین بیڈھنگے طریقہ سے ادا ہوا ہے۔ اسی طرح ؎

ہوا ز گلشنے مے فرصتے چون خنک گردد ۔۔۔ تو ان از آتش دل موختن این رنگ کا ہی را

یہان زیادہ تر الفاظ سے تخیل کی تکمیل ہوئی ہے باقی خیر معافیت اسی طرح ؎

ہر کہ بو دازے پرستان شد مریدما غنی ۔۔۔ تا بر آب افگندیم از دامان تر سجادہ را

وہی طلسم الفاظ بندھا ہوا ہے۔ ہر ایک لفظ کی تحلیل اور تحقیق سے پتہ چل سکتا ہے۔ اور لیجئے ؎

آتش مے تیز ساز و شعلۂ آواز را ۔۔۔ بر کردے باد ہ باید بست تار ساز را

اس شعر کے معنی اور گہرائی قابل غور ہے۔

مندرجۂ بالا شعرون مین جو تخیل ہے صرف دعا و غیرہ پر مبنی ہے مگر اس سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ شاعر کی جدت پسند طبیعت ہر پہلو کو ایک خیالین

علاوہ عطریات کے اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے کارخانہ کے تیار کردہ روغن اور نہایت اعلیٰ عرقیات طلب فرمائیے

اور روشن طریقہ سے دکھاتی ہے اور اُسکی جدتِ تخیل ایک بات کو اتنا مُہتم بالشان بنا دیتی ہے کہ معمولی نظر سے دیکھنے والے دیر تک دریائے حیرت مین غوطے کھاتے رہتے ہین۔ ہم مطالعۂ فطرت کے معنی پر تھوڑی سی بحث کرنے کے بعد آپکو اسی مضمون کے اسی مشہور و معروف شاعر کے بہت سے شعر سنائین گے۔

مطالعۂ فطرت سے مراد صرف دیکھنا نہین ہے۔ یہ معنی اُن لوگون کے لئے مبارک معنی کہے جا سکتے ہین جنہین تحقیق لغات منظور ہو۔ ایک شاعر جسے تحقیق کی دُھن ہوگی وہ مطالعۂ فطرت عجیب طریقہ سے کرتا ہے جیسے فلسفی ایک شے کو دیکھکر ارادۃً منتقل اُسکی اصل ذات اور تحقیقات کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اسی صورت سے شاعر جب کسی صورت کو دیکھتا ہے تو معاً اُسکی نظر اُن تمام جزئیات پر پہونچ جاتی ہے جس قدر اُسمین موجود ہین کبھی کبھی اُسکی نظر خود اُسکو اور کبھی دوسرون کو بھی جادۂ تحقیق پر لگا دیتی ہے اور کبھی اُس شے کی نوعیت اور صورت حالت کیفیت کمیت وغیرہ پر کافی طریقہ سے غور کرکے وہ صرف ایک بے نتیجہ اور دلخوش کن بات (جو کبھی صرف دلخوش کن اور کبھی کامل تحقیقات کا ایک مرتبہ اور کافی نتیجہ معلوم ہوتی ہے) کہکر خاموش ہو جاتا ہے۔ اگر اس سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ شاعر کا مطالعۂ فطرت بہت زبردست ہوتا ہے وہ ہر ذرہ پر اتنی گہری نگاہ ڈالتا ہے کہ کوئی ذی روح ہستی فلسفی کے ماسوا (اور بعض اوقات فلسفی بھی نہین) اتنی گہری نظر سے کسی شے کو نہین دیکھ سکتی۔ اور نہ مطالعۂ فطرت ہر شاعر کے لئے اس قدر ضروری ہے کہ جب تک وہ نہ ہو شاعری درجۂ کمال پر نہین پہونچ سکتی۔ شاعری کے لئے محاکات بھی بڑا عظیم ہے۔ مگر محاکات کی تکمیل بغیر مشاہدہ بلکہ زبردست مطالعہ کے ناممکن ہے۔ بعض لوگون کا قول ہے کہ محاکات شعر اور شاعر کے لئے اس قدر ضروری ہے کہ اگر وہ نہ ہو تو شعر قریب قریب بیکار رہے۔ اُس سے کہ واقعات اور اصل شے کے معائنہ کی طرف قریب کرنے والی اگر کوئی چیز ہے تو وہ محاکات ہی ایسی چیز ہے جسکی بعض اوقات سادگی مطبع اور بعض اوقات ہوش تابع ہوتا ہے۔ اگر یہ دونون جزئیات شعر مین نہین ہین تو وہ بیکار محض ہے۔

مطالعہ اس قدر مفید اور ضروری چیز ہے کہ ایک شاعر جسکو خزانۂ عامرہ ازل سے ایک طبع موزون ملی ہے۔ اُسکے بغیر اگر میدان شاعری مین قدم بھی رکھے گا تو وہ ہمیشہ اُس شخص کے مقابلہ پر جسکا مطالعۂ فطرت اور مشاہدۂ اشیا زبردست ہے ناکام ثابت ہوگا۔ ظاہر ہے کہ شاعر کو مختلف اوقات مین مختلف مذاقون مختلف ضرورتون کا پابند ہوکر ماحول سے متاثر ہوکر کچھ کہنا پڑتا ہے۔ مگر کیا کوئی شخص یہ امید رکھ سکتا ہے کہ ایک ایسا مفلوک الحال شاعر ایک ایسا بینوا مفلس ناظم جس نے علاوہ اپنی جھونپڑی کے قصر شاہی، یا میدان کارزار۔ یا بزم امیرانہ وغیرہ وغیرہ، کسی چیز کا نقشہ نہ دیکھا ہو ایک اُس شاعر کے مقابلہ پر جس نے دربار شاہی مین کرسی عزت پر متمکن ہوکر قلمدان وزارت پر قابض رہ کر ہمیشہ حکمنامے اور فرامین شاہی جاری کئے ہون، دنیا اور دربار کی رونق اور اعلیٰ ہر چیز کا نقشہ اُسکے ذہن مین موجود ہو۔ شاہی گفتگو اور تقریرین اُسکے حافظہ نے حفظ کر رکھی ہون ہزارون مرتبہ محفل عشرت مین اور شراب مین رات کی صبح کی ہو کلیات اور جزئیات ساز و سامان شاہی پر اُسکی نظر بسیط ہو، کیونکر ٹھہر سکتا ہے، اسی طرح معاملہ کو برعکس کر لیجئے۔ ایک غریب سیاح، ایک آوارہ گرد صحرانورد بے سروسامان درویش کے مقابلہ پر جس نے سیکڑون ہزارون راتین وحشیون کی طرح غربت کے جنگلون مین بسر کی ہون جسکے پاؤن کے چھالون نے جنگل کے ہر ایک کانٹے کا جائزہ لیا ہو جسکی نظر جنگل کے ایک ایک پتے اور بوٹے کی تلاشی لے چکی ہو، جس نے دریا کی روانی کا پابند ہوکر پہرون اُسکی موجون کو گنا ہو جس نے طائران خوش الحان کی نغمہ سرائی کے سُننے مین اپنی عمر کی بیش بہا گھڑیان گذاری ہون، وہ امیر شاعر جسے غربت اور سفر صحرا کا اتفاق نہ ہوا ہو کیونکر مقابلہ کر سکتا ہے۔ غرضکہ تخیل کے لئے جن چیزون کی ضرورت ہے اور جن سے تخیل کی تکمیل ہوتی ہے اُن مین سب سے بڑی چیز مطالعۂ فطرت ہے۔ اس سے زیادہ شاعر اور شاعری کی تخیل کے لئے کسی دوسری چیز کی ذمہ داری کی ضرورت نہین۔ اب ہم اس نثر کے حصہ کو

روح گلاب جو تمام عطرون سے زیادہ قیمتی مشہور عالم اور عام پسند ہی کا رخانہ اصغر علی محمد علی تاجر لکھنؤ سے فی تولہ طلب فرمائیے

ختم کرکے غنی کے چند مضمون خراب کے اور نقل کرتے ہین - خوفِ طوالت
مضمون ہمکو رد کتا ہے ورنہ ہم ہر شعر کی مثل سابق تشریح کرتے - اب ناظرین
کے مذاق صحیح اور ذوقِ سلیم کے بھروسہ پر زیادہ محنت کی ضرورت نہ سمجھتے
ہوئے اُن شعرون کو نذر ناظرین کرکے مضمون ماتحن فیہ کو ختم کرتے ہین ؎

از لطف مے چو سرو گل آیند در نظر — ہر چند ریزد ریزہ کنی جام شیشہ را
بہ منزل مے رسانند کشتی کی کاروانے را — برو یکدم ازین عالم بآن عالم خیالے را
از شرم توبہ در عرقم کو شرابِ ناب — باید متاعِ ترشدہ را داد آفتاب
تا کے فریبِ ہستی موہوم مے خوری — نتوان چو عکس آئینہ شد غرق در شراب
از خجالت بر نمیدارد چو نرگس سر پیش — ہر کرا فصلِ بہاران نیست در ساغر شراب
تا غنی کرد اجتناب از می پرستان بیخودی — گشت عقل ما برنگِ نشہ پنہان در شراب
ساغر زدن بسر خطان بے مزہ ہست — صہبا کشی ریش سفیدان نمکین ہست
افتادن بر خاستن بادہ پرستان — در مذہبِ ندانِ خرابات نماز ہست

تا سرش از بوجے مے شد گرم جہان را شکست — ہیچ کس در رود ما چون محتسب بد مست نیست
چہ غم ازین کہ بطِ بادہ سیہ پوش و از است — کہ در گرفتن رنگِ پدیدہ شہباز است

مندرجہ بالا دس شعرون مین سے ہر شعر مین تخیل اور مشاہدہ اور تخیل کے
اسباب تکمیل پر ایک گہری نظر ڈالئے تو آپکو معلوم ہو جائے کہ بغور دنیا کے ہر مقید زدہ کو
دیکھنا ایک شاعر کے لئے کس قدر تنوع معانی و مضامین مین مفید ہو سکتا ہے کاش
ہمارے ملک کے بہتر کہنے والے اور مشہور شاعر کوشش کرین کہ ایک مضمون کو متفرق
مختلف اور متعدد طریقون سے ادا کرنے کے لئے کن کن چیزون کی ضرورت ہے
اور اپنی شاعری کو دوسری زبانون کے مقابل مین نہین تو کم سے کم فارسی کی
شاعری کے مقابل پہونچانے مین جسکے قدم بہ قدم چل کر اُردو نے اتنی ترقی کی
ورنہ یہی قدرت جو اُردو کے لئے آج ہے ہمیشہ رہیگی -

عبدالباری آسی

سوز و ساز

از جناب پروفیسر ایم - اے - خان - ایم - آر - اے - ایس - اڈیٹر اُردوئے معلّٰے دہلی

چھیڑ دے اے زخمۂ غم تارہائے سوز و ساز — اشکِ خونین مین دکھا دے جلوۂ کیف و گداز
آج یکساں ہے فریبِ حسن و پیمانِ وفا — آج دل سے مٹ گیا وہ رنگ و بو کا امتیاز
صبر کی تاکید برحق - اے حریفِ آرزو — ضبط میرا فرض لیکن تا بہ امکانِ گداز
لے گئی دل سے متاعِ ہوشیاری لے گئی — وہ نگاہِ مست، وہ برہم کن بزمِ مجاز
بیکسیِ حُسن ہے اور کس پرسی کا گلہ — آ - خدا کے واسطے آ - عشق ہنگامہ نواز
ہوشیار اے دعویِ بیگانگیِ عقل و ہوش — وہ اُٹھین دزدیدہ نظرین - وہ چلے انداز ناز
میرے سجدون مین عبودیت سمٹ کر آ گئی — سر ترے قدمون مین گر کر ہو گیا کچھ سرفراز
کچھ نہ کچھ تفسیر تو ہوگی تری ہر آہ کی — باز آ - اظہارِ غم سے او دلِ افسانہ باز

رازِ دل کب تک شکستِ لب پر آئے گا اے جانِ من
تا بہ کے اکبر رہیگا یہ جنونِ احتراز

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر ثمامۃ العنبر کی خوبی اسکے استعمال ہی سے معلوم ہو سکتی ہے

گیتانِ جلی کی شرح و تنقید

از مولانا سید ابوالعلا حکیم ناطق لکھنوی

نمبر ۲

گیت نمبر ۲

"جب تو مجھ سے نغمہ سرائی کی فرمائش کرتا ہے تو اُسوقت
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فرطِ غرور سے میرا قلب شق ہو جائیگا،
میں تیرا منہ تکنے لگتا ہوں اور میری آنکھ میں آنسو آجاتے ہیں۔"

ایک بُلبُل خود ہی اِس فکر میں رہتی ہے کہ اپنی نغمہ سنجیوں سے گل کو خوش کرنے کا موقع حاصل کرے لیکن جبکہ خود گل اپنے عاشق صادق بُلبل سے فرمائش کرے کہ تو میری حضوری میں غزل سرا ہو۔ تو اُس وقت یہ حیرت انگیز مسرت اور غیر مترقبہ نعمت کیا اُسکی ہستی میں اتنا تغیر بھی نہ کریگی کہ عاشق اپنے عجز کامیابی کے فخر و ناز سے فوراً مبدّل ہو جائے صرف یہی نہیں کہ اس کامیابی کا قوی سیلاب اسے فخر و غرور میں غرق کر دے بلکہ بہت ممکن ہو کہ سیلِ دنا محدود افتخار و مسرت سے قوتِ دل مقابلہ نہ کر سکے اور پاش پاش ہو جائے، حیرت و استعجاب کی شدت سے اپنے مطلوب کا جو کہ طالب اظہار مطلب ہے منہ تکنے لگے کیونکہ معشوق نغمہ کی فرمائش کرتا ہے اور نغمہ اُسے کہتے ہیں جسمیں آواز کے ذریعے سے جذبات کا اظہار کیا جائے۔ خود مطلوب جب طالب ہو کہ طالب اپنا مطلب بیان کرے تو پھر کیا مسرت کی کوئی انتہا ہو سکتی ہے۔

ایسے وقت عاشق گویا ایک نئی آبادی میں اچانک پھینکدیا گیا ہے جہاں مختلف اور عجیب قسم کی کامیابیاں اور مسرتیں اُسے گھیرلیتی ہیں۔

معشوق عاشق کی طرف خطاب کرتا ہے، عاشق یہ خیال کرنے لگتا ہے کہ کیا میں اِس قابل ہوں کہ میرا معشوق میری طرف مخاطب ہو اور معمولی خطاب نہیں بلکہ "فرمائش" اور فرمائش بھی کس چیز کی، اپنے اظہار جذبات کی وہ بھی نغمہ کے ذریعہ سے یعنی اثر لینے کو تیار و آمادہ ہو چکا ہے۔

ایک دربارِ جہاں شرع کی لَو کو بغیر اجازت جنبش کی ممانعت ہے۔ ایک سرکار جسکی شبستان میں پروانہ اپنی فطری جسارت سے باز رہ سکتا ہے۔ وہ مقدّس و منزّہ ہستی جو کہ ہر نغمہ و نوحہ اور شکر و شکوہ سے بے نیاز ہے۔ ایک مٹھی بھر خاک سے فرمائش کرتا ہے کہ تو اپنے جذبات کی روح کو نغمہ کے قالب میں پیش کر۔ نغمہ میں کتنے جذبات سما سکتے ہیں اور عاشق کتنے جذبات رکھتا ہے، انتہا نہیں، ایسے غنیمت وقت میں ہر جذبہ، ہر تمنا کو آرزو نہیں بلکہ ضد ہونی چاہیئے کہ "پہلے مجھکو پیش کر" اب کس کو پیش کیا جائے اور کس کو پس پشت ڈال دیا جائے سوائے حیرت سے مُنہ تکنے کے اور کیا صورت ہو سکتی ہے

ناطق، ہوئیں جمع دل میں اتنی باتیں
کچھ بس نہ چلا سوا خاموشی کے

معشوق کی فرمائش کس قدر واجب العمل ہے مگر ناممکن اظہار جذبات کا کیسا بہترین موقع ہے، مگر بیکار، شدت کامیابی کا نتیجہ ناکامی، انتہائے مسرت کا انجام غم۔ فرمائش اور اُسکی تعمیل کے درمیان حیرت کی ایک دُنیا حائل ہو گئی۔ تحریکِ جذبات کا ایک عالم حد فاصل ہو گیا، کیوں نہ آنکھ میں آنسو بھر آئیں، کیوں نہ دل پاش پاش ہونے لگے۔

اب سوال یہ ہے کہ معشوق کی یہ فرمائش کہ تو نغمہ سرا ہو، واقعہ ہے یا وجدان ہے، یا تخیل شاعرانہ ہے، کیونکہ تخیل شعری کے یہی تین عنصر ہیں۔

موسم گرما میں روح خس صغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے کارخانہ کا استعمال کیجئے۔

ٹیگور کی گیتان جلی تمام وکمال وجدان سے متعلق ہے اور وجدان جو ذوق حقیقی مین سالک پر طاری ہوتا ہے اُنکی صدہا قسمون مین سے ایک قسم یہ ہے کہ موسیقیت لگ وپے مین سرایت کر جائے۔ یہ جذبہ کی تحریک وہ باقاعدہ حرکت ہوتی ہے جسکو کہ سکتے ہین اور دنیا کی کوئی شے ساکن محض نہین بلکہ ہر وقت متحرک خواہ بالذات خواہ بالعرض یا بالواسطہ اور عالم اس کیفیت سے مرکب ہے کہ ذرات کا باہمی اتصال و انفصال اس حرکت اتصالی و انفصالی کا لازمی نتیجہ آواز ہے تو کوئی شے حرکت سے اور کوئی حرکت سُرود سے خالی نہین، یہی فلسفۂ موسیقیت اور یہی موسیقی تصوف ہے اِسکو محسوس کرنیوالا صوفی ہے اور معلوم کرنیوالا فلسفی ہے۔

مولانا رومؒ اور خواجہ حافظؒ کے یہان کثرت سے یہ مضمون مختلف پیرایون اور الفاظ مین درج ہے ؎

ندائے عشق تو دوشم دراندرون دادند — فضائے سینۂ حافظ ہنوز پر ز صدا ست
چہ سازبود کہ نواخت مُطربِ عشاق — کہ رفت عمر و ہنوزم دماغ پر ز صدا ست

غالب کے علاوہ حال کے اُردو شعرا نے یہی کہا ہے ؎

آفرین اے نغمگین کے صدائے بازگشت — ہے جہانتک سازِ ہستی عالم آواز ہے

ٹیگور کا یہ مفہوم جو اُسکو مذکورۂ صدر شعر سے پیدا ہوتا ہے کہ جب اظہارِ جذبات کا موقع دیا گیا تو لازمی ہے کہ مختلف جذبات کو استعمال و جسارت ہو، اور ان مین بعض جذبات دردناک ہین، بعض طرب ناک، یہی کیفیت موسیقی کے شعبون کی ہے لیکن ہر چند یہ کہتا ہو کہ پہلے ہمکو نغمۂ مناسب کا لباس عطا ہو تو اُس وقت تعمیل ناممکن ہو جاتی ہے یعنی ترک آرزو ہی اصل آرزو ہے، اور دربار تنظیر مین شادی و غم کا تفرقہ بھی نہین بلکہ جملہ متضاد، متحد و بسیط، یہ دونون خیال بھی نئے نہین ہین۔ مولانا فرماتے ہین ۔ "آرزو بگزار تا رحم آید ش"

اور ع

چونکہ کردند آشتی شادی و درد

اُردو کے شعرا بھی کہتے چلے آئے ہین۔ ؎

گر نہ بھکو ہو یقین اجابت دعا نہ مانگ — یعنی سوائے ایک دلِ بے مدعا نہ مانگ

؎

رفتہ رفتہ اس طرح پہونچا حقیقت تک مجاز
پہلے اُسکی آرزو تھی اب وہ خود ہی دل مین ہے

لیکن اس قسم کے شعر وہی شعرا کہتے ہین جو وجدانیات کی قدر و قیمت جانتے ہین نہ کہ وہ جنکو اس بات کی ضرورت ہے کہ مشاعرے مین تحسین و داد حاصل کرین۔ اور لوگون کو یہ یقین دلائین کہ اُنکی تخئیل عام شعرا سے بلند اور اُنکے الفاظ ترکیبی نوایجاد اور عوام سے جُدا و ممتاز ہین۔ ایسے لوگ صرف بندش و ترکیب سے اپنے شعر کو لباس امتیازی پہنا دیتے ہین، ورنہ بسا اوقات ایسے بلند خیال شعرا کے اشعار بالکل بے معنی ہو جاتے ہین گویا ہستی معنوی سے اِس قدر دور نکل جاتے ہین کہ مفہوم عنقا ہو جاتا ہے صرف لفظین ہی لفظین رہ جاتی ہین۔ بھلا مشاعرے مین محض اس اعتقاد پر تحسین کرتے ہین کہ یقیناً نازک خیالی بہت بلند ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جب سہل ممتنع میسر نہین ہو سکتا ہے تو ایک نوایجاد بندش کا مصرع کہہ کے اُس پر مصرع لگاتے کے وقت محض اِس خیال پر کہ ساری دنیا سے جُدا اور عالی ہو اس قدر دور نکل جاتا ہے اور ایسا مفہوم سوچتا ہے، کہ جسکو اُسکی ادبی کمزوری سنبھال نہین سکتی یعنی اُسکے الفاظ کا ذخیرہ متحمل نہین ہوتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ مطلب عبارت مین آگیا۔ کیونکہ اُسکے دماغ مین گونجا ہوا مضمون اُسے یہی سمجھاتا ہے مگر یا تو یہ مصرعۂ اولیٰ بلاغت اور نحو کے رو سے بے اصول و بے معنی ہو گیا یا مصرعۂ ثانی سے بے ربط رہ گیا۔ جب کوئی ہوائی جہاز اپنی حد سے آگے بڑھ جائیگا جہان اجزائے ارضی ناکافی ہونگے تو جہاز جل جائیگا، اور ناخدا خدا کے پاس پہونچ جائیگا۔ اِسی طرح تخیل شاعرانہ جب اپنے ادبی مادیات سے بلند تر ہو جاتا ہے تو پھر واپس نہین ہوتا ؎

کیونکر اے صدمات روحانی تمہین ظاہر کرون
عالم باطن کے لوگون کی زبان کوئی نہین

جب آپ دیسی عطریات کا استعمال شروع کرین کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے طلب فرمائین

اس قسم کی بے اُصول اور بے معنی غزل گوئی کو لوگون نے معراج شاعری سمجھ لیا ہے جو کہ مہمل اور نوایجاد ترکیب لفظی کے زینون پر چڑھ گئی ہے اور اسکی محرک محض تحسین طلبی اور ممتازیت ہے۔ یون کہنا چاہیے کہ جس طرح امتیازات خصوص کے لئے چرکین اور جان صاحب نے ایک رنگ جُداگانہ اختیار کیا ہے، اُسی طرح اِن لوگون نے ترکیبات ایجاد بندہ اور مہمل گوئی سے عوام کو اپنی طرف متوجہ کرلیا ہے۔ لیکن مہمل شاعری تحسین و داد سے مستغنی ہوتی ہے۔ وہ ایک واقعہ یا کیفیت وجدانی یا ایک خیال کو نظم کرتا ہے۔ اور نہین معمولی الفاظ مین جو روزمرہ بولے جاتے ہین ایک نئی رُوح پھونک دیتا ہے، شعر کہنے کے وقت اُسکا مافی الضمیر یہ نہین ہوتا کہ لوگ اُسے عالی خیال کہین اور شاعرہ اُلٹ جائے بلکہ اُس وقت شاعرہ کا خیال تو درکنار اپنے گرد و پیش کی چیزون کو بھی بھول جاتا ہے، اُسکے کلام مین روحانیت اور بقا ہوتی ہے، اور اُن لوگون کا کلام بے اثر اور ناقابل یادگار رہتا ہے۔ بظاہر لوگ سمجھتے ہین اور وہ خود اپنے آپ کو جانتا ہے کہ وہ مقلد غالب ہے، لیکن حقیقت مین وہ اپنی نفسانیت اور شہرت طلبی کا ہے، غالب کا مقصد وہ ہے جو ہر غزل مین اِس قسم کا شعر کہنے کی کوشش کرے ؎

اُنکے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پر رونق — وہ سمجھتے ہین کہ بیمار کا حال اچھا ہے

جس قافیہ مین غالب سہل ممتنع نہ کہ سکا اُسکو اُسنے پیچیدہ کہا ہے لیکن کوشش اُسکی ہمیشہ یہ رہتی تھی کہ میر کا سا شعر کہے تعجب ہے کہ کوئی مسلمان اِس کا مقلد ہو اور خدا کرے نہ مانے۔ خواجہ حافظ کے کلام کی روحانیت ہمیشہ دنیا تک رہیگی مگر اِس نئے دور شاعری کا رنگ اگر اُس مین ہوتا تو شاید چند ہی روز مین کافور ہوجاتا، ٹیگور نے بھی جو کچھ کہا، اگرچہ وہ لفظاً نوایجاد ہے مگر معناً۔ مگر تحسین سے مستغنی ہوکر اپنے ذاتی جذبات کو نظم کیا ہے، یہی مقبولیت و تاثیر کا اصل راز ہے۔

(ہوا الباقی)

قطعاتِ رواں

(از جناب بابو جگت موہن لال صاحب رواں ایم اے۔ ال ال بی وکیل۔ اُناؤ)

(۱)

تو ملے گر تو میرا شوق ہو محدود جمال
اور سر شرمندۂ دیدار ہو صورت تیری
یہ نہ ملنا بھی عنایت سے نہین ہو خالی
کہ نہ پا بند طریقت ہو حقیقت تیری

(۲)

قدرت نے دل کو مرجع عرفان بنا دیا
ہر خارزار کو چمنستان بنا دیا
کیا جلد طے ہوئی ہین ترقی کی منزلین
آزادیِ خیال نے انسان بنا دیا

(۳)

جنانِ عشق مین بیہوشیون کی انتہا جو ہے
وہین سے عالمِ عقل و خرد کی ابتدا سمجھو
علاجِ درد کا جب تک دلِ مضطر ہے طالب
وہی حد ہے کہ جب تک تم مرض کو لادوا سمجھو

(۴)

مجھے اکسیر میری آہِ سوزان کرکے چھوڑیگی
قناعت میرے دردِ دل کو درمان کرکے چھوڑیگی
تہیہ ہے کہ یا اب مین نہین یا کفر کو دوری
عقیدت میری بے دینی کو ایمان کرکے چھوڑیگی

اگر آپ کو عطر حنا درکار ہے تو صرف اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے طلب فرمائیے

لٹریچر یا ادب

لٹریچر کے معنی ہین "بہترین خیالات اور بہترین احساسات جو بہترین لفظون مین ادا کئے گئے ہون" روزمرہ کی زندگی مین ہم فطرتاً اس پر مجبور ہین کہ جو خیالات ہمارے دماغ مین یا جو احساسات ہمارے دل مین پیدا ہون، ہم انکو دوسرون پر بھی ظاہر کرین۔ اس اظہار کے لئے ایک خاص طرز تحریر اور انداز بیان ہوتا ہے اور جہان تک ہمکو اس بیان کے لئے موزون اور مناسب لفظ ملتے ہین ہم دوسرون کو بھی اپنے خیالات اور احساسات سے اتنا ہی متاثر کر سکتے ہین جتنا کہ ہم خود اُن سے متاثر ہوے ہین۔

لہذا لٹریچر ایک ذریعہ ہے جو الفاظ کی معاونت سے براہ راست ہمارے دل و دماغ کی ترجمانی کرتا ہے۔ اور ہماری زندگی کے مفہوم کو ادا کرتا ہے۔

صرف اُنہین کتابون اور عبارتون پر لٹریچر کا اطلاق ہو سکتا ہے جو بحیثیت اپنے نفس مضمون اور طرز ادا کے ہر شخص کے لئے دلچسپی کا سبب ہون۔ اور جنکے انداز بیان اور ترکیب الفاظ سے پڑھنے والے کے دل مین انبساطی کیفیت متحرک ہو اور جنکے ہر جملے اور ہر فقرے مین زندگی کی لہر اُبھرتی ہوئی معلوم ہو۔

اگر یہ کہنا بجا ہے کہ لٹریچر کا وجود ترجمانی زندگی ہی پر منحصر ہے تو ہم یہ بھی کہہ سکتے ہین کہ صرف زندگی ہی لٹریچر کا مبداء اور سرچشمہ ہے۔

زندگی کے ہزارہا شعبے ہین مگر لٹریچر کا تعلق صرف اُنہین شعبون سے ہے جنکا انحصار لطیف اور نازک خیالات و احساسات پر ہے۔ لہذا لٹریچر کی ترکیب عنصری کی روح روان چند مخصوص اور مایہ الامتیاز باتین ہین جو حسب ذیل مقاصد پر مشتمل ہین۔

(۱) اپنے آپ کو ظاہر کرنے کے لئے ہماری خواہش کہ ہم خود کیا ہین، اور ہم اپنی ہستی کو کس طرح نمایان کر سکتے ہین۔

(۲) بنی نوع انسان اور اُسکے تمام حرکات و سکنات سے ہماری دلچسپیان۔

(۳) دنیاے حقیقت سے جسمین ہم زندگی بسر کرتے ہین اور دنیاے تخیل سے جسکو وجود مین لانے کے لئے ہم اُبھارتے ہین ہماری موانست۔

(۴) حسن عبارت اور انداز تحریر مین ہمارا ذوق و شوق۔

جب ان تمام باتون کی صلاحیت ہمارے دل و دماغ مین ہوتی ہے اور اسکا وہبی مادہ ہماری طبیعت مین موجود ہوتا ہے تو جو کچھ ہم اپنے خیالات اور احساسات کا اظہار تحریر کے ذریعے سے کرتے ہین وہ لوگون کے حظ و دلچسپی کا سبب ہوتا ہے اور اُنہین کے دل و دماغ کی ترجمانی کی گئی ہے، گویا وہ بھی یہی محسوس کرتے تھے۔

لیکن عبارت و تحریر مین یہ بات اُسی وقت پیدا ہو سکتی ہے جب کہ مذکورۂ بالا امور کا کافی اثر ہمارے قلوب پر ہو۔ مگر یہ بات آسان نہین ہے۔ اسکے لئے انتہائی مشق اور وسیع مطالعہ کی ضرورت ہے۔ جب تک ہمارے دل و دماغ، قوت مشاہدہ اور بلکہ غور و فکر سے بہرہ نہ ہون۔ ہماری تحریر اور الفاظ مین اثر نہین آسکتا حقیقت یہ ہے کہ ؎

این سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خداے بخشندہ

لیکن خداے بخشندہ کی اس نعمت کا جو اُس نے ہماری طبیعت مین ودیعت کی ہے، ہمکو اُسیوقت احساس ہو سکتا ہے جب ہم اُسکی جستجو اپنے دل و دماغ مین کرین، اگر ہم اپنی جستجو مین کامیاب ہون تو اسکا ادا سے شکریون ہی ہو سکتا ہے کہ اس جوہر کو اس طرح استعمال کرین جیسا کہ اس کا بہترین مصرف ہے اور اس سعادت بخشندہ کو بزور بازو پایۂ کمال تک پہونچانے کی کوشش کرین۔ لیکن اگر ہماری طبیعت مین ادبی ذوق و شوق کا مادہ نہین ہے تو پھر ہمکو اس میدان مین قدم نہ رکھنا چاہئے کیونکہ اس مین محض تضیع اوقات ہے

کارخانۂ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ جس کو قریب ایک صدی کے زمانہ ہوا نیک نامی سے جاری ہے

اور حاصل اسکا سولے ناکامیابی کے کچھ نہین - چنانچہ اسکی مثال آجکل کی اکثر و بیشتر اس صنف کی تصانیف ہین جنکے مصنف اُنکے ادبی ہونیکا دعویٰ رکھتے ہین حالانکہ واقعی وہ ایسی نہین ہین کیونکہ اُن سے مطالب و مقاصد ادبی حاصل نہین ہوتے - اِس لئے وہ آپ اپنے لئے ننگِ وجود ہین - اور سچ تو یہ ہے کہ دنیاے ادب مین ایسے مصنفین کا وجود حد درجہ خسارکا ہے، اِس لئے کہ اُنکی تصانیف سے مذاقِ عامہ مین بدذوقی پیدا ہوتی ہے اور ادبِ لطیف کا خون ہوتا ہے -

لٹریچر زیادہ تر جن مباحث سے تعلق رکھتا ہے وہ حسب ذیل ہین -

(۱) ہمارا اپنا ذاتی تجربہ و مشاہدہ - جو ہماری خلوت و جلوت کی زندگی کا حاصل ہو -

(۲) بنی نوع انسان کے مجموعی تجربات - جو زندگی کے اہم مسائل عامہ پر مشتمل ہون - مثلاً مسائل زندگی و موت - سزا و جزا - تقدیر و تدبیر - خدا اور خدا کے ساتھ انسان کے تعلقات اور اسی قبیل کی بہت سی باتین جن پر انسان کے باہمی روابط و ضوابط قائم ہین -

(۳) ہمارے ذاتی معاملات و تعلقات، اپنے ابناے جنس کے ساتھ یا تمام تمدنی و معاشرتی دنیا اور اُسکے بیشمار ہنگامون اور کاروبارِ زندگی کے ساتھ -

(۴) تمام کائناتِ فطرت کے بدیہات و مظاہر سے ہمارا براہ راست و بالواسطہ

(۵) خود ہمارے اختراع اور ایجاد کی کوششین، اور اُنکی مختلف تنوعات کے ساتھ صورت پذیری -

یہ سب ایسی چیزین ہین کہ جن پر لٹریچر کی بنیاد ہے - لٹریچر کے ذریعے سے ہم انہین باتون پر مختلف پہلو سے روشنی ڈالتے ہین، طرح طرح سے انہین باتون کی تصویرین مختلف لفظون اور تحریرون سے کھینچتے ہین - اِس مین جس قدر کامیاب ہوتے ہین - اسی قدر ہماری عبارت اور تحریر مین لطف اور اثر ہوتا ہے -

بحیثیت نفس مضمون لٹریچر مختلف انواع پر منقسم ہے مگر چونکہ اسکا دار مدار زندگی کی ترجمانی پر ہے اِس لئے ہر نوع واقعات زندگی ہی اسکی ہر صنف نثر و نظم - عبارت - ڈراما - ناول وغیرہ مین اصل لب لباب ہوتے ہین - پھر زندگی کی ترجمانی کے واسطے لٹریچر کے اِن مختلف اصناف کو بہترین دلکش و دلنشین پیرایہ مین پیش کرنے کے لئے بڑا حصہ مصنف کے دل و دماغ کی جدت و ندرت کا ہوتا ہے - سب سے پہلے مصنف کو نہایت ذہین اور طباع ہونا چاہیئے تاکہ وہ جس مضمون پر قلم اٹھائے اُسمین حقیقت کی روح پھونک دے اور ایسی ایسی واقعی باریکیان اپنے مضمون مین پیدا کرے کہ پڑھنے والے کے لئے ہر طرح سے دلچسپی و دلبستگی ہو - اسکے ساتھ ساتھ مصنف کو نہایت حساس اور زندہ دل بھی ہونا چاہیئے - تاکہ اِس کے لفظ لفظ مین ایسی تازگی اور ایسا جوش ہو جو پڑھنے والے کے دل مین تمام حسیات کو اُبھار دے -

اسکے علاوہ مصنف کی قوتِ تخیلہ کو بھی نہایت ذکی اور تیز ہونا چاہیئے - تاکہ وہ اپنی تحریر مین لطافت و رنگینی کے ساتھ ساتھ تخیل کی نزاکت بھی پیدا کرسکے اور اپنے مخاطب کو اپنے خیالات کی گہرائیون مین اِس قدر محو کرلے کہ وہ کچھ دیر کے لئے اپنے وجود کو فراموش کر دینے پر مجبور ہو جائے - وہ جو کچھ پڑھے اُس مین اُسے بھی معلوم ہو کہ یہ اُسی کا محسوس کیا ہوا واقعہ ہے - مزید برآن مصنف کو سب سے زیادہ لحاظ اس بات کا رکھنا چاہیئے کہ وہ جس بحث یا جس صنف لٹریچر پر قلم اٹھائے اسمین اُسی کی نسبت سے موزون اور مناسب الفاظ کا استعمال کرے - اُسی کی شایان اشارات و کنایات ہون - اُسی کے مطابق اصطلاحات و محاورات ہون - ورنہ اسکے بغیر اسکے مضامین مین ادبی شان پیدا نہین ہوسکتی -

یہی سب باتین جب تمام و کمال لٹریچر کی روح رواں ہوتی ہین اُسی وقت لٹریچر کا اطلاق اِس تعریف پر ہوتا ہے کہ لٹریچر نام ہے اُن بہترین خیالات اور اُن بہترین احساسات کا جو بہترین الفاظ مین قلم بند کئے گئے ہون -

محمد عبدالحی صدیقی (علیگ) بی - اے -

کارخانہ صغرعلی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کی سچائی - معاملات کی صفائی اور مال کی عمدگی ہندوستان بھر مین مشہور ہے

عکس تحریر شاہجہان بادشاہ غازی انار اللہ برہانہ

(از کتاب "ہسٹری آف ہمایون (ہمایون نامہ)

مرتبہ گلبدن بیگم بنت ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ

مترجمہ باضافہ جدید

اینٹ اِس - بویرج ام - آر - اے - اس

در تصدیق صحت کتاب مذکور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

این تاریخ مشتملست بر مجمل احوال حضرت صاحبقران
گیتی ستان و اولاد امجاد آنحضرت و بسوانح ایام
حضرت عرش آشیانی انار اللہ برہانہ تا سال
بیست و دوم در عہد دولت سیاہ یا بالصیف شدہ
حرم شاہ جہان پادشاہ بن جہانگیر پادشاہ بن اکبر پادشاہ

عکس تحریر گلبدن بیگم بنت ظہیر الدین بابر بادشاہ

یہ تحریر اصل "ہمایون نامہ" تصنیف گلبدن بیگم بنت بابر بادشاہ کے مرتب کردہ اور اُسکے قلم کے لکھے ہوئے صفحہ ۲۸ کا (بی) کا عکس ہے۔ جسکو "اینٹ۔ اس۔ بوریج و ام۔ آر۔ اے۔ اس۔ نے اپنے ترجمہ کرکے "ہسٹری آف ہمایون" مین شایع کیا

طوی میرزا ہندال انکہ سلطانم بیگم خواہر مہدی خواجہ بودند نبیرہ
بایام غیر جعفر خواجہ فرزند دیگر نداشتند و فرزند نمی شد
اکہ جانم سلطانم را بفرزندی نگاہ داشتہ بودند و دو سالہ بود
کہ خانزادہ بیگم نگاہ کردہ بودند و عجایب دوست می داشتند
و بہ برادر زادہ خود داند و طوی را در کمال لطافت و خوبی
کردند کوشکہ و ادسقہ و پنج توشک و پنج لیتوق و یک
تکیہ کلان و دو تکیہ کاولہ و قوشقہ و لحاف مع خرکاہ جلیغ
مع سہ توشک ہمہ زردوزی و سر دپاہای میرزا ایچارنت
و تاج زردوزی و فوطہ و روپاک و رومال زردوزی و
قور یونش زردوزی و بسلطانم بیگم نہ نیمتنہ کمہ دار جواہر
یکی از لعل و یکی از یاقوت و یکی از زمرد و یکی از فیروزہ و
یکی از زبرجد و یکی از عین الہرۃ دیگر زنجیر کورسہ دیک
چار قب و چار قبچی کمہ دار و یک جفت حلقہ لعل و
یک جفت حلقہ در سہ پنجہ و یک پیرشای یکدرخت و دو خطیب
و دیگر اسباب و بنشیا درخت و رخوت و کارخانہا از ہمہ

تغزل ہادی

خان بہادر جناب سید محمد ہادی صاحب ہادی جو مختلف اعلیٰ سرکاری عہدوں پر ممتاز رہ چکے ہیں۔ ملازمت سرکاری سے ریٹائر ہونے کے بعد ریاست بھوپال میں درتعلیم کے عہدۂ جلیلہ کے فرائض اعلیٰ قابلیت سے انجام دے رہے ہیں۔ آپکی علمی قابلیت آپکا تبحر مسلم الثبوت ہے۔ فن شعر میں جو درجہ کچھ حاصل ہے اُس سے اہل فن بخوبی واقف ہیں۔ آپ بیحد قادر الکلام اور ہر مذاق کے شعر کہنے میں قدرت کامل رکھتے ہیں۔

نومبر میں اتفاق سے مجھے جناب نیاز احمد صاحب نیاز خیرآبادی سپرنٹنڈنٹ پولیس ریاست بھوپال (برادر حضرت یاس خیرآبادی) کے یہاں شرکت تقریب کے لئے جانا پڑا وہاں آپ سے بھی نیاز حاصل ہوگیا نیز موقعہ اعلیٰ الحکام ریاست بھوپال (جنمیں ہر ایک صاحب علم و فن سخن سنج اور قدردان ہنر تھا) کا اچھا خاصہ مجمع تھا۔

ان میں مسٹر محمد اکرم صاحب بی اے انسپکٹر جنرل پولیس۔ مسٹر سلام الدین صاحب چیف جسٹس مسٹر وہاج الدین صاحب ہوم ممبر مسٹر حبیب احمد صاحب بی اے اڈیشنل سکریٹری لا اینڈ جسٹس۔ حکیم سید مبارک علی صاحب معین افسر اعلیٰ نظام پولیس خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

آپ نے احباب کے اصرار سے اپنا قدیم اور کچھ جدید کلام سُنایا۔ میں نے اُس وقت کو غنیمت سمجھکر جو کچھ سُنا لکھ لیا۔ اُس میں سے اس وقت چار مختصر غزلیں پیش کرتا ہوں۔ ان میں سے ہر غزل ایک واقعہ خاص سے متعلق ہے۔ آیندہ جو کلام بالخصوص یا عیان ہم انشاء اللہ کسی اور نمبر میں درج کرینگے۔ (وصل بلگرامی)

مجھپہ بھی پڑ گئی بھولے سے نظر دیکھ لیا
اب ہیں بیزار کہ کیوں ہم نے اُدھر دیکھ لیا

دلِ سوزاں کی تباہی وہ تماشہ مجھے
کبھی دیکھا نہ تھا پھنکتا ہوا گھر دیکھ لیا

مرغِ دل بچۂ رنگین نے جھپوڑا آخر
آسمیں کیا آپنے سرخاب کا پر دیکھ لیا

جامہ پوشی کا وہ کمرہ۔ وہ حیا اور یہ نظر
وہ چھپاتے رہے کچھ ہم نے مگر دیکھ لیا

سرِ بازار سُنی ہیں صلواتیں لاکھوں
راہ چلتے میں یہ ہادی نے کدھر دیکھ لیا

کسی کا تیرِ نظر دیکھکے پار ہو جائے
کہیں یہ طائرِ وحشی شکار ہو جائے

کمندِ زلف ہے تیرِ نظر ہے تیغ ادا
بچے جو اس سے وہ اُس سے شکار ہو جائے

نہ چشمِ مست کو تو آئینہ میں دیکھ اے ترک
کہیں نہ خود یہ شکاری شکار ہو جائے

نظر سے کیجئے چلکر بیک کرشمہ دو کار
اِسی سے سیر اِسی سے شکار ہو جائے

رہے گا بزم میں انکا یہی کرشمہ ناز
نہ اپنے دل پہ جسے اختیار ہو جائے

کہاں تک اُس دلِ نادان کو جبر روکوں
جو تیرے نام سے بے اختیار ہو جائے

دلمیں آجائے بس اتنی ہے تمنا دلمیں
ہم بھی دل رکھکے کہلائیں کسی کیا دلمیں

آئے فصل بہاری ہے خدا خیر کرے
کھیں لیا نہ اچھلے وہی سودا دلمیں

ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد آخر
بنگئی یاس جو در آئی تمنا دلمیں

تم جو بالیں سے مری جا کے پلٹ آئے ہو
جان آئی ہے مرے جان دوبارا دلمیں

آئے پہلو میں اٹھاؤ رخ روشن سے نقاب
شوق بیچین ہے پہلو میں۔ تمنا دلمیں

چل کے پہونچا یہ تھیں آئیں ہادی
ہم سمجھتے ہیں جہاں کا ہے ارادہ دلمیں

سلامت اُس بتِ شمشیر زن کے در سے پھرا
پیامبر مرا گویا خدا کے گھر سے پھرا

مریضِ عشق کو ناصح کہاں دماغ اتنا
ہمارے سر کو نہ اس بیدبے اثر سے پھرا

نہ جی بھرا بتِ شیریں دہن کے بوسوں سے
نہ منہ کبھی شہد نبی شکر سے پھرا

کھلا کسی سے نہ یارانِ رفتہ کا احوال
نہ کوئی رہرو ملکِ عدم سفر سے پھرا

حرم سے ہادیِ گمراہ کو پلٹنے دو
وہ بتکدے میں پھر آئیگا جب اُدھر سے پھرا

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا ٹیلیفون نمبر ۱۳۹ ہے

تاریخ جرمنی

(مسلسل)

باب اوّل

ابتدائی حالات

فریڈرک اعظم اور نپولین اول کے عہد سلطنت یورپ کے واسطے زیادہ اہمیت رکھتے ہین۔ لیکن لوئی چہاردہم (فرانس) کی حکومت نے کوئی انقلاب یورپ مین پیدا نہین کیا۔ اور جو نہی انقلاب نپولین اوّل (جرمنی) نے پیدا کیا وہ نہ تو انگلستان اور نہ کوئی اور فرانسیسی فلاسفر پیدا کرسکا بسمارک کا ہم عنان مدبر ہمکو نہ تو انگلستان ہی مین مل سکتا ہے نہ فرانس مین۔

فن حرب مین جیسی جیسی ایجادین جرمنی نے کی ہین وہ کسی ممالک کے باشندون کو آج تک نصیب نہین ہوئین ۱۹۱۴ء کی عالمگیر جنگ کے بعد جرمنی کا وجود صفحۂ ہستی پر قائم رہنا ایک تعجب خیز امر ہے لیکن نہین وہ جرمنی جو ۱۹۱۴ء مین قریب قریب تمام ممالک روئے زمین کے خلاف میدان جنگ مین آئی اُسکی فولادی بنیادین بسمارک جیسے مدبر شخص نے رکھی تھین اُنکو ہلا دینا کوئی آسان کام نہ تھا۔

تاریخ جرمنی کے مطالعہ سے ہمکو یہ سبق حاصل کرنا ہے کہ ایک دار و بے سروسامان قوم کس طرح اپنی قوت آزادی کے احساس کے ساتھ شاہراہ ترقی پر گامزن ہوسکتی ہے۔

باوجود اسکے کہ ابتدا ہی سے قوم جرمن مین کئی مذہبی فرقے پیدا ہوگئے اور ان فرقون کے سبب سے کئی ایسی سلطنتین نمودار ہوگئین جنکا مطمح نظر اور حکمت عملی ایک دوسرے سے بالکل جداگانہ تھی۔ اور جو اپنی جغرافی حیثیت سے یورپ کی سیاسی ریشہ دوانیون کا مرکز بن گئین۔ مزید برآن اس قوم کو ایسے ایسے سیاسی اور فوجی انقلابات کا مقابلہ کرنا پڑا کہ اگر ایسا ہی وقت کسی دوسری قوم پر پڑتا تو وہ صفحۂ ہستی سے یقینی نیست و نابود ہوجاتی مگر اہل جرمن محض اپنی جفاکشی اور طرح طرح کی قربانیون کے باعث اقوام عالم مین نمایان اور ممتاز ہوگئے

سرزمین جرمنی جو آج سرسبز و شاداب زراعتون سے معمور ہے اور طرح طرح کی صنعت و حرفت اور تجارت کی جولانگاہ بنی ہوئی ہے۔ اپنے ابتدائی دور مین بڑے بڑے دلدل کے میدانون، گنجان جنگلون اور پہاڑیون سے ڈھکی ہوئی تھی۔ جرمنی کے زمانۂ اولین کے حالات کا پتہ ہمکو ایک مشہور مصنف Tacitus نے سی ٹس کی تحریرون سے ملتا ہے۔ ان قدیم لوگون مین موجودہ اہل جرمنی کے آباواجداد مکانات بنا کر رہا کرتے تھے جنکے آثار اب تک کہین کہین پائے جاتے ہین۔ ان قدیم آثار کو کھودنے سے بہت کچھ ابتدائی تمدن و معاشرت پر روشنی پڑتی ہے۔ ان مین اکثر بارہ سنگھون کے سینگون اور سور کے دانتون کے تیر اور بھالے وغیرہ پائے گئے ہین اور پتھر کی کلہاڑیان اور آرے ملے ہین۔

جرمنی باشندون کے وجود کا علم سب سے پہلے جنوبی یورپ کو ہوا جو آغاز تاریخ ہی سے متمدن اور مہذب تھا۔ اور اُسکو یہ علم مارسیلز کے ایک نامی سوداگر پائیتھاس کے ذریعہ سے ہوا۔ یہ شخص سکندر اعظم کے زمانے مین بحر بالٹک کے سواحل پر تجارت کی غرض سے گیا تھا اور وہان سے عنبر وغیرہ اپنے ساتھ بطور تحائف لایا تھا۔ اُس زمانہ مین (چوتھی صدی قبل مسیح) جرمنی مین بجائے پتھر اور ہڈی کے لوہا اور معدنیات استعمال ہونا شروع ہوگئے تھے اور دستکاری مین نفاست پسندی بھی نمودار ہوچلی تھی۔ کہربا، ہاتھی دانت اور رنگ برنگ کے پتھرون کے مالے اور مختلف چیزین تیار ہوتی تھین جو سنہ ۱۸۴۶ء مین (Hallstatt) ہالسٹاٹ کے قریب کھودی گئی، اُس مین سے چھ ہزار مختلف چیزین برآمد ہوئین۔ اُس زمانہ مین انسان کی لاش آدھی جلائی

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کی تیار کردہ اشیاء خالص عمدہ اور بکفایت ہوتی ہین

جاتی تھی اور آدھی زمین مین دفن کیجاتی تھی۔ بعض قبرین جو دریافت ہوئی ہین اُنکے مشاہدہ سے اُس عہد کے رسومات کا پتہ چلتا ہے۔ کچھ ایسی قبرین پائی گئی ہین جن مین ایک لاش استادہ ہے اور اُسکے اردگرد اور نعشین سربسجود ہین اِس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کسی خاندان کے سردار کی وفات پر اُس کے بال بچے بھی اُس پر قربان کردئے جاتے تھے۔ اسکے علاوہ ان قبرون مین کہین کہین جانورون کی ہڈیان بھی ملتی ہین جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ تعجب نہین کہ اُس سردار کے ساتھ اسکے وفاکتے اور گھوڑے بھی دوسری دنیا مین جسکو اہل جرمنی Walhalla (وال ہالا) کہتے تھے روانہ کردئے جاتے ہون۔ اُسترے اور کنگھیون کے پائے جانے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس زمانے مین لوگون کو بناؤ سنگار کا بھی شوق تھا ایک ہی قسم کے پتھرون کے اوزار دور دور مقامات پر دستیاب ہونے سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ وہ لوگ فن تجارت سے بھی ناواقف نہ تھے۔

مذکورہ بالا حالات تاریخی سند نہین رکھتے۔ یہ محض مورخین کے قیاسات (محمولات) کے نتائج ہین یا ان کا جستہ جستہ حال اُن مصنفون کی تحریرون سے اخذ کیا گیا ہے۔ جن مین سے ایک مصنف پلینی بھی ہے جو لکھتا ہے "کہ ساحل بالٹک کے باشندون کے گھوڑون کی طرح کھُر ہوتے ہین اور اُنکے کان جسم کو ڈھانک لیتے ہین۔

ہماری تاریخ کا آغاز اُس زمانہ سے ہوتا ہے جبکہ اہل روم کا مقابلہ جرمنی کے کچھ قبیلون سے میدان جنگ مین ہوا۔ اس زمانہ کے حالات ہکوسینر، اسٹریبو، اور ٹے سی ٹس سے بھی بہت کچھ دستیاب ہوئے ہین۔ یہ لوگ اپنے عہد کے نامور مصنف تھے۔

باب دوم

اہل جرمن و روم

تاریخ جرمنی و روم کے پڑھنے والون کو مختصر تاریخ روم کا بیان بظاہر غیر ضروری معلوم ہوگا، لیکن تاریخ جرمنی کے سلسلہ مین تاریخ روم کا مختصر ذکر کرنا میرے لئے ضروری اور لازمی امر تھا۔ کیونکہ آگے چل کر ناظرین کو معلوم ہوگا کہ تاریخ اہل جرمنی کو سلطنت روم کا وارث قرار دے گی۔"

دوسری صدی قبل مسیح مین جب اہل جرمن کی جمہوریت نے روم پر حملہ کیا اُسوقت روم کی سلطنت ہسپانیہ سے لیکر ایشیائے کوچک تک اور دریائے روبیکان Rubicon افریقہ کے شمالی ساحل تک پھیلی ہوئی تھی۔ روم کو شروع زمانہ ہی سے اپنا وجود قائم رکھنے کے واسطے قریب و جوار کے شہرون اور ریاستون سے مقابلہ کرنا پڑا۔ اِس چھوٹے سے شہر کے باشندے جو ترقی منازل کے بعد دنیا کی بہترین متمدن اور زبردست سلطنت کا مرکز بن گیا اور جسکی بنیاد ۷۵۳ ق م مین رکھی گئی۔ فطرتاً بڑے مدبر واقع ہوئے تھے۔ انکا اصول حکومت یہ تھا کہ محکوم قومون اور ریاستون کو کبھی بغیر مطالبہ کئے ہوئے کسی قسم کے شہری یا ملکی حقوق نہ دیتے تھے اور وہ بھی بہت ہی طول وطویل گفت وشنید کے بعد اور میدان جنگ مین شاذونادر پیش قدمی کرتے تھے ورنہ ہمیشہ حملے کے منتظر رہتے تھے۔ حملہ ہونے کے بعد پھر ان لوگون کا جنگی جوش اس قدر یکایک برانگیختہ ہوجاتا تھا کہ جب تک دشمن کو بالکل زیر نہ کرلیتے، کسی طرح چین نہ آتا۔ یہ دو ایسے اوصاف ہین کہ جس قوم کا یہ شعار ہوجائین یقیناً وہ دُنیا مین بہت کامیابی کے ساتھ حکمرانی کرسکتی ہے۔

۵۰۹ ق م تک اہل روم بادشاہون کے زیر حکومت رہے۔ مگر بعد کو اُنھون نے اپنے یہان جمہوریت قائم کرلی۔ روم کی عظمت کا زمانہ جمہوریت کے قائم ہونے کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ اٹلی کی جو قوم بھی رومیون کے مقابلہ مین آئی اُسکو ان کا لوہا ماننا پڑا۔ اور اس طرح رفتہ رفتہ (۲۶۶ ق م تک) تمام اٹلی پر رومۃ الکبریٰ کی حکومت ہوگئی۔

روم کی تاریخ مین اب وہ زمانہ آتا ہے کہ دوسری ریاستین اسکو حسد کی نگاہون سے دیکھنے لگین۔ مگر ان ریاستون کا حسد کرنا روم کے لئے بالکل سبق آموز نہ تھا۔ بلکہ واقعۃ نفس الامر یہ ہے کہ جذبات ملک گیری خود اہل

کیا اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے آپ واقف ہین؟ جن کا کارخانہ ۱۸۳۹ء سے روز افزون ترقی کے ساتھ جاری ہے

روم کے دلون مین اس قدر موجزن ہو گئے تھے کہ وہ دوسری ریاستون سے ذرا ذرا سی بات پر چھیڑ چھاڑ کرتے رہتے تھے اور انکو جنگ آزمائی کے لئے آمادہ کرتے، حتیٰ کہ اہل روم نے خود اپنی ہمعصر بڑی ریاستون سے لڑائیان چھیڑدین - جزیرۂ سسلی (Sicile) کو اپنے قبضہ مین لانے کے سلسلہ مین ریاست کارتھیج کو جنگ پر آمادہ کیا - گو کارتھیج Carthage کے سب سے بڑے جنرل ہنیبال (Hannibal) نے قریب قریب تمام اٹلی مین روم کے خلاف ایک آگ لگادی، جن سے کچھ عرصہ کے واسطے خود روم کا وجود معرض خطر مین پڑگیا، مگر بالآخر کارتھیج کو شکست ہوئی اور ہسپانیہ جو کارتھیج کا زیر نگین تھا رومۃ الکبریٰ کی حکومت مین آگیا - اس طریقہ سے روم نے جنوب مغربی یورپ کو اپنے قبضہ مین کرلیا - اس دور مین روم نے محض کارتھیج ہی سے جنگ نہین کی بلکہ اس نے مقدونیہ اور ایشیائے کوچک کو بھی اپنی سلطنت مین شامل کرلیا -

ان لڑائیون مین مصروف ہونے کی وجہ سے روم کو اتنی فرصت نہ ملی کہ شمال کی جانب اپنی حدود کو وسعت دے - ایک وجہ یہ تھی کہ شمال کی جانب کوہ الپس (Alpes) کی سربفلک چوٹیان دیوار آہنی بن کر اٹلی کے واسطے پشت پناہی کر رہی تھین - دوسری وجہ یہ تھی کہ شمالی حملہ آور ابھی تک برسر مقابلہ نہ آئے تھے اور چونکہ وہ قومین روم کے مدمقابل نہ تھین لہذا علانیہ جنگ سے محترز رہا کرتی تھین - شمالی اقوام کے حملون کی جو بعد مین شروع ہونگے نوعیت بالکل جداگانہ تھی - فی الحال ان کا مقصد روم کی سلطنت کو تباہ برباد کرنا نہ تھا اور نہ حکومت کے خواہان تھے - بلکہ وہ اپنی بود و باش کے لئے زمین کے متلاشی تھے - چنانچہ انکے حملے جنوبی اور مغربی لڑائیون کے مقابلہ مین اس وقت زیادہ اہمیت نہ رکھتے تھے - مگر ہم آگے چلکر دیکھین گے کہ یہی شمالی وحشی قومین سلطنت روم کی بربادی کا باعث ہوئین، بالخصوص اہل جرمن جو اس سلطنت کے جانشین ہوے اور انھون نے سلطنت روم کا نام انیسوین صدی عیسوی تک روشن رکھا -

روم پر سب سے پہلا خوفناک شمالی حملہ ۳۹۰ ق-م مین ہوا - اہل گال (Gaul) جو گاتھ (Goths) لوگون کے پیشرو تھے کوہ الپس کے شمال و مغرب مین رہتے تھے - انکے ایک فرقہ نے جنکو سنانیز (Senones) کہتے تھے - الپس کو قطع کرکے وادی پو (Po) مین اپنا ڈیرہ ڈالا - بود و باش کے لئے زرخیز زمین کی تلاش مین جنوب کی جانب بڑھے اور شہر کلوزیم (Clusium) کا ۳۹۱ ق-م مین محاصرہ کرلیا - اس شہر کے باشندے روم کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھتے تھے - لہذا انھون نے روم سے مدد مانگی - روم کے سنانیز کے پاس ایلچی بھیجے اور کہلا بھیجا کہ وہ شہر کلوزیم کا محاصرہ اٹھالین اور اہل روم کی دوستون پر حملہ نہ کرین - اہل گال کی اس درخواست کو حقارت کی نظر سے دیکھا اور دوسرے سال (۳۹۰ ق-م) ایک دوسرے فرقہ لنگانیز (Lingones) کے ہمراہ روم پر حملہ آور ہوئے روم کی تمام عمارتون اور مندرون کو برباد کرڈالا اور بالآخر کچھ سونا بطور تاوان اہل روم سے لیکر واپس چلے گئے - گو اس حملہ نے روم کو بالکل کمزور کردیا تھا، لیکن پھر بھی اہل روم نے رفتہ رفتہ اپنی قوت رفتہ پھر حاصل کرلی اور ان ریاستون کو جو اہل گال کے حملہ کی وجہ سے روم کے مخالف ہوگئی تھین از سر نو زیر کرلیا -

(اہل گاتھ نے جو کہ اہل گال کے پیرو تھے آج سے ۱۸۰۰ سال قبل شہر روم پر حملہ کرکے سلطنت رومۃ الکبریٰ کا شیرازۂ حکومت بکھیر دیا)

اہل گال کے دوسرے مشہور حملے ۲۰۰-۱۷۸ ق-م کے درمیان ہوئے اس مرتبہ انکے دو فرقے جنکا نام بوئی (Boii) اور انسبرز (Insubres) تھا حملہ آور ہوئے - یہ لوگ وادی پو مین اترے اور انھون نے اس بڑی راستہ کو جو اٹلی سے اسپین کو کوہ الپس اور ساحل سمندر کے درمیان ہو کر گزرا تھا مسدود کردیا - (باقی آیندہ)

عطر حنا جو صفر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے کارخانہ کا بنا ہوا ہے اسکا نسخہ ہی مختلف ہے

نقد و تبصرہ

(از جناب نواب حیدر یار جنگ مولانا مولوی سید علی حیدر صاحب نظم طباطبائی لکھنوی)

نواب حیدر یار جنگ حضرت نظم طباطبائی کا علمی تبحر۔ فضل و کمال۔ ادب و انشا یعنی آفرینی۔ نازک خیالی۔ زورِ قلم۔ قوتِ سخن اور کمالِ فن۔ غرض ہر شے تعریف سے مستغنی ہے۔ آپنے جناب صفدر مرزا پوری کے مشاعرے کے لیئے اپنی غزل بھیجی، اور اُس پر خود نقد و تبصرہ تحریر فرما کر عنایت کیا۔ جسکو ہم ذیل مین ہدیۂ ناظرین کرتے ہین۔

وصل بلگرامی

کہان لے نظم کے کارواں صبر و تاب آیا — یہان سو بار طوفان، موج خیز اضطراب آیا

لفظ کاروان و طوفان سے پتہ لگتا ہے کہ عالم ہستی کو کوئی وادی تصور کیا ہے جہانتک سے قافلے بھی گزرتے ہین اور حسین سیلاب بھی آجایا کرتے ہین

خیال و خواب سا گزرا۔ نظر مثلِ سراب آیا — یہی جلدی تھی جانے کی۔ تو کیون عہدِ شباب آیا

استفہام یہان انشائے حسرت کے لئے ہے ۱۲

لرز جاتا ہون گر دل مین خیالِ ناصواب آیا — سمجھتا ہون معاذ اللہ کوئی تیرِ شہاب آیا

ابلیس کی طرح اندیشۂ بد دکھائی نہین دیتا، مگر یہان تیرِ شہاب کی روشنی مین صاف صاف نظر آیا ۱۲

شبِ غم مین ستارون کے لئے روزِ حساب آیا — کہ مین گنتا ہون تارے وہ سمجھتے ہین عذاب آیا

میری اختر شماری سے تارے تنگ آگئے ہین ۱۲

سحاب تیرہ لے کر خیمۂ مشکین طناب آیا — اور اس ظلمات مین لیکر نہ ساقی آفتاب آیا

آفتاب مبتذل سا استعارہ ہے جام شراب سے، مگر یہان ظلمات مین آفتاب کا کچھ تازگی رکھتا ہے ۱۲

عبث کی گردشِ افلاک نے گہوارہ جنبانی — نہ دل ٹھہرا نہ غم نہ بلا نہ موت آئی نہ خواب آیا

فصحا کا محاورہ یہی ہے کہ ٹھہرنے مین دونون طرح کی (ہ) بولتے ہین۔ مخلوط و غیر مخلوط ۱۲

نکل اے جانِ مضطر تین بھی ہون اب ہم عنان تیرا — ٹھہر اے عمرِ رفتہ تین بھی تیرے ہم رکاب آیا

ہون۔ اب۔ ہم۔ تین کھلا کھلا تناقض ہے۔ لیکن مجھ سے یہ نہ ہو سکا کہ اس شعر کو نکال ڈالون ۱۲

ہنسی آئی۔ حیا آئی۔ چڑھی تیوری۔ مین حیران ہون — یہ مجھ سے کیون نگہ پھیری۔ یہ مجھ پر کیون عتاب آیا

کسے ہنسی آئی، کسے عتاب آیا، اسکا کوئی ذکر ہی نہین مسند الیہ جملہ کی جان ہے۔ اُسی کو حذف کر دیا مگر یہ حذف بڑا لطف انگیز ہے۔ ۱۲

خاص کارخانۂ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنو کا تیار کردہ زردہ بتا کو سیاہ دانہ دار طلب فرمائیے۔

اُٹھایا زیرِ خنجر لطف نظارہ کا جی بھر کے — نہ بسمل کی پلک جھپکی، نہ قاتل کو حجاب آیا

غضب ہے اگر کوئی سمجھے کہ خنجر بیان اور بسمل و قاتل اپنے اصلی معنی رکھتے ہین - غالب مرحوم نے اسی بات کو سمجھایا ہے -

مطلب ہے ناز و غمزہ و لے گفتگو مین کام ؛ چلتا نہین ہے شہ دو خنجر کہے بغیر ۱۲

یہی معلوم ہوتا ہے محبت سے حسینون کی — کہ مرنے کی مراد ین مان کر عہدِ شباب آیا

کسی سے محبت کرنا اور کسی پر مرنا ایک ہی بات ہے، ضرورتِ شعر نے مجبور کیا کہ عشق کی جگہ یہان محبت کا لفظ اختیار کیا ہے - ۱۲

مہِ نو کے اشارہ سے یہی مطلب نکلتا ہے — کہ جو آیا سرائے دہر مین پا در رکاب آیا

ہلال دیکھتے ہی دیکھتے چھپ جاتا ہے اور یہی اُسکا اشارہ ہے اور اس اشارہ سے یہی مطلب نکلتا ہے کہ اس سرا مین جو آیا -

بہت جلد جانے والا ہے، رہی تشبیہ یعنی ہلال کو رکاب سے اس قدر مبتذل ہوگئی ہے کہ اُس مین کچھ لطف نہین رہا - ۱۲

نہ جانے طاقتِ رفتار کیا کہتی ہے رہ کر — مین اب جھک جھک کے چلتا ہون کسی لب کیا جواب آیا

جھک جھک کر چلنے کا سبب ہے کہ مین سُننا چاہتا ہون کہ طاقت رفتار کی طرف سے کیا جواب آیا ۱۲

اثر یہ ہے خلوصِ قلب کا رندانِ مے کش کے — دعا کو جب اُٹھایا ہاتھ گھر گھر کر سحاب آیا

خلوصِ قلب کا یہ مرتبہ ہے کہ گناہون سے بھی اُسے ضرر نہین پہنچتا - شعرا ہمیشہ سے اسی مذہب کی تائید کرتے ہین ۱۲

جواہر ریز ہے گردون طرب انگیز ہے ہامون — شفق سے شیشۂ شبنم مین یاقوتِ مذاب آیا

یعنی شفق کا عکس شبنم مین ایسا ہے جیسے یاقوت گداختہ - ۱۲

فلک زیرِ فلک ہے کائنات اس بزمِ ہستی کی — مے عشرت کا پیمانہ حباب اندر حباب آیا

حباب کی ہستی کچھ اعتبار نہین رکھتی - اسی سے پیمانہ و مے کی حالت ظاہر ہے کہ وہ بھی بے ثبات ہین - ۱۲

نہ پوچھو دم نکلنے مین تھی کیا لذت شبِ غم کی — اجل اس طرح سے آئی کہ مین سمجھا کہ خواب آیا

بعض لوگ اس طرح سے نہین کہتے کہ اس مین سے کو زائد سمجھتے ہین - اس سے مجھے اتفاق نہین ہے - ۱۲

نہ جا میخانہ اے نظم ہم کہتے نہ تھے تجھ سے
وہان سے ہو کے سرشار و سیہ مست و خراب آیا

شعر جب حقیقت پر محمول نہ ہو تو یہی قرینہ ہے اس بات کا کہ اسمین تہ عارہ ہے یعنی میخانہ مین جانے سے لذات دنیا مین منہمک ہونا مراد ہے اور خراب ہونا استعارہ ہے - بُرے نتایج سے جو انہماک لذات سے پیدا ہوتے ہین ایک ناصح مشفق کی زبانی شماتت کے لہجہ مین اس مضمون کو ادا کیا ہے -

نظم طباطبائی

اگر آپکو طبی اصول سے بلا کسی مضر مایئشی اجزا کی آمیزش کے تیار کردہ تمباکوے خوردنی درکار ہے تو سید عزیز علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے طلب فرمایئے

فریبِ خیال

(افسانہ)

(از حضرتِ نیاز فتحپوری)

(خاص "مرقع" کے لئے)

رشید، کبھی متاملانہ قدموں کے ساتھ اور کبھی غصہ و برہمی کی تیز رفتار سے برآمدے کی چھت کی کوئی سو مرتبہ پیمایش کر چکا ہوگا، لیکن اُسکی سمجھ مین نہ آیا کہ کیا فیصلہ کرے اور فیصلہ نہ کرے تو کب تک اپنی بدمزہ اور غیر مطمئن زندگی کی تلخیون کو برداشت کئے جائے ——————

اُس نے اپنی مٹھی کھول کر ایک پرچہ کاغذ کا نکالا اور دیکھنے لگا، دیکھا اور پھر تازہ برہمی کے ساتھ ٹہلنے لگا ——————

وہ اس وقت اپنی گزشتہ زندگی پر تنقید کر رہا تھا، اپنی حال کی امیدون کے تجزیہ مین مصروف تھا اور اپنے مستقبل پر بھی ایک سرسری نگاہ ڈالتا جا رہا تھا، جسکی بیک گراونڈ (Back Ground) اُسکو کمیسہ نقش و نگار نظر آتی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس نے پھر اس تحریر کو دیکھا اور اُسکے خیال نے الفاظ کی وجدیات نے آواز کی صورت اختیار کر لی:-

مین، کہ اس وقت علمی دنیا کی تمنائین میرے ساتھ وابستہ ہین، مین "کہ میرے قلم سے ہر ہر لفظ معیارِ ادب بنکر نکلتا ہے، اور ہان وہی مین، کہ جسکے افکار دماغ اور زائیدہ خیال کا ایک ایک نقش لطیف مستقل آرٹ کا درجہ سمجھا جاتا ہے"

(وہ اپنے اس اندازِ بیان سے متاثر ہوکر خود ہی تن گیا)

کس قدر دردناک فیصلہ فطرت کا ہے کہ وہی مین اپنی ازدواجی زندگی کے اعتبار سے، اُس شعبۂ حیات کے لحاظ سے جو آج مہذب دنیا مین تمام ذہنی و دماغی ترقیون کا سرچشمہ خیال کیا جاتا ہے، اِس قدر بدنصیب واقع ہو!

یہ تحریر اور رشید کی بیوی کی! سوادِ تحریر ملاحظہ ہو- مین نے تو بچون کو بھی اِس قدر بدخط نہین دیکھا، حرفون کا جوڑ دیکھئے کس قدر مسلسل ہے، جیسے کوئی ہکلا رہا ہو، املا تو خیر کیا درست ہوگا جبکہ اُن کے باپ کو بھی اسکا سلیقہ نہین اور نعرہ کو نارہ، منضج کو منجش، لکھنا اور بولنا انکا روزمرہ ہے۔

مجھے کس قدر شرم آتی ہے، جب کوئی دریافت کرتا ہے کہ آپکی شادی کس خاندان مین ہوئی، نہ کوئی دنیاوی جاہ و ثروت، نہ کوئی علمی شہرت و قابلیت، نہ کوئی ذاتی وجاہت و اہمیت، معمولی طبقے کے لوگ اور معمولی انسانون کے درمیان نشو و نما پائے ہوئے جانور کیا سمجھ سکتے ہین کہ مین کیا چیز ہون، اور دنیا مجھے کس نگاہ سے دیکھتی ہے۔

والدِ مرحوم اپنی فراست و دانائی کے لحاظ سے خواہ کتنا ہی فائق مرتبہ کیون نہ رکھتے ہون، لیکن یقینی ہے کہ وہ نبضِ شناسِ فطرت نہ تھے اور اُنہون نے میری شادی کے مسئلے مین اِس قدر سبکسری سے کام لیا کہ دنیا کا کوئی حساس دماغ اسکو برداشت نہین کر سکتا۔

ہر چند جس وقت اُنہون نے میری شادی کی مین

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے کارخانہ کا انتظام ابتک اُس منیجر کی زیر نگرانی ہے جو ۶۰ سال سے کام کر رہا ہے

طالبعلم تھا، اور اُنکے ہاتھ مین صرف ایک بندۂ بیچارہ کی حیثیت رکھتا تھا، لیکن وہ یہ تو سمجھتے تھے کہ میری دماغی رفتار اور میری فطری استعداد کیا ہے اور مین کیونکر ایک جاہل خاندان مین پرورش پانے والی جاہل عورت کے ساتھ زندگی بسر کرسکتا ہون ؟ -

زرا طریق خطاب ملاحظہ ہو:-

"میرے سرتاج"

استغفراللہ، وہی دقیانوسیت، وہی استہلا پیدا کرنے والی فرسودگی، ہزار مرتبہ سمجھایا کہ مجھے کسی ایسے مکروہ لفظ سے مخاطب نہ کیا کرو، بلکہ بغیر کسی تمہید کے مطلب کی بات شروع کردیا کرو، لیکن وہ تو دماغ کی راہین قدرت کی طرف سے پیچیدہ بنادی گئی ہین، سمجھ مین کیونکر آسکتا ہے -

"یہان بہمہ وجوح (وجوہ) خیریت ہے
اور آپکی خیریت خداوند (خداوند)
کریم سے نیک خاہان (خواہان)"

اللہ تجھ خیریت چاہنے والی کو دنیا سے اُٹھالے، یا پھر مجھی کو، کہ دوبارہ یہ فقرے نظر سے نہ گزر سکین - اِس انداز تحریر پر میری خیریت چاہی جاتی ہے - زہر دے کر مزاج پرسی کی جاتی ہے - بارہا کہا کہ تم خط نہ بھیجا کرو - مجھے جب کوئی ضرورت ہوگی تو خود لکھدیا کرونگا، لیکن اظہار محبت کی تکمیل بھلا بغیر میری جان لئے کیونکر ہوسکتی ہے -

"عرسے (عرصے) سے آپنے اپنی خیریت
پھر بھی خیریت ؟ عندٹھہری نا - نامعقول، جاہل، بدتمیز"

"سے اتلا (اطلاع) نہین دی، دل کو
بہت فکر ہے"

یہ بھداد ماغ اور فکر کمبخت اگر تجھ مین حس ہوتی تو میرے طرز عمل کو دیکھ کر کب کی فکر کے مارے مرچکی ہوتی، لیکن ایسے بے غیرتون اور بے شرمون کو فکر، تردد اور تاثر سے کیا واسطہ جانور ہین جانور! لکھا ہے ہین، جی ہے ہین -

"مین جانتی ہون کہ آپ کو مجھ سے کبھی
محبت نہین ہوئی اور نہ ہوسکتی ہے، کیونکہ
مین جاہل ہون، بیوقوف ہون، اور
کسی طرح آپکی بیوی بننے کے قابل نہین
ہون، لیکن کچھ ہو، میری محبت تو کم
نہین ہوسکتی، کیونکہ وہ تو میرا دین ایمان ہے -
خدا کے لئے کبھی کبھی تو اپنا حال لکھدیا
کیجئے - میری خاطر نہین، سعیدہ کی
خاطر سے، کہ یاتر (بعض) وقا (وقت)
وہ آپ کو یاد کرکے رو دیتی ہے"

خدا جانے یہ جملہ کیونکر ایسا مربوط ہوگیا - مگر چلتے چلاتے پھر بھی یاتر اور وقا کے دو چرکے لگا ہی گئین ——

ہان یہ سعیدہ ہی کا خیال ہے جو اس وقت تک مجھے روکے ہوئے ہے - ورنہ خدا جانے مین کب کا آزاد ہوچکا ہوتا - غضب تو یہی ہے کہ ایک نااہل اور جاہل ماں کی تربیت اُسکے مستقبل کو بھی تباہ کرچکی ہے اور میرے لئے اس مین بھی عار ہے کہ مین اُسکو اپنی بیٹی کہہ سکون ——

رشید کا غصہ دفعتاً پھر بڑھ جاتا ہے اور اس تحریر کے پرزے پرزے کرکے منتشر کردیتا ہے، تھوڑی دیر تک پھر ٹہلتا ہے، لیکن اس مرتبہ اُسکے چہرے سے ایک خاص قسم کی مسرت ٹپکتی ہے، رفتار مین بجائے اضطراب کے سکون ہے، چہرے پر غصے کے بھیانک نقوش کی جگہ لطف و نشاط کے خطوط نمایان ہوجاتے ہین

زردہ بتاکو پتی کا تہایت خوشبودار ورق طلا اور بلا ورق والا اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے طلب فرمائیے

وہ جیب سے دوسرا خط نکالتا ہے اور آرام کرسی پر بیٹھ کر پہلے لفافہ کو دیر تک دیکھتا ہے:۔

"انگریزی کا خط اور ایسا خوبصورت، اور اس درجہ لبریز صنعت، لفافہ کا رنگ تو دیکھئے حسن ذوق کی آخری حد ہے"۔

پھر لفافہ کے اندر سے اُسی کے ہمرنگ ایک کاغذ نکالتا ہے، اور پڑھنے لگتا ہے:۔

"..... رشید"۔

اسکو کہتے ہیں ذوق کی لطافت، ادب کی نزاکت، معنی کا حسن، کہ صرف نقطہ لگاکر کس طرح یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہر چند تم ہو تو "میرے" ہی لیکن میں تم کو ایسا لکھ نہیں سکتی، یہی ہے وہ شاعرانہ لمحہ، اور یہی ہیں وہ قیامت ناز ادائیں جنکو

"پرسش ہے اور پاسِ سخن درمیان نہیں"

سے تعبیر کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بلا کا ذہن پایا ہے۔

"یہ میں کب تک لکھے جاؤں کہ زندہ ہوں"۔

بے غیرتی اور اُس پر یہ اصرار!

خدا کے لئے اس احساس کو میرے اندر

قوی نہ ہونے دیجئے۔ کیونکہ زندگی نام ہے

صرف بے حسی کا۔

کیا طرزِ ادا ہے، کس قدر دلکش اسلوب بیان ہے، شوق میں جان دیدینے کا مفہوم نہایت پامال بات ہے، لیکن یہاں اسکا کہیں ذکر نہیں کیا گیا، اور مدعا وہی ہے۔

"آپ سے بارہا عرض کیا کہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجئے۔ لیکن آپ نہیں مانتے،

کسی داغدارِ ہستی کی دل پرسی، اگر
نمک پاشی نہیں تو خندہ زنی کی مترادف
ضرور ہے"۔

سبحان اللہ، نمک پاشی سے اعراض کرکے خندہ زنی کہنا جو شاعری کی زبان میں عین نمک پاشی ہے کس قدر بلیغ انشا ہے۔ مترادف! ظالم کا عربی علم بھی کم نہیں، عام لوگوں کی طرح مرادف نہیں لکھا، بلکہ مترادف لکھا، جسکو خواص ہی لکھ سکتے ہیں۔

"آپ تفصیل دریافت فرماتے ہیں؟
اچھا تو سنیئے۔ شبِ گزشتہ جو میری
اور سوگوار راتوں سے کم تاریک نہ تھی، اس
تفصیل کے اجمال کو میں ان الفاظ سے
ظاہر کرسکی ہوں:۔

کیا ہوگیا نسیم کو پھر یہ خبر نہیں
اک چیخ تو سنی تھی دمِ انتہائے شب۔

کیا اس سے زیادہ تفصیل آپ چاہتے ہیں؟ اگر یہی خواہش ہے تو اُس وقت کا انتظار کیجئے (جو غالباً دور نہیں ہے) جب میرے لبوں پر ہمیشہ کے لئے مُہرِ سکوت ثبت ہوچکی ہوگی، کہ اس سکون کے لئے ایسے ہی سکونِ مطلق کی ضرورت ہے، اس زمین میں ایک خیال اور نظم ہوگیا تھا جسکا مفہوم اب میرے ذہن میں بھی نہیں ہے۔

دامانِ صبح پر نظر آتا تو ہے مجھے
ہاں ایک داغِ بے اثریِ دعائے شب

قوام بمبئی کو خوشبودار ورق والا اور بلا ورق کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے منگائیے

پہلا شعر کس قیامت کا ہے اور کس درجہ میر کا رنگ لیے ہوئے ہے - دوسرا شعر بالکل مومن کا معلوم ہوتا ہے، آفتاب کو دامن صبح کا ایک داغ کہکر دعاے شب کی بے اثری کے اثر کو ثابت کرنا کس قدر بلیغ انداز بیان ہے، مدعا صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ اگر شب ہجر کی صبح ہوئی تو بھی کیا، جبکہ ایک مہجور کا دل بھی داغدار ہوتا ہے لیکن اسکو بیان کیا اس انداز سے کہ رات کی دعائیں خود کتنی ہی بے اثر رہی ہوں، لیکن یہ ضرور ہے کہ وہ آفتاب کی صورت میں دامن صبح پر ایک دھبہ چھوڑ گئی ہیں، پھر اسکے ساتھ ضمناً التہاب عشق کا اظہار جس حسن کے ساتھ ہوگیا وہ ایک عجب اگانہ لطف ہے۔

"خیر - یہ باتیں نہ کہنے کی ہیں نہ سننے کی، وقت آجائے تو صرف دیکھنے کی، چھوڑیئے ان قصوں کو - اب یہ بتایئے کہ آپ کا ڈرامہ ظلمت و نور کب تک مکمل ہوکر شایع ہو جائے گا۔ آپنے بڑا ظلم کیا کہ اسکے ناقص اجزا بھیجکر مجھے بیتاب بنا دیا، ہر چند یہ حقیقت ہے کہ آپکے خیالات سے پورا لطف اٹھانے کی اہلیت مجھ میں نہیں ہے، لیکن اپنی قابلیت کے لحاظ سے بھی جو کچھ میں آپکی تحریروں سے سمجھ لیتی ہوں وہ بھی سر دھننے کے لئے کافی ہے - میں نہیں سمجھ سکتی کہ ایک انسان کیونکر الفاظ پر ایسی زبردست قدرت حاصل کرسکتا ہے، اور اس درجہ بلند خیالات کی بارش مسلسل و متواتر کس طرح ہوسکتی ہے -

آپنے شیطان کا کیرکٹر پیش کرنے میں فی الحقیقت اُس تصور انسانی کو پیدا کرنا چاہا ہے، جسکے وجود کا علم بھی ابھی تک لوگوں کو نہیں، حیرت کرتی ہوں کہ کتنے آدمی اسکے سمجھنے والے آپ کو مل سکیں گے، مگر آرٹ ان باتوں سے بے نیاز ہے، عنصت کسی تعریف کی محتاج نہیں، گلاب کا پھول جنگل کی جھاڑیوں میں بھی وہی صنعت و رنگ و بو ہے، خواہ کوئی نگاہ انسانی اُس تک پہونچے یا نہ پہونچے - معاف کیجئے میں نے بہت سمع خراشی کی - اب اجازت دیجئے کہ اس تحریر کو ختم کردوں"

"نسیم"

نسیم کا جو خط آتا ہے وہ تازہ اور زیادہ گہرا اثر چھوڑ جاتا ہے حیرت ہے کہ کس فضا میں اُسکی تربیت ہوئی ہے اور اس قدر بلند خیالات اُسکے دماغ میں پیدا ہونے کا کیا سبب ہے پھر سنجیدگی کا یہ عالم ہے کہ باوجود اتنے عرصے سے خط و کتابت ہونے اور باوصف اس حقیقت کے کہ وہ مجھ سے محبت کرتی ہے - آج تک کبھی ایک لفظ بھی بے تکلفی یا بے اختیاری کا اُسکے قلم سے نہیں نکلا -

کتنی بار اُس نے دبی زبان سے یہ بھی خواہش کی کہ میں کلکتہ جاکر اُس سے ملوں، لیکن اس کمبخت کاروبار سے فرصت ہی نہیں ہوتی - اور حقیقت تو یہ ہے کہ میں خود بھی پس و پیش

گولی بتاکو ورق دار طلائی اور نقرئی جو کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کی تیار کی ہوئی ہیں ایک بار منگا کر آزمائش کیجئے

کرتا ہون کہ مبادا ملنے کے بعد وہ میری طرف سے اُن خیالات و توقعات کو واپس لے جو اس وقت تک تحریرون کے ذریعے سے مین اُسکے دل مین پیدا کر سکا ہون لیکن آخر اسکا نتیجہ کیا ہوگا، اس ڈرامہ کا اختتام کیا ہوسکتا ہے، یا کیا ہونا چاہئے ——— "

اُسکا خیال اس حد تک پہونچا تھا کہ عباس آگیا اور اُس نے آتے ہی رشید کی صورت دیکھ کر سمجھ لیا کہ آج پھر حضرت پر بحران عشق طاری ہے۔

"کیون" کیا اور کوئی تازہ چرکہ نصیب ہوگیا ہے؟"

——— "تم نے آج تک میرے مسئلہ پر کبھی سنجیدگی سے غور نہین کیا حالات زیادہ نزاکت اختیار کرتے جاتے ہین، اور مین جلد سے جلد اگر کوئی فیصلہ نہ کرونگا تو ممکن ہے کچھ زیادہ خراب صورت پیدا ہو جائے"۔

——— "آپ ہین عقلمند، مین ہیں دفعہ کہہ چکا کہ سعیدہ کی مان کو طلاق دو اور کلکتہ جاکر نسیم کو بیاہ لاؤ، اِس سے زیادہ دلخوش کن فیصلہ تمہارے لئے اور کیا ہوسکتا ہے"۔

——— "وہ تو مین سمجھتا ہون کہ تم اس معاملہ مین کبھی متین نہین ہو سکتے"۔

"اچھا بہ نظور نہین تو نسیم سے خط و کتابت بند کرو، بیوی کو پاس بلا کر رکھو اور اُس طرح زندگی بسر کرو جس طرح شرفا بسر کیا کرتے ہین۔ اور ہان اِن دو صورتون کے علاوہ ایک تیسری صورت اور بھی ہوسکتی ہے، اور وہ یہ کہ نہ ایک کو باقاعدہ طلاق دو، نہ دوسری سے باضابطہ شادی کرو، لیکن اُسکو مطلقہ کے حکم مین رکھو، اور اسکو منکوحہ سمجھکر ربط پیدا کرلو"۔

——— "اور ایک چوتھی صورت اور بھی تو ہے۔ کیا یہ ممکن نہین کہ صفیہ کو طلاق دئے بغیر نسیم سے نکاح کرلون"۔

——— "نہین" یہ صورت ناقابل عمل ہے، کیونکہ اول تو مجھے اسی مین کلام ہے۔ کہ نسیم تم سے شادی کرنا بھی چاہتی ہے یا نہین، اور وہ اگر فرض محال وہ اسپر راضی ہوئی بھی تو اُسکی اولین شرط یہی ہوگی کہ پہلی بیوی کو طلاق دو"۔

——— "ممکن ہے ایسی صورت پیش آئے لیکن جبتک پوری طرح اسکا یقین نہ ہو پہلی تین صورتون پر غور کرنے کی ضرورت نہین معلوم ہوتی"۔

——— "رشید، تم نے ابتک شاید بتایا کہ یہ کس خاندان کی لڑکی ہے، کیا عمر ہے، اور اسکی تعلیم کہان اور کس حد تک ہوئی ہے"۔

——— "یہ مجھے خود نہین معلوم، مین نے تو "ایکسچینج کلب" (Exchange Club) مین ممبر ہونے کے بعد ممبرون کی فہرست مین اس نام کو دلچسپ دیکھ کر خط بھیجدیا اور رفتہ رفتہ نوبت یہان تک پہونچ گئی لیکن اُسکی تحریرون سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اُسکی تعلیم بہت بلند ہے، اور کسی معزز خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ مین نے ایک مرتبہ ....."

رشید کی تقریر ختم نہ ہوئی تھی کہ ڈاکیہ نے لاکر چند خطوط دئے جنمین سب سے پہلے رشید نے یہ کہتے ہوئے کہ:-

"لیجئے ایک وہ خط اُن کا آگیا"

ایک بڑے لفافہ کو چاک کیا جسمین تحریر تو نہایت مختصر تھی کہ:-

"مین میوزک کانفرنس مین شرکت
کی غرض سے لکھنؤ آرہی ہون، صحیح
وقت تاریخ سے بعد کو ذریعۂ تار اطلاع دونگی"۔

لیکن اسی کے ساتھ ایک تصویر بھی تھی جسکے نیچے یہ لکھا ہوا تھا:-

"تاکہ آپ مجھے پہچان لین"

"نسیم"

رشید دیر تک تصویر کو دیکھتا رہا، اور پھر عباس کو حوالہ کرکے خود سر پکڑ کر اس طرح بیٹھ گیا کہ جیسے کوئی بڑی سخت مصیبت نازل ہوئی ہو۔

اِس وقت تک رشید کی جو کچھ گرویدگی نسیم کے ساتھ تھی، اُس کا بڑا سبب صرف یہ تھا کہ نسیم نہ صرف تعلیم یافتہ بلکہ ادب کا صحیح ذوق رکھنے والی

کارخانۂ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے نو ایجاد قرص بنفشہ کی قیمت فی شیشی صرف ۸ر علاوہ محصول ہے

ثابت ہوئی تھی اور شاید ایک ہلکا سا تعلق اس فلسفہ سے بھی تھا کہ ابتک اُس نے اُسکو دیکھا نہ تھا، لیکن اب جو تصویر اُس نے دیکھی تو اس کی وہ گرویدگی دفعتاً محبت مین تبدیل ہوگئی اور پس وپیش کا وہ عالم کہ اُسکو کیا کرنا چاہیئے دفعتہً دور ہوگیا اور صورت پر نگاہ ڈالتے ہی اُس نے فیصلہ کرلیا، کہ اگر کوئی حقیقی مدعا زندگی کا ہوسکتا ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ نسیم کو شریک زندگی بنالیا جائے۔

ایک سرو قامت زیادہ سے زیادہ اٹھارہ سال کی لڑکی، کتابی چہرہ، بنگال کی نشیلی آنکھین، بڑے بڑے بالون کا جوڑا، خدوخال نہایت ذہین، ریشمی سبک ساری مین نہایت خوش وضعی کے ساتھ لپٹی ہوئی۔ یہ تھا مجموعہ تصویر کے سیاہ وسفید خطوط کے امتزاج و اختلاط کا، اور ہرچند بحیثیت مجموعی کوئی ایسی قدرت اُس مین نہ پائی جاتی تھی جو صاحب تصویر کے غیر معمولی حُسن کی شہادت مین پیش کی جاسکے۔ لیکن رشید چونکہ پہلے ہی سے بڑی حد تک مغلوب ہوچکا تھا اور اب تصویر کے جا بجا ہلکے سایون نے جن مین مشاق مصور نے زیادہ تر اپنی پنسل کی مدد سے پیدا کیا تھا اُسکے صنعت پسند دماغ کو اور زیادہ متاثر کردیا، اِس لئے اُس نے اپنی پہلی نگاہ کا جائزہ بھی ختم نہ کیا تھا کہ فوراً سر بسجود ہوگیا اور دفعتاً اسکے دماغ مین اس قدر کثیر خیالات وجذبات کا ہجوم پیدا ہوا کہ اُسکا سر چکرانے لگا، اور تھوڑی دیر کے لئے اُس نے ایسا محسوس کیا کہ وہ اِس زمین وآسمان سے علیحدہ کسی اور جگہ پھینک دیا گیا ہے جہان انسان خواب وبیداری کے درمیان ایک سُکر کی سی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے۔

ہرچند رشید تعلیم کے لحاظ سے کسی خصوصیت کا مالک تھا لیکن اپنی فطرت وذہنیت کے اعتبار سے یقیناً وہ عام سطح انسانی سے کچھ بلند واقع ہوا تھا، وہ ایک شریف مگر معمولی خاندان کا شخص تھا جس مین تعلیم کا رواج زیادہ نہ تھا، لیکن چونکہ یہ قدرت کے لحاظ سے ذہین دماغ لیکر آیا تھا اِس لئے اُس نے خود اپنی کوشش وکاوش سے عربی فارسی کی ضروری تعلیم کے ساتھ انگریزی بھی حاصل کی اور پھر مطالعہ سے اُس نے اپنی قابلیت و معلومات مین کافی اضافہ کرلیا۔ لوگون کا خیال ہے اور ایک حد تک غلط بھی نہین کہ شروع ہی سے اسکا میلان طبع، انگریزیت کی طرف زیادہ تھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ اُسکے معاشرت ومعیشت نے بالکل انگریزی اصول اختیار کرلئے اور یورپ کی ہر ادا کو وہ نگاہ استحسان سے دیکھنے لگا۔ اسکی شادی خاندان ہی مین شاید چچا کی لڑکی سے ابتداے عمر مین ہوگئی تھی اور چونکہ شادی کے بعد بھی عرصہ تک اسکے ذوق مین کوئی خاص انقلاب نہ ہوا تھا۔ اِس لیے وہ بھی اس زمانہ تک اس تعلق سے مطمئن تھا لیکن جب رفتہ رفتہ انگریزی اثر نے اسکے دل ودماغ پر قابو حاصل کرلیا تو اسکو صفیہ سے نفرت ہونے لگی۔ اور اسکے بعد جب اس نے شاعری، ادب نگاری اور تصنیف وتالیف کے سلسلہ مین مُلک کے اندر خاص شہرت حاصل کرلی، تو اُس نفرت مین اور زیادہ اضافہ ہوگیا، کیونکہ اگر پہلے اسکو صفیہ سے اِس لیے بیزاری تھی کہ اُسکو جدید طرز سے خوشنما طور پر ساری باندھنا نہین آتا، وہ اپنے بالون کو مختلف انداز سے سنوارنا نہین جانتی، وہ زینت وآرائش کے جدید اصول سے ناواقف ہے، اُسکی رفتار وگفتار مین کوئی لوچ نہین ہے، پردہ کی شدت سے پابند ہے، تو اب اس مین اور ایک اضافہ اس الزام کا بھی ہوگیا تھا کہ وہ اسکے مضامین نہین سمجھ سکتی، وہ اسکی ادبی شہرت کی اہمیت کا اندازہ نہین کرسکتی، اور اسکے کہے ہوئے شعرون مین سے کسی معمولی شعر تک بھی اسکے ذہن کی رسائی نہین ہے۔

صفیہ فطرتاً ذہین تھی اور اس مین کلام نہین کہ اگر اسکو تعلیم وتربیت دیجاتی تو آسانی سے رشید اسکو اپنے ذوق کا بنا سکتا تھا، لیکن چونکہ وہ حد درجہ سرعت پسند تھا اور چاہتا تھا کہ ایک ہی دن مین اس کے اندر انقلاب پیدا ہوجائے، اِس لئے مہینہ دو مہینہ تک یہ کوشش کرنے کے بعد وہ مایوس ہوگیا، اور اُس نے فیصلہ کرلیا کہ اِس بیکار صرف دماغ اور کوفت سے کہین یہ اچھا ہے کہ صفیہ کو اسکی حالت پر چھوڑ دیا جائے

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا تیار کردہ "بانو ہیر آئل" استعمال کیجئے۔ قیمت فی شیشی دو روپیہ وایک روپیہ

چنانچہ یہی ہوا اور رفتہ رفتہ اس بیگانگی نے نفرت و بیزاری کی شدید ترین صورت اختیار کرلی۔ ہفتوں ہوجاتے تھے کہ وہ مردانہ نشست سے اُٹھ کر گھر کے اندر نہیں جاتا تھا اور اگر کبھی وطن سے باہر چلا گیا تو مہینوں اس نے یہ بھی نہیں پوچھا کہ صفیہ مرتی ہے یا جیتی ہے۔ چونکہ رشید کی ماں زندہ تھی، اس لئے وہ اپنی بہو اور پوتی کو سنبھالے ہوئے ان تمام باتوں کو چھپائے ہوئے تھی، ورنہ رشید نے تو اپنے طرز عمل سے کوئی دقیقہ خاندان کی رسوائی میں نہ اُٹھا رکھا تھا۔

اسی طرح اس نے کئی سال اپنے وطن میں بسر کئے لیکن اتفاق سے کاروبار کی ضرورتوں نے اُسے کسی دوسری جگہ چلے جانے پر مجبور کردیا۔ اور وہ سب کو خیرباد کہکر اور اپنے خیال میں ہمیشہ کے لئے قطع تعلق کرکے لکھنو چلا آیا۔

رشید اس قدر معمولی شکل و صورت کا انسان تھا کہ زیادہ سے زیادہ اُسے اس لحاظ سے "بے عیب" کہہ سکتے تھے لیکن فطرت نے اس کمی کو اس طرح پورا کیا کہ دماغ غیر معمولی دیدیا اور زبان و قلم پر خاص قوت عطا کردی۔ یہی اصل راز اس کی کامیابی کا تھا اور اُس نے اُسکی بہت سی اخلاقی برائیوں پر پردہ ڈال رکھا تھا۔

چونکہ ازدواجی زندگی کے لحاظ سے وہ بدنصیب تھا، اس لیے منجملہ اسکی بہت سی آرزوؤں کے جنکی تکمیل کے لیے وہ ہر وقت بیچین رہا کرتا تھا، ایک آرزو یہ بھی تھی کہ کوئی نہایت شایستہ و تعلیم یافتہ عورت اسکو ملجائے لیکن اُس وقت تک وہ اسمیں کامیاب نہ ہوا تھا۔ اب نسیم کے ساتھ خط و کتابت کرنے اور اُسکی تصویر دیکھنے کے بعد البتہ اُس نے سمجھ لیا تھا کہ شاید تکمیل آرزو کی ساعت آگئی ہے اور اس لئے یہ معلوم کرکے کہ وہ لکھنو آرہی ہے، اُس نے اپنی نئی زندگی کی ساری اسکیم بھی مرتب کرلی، اور نسیم کی تبرائی کے لئے طیاریوں میں مصروف ہوگیا۔

(۲)

نسیم کو کلکتہ سے آئے ہوئے چار دن ہو چلے ہیں، اور رشید کا مکان کاشانۂ حسن بنا ہوا جگمگا رہا ہے۔ میوزک کانفرنس کے جلسوں میں باقاعدہ سب کی شرکت ہو رہی ہے اور منجملہ دیگر حیرت انگیز باتوں کے یہ تباہ کن حقیقت بھی رشید پر ظاہر ہوگئی ہے کہ نسیم میں جہاں اور صفات تکمیل نسائیت کے پائے جاتے ہیں، وہیں ایک صفت یہ بھی اسمیں موجود ہے کہ وہ نہ صرف علم موسیقی کی واقف ہے بلکہ ستار بھی نہایت اچھا بجاتی ہے۔ چونکہ رشید خود بھی دلدادگان موسیقی میں سے تھا۔ اس لئے اس علم نے اسکے جذبات کو نسیم کے حضور میں کیسر نیا پیش و عبودیت بنایا اور اسکی بیقراریاں و وارفتگیاں اس حد سے گزر گئیں کہ ان میں کوئی اور اضافہ ہو سکتا۔

جس حد تک سطح و خطوط، تناسب و نقوش کا تعلق ہے، نسیم ایک معمولی عورت تھی، لیکن چونکہ عورت نام رنگ و جلا کا نہیں، بلکہ اس فن دلربائی کا ہے جو اسکی نسائی خصوصیات کو نہایت دلفریب رنگ میں پیش کرتا ہے اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ نسیم مکمل عورت تھی۔ وہ اسکے پاکیزہ معاشرت، وہ فن تزئین و آرائش میں اسکی غیر معمولی مہارت، وہ رفتار و گفتار میں اسکی صناعانہ تکمیل وہ موقع و محل کے لحاظ سے اُسکا صرف تبسم و خندہ، وہ بیحجابی کے ساتھ ساتھ خاص خاص اوقات میں اسکا سکوت انفعال، وہ عفوان شباب کی تمام توانائیوں کے باوجود اس کا یکسر نزاکت میں انظر آنا، وہ اسکا علم مجلس کے تمام رموز و نکات سے باخبر ہونا، وہ اسکا تہذیب و متانت کے ساتھ علمی و ادبی صحبتوں میں ایک صاحب بصیرت انسان کی طرح حصہ لینا تمام

باقی آیندہ

کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنو کی ایک شاخ "چاندنی چوک دہلی"، اور ایک شاخ "گلزار حوض حیدرآباد دکن" میں ہے

تصویرِ بہار

(از جناب مولانا وجاہت حسین صاحب عندلیب شادانی رامپوری سابق ایم اے او کالج میں فارسی کے فاضل اتالیق جناب نواب صاحب ریاست دوجانہ)

گیا خزاں کا دورِ جاں گزا بہار آگئی
چمن کی روح رفتہ لو پھر ایک بار آگئی

ہے عندلیبِ خوش نوا چمن میں پھر غزل سرا
روش روش پہ پھر گلوں سے کھیلنے لگی صبا

اُگا ہے سبزہ اِس قدر کہ ہے زمردیں زمین
جدھر نظر اُٹھائیے بچھا ہے فرشِ مخملین

کچھ ایک بوستان کے صحن ہی پہ منحصر نہیں
زہے بہار! ذرہ ذرہ خاک کا ہے عنبریں

طیورِ بل کے گا رہے ہیں گیت نو بہار کے
ہوا وصالِ گل نصیب دن پھرے ہزار کے

قطعہ

نہ یہ پکارِ سار کی نہ شور یہ چکور کا
نہ یہ نوائے فاختہ نہ یہ تدرو کی صدا

رباب و ارغنون و چنگ و بربط و ستار و نے
تمام ساز بج رہے ہیں ساتھ ساتھ پے بہ پے

کہیں اُگی ہے عیمران کہیں کھلی ہے چاندنی
کسی طرف ہے ناز تو کسی طرف ہے جعفری

وہ چاندنی کہ جسکے آگے ماہتاب گرد ہے
وہ جعفری کہ جسکے آگے آفتاب زرد ہے

بنفشہ و سمن کہیں گلاب و نارون کہیں
بہار و یاسمن کہیں انار و نسترن کہیں

قطعہ

کھلا ہے موگرا کہ یہ حباب ہیں بلور کے
حباب ہیں بلور کے کہ قمقمے ہیں نور کے

یہ قمقمے ہیں نور کے کہ آسمان کے تارے ہیں
بہار کے طلسم نے زمین پر اُتارے ہیں

ہوا کا فیض کہئے یا یہ فیض ہے بہار کا
کہ آرہے ہیں کان میں ترانہ ہائے جانفزا

قطعہ

ہر ایک جوئے بار سے ہر ایک آبشار سے
ہر ایک رود بار سے ہر ایک کوہسار سے

جو شاخِ گل لچک گئی ہر اک کلی چٹک گئی
اِدھر صبا لہک گئی اُدھر فضا مہک گئی

ہوا سے مل کے برگ و شاخ کی ترانہ ریزیاں
وہ جنبشِ نسیم سے گلوں کی عطر بیزیاں

وہ قمریوں کے ہمہمے۔ وہ بلبلوں کے چہچہے
وہ طائروں کے زمزمے۔ وہ مہوشوں کے قہقہے

صبا کی چھیڑ پر گلوں کا مست ہو کے جھومنا
لپک لپک کے ایک دوسرے کے مُنہ کو چومنا

غرض بہار کی دُلہن مراد جس سے ہے چمن
بنی ہے رو کشِ ریاضِ خلد و جنتِ عدن[1]

دلوں میں جو خوشیِ نشاط سے عجب اُمنگ ہے
یہ نشۂ وفورِ انبساط کی ترنگ ہے

مگر یہ رونقِ چمن ہے چار دن کی مہمان
یوں ہی گردشِ زمان، بہار آج، کل خزاں

کسی کو گر ثبات ہے تو وہ خدا کی ذات ہے
نصیبؔ اسکے عاشقوں کو سرمدی حیات ہے

---

[1] عدن بتحریک دال ارادتاً اور دانستہ استعمال کیا گیا ہے۔ ۱۲

اگر آپ کو عطرِ حنا درکار ہے تو صرف اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے طلب فرمائیے

ذکرِ خیر

اُردو اخبار و جرائد پر مختصر ضروری نوٹ

(مضامین پر مُفصّل تنقید وقتاً فوقتاً خاص طور سے کیجائیگی جسکا اِس نوٹ سے کوئی تعلق نہیں ہے)

اخبارات

(۱) **اودھ پنچ لکھنؤ**:- منشی سجاد حسین مرحوم کے بعد اب ہمارے خاص کرمفرما حکیم محمد ممتاز حسین صاحب کی ادارت مین ہفتہ وار شایع ہوتا ہے۔ لطافت و ظرافت کے ساتھ حکیم صاحب ممدوح کے علمی و ادبی محققانہ چھیڑ چھاڑ نے اسمین نئی روح پھونک دی ہے۔ جو خصوصیت کے ساتھ علمی طبقے کے واسطے اُسی طرح دلچسپ ہے جس طرح لطائف و ظرائف کا رنگ پسند کرنے والے حلقے کے لئے۔ اُنکے مذاق کے مضامین، کاغذ، لکھائی، چھپائی کی خوبیان بھی اسمین موجود ہین اسکی سالانہ قیمت صہ ۶ شششاہی ہے، اور سہ ماہی ۱۶ ہے۔

(۲) **نیّر اعظم مرادآباد**:- یہ وہ قدیم ہفتہ وار اخبار ہے جسنے اپنی عمر کے پچاس سال بڑے لطف و خوبی اور شہرت و ناموسی سے ختم کر کے اکیاونوین سال مین قدم رکھا ہے۔ اِس نے نہ معلوم کتنے زمانے کے نشیب و فراز دیکھے۔ کتنی فلکی گردشون سے اس نے مقابلہ کیا۔ ہمیشہ مسلمانون کا ہمدرد۔ اور اُنکی ترقی، فلاح و بہبودی کا خواہان رہا۔ اور ثابت قدمی و استقلال اسمین وہ ایسی طاقتین ہین، جن پر باد حوادث کا اثر ہونا قریب قریب محال ہوتا ہے مضامین کے اعتبار سے بھی قابل تعریف ہے، جو روش اس نے شروع مین اختیار کی اُسی پر آج بھی قائم ہے۔ اسکی کامیابی کا راز باعث اور ذریعہ جناب ایس، این علی صاحب کی ادارت ہے اور یہ اخبار آپ ہی کی ملکیت ہے۔ اور آپ ہر طرح قابل مبارکباد ہین۔ اسکی عام سالانہ قیمت للہ ۶ شششاہی ۳ ہے۔ اور سہ ماہی ۱۶ ہے۔

(۳) **ذوالقرنین بدایون**:- جناب نظامی بدایونی کا خاص ہفتہ وار اخبار ہے جسکی اڈیٹری کے فرائض وہ خود نہایہ دراز سے نہایت خوبی کے ساتھ انجام دے رہے ہین۔ آپکی ذاتی توجہ۔ ذاتی قابلیت اور خوبی انتظام کی وجہ سے ذوالقرنین قابلِ تعریف اخبار ہے۔ اسکی عام سالانہ قیمت صہ ۶۔ اور رعایتی للہ ۴۔ (باقی آئندہ)

جرائد

(۱) **نظر لکھنؤ**:- یہ ہوا جریدہ سات سال سے جاری ہے۔ پہلے اسکا نام "ترچھی نظر" تھا۔ اور اب صرف "نظر" کے نام سے ۱۷+۲۷½ کی تقطیع پر خاص آب و تاب سے نکل رہا ہے۔

ہمارے کرم شفیق جناب حاجی محمد مصطفا خان صاحب مصطفا مالک کارخانۂ صغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے نام نامی سے کون ایسا ہے جو واقف نہین۔ آپ اُردو کے خاص حامی۔ اُسکی ترقی کے دل سے خواہان اور اُردو ادب سے خاص دلچسپی رکھتے ہین۔

آپکو اُردو نظم و نثر سے خاص ذوق ہے اور گو آپ اپنے دیگر مشاغل کی وجہ سے خود بہت کم (نظم و نثر) لکھتے ہین لیکن پھر بھی جب کہتے اور جو لکھتے ہین اسکا لطف وہی بیان کر سکتے ہین جنکی نظرون سے یہ چیزین گزری ہین۔

آپکو قدرت سے درد بھرا دل عطا ہوا ہے، مذاق بھی فطری طور پر صوفیانہ عشق کی بارگاہ سے صاف اور ستھرا پایا ہے۔ جو آپکے شفیق اُستاد حضرت سیف شاہجہانپوری کے رنگِ خاص کا عکسِ کامل ہے۔ اس وجہ سے آپکے کلام مین دیگر شاعرانہ لطافتون کے ساتھ اس رنگ کی جھلک نمایان طور پر پائی جاتی ہے۔ یہ رسالہ آپکے حسن ذوق کا نمونہ، اور آپکی گرانمایہ توجہ اور کوششون کا نتیجہ ہے۔

"ترچھی نظر" بھی اُردو کے لئے کچھ نہ کچھ مفید کارنامہ پیش کر چکا ہے لیکن اب "نظر" خصوصیت کے ساتھ اُردو ادب کی شاہراہ مین ترقی کرتا نظر آرہا ہے، گو ابھی اسکی ترقی کا آغاز ہے لیکن ہمارے کرم حاجی صاحب ممدوح کی توجہ اور اُسکے مدیر اعزاز آنجناب پیرزادہ سید فدا حسین صاحب بی۔ اے۔ (علیگ) کی مساعی جمیلہ اور اُسکے اراکین ادارۂ خصوصی مسٹر رفیع احمد خان ایم اے (علیگ)، مولانا آسی اور جناب امین سلونوی کی کوششون سے بہت کچھ ترقی کی اُمید ہو۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ کی خوبیون کے ساتھ اسکی سالانہ قیمت تین روپیہ ہو۔

عطر جناب اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے کارخانہ کا بنا ہوا ہے اُسکا نسخہ ہی مختلف ہے

علی گڑھ کے دو ممتاز اردو جرائد

(۳) علی گڑھ میگزین (اردو) علم و ادب کے موجودہ دور کے تقاضا مین رسائل و جرائد کی ناخوشگوار کثرت اگر ایک طرف حوصلہ شکن ہے تو دوسری طرف عمدہ عمدہ رسالے (جو معدودے چند ہین) ذوق صحیح کے لئے مستقل سامان کیف و سرور ہین۔

اس وقت علی گڑھ میگزین کا جوبلی نمبر میرے پیش نظر ہے۔ کتابت و طباعت کے لحاظ سے یہ رسالہ ہمیشہ ممتاز رہا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اسکو اس نوع کی تمام آسانیان مہیا ہین مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ اس نمبر کی ترتیب و اشاعت کے لئے کارپردازان میگزین کو بہت مختصر وقت ملا مگر پھر بھی اس قلیل عرصہ مین انہون نے اپنی خاص کوششون سے اسکو نظر افروز اور دلفریب بنانے

"جوبلی نمبر" مضامین کی ترتیب، انتخاب، طباعت و اشاعت کی تکمیل اور تصاویر کی فراہمی کی لحاظ سے ہر طرح قابل قدر ہے میگزین کے شعبہ ادارت مین کچھ تھوڑے عرصہ کے اندر انتظامات کے تحت مین کچھ تبدیلیان ہوئی ہین مجھے مسرت ہے کہ یہ نمبر جو ہر طرح قابل مبارکباد ہے اسکے اڈیٹر بالخصوص جناب اڈیٹر اور اسسٹنٹ اڈیٹر کی سعی جمیل کا ایک دلکش نمونہ ہے۔ اسکے اسسٹنٹ اڈیٹر جلیل احمد صاحب جلیل قدوائی اُن نوجوان ادیبون مین ہین جن سے ملک کے بہت سے خوش آیند توقعات وابستہ ہین۔ مجھے امید ہے کہ انکی کوشش قابلیت میگزین کے معیار کو ہمیشہ اس بلندی پر قائم رکھیگی جو انکی حوصلہ مند طبیعت اور خوش مذاقی کا تقاضا ہے

یون تو علم ادب کے اسمین بہترین نمونے موجود ہین اور ہر تصویر ایک خاص نوعیت رکھتی ہے لیکن میرے خیال مین اس نمبر کی مخصوص چیز علامہ اقبال کا پیام اور انکی باصرہ نواز تصویر ہے۔ انکے پیام کا یہ شعر جو اشہب عمل کے لئے بہترین تازیانہ ہے حقیقت مین ذہنی حرص نفوس کے پیاسے قلوب کے لئے صہبائے کیف ہے ؎

اگر ہا تیغ خونداری۔ اگر شہتے پر کداری بیا من با تو آموزم طریق شاہبازی را

دیکھنا یہ ہے کہ کتنے سر دلون مین حرارت اور ٹھہرے ہوئے قلوب مین ذوق عمل کی چنگاری پیدا کرتا ہے علیگڑھ کی فضا ادبی کارناموں کے جو مفید نمونے پیش کر رہی ہے خدا کرے کہ ملک کے ہر گوشہ مین انکی پیروی کیجائے اور یہ شہرت و شکایت کہ جدید تعلیم یافتہ حضرات اُردو زبان کو بجائے درست کرنے کے خراب کر رہے ہین بالکل غلط ثابت ہو۔ کیونکہ یہی وہ چیزین ہین جن پر ہمارے علمی و ادبی ترقیون کا حقیقی مدار ہے۔

(۴) سہیل یہ سہ ماہی رسالہ بھی علیگڑھ کی ادبی فیاضی کی ایک "جوبلی" پیدا وار ہے۔ اسکی عمر کی کے متعلق صرف اتنا کہدینا کافی ہے کہ یہ سالہا ملک کے مایہ ناز ادیب پروفیسر شیخ احمد صاحب صدیقی کے زیر ادارت شایع ہوا ہے

موجودہ طرز نشاء اور رنگ نگارش نے غریب اردو پر اپنے ہلکے سطحی اور غیر مفید لٹریچر سے جو ظلم ڈھائے ہین اُسکی تلافی صرف اسی صورت مین ہوسکتی ہے کہ لوگون مین ٹھوس کی آمد اور مفید مضامین کا ذوق پیدا کرکے ادب اردو کو اس خطرناک تباہی سے بچا لیا جائے جسکی طرف وہ سرعت کے ساتھ ڈھکیلا جا رہا ہے۔ اس بربادی کا باعث وہ مختصر سی طبقہ ہے جنکو بقول رشید صاحب "ذوق سلیم اور استعداد فکر سے زیادہ اپنی شخصیت اور اپنے مستعار خیالات کا اظہار مقصود ہوتا ہے"۔

اب ایسے رسالون کی ضرورت ہے جو سنگار لحون مین سطحی اور غیر مستقل تفریح کا باعث ہونے کے بجائے صلاحیت پذیر دماغون کے لئے نشو و نما کے سامان پیدا کرین۔ خدا کا شکر ہے کہ "سہیل" کا حال اور مستقبل دونون بہت درین نظر آتے ہین۔ اور اگر "سہیل" اپنے مقاصد کی تکمیل مین حسب منشا کامیاب رہا تو بڑی حد تک اس کے ذریعہ سے ملک کے اردو دان طبقہ مین مذاق ادب کی اصلاح ہو جائیگی اور اسی کے ساتھ ہمکو امید ہے کہ اردو زبان بھی اپنے صحیح مضمون مین ترقی کرتی ہوئی نظر آئیگی۔ اغراض و مقاصد کے سلسلے مین "سہیل" کو شاعر یا نثر نگار کی تالیف قلوب کا ذریعہ بنانا بہت ضروری تھا اور مین خوش ہون کہ رشید صاحب نے اس معاملہ مین انتہائی صاف گوئی اور آزاد بیانی سے کام لیکر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے "سہیل" کو پیشہ ور مضمون نگارون کی تکلیف دہ مذاقیون سے بچا لیا۔

"سہیل" کا پہلا نمبر جس آب و تاب سے شایع ہوا ہے اُسے دیکھکر مین بلا خوف تردید اس حقیقت کا اظہار کرسکتا ہون کہ ہندستان مین کسی اردو رسالہ کی ابتدا اتنی ہی مقدر شاندار نہین ہوئی ہو ملک کے مشہور نقاش "چغتائی" کے نقش فرین قلم کے چند بحر کا رانہ نمونے بھی اس رسالہ کے زیب و رائی مین بہترین کتابت، بہترین طباعت، بہترین کاغذ، بہترین مضامین غرضکہ اس رسالہ کی کوئی خاص اور باطنی چیز ایسی نہین جو دماغ اور نظر کے لئے یکسان سامان نشاط نہ مہیا کرتی ہو۔ اسکی سالانہ قیمت ۳ ر اور ایک کاپی کی قیمت ۱ ر ہے۔

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کی شہرت کا باعث صرف عطر حنا ہے

روحِ سخن

جناب مرزا جعفر علیخانصاحب اثر لکھنوی بی اے ڈپٹی کلکٹر

نرگس مست خواب آلودہ — لبِ لعلین شراب آلودہ
دوش پر زلفِ عنبریں بکھری — اور گریبان گلاب آلودہ
پھول ڈوبا ہوا گلاب مین تھا — اُف وہ چہرہ حجاب آلودہ
تجھکو دیکھا تو دیکھئے قسمت — تھی جبین پیچ و تاب آلودہ
یاد ہے یاد ہے اثر اب تک
وہ نگاہِ عتاب آلودہ

جناب منشی ممتاز علی صاحب آہ ارشد تلامذۂ حضرت امیر مینائی

ترے در کے قابل یہ سر تو نہین ہے — مجھے بھی کوئی اور در تو نہین ہے
نہ اُلٹین نقاب آپ رُخ سے مین خوشی سے — شبِ وصل ہوتی سحر تو نہین ہے
وہ ہنس ہنس کے کچھ غیر سے کہہ رہے ہین — یہ میری دعا کا اثر تو نہین ہے
زمانہ بھلا قدر کیا جانے اِسکی — مرا شاکرِ حسرت گہر تو نہین ہے
مرے دل مین بیشک ہین ارمان اُنکے — کسی کا مجھے اسمین ڈر تو نہین ہے
یہ کیا شام سے آج اُجالا ہے کیسا — کہین ساتھ اُنکے سحر تو نہین ہے
مین جنّت مین چاروں طرف دیکھتا ہون — وہان بھی وہ حُسنِ بشر تو نہین ہے
یہ کیون غیر آنکھین چُراتا ہے مجھ سے — نگاہون مین اُنکی نظر تو نہین ہے
وہ ہنس ہنس کے کہتے ہین یون آہ تم تو
فقط نام کے ہو اثر تو نہین ہے

جناب فرخ بنارسی (از اناؤ)

پابند ہوئے مین ہم قفس کے — سب کھیل بگڑ گئے ہوس کے
شبنم کی طرح جہان مین اپنا — پایا نہ سُراغ رات بس کے
برباد ہوئی تو چین آیا — پورے ہوئے حوصلے ہوس کے
ایسی توبہ سے میری توبہ — رہ جاتا ہے دل ترس ترس کے
بڑھجاتی ہے رونقِ گلستان — کھُل جاتا ہے ابر جب برس کے
پُرسان نہین قافلے مین کوئی — نالے سُنتے ہین سب جرس کے
مین چارہ گری سے باز آیا — یہ وار نہین ہین میرے بس کے
چھوٹے بھی تو یون اسیر چھوٹے — صدقے ہوتے رہے قفس کے
افسانۂ دردِ دل نہ پوچھو — قصّے ہین یہ سیکڑون برس کے
ہم وہ نہین اے طلسمِ ہستی — رہ جائین جو دلکشی مین پھنس کے
فرخ رازِ و نیازِ کامل
قبضے مین ہین جنبشِ نفس کے

جناب شفیق صدیقی اڈیٹر وحید العصر جونپور تلمیذ مولانا حسرت موہانی

وہ دن بھی ہا دیہ تجھے ابتدائے عشق — گونجی ہوئی تھی زیرِ لب صبح ائے عشق
کہتا ہے کون ذکرِ محبت کو بے اثر — میری زبان سے کوئی سُنے ماجرائے عشق
اے بیخودی بتا کہ مین ہون کس مقام مین — کوئی مجھے نظر نہین آتا سوائے عشق
اسکا پتہ کسی سے نہ معلوم ہو سکا — کیا ابتدائے عشق ہے کیا انتہائے عشق
وحدت وجود ہو جو ہر اک ذی وجود کی — ایسی تو کوئی چیز نہین ہے سوائے عشق
لکھا ہے آفرینشِ عالم کے باب مین — دنیا برائے عشق ہے عقبیٰ برائے عشق
کمبخت کھینچتا ہے کئی دن سے آہ سرد
ڈر ہے شفیق کو نہ لگی ہو ہوائے عشق

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنو کے عطر حنا کا نسخہ کسی دوسرے عطر ساز کو دستیاب نہ ہو سکا

استفساراتِ ادبی و شعری

(از جناب "شیم" خلف حضرت وسیم خیرآبادی)

(۱) لکھنؤ ہم پر فدائے ہم فدائے لکھنؤ

اِس مصرع کے قافیہ فدائے کی طرح اور قوافی مین آئے، جائے کھائے وغیرہ کے ساتھ "برائے" (بمعنی واسطے) سوائے (بمعنی بجز) کو ہم قافیہ کیا جا سکتا ہے یا نہین؟ اور کتابت مین یہ پابندی تلفظ قافیہ یائے مجہول لکھی جائے یا ہمزۂ اضافی، بحالت عدم جواز مفصل توجیہ کی ضرورت ہے اور بصورت جواز اساتذہ کے کلام سے شالین درکار ہین (بحر حضرت ناسخ)

(۲) لفظ سہ (بمعنی تین) مین ہائے مختفی ہے یا مظہر۔ اسکے ہم قافیہ الفاظ دِہ (بمعنی گاؤن) مہ (بمعنی بزرگ و سردار قوم) ہین یا نہین؟ اگر ہون تو مثال تحریر فرمائیے۔

"طمع را سہ حرف است و ہر سہ تہی"

اِس مصرع مین دوسرا سہ قابل دریافت ہے یعنی اسکا تلفظ بالکسر باشباع حرکت صحیح ہے یا باظہار ہائے ہوز۔ اگر یائے بطنی ہے تو یہ لفظ "سے" یا "زہے" وغیرہ کے ساتھ ہم قافیہ ہو سکتا ہے یا نہین؟ اگر کسی کو کوئی مثال مل سکے تو عنایت فرمائے:

(۳) "ہوئی" یا "ہوئے" کا الف ایک "ے" سے صحیح ہے یا دو "ے" سے؟ ان مین دو "ے" کے عدد لینا چاہئیے یا ایک کے۔ اور اسکی مثال بھی عنایت ہو۔ جو لوگ "ہوئی" یا "ہوئے" کو فعل کے وزن پر سمجھتے ہوئے ایک "ے" سمجھتے ہین اسکی وجہ معلوم ہونا چاہیئے کیونکہ لئے دیئے گئے وغیرہ سب فعل کے وزن پر ہین اور برابر انمین دو "ے" کے عدد لئے جاتے ہین انمین وزن کا لحاظ کیون نہین کیا جاتا؟

(۴) "قدم" کی جمع عربی مین "اقدام" آئی ہے۔ لیکن مؤلف فرہنگ آصفیہ نے "قدوم" کے معنی لکھتے ہوئے اسطرح تحریر فرمایا ہے۔

قُدُوم۔ (عربی) اسم مذکر (۱) قدم کی جمع (۲) کسی جگہ سے آنا۔ تشریف لانا۔ سفر سے واپس آنا۔ یہ جمع عربی کے اعتبار سے غلط اور اقدام صحیح ہے لیکن اساتذۂ فارس نے دیگر اوزان کے موافق خیال کر کے اپنے کلام مین باندھا ہے۔ ہان بفتحتین مصدر ضرور ہے۔ جسکے معنی نمبر دوم مین لکھے گئے۔

(نوٹ) بفتحتین کے خود سمجھنے سے راقم قاصر ہے)

اگر کسی کو اساتذۂ فارس مین سے کسی کی مثال عبارت مرقومۂ بالا کے تائیدی معنی مین یاد ہو، یا تلاش سے مل سکے تحریر فرمائین۔

(۵) "عریان" بالضم جسکے معنی لعنت مین برہنہ کے لکھے ہین اور جو شعلہ و تیغ و صبح کے صفات مین مستعمل ہوتا ہے جس طرح شعلہ کی مثال مین میرزا صائب کا یہ شعر ہے ؎

از لعاب سنگ تا بد شعلۂ عریان عشق — پردہ چون پوشد کسے بر نوشدانِ پنہان عشق

اور تیغ کی مثال مین میرزا صائب کا یہ دوسرا شعر ؎

حسن چون بے پردہ شد ننہار گردد نہ گرد — بوے خون می آید از تیغے کہ عریان می شود

نیز صبح کی مثال مین میرزا بیدل کا یہ شعر ؎

صبح عیش تا بساغ سینہ عریان می شود — خون زخم ہمچو رنگ از گل نمایان می شود

اب دریافت طلب امر یہ کہ برہنہ کے معنی کے علاوہ عریان کن کن معنون مین مستعمل ہے اسکی مثال مرحمت ہو؟

اور علاوہ شعلہ۔ تیغ۔ صبح کے اور کن کن صفات مین مستعمل ہے ہر ایک کی مثال درکار ہے؟

آج کل "عریان" اور عریانیان بصورت جمع ظاہر اور عیان کے معنی مین مستعمل ہو رہا ہے۔ ان معنون مین اسکا استعمال کہان تک صحیح ہے درصورت جواز مثال کی ضرورت ہے۔

باقی آیندہ

تمام ماہرانِ فن نے اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر حنا کو بہترین عطر مانا ہے

ضمیمہ "دعوت" دہلی کیلئے

خضاب خوردنی

یہ وہی خضاب خوردنی ہے جسکے صرف بیس یوم کے متواتر کھانے چالیس دن کے ہی اندر سفید بال ہمیشہ کے لئے سیاہ دلائم ہو جاتے ہیں چہرہ کا رنگ روغن بھی جوان کیطرح دمکنے لگتا ہے نزلہ کو ہمیشہ کے لئے کہتا ہے آنکھوں میں طاقت داغ میں تراوٹ پہونچاتا ہے بال جیسے ہی وقت سے پہلے یا وقت پر سفید ہو گئے ہوں وہ سب از سر نو مشق قدرتی بالوں کے سیاہ ہو جاویں گے۔ بینائی کو اسقدر تیز کرتی ہے کہ زائد سے زائد چالیس قدم کے اندر سوئی تک کی عادت جاتی رہتی ہے۔ قوت حافظہ کو بڑھاتا ہے اور عمر کی بدولت ہوتی ہے کہ بوڑھاپے کی ہضم قوت باقوت اسقدر بڑھاتا ہے کہ اسکا کھانیوالا بعد استعمال دینے کو قابل فخر جوانوں میں شمار کرنے لگتا ہے غرض اسکے کھانے سے حقیقی معنوں میں شباب قرآن ہوتا ہوا نظر آنے لگتا ہے اسلئے اب آپ کھڑے کھڑے خضاب کی نشینان تو ڈبہ پھینکدیجئے اور اسے استعمال کیجئے بڑے بڑے سند یافتہ حکیم ڈاکٹر وید وغیرہ کثیر تعداد میں سرٹیفکیٹ کا شہرت حاصل کرتے اور صدہا روپیہ پیدا کر رہے ہیں۔ جس تھوڑے سے خرچ میں اس کا ایک پارسل ہو پہونچ جاتا ہے اسکے حیرت انگیز فوائد کو دیکھکر بالکل ہی مفت ہونے کی وجہ سے ہماری معمولی گاؤں دیہات کے جوان آرڈر بھیجتے ہیں لطف یہ ہے کہ ہر عمر ہر مزاج والا ہر جگہ حتی کہ سفر تک میں بھی استعمال کر سکتا ہے کیسہ پر جیب استعمال ہمراہ پارسل ملیگا قیمت مکمل بکس خوردنی خضاب کی صرف سات روپیہ آنہ۔ دس بکس ۷۰ تین بکس ۳ محصول ڈاک۔

المشتہر کارخانہ خوردنی خضاب حکمی شفا لکھنؤ

نوٹ ۔ ۱۰ سے زائد کے خریدار کو حق دلالی دیا جائیگا

صرف خوردنی خضاب کھانیسے سارٹیفکیٹ ملاحظہ ہو

موجد مصول ڈاک سیکنگ

عالیجناب شیخ احمد صاحب سیکرٹری کانگریس علاقہ کلیش مقیم تحریر فرماتے ہیں کہ آپکا سرخضاب خوردنی کا استعمال کیا گیا میرے کچھ بال جو بوجہ زلہ عالم شباب ہی میں سفید ہو گئے تھے بفضلہ اسکے استعمال سے بالکل سیاہ ہو گئے براہ مہربانی دوستوں کے لئے دیکھیں اور جھجھک دیجئے

مقامی اخبار شیعہ کالج نیوز نے ۱۱ جون ۲۳ء کے پرچہ میں ریویو کیا ہے کہ میں نے خضاب خوردنی کا تجربہ کیا تو واقعی سفید بالوں کے سیاہ کرنے میں بیحد مجرب ثابت ہوا علاوہ اسکے دافع نزلہ مقوی باہ مقوی دماغ اور بادھمنڈ وغیرہ کے بھی میں تو اکسیر ہے۔

عالیجناب سید فرزند حسین صاحب آنریری مجسٹریٹ و رئیس اعظم مقام نوشہرہ ان ضلع کھیری تحریر فرماتے ہیں کہ اب تک پانچویں حصہ کے قریب سر اور ڈاڑھی کے بال سیاہ ہو چکے ہیں چاہیں اور جلد بھیجدیجئے۔

عالیجناب منیجر صاحب کارخانہ فقیری پھول پور پوسٹ آگرہ ضلع رتاب گڑھ اور دھ تحریر فرماتے ہیں کہ آپکا خضاب خوردنی بہت مفید ثابت ہوا اس اطراف میں اسکی دھوم مچگئی ہے لہذا جلد سے جلد چھ بکس بذریعہ وی۔ پی۔ اور بھیجدیجئے۔

سید جالب صاحب دہلوی ایڈیٹر روزنامہ ہمدم نے ۲۹ جون ۲۳ء کے پرچہ میں خضاب کے اجزا کے متعلق ریویو فرمایا ہے کہ اسکے اجزا نظام انسانی خصوصاً عصابی پر نہایت اثر کرتے ہیں معدہ کو تقویت دیتے ہیں۔ غذا خوب بدن تجافی ہے اعضاء قویٰ بجاتے ہیں ماہرین یورپ کا ازالہ ہو جاتا ہے اچھی چیز ہے علاوہ اسکے آپکا اطمینان کیلئے صدہا میں سے چند مکمل سرٹیفکیٹ میں کی رائیں درج کرتا ہوں جنکی لکھائی ہوئی شہادتیں آج ایک زمانہ چل رہا ہے ہماری ادویہ کے اجزا کے متعلق مصنف مقالات اصانی و مصنف المفردات و مصنف قاموس الادویہ نیز کوکا پنڈت و مصنف خزانۃ الادویہ وغیرہ ۱۱ کے علی الخواص اور پوری پوری ظاہر

کی گئی ہیں مصنف ہذا کا مجوزہ نسخہ جات کا مجموعہ جو ہمارے کارخانہ میں موجود ہے جسکی تعداد ۱۰۰ سو سے زائد ہے جو ہر ایک مرض کے لئے ہر ایک مزاج کے لئے ہر ایک عمر کے لئے ہر ایک موسم کے لئے ہر ایک ملک کے لئے ہر ایک ضرورت کے لئے ہر ایک حالت کے لئے ہر ایک وقت کے لئے ہر ایک ہوا کے لئے ہر ایک پانی کے لئے ہر ایک غذا کے لئے ہر ایک دوا کے لئے ہر ایک پرہیز کے لئے ہر ایک علاج کے لئے ہر ایک تدبیر کے لئے ہر ایک ترکیب کے لئے ہر ایک تجویز کے لئے ہر ایک مشورہ کے لئے ہر ایک ہدایت کے لئے ہر ایک رائے کے لئے ہر ایک فیصلہ کے لئے ہر ایک تجربہ کے لئے ہر ایک مشق کے لئے ہر ایک مہارت کے لئے ہر ایک ہنر کے لئے ہر ایک کمال کے لئے ہر ایک فن کے لئے ہر ایک علم کے لئے ہر ایک ادب کے لئے ہر ایک تہذیب کے لئے ہر ایک شائستگی کے لئے ہر ایک سلیقہ کے لئے ہر ایک قرینہ کے لئے ہر ایک طریقہ کے لئے ہر ایک اصول کے لئے ہر ایک قاعدہ کے لئے ہر ایک ضابطہ کے لئے ہر ایک قانون کے لئے ہر ایک دستور کے لئے ہر ایک آئین کے لئے ہر ایک رسم کے لئے ہر ایک رواج کے لئے ہر ایک عادت کے لئے ہر ایک خصلت کے لئے ہر ایک خو کے لئے ہر ایک بو کے لئے ہر ایک ادا کے لئے ہر ایک انداز کے لئے ہر ایک طور کے لئے ہر ایک طریق کے لئے ہر ایک روش کے لئے ہر ایک چلن کے لئے ہر ایک رویہ کے لئے ہر ایک برتاؤ کے لئے ہر ایک سلوک کے لئے ہر ایک برتاؤ کے لئے ہر ایک معاملہ کے لئے ہر ایک بات کے لئے ہر ایک کام کے لئے ہر ایک شغل کے لئے ہر ایک مشغلہ کے لئے ہر ایک دھندے کے لئے ہر ایک پیشہ کے لئے ہر ایک صنعت کے لئے ہر ایک حرف

عشق کے مبتلا

اپنے حکام کے مظلوم دشمن کو پیار کرنے کے خواہشمند۔ سچی محبت پیدا کرنے یا کسی کے دل پر اپنا قبضہ کرنے یا مغرور سے مغرور اور جفاشعار معشوق کو بھی اپنا مطیع اور فرمانبردار بنا کر اپنی محبت میں دیوانہ اور فریفتہ کرنے اور خود اسے اپنا عاشق بنانے کے خواہشمند حضرات اگر چاہتے ہیں تو مبلغ دو روپیہ آٹھ آنہ بذریعہ منی آرڈر بھیجکر میرے نام محبوب اگر معلوم ہو سکے ورنہ کچھ مضائقہ نہیں لکھکر تعویذ اور سفوف عطیہ فقیر جسکے ذریعہ صدہا نہیں بلکہ ہزاروں ناامید حضرات اپنی مرادوں کو پہونچ چکے ہیں طلب فرما کر کلام الٰہی کا معجزہ دیکھئے تعویذ کو بازو پر باندھئے اور سفوف یعنی پھونکا ہوا لوبان کی دھونی دیکھئے پھر نہ کہئے نہ کہئے نہ کوشش کیجئے خود ہی بیقرار ہو کر انشاء اللہ تعالیٰ عمر بھر کے لئے وہ آپکا غلام بنجائیگا۔ اور خوشی سے ہر کام کرنے کیلئے آمادہ ہو جائیگا۔ اس تعویذ کا پاس رکھنے والا اگر کسی وقت دن میں یا شب میں ذریعۂ خواب کے کسی بزرگ کی حسین اور نورانی شکل دیکھے تو خاطر خواہ ہونا چاہئے علاوہ اسکے ہر مرض اور ہر ضرورت کے لئے تعویذ بھیجا جاتا ہے ہدیہ فی ہی ہوگا۔ بلا قید مذہب و ملت ہر شخص اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

ایک تعویذ ایک ہی محبوب کے لئے کام آسکتا ہے منگانے کا پتہ:۔۔۔

پیر جی مشہور عامل۔ لکھنؤ۔

۲۰ ناول دو روپیہ میں

جسمیں تقریباً آٹھ سو صفحات لکھائی چھپائی اعلیٰ جسمیں جاسوسی عیاری تواریخی واقعات نصیحت حسن عشق کے نوشتہ ہیں سبھی کچھ ہیں منگا کر رجسٹری اعلان سے فائدہ اٹھائیے پھر خریدیگا کرنا پسند ہو یا اس سے سستی اور کوئی جگہ سے تو واپسی کا وعدہ

پتہ۔ مینیجر عظمت بک ڈپو۔ لکھنؤ۔

جوب لقمانی

ایک گولی کھانیکے ایک ہی گھنٹہ بعد قوت باہ قوت رجولیت اور اسکا میں اس غضب کی قوت پیدا ہوتی ہے بے چینی ہوتی ہے لطف صحبت تو گھنٹوں رہتا ہے مزہ یہ ہے کہ اگر کمزور بھی ہونگے تو بھی کسیطرح کی تکان نہ معلوم ہوگی بلکہ دمبدم قوت میں اضافہ ہوتا رہیگا جبتک نرسنگھے فراغت ہوگی بعد فراغت ایک گولی کھالیں تو کمزوری اور تکان رفع ہو کر طبیعت پھر تازہ ہو جائیگی اور پھر دوبارہ جماع کرنیکی قوت پیدا کردیگی جتنی مرتبہ مباشرت کرینگے ہر مرتبہ پہلی سی قوت پائینگے فی درجن ۲ روپیہ محصول علیحدہ

رد غن لقمانی یہ روغن مجیدہ ملذذ و منزل ہے ایک ہی قطرہ عضو پر کار جماع کرنیسے وہ مزہ وہ لطف حاصل ہوتا ہے کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہیں رہتی مشغول رہو جانان سے فریفتہ ہو جاتی ہے زن و شوہر کے تعلقات کو حقیقی معنوں میں عشق کے درجہ تک پہنچاتا ہے بوجہ زیادتی لطف عاشق و معشوق نشہ شباب میں چور ہو کر تھوڑی دیر کے لئے مست اور بیہوش ہو جاتے ہیں اگر آپنے ابتک اسکا استعمال نہیں کیا تو گویا دنیا میں آپنے کچھ دیکھا ہی نہیں قیمت فی شیشی دو روپیہ محصول ۱ کوئی دواسب کر تریاق نہ ہونے پر واپسی قیمت کی شرط ہے مینیجر عظمت الاطباء میڈیکل ہال لکھنؤ

مایوس نہو

اگرچہ اشتہاری اودیہ نے لوگوں کو بدظن کر دیا ہے مگر ہم آپکو وقت دیتے ہیں کہ طلاع طبیب نہ تصرف پانچ یوم کے اندر قیمتی نسخہ علاوہ محصول طلب فرمائیں اس عرصہ میں تیسرے انگریز طلاع ہوا ہے مضمحل کو ٹوٹا ہوا قوی اور دراز کر دیتی ہے اور ہر قسم کی لاغری سستی کو ہٹا ہی سے دور کر کے دوبارہ شباب کا لطف پیدا کر دیتا ہے تقریباً ۱۵ یوم کیلئے طلاع فرمائیں طلب فرمائیں ۱۰ روپیہ آنہ محصول علیحدہ جماع پر ہیز کریں خواہ کچھ بھی کریں پوری شیشی کی ہمراہ ہوگی پوری شیشی کے خریدار ہونگے پوری شیشی ۱۰ روپیہ ۸ آنہ محصول علیحدہ

کمانڈر انچیف ہوگئی ہو تمہیں کیا ارمغت بھیجئے عاملیہ ہفتہ سے مینیجر دواخانہ عظمت الطباء لکھنؤ

اصلی کوک شاستر یا بہار عیش

المعروف لذت النساء باتصویر ۴۶ بہترین آسن والا

یہ وہ کوک شاستر ہے جو آجکل ہر ایک کتب فروش سے مل سکتی ہے بلکہ یہ وزیر کشمیر گاک صاحب کے خاص الخاص بیاض کے پرانی کوک شاستر کا لفظ بہ لفظ ترجمہ ہے جس کو اب تک عام لوگون کو تو کیا بڑے بڑے رؤسا کو بھی زیارت نصیب نہ ہوئی تھی اسمین وہ تمام باتین درج ہین جن کے جاننے کے لئے آپ سیکڑون روپیہ برباد کر چکے ہین اور پھر بھی مطلب حاصل نہین ہوا یہ کتاب سوائے ہمارے دوسری جگہ ہرگز نہین مل سکتی اس کتاب مین صدہا مفید اور ٹھوس مطلب کی باتین درج ہین عورت مرد کے متعلق ہزارہا سینہ بسینہ رازاور خاص حالتون کی عورت و مرد کی اکٹھی برہنہ تصویرین ..... ۴۶ بہترین آسن کا مفصل بیان طبی۔ مذہبی اور علمی اصول درج بھی ہین۔ بعد مین شکایت نہ کرین خفیہ دھڑا دھڑ بک رہی ہین آج منگا کر حسرت پوری کیجئے ورنہ ممکن ہے کہ پھر اسکی ایک جلد بھی باقی نہ رہے اور سوائے افسوس کے کوئی چارہ نہ رہے گا۔ خبردار دیکھئے غفلت مین نہ رہیگا۔ قیمت فی جلد دو روپیہ محصول ۴ علاوہ۔

ملنے کا پتہ:- مینیجر جنرل بک سپلائی کمپنی لکھنؤ۔

دیوان جان صاحب چھپ گیا

پچاس برس کے بعد دوبارہ زیارت کیجئے

لکھنؤ کے مشہور رنگین گو شاعر میر یار علی صاحب جان مرحوم کا مایہ ناز دیوان جان صاحب چھپ گیا اگر آپکو لکھنؤ کی بیگماتی اور ٹکسالی زبان اور واجد علی شاہ کے زمانہ کی معاشرت کا نمونہ دیکھنا ہو تو اسے منگا کر پڑھئے اور لطف اٹھائیے ادبی دنیا مین اس دیوان کی سخت ضرورت ہے

قیمت ایک روپیہ — کلیات جان صاحب قیمت ۸ر

مسنی کا پٹارا

یعنی ہنسنے ہنسانے کا زبردست ٹھیکہ دار

اقلیم مذاق کا بیمثل تاجدار ہنسی دل لگی کا حافظہ سالار پڑھنے والون کو بات بات مین لوٹن کبوتر بنا دینے والا جسکے چٹ پٹے مضامین تمام کھایا پیا ہضم کر دینگے۔ صرف ایک کارڈ دھر گھسیٹئے تاکہ جلد سے جلد ادھر خدا سے پیشتر حاضر ہو کر آپکے اضمحلال کی دم کاٹ دے بیشک اگر اس کتاب کو بارہ مصالحہ کی چاٹ کہا جائے تو بیجا نہو گا اول سے آخر تک دیکھ جائیے ایک فقرہ بھی ایسا نہ ملیگا جسکو پڑھکر سوء ہر تہ ہنسی نہ آوے یون سمجھئے کہ یہ کتاب ایک بزم عشرت ہے قیمت صرف ۸ر ظرافت جان ۸ر لطائف بیربل مکمل ۸ر حسینون کا مذاق ۸ر شہنشاہ ظرافت ۸ر بزم خیال ۸ر

پتہ:- مینیجر عظمت بک ڈپو لکھنؤ

عالیجناب شیخ عظمت الٰہی صاحب المتخلص بہ عامل سلونوی شہرۂ آفاق مسمریزم و ہپناٹزم

فریبی عاشق

مسمریزم وہپناٹزم جسکی مافوق الطاقتوں نے ایک دنیا کے کانوں کے پردوں کو بھر دیا ہے جسکی عجیب و غریب کارروائیاں دیکھکر آنکھیں آئینہ حیرت ہوگئی ہیں اگر آپکو اسکے اعلیٰ راز دیکھنے ہیں تو اس کتاب کو پڑھکر دیکھئے ایک بھولی بھالی شریف لڑکی پر ایک مسمریزم عاشق ہوتا ہے اور اسکا باپ خود اس لڑکی کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اس سے شادی کرے بلکہ بجبر اسکو بیوی بنایا جاتا ہے ایک بزرگ جسکا سینہ نور اسلام سے معمور تھا جس کے ارگرد یہ ہیں حمایت کا جوش تھا اور اس جادوگر مسمریزم کو شکست فاش دیتا ہے اور اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ روحانیت پر کبھی مادیت غالب نہیں ہو سکتی قیمت ۸/

ناول

بدنصیب لڑکی

خوبی ۸/

یہ ناول ایک شریف خاندان کی تعلیم یافتہ ہونہار اور حسین لڑکی کی تباہ شدہ زندگی کا مکمل فوٹو ہے جسمیں بے پردگی کے نقصانات تعلیم غیر ضروری کی نراسیاں دکھائی گئی ہیں ایک شریف لڑکی کا بیوہ ہو کر ماں باپ کے بیحد کہنے پر دوسری عصمت سے ننگ آکر گھر کو چھوڑنا اور بربادیوں میں مبتلا ہونا ۸/

ناول گناہ قابل ۸/ ہنسی کا پتارا ۸/

نواب سنہ ۲۱

نوابی دربار کے نوابی ٹھاٹ خوشامدی مفت خوروں کا بیحد مزہ لیجئے نواب کی اکرفون اور چھومن دیگر مضحکہ خیز

کی صدائے بے ہنگام دل کا ایک مشہور مسمریزم کے چاہ ذقن میں اسیر ستم ہو کر نہ صرف اپنی بلکہ دادا پردادا کی جمع کی ہوئی دولت اور باپ کی گاڑی کمائی کو شکیبو یمن اظہار بے باک ہو جاتے ہیں اور بالکل اسکے معلق بنتے ہیں

ڈاڑھی اور مونچھ کا صفایا ہے

فارغ البال اسکو کہتے ہیں

یہ ناول نہیں بلکہ ناول گرہے نہد و ستان کے بہترین ظرافت نگار سجاد حسین مرحوم اڈیٹر اودھ پنچ اور عالمگیر کے مشہور مسخرے وقائع نویس نعمت خان عالی کا رنگ اس سے صاف صاف ظاہر ہوتا ہے وہ لوگ جو نثر اردو کو دیکھنا اور سیکھنا چاہیں ان کی لائبریری میں رکھنے کے قابل ہے جسے ایک مرتبہ پڑھکر موہ مبالغہ ایکبار ضرور ہنسے تو ۸/ قیمت کے ۸۰ مع نفع دسمہ واپس کئے جائینگے۔

دام فریب

مکر و فریب کی دنیا کا زرنگار ناول خوشکن عبرت آمیز حیرت انگیز عرفع طاہر کی زندگی کے حیرت ناک راز و نیاز کا انکشاف زنان بازاری کے فریب ادا و غمزہ کے کارنامے ہر فرعونے را موسیٰ - یا جیسے کو تیسا ملنا - طاہر کے عاشق نواز اندن کی بعد از عقل دور از قیاس عیاریاں طاہر کی سخت ترین شکست فوت کا ایک سنسنی خیز نسخہ دکھا کر ثابت کیا گیا ہے کہ نیک و بد تمام کاروں کی سزا دنیا میں ملجاتی ہے ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ایسے دلچسپ ناول ہست کم آپنے دیکھے ہونگے قیمت ۸/

رسالہ قوت باہ عظمتی

آئین اکبر مصنفہ آج قدر دان کمال کے کاغذ پر لکھدیا ہے کلیجہ نکال کے

دینا گرد ان ہے کہ وہ نسخہ و ہات میسا آپ ہوں وہ ادویہ ہیں جن سے ہوسران قوت باہ کے دبے ہوئے حوصلے نکلیں اسکے لئے بہت زور کے ساتھ یہ کہنا پسند کرتے ہیں جنمیں مشرق و مغرب کے جدید و قدیم حکیموں اور دیگر طبیبوں وغیرہ کے ان تمام تجربات و معلومات و مشاہدات کا نچوڑ کامل و مکمل طور سے جمع کیا گیا ہے جو عورت مرد کی مواصلت سے نفع رکھتی ہیں ساتھ ہی خواہ جماع ممنوعات جماع مذموم اسباب اولاد نرینہ تندرست اور خوبصورت بچے پیدا کرنے کی تدابیر فلسفہ عشق فلسفہ ازدواج انتخاب بیوی تعلقات زوجین لطف مباشرت اور صحبت کے طریقوں وغیرہ کی اعلیٰ ترین علمی تعلیم دی گئی ہے ضعف باہ کمزوری کی نامردی جریان سرعت انزال وغیرہ کا مفصل بیان مرضوں کی شناخت اور پیدا ہونیکے اسباب علاج اور عضو خاص جلق و اغلام وغیرہ کی تمام پیدا شدہ مزاحمتوں کے دور کرنیکے مدبرانہ طریقے آزمائے ہوئے بیخطا اور بیشمار نسخہ جات جو آجکل کے موجودہ اطبا صدہا روپیہ لینے پر بھی نہیں بتاتے اعتباری نسخے نہیں بتائے بغرض افادہ عام درج کر دئے گئے ہیں آپ بھی اگر منگا کر اپنی حسرت نپوری کیجئے قیمت فی جلد صرف آٹھ آنہ (۸/)

مینیجر عظمت بک ڈپو لکھنؤ

مرقع

مشہور عالم دواخانہ معدن الادویہ کے چند تر بہدف مجربات

زیر سرپرستی جناب مسیح الملک سید فضل علیصاحب عرف میر نصاحب قبلہ

معجون مغز سر کشنیز تر - معدل دماغ اور اعصاب کو قوت دیتی ہے باہ کو بے انتہا قوت بخشتی ہے اعضائے رئیسہ کی کمزوریون کو دور کرتی ہے اس معجون کی شہرت بہت ہو چکی ہے اور اسقدر مزاج کے موافق ہوتی ہے کہ ایک مرتبہ استعمال کرنے کے بعد لوگ بار بار طلب کرتے ہین یہ معجون دواخانہ معدن الادویہ ہی مین بنتی ہے اور نہین سے مل سکتی ہے پہلے ایسی چیز ہن ہزار دون روپیہ صرف کرنے پر روساکو حاصل ہو سکتی تھین مگر اب اس دواخانہ کی بدولت ہر شخص کو فائدہ اٹھانیکا موقع حاصل ہے قیمت اکیس تولہ ۱۲ روپے

حب کیمیائے عشرت - رقت اور سرعت کو دور کرتی ہے باہ کو قوت اور مادہ تولید کی خرابی کو دور کرتی ہین - جریان کے واسطے اکسیر ہین اور خوبی یہ ہے کہ بے انتہا ممسک ہین چالیس دن کے استعمال سے ناقابل برداشت قوت پیدا ہوتی ہے - اس کا فائدہ اسی سے ظاہر ہے کہ دواخانہ باوجود کثرت سے تیار کرنے کے اکثر فوری تعمیل سے قاصر ہو جاتا ہے قیمت بیس خوراک عہ

ماء اللحم انگوری دوآتشہ - دل و دماغ و جگر اور تمام اعضائے رئیسہ کو قوت دیتا ہے - مفرح قلب ہے ہضم طعام ہے خفقان و وحشت اور اختلاج کے لئے مفید ہے مقوی باہ ہے - تمام بدن کی گئی ہوئی قوت کو از سر نو پیدا کرتا ہے جسم مین خون دوڑنے لگتا ہے - قیمت فی بوتل دو روپیہ (ع)

طلائے مسیحی - یہ وہی طلا ہے جو ایک مدت سے دواخانہ معدن الادویہ مین تیار ہو رہا ہے جسکے استعمال سے برسون کے مصیبت زدہ اور زندگی سے مایوس ہو جانیوالے حضرات کو لطف زندگی حاصل ہو گیا اسکے استعمال کے دو تین روز کے بعد ہی سے زائل شدہ قوت عود کرنا شروع ہوتی ہے اگر باقاعدہ اپنے افعال سے تو یہ کر کے اسکا استعمال کیا جائے تو اصلی قوت پیدا ہو جاتی ہے ضعف اعصاب کا بہترین علاج ہے مایوس اور مہموم دلون کی امید کو پورا کرتا ہے -

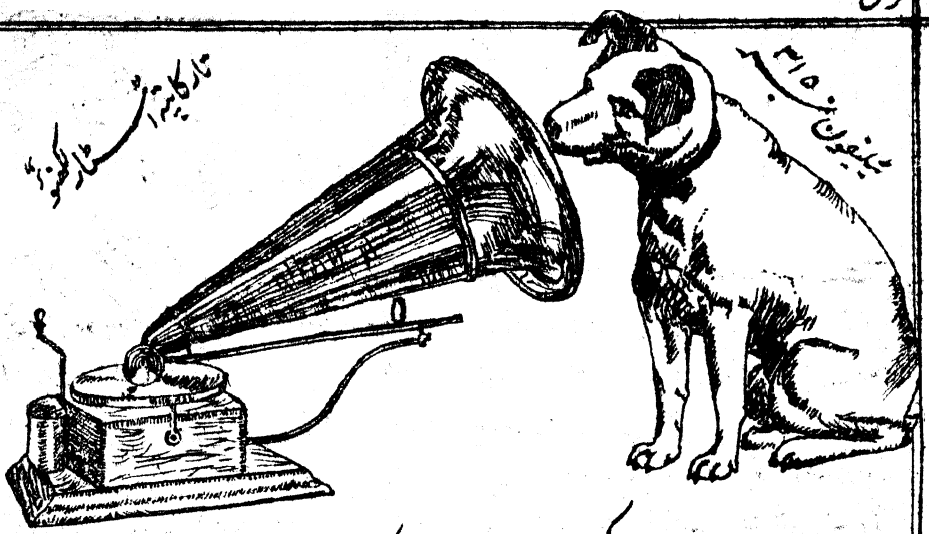
قیمت فی شیشی ۳ ماشہ ۴ روپے

منعش - یہ ایک خاص دوا ہے جو جناب مسیح الملک کا عطیہ ہے - حرارت عزیزی کے ابھارنے اور قوت مردمی کے برانگیختہ کرنے مین اپنا نظیر نہین رکھتی اعصاب کو طاقت بخشتی ہے جریان کو دور کرتی ہے - اسمیں پیدا کرتی ہے اور اسقدر طاقت بڑھاتی ہے کہ فراغت کے بعد بھی تکان نہین محسوس ہوتی تجربہ شرط ہے -

قیمت بیس خوراک ع ۸

المشتہر سید محمد عباس منیجر دواخانہ معدن الادویہ کٹورہ اسٹریٹ لکھنؤ

مرقع



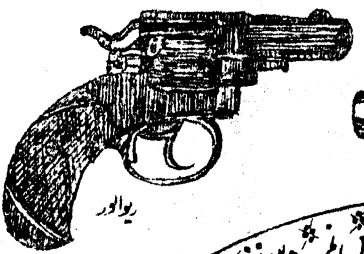
گراموفون کمپنی کے ایجنٹ لکھنؤ مین

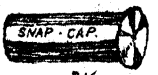
سلطان کمپنی نمبر ۴ (چالیس) امین آباد پارک مین ہین

جو ہر قسم کے

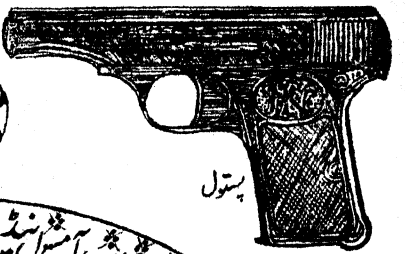
گراموفون و نئے گانون کا عمدہ اسٹاک رکھتے ہین

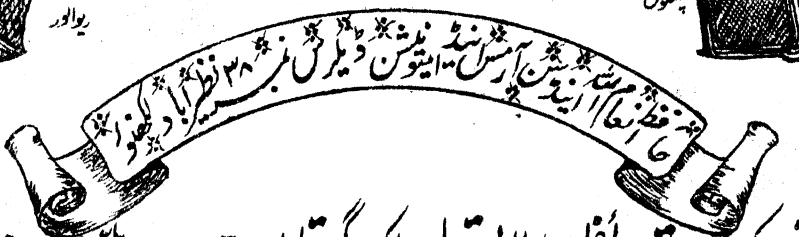
ایک مرتبہ ضرور تشریف لاکر یا فہرست منگا کر سرفراز فرمائیے





کارتوس


پستول



ہر قسم کی بندوقین رائفل ریوالور پستول اسٹک گن تلوارین چھرے اور بلم وغیرہ نیز
کارتوس چھرہ بارود اور جملہ سامان شکار تمام کارخانون سے ارزان اور مناسب قیمت پر مرقومہ بالا
کارخانہ سے دستیاب ہوتا ہے۔ تمام راجہ مہاراجہ تعلقداران رؤسا اور دیگر لائسنس یافتہ حضرات
پچاس سال سے برابر اس کارخانہ کی امداد اور قدردانی فرماتے رہتے ہین۔

آرڈر کے ساتھ کم از کم چہارم قیمت آنے پر بقیہ مال بذریعہ وی۔ پی۔ روانہ کردیا جاتا ہے۔ وہ حضرات
جو مستثنیٰ ہین انکو نمبر اور تاریخ نوٹیفکیشن جس کے ذریعے سے گورنمنٹ نے مستثنیٰ کیا ہے فرمائش کے ساتھ اپنے
دستخط کرکے بھیجا کرین۔ لائسنس دار صاحبان کو فرمائش کے ساتھ اپنا لائسنس بھیجنا ضروری ہے جو انکو بعد
اندراج ضروری واپس کردیا جائیگا۔ ایک مرتبہ ضرور آزمایش فرمائیے۔

مفصل فہرست مفت

لکھنؤ

مینیجر محمد یاسین حافظ انعام اللہ اینڈ سنس آرمس اینڈ ایمونیشن ڈیلرس ۳۸ نظیر آباد



"His Masters Voice."

سرکار دار

ایجنٹ

دی گراموفون کمپنی لمیٹڈ

نمبر ۳۱ امین آباد پارک لکھنؤ

رسالۂ انتخاب لاہور

اکتوبر ۱۹۲۵ء سے نہایت آب و تاب سے جاری ہوا۔ اس میں تمام اخباروں اور رسالوں کے چیدہ چیدہ مضمون شایع ہوتے ہیں بہترین اور مفید ترین تراجم و اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں۔ کاغذ کھائی چھپائی نہایت اعلیٰ۔ حجم ۸۰ صفحات بڑی تقطیع۔ ہر نمبر میں دو تصویریں ہوتی ہیں۔

اسٹاف

(سرپرست) آنریبل نواب سر ذوالفقار علی خان صاحب سی۔ ایس۔ آئی۔ ممبر کونسل آف اسٹیٹ۔

(ڈائرکٹر آف پالیسی) ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین ایم اے۔ بیرسٹر

(مدیران اعزازی) (ابوالمعانی مولانا خلیفہ ہلوی (۲) مولانا شاہ دلگیر اکبرآبادی (۳) شیخ غلام قادر گرامی حضنہ نظام دکن۔

(مدیر) ابوالمعانی حضرت اختر شیرانی الافغانی۔ (معاونین مدیر) جناب رضی اجمیری۔ جناب نظیر لدھیانوی

(ڈائرکٹر آف ڈائرن) (۱) ماسٹر عبدالعزیز آرٹسٹ (۲) میاں فیروزالدین پروفیسر ٹریننگ کالج لاہور

چندہ سالانہ پانچ روپیہ ششماہی تین روپیہ۔ نمونہ پرچہ آٹھ آنہ۔ (علاوہ محصول ڈاک)

المشتہر۔ محمد صادق مینجر رسالۂ انتخاب "مزنگ۔ لاہور"



بحری قزاق

مولفہ جناب مرزا باقر حسن صاحب موزون بی ایس سی۔

امیر یعقوب کا اپنے گم شدہ لڑکے کی تلاش

الیاس و لیلیٰ کا حسن و عشق

قیمت فی جلد عہ

سلیم شاہ کی مکارانہ چالیں ہشام یا خلیل الرحمن کی خوفناک کیتیاں سلیم شاہ کی عبرت ناک موت خلیل الرحمن کا حسرتناک انجام وغیرہ

بالکل نیا اور نہایت ہی دلچسپ سراغرسانی کا نتیجہ خیز فسانہ

بہرام کی رہائی

مولفہ شہور فسانہ نگار مرزا رسوا صاحب بی۔ اے۔ ڈاکٹر آف فلاسفی اینڈ ڈی لٹ ایس۔

جس مین بہرام کی رہائی کے حیرت انگیز واقعات اور اسکے عجیب و غریب کارنامے سیاہ پوش قاتل کی پراسرار زندگی اور خوفناک جرائم کا ارتکاب بہرام اور مہاراجہ کی دلچسپ ملاقاتین اور سنسنی خیز مخفی رازون کا پر لطف انکشاف نہایت ہی موثر دلکش و دلگداز انداز سے بیان ہوئے ہین سراغرسانی کے تمام ناولون سے اس ناول کا طرز ادا اور بہترین فسانہ ہے کاغذ نہایت نفیس چکنا۔ لکھائی۔ چھپائی دیدہ زیب ٹائیٹل پیج پر نہایت خوبصورت دو رنگا رنگین بلاک

قیمت عہ

کروڑپتی چور

جس مین عجیب و غریب واقعات شاطر چور کے پرفتن کرتوت قاتل جاسوس کی حیرت افزا کارگذاریان بیگناہ کی اسیری و رہائی تعجب انگیز نظارے قتل و غارت کے عبرت ناک سین مختصر و موثر الفاظ مین دکھائے گئے ہین۔ خوش نما بلاک۔ قیمت فی جلد عہ

مینیجر جنٹلمین بک ڈپو امین آباد لکھنؤ۔

داراب کی گرفتاری

مولفہ مولانا حشر صاحب مولوی فاضل لکھنوی

ہندوستان کے مشہور ڈاکو داراب کے حیرت کارنامے دوسرے ڈاکوؤں سے مقابلے پولیس کی قابل قدر کوششیں داراب کا اپنی چالاکیوں سے بچنا ایک دیسی ریاست کے ولیعہد سے ساز دوسری ریاست کے حیرت انگیز راز۔ داراب کا عشق اور اپنے ہمراہی ڈاکو کے فریب سے گرفتار ہونا مصنف کا زور قابل داد ہے۔ سراغرسانی اور فوجی چالیں۔ رزم و بزم حسن و عشق تمام خوبیوں سے آراستہ ہے اول صفحہ پر رنگین بلاک ہے۔ قیمت صرف بارہ آنہ (۱۲/)

ممتاز بیگم (مکمل)

بمبئی میں مسٹر عبدالقادر باؤلہ کا ہولناک قتل

امرتسر کی شاہد عنا ممتاز بیگم کے عشقیہ حالات۔ دلگداز واقعات حسن و عشق کے خوشنما مناظر مسٹر باؤلہ کا افسوسناک دلدوز قتل سوز۔ درد محبت مجالس مقتل، عبرت آموز قتل کی عجیب و غریب سازش۔ حیرت انگیز انکشافات۔ تمام واقعات بہت محنت و خوبی سے مرتب ہوئے ہیں۔ مع خوشنما بلاک قیمت فی جلد بارہ آنہ (۱۲/)

خوفناک ڈکیتی

مولفہ مصور جذبات فدا علی خنجر۔ لکھنوی

جسمیں مسٹر حامد حسن سیاح انگلستان و امریکہ کے حیرت انگیز کارنامے جاسوسی کے ساتھ ساتھ بمبئی کے بدمعاشوں کی محیر العقول چالبازیاں آنریبل مرارجی نان جی کے خلف رشید مسٹر مول جی اور مسٹر مول جی کے افسوسناک مصیبتیں۔ مشاہیر سراغرسانوں کی جاسوسیاں نہایت سلاست و خوبی سے بیان ہوئی ہیں۔ پاکٹ سائز۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب مع خوشنما بلاک۔ قیمت فی جلد عہ

مینیجر جنٹلمین بک ڈپو امین آباد لکھنؤ۔

ڈاکٹر سید وحید حسین۔ ایچ۔ ایل۔ ایم۔ ایس مشہور ہومیوپیتھ

دندان و عینک ساز

نمبر ۳۲ و ۳۳۔ امین الدولہ پارک۔ لکھنؤ

نہایت نفیس اعلیٰ درجہ کے عطر اور خوشبودار روغن ملنے کا پتہ

کارخانہ عطر ممتاز حسین مولوی گنج لکھنؤ

امتیاز

محلہ حضوری ٹولہ لکھنؤ جسے دنیا جانتی ہے کہ کے مشہور یونانی حاذق حکیم کے جدِ امجد انتہائی تجربہ کار و حاذق طبیب تھے۔ مدت مدید سے یہ خاندان طب کی خدمت انجام دے رہا ہے۔ اگر سیر و بہت ہو تو ایک بار ضرور استعمال کر کے دیکھئے اشتہاری دواؤں کے مقابلہ میں دیکھئے کون سچا ہے۔

معجون قوی ایک معجون ہے جو اعصاب کو طاقت پہونچاتی ہے مقوی دل و دماغ ہے باعث طعام ہے وہ اندرونی شکایتیں جنہیں آجکل بلڈ پریشر کہا جاتا ہے دور ہو جاتی ہے۔ تمام کمزوری ہوئی قوتیں آجاتی ہیں ایسے مریضوں کے لئے یہ نعمت بخش ہے (۲۱) دن کے لئے ۵ روپیہ

طلائے لاثانی بے ضرر لاجواب علاج ہے اسکے استعمال کرنے سے معلوم ہوگا کہ کیا چیز ہے۔ وہ تمام پرانی شکایتیں جنہیں زندگی بیکار ہو گئی ہے رفع ہو جاتی ہیں۔ وہ طاقت جسکے جانے کا افسوس تھا پھر نئی بہار دکھاتی ہے۔ اسکا حیرت نما فائدہ اسکے استعمال سے معلوم ہوگا۔ (۲۱) دن کیلئے ۵ روپیہ

نوٹ۔ ہر چہ ترکیب استعمال ہمراہ دوا ہوگا۔ یہ ہر دو مرکبات ایک ساتھ استعمال ہونگے۔ محصول ڈاک زمہ خریدار فہرست مجربات دواخانہ سے مفت طلب کیجئے۔

دوا منگانے کا پتہ مہتمم دواخانہ منبع الادویہ نظیر آباد۔ لکھنؤ۔

نوٹ۔ اسپیشلسٹ۔ یہ معمار خونی و بادی بواسیر کی مجرب دوا ہے اسکے استعمال سے مسّے دور ہو جاتے ہیں۔ اور مریض جلد تو انا و تندرست ہو جاتا ہے قیمت فی شیشی ۵ روپیہ محصول ڈاک علیحدہ گنگو بلڈنگ برادرس نمبر ۲۴ ماڈل ہاؤس لکھنؤ۔

بلگرامی بک ایجنسی نظیرآباد لکھنؤ

سے

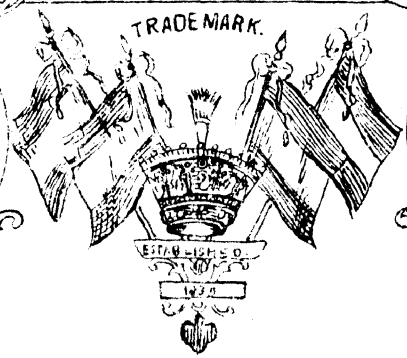
ہر مصنف و مولف اور ہر قسم کی مطبوعہ کتابیں نہایت ارزاں آنے پر روانہ کی جاتی ہیں

مختصر فہرست بلگرامی بک ایجنسی نظیرآباد لکھنؤ

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
مولانا شبلی مرحوم		مولانا شبلی مرحوم		مولانا شرر لکھنوی		مولانا شرر لکھنوی		مولانا شرر لکھنوی	
سیرۃ النبی مجلد حصہ ۱	۳ر	علم الکلام	۱ر	امام شافعی	۱ر	عزیزہ مصر	۱ر	فردوس بریں	۰ر
" حصہ ۲	۳ر	الکلام	۱ر	ابوبکر شبلی	۱ر	فاتح مقتوح	۱ر	شہید وفا	۸ر
" حصہ ۳	۳ر	سفرنامہ روم و شام و مصر	۱ر	جنید بغدادی	۱ر	بابک خرمی کامل	۱ر	حسن بن صباح	۴ر
الغزالی	۱ر	مقالات شبلی عکاروہیرو	۱ر	خواجہ معین الدین	۱ر	الفانسو	۱۲ر	افسانہ قیس	۲ر
سوانح مولانا روم	۱ر	رسائل شبلی	۱ر	سکینہ بنت حسین	۱ر	ایام عرب کامل	۶ر	شب وصل	۲ر
الانتقاد عربی	۱ر	المامون	۱ر	ملکہ نوبیہ	۱ر	فتح اندلس	۳ر	شب فراق	۲ر
دیوان شبلی فارسی	۱ر	سیرۃ النعمان	۱ر	قرۃ العین	۱ر	ماہ ملک	۳ر	اسیری بابل	۴ر
کلیات شبلی	۱ر	مضامین عالمگیر	۱ر	شیرین ملکہ عجم	۱ر	قیس و لبنیٰ	۴ر	زمانہ اور اسلام	۳ر
مکاتیب شبلی حصہ	۱ر	" دوم	۱ر	مخدرات	۸ر	یوسف بچہ کامل	۱ر	الحکم الرضاعیہ	۲ر
" حصہ	۱ر	مجموعہ کلام شبلی	۱ر	مخدرات تیموریہ	۱۲ر	زوال بغداد	۱ر	ہندوستان کی سوانحی	۴ر
شبلی صبح امید	۴ر	"	۱ر	صدپارہ دل حصہ	۸ر	درگیش نندنی	۱ر	ہندو و کا تعلق اردو سے	۴ر
اسلامی مدارس	۴ر	مسلمانوں کی تعلیم	۱ر	" حصہ	۱۰ر	طاہرہ	۱ر	حسن کا ڈاکو	۱ر
اسلامی حکومت	۱ر	آغاز اسلام تمہ اول	۱ر	تاریخ سندھ حصہ	۱۲ر	مینا بازار	۱ر	دربار حرام پور	۱۰ر
جہانگیر	۱ر	بیان خسرو	۱ر	عصر قدیم	۱۰ر	مقدس نازنین	۱ر	آغا صادق کی شادی	۱۰ر
زیب النساء	۱ر	موازنہ انیس و دبیر	۱ر	مسیح اور حیت (نایاب)	۱ر	ردمتہ الکبریٰ	۱ر	غیب دان وطن	۱ر
الفاروق قسم اول	۱ر	برگ گل	۱ر	عرب قبل اسلام (نایاب)	۱ر	فلپانا	۱ر	دیپ کامل	۱۲ر
قسم دوم	۱ر	دستہ گل	۱ر	عقلیہ بین اسلام	۱ر	شوقین ملکہ	۱ر	دلکش	۱ر
شعر العجم حصہ ۱ و ۲	۱ر	حیات جامی	۱ر	تاریخ خلافت	۱ر	فلورا فلورنڈا	۱ر	میوہ تلخ	۱ر
" حصہ ۳ و ۴	۱ر	حیات حافظ	۱ر	اقوام کرد	۱ر	منصور موہنا	۱ر	بدر النساء کی مصیبت	۱ر
" حصہ ۵	۱ر			ہوائے حق کامل	للعہ	حسن اسمٰعیلیہ	۱ر	خوفناک محبت	۱ر
" حصہ ۶	۱ر			لعبت چین	۱ر	ملک العزیز ورجنا	۱۲ر	سرسیدی برقعہ	۱ر

ڈاکٹر سر اقبال شکوہ ۲ر جواب شکوہ ۴ر نالۂ یتیم ۲ر اکبری اقبال ۳ر بلال ۱ر شمع و شاعر ۲ر فریاد امت ۳ر تکمیل ترانہ ۲ر
تصویر درد ۴ر خضر راہ ۴ر طلوع اسلام ۴ر بانگ درا (مجلد) ۸ر اسرار خودی وغیرہ عکاری پیام مشرق ہے

مولانا شبلی نیشنل گرلز ہائی اسکول گرلز کالج و گرلز ٹریننگ کالج گرلز کالج و گرلز ٹریننگ کالج و گرلز ہائی اسکول و گرلز ہائی اسکول و گرلز ہائی اسکول



نمائش گاہ کلکتہ
سنہ ۱۸۸۳ء

نمائش گاہ لکھنؤ
سنہ ۱۸۸۵ء

شاخ دکھلاروض حیدرآباد دکن

شاخ چاندنی چوک دہلی

ہندوستان میں سب سے بڑا عطر کا کارخانہ

صرف

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ

کا ہے

تار کا پتہ "وحنا"

ٹیلیفون نمبر ۱۳۹

جو سنہ ۱۸۳۹ء سے نیکنامی کے ساتھ جاری ہے

نمائش گاہ الہ آباد
سنہ ۱۹۱۰ء

نمائش گاہ ویمبلی لندن
سنہ ۱۹۲۴ء

نمائش گاہ کلکتہ
سنہ ۱۹۰۱ء

مطبوعہ مقبول المطابع نظیرآباد لکھنؤ باہتمام رشید مقبول حسین وصل بلگرامی

تا تو بیدار شوی ناله کشیدم، ورنه
عشق کارے است که بے آه و فغان نیز کنند

(عطیه علامه سر اقبال)

مرقع

دار الادب لکھنؤ کا مقبول جہان عزیز جریدہ

۱۳۴۴ھ

مرتبہ

سید مقبول حسین وصل بلگرامی

"مرقع" کے قواعد وضوابط

(۱) مرقع ہر انگریزی مہینے کی ۵ تاریخ کو دارالادب لکھنؤ سے شایع ہوگا

(۲) مرقع کی قیمت عام خریداروں کے لئے پانچ روپیہ سالانہ مع محصول ڈاک مقررہ ہے، پیشگی وصول ہونا چاہئے۔

(۳) مرقع کا نمونہ بغیر نقد وصول ہوئے روانہ نہیں ہوسکتا۔

(۴) مرقع کی قیمت رؤسا و دیگر معزز اصحاب اور اسکے مربیوں سے انکی ہمت افزائی پر منحصر ہے۔

(۵) جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ کا آنا لازمی ہے۔

(۶) خط وکتابت کے سلسلہ میں خریداری کا نمبر لکھنا ضروری ہے۔

(۷) رسالہ نہ پہنچنے کی اطلاع ہر ماہ کی ۵ تاریخ تک آجانا چاہئے۔

(۸) کوئی مضمون ایسا شایع نہ ہوگا جو مخرب اخلاق ہو یا کوئی خراب اثر پیدا کرسکے۔

(۹) تعلیم یافتہ خواتین کے صرف وہ مضامین نظم ونثر درج ہونگے جو خوبیوں کے لحاظ سے بہترین اور اپنے اثرات کے لحاظ سے نہایت خوشگوار ہونگے۔

(۱۰) مرقع کو موجودہ پالیٹکس یا مذہبی مباحثے سے کوئی سروکار نہ ہوگا

(۱۱) تنقیدی مضامین بھی اس میں شایع ہونگے، مگر وہ بھی ایسے خلوص ہوگا، باہمی نزاعات یا کسی قسم کے تعصب یا کسی بیج کی بنا پر لکھے ہوئے مضامین سے احتراز کیا جائیگا۔

(۱۲) ایسے مضامین جن میں کسی شخص پر چوٹ کی گئی ہو یا اس میں ایسے مضامین ہوں جن سے دوسرے کو رنج کا شائبہ بھی پیدا ہو ہرگز شایع نہ ہونگے۔

(۱۳) جس نظم ونثر کے مضمون میں زبان لغت یا فن کی غلطیاں ہونگی اسوقت تک شایع نہ ہوگا جب تک اسکی مناسب تصحیح اطلاع پانے پر خود صاحب مضمون نہ کردیں۔

(۱۴) مرقع کا مسلک صلح کل ہے وہ انشاء اللہ کبھی دل آزار یا متعصب نہ ثابت ہوگا۔

(۱۵) مرقع کو ذاتیات سے کبھی تعلق نہ ہوگا، وہ اپنے معاصرین سے خواہ وہ اہل جرائد ہوں یا اہل اخبار اتفاق واتحاد پیدا کرنے کی کوشش کریگا اور انشاء اللہ وہ ہمیشہ اسمیں ثابت قدم رہیگا۔

"مدیر مرقع لکھنؤ"

مرقع میں اشتہارات بھیجتے وقت
ذیل کا زرنامہ ملاحظہ فرمالیجئے

تعداد طبع	ایک صفحہ	نصف صفحہ	چوتھائی صفحہ
ایک سال کے لئے	۵	۳	۲
چھ ماہ کے لئے	۳	۲	۱
تین ماہ کے لئے	۲	۱	۰
ایک ماہ کے لئے	۱	۰	۰

ضروری نوٹ

ٹائٹل پیج کے صفحہ ۲ و ۳ و ۴ کی اُجرت کا زرخ اسکے علاوہ ہے جو خط وکتابت سے طے ہوسکتا ہے۔ اُجرت کا پیشگی آنا ضروری ہے

منیجر مرقع لکھنؤ

ڈاکٹر سرور حسین۔ ایچ۔ ایل۔ ایم۔ ایس۔ مشہور ہومیوپیتھ دندان وعینک ساز نمبر ۳ و ۴۔ امین الدولہ پارک۔ لکھنؤ

جہانِ مرقع تصویرِ حسنِ اوست تمام — فہرستِ مضامین — بہ جز تم بہ کہ بندم دل از کہ بردارم

مارچ ۱۹۲۶ء

(۱) مرقع کا فروری نمبر۔ اور جناب ہوش بلگرامی کا مکتوب نامہ ۲

(۲) رشحاتِ جلیل (غزل) نواب صاحب جنگ جلیل الدولہ حضرت جلیل ۳

(۳) فطرت کی گود میں بھولے بھولے بچے جناب سید آغا اشہر لکھنوی ۴

(۴) پرکیت کے مقدس دین فطرت کے مہیا نظم جناب مرزا اصغر علیخاں صاحب اثر لکھنوی۔ بی۔ اے ۶

(۵) ایک کوہستانی نشیب پر آفتاب۔ نیمروز کا منظر جناب مولوی عبدالحی صاحب صدیقی بی۔ اے۔ ۷

(۶) رباعی اثر مرزا اصغر علیخاں صاحب اثر لکھنوی۔ بی اے۔ ۷

(۷) رباعی روان جناب بابو جگت موہن لال صاحب روان ایم اے۔ ایل ایل بی ۷

(۸) تمغائے شاعری (غزل) جناب اصغر گونڈوی ۸

(۹) رباعی فرخ جناب فرخ بنارسی ۸

(۱۰) استاذِ علم و فضل (مولانا عبدالباری رح) کا نوحۂ غم جناب مولانا آزاد سبحانی صاحب ۹

(۱۱) نغمۂ ہستی (نظم) جناب فرخ بنارسی ۱۱

(۱۲) نوحۂ وفات حضرت مولانا محمد عبدالباری رحمۃ اللہ علیہ جناب مولوی رئیس الحسن صاحب رضوی موہانی تخلص بہ بسمل ۱۲

(۱۳) نواب مرزا احمد باقر علیخاں عروج جناب چکبست لکھنوی ۱۴

(۱۴) آہ چکبست چودھری رحم علی صاحب ہاشمی بی اے ۱۶

(۱۵) موت جناب ہوش بلگرامی ۱۷

(۱۶) افکارِ تازہ (غزل) جناب مولوی محمود صدیقی لکھنوی ۲۱

غزل جناب حشمی کاکوروی ۲۱

(۱۷) نشاطِ روح پر ایک نظر جناب مرزا اصغر علیخاں صاحب اثر لکھنوی۔ بی اے ۲۲

(۱۸) تخئیلِ محمود (غزل) جناب خانصاحب محمود علیخان صاحب محمود ۳۱

(۱۹) کلامِ ذاکر جناب ذاکر ٹونکی ۳۱

(۲۰) مادرِ خواب جناب سید حسن صاحب ۳۲

(۲۱) نوائے راز (نظم) جناب از چاندپوری ۳۲

(۲۲) حضرت غالب مرحوم کے دو خطوں کا عکس صفحاتِ خاص

(۲۳) ناٹک ساگر جناب اعظمی۔ کانپور ۳۳

(۲۴) افکارِ شفیق جناب شفیق اڈیٹر وحید العصر حیدرآباد ۳۹

(۲۵) عبودیتِ عبد (نظم) جناب مولوی عبداللہ صاحب عبد ۳۹

(۲۶) جوابِ استفسارات جناب شاہ دان بلگرامی ۴۰

(۲۷) قندِ پارسی (غزل) جناب ہادی مچھلی شہری ۴۳

(۲۸) استفسارات ادبی و شعری جناب اشیم خیرآبادی ۴۴

(۲۹) میر حسن دہلوی کے مطلع کے جواب پر بائیس مقفل سوالوں کا انعام

(۳۰) ذکرِ خیر۔ اردو اخبارات و جرائد پر مختصر ضروری نوٹ اڈیٹر ۴۶

(۳۱) خیر مقدم مرقع (نظم) جناب عزیز بلگرامی ۴۸

(۳۲) تاریخہائے اجرائے مرقع جناب آزاد بیخبوری ۴۸

جناب تسکین قریشی سوندنی ۴۸

عطر جناب جواصغر علی محمد علی تاج عطار لکھنؤ کے کارخانکا بنا ہوا ہے اُسکا نسخہ ہی مختلف ہے

مرقع کا فروری نمبر

اور

جناب ہوش بلگرامی کا مکرمت نامہ

لام پور اسٹیٹ (یو۔پی)
۲۳ فروری ۱۹۲۶ء

برادر مکرم، سلام مسنون۔

ابھی تو "مرقع" کا سرورق..... جو بصورت چہرہ ستلتا جلتا گنگا ہی لباس میں باصد نوازش ہوا تھا کہ دیدہ ہی کا آگہی عالم ہوا تو دنیا کی ہر طرف ہلچل مچی اور مقبول پریس کی قبولیت ..... سے کچھ کم نہ ہیں کیونکہ سادگی کے ساتھ طباعت کی نفاست پاکیزگی اتقان کا پتہ دے رہی ہے۔

مرقع کا مضمون "مضمون" ہے جس کے "جرگہ کوٹ" کے دائرہ کا مرتبہ پہچانا جا سکتا ہے۔ اور "اردو کی قدامت" والا مضمون حکیم ہرمز صاحب کی بڑی تحقیق کا مضمون ہے جن تاکیدوں کو حکیم صاحب نے غلط قرار دیا ہے اردو کے صحیح تداول لکھنے والے ان کو صحیح ہونگے۔ اردو یونہیں تو بگڑ رہی ہے مگر لکھنے والے سکوں اختراع و اجتہاد" سمجھ کر غیر لکھنؤ میں جس سے بیٹھ کر اردو مولانا آزاد۔ مولانا نذیر احمد۔ مولانا حالی اور سرسید کی روح سے فریاد کر کے کہتی ہے کہ جسکو آپ نے پروان چڑھایا، جسکو آپ نے اصلی خط و خال کے ساتھ دنیا میں روشناس کرایا۔ آج آنکھیں بند ہوتے ہی "انگریزی نداق رکھنے والوں نے بذاتی کے اختراعات و خود آرائی کے تصرفات کر کے میری صورت بعد بدل دی اور تو اور مرور کو بھی نہ بنا دیا میرے لباس کو بے تکے پیوندوں سے بنام کر دیا۔ یہ فریاد ان "چاروں" کی روح کو بیقرار کر دیتی ہے۔

حکیم صاحب کا یہ فرمانا بجا ہے کہ "جھم جھم یا چھم چھم میں حکایت اصوت ہے۔ جب "بھوبا" میں صوت ہی نہیں ہے تو حکایت صوت کیسی۔ چونکہ مترنم بارش میں آواز ہوتی ہے اس لئے "جھم جھم" منھ پڑ رہا تھا" بولتے ہیں میرے نزدیک ترجمہ کا قصور نہیں ہے بلکہ زبان سے لاعلمی اور اس پر حاوی نہ ہونے کا سبب ہی لاعلمی اسکے کہنے پر مجبور کرتی ہے کہ "ہمکو دہلی و لکھنو کی تقلید کی ضرورت نہیں" اس لئے صحیح اردو لکھنے کا عجز صاف ظاہر ہوتا ہے۔ "چھم چھم" (جیم فارسی) "پازیب" (خلخال) کی حکایت الصوت ہے۔ اور "جھم جھم" (جیم عربی) کی ذرہ ترارش سے پیدا ہوتی ہے۔

جانثین میناتی (حضرت جلیل) کی غزل کا یہ شعر ؎

اسی پر روتا ہوں کہ دل میں جو نہاں تھے اسرار وہ بھی آنکھوں سے ٹپکنے لگے آنسو ہو کر

خونِ دل اور خونِ تمنا کیونکر کا "دیدۂ عاشق" گہوارہ ہے اور آنکھیں اسکی چولانگاہ، جس پر شعرا نے نئے نئے رنگ چڑھائے، زیادہ ہی جب اس سیل خونی" میں جمود کی کیفیت پیدا ہوئی تو غالب کو بلند آہنگی سے ڈانٹنا پڑا کہ ع

جو آنکھ ہی سے نہ ٹپکے تو پھر لہو کیا ہے

مگر حضرت جلیل نے اپنے مصرع ثانی کے ایک "اسے حرف" بھی "سے وہ تمام مراحل طے کر دیئے اور بتا دیا کہ اس "تلاطم" کو صبر کیا جا سکتا ہے مگر جب "پردہ داری" "نذر پردہ دری ہو جائیگی تو صبر نہیں کیا جا سکتا، اس پر رونا ہی پڑیگا پھر چھپے راز مشہور تھے اور پردہ داری اسکا نام انقلاب ماہیت بتا رہے کہ مشہور تاثیر آنسو، کے لباس میں آکر اپنا مکان ویران کئے جاتا ہے اور آبادی کے بعد بربادی عمر انیت کا نتیجہ ویرانی ہونے والا ہے اس پر پورا بجا ہے۔

علامہ نظم طباطبائی کا یہ شعر ؎

اٹھا یا نہ خنجر لطف نظارہ کا جی بھر کے نہ بسمل کی پاک چھپکی تو قاتل کو بجا آیا

اگر اس شعر کو تاثیرات شباب کہوں تو مولانا کا بڑا پایا، میرے سامنے ہے اگر اسکو واردات صوفیہ کہوں تو مولانا کے ہاتھ نے اس ساغر سے بیحد تین کی ہے، مولانا نقلی تقلید کو غنیمت فرماتے ہیں مگر حسن اتفاق کہ بے حجاب نظر کا خنجر سے اور بلاک کا گردن بسمل سے رمز پیدا ہو ہی گیا، حریفان اردو با شوق دیدار میں بسمل کی پاک کا نہ پھپکنا اور قاتل کا بیباکانہ نگاہ چار کئے رہنا عجیب پر لطف منظر دکھا رہا ہے جب مکلہ شعر اس پایہ پر پہونچ جائے تو بغیر معنی الفاظ معنی پیدا ہونے لگیں تو اس شعر کی داد میں کن لفظوں میں دوں، سوا اسکے کہ بار بار پڑھوں اور لطف اندوز ہوں۔

مولانا کا یہ دوسرا شعر بھی کس قیامت کا ہے ؎

نہ جانے طاقت رفتار کیا کہتی ہے راہ کہ میں اب جھک جھک کے چلتا ہوں کہ سن کی کیا جی آیا

طاقت رفتار کی معذرت اور راہ حیات پر چلتے رہنے کا شوق کیا تڑپ دینے والا ہوا ہے وہ راہ کہ عذر کے جاتی ہے تو میں راہ کر سننے کے لئے بیتاب ہوں۔ ایک تکرار طاقت کی کمزوری کی خفیف کر رہی ہے اور دوسرے شدت شوق کو قوت پہونچا رہی ہے جسکے یہ معنی ہونگے کہ آخری قدم پر بھی حیات کا وہی شوق باقی ہے جو اول قدم پر تھا۔ "سن لوں" کا فقرہ اس امر پر دال ہے کہ جہاں طاقت طاق ہو گئی ہے وہاں سوتے ہوئے قوت بینائی بھی جواب دے گئی ہے۔

مولانا کی ذات پر شاعری ہمیشہ سے نازاں ہے، انکے معلومات کی وسعت، سمندر کی وسعت اور گہرائی کا یقین دلاتی ہے۔ ہر شعر کی شرح شاعر ہی کے قلم سے یہ ایک ایسی واقعہ نگاری ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر تاک کی ذہنیت کا کس قدر صحیح اندازہ رکھتا ہے مولانا کی شاعری گل و بلبل کی فرسودہ شاعری نہیں ہے بلکہ وہ توسعتارہ کے پردے میں تخیل کی لپیٹ میں حکمت و موعظت کے دریا بہا دیتے ہیں جن سے ہر عام شاعر اور داغوں کی شکل سے رسائی ہوتی ہے کیونکہ مولانا کی شاعری میں وسیع نظری کے بیشمار سوتے جاری رہتے ہیں۔

خان بہادر سید محمد ہادی صاحب ڈپٹی کمشنر کی شاعرانہ شوق کمال پر ہو گئی ہوئی ہے وہ تو ایسی ایسی سنگلاخ زمینوں پر شگفتہ شعر اگا دیتے ہیں جس سے بڑے بڑے شاعر حیران ہو جاتے ہیں، کلکٹری کی حالت میں بھی شاعری سے لگاؤ رہا اور وزارت بھی شاعری سے رشتہ جوڑے رہنے سے نہ چھوٹی انکی بے تکلف زبان سے شعر سننے کا موقع ملا ہے۔ وہ غزلیں بھی کہتے ہیں اور قصیدے بھی فلسفیانہ خیالات کو تغزل کے سانچے میں ڈھالتے رہتے ہیں، مگر افسوس ہے کہ خان بہادر صاحب کی شاعری چھوٹے چھوٹے پرچونیں کا دارہ گردی کرتی رہتی ہے۔ انکی مصروفیتیں تو اجازت دینے سے ہیں کہ یہ مصنوعی فرزند ذہنی پیدا کرتے ہیں اگر بے خیالی کا یہی عالم رہا تو آنے والا زمانہ انکو شاعر کی حیثیت سے کیوں یاد کرنے لگا۔ وہ تو کھڑے کھڑے "شکر" بھی کھٹواتے رہتے ہیں اور شوہ ماہی مشین سے ہٹ کھٹا ہٹ اوریس پسا کر نکلتے رہتے ہیں۔ خالی اپنے مضامین کو لئے ہوئے انکے سامنے کھڑے رہتے ہیں اور وہ یہ قطع پڑھتے ہوئے بچپ گودگا ہوں سے گزر جاتے ہیں کہ:-

سر بازار کی ہیں صلواتیں لاکھوں راہ چلتے ہیں یہ بادی نے کدھر دیکھ لیا

میں آنکھوں کا ابو العتابا ہیں سمجھتا ہوں لیکن شکر ہے کہ انکا شعر سمجھ لیتا ہوں۔ ہر شاعر کی ترقی کی کامیابی کے لئے دعا مانگتا ہوں حلقۂ شاعرہ بڑھانے کی فکر میں ہوں۔ والسلام

خاکسار "ہوش" بلگرامی

جلد — مارچ سنہ ۱۹۲۶ء — نمبر ۳

مرقع

بہ عکسِ روے تو ہمرنگ روحِ انسان است ۱۹۲۶ء ز حسن و عشق مرصّع مرقعِ جان است

رشحاتِ جلیل

از جناب نواب فصاحت جنگ جلیل اکبر حضرت جلیل جانشین حضرت امیر مینائی

دلکشی چشمِ سیہ مین رہی جادو ہوکر
دلربائی تری زلفون مین بسی بو ہوکر

ابتو دان آٹھ پہر شانہ ہے آئینہ ہے
رہ گئے وہ بھی اسیرِ خمِ گیسو ہوکر

کثرتِ غم سے جو گھٹتا ہے دمِ آرمانون کا
دل سے آنکھون مین چلے آتے ہین آنسو ہوکر

آنکھ تھی نرگسِ بیمار جو دیکھا دل کو
شوخیان کرنے لگی نرگسِ جادو ہوکر

التجا رحم کی صیّاد سے کب تک بلبل
پھونک دے دام و قفس گرمِ فغان تو ہوکر

دل ہوا تیر کا شرمندۂ احسان کیسا
بہہ گیا دیدۂ خونبار سے آنسو ہوکر

دستِ قاتل نے دیا اپنی نزاکت کا ثبوت
رہ گیا تیر کلیجے مین ترازو ہوکر

باغبانِ سنبل و گل مین تو کوئی حُسن نہ تھا
رنگ لائے ہین شبیہِ رخ و گیسو ہوکر

کہتی ہے بلبلِ شیدا کہ نہ چھیڑ انکو صبا
عشق کا راز ہے غنچون مین نہان بو ہوکر

اب نہ کہنا کہ نہین قتل کی عادت مجھ کو
مجھ سے ہوتا ہے جُدا جان مری تو ہوکر

صبح ہو خیر سے یارب کہ شبِ غم میری
بڑھ چلی ہے کسی معشوق کا گیسو ہوکر

اِس سخن سے ہوئی ظاہر یہ حقیقت کہ جلیل
دل مین کرتے ہین اثر شعر بھی جادو ہوکر

صرف اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا بنایا ہوا عطر خالص ایسا ہے جسکو تمام ہندوستان مین مقبولیت حاصل ہے

فطرت کی گود مین بھولے بھولے بچے

صفحۂ عالم پر فطرت کے بنائے ہوئے بہت سے ایسے نقش موجود ہین، جنکو عالم محسوسات پر دوڑنے والی نظر نے ابتداے آفرینش سے اپنی جولانگاہ بنایا۔ مگر اُنکا اثر دل سے متجاوز ہوکے زبان و قلم تک نہ آیا، اور نہ آسکیگا۔

شام ہورہی ہو۔ آسمان تک ایک شعاع ریزتارا دنیا کے دھندلے رنج پر دھیمی دھیمی روشنی ڈال رہا ہو۔ مطلع اُفق کے ساغر مین ہلکے گلابی رنگ کی شراب ہوا کی خنکی مین جذب ہورہی ہو۔ محفل دنیا کا ایک ذی روح وذی حس فرد مست نظارہ ہو، اسکی محدود نظر ہزار دن میل کے فاصلے پر روشنی ڈال رہی ہو، عقل سلیم ساتھ دے رہی ہو اور حواس مجتمع ہون۔ بھلا اُس سے نرم اور سنجیدہ الفاظ مین یہ سوال کرکے دیکھئے۔ "تو کیا دیکھ رہا ہے۔ اور کیون دیکھ رہا ہے؟" پہلے سوال کا تو غالباً وہ یہ جواب دیگا کہ آسمان کا ایک سمٹا ہوا نور (جسکو عرف عام مین ستارہ کہتے ہین) دیکھ رہا ہون۔ مگر دوسرے سوال کا اُسکے پاس جواب نہین، سوا اسکے کہ یہ سمان اُسکو بھلا معلوم ہوتا ہے، یا اُسے دیکھنے کو خواہ مخواہ اُسکا جی چاہتا ہے، اور بس۔ اگر اس سے زیادہ تشریح کی کوشش کریگا تو سوا اسکے کہ اُسکی زبان پر کچھ بھٹکے ہوئے الفاظ آجائین اور کچھ نہین، اُسکی نظر کے عمل نے جو اثر اُسکے دل کی باریک گون پر ڈالا ہے اُسکا بیان قالب الفاظ مین نہین سما سکتا۔ یہان تک وارداتِ قلبی کا تعلق ہے۔ انسان جانتا سب کچھ ہے مگر اُسکے اظہار پر قادر نہین۔ باوجود اسکے کہ اُسکے حواسِ خمسۂ ظاہری و باطنی، دونون پختہ ہوچکے ہین۔ اُسکا ادراک اُسکو ہر چیز کی کچھ نہ کچھ ماہیت بتا دیتا ہے۔ لیکن وہ انسانی تصویرین جنکو دستِ قدرت نے ابھی ابھی تیار کرکے نگارخانۂ دنیا مین بھیجا ہے، اور جن پر احساس و ادراکِ بشری کا تازہ رنگ چڑھایا گیا ہے۔ آیا اُنکو بھی فطرت نے کچھ موقع دیا ہے کہ اپنے قوائے ظاہری و باطنی سے کام لین۔ اگر وہ کام لیتی ہین تو کیونکر اور کیا کام لیتی ہین۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ فرشتہ نما مرقعے (بھولے بچے) جن پر آفتابِ فطرت کی سیدھی کرنین پڑتی ہین کہان تک اس عالمگیر مقولے کے مصداق ہوسکتے ہین کہ "بچے نادان ہوتے ہین" کیا اِس جملے کے یہ معنی ہوسکتے ہین کہ وہ غریب کچھ دن ہوئے کہ اپنے باپ اور نورانی مرکز کو چھوڑ کے آیا ہے۔ اِس وجہ سے اُسکی نظر بیان کے مناظر سے آشنا نہین۔

ہان اگر اُسکا قابلِ تعظیم دادا (آدم) اِس پست کُرے مین پھینکا جاتا، اور اُسکی گودی بھری باعصمت دادی (حوا) اُسکا ساتھ دیتی تو غالباً فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ کی آواز اُسکے کان تک نہ پہنچتی۔ مگر کیون نہ پہنچتی، اُسکو قالبِ خاکی مین آنا تھا اور ضرور آنا تھا۔

پیارے بچے کو "نادان بچہ" شاید اس وجہ سے کہتے ہین کہ وہ اِس نئی دنیا مین جہان وہ لایا گیا ہے بالکل اجنبی ہے، اُسکے قوائے مدرکہ ابھی ادراکِ مادیات سے بیگانہ ہوتے ہین، مگر اُسکی نظر اپنے روحانی مرکز کو ڈھونڈھتی ہے اور نہین پاتی، اُسکی بیدردی عالمِ تجرد کا خواب، اُسکی نیند خمارِ تجرد کی تصویر، محبت بھری مان اُسکو اپنے آغوش مین لے کے لوریان دیتی ہے، مگر وہ خاموش لیٹا رہتا ہے، مگر جب اُسکی فطرت اُس سے باتین کرتی ہے تو وہ خود بخود مسکرانے لگتا ہے۔ جبھی روتا ہے اور اُسکے رخسار پر آنسو بہتے ہین تو والدین کے دل مین

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا بنایا ہوا عطر حنا ہر موسم مین استعمال کیا جا سکتا ہے

تیرون کا کام کرتے ہین - اور جب ہنستا ہے تو اُنکا دل مسرور ہوتا ہے بچے کی تکلیف کا سبب تو ہم بتا سکتے ہین - مگر اُسکی خوشی کا سبب ہمکو معلوم نہین، اور اگر معلوم بھی ہے تو اپنے علم کے مطابق - یقیناً نہین - نہ معلوم اُسکا وقت کس مصروفیت مین گزرتا ہے - شاید اُسکی روح ہر وقت اِس فکر مین غرق رہتی ہو کہ دونون عالمون کے شایین تقابل کرے - اور شاید اُسکی یہی کوشش اُسکے قوائے ظاہری باطنی کو جلد جلد ترقی دینے لگتی ہے - کچھ دنون کے بعد اُسکو معلوم ہوتا ہے کہ کسی خواب کی تعبیر مل رہی ہے - مگر ذرا اور چونچال ہو کے خوابِ وش کو اپنے دماغ سے بالکل محو کر دیتا ہے، یہان تک کہ اُسکی زبان سے کچھ پیارے پیارے الفاظ نکلنے لگتے ہین جو اُسکے پالنے والون کے کانون مین چنتی زبان کا لطف پیدا کرتے ہین -

یہی بچہ جب جوان ہوتا ہے تو اُسکا دل، اُسکا دماغ، اُسکی تمام قوتین، مصروفِ کار ہو جاتی ہین، مگر وہ قلیل وقت جو اُس کو تفکرات دنیوی کے علاوہ ملتا ہے، اُسمین اگر وہ عالمِ مادیات سے قطع نظر کر کے روحانی اثرات کے متعلق کچھ خیال کرتا ہے - تو قدرے مشق کے بعد اُسکو محسوس ہونے لگتا ہے - کہ وہ کبھی کسی ایسے عالم مین تھا، جہان کے مناظر اِس کُرے کے مناظر سے بالکل جُداگانہ تھے - اُسکی نظر محسوس کرنے لگتی ہے کہ اُسکے سامنے ایک مادی پردہ حائل ہوا اور رفتہ رفتہ اُسکا حجم بڑھتا گیا - یہان تک کہ اب پردے کے اُدھر کے مناظر سامنے نہین -

گو مناظرِ سحر و شام اُسکو نظر فریب تصویرین دکھاتے ہین، اور اُنکا اثر اُسکے دل کی رگون مین پیوست بھی ہو جاتا ہے - مگر جس وقت ازل کے نورانی فضا کی کوئی کرن اُسکے حساسات کو جگاتی ہے تو اُس تنگ ظاہر کی طرف سے رخ پھیر لیتا ہے -

بہت سے لوگ دُنیا مین ایسے ملین گے جو زندگی کی کشمکش سے تنگ آ کر چیخ اُٹھتے ہین "ہم طفلی ہی مین نذرِ اجل ہو جاتے تو اچھا تھا" اِس خواہش سے یہ مُراد نہین کہ وہ دُنیا مین رہنا نہین چاہتے - بلکہ اسکے معنی یہ ہین کہ وہ آرامِ روح اور آرامِ جسم جو طفلی مین حاصل تھے اُنکے مقابلے مین تکلیف مَوت کی کوئی ہستی نہ تھی -

جس طرح ایک تیز پتلی گلاب کے پھول کا طواف کرتی ہے، اس طرح ایک بچے کی نظر عالمِ ارواح کی ہر لطیف شے پر مستانہ وار نثار ہوتی ہے - تتلی پھول سے خوشبو جذب کرتی ہے، مگر ایک معصوم کی نظر مناظرِ روحانی کے پاک اور لطیف اثرات جذب کر کے روح کو قوت دیتی ہے -

قانون قدرت عالمِ مادیات کے ہر ذرے کے لیئے یکسان ہے **تکلیف و راحت، خوشی و غم** مین ہر ذی روح شریک ہے - خواہ وہ بچہ ہو، جوان ہو، یا بوڑھا - مگر غور طلب امر یہ ہے کہ بچے کو اگر کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ وقتی تکلیف ہوتی ہے (وہ بھی جسمانی) جو ایک مقررہ وقت پر ختم ہو جاتی ہے - مگر جوان اور بوڑھے کے تکالیف اکثر ایسے ہوتے ہین جو ہمیشہ کے لئے دل مین نشتر بن کے رہ جاتے ہین اگر کوئی یہ کہے کہ بچے کی روح احساس نہین کرتی تو شاید یہ درست نہ ہو - اُسے احساس ہوتا ہے اور ضرور ہوتا ہے، مگر فطرت اُس اثر کو جلد سے جلد اُسکے دماغ سے زائل کر دیتی ہے کہ اُسکے نشو و نما مین خلل نہ واقع ہو - کیونکہ اکثر جوان اور تندرست آدمی جب کسی زبردست تکلیف کا شکار ہو جاتے ہین تو پھر نہین پنپتے - ایسی حالت مین عہدِ طفولیت جس قدر یاد آئے تھوڑا ہے، - ایک انگریز شاعر کہتا ہے

"مجھے بچون مین چھوڑ دو، تو مین بہت آرام سے موت کا مقابلہ کرون"

واقعی آدمی کیسا ہی رنجیدہ خاطر ہو، پریشان خیال ہو، تھوڑی دیر بچون مین بیٹھے، تو اُسکی فکر، اُسکا تردد تھوڑی دیر کو معطل ہو جاتا ہے

علاوہ عطر حنا کے جملہ قسم کے صندلی عطریات اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے طلب فرمائیے

بچے سے فطرت خود محبت کرتی ہے اور دُنیا سے محبت کراتی ہے معصوم بچہ جب دنیا کی پہلی ہوا کھاتا ہے، اور والدین کی نظر اُسکے بھولے بھولے چہرے پر پڑتی تو محبت کا بیج دلون مین بیٹھ جاتا ہے۔ اور آخر عمر تک اس پہلے تخم سے شاخین پھوٹتی رہتی ہین۔

افسوس وہی بچہ جسکا چہرہ نورانی، جسکے افعال دل خوش کن جسکی نظر محبت انگیز، اُسی کو زمانہ ایک وقت انقلابات کا نشانہ بنالیتا ہے۔ دُنیا کے مکروہات اُسکی صورت بدل دیتے ہین۔ اُسکی آنکھین حزن و ملال کی تصویرین بن جاتی ہین۔ یہی کُرۂ خاک اُسکی ہزارون اُمیدون کو مٹی مین ملا دیتا ہے۔ یہان تک کہ ایک روز وہ خود خاک کے ذرّون مین مل جاتا ہے، اور اُسکی پاک روح جو کچھ دن اُسکی رفاقتِ جسمانی کے لئے آئی تھی، خوش خوش عالمِ بالا کی طرف پرواز کر جاتی ہے، اور اپنے مرکزِ اصلی مین ہمیشہ کے لئے قیام کر لیتی ہے،

سید آغا اشہر لکھنوی

پُرکیف کس قدر ہین فطرت کے یہ مظاہر

(جناب زاہد علی خان صاحب آثر لکھنوی بی، اے)

غنچے چٹک رہے ہین طائر چہک رہے ہین (۱) گلشن مہک رہا ہے اُف! تیرا اسکرانا
پرکیف کس قدر ہین فطرت کے یہ مظاہر

موجین شراب کی ہین جھونکے ہوا کے (۲) ہر روح مست جس سے وہ وقت ہے سہانا
پرکیف کس قدر ہین فطرت کے یہ مظاہر

اٹکھیلیان صبا کی رنگینیان سحر کی سر جوڑ کے گلون سے غنچون کا پھر لجانا
پرکیف کس قدر ہین فطرت کے یہ مظاہر

مشرق کی سمت جاگا مغرب مین کچھ سیاہی وہ رات بھر کے جاگے تارون کا جھلملانا
پرکیف کس قدر ہین فطرت کے یہ مظاہر

دیکھے ہے ایک طوفان عشرت ہر تن مین شبنم سے کوئی سیکھے سجدے مین سر جھکانا
پرکیف کس قدر ہین فطرت کے یہ مظاہر

نقیش کو کرتے گویا جھٹکا دیا ہے وہ دس مین نہا کر بنرے کا لہلہانا
پرکیف کس قدر ہین فطرت کے یہ مظاہر

تجھ سے جدا نہین ہے ہر گز خیال تیرا کثرت ہے عکس وحدت جب سے یہ از جانا
پرکیف کس قدر ہین فطرت کے یہ مظاہر

وہ شوخ پی کہان کا وہ کوک کوئلون کی کوکو وہ فاختہ کی چشمے کا گنگنانا
پرکیف کس قدر ہین فطرت کے یہ مظاہر

موجون پر ایک وقت ساحل پہ وجد طاری چرواہے کا لب جو وہ بانسری بجانا
پرکیف کس قدر ہین فطرت کے یہ مظاہر

اڑنا بھنبھیریون کا تالاب کی وہ خنکی وہ پھول پر کنول کے بھونرے کا بیٹھ جانا
پرکیف کس قدر ہین فطرت کے یہ مظاہر

جنگل مین ڈھاک پھولا آگ سی لگی ہے گلشن بھی ہم نے دیکھا صحرا بھی ہنستا پایا
پرکیف کس قدر ہین فطرت کے یہ مظاہر

ہر شے مین ایک جلوہ پوشیدہ آشکارا تو میرا مین ہون تیرا، اب میرا کیا ٹھکانا
پرکیف کس قدر ہین فطرت کے یہ مظاہر

کیون امتیاز کیجے ناقوس اور اذان مین گو ساز مختلف ہین، ہے ایک ہی ترانا
پرکیف کس قدر ہین فطرت کے یہ مظاہر

کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے لئے تار کا پتہ صرف "حنا" لکھنؤ کافی ہے

ایک کوہستانی نشیب پر آفتاب نیمروز کا منظر

آفتاب نیمروز کوہستانی نشیب کی طرف جھک رہا تھا۔ بلند و گنجان اشجار کے جھرمٹ ہر طرف پھیلے ہوئے تھے جنکا خزانی رنگ ہزارون قسم کے سدا سہاگ درختون کے تر و تازہ سبزیون سے ملا ہوا تھا۔ ان جھرمٹون مین سورج کی روشنی کچھ اس طرح جذب ہو رہی تھی کہ بعینہ یہی معلوم ہوتا تھا کہ جیسے نور کی بارش ہو رہی ہے۔ متجلی اشجار کے رنگ گویا رنگ نہ تھے بلکہ کچھ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے درختون مین آگ لگی ہوئی ہے، سرخ، شہابی و ارغوانی رنگ کے درخت جو مسرت فضا مین کھڑے جھوم رہے تھے وادی کے اندر آفتاب کی شعاعون کی بارش مین ڈوبے ہوئے تھے پتا پتا ارتعاش مسرت اور اہتزاز زندگی سے کانپ رہا تھا۔ ہر وہ پتہ جس پر سورج کی کرنین پڑ رہی تھین۔ کبھی ایک شعلۂ جوالہ معلوم ہوتا تھا، اور کبھی ایک نقش زمردین، وادی کی گہرائیون مین دور دور تک سبز محرابی ایسی ایک بلورین سمندر کی بلند امواج کے خلا کے مثل معلوم ہوتی تھین اور سمندر کے جھاگ کی طرح جگہ جگہ خوشنما پھولون کے ابنار کنارون پر لگے ہوئے تھے، تاریخی رشحات کی نقرئی دھاریان وادی کے چارون طرف ہوا مین لوٹتی پھرتی تھین، اور چٹانون کی بھوری دیوارون پر سے ٹکرا ٹکرا کر ہزارون چھوٹے چھوٹے ستارون مین پاش پاش ہو جاتی تھین، اور جیسے جیسے ہوا کے نازک اور نرم جھونکے انکو ابھارتے یا گراتے تھے ویسے ویسے وہ کبھی مدہم پڑ جاتی تھین اور کبھی دمک اٹھتی تھین۔ سبزہ زار کا ہر خطہ فردوس کے فرش زرین کی طرح لہک رہا تھا اور جس طرح غروب کے وقت بادلون مین سے بجلی چمکتی ہے، اسی طرح ہوا کے جھونکون مین درختون کی جنبش سے وادی کے اندر سورج کی شعاعون کی ہزارون بجلیان کوند رہی تھین۔ سیاہ چٹانون کے بے حس ابنار باوجود تاریک ہونے کے سرخ کائی سے دمک رہے تھے۔ اور اپنے پر تمکنت خاموش سایہ کو مضطرب بجلیون پر پھیلائے ہوئے تھے۔ انکے دامن مین انکی سنگین خلا کو آب روان کے شفاف چشمے ایک غیر منضبط موسیقی اور نیلگون کہرے سے متموج کئے ہوئے تھے۔ اسکے علاوہ سنگین بلندیون کے سنجیدہ اور منور سکوت کے بے پایان فاصلون کے درمیان گلاب و عنبر کے ہزارہا جھاڑ متبرک بادلون کی طرح جن مین تاریکی کا کہین پتہ نہ تھا، بلکہ جو محض منور و متجلی کرنے ہی کے لئے اپنا وجود رکھتے تھے، دور دور تک کھائی دیتے تھے۔ یہان تک کہ سفید اور آنکھون کو خیرہ کر دینے والی انتہائی فضا کی چمک سمندر کی تیز روشنی مین مل کر غائب ہو جاتی تھی۔

(ترجمہ) محمد عبدالحی صدیقی۔ بی۔ اے۔ (علیگ)

رباعیِ اثر

کہنا اور زار زار رونا اچھا ہان عشق کا اعتبار کھونا اچھا
لیکن کسی کافر کی نگہ سے لے دل
اب تو نہ کبھی دوچار ہونا۔ اچھا

(مرزا جعفر علیخان بی اے اثر لکھنوی)

رباعیِ روان

جب نفس پہ فیتحاب ہو جاتا ہے انسان رفعت مآب ہو جاتا ہے
اُف سوزشِ عشق کی یہ ادنیٰ تاثیر
ہر داغِ دل آفتاب ہو جاتا ہے

(بابو جگت موہن لال روان ایم اے۔ ایل ایل بی)

تمام ماہران فن نے اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنو کے عطر حنا کو بہترین عطر مانا ہے۔

معمائے شاعری

مرسلہ جناب خواجہ مسعود علی صاحب ذوقی "سکریٹری" انجمن حدیقۃ الشعراء مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

یعنی جناب اصغر گونڈوی کی وہ غزل جو علیگڑھ جبلی کے زمانہ میں آل انڈیا مشاعرے کے موقع پر پڑھی گئی تھی۔ یہی وہ غزل ہے جس پر کل انڈیا مشاعرہ کی انتخابیہ کمیٹی نے بعد اتفاق رائے اُن تمام غزلوں میں بہترین قرار دیا جو مشاعرہ میں پڑھی گئی تھیں اور اسی غزل پر ایک طلائی تمغہ جو بہترین غزل کے لئے مقرر کیا گیا تھا جناب اصغر کی خدمت میں پیش کرنے کا اعلان کیا۔ وصل بلگرامی

نمایاں کر دیا اس نے بہارِ روئے خنداں کو
کہ دی نغمہ کو ہستی رنگ کچھ صبحِ گلستاں کو

زرا رو کے ہوئے موجِ تبسمہائے پنہاں کو
ابھی یہ لے اڑیگی بجلیاں تارِ رگِ جاں کو

زرا تکلیفِ جنبش دے نگاہِ برق ساماں کو
جہاں میں منتشر کر دے مذاقِ سوزِ پنہاں کو

یہاں کچھ نخل پر بکھرے ہوئے اوراقِ رنگیں ہیں
مگر اک مشت پر سے پوچھیے رازِ گلستاں کو

سُنا ہے حشر میں شانِ کرم بیتاب نکلیگی
لگا رکھا ہے سینے سے متاعِ ذوقِ عصیاں کو

بس اتنے پر ہُوا ہنگامۂ دار و رسن برپا
کہ لے آغوش میں آئینہ کیوں مہرِ درخشاں کو

دکھائی صورتِ گل پر بہارِ شوخیِ پنہاں
چھپایا معنیِ گل میں کبھی حسنِ نمایاں کو

قفس ہو دام ہو کوئی چھڑا اے اب یہ تا ممکن
ازل کے دن سے کلیجے میں بٹھایا تھا گلستاں کو

اب ان رعنائیوں پر شکوۂ جور و ستم کیسا
کہ خواب آلود اس نے کر لیا چشمِ پشیماں کو

ہوئے جو ماجرے خلوت سرائے راز میں اُس سے
نہ کفر اب تک ہوا واقف خبر اسکی نہ ایماں کو

تمنا ہے نکل کر سامنے بھی عشوہ فرما ہو
کوئی دیتا ہے جنبش پردۂ بیتابیِ جاں کو

نہ میں دیوانہ ہوں اصغر نہ مجھکو ذوقِ عریانی
کوئی کھینچے لئے جاتا ہے خود جیب و گریباں کو

رباعیِ فرخ

راحت کی جسے ہوس ہے دیوانہ ہے
ہر حال میں جو خوش ہے وہ فرزانہ ہے

دم بھر کی ہے بس بہارِ باغِ عالم
کل پھول کھلے تھے آج ویرانہ ہے

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے کارخانہ کا عطر جناجس قدر پرانا ہوگا اُسیقدر اُسکی خوشبو دیرپا اور خوشگوار ہو گی

استاذِ علم و فضل (مولانا عبدالباری رحمۃ اللہ علیہ) کا نوحۂ غم

ذیل میں ہم جناب مولانا آزاد سبحانی صاحب کا وہ مضمون درج کرتے ہیں جو جناب ممدوح نے حضرت قیام الدین مولانا مولوی حاجی محمد عبدالباری فرنگی محلی کے وصال پُرملال کی خبر وحشت اثر سے سنا باوجود اسکے کہ آپ کے اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان ہمیشہ اختلاف رہا) متاثر ہو کر تحریر فرمایا ہے اور جسمیں اپنے دلی جذبات۔ اپنے خیالات اور اُن امور کا ذکر کیا ہے جن کے لئے دنیا ہمیشہ افسوس کرتی رہے گی اور نہ کر سکے گی۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی ذات وہ ذات گرامی صفات تھی جسکی نظیر ملنا دشوار ہے۔

مجھے مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے کم از کم پچیس سال سے شرف نیاز حاصل تھا اور سلسلۂ طریقت میں حضرت قطب الاقطاب سرکار بانسہ قدس سرہٗ سے جو نسبت اور توسل آپکو اپنے جدِ اعلیٰ آتا تھا اُسی کا میں بھی نام لیوا ہوں اور اس طرح جو صدمہ اور رنج مجھے آپکے وصال سے ہوا اُسکی کیفیت بیان میں نہیں آسکتی۔ اور میں کہہ سکتا ہوں کہ آپ سے واسطہ رکھنے والے تو واسطہ رکھنے والے آپکے جاننے والے تو جاننے والے ہر وہ شخص جس نے کبھی آپکو نہیں دیکھا۔ کبھی آپ سے نہیں ملا صرف نام ہی سنا ہے اُسکو بھی صدمہ اور دلی صدمہ ہوا ہوگا۔

آپ کی ذات مُلک کے لئے مبارک۔ ہر قوم و ملت کے لئے مسعود اور مسلمانوں کے لئے فلاح و بہبودی کا باعث تھی۔

مسائل حاضرہ اور چند دیگر مسائل میں بہت سے اصحاب آپ سے اختلاف رکھتے تھے لیکن آج اُنکی بھی یہ حالت ہے کہ اس صدمہ سے مغموم و ملول ہیں اور یہ سمجھکر کہ مجموعی حیثیت سے آپ میں کتنے محاسن کتنی خوبیاں اور کتنے فیوض و برکات تھے۔ آپ کو یاد کرتے اور آپکے وصال کا اظہار رنج و غم کر رہے ہیں۔

مولانا ۹ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ بروز یکشنبہ عالم ظہور میں آئے اور اُنچاسویں سال میں ابھی آپنے قدم بڑھایا ہی تھا کہ ۲ رجب المرجب ۱۳۵۲ھ کو آپ پر فالج کا سخت اثر ہوا۔ یہاں تک ۵۶ گھنٹہ اس مرض میں مبتلا رہکر ۴ رجب ۱۳۵۲ھ کو ۱۱ بجے شب کے قریب اس جہان فانی سے کوچ کر کے عالم جاودانی چلے گئے ۵ رجب کو ایک بجے دن کے باغ حضرت مولانا فضل رحمۃ اللہ علیہ میں اپنے والد ماجد حضرت مولانا عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے پائین۔ سنگ مرمر کے ایک کٹہرے میں جو پہلے سے تیار تھا سپرد خاک ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپکے وصال پر جو کچھ رنج و غم ہو کیا جائے کہے۔ خداوند کریم آپکو وہاں بھی درجات عالیہ عطا فرمائے آپکے جانشین جناب مولانا قطب الدین عبدالولی صاحب (جن سے زمانہ اور آپکے متوسلین کی بہت سی امیدیں وابستہ ہیں) آپ کے نعم البدل ثابت ہوں اور تمام اعزہ کو صبر جمیل عطا کرے اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے نور چشم لخت جگر کی عمر میں ترقی دے اور علم و عمل کی دولت نصیب کرے اور خلق کیواسطے فیوض و برکات کا مظہر بنائے۔ آمین۔ (وصل بلگرامی)

استاذِ علم و فضل اور یادگار کمال و تحقیق حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ، عالم شہادت سے گزر کر، عالم غیب کو راہی ہو گئے یہ سانحہ عالم کی کا تو ایک معمولی واقعہ ہے، عالم، تو، تسلسل حوادث و سوانح کا نام ہی ہے یہاں کارگاہ تعمیر و تخریب میں اس کے سوا ہونا ہی کیا ہے کہ ہر آن بے شمار انقلاب وجود میں بنتے اور بگڑتے رہیں اس طرح کہ بننے والوں کا حساب ہے، نہ بگڑنے والوں کا شمار و اعتبار یہاں تاثر و امتیاز کا بھی پتہ نہیں، نہ مصالح و مرعایات کا کچھ اثر یہاں بے تعلقی محض اور مساوات مطلق ہے یہاں سب کیلئے حدوث و فنا ہے اور ہر ایک

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا ایجاد کردہ عطر حنا ہے جسکا استعمال ہر موسم میں خوشگوار ہے

کیلئے حدوث وفنا کی ایک ہی سطح ہے، اسی سطح پر، ہر موج کو اُبھرنا اور بیٹھنا اور ہر حباب کو بننا اور ٹوٹنا ہے،

اور اس لئے یہاں کسی آنے والے پر کوئی سچا موقع مسرت وتہنیت ہے اور نہ جانے والے پر کوئی واقعی گنجائش حسرت افسوس وتعزیت، لیکن عالم کلی کے ایک محدود حصے میں، جس کا نام عالم انسانی ہے جہاں اضافات واعتبارات اور تعلقات وحیثیات نے چھوٹائی اور بڑائی اور اہلیت ونااہلیت کے اعتباری مرتبے قائم کردیئے ہیں اگرچہ یہ بھی عالم انسانی کی مخلوقی وناپختگی کا آئین عارضی ہے جسکو درجۂ پختگی میں پہونچکر یقیناً غائب ہوجانا چاہیے گا، مولانا کا سانحہ وقت کا ایک سانحۂ عظیم ہے، خصوصاً ہمارے ملک کیلئے، اور زیادہ خاص ہماری قوم کیلئے، اور بھی زیادہ خاص جماعت علما کے لئے اور بجا ہے اگر اس سانحہ پر عام رنج والم کیا جائے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل وکمالات کا تو رشتہ گفتگو ہی تا تو اب فضول ہے، انکے فضائل وکمالات انکی روح کے ساتھ ہی عالم تعلقات سے بے رشتہ ہوچکے، ہاں انکی یادگار اُن کا تذکرہ جن سے ان کے قدردانوں اور وابستوں کا واقعی تعلق ہوسکتا ہے فائدہ سے خالی نہ ہوگا تذکرہ بھی، حدیث گوئی وداستان نوازی کے رنگ میں نہیں کہ یہ شغلہ لہو ولعب توصفت سے زیادہ اپنے اندر مضرت رکھتا ہے، بلکہ تذکیر وتبلیغ کے رنگ میں جو تذکرہ کی اصل غایت ہے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے تین زبردست یادگارین چھوڑی ہیں جنمیں اگر صرف زندہ ہی رکھنے کی کوشش کی جائے تو انکے متعلقین کے سامنے کام کا ایک میدان عظیم ہے، (۱) مسند علم وروحانیت (۲) خدام الحرمین (۳) مکمل آزادی ہند کی آرزو وتائید۔

مسند علم وروحانیت سے وہ علم وروحانیت کی خدمت کرنی چاہتے تھے ان کی علمی خدمات کی جولانگاہیں مؤید العلوم، مدرسۂ نظامیہ حسینیہ لعلمائے ہند کی علمی کارگاہیں تھیں، انکی روحانی خدمات کے میدان، سلسلۂ رزاقیہ زاویۂ والیہ اور جمعیۃ المشائخ ہند کے روحانی کارخانے تھے،

خدام الحرمین سے وہ، مرکزی سیاسیات اسلامی کی خدمت کا حوصلہ رکھتے تھے جس کے لئے وہ مدت اہم بہ اختلاف اشکال وحیثیات سرگرم عمل نظر آئے، خدام الحرمین کا وجود، انکی سرگرمی عمل کی آخری شکل کیا تھی اگرچہ ایک جماعت کو اس خاص شکل میں اُن سے اختلاف وخلاف تھا، لیکن اس کلیۃً اختلاف وخلاف میں ایسے جزئے ہیچ میرز وہیچ مپرس ہوتے ہیں جسکے علاوہ ان اختلاف وخلاف کا بہت کچھ دار ومدار غلط فہمی وغلط تعبیری پر مبنی تھا جو اب انشاء اللہ نہیں باقی رہے گا مکمل آزادی ہند کی آرزو وتائید، گو ان کے ارتقائے مابعد کی پیداوار تھی پھر بھی اُنکی فکریات میں شامل ہوچکی تھی، اس کا اظہار اس شکل میں ہوا کہ انہوں نے، ہندوستانی کمیونسٹ پارٹی کی جسکا کھلا ہوا نصب العین، مکمل آزادی ہند ہے اصولی تائید فرمائی، اور اسی ہمت افزائی پر پریذیڈنسی فرنگی محل اور علمائے فرنگی محل کے ایک ممتاز رکن کمیونسٹ پارٹی کے باقاعدہ ممبر بن گئے اور اس حیثیت سے کانپور کمیونسٹ کانفرنس میں شرکت کی ابلاگر مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے سچے قدردان اور وفاشعار وابستہ اس ملک میں موجود ہیں اور انکی ان فاتحہ خوانیوں اور عزاداریوں میں، رسم وشغلہ پرستی کے سوا اصلیت ووفا کا کچھ رنگ بھی ہے، تو ان کا فرض یہیں ختم نہیں ہوجاتا جہاں وہ ختم کرنا چاہتے ہیں بلکہ آگے بڑھتا ہے اور آگے بڑھنے کی پہلی حد یہ ہے کہ وہ ان یادگاروں کو زندہ رکھنے کی کوشش کریں، اور اصلی حد تو یہ ہے کہ ان کے مقاصد واغراض کو پورا کرنے کی جدوجہد کریں یہی اس بڑے شخص کی سچی قدردانی اور مرثیہ خوانی ہے میں خود اپنی اس تعلیم پر عمل کیلئے آگے بڑھتا ہوں اور باوجود اس بے انتہا کے جو مجھے اپنی نالائقی کے باعث مدت العمر مولانا سے رہی انکے کمالات اور کارناموں کی منصفانہ قدردانی کے لئے یہ عہد کرتا ہوں کہ انکی یادگار ہائے ثلثہ کی تائید وتقویت

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے مال طلب کرنیکے بعد اگر ناپسند ہو تو قیمت واپس لیجئے۔ اور واپسی کے محصول کا بھی کارخانہ ذمہ دار ہے

کو جو عین میری مرضیات و فکریات بھی ہین، اپنے مشاغل کا ایک جزو سمجھونگا، اور اس طرح مولانا مرحوم کی روح گرامی کو ایصال ثواب کرتا رہونگا۔

کاش مولانا مرحوم کے تمام وابستہ اور قدردان خصوصاً ارکان فرنگی محل، اس شعر کو خیر پر التفات فرمائین آخر مین بیساختہ جی چاہتا ہے کہ مولانا کی غیر فانی اور اولوالعزم روح کی بارگاہ گرامی مین چند اشعار عجز و عقیدت نذر گزرانون۔

تری وداع پہ ہے خلق اشکبار بہت
کہ تھی تو خادم خلق اور وفا شعار بہت

تو ذی کمال تھی اور تیرے عزم اعلیٰ تھے
ترے عمل سے تھے آباد کار و بار بہت

تو فتح خوبی انجام پر بھی قابض تھی
زمانہ یعنی رہا تجھ سے سازگار بہت

تو بیقرار تھی اور بیقرار رکھتی تھی
تری روش مین تھا انداز روزگار بہت

شہود مین ترے تھوڑے ہی عزم ابھرے ہین
دبے ہوئے ہین بہ حسرت تہ مزار بہت

تھی معرفت تری دشوار مثل رمز عمیق
زبسکہ تھی تری تعمیر کنگرہ دار بہت

کرین گے قدر تری آگے چل کے اہل زمان
ترے ارادون کے جب ہون گے راز دار بہت

مٹی نہین ہے تو دنیا سے بھی کسی صورت
کہ تو نے چھوڑی ہین اشکال یادگار بہت

رکھے گا زندہ انہین ہے یہ عزم سبحانی
وہ اپنے دوش پہ رکھتا ہے گرچہ بار بہت

فقیر آزاد سبحانی

نغمۂ ہستی

(خاص مرقع کے لئے۔)

زندگی اک سرد و بے ساز ہے ساری کائنات
گوش نوا شناس ہے محرم نغمۂ حیات

وجد مین بزم دہر ہے وقف نیاز بیخودی
مطرب جان نواز نے چھیڑا ہے ساز بیخودی

رقص مین ہین تجلیان وادیٔ حریم ناز مین
زمزمۂ نشاط ہے تار نفس کے ساز مین

نغمہ ہے کائنات مین جلوہ فروز زندگی
بزم جہان کے ساز مین نغمہ ہے سوز زندگی

سوز وہ ہے کہ آشنا جو ہوا اس کے ساز سے
اڑ گیا برق کی طرح جلوہ گہ مجاز سے

جلوہ ہی خود حجاب ہے ایسا طلسم راز ہے
ساز ہی وجہ نغمہ ہے نغمہ ہی وجہ ساز ہے

دائرۂ حیات مین رنج بھی ہے خوشی بھی ہے
منظر کائنات مین نور بھی تیرگی بھی ہے

شام کے بعد صبح ہے صبح کے بعد شام ہے
دور تسلسل ایک ہے جس کا حیات نام ہے

بزم ازل سے تا ابد عالم صوت ہے جہان
لذت حیات ہے راز حیات جاودان

(باقی آئندہ)

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کی شہرت کا باعث صرف عطر حنا ہے

نوحۂ وفات حضرت مولانا محمد عبدالباری رحمۃ اللہ علیہ

مرقومۂ عالی جناب مولوی سید امین الحسن صاحب رضوی مولوی تخلص بہ بسمل از حیدرآباد دکن

عکس خاموشی ہے جذبات کی بیداری کا
موت کی نیند کہ سرمایہ ہے ہشیاری کا

زندگی انکی تھی موت اُنکی ہے جو دنیا مین
حق ادا کر گئے جو حق تھا نکو کاری کا

دلنشین ہین وہی ہین خلد نشین بھی وہی لوگ
جن مین تھا ولولہ و حوصلہ دینداری کا

مین تو کیا ایک زمانہ انہین روتا ہے جنہین
شوق تھا کچھ تو مسلمانون کی غمخواری کا

اے فرنگی محل اب تجھمین کہان وہ ہستی
خاتمہ جس پہ ہوا ہاے رواداری کا

اب کہان سیدی و مولوی عبدالباری
اُف ابھی وقت نہ تھا اُنکی عزاداری کا

دل منور تھا تو اک نور کی تصویر تھے وہ
خاتمہ ہو گیا پاکیزہ طرحداری کا

آج معلوم ہوا غم بھی ہے اک شے بسمل
پہلے سنتے تھے فقط نام ملال افگاری کا

اصغر علی محمد تاجر عطر لکھنؤ کے عطر حنا کا نسخہ کسی دوسرے عطر ساز کو دستیاب نہ ہو سکا

نواب مرزا محمد باقر علی خان عروج

(از پنڈت برج نرائن صاحب چکبست لکھنوی بی اے، ال ال بی وکیل)

عجب اتفاق ہے کہ اودھ کی سلطنت کے آخری دور مین جبکہ مختلف سوشل اور اخلاقی بدعنوانیون کا بازار گرم تھا اور پولیٹیکل مجبوریون کی وجہ سے حکومت کا تاج آخری فرمان روا اودھ کے سر پر لرز رہا تھا لکھنؤ مین شعر و سخن کا مذاق روز بروز ترقی کرتا گیا حتی کہ رفتہ رفتہ اس یادگار خطہ کی زبان دہلی کی غلامی کی قید سے آزاد ہوگئی اور خصوصاً یہان کے محلات کی زبان سادگی پاکیزگی اور نفاست کے اعتبار سے ضرب المثل ہوگئی۔ اودھ کی سلطنت کا چراغ گل ہونے پر اس زبان کے اصلی وارث وہی لوگ تھے جنکا تعلق خاندان شاہی یا خاندانی وزارت سے تھا۔ یہ پرانے گھرانے ایک ایک کرکے مٹتے جاتے ہین اور اُن کے ساتھ اس زبان کا لطف بھی مٹتا جاتا ہے۔ اسی سلسلہ مین نواب مرزا محمد باقر علی خان عروج کا نام قابل ذکر ہے۔ نواب صاحب موصوف اشرف الدولہ نواب امجد علی خان کے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ کے مورث اعلیٰ نواب منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خان تھے جن کا عروج نواب آصف الدولہ بہادر کے دور ان حکومت مین ہوا۔ لکھنؤ کے اس مشہور گھرانے مین جو کہ خاندان شیش محل کے نام سے مشہور رہے تین پشت تک اودھ کی وزارت رہی۔ موقت میری نگاہون کے سامنے نواب صاحب موصوف کی ایک غیر مطبوعہ مثنوی ہے جسکا نام شاہنامہ ہے۔ سنا گیا ہے کہ نواب صاحب نے یہ مثنوی تفریحاً تصنیف فرمائی تھی۔ اسکا پایہ محض شاعری کے اعتبار سے زیادہ بلند نہین ہے لیکن روزمرہ اور زبان کا لطف قابل داد ہے۔ مثلاً ایک نوجوان عورت کی مہلک علالت کا حال اس طریقہ پر نظم کیا ہے۔

جمع تھے یون عزیز بیگانے — شمع کے گرد جیسے پروانے
موت کی تھین نشانیان جو تمام — عورتون مین پڑا تھا اک کہرام
کوئی کرتی تھی چپکے چپکے دعا — پنجسورہ کی دے رہی تھی ہوا
سورۂ جن کیا کسی نے تمام — کوئی پڑھتی تھی سورۂ انعام
کوئی کہتی تھی کیا ہوا یہ سبب — آئن یہ گاڑی سا ڈیل گھل گیا سب
دھو کے اک بوند منھ مین پہونچا دو — لو چپل کنجی کا کٹورا لو
دوسری بولی سر پہ پُل نہ مچاؤ — کچھ خبر ہے تمین حواس مین آؤ
ساری جان انکی ہے پسینہ مین تر — دانت بچے ہین پانی دین کیونکر
سر کو چوکھٹ پہ مارتی تھی کوئی — لاکے صدقہ اُتارتی تھی کوئی
کوئی بولی زیادہ رنج نہ کھاؤ — ارے جلدی حکیم بلواؤ
گال مین نقد مچھیے یہ کون ہے گت — بات کہنے مین ہوگئی لت پت
کوئی کہتی تھی ہے تجھے مرغوب — ڈاکٹر کا علاج ہوتا ہے خوب
کوئی بولی نہ ہو خلاف مزاج — انکا ہو نوج ڈاکٹر کا علاج
کچھ دوائین نئی لگاتے ہین — سنتی ہون کالا پانی ڈالتے ہین
طعنہ زن لوگ ہونگے بیشک — دائی بندی نہ کھانے دیگی صحتک
پاس ہمجولیان جو تھین دو چار — رو رہی تھین وہ بیٹھین نہ اور قطار
کہتی تھین کس پہ جان وارینگے — باجی کہکر کسے پکارین گے
ہم کو جینے کا آسرا دے جاؤ — کہان جاتی ہو کچھ بتا دے جاؤ
تم نہ بولین ہون اس طرح بھی ہم — اُٹھ کے بجیا ہمین منا ہو زرا

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر حنا کا نسخہ کسی دوسرے عطر ساز کو دستیاب نہ ہو سکا

آئینہ لیکے دیکھو تو چہرا — ست گیارات بھر مین مُنھ کیسا — ارے جلدی مجھے بُلا لینا — رہ گیا تیرھوین گرہ دینا

کوئی بولی خدا نہ اُسکو اُٹھائے — اسکی سب مازگی مجھے لگ جائے — علاوہ اس مثنوی کے نواب صاحب مرحوم نے غزلین

آنکھین کھولے یہ ہوشیار اُٹھے — چارپائی کو لات مار اُٹھے — مراثی اور سلام وغیرہ بھی تصنیف کئے تھے اُن کا پتہ ملنا اسوقت

غول کے غول جمع ہون ہر دم — چل کے جوہی کے آگے ہو ماتم — دشوار ہے۔ صرف غزلون کے چند متفرق اشعار دستیاب ہو سکے وہی

جاکے درگاہ کوئی اُودی لائے — لاڈلے سے کوئی علم اُٹھوائے — لکھے جاتے ہین۔ ان اشعار سے مصنف کی طباعی اور پاکیزگی زبان

پھاڑ ڈالو ڈوپٹے مل مل کے — رکھو سینہ پہ پھائے صندل کے — کا کافی اظہار ہوتا ہے۔

کوئی یہ کہکے رو رہی تھی کھڑی — مجھ سے بس ڈیڑھ سال تھی بڑی — بھولے سے بھی جو کرتا ہے صیاد ذکر گل — بلبل قفس سے سنتی ہے گردن نکال کے

روتے روتے لبون پہ آئی ہے جان — ابھی غش مین گری ہین خالہ جان —

اُن کے گھر کا یہی اُجالا ہے — ہائے کن منتون سے پالا ہے — قبول ہو کہ نہ ہو یہ نماز مغرب و صبح — ہمین تو شام و سحر اسکا ذکر کرلینا

روتے گزری ہے رات بھر اُنکو — تن بدن کی نہین خبر اُن کو —

کل جو چاہا کرین نماز تمام — پہلی رکعت پہ پھیرتی ہین سلام — زبان کو ذکر سے تیرے یہ کام ہو جائے — کسی کا نام مین لون تیرا نام ہو جائے

کوئی بولی سُنا یہ ہم نے تھا — مانتی تھی نہ اپنی مان کا کہا — چلے وہ اُٹھ کے جو پہلو سے میرے بیقرار صبر — جو اذن پائے تو خصمت غلام ہو جائے

مان نے سو بار اُسکو منع کیا — بیٹھی انگنائی مین سعیدی کھا —

اُسکو میدان مین موت لائی تھی — دن کو بالائی اُسنے کھائی تھی — مجھے تسکین بھی دینا انکی کہ بچپن کی خو ہے — جہان پر دل نہین ہیں تیر باہر ہیں ہاتھ تیرے

مچھلی کی طرح تڑپی جاتی ہے جان — چشم تر دل مین درد یا فغان —

کہتی تھی ہے نظر مین تیرہ جہان — مری کم گو یہ مان ترے قربان — ترا شکوہ لب پہ کب لاتے ہین ہم — دل ہی دل مین اپنے غم کھاتے ہین ہم

لوگ چلا رہے ہین بولو تو — مان تصدق ہو آنکھین کھولو تو — اُنکی چوٹی سے یہ کہتی ہے کمر — بوجھ سے دُہرے ہوئے جاتے ہین ہم

ترے قدمون پہ سر اُتارتی ہین — تجھ کو ہچکیان پکارتی ہین —

چلتی ہو سیر بام ہوتی ہے — چوٹی کروا لو شام ہوتی ہے — ہم ترا ڈھونڈھ چکے تیر نگاہ — دل کے ٹکڑون مین تو ملتا ہی نہین

کبھی کہتی تھی نیل ڈھلتا ہے — میّا بندی کا دم نکلتا ہے —

باپ سے کہدو آکے کرلے پیار — دیکھلے اس کا آخری دیدار —

ہے جہان مین یہ بیاہ کی صورت — باپ مل لے تو بیٹی ہو رخصت — جسمین لیلیٰ کا ہو جلوہ وہ ترا دل نہین — خوب پہچان لے مجنون یہی محمل تو نہین

اب فقط وقت دم شماری ہے — اسکی یہ آخری سواری ہے —

مُنھ پہ لٹ آئی ہے سنوار لے پھر — اتنا کہہ کر مجھے پکارے پھر — دل صدا دیتا ہے سینہ سے یہ گھر خالی ہے — ورد جب پوچھے آتا ہے یہان دل تو نہین

چلین ہم کو اُجاڑنے کے لئے — تم کو پالا تھا گاڑنے کے لئے — درد کا دون طرف مجھکو مزا یکسان ہے — یا خدا دو کے پہلو مین مرے دل تو نہین

مجھکو شکوہ نہین گر تم مرے پیارے نہ ہوئے — غیر کے بھی تو نہ ہوگے جو ہمارے نہ ہوئے

صرف اصغر علی تاجر عطر لکھنؤ کا بنایا ہوا عطر حنا ایسا ہے جسکو تمام ہندوستان مین مقبولیت حاصل ہے

نواب صاحب مرحوم نے ۱۹۲۱ء مین تخمیناً ۷۰ سال کی عمر مین انتقال کیا۔ چکبست لکھنوی

مرقع ۔ مرقومۂ بالا مضمون جناب چکبست نے ابھی بہت ہی تھوڑے دن ہوئے میری خاطر سے باوجود اپنی عدیم الفرصتی کے مرقع کے لئے لکھکر عطا فرمایا تھا ابھی یہ مضمون ناظرین کی نظر سے گزرنے بھی نہ پایا تھا کہ جناب چکبست خود بھی دنیا سے چل بسے۔ اور جو کام اُنھون نے جناب نواب مرزا محمد باقر علی خان عروج کی وفات کے بعد اُن کے کلام پر تبصرہ کا اختیار کیا تھا وہ بھی کام خود جناب چکبست مرحوم ہمارے لئے چھوڑ گئے۔

جناب چکبست نے تو عزیزون اور دوستون کا اتنا بار احسان بھی گوارا نہ فرمایا کہ دو چار روز بیمار رہتے اور وہ اُنکی چارسازی اور تیمارداری سے دل کی بھڑاس نکال لیتے۔

نواب عروج مرحوم کے کلام کی جس شان سے اُنھون نے رہنمائی کی ہے آج ہم یہ بھی نہین کر سکتے کہ جناب چکبست کے کلام پر ایک نظر ڈال سکین خدا سے امید ہے کہ جناب چکبست کے احبا و اعزا اُن کے کلام کو جلد سے جلد روشناس عالم کرین گے تاکہ منشی دیا شنکر نسیم کے کلام کی طرح چکبست کا کلام دنیاے شاعری مین آفتاب عالمتاب کی طرح درخشان رہے۔

چکبست کی ذات عجیب ذات تھی آپ اردو زبان کے حامی اردو ادب کے دلدادہ۔ اردو زبان کی ترقی کے دل سے خواہان۔ اردو نثر و نظم کے قدردان اور خود بھی خوب لکھتے تھے نہایت عمیم الاخلاق اور سراپا مردت تھے۔

آپ ایک مقدمہ کی پیروی مین ۱۲ فروری ۱۹۲۶ء کو رائے بریلی تشریف لیگئے تھے وہان سے واپسی مین آپ پر فالج گرا۔ حملہ اتنا سخت تھا کہ چند گھنٹون کے بعد ہی آپ کی روح پرواز کر گئی آپ کی لاش لکھنؤ مین لائی گئی اور یہین سب مراسم ادا کئے گئے اور ایسا کیونکر ہوتا آپ ایک شعر مین فرما گئے تھے ؎

روح وقالب کی طرح روز ازل پیدا ہوا لکھنؤ کے واسطے مین لکھنؤ میرے لئے

آپ کے گھر مین اس خبر وحشت اثر سے ایک کہرام تھا اور جس قدر رونا غم نہ کرتے کم تھا لیکن لکھنؤ مین ایک عجیب ہلچل پڑ گئی تھی ہر شخص پر ایک سکتہ کی سی حالت تھی اور جسے دیکھئے وہ شریک نج تھا لاش کے ساتھ ایک کثیر مجمع تھا اور ہر ایک اس سانحہ سے متاثر تھا۔

دنیاے ادب بالخصوص اردو زبان کو آپ سے بیحد صدمہ پہونچا ہم آپکی اس ناگہانی وفات پر آپ کے تمام اعزہ کے ساتھ رنج و غم مین شریک ہوتے اور اظہار ہمدردی کرتے ہین اور دو چار شعر اس جگہ جناب چکبست کے مرگ ناگہانی کے اعتبار سے درج کرتے ہین۔

روح کو اپنی ہے عشق جوہر حسن لطیف — گل سے بڑھکر ہے خیال رنگ و بو میرے لیے — خانہ ویرانی مری سب چاہتے ہین شکل دہر — اک بلاے جان ہے میری آرزو میرے لیے

قطرۂ شبنم جسے طوفان ہے وہ بلبل ہین — بوے گل ہے باعث درد گلو میرے لیے

کیا وہ نادان ہین جو کہتے ہین ز روے اعتبار — مصلحت رکھتا ہے رنج و غم مین بھی پروردگار — ہے فسانہ یہ حدیث صبر و تسکین و قرار — خوب ہستی کی نہین تعبیر ایسی زینہار

مرتے دم تک نہ ہوے آس طبیعت میری — مجھسے پہلے نہ ملے خاک مین حسرت میری

جب باغ مین کھلتا ہے دم صبح گل تر — کیا کیا اسے ہوتے نہین اعزاز میسر — دستار مین نوشہ کی رہا کرتا ہے اکثر

لیکن نہ کسی وضع پہ اس طرح سجا دیکھا — بیکس کے کفن پر اسے جس رنگ سے دیکھا

وصل بلگرامی

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے کارخانہ کا عطر جتنا جستہ پڑتا ہوگا اسیقدر اسکی خوشبو دیرپا اور خوشگوار ہوگی

آہ چکبست

مرنے والے پر ماتم و سوگواری مقتضائے فطرت ہے، لیکن ہر موت کی اہمیت کا اندازہ اُس کے ماتم کرنے والوں کی تعداد سے ہوتا ہے۔ بدنصیبی سے بعض سانحاتِ عالم ایسے ہوتے ہیں جنکی اہمیت کا تعین عین وقت پر نہیں کیا جاسکتا بلکہ بتدریج مخلوق کی زندگی میں اس خلا کو محسوس کیا جاتا ہے اور اسلئے ہم یہ نہیں کہہ سکتے پنڈت برج نرائن چکبست کی ناگہانی کی جوانمرگ کی اہمیت کا اندازہ کرنے کے لئے وہ چند تعزیتی جلسے اور ماتمی ریزولیوشن کافی ہیں جو گزشتہ چند دن کے اندر لکھنؤ اور بیرونجات میں عام و خاص مجمعوں میں پاس کئے گئے۔ لیکن اسی کے ساتھ جب ہم دنیائے ادب میں اُس خلا کا اندازہ کرتے ہیں جو چکبست کی ناگہانی کی وفات سے پیدا ہوگیا ہے تو ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ اس مرنے والی ہستی کے ماتم کا پورا پورا حق دنیائے ادب نہیں کیا۔

مرزا غالب مرحوم نے اپنی وفات کی تاریخ اپنی زندگی ہی میں کہہ لی تھی لیکن اس مصرع سے جو سال نکلتا تھا وہ دہلی میں عام وبا کا سال تھا اس لئے اس خود دار آقائے شعر نے اپنے ماتم کو ماتم عام میں شامل کرنا گوارا نہ کیا۔ لیکن چکبست کی شاعری کا یہ ایک زندۂ جاوید معجزہ سمجھا جائے گا کہ اُنھوں نے بلا ارادہ اپنی تاریخ وفات اپنی زندگی میں کہہ لی تھی اور وہ بھی ایسی جو غالباً اس صدی کی تاریخوں میں یادگار سمجھی جائیگی۔ یعنی ع

موت کہتی ہے نہیں اجزا کا پریشاں ہونا ۱۳۴۴ھ

ہم حضرت محشر کی اس کاوش کی داد دیتے ہیں کہ اُنھوں نے اس راز سربستہ کو آشکارا کیا (اشارہ اس مصرع میں جناب محشر نے لفظ عزا کے ساتھ تاریخ نکالی ہے جو حل)

مرنے والے کے صفات اخلاقی، علمی قابلیت، اور انکی شاعری میں بلندیِ تخیل، نکتہ رس طبیعت، ندرت مضامین، شستہ مذاق اور بلندیِ حوصلہ کی داد دینے کے لئے ایک مستقل کتاب بھی کافی نہ ہوگی لیکن معیار کے مشاعرے، ملک کے ادبی جرائد، اور اودھ پنچ کے صفحات برسوں آپ کے نعم البدل کی سعی لاحاصل کرینگے۔ اور لکھنؤ کی شاعری میں آپ کی ذات کو جو درجہ حاصل تھا وہ آئندہ نسلوں کیلئے نصب العین کا کام دے گا۔

افسوس تو یہ ہے کہ موجودہ زمانہ میں جبکہ برادران وطن عام طور پر اپنی مشترکہ زبان اُردو کا تقاطعہ کر رہے ہیں اور اسکی جگہ ایک ایسی زبان کو دینے کی سرگرم کوششیں کر رہے ہیں جس سے ملک کی آبادی کا ایک معقول حصہ بالکل بیگانہ ہے، پنڈت برج نرائن اور منشی نوبت رائے نظر اور منشی جوالا پرشاد برق کے بعد چکبست ناگہانی کی وفات نے اُس سلسلہ کو ختم کر دیا جو قدیم خیالات کے ہندو اور مسلمانوں کو وابستہ کئے ہوئے تھا اور آپ کے بعد ہمیں کوئی ہستی ایسی نظر نہیں آتی جو بلند آہنگی سے اس سستہ کو جوڑنے کی پھر کوشش کر سکے جناب بہت سے گرامی قدر ہندو شعرا پر ناز کر سکتا ہے لیکن زبان اُردو کا مرکز لکھنؤ آج ایسے ہندو شاعر سے خالی ہے جو جناب عزیز وصفی و ثاقب و آرزو کی صف میں بیٹھکر ہم آہنگی کی اہلیت کا دعویٰ کر سکے۔

اس لئے چکبست کی موت کا ماتم ہر اُس شخص کے دلمیں ہے جو اُردو کو مشترکہ ملکی زبان بنانے کا خواہاں ہے۔

اور ہر اُس شخص کے دل میں جو ادب اُردو کے بقا و قیام کے مسئلہ سے دلچسپی رکھتا ہے۔

کیا ادب اُردو کا یہ مرکز ایسے شخص کی پائیدار یادگار قائم کرنے کی کوشش کریگا۔

رحم علی الہاشمی (بی اے)

کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کی ایک شاخ چاندنی چوک دہلی اور ایک شاخ گلزار حوض حیدرآباد دکن ہے۔

مَوت

(از جناب ہوش بلگرامی)

جناب ہوش بلگرامی سے دنیائے ادب بخوبی واقف ہے۔ آپکے مضامین جو مختلف رسائل میں شائع ہوئے، یا اب ہندوستان کے نہایت مشہور جریدہ "نگار" بھوپال میں کبھی کبھی نظر پڑجاتے ہیں۔ آپکی علمی و ادبی قابلیت کی کافی دلیل ہیں۔ آپکا علمی و ادبی ذوق بھی ہمیشہ آپ ہمیشہ سے اسکے دلدادہ رہے اور روز بروز ترقی کے مدارج طے کرتے جاتے ہیں۔ اسی ذوق و شوق نے حیدرآباد کے قیام کے زمانہ میں آپکو ایک علمی صحیفہ کے اجراء پر مجبور کیا۔ جسکا نام "ذخیرہ" تھا۔ آپکو اس میں بہت کچھ کامیابی حاصل ہوچکی تھی۔ مگر زمانہ کے انقلاب نے آپکے منصوبے پورے نہ ہونے دیئے۔ اور امید افزا خیالات کا شیرازہ بکھر گیا۔

اِس وقت آپ پر ایک ناگہانی اُفتاد آپڑی، اور ایک سانحۂ عظیم نے آپکے قرین سکون پر بجلی گرادی، یعنی آپکے والد ماجد نے داعیِ اجل کو لبیک کہکر ہمیشہ کے لئے آپ سے مفارقت اختیار کی۔ اور اپنے جسم کو ہمیشہ کے لئے اپنے وطن اور اپنے پیارے وطن بلگرام سے دور یعنی ریاست رامپور (جہاں آج کل جناب ہوش بلگرامی کا قیام ہے) کی خاک کے سپرد کردیا۔

اِس حادثہ سے آپ پر بہت بڑا اثر پڑا۔ اِسی حالت اور خیال میں آپ نے یہ چند شعر نظم فرمائے ؎

تیری قسمت اے زمینِ رامپور — بھر گیا تھک کر ترے آغوش میں اِک بزرگِ خاندانِ بلگرام
ہوگئی آباد خاک رام پور — رہ گیا خالی مکانِ بلگرام ہوش کا یہ قول بالکل ٹھیک ہے — ہم سے چھوٹا آستانِ بلگرام

اور ایک مضمون بھی جسکا عنوان "موت" آپ ملاحظہ کررہے ہیں تحریر فرمایا۔ یہ مضمون صورتِ حال کے لحاظ سے نہایت ہی پر اثر اور اپنی معنویت کے لحاظ سے نہایت ہی سبق آموز ہے۔ مرحوم میں نہایت ہی قدیم کریم الاخلاق ہونے کے مخصوص صفات سے متصف اور معزز احباب میں سے تھے ہمکو اس خبر سے بیحد صدمہ ہوا۔ خدا انکو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور جناب ہوش و انکے پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

وصل بلگرامی

ہر اک کو موت کا اک دن پیام آئیگا
خدا کا نام لئے جاؤ کام آئیگا

دنیا میں زندگی ہی ایک ایسی نعمت ہے جسکا ہر کوئی شیدائی ہے، ہر ذی روح اپنے لئے عمرِ نوح کی دعائیں مانگتا ہے، بوڑھا ہو یا جوان، کمسن ہو یا بچہ، ہر ایک تندرست رہکر زندہ رہنا اپنی زندگی کا حق سمجھتا ہے۔ دنیا کی لذتوں کا مزہ چکھنا اور اُسکی آرائشوں میں پھنسا رہنا بھی اہلِ دنیا کا فطری مذاق ہے۔ باری تعالیٰ نے گلشنِ عالم میں ایسی ایسی مختلف النوع چیزیں خلق فرمائی ہیں جنکو دیکھ دیکھکر محدود عقل کا انسان حیرت کرتا اور اُسکی حکمت و صناعی کی بیساختہ داد دینے پر مجبور ہوتا ہے۔ گوناگون نعمتوں اور کثیر التعداد الوان کے ساتھ ذی روح کے رحمِ مادر کو توڑنے کے لئے موت کو پیدا کیا ہے، جس سے ہر متنفس پناہ مانگتا اور اُسکا نام سنتے ہی خوفزدہ ہوجاتا ہے اور بدحواس پریشیدہ ہوتا ہے، اور آبدیدہ، کانپتا ہے اور لرزتا، یہی موت تو ہے جو زندگی کی لذتوں اور مسرتوں کو خاک میں ملانے والی ہے، اِس سے بڑھکر کونسی ڈراؤنا منظر ہے اور نہ دل آزار بات!! اس نے بہادر سے بہادر اور دلیر سے دلیر شخص کو لمحوں میں پچھاڑ دیا ہے۔ اِسکے داؤ پیچ اُستادانہ اور اُسکی قوتیں لامحدود کوئی نہ اس سے زور آزمائی کرسکا اور نہ اسکے پنجوں کی سخت گرفت سے

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا بنایا ہوا عطر حنا اور کارخانوں کے بنائے ہوئے عطر حنا کی نسبت ہمیشہ خوشگوار ثابت ہوگا

نکل سکا۔ شاہنامہ ایران کا روئین تن رستم داستان اسکے سامنے ایک خاک کی چٹکی، اور کوہ قاف کے قوی ہیکل خیالی دیو اسکی خیالی قوت سے شرمندہ و پست۔ زندگانی کا طوفان نگاہ و سرکش بن کر صراط مستقیم کی تلاش کرتا ہے۔ مگر یک بیک پستی سے عدم میں پہونچ کر خاموش ہو جاتا ہے۔

اے موت تجھ سے زمانہ تھرآتا ہے، دنیا لرزتی ہے، اور کون ہے جو تیرے تیر بے خطا کا نشانہ نہیں بنتا۔ روز ازل سے تیرا طریقہ، تیرا ڈھنگ، تیرے تیور، تیرا مزاج قاتلوں کے مانند ہے، تو جہان کی بربادی کا سبب ہے تو چنگیزستان کی بے رونقی کا باعث، تیرے احکام خشکی پر بھی نافذ ہیں، اور تری پر بھی، زمین کا ہر گوشہ اور سمندر کا ہر قطرہ تیرا لوہا مانے ہوئے ہے۔ سائنٹفک دماغ تیرا مد مقابل کوئی پیش کر سکا، انکی دماغی ترقیاں تجھ سے پست اور انکو بھی تیری تیغ فنا سے امان نہیں۔ شہر خموشاں تیری جاگیر اور اسکے ٹوٹے پھوٹے مکان تیری آباد بستیاں ہیں۔ نہ تو بچہ پر رحم کھاتی ہے اور نہ جوان اور بوڑھے پر ترس۔ آغوش میں ہو یا گہوارے میں، جوانی کی منزل میں ہو یا بڑھاپے کی سرحد پر، نہ تو کسی میں فرق کرتی ہے اور نہ امتیاز، تیرا دل رحم سے خالی اور تیرا قلب ہمدردی سے ناواقف ہے۔ نہ تجھکو کسی سے محبت ہے اور نہ مروت، تیری طوطا چشمی ازل سے مسلم، اور تیری قاتلانہ اداؤں کا ہر نفس زخمی، تیری قہر و غضب کی بجلی انسان پر بھی گرتی ہے اور حیوان پر بھی، شجر بھی نہیں بچتا اور حجر بھی، ہر ہستی ناپائدار کو خاک سیاہ کرنے کے لئے تیری تڑپ کافی ہے۔ دنیا جو سوگواری کے لباس میں ہر وقت ملبوس رہتی ہے یہ تیری ہی توجہات بے پایاں کا نتیجہ ہے۔ ہر گھر جو ماتم کدہ نظر آتا ہے وہ تیرے ہی قدموں کی برکت ہے۔ گاؤں ہو یا قصبہ، شہر ہو یا ملک، انکی ویرانی میں تیرے ہی التفات نے حصہ لیا ہے۔ تو مختلف صورتوں سے آتی اور بھیس بدل بدل کر نظر کو فریب دیتی ہے، تو سمندر میں غوطے دے دے کر روح کا آخری غسل دیکھتی ہے۔ تو ریلوں کو ٹکرا کر عالم غربت کی بیکسی پر ہنستی ہے۔ تو ہوائی جہازوں کو دھکا دیکر جو سمار پر قہقہہ لگاتی ہے اور ہڈیوں کا انتشار دیکھتی ہے تو بجلی گرا کر آہ کی ایک آخری آواز سن کر اپنے کامیاب حملہ پر خوش ہوتی ہے، تو گولیاں چلا کر اپنا شکار بناتی ہے۔ تو تلوار کے حملوں کا لطف تڑپنے سے اٹھاتی ہے۔ تو دیواریں گرا کر زندہ درگور کر دیتی ہے، تو آندھیاں چلا کر قوم عاد کی تباہی کو یاد دلاتی ہے۔ تو زلزلوں سے ہلا کر چکنا چور کر دیتی ہے، غرضیکہ تو ہر صورت میں موجود اور ہر شکل میں جلوہ گر ہے، تجھکو وقت کا حیلہ درکار ہے، یہ آیا اور تو نے اپنا کاری تیر چھوڑا۔

کیسی کیسی ہستیوں کو تو نے خاک میں ملایا، اپنے آہنی پنجوں کی گرفت میں کسا اور پھر نہ نکلنے دیا، آج ہمارے لئے اور اُنکے افسانے عبرت و بصیرت کے سبق ہیں، وہ تیرے ہی ستم و جور کا مرثیہ قیامت کے انتظار میں پڑھ رہے ہیں، وہ اپنے دلوں میں کیسے کیسے ارمانوں کو لے گئے ہیں، کیسی کیسی حسرتوں پر آہیں بھری ہیں۔ مگر تیرے لئے یہ سب کھیل اور سب تماشے ہیں۔ تو غریب الوطنی کی حالت میں بھی تو رحم نہیں کھاتی، تو ان سے بھی تو مرعوب نہ ہوئی۔ اور انکو بھی تخت شاہی سے اُتارے بغیر نہ رہی جنکا راج پاٹ مشرق سے مغرب تک تھا۔ اور جنکو خورشید خاور بھی خراج دینا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ نہ شاہان اولوالعزم رہے اور نہ اُنکے خوش تدبیر وزیر، نہ رستم کا نشان ہے نہ سفندیار کا پتہ، نہ فلاطون و بقراط ہیں، نہ نیوٹن و بیکن، نہ فردوسی و ہومر ہیں نہ شکسپیر و اڈیسن، نہ وہ عظیم الشان سلطنتیں باقی ہیں اور نہ اُن حکمار و فلاسفر کا قابل رشک جاہ و خیر، یہ بیچارے کس شمار و قطار میں ہیں، جب خدا کے محبوب ترین بندے اور پھر اُن سب کے سرور و سردار علیہ الصلوٰۃ والسلام تک اس عالم فانی میں باقی نہ رہے۔

پیر فلک کی نظروں میں یہ آنے جانے کے کھیل اور تماشے ہیں،

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا بنایا ہوا عطر حنا ہر موسم میں استعمال کیا جا سکتا ہے

یہ نظارے وہ ابتدائے آفرینش عالم سے دیکھ رہا ہے۔ اُس نے یاس و نامرادی اور ارمان و حسرت کی لڑائیاں دیکھی ہیں۔ اِس نے موت و حیات کی باہمی کشمکش کو دیکھا ہے۔ اُس نے روح و جسم کی مفارقت کا "رقصِ مضحل" دیکھا ہے، اُس نے آخری وقت کی تکلیف، غنودگی، ایڑیوں کی تپک، اضطراب و اضطراب، غرضکہ انسان و حیوان کے آخری سفر کے تمام جگر خراش مناظر دیکھے ہیں اور نہایت دلچسپی سے دیکھے ہیں۔ یہ تمام واقعات اُسکی "گریۂ یاران دیدہ" آنکھیں شمار سے فزوں تر مرتبہ دیکھ چکی ہیں، وہ اسکا عادی ہے اور خوگر۔ اُسکی تفریح یہی کھیل ہیں اور اُسکے دل بہلنے کے یہی سامان یہی تماشے، اور اسکی بیکار زندگی کے یہ محبوب مشاغل ہیں۔

اے موت! بہت سے مصیبت زدہ تیری ملاقات کی تمنا بھی رکھتے ہیں۔ حرمان نصیبوں، اور فراق کے ماروں نے تو تجھ پر اپنی عزیز جانیں تک قربان کردی ہیں، گو یہ بھی کمتر ہوتا ہے۔ مگر تجھ سے ہر شخص بھاگتا ضرور ہے۔ تیرا نام آتے ہی غریب روح گھبرا جاتی ہے۔ انسانی عمر جس قدر ترقی کرتی جاتی ہے، آرزوؤں امیدوں، اور مسرتوں کی گٹھری تو ہلکی ہوتی جاتی ہے۔ مگر جینے کی ہوس بڑھتی جاتی ہے، اُسکی یہ آرزو ہوتی ہے کہ درازیِ عمر کے ساتھ مسرت کے سامانوں میں بھی خوشگوار اضافہ ہوگا اور ابھی باغِ زندگانی کی لطیف ہواؤں سے دل و دماغ کی تفریح کرسکینگے گو ضعیفی کی زندگی زحمتوں کا مجموعہ ہوتی ہے۔ اعضائے جسمانی کمزور، ہوش و حواس میں ابتری، اُٹھنے بیٹھنے میں تکلف، ذرا ذرا سے کاموں کے لئے دوسروں کے دست نگر اور ہر ایک خواہش میں دوسروں کے تابع، یہی اسباب تھے جو سکندر نے ابدی زندگی کے لیے جرعۂ آبحیات کو ٹھکرا دیا، اور کہہ دیا کہ ایسی مجبور زندگی سے پُرسکون موت بہتر ہے، مگر یہ سکندر ہی کا دل تھا کہ اُس نے موت کو زندگی پر ترجیح دی، کسی بوڑھے سے پوچھو جو ضعیفی کی سختیوں اور تلخیوں کا مزہ چکھ رہا ہو۔ اُسکی زبان کسی وقت بھی موت کو دعوت دینے کے لیے نہ اٹھ سکے گی کیونکہ باوجود ان تمام مصائب کے وہ زندگی کو دنیا کی اولین نعمت اور اُسکی افزونی کو اپنی تنہا آرزو سمجھتا ہے۔

مرنے کے بعد انسان اگر اپنے وجود سے اپنے کو زندہ نہیں رکھ سکتا ہے، تو اپنے نام کو حیاتِ جاوید کے قالب میں ڈھالنا اپنی دماغی صنعت سمجھتا ہے۔ یہ تقاضائے ہوس ہے کہ بقائے نام کے لئے پختہ قبر بنے۔ اور نمایاں مقام پر تاریخی کتبہ تاکہ آیندہ رونداں کی اچٹتی نظر بھی ہم کو یاد کرلے، ذکرِ گزشتہ کو دل میں تازہ کرلے، باوجود دنیا سے رخصت ہوجانے کے انسان کی خام خیالی پر ہنسی آتی ہے کہ وہ لوگ جنکو زندگی میں بڑی بڑی حکومتیں قارونی دولتیں نہ تسکین نہ پہونچا سکیں۔ زیرِ زمین مشتِ خاک کے نیچے دبے پڑے ہیں۔ خاک میں وہ کاخِ ایوان کہاں! زمین کے ڈیڑھ دو گز کے مختصر ٹکڑے پر عوام کی طرح لیٹے ہوئے اپنے گناہوں سے لرزاں یا اپنی کسی نامعلوم نیکی کے بھروسہ پر رحمتِ خداوندی پر نازاں ہیں صرف تھوڑے رقبہ کے لئے فراموشی سے بچانے اور کسی سیاح کی ایک نظر پڑجانے کے لئے کیسے کیسے طریقے، کیسے ڈھنگ اور کیا کیا شکلیں و صنعتیں اختیار کی جاتی ہیں۔

یہ تجربہ ہے اور انسانی فطرت بھی کہ دوست احباب، چیز بست، پالے ہوئے جانور، بنائے ہوئے مکان، لگائے ہوئے درخت، اور اسی قسم کی تمام چیزیں جن سے ہر وقت تعلق رہتا ہے اور واسطہ، ہم کو اُن سے اُسی قدر محبت ہوتی ہے جس قدر کہ وہ ہماری نظروں کے سامنے رہتی ہیں۔ اگر وہ دست سے انتہائی پیکار کے اسباب ہماری اکیلائی، اور ہمارا اُسکا ہر وقت اُٹھنا بیٹھنا

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے ایجاد کردہ عطر حنا کا استعمال ہر موسم میں خوشگوار ہے

ہم صحبت رہتا ہے، ایک مکان مین جو شخص مدت دراز تک زندگی بسر کرتا ہے تو اُسکے در و دیوار سے محبت کی صدائین آنے لگتی ہین، جب وہ اُسکو چھوڑنا چاہتا ہے تو دل دُکھتا ہے۔ جُدائی شاق ہوتی ہے، فراق ناگوار ہوتا ہے، چھوڑنا بُرا معلوم ہوتا ہے کوئی عمارت جسکو بدشعور سے دیکھتے چلے آتے ہون اگر اُسکو گرتا دیکھین گے تو رنج ہوگا اور افسوس، صدمہ کی ایک مؤثر کیفیت دل پر طاری ہوجائیگی۔ یہ واقعات جو زندگی کے مشاہدات ہین ثابت کرتے ہین کہ یہ ہمارے خمیر مین موجود ہے کہ جسکو متواتر اور ایک طویل زمانہ تک دیکھتے رہتے ہین اُس سے اُنس کا پیدا ہوجانا قدرتی ہے، یہی وہ قوی جذبہ ہے جو ہم کو ترقی عمر کے لئے سوتے جاگتے، اُٹھتے بیٹھتے اور چلتے پھرتے آمادہ رکھتا ہے۔ اگر یہ نہو تو تیاری کے دفعیہ کی کیا ضرورت تھی۔ حکما، ڈاکٹر دنیا مین کیون بنتے۔ اُنکی حکیمانہ کوششین اور طبی تدابیر کیون صرف ہوتین، مالی قربانیان اس جان کو باقی رکھنے کے لئے کیون کیجاتین آلات جراحی کیون ایجاد کئے جاتے۔ جڑی بوٹیون کے لئے صحرا نوردی کیون اختیار کیجاتی، معدنی اشیا کی تلاش مین بیابانون کی کیون خاک چھانی جاتی، اور کوہستانون سے کیون سر ٹکرایا جاتا۔ چونکہ زندگی کا بڑا حصہ دنیا مین گزرتا ہے۔ اِس لئے طبیعت گوارا نہین کرتی کہ ہم اس سے الگ ہوجائین۔ ان کا ساتھ چھوڑدین اور وہان جاکر بسین، جہان کے حالات واقعات سے ناواقف، طرز معاشرت سے بے بہرہ اور رسوم و رواج سے ناآشنا ہین۔

دنیا کی ہر شے مین گو رفتار زمانہ کے ساتھ انہدام کے آثار نمایان ہین مگر ہر چیز اب بھی ویسی ہی دلفریب ہے اور جاذب نظر جیسی کہ پہلے تھی اِس سبب سے ہم زندگی کے طالب اور اُسکی بقا کی آرزو مین رکھتے ہین۔ اور اے موت! جو لوگ دنیا کو فانی سمجھتے ہین، اور جو حقیقت مین فانی ہی ہے۔ وہ دُنیا سے ایسی دلبستگی پیدا نہین کرتے کہ موت کا خیال اُنہین سوہان روح ہو وہ دُنیا کی خواہشون مین اس طرح مبتلا نہین ہوتے کہ موت سے غافل ہوجائین وہ زندگی کو ایک قرض سمجھتے ہین جسکو "موت" روح کو جُدا کرکے ادا کردیتی ہے، پرہیزگار زہتیان خوب جانتی ہین کہ آنیکے وقت یہ آکے رہیگی۔ اِس لئے یہ موت کا وقت اُنکے اطمینان کا ہوتا ہے وہ راضی برضا رہتے اور بخوشی یہ کہتے ہوئے ہمیشہ کے لئے آنکھین بند کرلیتے ہین ؎

جان دی دی ہوئی اُسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

حکیم بقراط نے اپنی موت کے وقت وصال کی خوشی مین اپنے دوستون سے کہا تھا

تمکو چاہیے کہ تم مجھے درجہ کو ہپوکریٹس کے درجہ سے نہ گھٹاؤ بلکہ اپنے معتقادون خدا سے میری خوشی کم از کم اتنی تو ہونی چاہیے جتنی اُسکی نذر "ہپوس" کو ہوتی ہے"

موت کا ڈر اُنہین لوگون کو زیادہ ہوتا ہے جو دنیا سے محبت رکھتا اور اُسکو اپنی عمر کو گنوا دیتے ہین جب موت سر پر منڈلانے لگتی ہے تو سراسیمہ ہوجاتے ہین اور بدحواسی سے افسوس کرتے ہین کہ ہم توشہ آخرت بھی نہ باندھ سکے دشوار گزار منزلین اور اتنی طویل مسافت کس سہارے سے طے ہوسکیگی، گناہون اور معصیتون کا اعمال نامہ اُنہین خوف لاتا اور خمیازہ موت کی ڈراونی تصویرین سامنے کرکے کہتا ہے کہ اپنے ساتھ ہم کو بھی لے چلو ہم دنیا مین رہنے سہنے کھانے پینے پہننے اوڑھنے اور آرام و آسائش کے حصون مین ہر طرح کی محکم کین اور کوششین کین مگر اب یہان جاکے مستقلاً رہوگے وہان کے لئے کیا انتظامات کئے۔ اب تمہارے ساتھ نہ تمہارے عزیز و اقارب ہونگے اور نہ دوست احباب، قبر کے تنگ و تاریک گڑھے مین اکیلے تم ہوگے اور تمہاری زندگانی کے ساتھی اعمال ہین لوگ تم سے الگ ہونا دم بھر کے لئے پسند نہ کرتے تھے وہ اب تمہین پوچھنے (فاتحہ خوانی) کے لئے بھی نہ آئینگے۔

رام پور۔ اجنوری ۱۹۲۶ء "ہوش" بلگرامی

لہ یہ پرندہ (ہپوس) (Hippo) فرماے آفتاب کا ہے جو ہمیشہ اپنے آقا کے ساتھ رہتا ہے اِس لئے عالم غیب کے اسرار سے واقف ہے جب اُسکی موت کا وقت قریب آتا ہے تو اپنے خدا یعنی آفتاب سے وصال کی خوشی مین بہت گاتا ہے

اکثر ہر عطر روح کہکر فروخت کیا جاتا ہے مگر صفر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ صرف گلاب خس اور پانڈی کی روح کے سوا کسی عطر سے روح کا نکلنا ثابت نہین کرتے

افکارِ تازہ

(از مکاسبِ فطرت علامہ مولانا محوی صدیقی لکھنوی نائب صدر بزم شعراء اورنگ آباد)

ہائے رازِ زندگی دم بھر میں افشا ہو گیا
میرا مرنا اُنکا آنا اک تماشا ہو گیا

دل جفائے دوست سے مانوسِ ایذا ہو گیا
رفتہ رفتہ جورِ دشمن بھی گوارا ہو گیا

اب کہاں ایسے جنوں پیکر وفا پرور دماغ
قیس کیا اُٹھا دیارِ عشق سونا ہو گیا

ہاں یہی دل تھا کبھی رازِ آشنائے التفات
گر کے نظروں سے جو حرفِ نازِ بیجا ہو گیا

بے خودی اُسکی ہے کیف اُسکا ہے مستی اُسکی ہے
پیکے تیرے ہاتھ سے جو مستِ صہبا ہو گیا

کچھ تجھے بھی ہے خبر اے حسنِ بے پروائے دوست
کون ظالم دشمنِ اہلِ تمنا ہو گیا

اتو چین آیا تجھے اے دیدۂ خونین مرے
دل سے خالی میرا آغوشِ تمنا ہو گیا

خونِ دل کا معجزہ ہے یا ترے دامن کا فیض
جو گرا آنسو وہی نقشِ تمنا ہو گیا

بیکسی کی زندگی محوی ہے کوئی زندگی
میرے مرنے کو یہ سمجھو تم کہ اچھا ہو گیا

(جناب رضی کاکوروی از اورنگ آباد دکن)

بنا ہے دامنِ صحرا زمین گورِ غریبان کی
یہ وحشی مر کے بھی نکلے نہ سرحد سے بیابان کی

جو دو آنسو بہائے ہیں اُنھیں تم پوچھ بھی ڈالو
بہت کافی تلافی ہو گئی خونِ شہیدان کی

خیالِ یار بھی آیا ہے دل میں چٹکیاں لینے
طبیعت شوخ ہے یادش بخیر اُس آفتِ جان کی

جو بحرِ عشق میں ڈوبے جنازہ اُنکا یوں اُٹھا
انھیں آغوش میں موجیں لئے پھرتی ہیں طوفان کی

کیا فارغ ترے وحشی کو آغوشِ وحشت نے
کفن کو بھی نہ رکھیں دھجیاں جیبِ گریبان کی

جو آنا ہو تو آ کر آخری دیدار کر جاؤ
کہ صورت کو ترس جاؤ گے پھر بیمارِ ہجران کی

گلے ملتے ہیں حسن و عشق اک خوشبو سی آتی ہے
مرے تارِ گریبان سے تری زلفِ پریشان کی

چلے گم کردہ منزل جس جگہ سے پھر وہیں آئے
کہیں قسمت میں مٹی تو نہیں لکھی بیابان کی

دلِ مضطر پہ تم بہرِ تسلی رکھ کے دیکھو تو
تمھارے ہاتھ میں ہے زندگی بیمارِ ہجران کی

رضی اپنا عقیدہ ہے کہ اک تصویر ہے جنت
بہارِ روئے جانان کی زمینِ کوئے جانان کی

تمام ماہران فن نے صفر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر حنا کو بہترین عطر مانا ہے

روحِ نشاط پر ایک نظر

روحِ نشاط کے نام سے اُردو کے مایۂ ناز شاعر حضرت اصغر کا مجموعۂ کلام شائع ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بیشتر اشعار ایسے ہین جو اپنے مطالب و معانی کے اعتبار سے لاجواب ہین۔ روحِ نشاط کا مطالعہ نشاطِ روح کا موجب ہے۔

شروع مین مرزا احسان احمد صاحب بی اے ال ال بی کا مقدمہ اور اسکے بعد مولوی اقبال احمد صاحب سہیل ام اے ال ال بی کا تبصرہ ہے۔ مولانا سہیل کو اندیشہ ہے کہ تبصرہ طولانی ہو گیا مین عرض کرتا ہون کہ شاید نامناسب نہوتا اگر اُن اشعار کا مطلب بھی واضح کر دیا جاتا جو مختلف عنوانات کے تحت مین مثالاً درج کئے گئے ہین اس طرح تبصرہ کی رنگینیان اور بڑھ جاتین اگرچہ موجودہ صورت مین بھی مفید اور دلچسپ ہے۔

مقدمہ مین مرزا احسان احمد صاحب نے بعض اشعار کے معانی بیان کرنے کی کوشش کی ہے مگر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اُنہین کامیابی نہین ہوئی۔ دیگر شعرائے ماضی و حال کے متعلق جس رائے کا اظہار فرمایا ہے اُس سے بھی مجھے اختلاف ہے (مین اپنے آپکو مستثنیٰ کر دیتا اگر شاعر کے لقب کا مستحق ہوتا) بعض امور اور بھی مابہ النزاع ہین۔ ممکن ہے کہ مین ہی غلطی پر ہون۔ ناظرین فیصلہ کرلین جناب اصغر کا شعر ہے ؎

مقامِ جہل کو پایا نہ علم و عرفان نے — مین بے خبر ہون باندازۂ فریبِ شہود

اسکے متعلق مرزا صاحب فرماتے ہین کہ:-

"علم و عرفان کا تقاضہ ہے کہ عالم کائنات اور اسکے مشاہد و مظاہر کو صرف سراب بے بود تصور کر لیا جائے۔ ظاہر ہے کہ ایک حقیقت شناس نگاہ اس شاہدِ مادیت کی فریب کاریون سے متاثر نہین ہو سکتی۔ چنانچہ غالب نے جب یہہ کہا۔

ہستی کے مت فریب مین آجائیو اسدؔ — عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے

تو یہہ در اصل اسی بادۂ علم و عرفان کا نشہ تھا لیکن فریبِ شہود کو فریبِ شہود سمجھکر اسکی طلسم کاریون کے سامنے سر عقیدت خم کر دینا در اصل "یساط آرائے شہود" کے منشا کی تعمیل ہے جو یقیناً علم و عرفان سے ایک بلند تر مقام ہے کیونکہ عالم موجودات کو فریبِ محض سمجھکر اس سے کنارہ کش ہو جانا مشیت ایزدی کے خلاف علم نافرمانی بلند کرنا ہے۔ بزمِ شہود فریب سہی لیکن اس فریب مین مبتلا ہی ہو جانا عین منشائے قدرت کی اطاعت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جلوہ گاہِ حقیقت کے محرمانِ خاص باوجود اس کے کہ ان کو دنیا کی بے ثباتی کا یقین کامل تھا رزمگاہِ حیات مین سرگرم عمل نظر آتے ہین۔ اس بنا پر یہہ مقام جہل یعنی فریبِ شہود کا دلدادہ بنجانا علم و عرفان سے کہین بلند تر ہے۔"

حضرت اصغر کے دیوان مین یہہ شعر بھی ہے ؎

مین ہون ازل سے گرمِ رہِ عرصۂ وجود — میرا ہی کچھ غبار ہے دنیا کہین جسے

مرزا صاحب کی شرح کسقدر تو ہین ہے اُس فلسفیانہ وحدت آشنا دماغ کی جس سے ایسا شعر نکلا ہو اور جو دنیا کے متعلق یہہ کہے کہ میرا ہی کچھ غبار ہے وہ اور فریبِ شہود کے سامنے سر جھکائے! فریبِ شہود کا بندہ ہونا علم و عرفان سے بلند مقام ہوا یا وہم پرستی ہوئی جلوہ گاہِ حقیقت کے محرمانِ خاص اور جہل کے دلدادہ! توبہ! توبہ!

شعر کی تمام خوبیون کا اظہار مجھ ایسے بے بضاعت اور کم فرصت شخص کے لئے ناممکن ہے۔ علاوہ برین اسکے سمجھنے اور سمجھانے کیلئے

علاوہ عطر حنا کے جملہ قسم کے صندلی عطریات اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے خرید فرمائیے

ایک عارف کی ضرورت ہے اور یہان یہہ حال ہے ؎

رات اندھیری سخت خطرناک ستہ دور دراز ۔ اے مرے اللہ اتھوڑی روشنی میرے لئے

تاہم امید ہے کہ جو معنی عرض کرونگا شعر کے الفاظ سے مترشح ہونگے محض خیالی نہون گے۔

شاعر کہتا ہے کہ جو کچھ علم و عرفان کے دائرہ سے باہر ہے جہل ہے۔

مقام جہل کو پایا نہ علم و عرفان نے

تحصیل علم و عرفان کا ذریعہ یہی عالم کون و فساد ہے جو خود "فریب شہود" ہے یعنی بے حقیقت و بے ثبات لہذا ہم جسے علم و عرفان کہتے ہین در اصل بے خبری ہے اور بے خبری بھی عجیب قسم کی جو وسعت علم و عرفان کے ساتھ ترقی کرتی ہے۔

مین بے خبر ہون باندازۂ فریب شہود

جسقدر ہمپر فریب شہود کھلتا جاتا ہے اُسی قدر اندازہ ہوتا جاتا ہے کہ ہمارا جہل کتنا شدید ہے پھر بھی اپنے جہل کی تہمہ نہین ملتی کیونکہ علم و عرفان کی مدد سے جہان ایک حجاب آنکھون کے آگے سے اُٹھا اُسکی جگہہ ہزارہا نئے حجاب قائم ہوگئے۔ مثلاً ایک قطرۂ آب کو لیجئے۔ جب تک یہہ علم نہین تھا کہ اس مین ہزارون جاندار مخلوق آباد ہین ہمارا جہل صرف قطرۂ آب تک محدود تھا مگر اس علم نے ہزارون نئے راستے "جہل" کے کھول دیئے کیونکہ بجاے ایک قطرۂ آب کے اب اسکی "دنیا" کی معرفت درپیش ہوئی۔ اگر صرف یہی ایک سلسلہ لیا جائے تو منتہی ہے دیگر اشیاے عالم کا ذکر کیا۔

حاصل یہہ ہوا کہ جب موجودات عالم کے متعلق ہمارے علم و عرفان کی یہ حالت ہے کہ اپنے جہل کی بھی انتہا دریافت نہین ہوتی تو ہم ذات و صفات باری تعالیٰ کا انحصار کیا کر سکتے ہین۔

اس سے بہتر اور نادر شاید ہی کوئی طریقہ عظمت و جلال صمدی کے اظہار کا ہو۔ دریا کوزے مین بند ہے اور دریا بھی وہ جس کے ہر قطرہ مین ایک بحر ناپیدا کنار موج زن ہو۔ یہہ شعر پیکِ خیال کے سامنے ایک لیاقت و دقت میدان پیش کرتا ہے جہان ایک پل مین ایک عمر کی راہ طے ہوتی ہے مگر پھر بھی انسان لب تشنہ اور منزل سے بیگانہ رہتا ہے۔

یہان پر جناب اصغر کے اُس شعر کے متعلق جو ضمناً آگیا کچھ لکھنا بیجا نہ ہوگا۔

روز ازل روح انسانی "الست بربکم" کا سرمدی ترانہ سنکر مست و سرشار ہوئی آستانۂ ناز پر سر عبودیت خم ہوا راز و نیاز و عہد و پیمان شروع ہوئے۔ وعدے کے ایفا کا انحصار چند شرائط کی تکمیل پر ہوا۔ ایک امتحانگاہ یہہ میدان شہود یا عرصۂ وجود قرار پایا۔ حکم "اہبطو" صادر ہوا۔ روح انسانی شعلہ بداماں اس میدان کو طے کر رہی ہے مگر چونکہ "خلوتی راز نہان" رہ چکی ہے اور شراب شوق سے چھکی ہوئی ہے اسکی ہر مستانہ لغزش سے ایک نیا عالم معرض وجود مین آتا ہے از انجملہ ایک یہہ دنیا ہے از انجملہ یہہ ستارے اور سیارے اور تمام نظامہاے شمسی اور وہ دہندے نوانی حلقے جن کو سائنس نیبُلا (Nebula) کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ یہہ سب فیض ہے اُس سرمدی ترانے کا جو ابتک کانون مین گونج رہا ہے یہہ تمام رنگینیان اور لطافتین صرف انسان کے واسطے ہین مگر شرط یہہ ہے کہ انکے فریب سے انکے طلسم مین گرفتار نہو جائے خود ان کو محبوب نہ بنائے بلکہ یہہ سمجھے کہ عہد الست کی یاد دلانے والی نشانیان ہین۔

مین ہون ازل سے گرم رو عرصۂ وجود میرا ہی کچھ غبار ہے دنیا کہین جسے

اللہ اکبر! دیکھئے شعر خیال کو کسقدر وسعت دیتا ہے ایک بگولہ ہے جو صرف تگ و دو ہے اور جس کے پسماندہ غبار مین بھی ایک دنیا کا سمان ہے جس کی جولانی کبھی ختم نہین ہوتی حالانکہ ازل سے سرگرم جستجو ہے۔ اگر ہم دنیا کو کسی ستارے سے دیکھ سکین تو یہہ بھی ویسی ہی

علاوہ عطریات کے اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے کارخانہ کے تیار کردہ روغن اور نہایت اعلیٰ عرقیات طلب فرمائیے

نورانی نظر آئیگی جیسے اور ستارے ہین لہذا غبار بھی نورانی ہوا۔ ذات سردی سے ادنیٰ اتصال کا یہ نتیجہ ہے۔ اُنکا کیا پوچھنا جو اُس کے ہین جو اُس کے محبوب ہین۔

دوسرا شعر یہہ ہے ؎

جب میری جستجو نے ڈال رکھے تھے حجاب بیخودی نے اٹھا کے محسوس عریان کردیا

مرزا صاحب فرماتے ہین کہ۔

"ذوقِ جستجو خود ایک حجاب ہے چنانچہ انسان ایک راز کھولنے کی کوشش کرتا ہے تو دوسرا راز سامنے آجاتا ہے غرض جب تک وہ اس جدوجہد مین مصروف رہتا ہے حقیقت اُسکی نگاہون سے مخفی رہتی ہے لیکن جب اُس پر بیخودی طاری ہوجاتی ہے تو یہہ حجابِ جستجو دفعتہً اُٹھ جاتا ہے اور جمالِ حقیقت نظر آنے لگتا ہے"۔

لفظ محسوس اس شعر کی جان ہے جس کے متعلق مرزا صاحب نے کچھ نہین کہا۔ ہماری جستجو اس لئے ناکام رہتی ہے کہ ہم اپنے مقصود کو اپنی ذات کے باہر تلاش کرتے ہین جہان بیخودی طاری ہوئی۔ (احساسِ خودی مٹا) ہم محسوس کرنے لگے کہ وہ ہم مین ہے اور اُسکا ظہور (عریان ہونا) بجز اس احساس کے کہ وہ ہم مین ہے اور کچھ نہین بیخودی کے ساتھ لفظ "محسوس" کو اس خوبی سے لانا جناب اصغر کے کمالِ شاعری پر دلالت کرتا ہے۔ اور کوئی صورت بیخودی مین حس باقی رہنے کی ہو ہی نہین سکتی۔ "حقیقت کا نظر آنا" اور حقیقت کا محسوس ہونا ان دونون مین جو نازک فرق ہے اُس پر غور فرمائیے۔ مرزا صاحب نے شعر کی خوبی نمایان کرنے کے بجائے اس فقرہ سے مضمون کو اور پست کردیا۔

بچ حسن تعین سے ظاہر ہو کہ بالا ہو یہہ قید نظر کی ہے وہ فکر کا زندان ہے

مرزا صاحب فرماتے ہین کہ:۔

"حسن ایک غیر محدود شے ہے جسکی تجلی جہت و مقام کی بندشون سے آزاد ہے اس لئے اسکا ذوقِ مشاہدہ متقاضی ہے کہ ظاہر و باطن کے قیود باقی نہ رہین"۔

شاعر یہہ نہین کہتا کہ حسن کو محدود نہ کرو بلکہ وہ تو کہتا ہے کہ کہ اُس حسن سے بچو جس کا نام تعین ہے چاہے اسکا مظہر مشاہدہ (نظر) ہو یا مطالعہ (فکر)۔ ظاہری حسن تعین یہہ ہوا کہ نظر نے اپنی انتہائی قوت صرف کرکے ایک منظرِ حسن قائم کیا۔ باطنی حسن تعین یہہ ہوا کہ فکر نے اپنی آخری پرواز سے ایک تخیل بلندی پر دریافت کیا۔ یہہ مناظر بجائے خود حسین اور دلکش ہین مگر شاعر کہتا ہے کہ یہہ دونون ناقص ہین چونکہ محدود ہین۔ ہمیشہ حسن مطلق کا خیال کرو جو ان تمام مشاہدات و محسوسات کو اپنے دامن مین لئے ہوئے ہے۔ مگر اس حسن مطلق تک رسائی اُسی وقت ہوگی جب دل و دماغ سے تعین کا پردہ اُٹھا دوگے۔

ایسا بھلا ایک جلوہ تھا اُسمین چھپا ہوا اُس رخ پہ کھنچا ہوا نقاب اب اپنی نظر کو مین

مرزا صاحب نے یہہ مطلب بیان کیا ہے

"اکثر انسان مین مخصوص صلاحیتین ہوتی ہین جو مخفی اور غیر محسوس رہتی ہین لیکن جب کوئی خارجی اثر محرک ہوتا ہے تو وہ دفعتہً چمک اُٹھتی ہین۔ جب تک رخ رنگین کے پرتو سے نظر فیضیاب نہین ہوئی تھی اُسوقت تک اسکی معجز نمائیون کا احساس نہ تھا"۔

مین پھر یہہ ادب عرض کرونگا کہ مرزا صاحب شعر کی خوبیان تو درکنار اُسکا مطلب بھی نہین سمجھے۔ اچھا شاعر حتی المقدور کوئی لفظ فضول نہین لاتا۔ دوسرے مصرع مین لفظ "اب" پر غور کیجئے یہی شعر کے معنی کی کلید ہے ایک ایسی تصویر آنکھون کے سامنے آجاتی ہے جسکی نظیر مشکل سے ملے گی۔

عاشق کو رخِ پرتو جانان کا جلوہ دیکھنا نصیب ہوا شوق کی بیتابی اور جلوہ کی خیرگی نے خدوخال کو دم بھر کے واسطے نمایان کرکے آنکھ سے اوجھل کردیا فقط ایک شعاعی چہرہ

روح گلاب جو تمام عطرون سے زیادہ قیمتی مشہور عالم اور پسند ہے کارخانۂ اصغر علی محمد علی تاجر لکھنؤ سے فی تولہ ۱۰ طلب فرمائیے

معشوق سے عاشق کی نظر تک قائم ہوگیا۔ سائنس کی رو سے نظر کچھ نہین سوا اس کے کہ ہماری آنکھون کا نور کسی چیز سے ٹکرا کے منعکس ہوجائے۔ پہلے مصرع مین لفظ بھی اور دوسرے مین لفظ اب اُس مفہوم کے موئد ہین جو مینے عرض کیا۔ پہلے مصرع مین لفظ اس کی ضمیر نظر کی طرف نہین (جیسا غالباً مرزا صاحب کا خیال ہے اگرچہ اُنھون نے اس امر کو مبہم ہی رہنے دیا) بلکہ رخ کی طرف پھرتی ہے۔ معشوق کے رخ مین جہان اور جلوے تھے وہان ایک ایسا بھی جلوہ تھا جو میری نظر کی نورانی شعاعون سے مشابہ تھا۔ اس طرز بیان مین کسقدر جدت و ابداعت ہے جس نے جذب نگاہ کا ایک عجیب معجزہ دکھایا۔ جلوۂ رخ کیف نظر مین منتقل ہوگیا!

اسی خیال نے حضرت اصغر کے ایک دوسرے شعر مین یہہ صورت اختیار کی ؎

ہو نور یہ کچھ اور ہے اک نور کا عالم — اُس رخ پہ جو چھا جائے مرا کیف نظر بھی

مگر حضرت اصغر کے کلام کی شرح لکھنا میرا مقصود نہین۔ اس دلچسپ موضوع کو یہین ختم کرتا ہون۔ ابھی کچھ اور باتین لکھنا ہین اگر مرزا احسان احمد صاحب کا قول باور کیا جائے تو حضرت اصغر وہ انسان ہین "جنکا نشاط آفرین دل و دماغ یاس و حسرت آہ و بکا، گریۂ وزاری فریاد و ماتم کے پست اور بزدلانہ جذبات سے قطعاً ناآشنا ہے وہ اپنے پہلو مین ایک زندہ اور بیدار دل رکھتے ہین جو سرتاپا نشاط حیات سے مخمور ہے اس لئے اُنکی زبان سے جو حرف نکلتا ہے کیف و سرور سے لبریز ہوتا ہے"۔

مگر کم سے کم یاس و حسرت کے جذبات سے تو مولانا سہیل نے بھی حضرت اصغر کو متصف کیا ہے (ملاحظہ ہو صفحہ ۶۷)۔

آگے چل کر پھر مرزا صاحب کو جوش آتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے کہ اُردو کا تغزل باوجود گوناگون اوصاف کے ابتک رقص و مستی کی کیفیت سے ناآشنا تھا یعنی ابتک عام طور پر یاس و حسرت فریاد و ماتم آہ و فغان وغیرہ بے کیف اور دلولہ شکن جذبات ادا کئے جاتے تھے کیف و سرور کا عنصر تقریباً مفقود تھا۔ موجودہ زمانہ مین یہ فخر صرف حضرت اصغر کو حاصل ہے کہ انکی سحر طراز یون نے غزل کے قدیم قالب بیجان مین رقص و مستی کی ایک جدید روح پھونک دی اور لوگون کو نظر آگیا کہ تغزل اگر فی الواقع تغزل ہے تو وہ کس حد تک مضطرب قلوب کو متاثر کرتا ہے"۔ . . . . . "

کیا ہمارے شعراء کے قدیم ماتمدون سے اس نعرۂ مستانہ پر کوئی صدائے لبیک بلند ہوسکتی ہے؟"

حضرت اصغر کے اچھے شاعر ہونے مین کوئی شک نہین۔ اُنکی جسقدر تعریف کیجائے کم ہے مگر کیا یہہ بھی ضرور ہے کہ گزشتہ خاک آسودہ اور موجودہ "مردہ دل" شاعرون کی تنقصت کیجائے جو کسی فائدہ یا شہرت کی غرض سے نہین بلکہ صرف اپنا شوق پورا کرنے کو شاعری کرتے ہین اور کرتے تھے۔ آپ یہی مان لیجئے کہ سب نے ہذیان بکا مگر آپکی دل آزار باتین اُنکے ہذیان سے کم دماغ کو پراگندہ کرنیوالی نہین ہین۔ کوئی تنگ نظر ایسی بات کہے تو بُری نہ معلوم ہو مگر وہ شخص جو تعلیم یافتہ ہے جس نے آزادی کے مدرسہ مین تعلیم پائی ہے جسکو مختلف زبانون اور ملکون کی تاریخی اور ادبی کتابون کے دیکھنے کا موقع ملا ہے اُسے تو جاننا چاہئے مرزا صاحب کا یہہ ارشاد بھی کوئی وقعت نہین رکھتا کہ یاس و حسرت وغیرہ بزدلانہ جذبات ہین۔ میدان غزل عرصۂ رزم نہین بلکہ جذبات کی مصوری اور حقیقت کی ترجمانی ہے اس کے دائرۂ عمل سے کوئی لطیف اور مہذب جذبہ کوئی کیفیت خوشی یا غم کی۔ کوئی واقعہ حیات یا مرگ کا خارج نہین۔ سوال اسقدر رہ جاتا ہے کہ جو کچھ کہا گیا وہ کس اسلوب سے کہا گیا اور کہانتک اُسمین تخیل یا حقیقت نگاری ہے

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر شمامۃ العنبر کی خوبی اسکے استعمال ہی سے معلوم ہوسکتی ہے

اگر لطیفہ ہے تو آپ جتنا چاہئے چیخئے سننے والوں کو ہنسی آئیگی اور اگر حقیقت ہے تو ہنسی کو درد کا پردہ بنائیے مگر تاڑنے والے تاڑ جائینگے اور آپکی ہنسی پر خون کے آنسو بہائینگے۔

یہہ خیال وبا کی طرح پھیل گیا ہے کہ غزل مین حسرت و یاس مرگ میت جنازہ نزع اور اس قبیل کے مضامین نظم نہ کرنا چاہئے۔ مجھے اس پست ہمتی پر سخت افسوس ہے اُس قوم کے افراد اپنی بات اور اپنے ایمان کے واسطے خوشی خوشی جان کیا دین گے جو موت کا نام سنکر کانپتے ہین جو اسقدر عیش و راحت کے حریص ہین اور درد و غم کے متنفر کرنے والے جذبات پر عمل پیرا ہونا تو کیسا انکے ذکر سے گھبراتے ہین۔ حالانکہ موت بھی اور تغیرات زمانہ کی طرح ایک تغیر ہی اور رنج اکثر نشاط کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔ شاید وہ نہین جانتے کہ عیش و آرام کا ارادہ ہونا دراصل مبتلائے غم ہونا ہے۔ علاوہ برین شاعر خوشی کی خوشی اور غم کا غم نہین کرتا بلکہ انکا فلسفہ بیان کرتا ہی۔ آتش نے کیا خوب کہا ہے ؎

چلا وہ راہ جو سالک کے پیش پا آئی ٹھہر گیا جو کہین بوجے آشنا آئی

حقیقت ایک ہے صورتین مختلف ہین خوشی ہو کہ غم احیات ہو کہ ممات شاعر کا کام شاہد حقیقت کو بے نقاب کرنا ہے کون کس حد تک کامیاب ہوا ع۔

این سعادت بزور بازو نیست

انسان بلکہ تمام مخلوق کی زندگی کے دو پہلو ہین حیات و مرگ شاعر کا تصرف دونون پر یکسان ہے اور وہ خود ان دونون سے بشرطیکہ شاعر کے بیش بہا خطاب کا مستحق ہو۔ یہہ سچ ہے کہ اگر حیات کا نام محض قہقہہ اور مرگ کی نشانیان صرف اعضا کا اینٹھنا بڑنا پتلیون کا پھرنا لوہون کا مڑنا ہے تو ایسی شاعری کو دور سے سلام اچھا۔ اگر حیات و مرگ کے اسرار بیان کئے گئے ہین تو ایسی شاعری قابل قدر ہے عام اس سے کہ اُسے پڑھکر یا سنکر ہمین خوشی ہوتی ہے یا رنج۔

گیٹے کی شاعرانہ عظمت کا کس کو اعتراف نہین دیکھئے وہ کیا کہتا ہے۔

"غم جسکی غذا نہین ہوا جس نے رات کی تاریک گھڑیان روتے اور صبح کے انتظار مین نہین کاٹین۔ اے نادیدہ قوتو! اُس نے تمھین نہین پہچانا!"

خوشی و غم دونون مین ایک پیغام ہے شاعر کا فرض ہے کہ اس پیغام کو لوگون تک موثر الفاظ مین پہونچا دے۔ یہہ نہ دیکھنا چاہئے کہ اُس نے جذبۂ خوشی یا جذبۂ غم کو نظم کیون کیا بلکہ یہ جو کچھ نظم کیا وہ شاعری کی ٹکسال مین زر کامل العیار ہے یا نہین۔

اس موقع پر اُس امتیاز کی طرف بھی اشارہ ضرور ہے جو مرزا صاحب نے درد الم (آہ و بکا) اور سوز و گداز مین قائم کیا ہے۔ اُنکا یہہ فرمانا بجا ہے کہ سوز و گداز آہ و بکا کا نام نہین مگر اسکی کیا دلیل کہ آہ و بکا مین سوز و گداز پیدا نہین ہو سکتا۔ نوحۂ غم ہو یا نغمۂ شادی جو ہو تاثیر مین ڈوبا ہو۔ جو شعر تاثیر سے خالی ہے وہ شعر نہین۔ اگر خالی الفاظ ناچتے ہین تو وہ پریان نہین بلکہ پرچھائیان ہین اگر نالۂ شیون اثر سے خالی ہے تو ٹوٹے ہوئے دل کی فریاد نہین بلکہ کرایہ کے نوحہ گر کی آہ و بکا ہے۔ خوش قسمت ہے وہ جو خوشی کا گیت اسطرح گا سکے کہ روح وجد کرے۔ خوش قسمت ہے وہ جو اس طرح روئے کہ محفل کی محفل کو رُلا دے مگر قابل رشک ہے وہ جو ہنسا بھی سکے اور رُلا بھی سکے (ہنسی سے میرا مطلب مسخرہ پن نہین ہے)۔ جناب اصغر کا کلام دونون قسم کے اشعار کا گنجینہ ہے اگر مکر و ہات زمانہ نے فرصت دی تو کسی اور موقع پر حضرت اصغر کے منتخب اشعار کی خوبیان دکھانے کی کوشش کرونگا۔ یہان چند اشعار مختصر تمہید کے ساتھ درج کرتا ہون۔

اللہ رے دیوانگی شوق کا عالم اک رقص مین ہر ذرہ بصحرا نظر آیا

موسم گرما مین روح خس اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے کارخانہ کا استعمال کیجئے

علاوہ اور خوبیون کے محاکات کی شان دیکھیے معلوم ہوتا ہے کہ تمام صحرا جگمگا رہا ہے۔ اگر صحرا کا استعارہ دل سے کیجئے تو اور ہی عالم پیش نظر ہوتا ہے۔

اُٹھے عجب ندرسے وہ جوشِ غضب مین چڑھتا ہوا اک حُسن کا دریا نظر آیا

غصہ مین سانس پھولنے لگتی ہے پھر معشوق کا غضبناک ہوکر اُٹھنا ان دونون کیفیتون نے مل کر معشوق کو ایک دریائے حسن اور ہر سانس کو ہر اداکو ایک بیقرار موج بنادیا کیسا دلکش انداز بیان اور کسقدر لطیف شعر ہے۔

تھا لطفِ جنون بیدؔ خونابہ فشان سے پھولون سے بھرا دامن صحرا نظر آیا

مضمون معمولی اور پامال مگر لفظ خونابہ فشان نے جس مین چھٹکنے کا مفہوم ہے ایک حسن پیدا کردیا۔

خوب تھا صحرا پرائے ذوق جنون پھاڑنے کو نت نئے دامن کہان

ہر صحرا کو ایک دامن سمجھئے۔ پھر شعر کی بلاغت پر غور کیجئے۔

میخانہ کی اک روح مجھے کھینچ کے دیدی کیا کردیا ساقی نگہہ ہوش ربا سے

نگاہ ساقی کو روح میخانہ کہنا میرے نزدیک بالکل نئی تشبیہ ہے

پہلے ہستی کی ہے تلاش ضرور پھر جو گم ہو تو جستجو نہ کرے

ان مختصر الفاظ مین اصول زندگی و طریق سلوک کا مکمل فلسفہ ہے۔ تفصیل کی گنجائش نہین۔

عشق ہے سعی مری عشق ہے حاصل میرا یہی منزل ہے یہی جادۂ منزل میرا

عشق کو منزل سب نے کہا ہے مگر سعی کو جادۂ منزل سے استعارہ کرنا جناب اصغر کا حصہ تھا۔

اور آجائے نہ زندانی وحشت کوئی ہے جنون خیز بہت شور سلاسل میرا

یہ شعر تعریف سے مستغنی ہے۔ شور جنون و عشق کا اس حد تک پہونچنا کہ معشوق نہ صرف کھینچ کے چلا آئے بلکہ خود اُس مین بھی انداز جنون پیدا ہون حسن و عشق و راز و نیاز کی وہ منزل ہے جہان معمولی شاعر کی فکر کا گزر نہین۔ حسن کے جلوون مین وحشت و رمیدگی و بیگانگی مسلم ہے (اسی سے رنگ پرطاؤس سے تشبیہ دیتے ہین) لہذا یہہ استعداد موجود ہے کہ اور آجائے نہ زندانی وحشت کوئی

اصل یہہ ہے کہ اس شعر کے متعلق کچھ لکھنا اسکے کیف کو زائل کرنا ہے مگر بغیر کہے رہا بھی نہین جاتا۔ شعر مین جنون عشق کا فلسفہ بھی بیان کردیا ہے حسن کے جلوون مین رمیدگی ہے جنون عشق اسی کا تتبع ہے اس طرح حسن و عشق مین ایک ربط پیدا ہوا وحشی کو وحشی سے وحشت نہین ہوسکتی۔ ہوش جو وجہہ بیگانگی تھے جب عاشق سے رخصت ہوگئے پھر یہہ ضرور ہے کہ بقول غالب ع فریاد کی کوئی لے نہین ہے۔ جذبۂ حزن طاری کرنے کے لئے لازم نہین کہ سینہ کوبی و آہ و زاری ہی سے کام لیا جائے مگر یہ بھی فرض نہین کہ انہین یک مشت خارج کردیا جائے۔

یہ امر قابل غور ہے کہ حضرت اصغر کے کلام کا انتخاب شایع ہوا ہے اور انتخاب بھی غالباً اُن حضرات نے کیا ہے جو خوشحالی و نشاط کے متوالے ہین پھر بھی غم انگیز اشعار کی کمی نہین۔ ملاحظہ کیجئے۔

ہجوم غم مین نہین کوئی تیرہ بختون کا کہان ہے آج تو اے آفتاب نیم شبی

اک نشتر ہے جو روح کو تڑپاتا ہے۔

اک شور شے حال اک آتش بے پروا آمنکدۂ دلمین اب کفر ہے ایمان ہے

حزن و افسردگی کا ایک مکتوب ہے۔

جان بسمل کا مزا انہین نہین سانس کوئی اب چمن مین نہ رہا شعلۂ عریان کوئی

کون ساحب اس برجائے دل تھامنے کے رقص کرینگے

خاک کو دانہ کی برباد نہ کر باد صبا یہی ممکن ہے کہ کل تک مرا افسانہ بنے

عبرت کا ایک مستقل درس ہے۔

یہہ اشعار رواروی مین اُسی انتخاب سے جو مرزا صاحب نے پیش کیا ہے چن لئے گئے دیوان مین اور بھی ہین۔ صرف ایک مثال

جب آپ ولایتی عطریات کا استعمال شروع کرین کارخانہ سید غلام علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے طلب فرمائین

جو صفحہ پر نظر آگئی۔

روداد چمن سنتا ہون اسطرح قفس مین جیسے کبھی آنکھون سے گلستان نہین دیکھا

اہل نظر اندازہ کرلین کہ مرزا صاحب کا یہ قول کہ حضرت اصغر کی زبان سے جو حرف نکلتا ہے کیف و سرور سے لبریز ہوتا ہے کہان تک قابل پذیرائی ہے۔

انکا یہہ فرمانا بھی غلط ہے کہ اس "رقص و مستی" کے موجد حضرت اصغر ہین۔ تمام اساتذۂ سابق و حال کے کلام مین ایسے اشعار بکثرت ملین گے جو طرب انگیز ہین یا جن مین جوش و خروش موجود ہے۔ میر کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ اس کے کلام مین درد ہی درد ہے مگر ملاحظہ ہو۔

لطف کر یہہ ہے بتان صندل پیشانی کا — حسن کیا صبح کے پھر چہرۂ نورانی کا
میر کے دین و مذہب کو پوچھتے کیا ہو اُن نے — قشقہ کھینچا دیر مین بیٹھا کب کا ترک اسلام کیا
گلبرگ کا یہہ رنگ ہے مرجان کا ایسا ڈھنگ ہے — دیکھو جھکے ہے پڑا وہ ہونٹ لعل ناب سا

اور اسی کے ساتھ۔

لعل خوش اپنے دیکھو ہو آرسی مین — پھر پوچھتے ہو منہ سے کچھ بے نوا کی خواہش
ہم فقیرون سے کج ادائی کیا — آن بیٹھے جو تمنے پیار کیا
کچھ نہ دیکھا پھر بجز یک شعلۂ پیچ و تاب — شمع تک ہنے تو دیکھا تھا کہ پروانہ گیا
شب خموشی مین ہو کی شعلہ فغان — شمع کا جلوہ غبار دیدۂ پروانہ تھا

آخری شعر کا زور اور شکوہ اور اسی غزل کے دوسرے شعر کا درد اور خستگی دونون کا مقابلہ کیجئے۔

غیر کے کہنے سے ملا اُن نے ہمکو بیگناہ — یہہ نہ سمجھا وہ کہ واقع مین بھی کچھ تھا یا نہ تھا

بات یہہ ہے کہ جنھین سلیقہ ہے وہ الفاظ و معانی مین توازن و تناسب قائم رکھتے ہین اور محض الفاظ کی در و بست سے وہ کیفیت پیدا کر دیتے ہین جسکی مصوری منظور ہے۔ یہہ اشعار جستہ جستہ درج کر دیئے گئے مزید مثالین میر یا کسی دوسرے شاعر کے کلام سے پیش کرنے مین طوالت ہے جن حضرات کا جی چاہے اس نظر سے مختلف دواوین کا مطالعہ کرلین۔ غالبًا میرے قول کی تائید ہوگی۔ یہہ ضرور ہے کہ کسی کے یہان پلہ خوشی کی طرف اور کسی کے یہان غم کی طرف جھکتا ہے جس طرح انسانون کی طبیعتین مختلف ہین۔ کوئی پردہ نہین رہا۔ انوار کی بارش شروع ہوگئی۔ خود حسن و عشق کا امتیاز مٹ گیا۔ سب حسن سب عشق ہوگیا اور سب عشق سب حسن۔

دستان نکی اداؤنکی ہے رنگین لیکن — آسین کچھ خون تمنا بھی ہے شامل میرا

عشق کی قربانیون نے حسن کی اداؤن کو اور زیادہ نمایان کر دیا۔ گویا ایک کمی تھی جسکو پورا کر دیا۔ اور ایک لطیف پہلو حسن کے مزے صرف ایک شاعر اُٹھا سکتا ہے یہہ ہے کہ جس تمنا کا خون ہوتا ہے وہ حسن کی ادا بنجاتی ہے۔

بے نیازی کو تری کچھ بھی نہ پروا نہوا — شکر اخلاص مرا شکوۂ باطل میرا

شعر مین خاص خوبی یہہ ہے کہ اس اعتراف مین جو جذبۂ انفعال مضمر ہے وہ اُسکی بے نیازی نے قبول کرلیا۔

روداد چمن سنتا ہون اسطرح قفس مین جیسے کبھی آنکھون سے گلستان نہین دیکھا

اس شعر کی تعریف بس اسقدر کافی ہے کہ غالب کے شعر کا جواب بلکہ اُس سے بہتر ہے ؎

قفس مین مجھسے روداد چمن کہتے نہ ڈر ہمدم — گری ہے جسپہ کل بجلی وہ میرا آشیان کیون ہو

کیونکہ اس مین قائل نے چمن اور نشیمن کی محبت اور اُن سے تعلق کا اظہار کر دیا یہہ ہمدم کو یہ نہین پس و پیش ہے وہ یہہ سن کے "گری ہے جسپہ کل بجلی وہ میرا آشیان کیون ہو" یا تو مزید واقعات کا اظہار نہ کریگا یا اُن آفات کو نرم کرکے بیان کریگا۔ لہذا لطف داستان جاتا رہیگا یا کم ہو جائیگا۔ حضرت اصغر نے ظاہری بے تعلقی دکھائی ہے۔ گویا چمن سے کوئی واسطہ کوئی دلچسپی نہین رہی اب کہنے والا بیدھڑک اور بلاکم و کاست بیان کریگا۔

غالب نے جس اثر کو پورے مصرع مین ترتیب دیا ہے گری ہے جسپہ الخ حضرت اصغر نے وہی کام صرف ایک لفظ "جیسے" سے نکالا۔ یہہ لفظ ایک مبسوط تاریخ ہے۔ میں چمن مین تھا اور وہ چمن بہت آراستہ و بارونق تھا۔

اگر آپ کو عطر خاور کار ہے تو صرف اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے طلب فرمائیے

ایک خوبصورت شاخ گل پر میرا آشیانہ تھا مین وہان بہت خوش تھا بچے پلے بوٹے بوٹے سے مجھے الفت تھی مجھپر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا صیاد نے اسیر کرکے قفس مین بند کردیا۔ اسکو ایک مدت ہوگئی پہلے مین بہت تڑپا پھڑکا نالہ و فریاد کی صیاد کی منتین کین قسمین دین طرح طرح کے نغمے سنائے کہ یونہی خوش ہو اور رحم کھاے مگر افسوس اُسکا دل نہین پسیجا آخر کار شوق و اضطراب کی جگہہ حزن و یاس نے لے لی۔ دل ٹوٹ گیا افسردگی فطرت ثانیہ ہوچلی۔ قفس مین دل لگ چلا تھا اتنے مین کیا خبر آئی کہ گلشن تاراج ہوگیا آشیان اُجڑ گیا جہان ہجوم غنچہ و گل تھا سرسبزی و شادابی تھی وہان خاک اُڑ رہی ہے باد سموم کے جھونکے چل رہے ہین۔ مین یہہ سب باتین اسطرح سن رہا ہون گویا مجھے گلستان سے کبھی واسطہ ہی نہین تھا آنکھ سے بھی نہین دیکھا تھا اگر بیان کرنے والے سے روداد گلستان اسطرح نہ سنون تو وہ مفصل حالات بیان کرنے مین تامل کریگا بہت سے واقعات چھپا ڈالیگا اور میرا اشتیاق تشنہ رہ جائیگا ولیکن جھپکیان چل رہی ہین مگر روداد چمن اس طرح سن رہا ہون۔

جیسے کبھی آنکھون سے گلستان نہین دیکھا!

بہت کچھ لکھا مگر معلوم ہوتا ہے کہ کچھ نہین لکھا مجبوراً اس مضمون کو ختم کرتا ہون لیکن اُسکے قبل یہہ کہنا چاہتا ہون کہ مجھے حضرت اصغر کے کلام مین نغزشین بھی نظر آئین گو اُنکی وقعت اس سے زیادہ نہین جیسے شاہد ان رعنا کے چہرۂ پر بعض کے رخسار پر کوئی بدنما خال ہو۔ مینے ایسے معشوقون کی طرف سے منہ پھیر کر دوسرون کے جمال بے مثال سے آنکھین سینکین۔

لوگون کو تنقید کی طرف رغبت ہوچلی ہے۔ ذیل مین ڈی رائڈن کی ایک عبارت کا ترجمہ حاضر ہے جو غالباً مفید اور دلچسپ ثابت ہو

"وہ لوگ تنقید کی حقیقت ہی نہین سمجھتے جنکا یہہ خیال ہے کہ اسکا خاص منصب خوردہ گیری ہے۔ تنقید کا موجد ارسطو ہے اُسکا یہہ مقصد تھا کہ کلام کی خوبیان ذہن نشین کرنے کا ایک معیار قائم ہوجائے جسکا فرض اولین یہہ ہو کہ کلام کے محاسن پڑھنے والے کی سمجھ مین آجائین اور موجب انبساط ہون۔ اگر کسی نظم کی ترتیب تخیل اور انداز بیان اچھا ہے جو ایک حقیقی شاعر کے طغراے امتیاز ہین تو نقاد کو چاہئے کہ مصنف کے مواقف راے قائم کرے معمولی اغلاط پر ناک بھون چڑھانا خباثت نفس اور نامردی کی دلیل ہے کیونکہ ایسے تسامحات سے دجل کا کلام بھی پاک نہین۔ رئیس تسلیم کرتا ہے کہ مستعد اور کیل کانٹے سے لیس ہومر بھی بعض وقت اونگھ جاتا ہے۔ اُسکی نظم کی ہر سطر خوبیون سے لبریز نہین ہے تاہم ہاریس ہومر کے کلام کو کمال شاعری کا مستقل نمونہ بتاتا ہے۔ لانگینس جو ارسطو کے بعد یونانیون مین عظیم ترین نقاد ہوا اُس گرانپایہ شاعری کو جس مین لغزشین ہون اُس خنک یا معتدل شاعری پر ترجیح دیتا ہے جس مین غلطیان تو نہین ہین مگر ترفع بھی نہین۔ قسم اول کو اُس نے ایک ایسے شخص سے مشابہ کیا ہے جسکی دولت کثیر ہے جسکو اتنی فرصت نہین کہ چھوٹے چھوٹے مصارف کی نگرانی کرے اُسکے واسطے جزئیات کی نگہداشت کسر شان ہے اُسکی کفایت شعاری کے بہترین نمونے فردعات مین نہین مل سکتے بلکہ انمین اکثر اسراف پایا جاتا ہے مگر وہ اپنی مجموعی دولت کی محافظت مین کوئی دقیقہ نہین اُٹھا رکھتا۔ برخلاف اس کے وہ شاعری جو جادۂ اعتدال سے آگے قدم نہین بڑھاتی اُسکی مثال ایسے شخص کی ہے جو اپنا اندوختہ نہایت احتیاط بلکہ بخل سے صرف کرتا ہے اور اس خوف سے کہ مبادا اسراف کا مرتکب ہو شاندار زندگی کبھی نہین بسر کرتا۔ ایسا شخص صحیح عبارت ضرور لکھتا ہے۔ صرف ونحو سے چاق چوبند۔ ترکیبات کا ماہر۔ منوعات سے واقف اور بال کی کھال کھینچنے والا ہوتا ہے۔ کوئی اُس سے بہتر نہین جانتا کہ کیا نہ لکھنا چاہئے۔ وہ کبھی اتنا دوڑ کر نہین چلتا کہ گر پڑے بلکہ پھونک پھونک کے قدم رکھتا ہے اور

کارخانۂ صفر علی محمد تاجر عطر لکھنؤ جس کو قریب ایک صدی کے زمانہ ہوا نیک نامی سے جاری ہے

جیسا کہ ایک سنجیدہ شخص کے شایان ہے پہلے عصا ٹیکتا ہے پھر پاؤن جماتا ہے۔ غرضکہ وہ اپنے کام مین بہت منہمک رہتا اور حیرت انگیز احتیاط برتتا ہے۔ ایسے شخص کی نہ تو کوئی تعریف کرتا ہے نہ مذمت۔ لائنگیس کہتا ہے کہ مجھے ہومر مین معمولی غلطیان مل سکتی ہین لیکن انصاف سے دیکھو تو یہہ غلطیان محض انسانی کمزوری کی نشانیان ہین۔ اونی فروگزاشتین ہین جو جوش تحریر مین نظر انداز ہوگئین مگر اُسکی روح کی عظمت باوجود ان تسامحات کے مجھپر غالب آجاتی ہے اور اگرچہ اور مصنفین کا کلام نسبتاً غلطیون سے پاک ہے مگر شاید ہی کوئی شخص ایسا کج فہم ہو جو مثلاً ایپولونیس یا تھیاکرٹیس کو ہومر پر ترجیح دے"۔

مگر یہہ یاد رکھنا چاہئے کہ مندرجۂ بالا اقوال مبسوط مسلسل نظم کے بارہ مین ہین۔ غزل کا ہر شعر اپنی جگہہ مکمل ہوتا ہے لہذا اسکے معائب بھی زیادہ نمایان ہوتے ہین اور زیادہ کھٹکتے ہین۔ ان امور کا لحاظ رکھتے ہوئے کہ ہر قوم کی شاعری ہر زمانہ مین اُسکی اقتصادی و معاشرتی حالت کا آئینہ ہوتی ہے۔ جن لوگون کے دل بجھے ہوئے ہین جنکو زمانہ نے بیس ڈالا جن کے آداب و اخلاق جن کی تعلیم جن کا پاس وضع جن کے قدیم روایات باد فنا کی طرح جدھر ہوا کا رخ ہو پھرنے سے اُن کو روکتے ہین اُن سے آپ یہہ توقع رکھتے ہین کہ ناچین تھرکین اور آپکے قہقہون مین شریک ہون۔ اُنکو آنکے اتکمدون مین رہنے دیجئے اور آہ وزاری نالہ و بکا کرنے دیجئے اگر وہ آپکی بزم عشرت مین شریک نہین ہوتے تو آپ کا کیا نقصان ہے۔

اب مین کچھ اُس کیفیت کے متعلق لکھون گا جسے مرزا صاحب رقص و مستی سے تعبیر کرتے ہین۔ شعر کو سکر سامع کے دیگر مختلف کیفیتین طاری ہوتی ہین۔ حزن یا الانبساط حیرت یا حیرت۔ ظاہر ہے کہ جس شعر کو سنکر میری طبیعت متنفر ہو وہ میرے لئے کسی کام کا نہین۔ باقی تین جذبے رہ گئے۔ شعر کی خوبی یہہ ہے کہ جس جذبہ کی تصویر ہو مکمل ہو۔ جذبۂ حیرت شدت کے ساتھ اُن اشعار سے طاری ہوتا ہے جن مین شاہد معنی کی ایک جھلک پردہ سے نظر آتی ہے اُسکی بنا پر سہین اپنے ذوق اور اپنی فکر سے کام لینا پڑتا ہے اگر حیرت کی تسکین ہوگئی تو ایک لمحہ انبساط کی دل و دماغ مین دوڑ جائیگی ورنہ انقباض رہیگا جو شاید نفرت مین بدل جائے۔ مرزا صاحب کا خیال ہے کہ شاعر کو صرف ایسے اشعار کہنا چاہئے جن سے سامع پر انبساط طاری ہو۔ انقباضی اشعار ٹکسال باہر۔ گویا شاعری خصوصاً تغزل ہمارے نفس ہمارے جذبات ہماری امیدون ہماری آرزؤن اور ہماری حسرتون کا آئینہ نہین ہے بلکہ ایک سانچا ہے جسمین خوشی ڈھلتی ہے۔

شاعر مین جب تک غم سے متاثر ہونے کی استعداد ہے اُس سے یہہ امید رکھنا کہ وہ درد تاک و حسرت انگیز اشعار نہ کہیگا سودائے خام ہے۔

حافظ کا کلام رقص و مستی کا بہترین نمونہ سمجھا جاتا ہے مگر اُس مین بھی بکثرت ایسے اشعار موجود ہین جن کو پڑھ کے بجائے انبساط کے حزن طاری ہوتا ہے مثلاً۔

شب تاریک و بیم موج و گردابے چنین حائل — کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا

مرا در منزل جانان چہ امن و عیش چون ہر دم — جرس فریاد میدارد کہ بربندید محملہا

اسی غزل مین یہ شعر بھی ہے۔

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید — کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

جس مین سرور و انبساط ہے۔

شاید رائمر کی رائے زیادہ مفید ہوگی۔

"کوئی صناع حصیر کے کو چلا نہ کرے اگر اُسے خیال ہو کہ اُس کے سوا جرم پر کسی کی نظر نہ پڑیگی۔ اس طرح شاعر بے پروا ہو جائین اگر نقاد دقیقہ گیری پر نہ تُلے رہین"۔

اختر

کارخانۂ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کی سچائی معاملات کی صفائی اور مال کی عمدگی ہندوستان بھر مین مشہور ہے

تخئیلِ محمود

(جناب خان صاحب محمود علی خان عرف آغا علی خان صاحب متخلص بہ محمود تعلقہ دار و آنریری اسپیشل مجسٹریٹ الہ آباد)

ہان گر ترے ناوک کا انداز جُدا ہوتا
ہر زخم مرے دل کا تصویرِ وفا ہوتا

دل خونِ تمنا سے ہوتا نہ اگر رنگین
اس منظرِ فطرت کا پھر رنگ نیا ہوتا

تھی اُنکی خود آرائی ورنہ اسی محفل مین
انگڑائی کے لینے کا انداز جدا ہوتا

اے ساقیِ میخانہ تھی کون خطا میری
اک جامِ مے راحت مجھکو بھی دیا ہوتا

مین دیکھتا جب ہمت دامن ترا متقل مین
خونِ دلِ مضطر کے چھینٹون سے رنگا ہوتا

تم جانتے کتنی تھی تلخی غمِ الفت کی
گر بادۂ فرقت کا اک گھونٹ پیا ہوتا

وہ دیکھتے کیا آکر انجامِ محبت کو
میت پہ گر آتے تھے آنے تو دیا ہوتا

زینت ہوئی دُنیا کی غفلت کے حجابون سے
اُٹھتے جو یہ سب پردے اک حشر بپا ہوتا

محفل سے تری اُٹھتا گر نغمۂ مستانہ
ہر ساز مرے دل کا چوکھٹ پہ فدا ہوتا

محمود نگہ اُن کی پڑتی جو محبت کی
لوحِ دلِ محزون پر اک نقش کھدا ہوتا

کلامِ ذاکر

تجسس ہے مجھے اک بے نشان کا
پتہ کوئی بتا دے لامکان کا

اجل اتنی سی مہلت چاہتا ہون
نتیجہ دیکھ لون آہ و فغان کا

نہ دیکھا رشک سے حدِ نظر نے
گلے ملنا زمین و آسمان کا

دکھادے اے صبا بیس ماندگان کو
کوئی ذرہ ہی گردِ کاروان کا

وہ بے پردہ سنا ہے آئین گے آج
یہ موقع اصل مین ہے امتحان کا

نہ کیجے مجھکو مانوسِ عنایت
مزہ مٹ جائیگا دردِ نہان کا

بس اب جان کیجے ذاکر نذرِ قاتل
لگا رکھا ہے یہ جھگڑا کہان کا

(ابوالنجد بات سید ذاکر علی ذاکر ٹونکی)

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا ٹیلیفون نمبر ۱۳۹ ہے

مادرِ خواب

حسن شاہ سہروردی ہندوستان کے اُن چند مایۂ ناز فرزندوں مین ہین جنہون نے انگریزی ادب مین کمال حاصل کیا آپ تکمیل علم کی غرض سے انگلستان تشریف لے گئے تھے۔ وہان سے روس کا سفر کیا ابھی آپ وہین تھے کہ عالمگیر جنگ چھڑ گئی سال بھر تک وہین کے ایک مشہور کالج مین انگریزی عروض کے پروفیسر رہے اور اب سکوٹی ایک مشہور تھیٹریکل کمپنی کے رجسٹرار ہین آپنے انگلستان ہی مین اپنی چھوٹی چھوٹی نظمون کا پہلا گلدستہ "برگہائے پژمردہ" (فیڈڈ لیوز) کے نام سے شایع کیا ہے۔ "مادرِ خواب" اُسی کی ایک قومی نظم (دی مدر آف ڈریمز) کا ترجمہ ہے۔

سنو! کھڑکیان دیوانون کی طرح آپس مین ٹکرا رہی ہین! کمرے مین جلنے والی انگیٹھی کے بجھتے ہوئے شعلون کی لپک کسی عاشق کے آرزومند دل کی طرح کانپ رہی ہے۔

آنسو میری آنکھون مین پردے کی طرح حائل ہوتے جاتے ہین ہوائے سرما کے سرد سرد جھونکے بار بار مجھے اپنے عزیز وطن کی یاد سے بیچین کر دیتے ہین۔

ہند! اے ہند! میری مخلص ترین آرزوؤن کے قبلہ گاہ! تیرا مصیبت زدہ دل سرد ہے۔ تیری روح کا عالمگیر جذبہ خموش ہے۔

تیرے چشمے خشک ہین۔ تیرے چمنستان بہار کے پتے منتشر ہین۔ تیری عظمت رخصت ہو چکی تیرا ماضی ختم ہو چکا۔ تمہاری توقعات، تمہاری آرزوئین سب خاک مین مل گئین۔

کیا کھلائے ہوئے پھول جان بخش بہار کے جھونکون سے پھر سرسبز نہ ہو جائین گے؟ کیا پامال دل پھر حرکت نہ کریگا؟ کیا تیرا محبوب تیری پرستش کی تحقیر کرتا ہے؟

دیکھ، تیرا مطلع کیسا روشن ہو رہا ہے! اس روشنی مین ایک شوکت پنہان ہے۔ تیرا رخ ان شعاؤن کی طرف ہے، تو پھر زندہ ہوگا۔ تو مردہ نہین ہے۔

ابر جو تیری نظرون کے سامنے حائل ہین چھنٹ جائین گے ہمارے ضبطِ محبت کا بدلہ، ہماری خونفشانی کا صلہ ایک نیا روشن تر آفتاب بنکر طلوع ہوگا۔

توقعات جو شریفانہ ہین کامیاب ہونگے، کیونکہ کامیابی پر مُہر نہین لگ چکی ہے۔ خیالات جو پاکیزہ ہین کفن کے وزن کو ہلکا کر دینگے۔

روحانیت پھر غالب ہوگی، اور مادیت مغلوب ہو جائیگی صبح روشن شب کے تاریک ترین پردے مین مستور رہتی ہے۔

(ترجمہ) سید حسن (لکھنؤ یونیورسٹی)

نوائے راز

لاکھ ہون وقت بے خودی میکدۂ مجاز مین
روح ہی میری جبہ سا بارگہِ نیاز مین

میرا غبار آج تک سجدہ کنان جگہ جگہ
محوِ تلاش یار ہے رہ گزرِ نیاز مین

میری نگاہ شوق بھی کتنی ادا شناس ہے
لینے لگی ہے اب سبق درسگہِ مجاز مین

اہلِ نظر کے واسطے دیر مین انکی عید ہے
جلوے حقیقتون کے ہین آئینۂ مجاز مین

وجد مین میری روح ہے یکسو مین میرا قلب ہے
نغمہ زن الست ہی پردۂ ساز نے نواز مین

صبح کی ہے کسے اُمید دیکھئے صبح ہو نہ ہو
بخت کی تیرگی بھی ہے سرمئی شب دراز مین

گوشِ حقیقت آشنا جسکو ہے ہوش سے بعید
ہین یہ ہزارون نہان ایک نوائے راز مین

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کی تیار کردہ اشیاء خالص عمدہ اور بکفایت ہوتی ہین

حضرت غالب مرحوم کے دو خطوں کا عکس

خط نمبر (۱) مکرمی جناب مولوی ابوالحسن صاحب ابن جناب مولانا عبدالحق صاحب حقانی مرحوم دہلوی نے مجھے عنایت فرمایا۔ یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ یہ خط کس کے نام ہے، اور اسمین جس رباعی کا ذکر ہے وہ رباعی بھی نہ مل سکی۔ بہرحال یہ تحریر حضرت غالب مرحوم کے قلم کی ہے جو ایک یادگار چیز ہے۔

خط نمبر (۲) حضرت غالب مرحوم نے اپنے شاگرد جناب نواب نوازالدولہ سعدالدین خان بہادر معاش دار ریاست کدورا متخلص بہ شفق کے نام تحریر فرمایا ہے۔

یہ خط جناب نواب شفق بہادر کے صاحبزادے جناب نواب سعیدالدولہ محمد محی الدین خان بہادر سے جناب سید احمد حسن صاحب بن سید شاہ قطب اعظم مرحوم ساکن و گزارہ دار ریاست بانڈہ کدورا کو ملا۔ اور اب مین نے اسکو مکرمی جناب سید شریف الحسن صاحب حبیب لکھنوی سے لیکر عکس لیا۔ اڈیٹر

خط نمبر ۱

بندہ پرور آج مینے وہ انگریزی عرضی روانہ کردی اور صبح کو آپ کا کہار مسودہ اور میری محسن کا رقعہ آپکے نام کا مجکو دیگیا ۱۲

اس عنایت کی شکر مین کیا خدمت بجالاتا باری ایک رباعی بھیجتا ہون اسکو آپ پڑھکر اور لطف اوشہاکر راجہ صاحب کے خدمتمین بھجوادیجئے ۱۲

اُمید بہ تشدید میم و تخفیف میم دونون طرح مستعمل ہی ایسا نہو کہ جناب ممدوح اسکو زحاف سمجھین پہلی اور دوسرے مصرع مین بہ تخفیف میم ہے اور تیسرے مصرع کا میم مشدد ہی ۱۲ غالب ۱۲

خط نمبر ۲

ناٹک ساگر

یعنی دُنیائے ڈرامہ کی تاریخ

یہ قابلِ قدر کتاب، نورالٰہی و محمد عمر صاحبان کے زورِ قلم، و معلوماتِ تاریخی کا نتیجۂ رنگین ہے، اِسمین دُنیائے ڈرامہ کے مکمل تاریخی حالات و سوانح بیان کئے گئے ہین، اور دُنیا کے مشہور ایکٹرون اور ڈرامون کے متعلق مفید تاریخی معلومات کا ذخیرہ مہیا کیا گیا ہے۔

ہندوستان کے ڈرامے اور تھیٹر تفریحی مشاغل کا جزو اعظم سمجھے جاتے ہین۔ حالانکہ یہان بھی رہس لیلا اور رام لیلا کی بنیاد ہی اصول پر رکھی گئی تھی اور اب بھی ان کھیلون مین مذہبی رنگ کی جھلک موجود ہے، لیکن مغربی ممالک تھیٹر کو اپنی اخلاقی، تمدنی، معاشرتی ترقیون کا ذریعہ سمجھتے ہین، حتیٰ کہ ملکی سیاسی معاملات مین ڈرامے کو خاص اہمیت دیجاتی ہے۔

یونان مین ابتداً ڈراما مذہبی کھیلون مین شمار ہوتا تھا، ناٹک ساگر مین یونان کی ڈرامہ نوازی کے متعلق یہ عبارت تحریر ہے۔

"محققین کی رائے ہے کہ یا قاعدہ ایجاد سے پہلے یونان کے طبائع مین ڈرامہ کا عنصر موجود تھا اور اسکی شہادت اُن مذہبی رسوم مین ملتی ہے جنہین اسرار برنرخ کہتے ہین۔ یہ ایک قسم کی پوجا ہوتی تھی، جس سے پوجاری ڈیمیٹر اور پرسرس نامی دو دیوتاؤن کے معجزات اور سوانح حیات بہروپ بھر کر بیان کرتے اور اعراف و نرخ اور بہشت کے نظارے کھا کر حیات بعد الموت کا نقشہ آنکھون کے سامنے کھینچتے تھے اور تلقین مذہب کا کام لیتے تھے"

اِس تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ دُنیا آج سے دو ہزار برس پیشتر بھی ڈرامے کی دلدادہ تھی، فرق یہ تھا کہ اُس وقت صرف مذہبی اثرات کو قایم رکھنے کے لئے ڈرامے کھیلے جاتے تھے۔ اور اب تفریحی مشاغل کا ایک جزو لاینفک ہین،

فرانس اور انگلستان مین بھی شروع شروع مین ڈرامون سے تبلیغ و تلقین مذہب کا کام لیا گیا۔ انگلستان مین مدتون گرجا کی چار دیواری سے باہر اسکا رواج نہ ہو سکا، لیکن آخر شک کی خوشبو پھیلی اور انگلستان کی سرزمین نے ایسے ایسے ڈرامہ نگار پیدا کئے جنکی بدولت اس فن کو بہت کچھ فروغ ہوا، اور مذہبی اصلاح کے علاوہ، دنیاوی امور مین بھی مصلح مان لئے گئے۔

مصنفین کا خیال ہے کہ مسلمان اگرچہ مذہبیاً اس قسم کے لہو و لعب کو داخلِ معصیت سمجھتے ہین، لیکن ڈرامہ کے ہمہ گیر اور قابل قبول اثر سے اپنے دامن کو بچا سکے، انکے ایک فرقہ (شیعہ) نے اسے مذہبی رنگ مین نمایان کیا، اور محرم کے زمانے مین منجملہ اور سامانِ عزا کے اسکو ممتاز درجہ بخشا، چنانچہ ایران مین مذہبی حیثیت سے ڈراما کا ظہور پایا جاتا تھا۔ اور ممکن ہے کہ جاہل طبقہ مین اب بھی رواج ہو۔

چنانچہ "ناٹک ساگر" کے صفحہ ۴۲۶، ایران کی ڈرامہ نویسی کے سلسلہ مین اِن واقعات کا ذکر کیا ہے جو محرم مین بطور ڈرامہ ظاہر کئے جاتے ہین۔

"تمثیل مجلس مین پوری کمپنی کام کرتی ہے، اس تماشہ کو خاص کہتا

کیا اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے آپ واقف ہین؟ جن کا کارخانہ ۱۸۳۹ء سے روز افزون ترقی کے ساتھ جاری ہے

موزون ہے، ان ایکٹروں کو لوطی یا تماشہ جی کہتے ہین، یہ لوگ قریہ بہ قریہ پھر کر تماشہ کرتے ہین - مداری بازیگر اور قلندر بندر اور ریچھ لیکر اُنکے ساتھ ہو جاتے ہین.....

آسمان کے نیچے فضا مین چالیس گز مربع اور قدآدم بلند چبوترہ بناتے ہین، یہی سکو (ایرانی نام) اسٹیج کا کام دیتا ہے۔ اسکے گرد دس فٹ چوڑا راستہ ایکٹرون کی آمد و رفت کے لئے چھوڑا جاتا ہے.....

یہان تماشے کے آغاز کا اعلان گھنٹی بجنے سے ہوتا ہے، مگر ایران مین اس موقع پر بندوق یا توپ سر کی جاتی ہے۔ اصلی ڈرا شروع ہونے سے پہلے ایک اور چھوٹی سی تمثیل کی جاتی ہے تاکہ پلاٹ کی عظمت کا سکہ حاضرین کے دل پر بیٹھ جائے۔ مثلاً امیر تیمور اسٹیج پر آکر امام کی شہادت پر ماتم کرتا ہے اور خوارج کے خلاف غم و انتقام کے جذبات بھڑکاتا ہے.....

..... اسکے بعد

تعزیہ (ڈراما) کے دیگر ارکان داخل ہوتے ہین۔ جن مین سرورِ عالم دیگر انبیا، فرشتے، پنجتن پاک، دیگر اہلبیت، اصحابِ ثلاثہ، عمر، معاویہ، یزید، شمر ابن سعد شامل ہوتے ہین پیغمبرون فرشتون دیگر مقدس ہستیون اور عورتون کے پارٹ کرنیوالے منہ پر نقاب ڈالے ہوتے ہین"

اِس سلسلے مین ان تمام واقعات کو بیان کیا ہے جو اس تمثیل مین پیش آتے ہین، یعنی شمر و یزید کے پارٹ کرنے والون پر بعض وقت حاضرین جوش سے مغلوب ہو کر پتھر برساتے ہین حتّٰی کہ کبھی کبھی ایکٹر آغوشِ اجل مین پناہ لینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

مصنفین نے سر لویس پیلی کی کتاب کی عبارت کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے، جو حضرت امام حسین علیہ السلام سے متعلق ہے

یہ اُس وقت کی کیفیت ہے، جب سید الشہدا ز محمون سے چور ہو کر میدان مین پڑے داعی اجل کو لبیک کہنے والے ہین -

"جنابِ امامؑ آہ تیرون اور خنجرون کا زخم کیسا تڑپا دینے والا درد پیدا کر رہے ہین، اے خدا قیامت کے دن میری خاطر میرے ہموطنون پر رحم کرنا، وصال کا وقت قریب آگیا ہے لیکن اکبر کے ہجر کی پھانس دل کو تڑپا رہی ہے، کاش کہ میرے نانا مجھے اس حالت مین دیکھتے -

حضور پیغمبر عالم! (ظاہر ہو کر) پیارے حسین تمہارے نانا رسول اللہ تمہین دیکھنے لے آیا.....

ممکن ہے کہ ایران کے مسلمان تمثیل و ڈرامہ کو مذہبی رسوم کا جزو اعظم سمجھتے ہون۔ لیکن عام طور پر دُنیاے اسلام ڈرامہ کو صرف دنیاوی، دلچسپیون تک محدود سمجھتی ہے جسکو مذہب سے کوئی تعلق نہین -

اول اول شنسکرت نے فن ڈرامہ کو ایک مستقل فن بنانے کی کوشش کی تھی، اور باقاعدہ اصول و ضوابط وضع کئے تھے ایکٹر اُسی وقت کامیاب ایکٹر سمجھا جا سکتا تھا جب وہ اُن اصول کی پیروی کر کے اپنے آپ مین (وقتی طور پر) وہی جذبات پیدا کرے جسکی وہ تمثیل میش کر رہا ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ ہندوستان مین فن کی حیثیت سے ڈرامہ کا رواج باقی نرہا اور صرف ایک حیثیت رہ گئی موجودہ زمانہ مین ہندوستان مین جو کچھ ڈرامے کا اثر باقی ہے، یہ سب یورپ کا فیض ہے۔

ناٹک ساگر کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات مصنفین ڈراما اور تھیٹر سے خاص دلچسپی رکھتے ہین اور ڈرامے کو فطرت کی ایک بہترین ودیعت بلکہ عین فطرت سمجھتے ہین، چنانچہ فرماتے ہین -

"ارسطو کا قول ہے کہ نقالی انسان کی جبلّت مین داخل ہے اور اسکا ظہور اُسکے بچپن سے ہوتا ہے، نقالی صورت اور

عطر حناجو اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے کارخانہ کا بنا ہوا ہے اُسکا نسخہ ہی مختلف ہے

حرکات انسانون مین یکسان طور پر پائے جاتے ہین۔ پس عیان ہے کہ ڈراما مین فطرت ہے، اور ڈراما کو فنا کرنے کی کوشش فطرت کو دعوت مبارزت دینا ہے۔"

کتابت کی غلطی سے اس معنی خیز عبارت کے مطالعہ سے یہ پتہ نہین چلتا کہ ارسطو کا قول کتنا ہے اور حضرات مصنفین نے کتنا حاشیہ چڑھایا ہے، غالباً صرف پہلا فقرہ ارسطو کا ہے، جسکا مفہوم بالکل صاف ہے، بلاشبہہ انسان اپنے ہر کام مین تقلید کا محتاج ہے۔ ایک بچہ اپنے بزرگون کے حرکات و سکنات کی تقلید کرتا ہے اور بیشک ایسا کرنا مطابق فطرت ہے، لیکن اس دلیل سے نقل کو ڈرامے سے تعبیر کرنا اور ڈرامے کو مطابق فطرت بتانا حضرات مصنفین کی نرالی منطق ہے

مشہور ہے کہ ایک مرتبہ سکندر کے سامنے ایک ڈاکو گرفتار کرکے لایا گیا، سکندر نے پوچھا کیا تم ڈاکو ہو، اُس نے کہا، ہان، مگر آپ مجھ سے بھی بڑے ڈاکو ہین۔ مین رعایا کو لوٹتا ہون، اور آپ بادشاہون کو، میری ترک و تاز چھوٹے چھوٹے قصبون اور مواضعات تک محدود ہے لیکن آپکی جولانگاہ بڑی بڑی سلطنتین ہین مین اپنی چھوٹی سی فوج کا سردار ہون، لیکن آپکے پاس بہت بڑی فوج ہے، آپ ایک شخص سے تاج لیکر دوسرے کو دیتے ہین، اور مین ایک امیر کو لوٹ کر، دوسرے غریب کی مدد کرتا ہون، پھر آپ ہی بتائیے کہ مجھ مین اور آپ مین کیا فرق ہے، سکندر یہ دلیل سُنکر خاموش ہوگیا۔

کیا کوئی ذیہوش یہ بات ماننے کے لئے طیار ہوگا کہ سکندر اعظم اور اس ڈاکو مین کوئی فرق نہ تھا، اسی طرح ارسطو کے قول سے ڈراما کو عین فطرت بتانا اور ڈرامے کی مخالفت کو، فطرت کی مخالفت کہنا، ایک کھلا ہوا مغالطہ ہے۔ شاید اس قسم کے مغالطے کی مدد سے آپ حضرات کے نزدیک یورپ کی وہ آزادی بھی جس نے عورتون کو بازیچۂ نفس بنا رکھا ہے، عین فطرت ہوگی، کیونکہ قوائے فطری سے متمتع ہونا بھی منشائے فطرت کے مطابق ہے۔

اِس سے انکار نہین کہ ڈرامے یا ناٹک مین وہ قوت موجود نہین جو انسان کی تمدنی یا اخلاقی اصلاح کرسکے، لیکن اس امر کے تسلیم کرلینے کے باوجود بھی اسکا بطلان نہین ہوتا، کہ وہ تماشے جو عموماً اسٹیج پر دکھائے جاتے ہین، نفسانی ولولون کو برانگیختہ نہین کرتے۔

مین سمجھتا ہون کہ ان مذہبی ڈرامون پر جو ہندوستان مین رام لیلا یا رہس لیلا کے نام سے موسوم ہین عام ڈرامون کے اثرات کا قیاس نہین ہوسکتا، کیونکہ ان کھیلون مین مذہبی روایات کا ایسا زبردست عنصر شامل ہے کہ نفسانیت کو پاس نہین آنے دیتا، لیکن تھیٹر کے اسٹیج عام طور پر حُسن پرستی اور ہوا و ہوس کی دعوت دیتے ہین۔

ممکن ہے کہ مغربی ممالک کے لئے، تھیٹر، نعمت غیر مترقبہ بھی ہو اور مطابق فطرت بھی، لیکن ہندوستان کے لئے تو یہ زحمت ہی زحمت ہے، سب سے پہلے جس تاجدار اودھ کی ڈرامہ نوازی کا ذکر کیا جاتا ہے، اُسکا حشر بھی سب کو معلوم ہے۔

عام طور پر جتنے ڈرامے کھیلے جاتے ہین اُن مین حسن و عشق کا عنصر غالب ہوتا رہے۔ قاعدہ ہے کہ محض بیحجابی کی جانب طبیعت کھنچتی ہے، طبیعت دھڑکی اور ہوس نے زور باندھا، پھر ایسی صورت مین اخلاقی ترقی کرنا تو کجا۔ اخلاق کی حفاظت مشکل ہے، سچ تو یہ ہے کہ تماشبینی اور آوارہ مزاجی کا چسکا ایسی مقدس جلسے (یعنی تھیٹر کو) سے پڑتا ہے، ایسی صورت مین ہم تھیٹر (ڈراما) کو ہرگز مطابق فطرت نہین کہہ سکتے، کیونکہ فطرت کے اصول عموماً فائدہ بخش ہوتے ہین، اور یہان معاملہ برعکس ہے۔

یہ مسلمہ امر ہے کہ ایکٹرون کے قوائے عمل معطل ہوجاتے ہین، غیر ممکن ہے کہ وہ تھیٹر سے الگ ہوکر دوسرے کامون مین باقاعدہ

خاص کارخانۂ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا تیار کردہ زردہ تمباکو سیاہ دانہ دار طلب فرمائیے

جدوجہد کرسکین، شاید مغربی ممالک مین بھی ایکٹرون کا یہی حال ہو، ہندوستان مین اس مقدس فرض کے ادا کرنے والے (یعنی ایکٹر) عموماً وہی اشخاص ہوتے ہین جو رقص وسرود کو حاصل زندگی سمجھتے ہین - آپکو شاید ہی تھیٹر مین کوئی ایکٹرس ایسی نظر آئے جو کسی شریف خاندان سے تعلق رکھتی ہو اور اُسے عصمت مآب یا عفت کی دیوی کہہ سکین، پھر ایسی صورت مین موجودہ اسٹیج اور ڈراما کی طرف ہندوستان والون کو توجہ دلانا گویا تباہی اور بربادی کے مُنہ مین ڈھکیلنا ہے -

ہمارا خیال تھا کہ مصنفین نے شاید موجودہ ڈرامے اور اسٹیج کے متعلق مفید مشورے بھی پیش کئے ہونگے، لیکن اس حصے کے مطالعہ سے اور بھی حیرت ہوئی، کیونکہ آپ حضرات نے صرف ڈرامے کی عبارت اور ترتیب سے بحث کی ہے - یہ ہم بھی مانتے ہین کہ آغا حشر اور اُنکے پیرؤن نے ڈرامون کو "ناچ رنگ کی محفل" اور بھانڈون کی مجلس بنا رکھا ہے، لیکن کیا اگر آپ کے خیال کے موافق، کامک کے جُداگانہ پارٹ کو اصل قصے مین ملا کر اصلاح کر لیجائے، یا زبان و بیان کا سقم نکالا جائے، تو یہ ڈرامے اصلاح قوم و ملک کا فرض بخوبی ادا کرینگے

واقعہ یہ ہے ؎

سگ بدریا رود ہفتاد بار چونکہ تر شد پلید تر باشد

پھر بھی ان مین حسن و عشق کے مبتذل جذبات موجود رہینگے اور ایک شریف دل رکھنے والا انسان ان سے نصیحت حاصل کرنے کے بجائے نفسانی ولولون مین مبتلا ہو جائیگا -

سچ یہ ہے کہ ڈرامے اس وقت تک قوم و ملک کے لئے صلح نہین ثابت ہو سکتے اور نہ اُس وقت تک مفید ثابت ہو سکتے جب تک کہ تعلیم یافتہ حضرات اس طرف کامل توجہ نہ کرین، توجہ کے یہ معنی نہین کہ صرف ڈراما لکھدیا اور الگ ہو گئے، نہین، بلکہ اپنی پوزیشن کو بالائے طاق رکھکر خود اسٹیج پر آئین اور ان پیشہ ور جاہل، نفس پرست ایکٹرون سے اسٹیج کو پاک و صاف کردین جنکا مقصد صرف ایکٹ کرکے روپیہ کمانا ہے، جو ڈرامے اسٹیج پر کھیلے جائین اُنکا پلاٹ اتنا دلکش اور نتیجہ خیز ہو کہ سامعین پر اُنکا اچھا اثر پڑے - موجودہ ڈرامون مین صرف باپ کا گناہ (ہمارے خیال مین) ایسا ہے، جسکی تقلید ہندوستان کے ڈرامون کو بہتر بنا سکتی ہے -

حضرات مصنفین نے، ہندوستان مین ڈرامون کی ترقی کے متعلق یہ ثبوت بھی پیش کیا ہے کہ اب کالج اور اسکول کے طلبا، بھی اس طرف متوجہ ہو رہے ہین - بیشک اس بدعت حسنہ سے یہ امید ہوتی ہوتی ہے کہ شاید چند دنون مین یورپ کی طرح یہان بھی تھیٹر اصلاح عمل کا کام کرسکین - بشرطیکہ کالج کے طلبا، کالج سے نکل کر بھی اس کھیل کو جاری رکھ سکین -

اخبارون یا رسالون مین ڈرامے کے متعلق مضامین شایع ہونے کے یہ معنی نہین ہو سکتے کہ اب تھیٹر یا ڈرامے کی طرف عام میلان زیادہ ہو رہا ہے، یہ بھی غلط ہے کہ رسالۂ اُردو مین ڈرامے کے متعلق جو تحقیقی مضمون شایع ہوا ہے اُس سے ڈرامے کی قدر و قیمت بڑھ گئی، چند مہینے پہلے جس کثرت سے ممتاز بیگم کا نام اخبارون مین آ چکا ہے، کیا اس سے یہ نتیجہ نکالنا مناسب ہوگا کہ ممتاز بیگم عفت مآب عورتون کے گروہ مین شامل ہو گئی یا اسکی شخصیت بدل گئی -

آپ حضرات نے ڈرامون کی اصلاح کے متعلق تو خیر جو کچھ لکھا وہ لکھا، لیکن اسٹیج کرنے مین جو نقائص رہ جاتے ہین اُسے قطعی نظر انداز کر دیا ہے، حالانکہ اس طرف توجہ کرنے کی خاص ضرورت تھی، اس لئے کہ کوئی ڈراما موثر نہین ہو سکتا جب تک وہ عمدگی سے نہ کھیلا جائے -

عام طور پر تھیٹرون مین جب کسی جنگ کا نقشہ دکھایا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ چند لوآموز یا زگیر پٹے کا ہاتھ دکھا رہے ہین، کیا کبھی اس نمایش سے ناظرین ایک لمحہ کے لئے بھی یہ گمان کر سکتے ہین

اگر آپکو بلی اصول سے بلا کسی مصنوعی ایجنٹ کی آمیزش کے تیار کردہ تمباکو خوردنی درکار ہے تو اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے طلب فرمایئے

کہ یہ جنگ واقعی جنگ ہے - ہم نے مانا کہ جنگ کا اصلی منظر دکھایا نہین جا سکتا، لیکن کیا یہ ممکن نہین کہ اس قسم کے پارٹ ڈرامے سے خارج کر دیئے جائین جو آپ حضرات کے کلئے کو غلط ثابت کرین یعنی جن سے یہ عیان ہو کہ وہ سراسر خلاف فطرت ہین -

کسی واقعہ کے مطابق فطرت ہونے کی یہ دلیل ہے کہ دیکھنے والون پر اسکا وہی اثر پڑے جو اصل واقعے کے دیکھنے سے پڑتا ہے - سنسکرت زبان کے ماہرین علم النفس نے تو یہان تک لکھا ہے کہ اگر ایکٹر رام کا پارٹ کر رہا ہو تو اُس مین وہ کیفیت پیدا ہو جائے کہ وہ اپنے کو رام خیال کرنے لگے، اسی کیفیت کا نام رس ہے -

لیکن ہندوستانی تھیٹرون مین، معاملہ اسکے برعکس نظر آتا ہے اکثر ماتم کے مواقع پر بھی ترنم سے مدد لیجاتی ہے، کیا یہ بات سمجھ مین آسکتی ہے کہ کوئی شکستہ دل اور غم زدہ شخص مزے لے کے غزلین گاتا رہے - یہ یقیناً نقالی ہے مگر وہ نقالی نہین جسکا ذکر ارسطو نے کیا ہے

ایک جگہ حضرات مصنفین نے ایکٹرون کی اچانک اموات کی تاریخ بیان کی ہے، تاریخی حیثیت سے ہم مصنفین کی تحقیق و تفحص کی قدر کرتے ہین، لیکن یہ کوئی مافوق الفطرت بات نہین، اقتباس ملاحظہ ہو -

"تھیٹر کی تاریخ مین یہ بات بہت حیرت انگیز ہے کہ ایکٹرون کی ایک معقول تعداد نے اسٹیج پر اُس سے اُترتے ہی جان دی - اسکا کوئی خاص سبب بتانا ممکن نہین"

۱۷۵۹ء مین پیٹرسن پارٹ کر رہا تھا - یہ فقرہ کہ "زندگی خاکہ کرنا چاہیے" کہنے کی دیر تھی کہ مقابل کے ایکٹر کی گود مین گرا دیکھا تو روح پرواز کر چکی تھی"

۱۷۵۹ء مین مسز وفنگٹن کو اسٹیج پر فالج ہوا اور جان برنہ ہو سکی"

صاحبو! ہمکو یہ فقرہ پڑھ کے سخت تعجب ہوا کہ اسکا کوئی خاص سبب بتانا ممکن نہین، کیا یہ سبب نہین بتایا جا سکتا کہ انکی روحین غایت درجہ لطیف ہو گئی تھین، اور روحانیت نفسانیت پر غالب آچکی تھی، اس لئے جب چاہا انہون نے آسانی سے روح کو الوداع کہدیا - ہندوستان مین بعض فقرا کے بھی ایسے ہی واقعات مشہور ہین کہ چادر اوڑھ کے لیٹے اور روح پرواز کر گئی، سجدے مین سر رکھا اور فنا فی اللہ ہو گئے" ممکن ہے کہ وہ ایکٹر بھی خدا رسیدہ ہو جس نے عملی طور پر زندگی کا محاکمہ کر کے دکھا دیا،

خیر یہ تو ایک ظریفانہ پیرایہ تھا - اصل یہ ہے کہ عیش پرستیان، انسان کے دل و دماغ کو اس قدر کمزور کر دیتی ہین کہ بہت جلد خارجی اثرات ان پر غالب آجاتے ہین - آوارہ مزاج حضرات اپنی اندرونی کمزوریون کی بدولت ہندوستان مین بھی اس قسم کی موت کا شکار ہوتے رہتے ہین اگر آپ طبی اصول کو مدنظر رکھکر اُن بندگان نفس کے حالات پر (جو عیش و نشاط کو اپنی زندگی کا حاصل سمجھتے ہین) غور فرمائینگے تو آپ کو اعتراف کرنا پڑیگا کہ انکی بے اعتدالیان انہین مرگ مفاجات کیطرف لیجا رہی ہین

حضرات! دنیا کے ہر طبقے مین ایسے واقعات ہوتے رہتے ہین لیکن انکی کوئی پرواہی نہین کرتا، ہان آپکے نزدیک ممکن ہے کہ یہ واقعات (یا ایکٹرون کی درازی عمر کے حوالے) ایکٹرون کی شان کو دوبالا کر سکین، مرقومہ بالا عبارت مین "مسز وفنگٹن کو فالج ہوا" ادبی حیثیت سے عجیب و غریب فقرہ ہے - ہم تو آج تک یہی سنتے آئے ہین کہ فلان شخص پر فالج ہوا -

ادبی بحث کے سلسلے مین جناب کیفی کے مقدمہ کا ذکر بھی ضروری ہے - آپ نے بھی ایسے ایسے پُر لطف فقرے لکھے ہین کہ داد دینے کو جی چاہتا ہے -

انکی دلچسپی اور مساعی کا گرانڈیل ثبوت ہے -

دیر گیری کے ساتھ سخت گیری بھی

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے کارخانہ کا انتظام ابتک اُس تیجر کی زیر نگرانی ہے جو ۶۰ سال سے کام کر رہا ہے

تو اُس نے اب دونوں کی ٹھہرائی۔

پارسی تھیٹر اپنی من گھڑت کہانی گڑھتا ہے

آپ نے اپنے مضمون مین جا بجا سنہ کے ساتھ ق م اور ب م لکھا ہے۔ ق۔م سے قبل مسیح مراد ہے لیکن ب۔م سے اگر بعد مسیح مراد ہے تو یہ کیفی صاحب کی ایسی جدت ہے جس پر اُنکو اور اُنکے ہوا خواہون کو فخر و ناز کرنا چاہیئے۔

اِسی سلسلے مین ہم اِس تنقید کا ذکر بھی کر دینا چاہتے ہین جو مولانا شرر نے حضرات مصنفین کے کسی مضمون پر کی تھی۔

حضرات مصنفین نے اپنے مشترکہ مضمون مین لکھا تھا کہ

"ایک فرانسیسی مقرب بارگاہ نے بادشاہ (واجد علی شاہ) کو موجودہ ڈراما کی طرف توجہ دلائی"

مولانا شرر نے لکھا کہ

واجد علی شاہ کے مصاحبون مین کوئی فرانسیسی شامل نہ تھا

مصنفین نے لکھا ہے کہ

"واجد علی شاہ راجہ اندر کے تخت پر ترجمان ہوتے تھے اور باقی بادشاہ اہل دربار کرتے تھے"

مولانا لکھتے ہین کہ

"بھر ڈھاڑیون اور ناچنے گانے والون کے کسی معزز دربار نے اس ڈراما کا کوئی پارٹ نہین لیا"

اس کے جواب مین حضرات مصنفین نے ایک مقام پر یہ لکھا ہے کہ

جو کچھ بساط بھر تحقیق و تدقیق کے بعد ہم نے ہدیۂ ناظرین کیا ہے اسکا کوئی ایسا معتبر ثبوت پیش کر سکین جسکی ہندوستان کی ہر عدالت مین جوڈیشل نوٹس لے سکے تو ہمارے سامنے فقدان قابلیت کا اقرار کرنے کے سوا چارہ کار نہین"

سمجھ مین نہین آتا کہ جب آپکو اپنی تحقیق پر کامل اعتماد ہے تو ثبوت پیش کرنے مین اپنے عجز کا اعتراف کیون کرتے ہین۔

آگے چل کر واجد علی شاہ کے حالات کے متعلق یہ بتانا ہے کہ یہ واقعات ایک ایکٹر نے بیان کئے جو اِس ڈرامے مین شریک رہ چکا تھا اور جس کا نام خورشید جی تھا۔

پھر لالہ کنور سین ایم۔اے بیرسٹرایٹ لا کے مضمون مطبوعہ سرسوتی اینول ۱۹۲۱ء کا حوالہ دیا ہے۔ اسی سلسلے مین لکھتے ہین۔

مزید تشفی کے لئے ہم نے پنڈت برجموہن دتاتریہ صاحب کیفی دہلوی سے استشہاد کیا اور صاحب موصوف نے بھی اس قول کی تصدیق اور توثیق کی۔

واجد علی شاہ کے حالات کے متعلق وحید العصر جناب کیفی کی شہادت حضرات مصنفین کے نزدیک "گرانڈیل" ہو تو ہو، لیکن مولانا شرر جیسے محقق لکھنوی کے سامنے کوئی وقعت نہین ہو سکتی،

بہر حال اگر آپ دنیا کی مکمل تاریخ پڑھنا چاہتے ہون اور ڈرامے کی تدریجی ترقی کے واقعات پر عبور حاصل کرنے کا شوق ہو تو "ناٹک ساگر" کا مطالعہ کیجیے، اُردو زبان مین فن ڈرامہ کے متعلق، اتنی دلچسپ، اتنی جامع اور مکمل کوئی تصنیف نہ ملیگی، پنڈت برج موہن صاحب دتاتریہ کیفی کا دلچسپ اور پر از معلومات مقدمہ بھی قابل دید ہے۔ جو ناٹک ساگر کا معنوی زیور ہے۔

کاغذ۔ کتابت و طباعت دیدہ زیب، حجم ۴۴۶ صفحہ

ملنے کا پتہ

شیخ مبارک علی، تاجر کتب،

لوہاری دروازہ، لاہور۔

اعظمی۔ کانپور

از دفتر حلقۂ ادبیہ

زردہ تمباکو پتی کا نہایت خوشبودار ورق دالا اور بلا ورق دالا اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے طلب فرمائیے

افکارِ شفیق

(جناب شفیق صدیقی ایڈیٹر وحید العصر جونپور شاگرد مولانا حسرت موہانی)

یہ کون آکے سرِ قبر بے نقاب ہوا — ہماری خاک کا ہر ذرہ آفتاب ہوا
کبھی نہ طالبِ دیدار کامیاب ہوا — اُٹھی نقاب تو وہ حسن خود نقاب ہوا
جزائے خیر دے اللہ حسن والون کو — کسی کے دل کا دُکھانا اُنہین ثواب ہوا
ابھی تو آپ کا دیوانہ اپنے ہوش مین ہے — بہار آئی کہ وہ خانماں خراب ہوا
مگر لحد بھی جگہ ہے عجیب راحت کی — کہ پھر نہ چونک کے اُٹھا جو مست خواب ہوا
وہ نامرادِ ازل ہے تمھارا شیدائی — کبھی نہ اپنے ارادون مین کامیاب ہوا
جہان کسی نے اُلٹ دی نقاب چہرے سے — غضب کا عالمِ ہستی مین انقلاب ہوا
وہ دل جو شاکیِ تقدیر تھا محبت کا — تمھارے ایک اشارے مین کامیاب ہوا

کبھی شفیق کی توبہ نہ رہ سکی ثابت
ہزار مرتبہ وہ تارکِ شراب ہوا

عبودیتِ عبد

(از مولوی عبداللہ صاحب عبد منیجر سکول نوآباد کراچی تلمیذ حضرت شفیق صدیقی جونپوری)

خوب وحشت نے کیا بے سروسامان مجھکو — اب تو گھر بھی نظر آتا ہے بیابان مجھکو
ساقیا خم مین پلا بادۂ عرفان مجھکو — خود فراموش بنا دے یہ ہے ارمان مجھکو
کون سنتا ہے محبت مین نصیحت ناصح — جا خدا کے لئے تو کر نہ پریشان مجھکو
ہے عجب غم کی جگہ عالمِ امکان اے دل — نظر آیا نہ یہان کوئی بھی شادان مجھکو
چارہ گر کوئی جنون ہے نہ کوئی بیماری — ہجرِ جانان نے بنایا ہے پریشان مجھکو
جی مرا صحبتِ احباب سے گھبراتا ہے — لے چل اے جوشِ جنون سوئے بیابان مجھکو
مدتون سے حرم و دیر مین ٹکراتا ہون — نظر آتا ہی نہین جلوۂ جانان مجھکو

عبد مین کانپ رہا تھا سرِ محشر لیکن
خلد مین لے گئی رحمت مینزدان مجھکو

قوام تمباکو خوشبودار ورق والا اور بلا ورق کارخانۂ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے منگائیے

جوابِ استفسارات

رسالہ مرقع جلد ایک نمبر ۲ - بابت ماہ فروری ۱۹۲۶ء مین کچھ استفسارات ادبی و شعری بجانب جناب اسیم خلفِ حضرت وسیم خیرآبادی چھپے ہین، انکے جوابات حسب ذیل ہین -

استفسارِ اوّل

لکھنؤ ہم پر فدا اور ہم ہین فدائے لکھنؤ

کیا فدائے کے قوافی مین - آئے، جائے، کھائے، اُردو کے - اور برائے اور سوائے فارسی و عربی کے قوافی لا سکتے ہین - اور کتابت مین پابندی تلفظ قافیہ یائے مجہول لکھی جائے - یا ہمزۂ اضافی - بحالتِ عدم جواز توجیہ کی ضرورت ہے اور بصورتِ جواز اساتذہ کے کلام سے مثالین (بجز حضرت ناسخ)

جواب

اہل ایران جن اسما یا امر کے آخر الف ہو ایک یائے مجہول بڑھا لیتے ہین، جیسے نظیری

گر بہ سخن در آورم عشق سخن سرائے را
بر بر و دوش سرو ہم گریۂ ہا بہائے را
گل بہ خزان شگفتہ شد، وین دلِ بستہ وا نشد
دیدن ناخنت نے بخت گرہ کشائے را

سرا، اور کشا امر کے صیغے ہین ان پر یائے زائدہ کا اضافہ ہے -

نظیری - درسِ ادیب اگر بود زمزمۂ محبتے
جمعہ بہ مکتب آورد طفلِ گریز پائے را
پیشِ نظیری از فلک درد دلے برم کہ ہست
بر درِ شہ اثر بلے نالۂ آن گدائے را

یہان اسمائے - پا - گدا - پر یائے زائد ہے -

جن الفاظ عربیہ کے آخر ہمزہ ہوتا ہے اُسے حذف کر دیتے ہین جیسے سودا، حمرا، صہبا وغیرہ مونث کے صیغے ہین - اِنکو بغیر ہمزہ لکھتے، پڑھتے اور بولتے ہین ۔ خاقانی

مرا منزل کہ الذین فرود آورد — فروکشائے زمن طمطراق الشعرا
گر او نشستہ و من ایستادہ ام شاید — نشستہ باد زمین و بپائے باد سما

الشعراء اور سما، دونون ہمزہ کے ساتھ تھے مگر ہمزہ حذف کر دیا - پھر یہ لوگ عربی الفاظ سے ہمزہ گرا کے یائے زائدہ اُس پر بڑھا لیتے ہین - جیسے را بمعنی تدبیر و خرد کو رائے لکھتے ہین - اور صہبائے - ردائے اور ایمائے وغیرہ - پھر اس یائے زائد پر اگر اُنکو یائے وحدت یا تنکیر وغیرہ لانا ہوتی ہے تو یائے زائدہ کو بصورتِ ہمزہ اور یائے ثانی کو بصورت یائے مجہول لکھتے ہین جیسے "تمنائے دام" جنگ آزمائے وغیرہ

قاعدہ مقتضی اسکا ہے کہ جس اسم کے آخر مین یائے زائدہ ہو اور اُسپر کسرۂ اضافت لائین کہ جسمین اشباع کی وجہ سے یائے بطنی پیدا ہو، اس یائے بطنی کو نہ لکھین بلکہ کسرۂ اضافت ہی کو سیر لکھین اور صرف ایک ی، لکھین، کیونکہ دوسرے مقامات پر اس یائے بطنی کو کتابت مین نہین لاتے ہین - تقطیع مین البتہ بجائے کسرہ کے لکھکر تقطیع کرتے ہین - ۔ خواجہ وزیر

چلا ہے لے دلِ راحت طلب کیا شادمان ہوکر
زمین کوے جانان رنج دے گی آسمان ہوکر

دل اور زمین پر اضافت سیر ہے کہ جس سے تقطیع مین یائے بطنی پیدا ہو جاتی ہے اور بجائے ایک حرف اسکا شمار ہوتا ہے - مگر شعر مین لکھتے نہین - لیکن یائے زائد پر جب اضافت باشباع لاتے ہین تو اس

گولی تمباکو ورق دار طلائی اور نقرئی جو کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کی تیار کی ہوئی ہین ایک بار منگا کر آزمائش کیجئے

اضافت کے بدلے ایک دوسری یائے تحتانی بھی لکھتے ہین نظیری

فلک مزدور ایمائے تو باشد نوازد ہر کرا رائے تو باشد
نیازارم زخود ہرگز دلے را کہ می ترسم رود جائے تو باشد

مگر لفظ پہلو پر جب اضافت لاتے ہین تو کبھی صرف واؤ کو متحرک کر دیتے ہین
اور کبھی پہلوے بروزن مفعول لاتے ہین، اور کبھی پہلوے بروزن فاعلن
یعنی واؤ کو نہین پڑھتے اور یائے زائد پر صرف کسرہ کو سر پڑھتے ہین
مگر کسرۂ اشباعی کو یے سے لکھتے نہین جیسا کہ ایمائے اور جائے
مین کسرے کا اظہار دوسری یے سے کرتے ہین جیسے ؎

پہلوے من از کسے آباد شد

یہ تحریر بھی مقتضی اسکی ہے کہ ایمائے۔ اور جائے وغیرہ کو بھی ایک یے
سے لکھین اور کسرۂ اشباعی اضافت سے وقتِ تقطیع بنا بر قاعدۂ تقطیع
ایک دوسری یائے بطنی پیدا کرین اور لکھین بھی۔

قاعدہ کہ مان کر فدائے اور ایمائے وغیرہ کے ساتھ آئے اور
جائے کے قوافی درست نہونگے۔ مگر از روے کتابت اِن قوافی کا
اجتماع صحیح ہوگا۔ اور یہ قوافی معمولی کہلائینگے۔

فارسی مین علامت اضافتِ کسرہ ہے۔ ہ ہمزہ۔ اجزاء
کتاب وغیرہ مین صورت یہ ہے کہ بنا بر تحریر عربی ہمزہ باقی رہا ہے۔
مگر فارسی ترکیب مین اِس ہمزہ پر کسرۂ اضافت بھی ہے۔

دوسرا استفسار

لفظ سہ یعنی (تین) مین ہائے مختفی ہے یا مظہر۔ دہ اور
مہ کے قوافی ہین یا نہین ؎

طمع را سہ حرف است و ہر سہ تہی

دوسرے سہ مین اشباع کسرہ ہے۔ یا ہائے مظہر۔ اگر یائے بطنی ہے
تو اسکا قافیہ رہے، زہے سے جائز ہے یا نہین اسکی مثل غایت ہو۔

جواب:۔ اعداد مین ہمیشہ ہائے مظہر ہے۔ قاعدہ تقطیعی اسکا ہے
کہ اسکو حذف نہ کیا جائے۔ مگر شعراء ہائے مظہر کو بھی گرا دیتے ہین علی الخصوص
اعداد مین۔ ؎ عرفی

بسلک یازدہ عقدے کزان دُرِ لولوزاد علی ست ابر مطیر و بتول دریا بار

مولوی روم

بعدسہ روز و سہ شب حیران و زار بر دکان شصتہ بد نومید وار

اِسی طرح اُردو کے یہ اور وہ مین بھی ہائے مظہر ہے، جیسے فارسی مین
جی چاہتا ہے۔ باقی رکھتے ہین اور جی چاہتا ہے حذف کر دیتے ہین۔
یہی حالت اُردو کی بھی ہے ؎ جامی

توبہ زمے کردم آمد بہار ساقی توبہ شکن آرد بہ بار
نوزدہ حرف ست بوقتِ شمار فیض رساننده بہ ہژده ہزار

بسم اللہ

پہلے مصرع مین توبہ کی ہے ساقط دوسرے مین باقی ہے۔ اسی
طرح نوزدہ کی ہے ساقط اور ہژدہ کی باقی ہے۔ آتش

گر فتار آہنی زنجیر کا یہ وہ طلائی کا

دونون ہا وزن مین ہین۔ اسیر

ہوئین وہ خمکش بچھ گئے جب خمکدہ آتش سے سیر مین یہ سمجھا باغ مین فرش بنفشہ ہو گیا

اِس شعر مین یہ اور وہ دونون کی ہا ساقط ہے۔

کبھی ہائے مختفی کو بھی باقی رکھتے ہین ؎ خاقانی

آنجا شده بیکدم کز بہر باز گشت تا آنجا ہزار سال رہش بود تا بجا

ان استعمالات سے معلوم ہوا کہ ہائے مظہر اور مختفی دونون کی بقاء و حذف کا اختیار
سہ مین تو ہائے مظہر ہے اسکا قافیہ تو سے اور زہ سے
ہو ہی نہین سکتا، بلکہ ہائے مختفی قبل مکسور کا بھی قافیہ سے اور زہ سے
سے غلط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مین اِس جلد مین۔ شیشے مین آب بہ سے
یے سے لکھنے کو پسند نہین کرتا۔ کیونکہ ہائے مختفی کسر قبل کو مانع نہین۔ پھر
یے سے تبدیل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہان حالت جمع مین یے سے
لکھو لیکن ہان اس زمانہ مین کثرت کے ساتھ یے محل پر بجائے ہا کے لکھتے ہین۔

کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے نوایجاد قرص تمباکو خوردنی کی قیمت فی شیشی صرف ۱ علاوہ محصول ہے

یائے بعلنی کہان سے آئی، کیا تہ کا املا صرف ہین مکسور ہے۔ کیا اسمین ے نہین ہے۔ چاہے مخفی ہو یا مظہر۔ جب ہے ہے تو یائے بعلنی کا محل نہین۔

جیسے اُردو مین۔ زمانہ ہوگیا کا قافیہ جانا ہوگیا لاتے ہین۔ فارسی مین ہائے مختفی غیر مخروف کا قافیہ کبھی الف کے ساتھ نہین لاتے۔

تیسرا استفسار

ہوئی یا ہوئے کا املا دو ے سے لکھا ہے یا ایک سے۔ اکتیس عدد لئے جائین یا اکیس بروزن فعل، ایک ے ماننے کی وجہ معلوم ہونا چاہیے۔ کیونکہ لیے، دیئے وغیرہ سب فعل کے وزن پر ہین اور ان مین دو ے مان کر بچاس اور چوبیس عدد لیتے ہین۔ انھین وزن کا لحاظ کیون نہین کیا جاتا۔

جواب ۔ خوشنویس لفظ مسئول کا املا ہوئی یعنی بابت کی ے لکھکر اُس پر ہمزہ بناتا ہے۔ دوسرا کوئی ممکن ہے صرف ے پر ہمزہ لگا دیتا ہو۔ تاریخ مین اعداد کا مدار کتابت پر ہے۔ اور قافیہ لفظ پر۔ فورآ کے اعداد دو سو تاسی ہین۔ گر قافیہ گلشن اور روشن کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ جب اسکا املا دو ے سے ہے تو بیس ہی عدد لینا چاہئین۔

ہوئی ماضی مونث واحد اور ہوئے ماضی جمع مذکر کا وزن تو اُردو مین فعل باتحریک ہی ہے۔ ہان ہوئے صیغہ مضارع یا امر غائب البتہ بروزن فعلن ہے۔ وزن اعداد کی کمی یا زیادتی کا باعث نہین، بلکہ تحریر ہے جو ان الفاظ کو ایک ے سے لکھکر اوپر ہمزہ بناتا ہے وہ دس عدد دیکر بڑھاتا ہے۔ اور جو دو ے لکھکر ہمزہ بناتا ہے وہ بیس عدد مانتا ہے۔ ان دونون الفاظ اور لئے دئے کی حقیقت مین فرق ضرور ہے۔

اُردو کا قاعدہ یہ ہے کہ افعال مین جب یائے تانیث یا جمع ملاتے ہین تو ان یا آت کا قبل کسرہ ہوتا ہے۔ جب ہوائے لفظ ساقط کر کے یائے تانیث ملائی تو واو کو بنا بر قاعدہ متحرک بکسر ہونا چاہیے مگر واؤ پر کسر ثقیل معلوم ہوتا ہے اس لئے جسکے نزدیک یائے وقایہ کا اضافہ ہے وہ تو بیس عدد دیتے ہین اور جو ہمزہ بڑھاتے ہین وہ دس عدد دیتے ہین کیونکہ ہمزہ کا کوئی عدد جمل مین نہین ہے۔

برخلاف لئے دئے کے کہ دونون مین ایک ے اصلی ہے اور دوسری جمع کی بڑھی ہے، وزن باعث کمی زیادتی اعداد نہین ہے۔

چوتھا استفسار

"قدم" کی جمع عربی مین اقدام آئی ہے۔ لیکن مؤلف فرہنگ آصفیہ نے "قدوم" کے معنی لکھتے ہوئے (عربی اسم مذکر (۱) قدم کی جمع (۲) کسی جگہ سے آنا۔ تشریف لانا۔ یہ جمع عربی کے اعتبار سے غلط ہے اور اقدام صحیح۔ لیکن اساتذہ فارس نے دیگر اوزان کے موافق کلام مین باندھ دیا ہے۔ ہان بفتحتین مصدر ضرور ہے۔ جسکے معنی نمبر دوم مین لکھے گئے۔

نوٹ ۔ بفتحتین کے خود سمجھنے سے راقم قاصر ہے۔ اگر کسی اہل فرس کا کوئی شعر قدوم جمع قدم مین یاد ہو تو لکھے۔

جواب ۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ قدم بمعنی گام کی جمع عربی مین اقدام ہے۔ میری نظر سے بھی فارسی تک مین کہین نہین گزرا کہ قدوم جمع قدم ہو۔ جہان کہین قدوم آتا ہے وہان معنے مصدری بے تکلف درست ہو جاتے ہین۔ یا تو مؤلف فرہنگ کو تسامح ہوگیا ہے، یا ممکن ہے انھون نے کہین دیکھا ہو۔

بفتحتین سے مراد مولوی سعید احمد صاحب کی لفظ قدم ہے یعنی جہان قدم بفتحتین بمعنی گام ہے وہان اسکے معنی مصدری بھی ہین، یعنی وہ معنی جو مؤلف نے نمبر ۲ مین لکھے۔ عبارت واضح نہین، اس لئے سائل کا ذہن لفظ قدوم کی طرف متصرف رہا۔ اور

صمصام الغرعلی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا تیار کردہ "بانو ہیرائل" استعمال کیجئے قیمت فی شیشی بدور روپیہ عمدہ ایک روپیہ

پریشان ہوئے کے واو کے ہوتے ہوئے یہ لفظ بفتحتین کیسے ہوگا۔

پانخوان استفسار

عریان جسکے معنی لغت مین برہنہ کے ہین، اور جو صبح و شعلہ وتیغ کی صفت مین مستعمل ہوتا ہے (اسکے بعد سائل نے عریانی شعلہ وتیغ مین دو شعر صائب کے۔ اور صبح کی مثال مین بیدل کا ایک شعر لکھا ہے۔ جو تینون بہار عجم مین موجود ہین) اسکے بعد پوچھتے ہین عریان کے اور کیا معانی ہین۔ انکے علاوہ اور کن کن چیزون کے صفات مین آتا ہے مثال دو۔

آج کل عریان اور عریانیان بصورت جمع ظاہر و عیان کے معنون مین مستعمل ہو رہا ہے۔ ان معنون مین اسکا استعمال کہانتک درست ہے۔ وصورت جواز مثال کی ضرورت ہے۔

جواب۔ جو یہ اشعار آپ نے بہار عجم سے لکھے ہین جن مین شعلہ عریان آیا ہے۔ یا ؎

بوے خون می آید از تیغے کہ عریان می شود

یا ؎

صبح تیغش تا بباغ سینہ عریان می شود

ان پر اگر آپ غور فرمائین تو انہین امثلہ مین ظہور و عیان کے معنی موجود ہین، کسی دوسری مثال کی ضرورت نہین۔ کیونکہ عریان کے معنی برہنہ از لباس جو وضعی اور حقیقی ہین، اس امثلہ مین صادق نہین آتے۔ پتھر مین سے شعلہ کا نکلنا یا مشرق سے صبح کا برآمد ہونا، یا نیام سے تیغ کا نکلنا جسکو عریانی کے ساتھ تعبیر کیا ہے وہ خود حقیقتاً خفا سے ظہور ہے۔ پھر اگر برہنگی کے معنی ظہور اور عیان کے جو لازم معنی ہین لے جائین، تو کیا ہرج ہوگا۔ مجازی معنون کے لئے کسی سند کی ضرورت نہین ہوتی ہے۔ صرف علاقہ کا پایا جانا کافی ہے۔ اور وہ یہان موجود ہے۔

الایمان عریان ولباسہ التقوی مین بھی عریانی لباس اپنے وضعی معنی پر نہین، استعارہ اور مجاز کو دخل ہے جب ایمان، شعلہ اور صبح کو عریان کہہ سکتے ہین۔ تو عبارت وغیرہ کی صفت مین لانے کو کون مانع ہے۔

ختم شد
۱۳ ۴۴ھ

سید اولاد حسین شاداں بلگرامی
سینیر پروفیسر آف اورینٹل کالج۔ لاہور

قند پارسی

(جناب سید محمد ہادی صاحب ہادی مچھلی شہری بی اے ال ال بی وکیل علیگڑھ)

روزگارے پیش ازین چون بیستان داشتم — لذتے از صحبتش در دل وجان داشتم
نغمہ خوان در راہ بخت زندگی کردم گزار — زانکہ از حسنش ہمالے در دل وجان داشتم
سنبلش تاریکی غم از دل و جانم ربود — از رخ او پیش چشمان مہر تابان داشتم
قلب بیتابم کہ بر تیر نگاہش خورہ بود — لذتے در سینہ بر زخم حریفان داشتم
نخت من بستہ شد از تاریکی حزن و دمن — روزگارے دہم و حال پریشان داشتم
کردا فسون چون نگاہ فتنہ سا نامش نہین — از لب معجز بیان او پر یخان داشتم
حلقہ زد در کاہش آنچنان بر در و من — گویا جسم مزارم را بزندان داشتم
ہر دمے یک تازہ سیلابے ز چشم شد روان — اشک اور ہمچو ہم آورد طوفان داشتم
تا بیاد آرم چہ ساقی عہد و پیمان داشتم — تازہ رو شیرین سیدم ہر چہ ہادی در سفر — خار ہا در پائے خستہ از بیابان داشتم

کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کی ایک شاخ چاندنی چوک دہلی، اور ایک شاخ دگلزار حوض حیدر آباد دکن مین ہے

استفسارات ادبی و شعری

از جناب ہاشم - خلف حضرت وسیم - خیرآبادی

(۵) گل مُرَقع ہین ترے چاک گریبانون کے

اِس مصرع مین "مرقع" کی جمع مرقع قرار دی گئی ہے لیکن دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ جمع کس قاعدے سے بنائی گئی، اگر "مرقع" کے آخر مین الف لگا کر اسکو اُردو کر کے جمع بنائی گئی ہے تو "مرقعے" ہونا چاہیے - اگر مصرع مرقومۂ بالا مین اس طرح سے پڑھا جاے تو عین تقطیع سے ساقط ہو جاتا ہے -

اگر جمع بنانے کے لئے مرقع مین صرف ق کے فتحہ کو کسرا سے بدل دیا، اِسی طرح اسکے مثل اور الفاظ جیسے مصر عہ مرقع وغیرہم، تو اسکا کوئی قاعدہ اور مثال معلوم ہونا چاہیے -

(۶) عرصہ بمعنی مدت صحیح ہے یا نہین کیونکہ عربی مین بمعنی میدان مستعمل ہے - اگر صحیح ہے تو اُسکی مثال کلام عرب یا اہل فرس سے عنایت فرمائی جاے -

(۷) "ترویہ" بمعنی رد کرنا - اس لفظ کو اُردو قرار دینا چاہیے یا نہین ؟ کیونکہ یہ عربی ہے اسکے معنی لغت مین "باز گردانیدن" "باز آوردن" - زبون و فاسد گردانیدن - بسیار گردانیدن دور و نمودن کے ہین -

(۸) "سرپرست" بمعنی "مربی" اُردو قرار دینا چاہیے یا نہین ؟ کیونکہ فارسی مین اسکے معنی مہتمدار و خادم و بسیاردار و پرستار بسیار - و موظیت مرتبص از دو اوخذ لکے ہین -

(۹) "جذبات" بمعنی کیفیات روحانیہ اسکو اُردو قرار دینا چاہیے یا نہین ؟ آج کل اِس پر بہت بڑی بحث چھڑی ہے معترض نے اس پر تین اعتراضات کئے ہین - انکا جواب مفصل بدلائل ملنا چاہیے -

(۱) **جذبات** - اگر جَذْبَۃ (سکون ذال معجمہ) کی جمع ہے تو اس جذبہ کے دو معنی ہین - مسافت - (حصہ راہ) - سوت کی انٹی - اگر جَذَبَۃ (بالتحریک) کی جمع ہے تو اسکے معنی کھجور کے گابھے کے ہین - (۲) **جَذْب** عربی زبان کا لفظ ہے - اسکے معنی کشش ہین، مگر جذبہ بمعنی جذب عربی زبان مین مستعمل ہے، یا اہل فارس کا تصرف ہے، لہذا جذبہ بمعنی کشش اب فارسی ہے، عربی نہین - یہی وجہ ہے کہ ایرانی، صاحب علم کے کلام مین ات کی جمع کے ساتھ یہ لفظ بمعنی کشش موجود نہین ہے - (۳) اگر **جذبات** بمعنی کیفیات کوئی جدید اُردو اصطلاح ہے تو یہ ترکیب فارسی یہ نہ مضاف ہو سکتی ہے، نہ مضاف الیہ، نہ "و" کے ساتھ، اپنا سکا عطف جائز ہے (اگلے شعرا اِس قسم کا عطف جائز سمجھتے تھے - مگر بعض نے تصریح کر دی ہے کہ یہ واو "اور" کا مخفف ہے - فارسی کا واو عاطفہ نہین ہے - یہ تخفیف بضرورت کی جاتی ہے)

(۱۰) **"عورت"** بمعنی زن" اُردو قرار دینا چاہیے یا نہین ؟ کیونکہ عربی مین اسکے معنی زن کے نہین آئے ہین اسکے متعلق اتاحۃ الاغلاط مین شوق نیموی مرحوم تحریر کرتے ہین کہ "بعض اجلۂ عصر نوشتہ کہ بمعنی زن در کتب نامہ - گویم - فی المصباح - المنیر قبل المنسوۃ عورۃ بقبیح لنظر الیہا" اسکی تحقیق مدلل تحریر فرمائی جاے -

(۱۱) **"تحریک"** بمعنی پیش کرنا اسکو بھی اُردو قرار دینا چاہیے یا نہین ؟ کیونکہ یہ لفظ عربی ہے - اسکے معنی لغت مین حرکت دادن و گاہے بمجاز بمعنی رغبت دادن و دور غلانیدن کے لکھے ہین لیکن عرفی نے

اگر آپ کو عطر خاص درکار ہے تو صرف ہمعر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے طلب فرمائیے

ایک جگہ کہا ہے ؎

فلاں بمدح تو دوشیدنہ کرد تحریکم چنانکہ نطق بہ نزدیک استان آید

(۱۲) "اختلاف" مخالفت کے معنی مین جو عام طور سے سمجھا جاتا ہے۔ یہ صحیح ہے یا غلط؟ کیونکہ عربی مین اسکے معنی ناموافقی کرون۔ پیش کسے آمد و شد کردن و بہم رفتن و نوعی شکم رفتن۔ و خلیفہ کسے گردیدن کے ہین۔

(۱۳) تبادلہ کا لفظ تبادل، یا مبادلت کے معنی مین مستعمل ہے۔ یہ صحیح ہے یا نہین؟

(۱۴) "تجویز" عام طور سے بولا جاتا ہے کہ فلان شخص نے فلان تجویز پیش کی، جسکو انگریزی مین رزولیوشن کہتے ہین۔ اسکو رد و قرار دینا چاہیئے یا نہین؟ کیونکہ عربی مین اسکے معنی روا و اشتن و وا گردانیدن کے ہین۔

(۱۵) "سن" بفتح سین بوزن بن بمعنی سال اسکے متعلق حضرت امیر مینائی مرحوم تحریر فرماتے ہین کہ "سن بمعنی سال کہین نہین ملتا فارسی مین بہت تلاش کیا۔ کوئی سند قابل اعتبار نہ ملی۔ ان معنی مین سنہ ہے۔ اردو مین بغیر ترکیب اگر سن بمعنی سال کوئی کہے تو تاویل ہو سکتی ہے۔ محققین اسکی جگہ سال کہتے ہین"

خلاصہ بہار عجم حاشیہ مصطلحات مین ہے۔

"بہار سن۔ فی الصراح و المنتخب سن سال و عمر یقال کم سنک یعنی سال تو۔ صاحب بہار عجم ہم باین معنی آوردہ پس غلط گفتن غلط محشی است۔ و در قاموس و صراح جمع سنہ سنون

و سنوات و سنات و سنین نوشتہ پس این غلط دوم ست از محشی زیرا کہ در سنہ وو نون نیست پس جمع آن سنین بوزن فعل یہ و نون چگونہ باشد مگر آنکہ گفتہ شود سنون بحالت نصب و جر سنین میگردد ولیکن اینجا حالت نصب و جر نیست ۱۲ گوبند لال صبا ۱۲ سال سنین جمع۔ بہار و این غلط ست و یعنی سال سنہ بہار ست و جمع او سنین است و شعر والہ کہ سیدش نوکر کردہ و دران شعر سن بکسر سین مہملہ و تشدید نون بمعنی مقدار عمر جمعش السنان است نہ سنین بمعنی سال"

از خلاصہ بہار عجم حاشیہ مصطلحات

جناب شوق از احتہ الاغلاط مین یون تحریر فرماتے ہین۔

"سن۔ بالفتح بجائے سنہ بمعنی سال باوجود تفحص و کلام فارسیان یافتہ نشد، و نہ از ایرانیان وارد ہند مسموع شدہ، آرے صاحب بہار عجم ازین شعر والہ ہروی اسناد کردہ ؎

توقف تو درین سن بکام خواہش باد دعائے آنکہ شوی پیر ناصوابے آید

اما چون نیک نگیرند درینجا سن بالکسر یعنی عمر باشد۔ کس را نمی رسد کہ سن را مخفف سنہ گوید۔ چہ درین باب استعمال فصحا پر ضرورست کوتاہی سخن و صحت سن بالفتح تامل است"

پھر حاشیہ پر یہ تحریر کرتے ہین۔

"صاحب فرہنگ جہانگیری معنی سان نوشتہ است چنانکہ از شعرے کہ در سند آوردہ پیداست۔ کاتبان بجائے سان۔ سال تحریف کردہ اند"

اب اس لفظ کے متعلق جو تحقیق ہو وہ مدلل تحریر فرمائیے۔

اتیم خلف وسیم۔ از خیر آباد

میر حسن دہلوی کے مطلع کے جواب پر بائیس متقال کا انعام

شکیبی تبریزی شاہ تہماسپ صفوی کے عہد مین وارد قزوین ہوا۔ اتفاقاً اسی وقت صاحبان طبع میر حسن دہلوی کے اس مطلع کے جواب کہہ رہے ہین ؎

نبشین کتا با زایشت بیم ز خون بالیدگی — اے شہد نوشین لبت پاکی ز ہمہ آلودگی

شکیبی نے بھی اسکے جواب مین یہ مطلع کہا ؎

گلگون شعبہ پیرا ہنم از دور دے بالیدگی — کہ مبادا رسوائی شگفت آخر ازین آلودگی

خواجہ سید گیلانی نے جو قوت شکیبی تبریزی کا یہ مطلع سنا بائیس متقال طلا عطا کئے۔

آصف بلگرامی۔ (ماخوذ از خزانۂ عامرہ علامہ تاد بلگرامی)

عطر حنا جو اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے کارخانہ کا بنا ہوا ہے اسکا نسخہ بھی تحفہ ہے۔

مرقع ... مارچ ۱۹۲۶ء

ذکر خیر

اُردو اخبار و جرائد پر مختصر ضروری نوٹ

(مضامین پر مفصل تنقید وقتاً فوقتاً خاص طور سے کیجائیگی جسکا ہر فرقہ سے کوئی تعلق نہیں ہے)

اخبارات

(۱) غریب نواز۔ مدیر پیدرپے روزہ اخبار ہمارے قدیم محترم شفیق جناب مولانا حسن میان مرحوم و مغفور (ابن حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب قادری چشتی پھلواری ظلہ العالی) کے برادر عزیز جناب مولانا شاہ حسین میان صاحب کی ادارت میں پھلواری شریف (پٹنہ) سے ۱۸×۲۶ کی تقطیع کے ۸ صفحوں پر شایع ہوتا ہے۔ کاغذ اچھا ہے۔ لکھائی اور چھپائی بھی صاف ہے یہ خالص مذہبی اخبار ہے۔ صوفیانہ رنگ (جو غالب ہونا چاہئے) اسپر غالب ہے ہوقت اسمین وقتی ضرورت کے لحاظ سے) زیادہ تر نجد و حجاز کے متعلق چیدہ مضامین۔ وقعات دیگر اسلامی خبریں اور ابن سعود کے خلاف مباحث شایع ہوتے ہین۔

اگر صحیح معیار پر چلتا رہا تو آئندہ اس سے بہت کچھ ترقی کی امیدین ہو سکتی ہین بالخصوص طبقہ صوفیہ و مشایخ کیلئے اچھا آرگن بن سکتا ہے۔ اسکی سالانہ قیمت عا۔ اور شششاہی عہ ہے۔

(۲) انوار الاعظم لاہور:۔ یہ ہفتہ وار اخبار ۲۶×۱۸ کے ۱۲ صفحات پر ہر پنجشنبہ کو شہید اخبار خواجہ غلام نقشبند نقاش مرحوم لاہور سے شایع ہوتا ہے۔ اسکے مالک و مدیر جناب تاج الدین احمد صاحب تاج ہین۔ اسوقت جسقدر ہفتہ وار اخبار شائع ہو رہے ہین انمین اسکو یہ امتیاز ضرور حاصل ہے کہ اسمین خبروں کے علاوہ خصوصیت سے نہایت بلند اور منتخب صوفیانہ اور ادبی مضامین ہوتے ہین اور اسکے معزز ایڈیٹر جناب تاج کی کوشش ہے کہ اسکے ذریعہ سے علمی ادبی کارنامون شاعرانہ جذبات اور صوفیانہ تخیلات کی خاطرخواہ اشاعت ہو اور باہوا جرائد و صحائف کے ذریعے مروجہ بالا مقاصد سے جو فائدہ ملک کو پہونچ رہا ہے وہ اس اخبار سے ہفتہ وار پہونچ سکے۔ خدا کرے جناب تاج کو کامیاب بنائے اور ملک قوم کی انکی ہمت افزائی کرے۔ اسکی سالانہ قیمت ۱۲ ہے۔

(۳) آزاد کانپور:۔ ملک کے مشہور انشاپرداز اردو کے خاص حامی جناب منشی یامین صاحب نگم کی ایڈیٹری کا اسکو طرہ افتخار حاصل ہے۔ اسمین ملک کی ہر قسم کی ضروری خبرون کے سوا اردو نظم و نثر کی جملک بھی خاص طور پر نظر آتی ہے۔ ۱۹۱۲ء سے یہ ہفتہ وار ترقی کرتا ہوا شایع ہو رہا ہے اسکی سالانہ قیمت ۳ ہے۔

جرائد

(۱) روحانیت:۔ یہ جریدہ ہندوستان کے مشہور عالم مدرسۂ الٰہیات کانپور کے روح روان تصوف و روحانیت کے حامی جناب مولانا آزاد سبحانی صاحب کی ادارت مین ماہوار گورکھپور سے شایع ہوتا ہے۔

اسمین ۱۸×۲۶ کی تقطیع کے ۲۴ جزء ہوتے ہین۔ جنوری ۱۹۲۵ء مین اسکا پہلا نمبر اچھے کاغذ عمدہ لکھائی چھپائی کے ساتھ حکیم برہم صاحب کے مطبع سے چھپکر دنیائے عالم ہوا۔ اب تاج پریس گورکھپور مین چھپتا ہے اور گو لکھائی چھپائی اور کاغذ کے لحاظ سے پہلی سی ظاہری خوبیان اسمین نہین ہین مگر معنوی ترقی اسمین روز افزون ہی اسکا اعلیٰ مقصد یہ ہے کہ زمانہ موجودہ کی بڑھتی ہوئی مادیت کی روک تھام کرنے اور روحانیت کو فنا سے بچانے کے لئے روحانی تحریک قائم کی جائے اسی تحریک کے ذریعہ سے مادیت کا اس طرح مقابلہ کیا جائے جس سے دین و دنیا دونون کی بہبودی ہو اس تحریک کو عملی جامہ پہنانے کیلئے اسکے چند اغراض و مقاصد اور ہین۔

(۱) روحانیت کے مردہ اعتقاد کو عقل و نقل کی تائیدون سے تازہ کیا جائے۔

(۲) روحانیت کی تعلیم دینے کے لئے روحانی زندگی کا طریق و نظام پیش کیا جائے۔

(۳) روحانی تعلیمات جو مضمحل اور قریب قریب معدوم ہو چکی ہین انکو سرنو پیش کرکے انکی طرف عام دعوت دیجائے۔

(۴) روحانی کارنامے اور سوانح پیش کئے جائین

(۵) روحانی ضروری کتابون کی شرحین خصوصاً قرآن پاک اور احادیث کی روحانی تفسیرین کی جائین۔

یہ خلاصہ ہے اُس معیار اُس منشا اور اُن اغراض و مقاصد کا جو مجھے معلوم ہو سکے ہین اور جنکی بنا پر اسکا اجرا ہوا ہے۔

رہا یہ امر کہ اسکو کہانتک ان اپنے کامیابی ہوئی اسکے لئے ضرورت ہے کہ اس کا مطالعہ

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کی شہرت کا باعث صرف عطر حنا ہے

(۴) (الامان دہلی:- جناب مولانا مولوی محمد ظہر الدین صاحب ایڈیٹری مین یہ اخبار ۲۰×۳۰ کے ۴ صفحون پر ہفتہ مین دو بار دہلی سے شایع ہوتا ہے۔ یہ اخبار مسلمانون کا نہایت ہمدرد قوم وملک کا حامی اسلام کی خدمت کرنیوالا۔ دنیاے اسلام کی صحیح خبرین دینے والا و قتحات پر خوبی سے نقد و تبصرہ کرنیوالا اخبار ہے کاغذ ضرورت کے موافق اچھا لکھائی چھپائی صاف سالانہ قیمت ۴ عشاہی ۳ ماہی ۱ عاہی

(۵) ریاست دہلی:- اردو کا بہترین ہفتہ وار اخبار ۲۲×۳۴ کی تقطیع پر دہلی سے زیر ادارت جناب دیوان سنگھ صاحب مفتون شایع ہوتا ہے۔

اس مین ذرا بھی مبالغہ نہین کہ یہ اپنے کاغذ۔ لکھائی چھپائی اور حسن ترتیب کے لحاظ سے آپ اپنی نظیر ہے۔

اخبار کے ۲۳ صفحہ ہوتے ہین۔ ان صفحات کے علاوہ ایک تصویر اخبار کے حسن کو دوبالا کرنے کے لئے اس مین شامل ہوتی ہے۔

مثل اور اخبارون کے اسمین بھی اشتہارات کی کثرت ہوتی ہے اور ممکن ہے اور اخبارات سے زاید ہون جو ہر اخبار کی کامیابی کی دلیل کھلائی جاسکتی ہے۔ لیکن اُسمین خوبی یہ ہے کہ جو اشتہار اُسمین درج ہے اُسنے ایسی موزون جگہ پائی ہے اور اس خوشنمائی اور دیدہ زیبی کے ساتھ درج کیا گیا ہے کہ جو لوگ اشتہار کے نام سے بھاگتے ہین اُنکو بھی بکاد یکھنا ناگوار نہین ہوسکتا۔

مضامین کی شان بھی اعلیٰ ہے اخبارات کے علاوہ۔ ادبی حیثیت سے ہکا پایہ بلند ہے نثر و نظم دونون طرح کے مضامین ہر قسم کے مذاق کے لوگون کے موافق اسمین درج ہوتے ہین اور جو کچھ ہوتا ہے بہت خوب ہوتا ہے۔

میرے خیال مین مجموعی حیثیت سے اس شان کا شاید ہی کوئی اخبار ہو۔ ایسان سب خوبیون کے ساتھ اُسکی قیمت بھی صرف ۳ سالانہ اور ششماہی کے لئے ۲ ہے اور ایک پرچہ کے ۰۲ر لئے جاتے ہین۔

(۶) غالب بمبئی:- یہ ہفتہ وار اخبار خطیب العلماء مولانا قادری حکیم نذیر احمد خجندی صاحب کی زیر ادارت کلیان منشی ڈونگری بمبئی نمبر ۹ سے شائع ہوتا ہے یہ خالص اسلامی اخبار ہے۔ مسلمانون کیلئے اصلاح کا باعث اور ملک قوم کیلئے بہبودی کا ذریعہ ہے۔ اسمین نہایت مفروری اور مفید مضمون اقتباس بھی ہوتے ہین اور بہترین کاغذ اور عمدہ لکھائی چھپائی کے ساتھ اسکی قیمت للہ سالانہ ہے۔

سلسلہ اداریہ فکر سے کیا جاے۔

امید ہے کہ طالبان تعلیم روحانیت اسکا دل سے خیر مقدم کرین گے اور مولانا کی سعی وجانفشانی کی داد اسکی توسیع اشاعت سے دین گے۔

یہ نہایت اہم کام ہے کہ اس مین ہر صوفی ہر درویش اور ہر صاحب طریقت عالم کو حصہ لینا چاہیئے اور اپنی قیمتی راے۔ اور قیمتی امداد سے مولانا کی ہمت بڑہانا چاہیئے۔ اسکی قیمت ۳ سالانہ مع محصول ڈاک ہے ملنے کا پتہ مہتمم دفتر روحانیت گورکھپور۔

(۲) اردوے معلی دہلی:- اس مشہور صحیفہ نے اپنی زندگی کے ۲ سال خیر و خوبی سے ختم کرکے جنوری ۱۹۲۶ء سے چوتھے سال مین قدم بڑہایا ہے یہ دار السلطنت اور دار الادب دہلی سے نہایت آب و تاب کے ساتھ نکلتا ہے اسکے مدیر اعزازی ہمارے کرمفرما حضرت اکبر حمیدی ہین اسکا کاغذ لکھائی چھپائی ہر ایک یدہ زیب ہے۔ یہ ۱۸/۲۲ کے ۴۴ صفحون پر شایع ہوتا ہے ہر نمبر کے علمی ادبی مضامین پر نظر ڈالنے کا ایک دلکش مجموعہ ہے سالانہ قیمت خاص قسم دوم کی ۳ ہے۔

(۳) زمانہ کانپور:- منشی دیانرائن صاحب نگم کو اگر اردو کے لئے مایۂ ناز کہا جاے تو بجا ہے آپ کی ذات سے جو اردو اور اردو پر کو فائدہ پہونچ رہا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ آپ اردو کے سچے حامی سچے ہمدرد اور اصلی منی مین اسکے قدردان ہین ہندوستان کا نہایت مشہور جریدہ زمانہ جو آپ کے ادارت مین ۱۸/۲۲ کی تقطیع پر عرصہ دراز سے جاری ہے ہمارے بیان کی روشن دلیل ہے زمانہ کی اشاعت مین جسقدر آپنے صرف کیا اور صرف کر رہے ہین وہ آپ ہی کا حصہ ہے اور آپ ہی کا ذوق سلیم ہے جو اسکو اب تک نباہ رہا ہے۔ زمانہ اردو کے بہترین مضامین نثر و نظم اکثر قصاویر تصاویر خاص کا البم ہے اسکا کاغذ بہت خوب لکھائی اور چھپائی بہتر ہے سالانہ قیمت صہ مقرر ہے۔

(۵) دل آگرہ:- یہ رسالہ جناب شہاب اکبر آبادی کی ادارت مین اپنی ظاہری و باطنی خوبیون کے ساتھ اکبر آباد یعنی آگرہ سے شایع ہوتا ہے اور آگرہ سے کئی متعدد رسالے اسوقت جاری ہین مگر یہ رسالہ بھی اپنی نوعیت مین بہت خوب۔ ادب اردو کا ذوق رکھنے والون کے لئے دلچسپی کا باعث ہے اور ادبی دنیا کے لئے نئے نئے تحائف پیش کر رہا ہے۔ ہمکو جم بھی ۱۸/۲۲ کی تقطیع کے ۳۲ صفحون کا ہے لیکن امید ہے کہ جناب شہاب سا ادیب کا دلدادہ شخص اپنی حسن کوشش اپنے ذوق خاص کی وجہ سے بہت جلد اپنے مقاصد مین کامیاب نظر آئیگا قیمت سالانہ

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنو کے عطر حنا کا نسخہ کسی دوسرے عطر ساز کو دستیاب نہ ہوسکا

خیر مقدم "مرقع"

کچھ اس انداز سے آئی نسیم خوشگوار آئی — ہوا جل بادہ نوشوں میں بہار آئی بہار آئی
نظر ہر سو چمن میں قدرت پروردگار آئی — کھلے غنچے تو پھولوں کو ہنسی بے اختیار آئی
خوشی کا زیب تن جامہ کئے ہر گل کی ہستی ہے
زبان پر نغمۂ شادی دلوں میں جوش مستی ہے

زمیں نے سبز چادر اوڑھ کر کیا کیا نہ لوٹے — بنائے جسم میں معشوقوں نے خوب گل بوٹے
کہا گل نے کہ شبنم کے جو موتی آپ سے چھوٹے — جو توڑے میرے موتی اُس پہ پریاں آسمان کی نے
عروسانِ چمن نے اک لباسِ طرفہ پہنا ہے
کہیں پھولوں کی چادر ہے کہیں پھولوں کا گہنا ہے

وہ دیکھو لیکے ساقی ہاتھ میں جامِ شراب آیا — اُٹھو اے نیند کے متوالو کہ سر پر آفتاب آیا
جو آیا آج میخانے میں پی کر بے حساب آیا — یکایک سیکڑوں پر پھر نئے سر سے شباب آیا
ہوئے ہیں مست ہم بھی بادۂ علم و ہنر ہی کے
نہیں واعظ کی سنتے آج کل مختار ہیں جی کے

کسی کے ہاتھ میں ساغر کسی کے ہاتھ میں مینا — قدح خواروں کو ہے اک گونہ دشوار ہے جینا
خدا کے واسطے ساقی نہ روکو دل میں کوئی کینا — لگا دے منہ سے تم کہ دے ہے پیمانہ ہے چھلکا پینا
درِ میخانہ پر سب کی آوازیں لگاتے ہیں
کہ دریا دل جو دنیا میں ہیں وہ ہمیں پلاتے ہیں

سکھاتی ہے نئے انداز مے خواروں کو بیہوشی — عجب کیا ہے جو زاہد بھی اُٹھائے لطفِ بیہوشی
بھی ہم چھکے ہے ساقی نہیں ہے بھی ہوشی — دیئے جا جام بھر بھر کر یہ لبریز روپوشی
نہ جائے گی یہ پیاسا دے سے کوئی رندِ مستانہ
رہے ساقی ترا لاکھوں برس آباد میخانہ

دیا ہے جنکو خالق نے وہی پیتے پلاتے ہیں — بنا پر فضلِ گل ہی خوب گلچھرے اُڑاتے ہیں
عنادل باغ میں بیٹھے خوشی کے گیت گاتے ہیں — غرض سب اپنے اپنے جوہری جوہر دکھاتے ہیں
ہمیں بھی کچھ نہ کچھ آج اُس مرقع کا میں قبضہ ہے
جو وصل بگڑی کا نیا نکلا مرقع ہے

تاریخہائے اجرائے مرقع

از جناب قاضی نعیم الحق صاحب آزاد نجیبوی

نکلا ہے ایک چاند نیا علم و فضل کا — آئینہ ہے مرقع یہ وصل کا
ہو شرح حسن و عشق بیان ہجر و وصل کا — تعویذ عاشق و معشوق کیوں نہ ہو
رنگِ سخن میں گچھے ہیں پھولوں کی نقل کا — گلدستہ بہار ہے اسکا ورق ورق
اس کی کتاب ہے کہ صورت کا شکل کا — آزاد ہند میں ہے رسالہ کہاں کوئی
اس سن سے لڑکے سے نکلتا ہے حکم صاف
مرآتِ حسن و عشق مرقع ہے وصل کا

از جناب مولوی محمد یٰسین صاحب تسکین قریشی (سوونی)

رسالہ یہ اعلیٰ ہے ہندوستان کا! — "مرقع" مرقع ہے ارمغان کا
دماغوں کی فارغ آرام جان کا — کتابت بھی اچھی طباعت بھی اچھی
ہر اک صفحہ نخچہ ہے باغ جنان کا — ہر اک سطر مانند سلک گہر ہے
ہر اک شعر ہے آبدار اشعار ان کا — بلاغت سے لبریز ہر ایک مضمون
یہ موقع ہے تسکین زورِ بیان کا — لکھو تم بھی تاریخ سال اشاعت
مرقع
مبارک ہو اہلِ سخن کو — خوبصورت ہے بے مثل شعور و زبان کا

۱۳۴۴ ۲۶ ۱۵ ۴

تمام ماہران فن نے اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر حنا کو بہترین عطر مانا ہے

ضمیمہ "دعوت" دہلی پٹنہ

بدیشی خضاب کی جگہ

صرف خوردنی خضاب کھایئے

سارٹیفکٹ ملاحظہ ہو

یہ وہی خضاب خوردنی ہے جسکے صرف بیس یوم کے متواتر کھانے سے چالیس برس کے ہی اندر سفید بال ہمیشہ کے لئے سیاہ دائم ہو جاتے ہیں چہرہ کا رنگ و روغن بھی جوانوں کیطرح دمکنے لگتا ہے نزلہ کو ہمیشہ کے لئے کھوتا ہے آنکھوں میں طاقت نوع میں تراوت پہونچاتا ہے بال کیسے ہی وقت سے پہلے یا وقت پر سفید ہو گئے ہوں دو سے اور سو فیصدی قدرتی بالوں کے سیاہ ہو جاویں گے۔ بینائی کو اسقدر تیز کرتی ہے کہ زائد سے زائد چالیس عدسہ کے اندر عینک تک کی عادت جاتی رہتی ہے۔ قوت حافظہ کو بڑھاتا ہے اور عمر کی زیادتی ہوتی ہے کہ جو کھاتے ہی ہضم قوت باہ کو اسقدر بڑھاتا ہے کہ اسکا کھانیوالا ابد استعمال کرنے کو قابل فخر جوانوں میں شمار کرنے لگتا ہے غرض اسکے کھانے سے حقیقی معنوں میں شباب قرآن ہاتھ آنے لگتا ہے اسلئے اب اپنے کھوئے خضاب کی نشانیاں تو ترک کیجئے اور اسے استعمال کیجئے بڑے بڑے سند یافتہ حکیم ڈاکٹر دید و غیرہ کہ تعداد میں سرٹیفکٹ کا شہرت حاصل کرتے اور صدہا روپیہ پیدا کرتے رہے ہیں۔ جس قصبہ یا گانو میں اس کا ایک پیسل پہونچ جاتا ہے اسکے حیرت انگیز خواص کو دیکھکر بالکل ہی ہے ضرورت کی وجہ سے سموسی کا گانو اور دیہات میں آمد آمد ہے ہیں لطف یہ ہے کہ ہر عمر ہر مزاج والا ہر گرچہ کہ سفر تک میں بھی استعمال کر سکتا ہے چونکہ استعمال ہمراہ پارسل بھیجا جاتا ہے قیمت مکمل بکس خوردنی خضاب کی صرف سات روپیہ آٹھ آنہ۔ دو بکس ۱۴ تین بکس ۲۰ عوض محصول ڈاک۔

المنیجر کارخانہ خوردنی خضاب حکیمی شفا لکھنؤ

نوٹ ۔ سے زائد کے خریدار کو ہر روپیہ پر ایک روپیہ کمیشن بھی دیا جاتا ہے۔

عالیجناب حافظ احمد صاحب سکریٹری کالکا رفاہ عام لائبریری کمیٹی منشی تحریر فرماتے ہیں کہ آپکا مرسلہ خضاب خوردنی کا استعمال کیا گیا میرے کچھ بال جو بوجہ زلہ عالم شباب ہی میں سفید ہو گئے تھے بفضلہ اسکے استعمال سے بالکل سیاہ ہو گئے براہ مہربانی دوستوں کے لئے دیکھیں اور بھیجدیجئے

مقامی اخبار شیعہ کانج نیوز نے ۱۱ جون ۲۴ء کے پرچہ میں رپورٹ کیا ہے کہ میں نے خضاب خوردنی کا تجربہ کیا تو واقعی سفید بالوں کے سیاہ کرنے میں بیحد مجرب ثابت ہوا علاوہ اسکے دافع زلہ و قوی دماغ و قوی ہاضمہ وغیرہ کے حق میں تو اکسیر ہے۔

عالیجناب پیر واجب الاحترام خانصاحب آنریری مجسٹریٹ و رئیس اعظم مقام نوشہرہ ان صنع کھیری تحریر فرماتے ہیں کہ تا بحال پانچویں حصہ کے قریب سر اور ڈاڑھی کے بال سیاہ ہو چکے ہیں چار بکس اور جلد بھیجدیجئے۔

عالیجناب پنڈت مہر صاحب کارخانہ فقیری پھول پور پوسٹ آفس جگہ ضلع پرتاپ گڑھ اودھ تحریر فرماتے ہیں کہ آپکا خضاب خوردنی بہت مفید ثابت ہوا اس اطراف میں اسکی دھوم مچگئی ہے لہذا جلد سے جلد چھ بکس بذریعہ وی۔ پی۔ ڈاک بھیجدیجئے۔

سید جالب صاحب دہلوی ایڈیٹر روزنامہ ہمدم نے ۲۹ جون ۲۴ء کے پرچہ ہمدم میں خضاب ہذا کے اجزا کے متعلق رپورٹ دیا ہے کہ اسکے اجزا نظام انسانی خصوصاً عضلاتی پر نہایت اثر کرتے ہیں معدہ کو تقویت دیتے ہیں۔ غذا خوب بدن بجاتی ہے اعضائے تنفسی بجاتے ہیں المختصر بیرکا از الہ ہو جاتا ہے اچھی چیز ہے علاوہ اسکے ۱۱ آنکھ طمینان کیلئے صدہا میں سے چند جملہ مستفتیوں کی رائیں درج کرتا ہوں جنکی لکھائی ہوئی شہادتیں آج لیکر شامل رسالہ ہمارے آدمی کے ہاتھ بھیجدیجئے۔ متعلق مضمون مقالات احسانی مصنف المدوات و مصنف فائدۃ الادویہ نیز کو کاپنڈت و مصنف خزانۃ الادویہ وغیرہ ۱۱ علی الخواص اور پورے کے فائدہ

مفت سالہا رسالہ دینا۔ لکھنؤ کا چندہ سالانہ عہ نمونہ مفت۔

عشق کے مبتلا

اپنے حکام کے مظلوم دشمن کو پسپا کرنے کے خواہشمند۔ سچی محبت پیدا کرنے یا کسی کے دل پر اپنا قبضہ کرنے یا معزز سے معزز اور جفاشعار معشوق کو بھی اپنا مطیع اور فرمانبردار بنا کر اپنی محبت میں دیوانہ اور فریفتہ کرنے اور خود اسے اپنا عاشق بنانے کے خواہشمند حضرات اگر چاہتے ہیں تو بسلغ دو روپیہ آٹھ آنہ بذریعہ منی آرڈر بھیجکر نیز نام محبوب اگر معلوم ہو سکے ورنہ کچھ مضائقہ نہیں لکھکر تعویذ اور سفوف عطیہ فقیر جسکے ذریعہ صدہا ہیں بلکہ ہزاروں نامراد حضرات اپنی مرادوں کو پہونچ چکے ہیں طلب فرما کر کلام الٰہی کا معجزہ دیکھئے تعویذ کو بازو پر باندھئے اور سفوف یعنی پھونکا ہوا لوبان کی دھونی دیجئے پھر نہ کہیئے نہ سنئے نہ کوشش کیجئے خود ہی بیقرار ہو کر انشاء اللہ تعالیٰ عمر بھر کے لئے وہ آپکا غلام بنجائیگا۔ اور خوشی سے ہر کام کرنے کیلئے آمادہ ہو جائیگا۔ اس تعویذ کا پاس رکھنے والا اگر کسی وقت دن میں یا شب میں ذریعۂ خواب کے کسی بزرگ کی حسین اور نورانی شکل دیکھے تو خوش نصیب ہونا چاہئے علاوہ اسکے ہر مرض اور ہر ضرورت کے لئے تعویذ بھیجا جاتا ہے ہدیہ فی ہی ہوگا۔ بلا قید مذہب و ملت ہر شخص اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

ایک تعویذ ایک ہی محبوب کے لئے کام آسکتا ہے منگانے کا پتہ:—

پیر جی مشہور عامل۔ لکھنؤ۔

۲۰ ناول دو روپیہ میں

جو تقریباً آٹھ سو صفحات لکھائی چھپائی اعلیٰ جسمیں جاسوسی عیاری تاریخی واقعات نصیحت حسن و عشق کے دلچسپ مسائل ہیں جو پائین خریدار ہیں منگا کر عالیجی اعلان سے فائدہ اٹھائیں پھر نہ کہیئے کہ مگر نا پسند ہوا اس سستی اور کوئی تاجر دے تو واپسی کا وعدہ

پتہ:— **مینیجر عظمت بک ڈپو۔ لکھنؤ۔**

محبوب لقمانی

ایک گولی کھائیے ایک ہی گھنٹہ بعد قوت باہ قوت رجولیت

اور مساک میں اس غضب کی قوت پیدا ہوتی ہے بے چینی ہوتی ہے لطف صحبت تو گھنٹوں رہتا ہے مزہ یہ ہے کہ اگر کمزور بھی ہونگے تو بھی کسیطرح کی تکان نہ معلوم ہوگی بلکہ دم بدم قوت میں اضافہ ہوتا رہیگا جبتک نرسنی نہ چھوٹے فراغت ہونے کے بعد فراغت ایک گولی کھالیں تو کمزوری اور تکان رفع ہو کر طبیعت پھر تازہ ہو جائیگی اور پھر دوبارہ جماع کرنیکی قوت پیدا کر دیگی متعدد مرتبہ مباشرت کر سکینگے ہر مرتبہ پہلی سی قوت پائینگے نئی دوا نہیں ہیں بلکہ

روغن لقمانی یہ روغن مجید ملنے سے ایک ہی قطرہ عضو پر لگا کر جماع کرنے سے وہ مزہ وہ لطف حاصل ہوتا ہے کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہیں رہتی خوشی سے جان نکلنے لگتی ہے زن و شوہر کے تعلقات کو حقیقی معنوں میں عشق کے درجہ تک پہونچاتا ہے بوجہ زیادتی لطف عاشق و معشوق نشہ شباب میں چور ہو کر تھوڑی دیر کے لئے مست اور بیہوش ہو جاتے ہیں اگر آپنے ابتک اسکا استعمال نہیں کیا تو گویا دنیا میں آپنے کچھ دیکھا ہی نہیں قیمت فی شیشی دو روپیہ محصول ۶ کوئی دوا جسے تحریر ثابت نہ ہو نے پر واپسی قیمت کی شرط ہے **مینیجر عظمت الاعلاج میڈیکل ہال لکھنؤ**

مایوس نہو

اگر چہ اشتہاری ادویہ نے لوگوں کو بدظن کر دیا ہے مگر ہم آپکو یقین دلاتے ہیں کہ ہمارے بھیجے ہوئے نمونہ صرف پانچ یوم کی قیمتی نسخہ آنہ علاوہ محصول کے طلب فرمائیں اس عرصہ میں جسے انگریز لفظ ٹیسٹ کہتے ہیں آپ کو اطمینان ہو جائے عضو مخصوص کو موٹا و قوی اور دراز کر کے نامی کی لذتوں سے آشنا کرنے کی قوت نہ ہو تو ہمارے ذمہ کر کے دوبارہ شباب کا لطف پیدا کر دے تو نقد ۱۶ یوم کیلئے لطف اٹھائیں اور آنہ ہیں طلب فرمائیں ۱۶ یوم تک جماع پر ہر قسم کی خواہش پوری کر سکیں تو پوری شیشی کی بہاء جو ہے بھیج دیں ورنہ واپسی کا وعدہ کریں بالکل مفت ہوگا پوری شیشی بہاء ۲ روپیہ ۸ آنہ محصول ۶ یوم خریدار ہوگا پوری شیشی کے خریدار کو بصورت عدم نفع واپسی قیمت اور مدت کا عرصہ ۱۵ یوم ہوگا۔ ہر قسم کی مردانہ کمزوری دور کرنے کا مفید نسخہ مجھے کا علیحدہ دفعہ سے **مینیجر دواخانہ عظمت العلاج لکھنؤ۔**

مفت — ماہوار رسالہ دینا۔ لکھنؤ کا نمونہ مفت منگائیے۔

ضمیمۂ ۲۰ مرقع ۔ دکھنو

اصلی کوک شاستر یا بہار عیش

المعروف لذت النساء باتصویر ۴۶ آسن والا

یہ وہ کوک شاستر ہے جو آجتک ہر ایک کتب فروش سے مل سکتی ہے بلکہ یہ وزیر کشمیر گاک صاحب کے خاص الخاص بیاض کے پرانی کوک شاستر کا لفظ بہ لفظ ترجمہ ہے جس کو اب تک عام لوگون کو تو کیا بڑے بڑے رؤسا کو بھی زیارت نصیب نہ ہوئی تھی اسمین وہ تمام باتین درج ہین جن کے جاننے کے لئے آپ سیکڑون روپیہ برباد کر چکے ہین اور پھر بھی مطلب حاصل نہین ہوا یہ کتاب سوائے ہمارے دوسری جگہ ہرگز نہین مل سکتی اس کتاب مین صدہا مفید اور ٹھوس مطلب کی باتین درج ہین عورت مرد کے متعلق ہزارہا سینہ بسینہ راز اور خاص حالتون کی عورت و مرد کی اکٹھی برہنہ تصویرین ..... ۴۶ بہترین آسن کا مفصل بیان طبی ۔ مذہبی اور علمی اصول درج بھی ہین ۔ بعد مین شکایت نہ کرین خفیہ دھڑا دھڑ بک رہی ہین آج منگا کر حسرت پوری کیجئے ورنہ ممکن ہے کہ پھر اسکی ایک جلد بھی باقی نہ رہے اور سوائے افسوس کے کوئی چارہ نہ رہے گا ۔ خبردار دیکھئے غفلت مین نہ رہیگا ۔ قیمت فی جلد دو روپیہ محصول ۴ علاوہ ۔

ملنے کا پتہ:- مینیجر جنرل بک سپلائی کمپنی لکھنؤ ۔

دیوان جان صاحب چھپ گیا

پچاس برس کے بعد دوبارہ زیارت کیجئے

لکھنؤ کے مشہور تاریخی گو شاعر میر یاد علی صاحب جان مرحوم کا یہ نادر و نایاب عمر دیوان جان صاحب چھپ گیا اگر آپکو لکھنؤ کی بیگماتی اور ٹکسالی زبان اور واجد علی شاہ کے زمانہ کی معاشرت کا نمونہ دیکھنا ہو تو اسے منگا کر پڑھئے اور لطف اٹھائیے ادبی دنیا مین اس دیوان کی سخت ضرورت ہے

قیمت ایک روپیہ — کلیات جان صاحب قیمت ۸ر

مسخرے کا پٹارا

یعنی ہنسنے ہنسانے کا زبردست ٹھیکہ دار

اقلیم مذاق کا بیشل تاجدار ہنسی دل لگی کا قافلہ سالار پڑھنے والون کو بات بات مین لوٹن کبوتر بنا دینے والا جسکے چٹکلے چٹ پٹے مضامین تمام کھایا پیا ہضم کر دینگے ۔ صرف ایک کارڈ دھر بھیجئے تاکہ جلد سے جلد اور فوراً سے پیشتر حاضر ہو کر آپکے اضمحلال کی دم کاٹ دے بیشک اگر اس کتاب کو بارہ مصالحہ کی چاٹ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا اول سے آخر تک دیکھ جائیے ایک فقرہ بھی ایسا نہ ملیگا جسکو پڑھکر سو مرتبہ ہنسی نہ آوے یون سمجھئے کہ یہ کتاب ایک بزم عشرت ہے قیمت صرف ۸ر ظرافت جان ۸ر لطائف بیربل مکمل ۸ر لطیفون کا مذاق ۸ر شہنشاہ ظرافت ۸ر بزم خیال ۸ر

پتہ:- مینیجر عظمت بک ڈپو لکھنؤ

عالیجناب شیخ عظمت الٰہی صاحب المتخلص عامل سلونوی خوش نویس و بے مثل دعا نویس کی مشہور و مقبول تصانیف

فریبی عاشق

مسمریزم وہ مسمریزم جسکی موافق الماسات طاقتوں نے ایک دنیا کے کانوں کے پردوں کو بھر دیا ہے جسکی عجیب و غریب کارروائیاں دیکھکر آنکھیں آئینہ حیرت ہوگئی ہیں اگر آپکو اسکے اعلیٰ راز دیکھنے ہیں تو اس کتاب کو پڑھکر دیکھئے ایک بھولی بھالی شریف لڑکی پر ایک مسمریزم عاشق ہوتا ہے اور اسکا باپ خود اس لڑکی کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اس سے شادی کرے بلکہ مجبور اسکو بیوی بنایا جاتا ہے ایک پوگ جسکا سینہ نور اسلام سے معمور تھا جس کے ہر رگ و پے میں حمایت کا جوش تھا اور اس جادوگر مسمریزم کو شکست فاش دیتا ہے اور اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ روحانیت پر کبھی مادیت غالب نہیں ہو سکتی قیمت ۸ر

ناول

بدنصیب لڑکی

خونی لڑکا ۸ر

یہ ناول ایک شریف خاندان کی تعلیم یافتہ ہونہار اور حسین لڑکی کی تباہ شدہ زندگی کا مکمل فوٹو ہے جسنے پردگی کے نقصانات تعلیم غیر ضروری کی خرابیاں دکھائی گئی ہیں ایک شریف لڑکی کا پیرو ہو کر ماں باپ کے بیحد عزیز قوانین عصمت سے تنگ آکر گھر کو چھوڑنا اور بربادیوں میں مبتلا ہونا ۸ر

ناول بگنا ہ خال ۸ر ہنسی کا پتلا ۱ر

نواب ۲۱ بسنہ

نوابی دربار کے نوابی ٹھاٹ خوشامدی مفت خوروں کا ہجوم بھوسے نواب کی اکڑفوں اور بچوں دیگر کی نیت کی صدائے بے ہنگام دل کا ایک معشوقہ حسین کے چاہ ذقن میں اسیر ستم ہو کر نہ صرف اپنی بلکہ دادا پردادا کی جمع کی ہوئی دولت اور باپ کی گاڑھی کمائی کو شکم بہن اڑا کر بے باک ہو جاتے ہیں اور بالکل اسکے مصداق بنتے ہیں

داڑھی اور مونچھ کا صفایا ہے

فارغ البال اسکو کہتے ہیں

یہ ناول نہیں بلکہ ناول گر ہے نہد و ستان کے بہترین ظرافت نگار سجاد حسین مرحوم اڈیٹر اودھ پنچ اور عالمگیر کے مشہور سنجیدے وقائع نویس نعمت خان عالی کا رنگ اس سے صاف صاف ظاہر ہوتا ہے وہ لوگ جو نشاء ثانیہ کو دیکھنا اور سمجھنا چاہیں ان کی لائبریری میں رکھنے کے قابل ہے جسے ایک مرتبہ پڑھکر موسالغہ ایک بہار ارم تبسم سے تو ہر قیمت کے ۸ر موقع دسوہ واپس کر دیجائینگے۔

دام فریب

مکر و فریب کی دنیا کا نقشہ نگار دل خوشکن عبرت آمیز حیرت انگیز حرف بحرف ظاہر کی زندگی کے حیرت ناک افسانوں کا انکشاف زنان بازاری کے فریب دغا کے کارنامے ہر فرد ملا موسیٰ۔ یا جیسے کو تیسا ملا۔ ظاہر کے عاشق خود ہی بھید از عقل و دانش قیاس عیاریان ظاہر کی سخت ترین شکست فوت کا ایک سنسنی خیز منظر دکھا کر ثابت کیا گیا ہے کہ نیک اور بد تمام کاموں کی سزا دنیا ہی میں بھگتنی پڑتی ہے ہم یقین کے ساتھ کہ سکتے ہیں کہ ایسے پر لطف ناول بہت کم آپنے دیکھے ہونگے قیمت ۸ر

رسالہ قوت باہ عظمتی

آئین کہ ہر ہین آج قدر ان کمال کے

کاغذ پر کھدیا ہے کلیجہ نکال کے

دنیا سرگردان ہے کہ وہ نسخہ و بات بتا دیں جو ہمارے ہون وہ ہمارے ہین عن ہے یوسان قوت باہ کے دینے ہو جو صلہ تخلین اسکے لئے بہت زود کے ساتھ یہ کتاب پیش کرنے ہین جسمین مشرق و مغرب کے جدید قدیم حکیمون و دیدان طبیبون وغیرہ کے ان تمام تجربات و معلومات و شہادات کا بکجا کامل و مکمل طور سے جمع کیا گیا ہے جو عورت مرد کی مواصلت سے تعلق رکھتی ہین ساتھ ہی تواعد جماع ممنوعات جماع ملذوذات اسکا اولاد نرینہ و تندرست اور خوبصورت بچے پیدا کرنے کی تدابیر فلسفہ عشق فلسفہ ازدواج انتخاب بیوی تعلقات زوجین لطف مباشرت اور صحبت کے طریقون وغیرہ کی اعلیٰ ترین علمی تعلیم دی گئی ہے ضعف باہ کمزوری تنی نامردی جریان عسر انزال وغیرہ کا مفصل بیان مرضون کی شناخت اور پیدا ہونیکے اسباب و علاج اور عضو خاص علی اغلام وغیرہ کی تمام پیدا شدہ مزمنون کے دو سو نسخہ جات جو آجکل کے موجودہ طبا صدار پیہ دیتے ہیں بھی ہیں اعتمادی نسخہ ہمین تو ہر فرد خاص عام مرتع کرینگے ہمین آپ بھی اگر منگا کر اپنی صحت پوری کیجئے تو اکی قیمت فی جلد صرف آنہ ۸ر

مینیجر عظمت بک ڈپو لکھنؤ

بلگرامی بک ایجنسی نظیر آباد لکھنؤ

سے

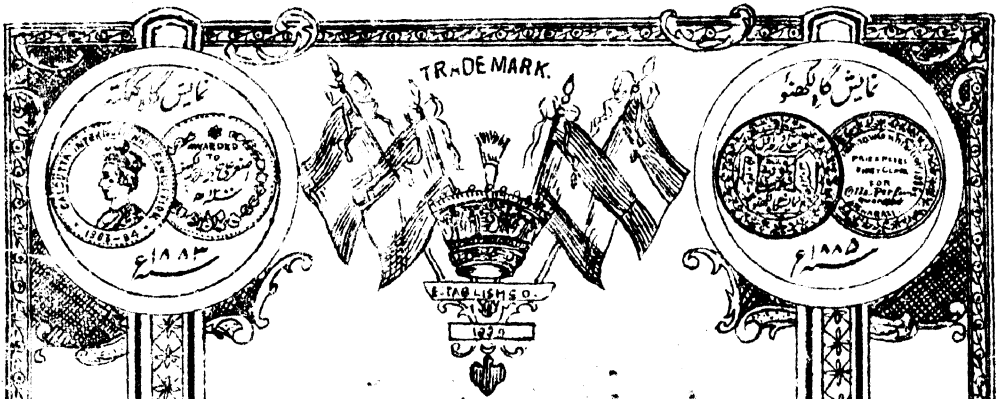
ہر مصنف مؤلف اور ہر قسم کی مطبوعہ کتابیں فرمایش آنے پر روانہ کی جاتی ہیں

مختصر فہرست بلگرامی بک ایجنسی نظیر آباد لکھنؤ

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
مولانا شبلی مرحوم		مولانا شبلی مرحوم		مولانا اشرر لکھنوی		مولانا اشرر لکھنوی		مولانا اشرر لکھنوی	
سیرۃ النبی مجلد حصہ	سے	علم الکلام	عہ/	امام شافعی	عہ/	عزیزہ مصر	عہ/	فردوس بریں	۰/
" حصہ	سے	الکلام	عہ/	ابوبکر الشبلی	عہ/	فاتح مقتدر	عہ/	شہید وفا	۰/
" حصہ	سے	[illegible]	عہ/	جنید بغدادی	عہ/	بابک خرمی کامل	عہ/	حسن بن صباح	۴/
الغزالی	عہ	[illegible]	عہ/	خواجہ معین الدین	عہ/	افسانہ نفیس	۱۲/	افسانہ نفیس	۰/
سوانح مولانا روم	عہ/	رسائل شبلی	عہ/	سکینہ بنت حسین	۱۶/	ایام عرب کامل	عہ/	شب وصل	۰/
الانتقاد عربی	عہ/	المامون	عہ/	ملکہ زنوبیہ	۳/	فتح اندلس	عہ/	شب فراق	۰/
دیوان شبلی فارسی	عہ/	سیرۃ النعمان	عہ/	قرۃ العین	۳/	ماہ ملک	عہ/	اسیری بابل	۴/
کلیات شبلی	عہ/	مضامین عالمگیر	عہ/	شیرین ملکہ عجم	۴/	قیس ولبنیٰ	عہ/	زمانہ اور اسلام	۳/
مکاتیب شبلی حصہ	عہ/	" دوم	۸/	نذرات	عہ/	یوسف زلیخا کامل	عہ/	الحکم الرفاعیہ	۳/
" حصہ	عہ/	مجموعہ کلام شبلی	۱۲/	نذرات تیموریہ	عہ/	زوال بغداد	عہ/	ہندوستان کی سوتیلی	۴/
مثنوی صبح امید	۴/	"	۸/	صد پارہ دل حصہ	عہ/	درگیش نندنی	عہ/	ہندو ذکا تعلق اردو سے	۴/
اسلامی مدارس	۴/	مسلمانوں کی تعلیم	۱۰/	" حصہ	عہ/	طاہرہ	عہ/	حسن کا ڈاکو	عہ/
اسلامی حکومت	۱/	آغاز اسلام قسم اول	۱۲/	تاریخ سندھ حصہ	عہ/	مینا بازار	عہ/	دربار حرام پور	۱۰/
جہانگیر	۲/	بیان خسرو	۱۰/	حصر قدیم	عہ/	مقدس نازنین	عہ/	آغا صادق کی شادی	۱۰/
زیب النساء	۱/	سوانح انیس و دبیر	عہ/	مسیح اور مسیحیت (نایاب)	سے	ردمتہ الکبریٰ	عہ/	غیب دان دلھن	عہ/
الفاروق قسم اول	سے	برگ گل	۴/	عرب قبل اسلام (نایاب)	عہ/	فلپاینا	عہ/	دلچسپ کامل	۱۲/
قسم دوم	عہ/	دستہ گل	۴/	عقلیہ مین اسلام	۴/	شوق مین ملکہ	عہ/	دلکش	عہ/
شعر العجم حصہ کے/	۱۲/	حیات جامی	۸/	تاریخ خلافت	۴/	فلورا فلورنڈا	عہ/	میوۂ تلخ	۸/
" حصہ عہ/	۱۲/	حیات حافظ	۸/	اقوام کرد	۴/	منصور موہنا	۸/	بدر النساء کی مصیبت	۴/
" حصہ عہ/	۱۲/			جویائے حق کامل	للعہ	حسن انجلینا	۸/	خوفناک محبت	عہ/
" حصہ عہ/	۱۲/			لعبت چین	عہ/	ملکۃ العزیزہ ورجنا	۱۲/	مہر سعدی بر لفن	۱۲/

ڈاکٹر سر اقبال شکوہ ۲/ جواب شکوہ ۴/ نالۂ یتیم ۲/ اکبری اقبال ۳/ بلال ۱/ شمع و شاعر ۲/ فریاد امت ۳/ مکمل ترانہ ۲/
تصویر درد ۴/ حضر راہ ۴/ طلوع اسلام ۴/ بانگ درا (مجلد) عہ/ اسرار خودی وغیرہ عہ/ پیام مشرق ۴/

مولانا ابو الحسنات صاحب قبلہ مدیر "نور" حیدرآباد دکن کی مرتبہ "مجموعہ مناجات" مع ترجمہ اردو نثر و نظم ۱/ صد انجمن ۱/ صد اجابتا ۱۲/ صد تسکین ۱/



نمائش گاہ کلکتہ
سنہ ۱۸۸۳ء

نمائش گاہ لکھنؤ
سنہ ۱۸۸۵ء

شاخ "گلزار حوض حیدرآباد دکن"

ہندوستان میں سب سے بڑا عطر کا کارخانہ

شاخ چاندنی چوک دہلی

صرف

صغیر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ

کا ہے

تار کا پتہ "دوشنا"

ٹیلیفون نمبر ۳۹

جو سنہ ۱۸۳۹ء سے نیکنامی کے ساتھ جاری ہے

نمائش گاہ الہ آباد
سنہ ۱۹۱۰ء

نمائشگاہ ویمبلی لندن
سنہ ۱۹۲۴ء

نمائش گاہ کلکتہ
سنہ ۱۹۰۱ء

مطبوعہ مقبول المطابع نظیر آباد لکھنؤ باہتمام سید مقبول حسین صمد بلگرامی

تا تو بیدار شوی ناله کشیدم ورنه
عشق کارے ست که بے آه و فغان نیز کنند

(علیہ علامہ اقبال)



دار الادب لکھنؤ کا مقبول و جہان عزیز جریدہ

۱۳۴۴ھ

مرتبہ
سید مقبول حسین وصیل بلگرامی

ہر مصنف و مؤلف
اور ہر قسم کی مطبوعہ کتابیں

بلگرامی بک ایجنسی نظیر آباد لکھنؤ

سے فرمایش آنے پر
روانہ کیجاتی ہیں۔

مناقب زاقیہ فارسی

باز فخر العلماء والمحدثین حضرت مولانا الحاج الحافظ شاہ محمد فتح علی قطب الاقطاب حضرت سید نا عبد الرزاق بانسوی کی مستند سوانح عمری انکی کرامات و اوصاف کا حال غلام شیخ خاص تھے اور تقریباً سو سال کا زمانہ دیکھا ہے شائع کیا گیا ہے قیمت ۱۲

ترجمۂ مناقب زاقیہ

از جناب مولانا صبغۃ اللہ صاحب شہید
انصاری فرنگی محلی
مع مختصر حالات حضرت ملا الظاہر الدین رح
قدس سرہ خلیفہ حضرت قطب الاقطاب
بانسوی رحمۃ اللہ علیہ
قیمت ایک روپیہ ۱

کرامات رزاقیہ

موسوم بہ اسم تاریخی
بلفوظ مبارک
قطب الاقطاب حضرت سید نا
شاہ عبد الرزاق بانسوی قدس سرہ
کرامات و الہامات کا مجموعہ واسطالان
واسن عقیدت کیلئے نادر تحفہ قیمت ۱

حضرت رشید

یعنی جناب پیارے صاحب رشید
لکھنوی مرحوم کے حالات زندگی
مع انتخاب مراثی و رباعیات
و قصائد و سلام و غزل وغیرہ
مولفہ
جناب مولوی سید عباس حسین صاحب عباس لکھنوی
قیمت ۱

گلکدہ

یعنی لسان الہند حضرت عزیز لکھنوی کے
غزلیات کا نادر مجموعہ قیمت ۱

نور جہان

یعنی شہنشاہ نورالدین جہانگیر بادشاہ غازی کی
بیگم کی نہایت صحیح اور مستند موقع عمدی
از جناب سید حامد حسین صاحب علیگ

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
مولانا شبلی مرحوم		**مولانا شرر لکھنوی**		**مولانا شرر لکھنوی**		**مولانا شرر لکھنوی**	
سیرۃ النبی جلد حصہ ۱	۳ر	رسائل شبلی	۱ر	محذرات تیموریہ	۶ر	روضۃ الکبری	۱ر
" حصہ ۲	۳ر	المامون	۱ر	صد پارۂ دل حصہ ۱	۱ر	فلپانا	۱ر
" حصہ ۳	۳ر	سیرۃ النعمان	۱ر	" " حصہ ۲	۱ر	شوقین ملکہ	۱ر
الغزالی	۱ر	مضامین عالمگیر	۱ر	تاریخ سندھ حصہ ۱	۱ر	فلورا فلورنڈا	۱ر
سوانح مولانا روم	۱ر	" " دوم	۱ر	عصر قدیم	۱ر	منصور و موہنا	۱ر
الانتقاد عربی	۱ر	مجموعہ کلام شبلی	۱۲ر	مسیح اور مسیحیت (نایاب)	۱۰ر	حسن انجلینا	۱ر
دیوان شبلی فارسی	۱ر	" "	۱ر	عرب قبل اسلام (نایاب)	۱۰ر	ملک العزیز ورجنا	۱۲ر
کلیات شبلی	۶ر	سلمانون کی تعلیم	۱۰ر	صقلیہ میں اسلام	۱ر	فردوس بریں	۱ر
مکاتیب شبلی حصہ ۱	۶ر	آغاز اسلام قسم اول	۱۲ر	تاریخ خلافت	۱ر	شہید وفا	۱ر
" حصہ ۲	۶ر	بیان خسرو	۱۰ر	اقوام کرد	۱ر	حسن بن صباح	۱ر
مثنوی صبح امید	۱ر	موازنہ انیس و دبیر	۶ر	جویائے حق کامل	للعہ	افسانۂ قیس	۱ر
اسلامی مدارس	۱ر	برگ گل	۱ر	لعبت چین	عہ	شب وصل	۱ر
اسلامی حکومت	۱ر	دستۂ گل	۱ر	عزیزہ مصر	۱ر	شب فراق	۱ر
جہانگیر	۱ر	حیات جامی	۱ر	فاتح مفتوح	۱ر	اسیری بابل	۱ر
زیب النساء	۱ر	حیات حافظ	۱ر	بابک خرمی کامل	۱ر	زنانہ اور اسلام	۱ر
الفاروق قسم اول	۱ر			الفانسو	۱۲ر	الحکم الرضاعیہ	۱ر
" قسم دوم	۱ر	**مولانا شرر لکھنوی**		ایام عرب کامل	۶ر	ہندوستان کی موسیقی	۱ر
شعر العجم حصہ اے ر و	۶ر	امام شافعی	۱ر	فتح اندلس	۱ر	ہندو دن کا تعلق اردو سے	۱ر
" حصہ ۲ ر و	۶ر	ابو بکر شبلی	۱ر	ماہ ملک	۱ر	حسن کاڈاکو	۱ر
" حصہ ۳ ر و	۶ر	جنید بغدادی	۱ر	قیس و لبنی	۱ر	دربار حرام پور	۱ر
" حصہ ۴ ر و	۶ر	خواجۂ معین الدین	۶ر	یوسف عجم کامل	۱ر	آغا صادق کی شادی	۱ر
" حصہ ۵ ر و	۶ر	سکینہ بنت حسین	۶ر	زوال بغداد	۱ر	غیب داں دلہن	۱ر
علم الکلام	۱ر	ملکہ زنوبیہ	۱ر	درویش قندنی	۱ر	دلچسپ کامل	۱ر
الکلام ر و	۱ر	قرۃ العین	۱ر	طاہرہ	۱ر	دلکش	۱ر
سفرنامہ روم و شام ر و	۱ر	شیرین ملکہ عجم	۱ر	مینا بازار	۱ر	میوۂ تلخ	۱ر
حالات شبلی مجلد ر و	۱ر	خدرات	۱ر	مقدس نازنین	۱ر	بد النساء کی مصیبت	۱ر

نام کتاب	قیمت
مولانا شرر لکھنوی	
تو فاک محبت	۱ر
مرید کی کرامتیں	۱ر
مولانا نیاز فتحپوری	
گہوارۂ تمدن	۶ر
گیتانجلی	۶ر
کیوپڈ اپنڈ سائکس	۱ر
مریخی سیاح کی ڈائری	۶ر
قربان گاہ حسن	۱ر
جذبات بھاشا	۱ر
صدا بصحرا	۱ر
تاریخ الدولتین	۱ر
شہاب کی سرگزشت	۱ر
صحابیات	۶ر
نگارستان	۶ر
ڈاکٹر سر اقبال	
شکوہ	۱ر
جواب شکوہ	۱ر
ترانہ ملی	۱ر
اکبری اقبال	۱ر
بلال	۱ر
فتح و فتاح	۱ر
فریاد امت	۱ر
مکمل ترانہ	۱ر
تصویر درد	۱ر
خضر راہ	۱ر
طلوع اسلام	۱ر
بانگ درا (مجلد)	۱ر
اسرار خودی وغیرہ	۱ر
پیام مشرق	۱ر

ڈاکٹر سید حسین۔ ایچ۔ ایل۔ ایم۔ ایس۔ مشہور ہومیوپیتھ دندان و عینک ساز نمبر ۳ و ۴۔ امین الدولہ پارک۔ لکھنؤ

جہان مرقع تصویر حسن اوست تمام — بہ حیرتم کہ بہ بندم دل از کہ بردارم

فہرست مضامین

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک
پانچ روپیہ

نمونہ کا پرچہ
آٹھ آنے (۸/)

ستمبر ۱۹۲۶ء

۱۔ فلک پیمائی جناب فلک (غزل) عالیجناب فلک ناز افسر نواب مرزا باقر علی خان صاحب بہادر شوستری تخلص فلک نبیرہ فلک المعظم لکھنؤ ۲

۲۔ تخمیس بغزل اعلیٰ حضرت شہریار دکن خلد اللہ ملکہٗ جناب مولوی سید آغا اشہر لکھنوی ۳

۳۔ ادرنا۔ جناب مولوی سید آغا حسن خاں صاحب نقوی لکھنوی ۴

۴۔ ہماری رائے۔ (نقد و تبصرہ) ۱۔ علیگڑھ کی علم پرور فضا سے ایک نئے روزانہ انگریزی اخبار کا اجرا
۲۔ المعالج للمعشق والبرص۔
۳۔ ڈاکٹر نبی محمد خاں صاحب کی ایجاد کردہ ہندوستانی ٹنیچر کا سرمہ۔
۴۔ "حرم" پیلی بھیت ۵

۵۔ آئیم شاوان آہ اور حمد۔ استاذی حضرت محمد مدظلہٗ ۹

۶۔ حضرت ناطق کی غزل پر جناب اثر کا تبصرہ۔
جناب مرزا جعفر علی خاں صاحب اثر لکھنوی بی۔اے ڈپٹی کلکٹر ۱۲

۷۔ تغزل۔ غزل جناب افتخار الشعراء عبد الملک خان بہادر حضرت مضطر خیر آبادی۔ اقتدار جنگ۔ (۲) جناب عبد الرزاق میاں۔ (۳) جناب نواب سید محمد شفیع صاحب شفیق الکھنوی۔

(۴) جناب اختر خلف خان بہادر حضرت مضطر خیر آبادی۔ ۱۶

۸۔ محبت کا تاجدار جوگی۔ جناب شاہ محمد نذیر صاحب ہاشمی غازیپوری ۱۷

۹۔ افکار حزیں۔ جناب سید محمد صاحب حزیں

۱۰۔ شعرائے مستورین (اردو) جناب بشیر الدین صاحب نقوی گلشن آبادی ۲۱

۱۱۔ قضا و قدر۔ جناب تسکین قریشی (سورتی) ۲۴

۱۲۔ لسان القوم جناب مولانا صفی لکھنوی کے دست و قلم کی لکھی ہوئی رباعی صفحہ خاص

۱۳۔ جناب سید مقبول حسین صاحب ظریف لکھنوی کے دست و قلم کا لکھا ہوا قطعہ۔ صفحہ خاص

۱۴۔ خموش بھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا۔
لسان الملک حضرت ریاض مدظلہٗ ۲۵

۱۵۔ تشنۂ الفت (فسانہ) جناب رفیق اجمیری ۳۳

۱۶۔ غزلہائے مشاعرۂ انجمن معین الادب لکھنؤ۔
(بہ سلسلۂ مابق)
۱۔ جناب حسرت لکھنوی ۲۔ جناب دانش لکھنوی ۳۔ جناب تمکین لکھنوی ۴۔ جناب رمز لکھنوی ۵۔ جناب آن امہ ال ال بی وکیل ۶۔ جناب برج لکھنوی ۷۔ جناب شوق لکھنوی ۸۔ جناب شفیق لکھنوی ۹۔ جناب شمس لکھنوی۔ ۱۰۔ جناب شیخ کرامت تھانوی ۱۱۔ لسان القوم جناب صفی لکھنوی ۱۲ جناب فرخ بنارسی

علاوہ عطر حنا کے جملہ قسم کے صندلی عطریات اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے طلب فرمایئے۔

فلک پیمائی جناب فلک

از

(فلک ناز عالیجناب (پرنس نواب) مرزا باقر علی خان صاحب بہادر شوستری متخلص بہ فلک ام اقبالہ)
رئیس اعظم لکھنؤ

دنیا سے تماشائے عقبیٰ نظر آتا ہے
بیٹھا ہون کلیسا مین کعبہ نظر آتا ہے

بیمار جو یہ غش سے سنبھلا نظر آتا ہے
کیا طور پہ موسیٰ کو عیسیٰ نظر آتا ہے

دل میرا یہ کہتا ہے ہو تم ہی چھپے آیمن
عالم مین جہان مجھکو پردا نظر آتا ہے

تلوار بھی قاتل کی دم رکھتی ہے عیسیٰ کا
بے موت جو مرتا ہے زندا نظر آتا ہے

کیا تیز نگاہون سے دیکھا ہے ادھر اُسنے
ہر زخم جگر اپنا گہرا نظر آتا ہے

ڈر ہے نہ کہین پھونکے شعلہ مری آہون کا
طاؤس فلک مجھکو عنقا نظر آتا ہے

فرقت مین تری ساقی گر پڑتی ہے اک بجلی
مجھکو جو کہین ابر مینا نظر آتا ہے

کیا خار بیابان کو غم تشنہ دہانی کا
جو آبلہ پا ہے دریا نظر آتا ہے

اے برق تجلی گر اس خرمن دل پر بھی
یا غش تجھے موسیٰ ہی اچھا نظر آتا ہے

اے آتش گل کیون تو لالہ کا جگر پھونکے
یہ داغ ابھی دل پر کھلتا نظر آتا ہے

ہے گرم ہوا تیرے رخسار کی کچھ ایسی
جو پھول چمن مین ہے شعلا نظر آتا ہے

رہتی ہے خلش تازہ مژگان کے تصور سے
اس آبلۂ دل مین کانٹا نظر آتا ہے

کافی ہے سہارے کو اک تیر جو ہے دلمین
طوفان شب غم مین تنکا نظر آتا ہے

تو خاک اڑاتا اب جائیگا فلک کس جا
جب قیس کے قبضے مین صحرا نظر آتا ہے

تمام ماہران فن نے اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر حنا کو بہترین عطر مانا ہے



تخمیس بر غزل اعلیٰ حضرت شہریار دکن خلد اللہ ملکہٗ

(از جناب مولوی سید آغا اشہر لکھنوی)

روشن از ذاتت خدائی یا حبیبؐ — مہر برجِ اصطفائی یا حبیبؐ
زخم دل را چون شفائی یا حبیبؐ — دردِ دل را چون دوائی یا حبیبؐ
چون درون دل نیائی یا حبیبؐ

من درین عالم بسے گردیدہ ام — دورِ صد محراب و منبر دیدہ ام
این تماشا را کہ اکنون دیدہ ام — از ہزاران سجدہ برتر دیدہ ام
بر درِ تو جبہہ سائی یا حبیبؐ

ہرچہ دارم - ہرچہ میدانی - دہم — در بہا این تاج سلطانی دہم
بوسہ بر آیات قرآنی دہم — وقت مردن جان بآسانی دہم
روئے خود را گر نمائی یا حبیبؐ

نام تو وردِ زبانِ من شدہ — ہر دو عالم رازدانِ من شدہ
ہجرِ تو آزار جانِ من شدہ — باعثِ آہ و فغانِ من شدہ
بے کسی و نارسائی یا حبیبؐ

فیض تو عام ست از بجا تا بحشر — اے شفیع و خیر خواہ ما بحشر
این خطاب از تو کنم فردا بحشر — چون تو شافع داد عثمان را بحشر
ہست این شانِ خدائی یا حبیبؐ

صرف اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا بنایا ہوا عطر حنا ایسا ہے جسکو تمام ہندوستان مین قبولیت حاصل ہے

ذاتِ باری کی نسبت حکمائے قدیم کے خیالات

(از جناب مولوی مسعود الرحمٰن خان صاحب ندوی)

(۱) **حکیم تھیلس** - پانی آن تمام چیزوں کی جو ہم اپنے گرد دیکھتے ہیں جڑ ہے - اور خدا اُس دانائی کا نام ہے جس سے تمام اشیاء پانی سے باہر نکل آئیں - دانائی سے وہ چیز ارادہ جینے مادہ کو حرکت دی جسطرح کہ روح اور جسم بغیر ملے کچھ نہیں کر سکتے بغیر تحریک اور مادہ کی آمیزش کے کچھ نہیں ہو سکتا

(۲) **حکیم اینی زیمنڈز** - ایک خدا نہیں بلکہ بہت سے خدا ہیں ان کے اجسام بھی ہیں اور ان کے ساتھ موت و زندگی دونوں لگی ہوئی ہیں - اگرچہ وہ بغیر محدود مدت تک زندہ رہتے ہیں - مگر اخیر اُنھیں بھی موت کا شکار بننا پڑتا ہے - یہ خدا ستارے ہیں جنھیں ہم اپنے سر پر چمکتا دیکھتے ہیں -

(۳) **حکیم اینی زیمن** - ہوا خدا ہے کیونکہ یہ غیر محدود و لا انتہا ہے - اور ہمیشہ حرکت میں رہتی ہے -

(۴) **حکیم اینی زیگوس** - یہ تمام انتظامات اور سلسلۂ نظام ضرور ایک ایسی قوت اور دانائی سے چل رہا ہے جو ہر بسیط اور روشن ضمیر ہے -

(۵) **حکیم فیثا غورث** - خدا ایک روح ہے جو دنیا کی ہر شے بلکہ ہر ہر ذرہ میں حلول کی ہوئی ہے اور اسی سے انسانی ارواح برآمد ہوتی ہیں -

(۶) **حکیم زینوفن** - خدا ایک بسیط جوہر ہے اور آسمین دانش بھی ہے خدا ایک دائم و قائم ذات ہے اور اُس کی شکل گول ہے - اسی وجہ سے میں خدا کو مادی خیال کرتا ہوں -

(۷) **حکیم ایمی دوکلس** - صرف چار مادے ہیں جن سے تمام چیزیں بنی ہیں اور یہی خدا ہیں - یہ چاروں چیزیں باہم آمیز ہوگئی ہیں - ان کی ابتدا بھی ہے - اور یہ اخیر معدوم بھی ہو جائینگی -

(۸) **حکیم ڈیموکرنیٹس** - مجھے بالکل انکار ہے کہ آیا کوئی چیز ہے یا نہیں - مجھے اس سے بھی انکار ہے کہ آیا کوئی شے موجود بھی ہے یا نہیں -

(۹) **حکیم افلاطون** - مخلوق کے رہنے کوئی نام مقرر نہیں ہو سکتا ہیں تعجب کرنا چاہئے اگر صحیح طور پر ہم مان لیں کہ خدا کیا ہے؟ میں اسکو غیر مادی سمجھتا ہوں - اسے تمام کائنات کا علم ہے یہ آسمان ستارے زمین روحیں اور وہ تمام اشیاء جو ہمارے آباؤ اجداد کا مذہب تسلیم کرتا ہے خدا ہے خلاصہ یہ ہے کہ ایک نہایت کامل اور لا انتہا نیک ذات ہے جسکو خدا کہتے ہیں اُسی نے تمام چیزوں کو پیدا کیا اور وہی سب کا خالق ہے -

(۱۰) **حکیم ٹیلیسن** - گو مختلف اقوام نے اپنے بیشمار معبود بنا لئے ہیں مگر اصل میں ایک ہی فطری خدا ہے جو تمام کائنات کا مصنف ہے

(۱۱) **حکیم ارسطو** - روبینسن کا مسکن دانائی ہے کیونکہ اسی کے ذریعہ سے ہم شے کا خیال کر سکتے ہیں - دنیا ہی خدا ہے اس دنیا دی مخلوق کے علاوہ ایک اور مخلوق ہے جسکی ذات کے ساتھ نظام عالم وابستہ ہے اور جو اسکی حرکت و حفاظت کی نگران ہستی ہے (پھر ارسطو کہتا ہے) خدا در حقیقت کچھ بھی نہیں بلکہ میں اس آگ کو خدا سمجھتا ہوں - جو آسمانی بجلی ہے

(۱۲) **حکیم زینوکریٹس** - آٹھ خدا ہیں انمیں سے پانچ سیاروں کی صورت میں ہمیں دکھلائی دیتے ہیں اور ایک خدا دیگر سیاروں میں پراگندہ ہے جب انھیں ملا دو تو ایک ہی جاتا ہے ساتواں خدا سورج ہے اور آٹھواں خدا چاند ہے -

(۱۳) **حکیم میتھوفریسٹس** - خدا در حقیقت دانائی ہے اس میں بو بیسے اور اسی میں خالق ہونیکی صفت ہے - پہلا درجہ دوسرے درجے کے خدا آسمان ہیں تیسرے درجے کے خدا سیارے ہیں -

(۱۴) **حکیم سراٹو** - سوائے فطرت کے کوئی دوسرا خدا نہیں ہے کیونکہ فطرت ہی تمام حدوث اشیاء کی اصل الاصول ہے

(۱۵) **حکیم زینو** - (جو مذہب تعیش کا بانی تھا) تمام کائنات چار عناصر سے مرکب ہے اور ان چار عنصر سے ایک فطرت بنگئی - جسکی تشریح نہیں ہو سکتی اسکے سوا اور کسی چیز کا حدوث ممکن نہیں دانائی کا سرچشمہ اور روحیں یہ آگ سے بنی ہیں جو باقی تین عناصر میں ملی گئی ہے - جہاں اسکی لطافت میں کبھی تبدیلی واقع نہیں ہوتی - اور دیگر عناصر اسمیں آمیز نہیں ہوتے - یہ اون میں ملتی تو ہے مگر جوہر علیحدہ رہتے ہیں آگ کا عمل کائنات کے ریشہ ریشہ میں وسیع ہے - اور وہ ایک دانائی ہے جسکو اسنے پھیلایا ہے -

اور یہی دانائی تمام عناصر سے ذات و صفات میں علیحدہ ہے یہی دانائی نسلاً بعد نسلاً قومون اور کائنات کی تمام چھوٹی بڑی اشیاء میں سرایت کر گئی ہے - اور اسکا ظہور ہر شے میں ہوتا رہتا ہے - وہ ظہور اتفاقی نہیں ہوتا بلکہ ان قوانین کی رو سے جو مقرر کر دئے گئے ہیں باقاعدہ ہوتا ہے یہی دانائی کائنات کی روح ہے - اور اسی نے تناسب سے عالم کی ہر شے کو چلا رکھا ہے - اس کی حکومت کائنات پر لاحق ہے - اور اسمیں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آتا -

یہ ان کے حکماء کے خیالات ہیں جو زمانے کے مشہور اور یادگار ہیں ان کے خیالات کی پریشان اور ناسواتی عیاں ہے - ذات باری کے پہچاننے میں اسقدر رسا آمیزگی سے کام لیا ہے کہ الامان والحفیظ -

(مسعود الرحمٰن خان ندوی - پیلی بھیت)

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا بنایا ہوا عطر ہر موسم میں استعمال کیا جا سکتا ہے

ہماری رائے

(۱) علیگڑھ کی علم پرور فضا سے ایک نئے روزانہ انگریزی اخبار کا اجرا

آج کل جبکہ فرقہ وارانہ فسادات اور ہندو مسلم نفاق کی وجہ سے ہندوستان کی سیاسی فضا مسموم ہو رہی ہے۔ اِس بات کی شدید ضرورت تھی کہ مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے کسی معقول انگریزی روزانہ اخبار کا اجرا کیا جائے جو آسانی سے موجودہ زمانہ کے انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کے ہاتھوں تک پہونچ سکے۔ یہ کمی ایک عرصے سے جس قدر زیادہ شدت کے ساتھ محسوس کی جا رہی تھی کہ فرقہ وارانہ اختلافات کے اِس نازک زمانے میں مخالف اخبارات برابر اپنی زہر افشانیوں سے ملک میں دونوں فرقوں کے درمیان منافرت کو قوت دیتے رہے ہیں۔ غریب مسلمانوں کی کم مائگی کی وجہ سے اُنکے پاس ایسا ذریعہ نہ تھا جو اُنکے حقوق کی حمایت میں ہندوستان کے مختلف گوشوں تک اُنکی آواز پہونچا سکے۔ ہمیں یہ دیکھکر انتہائی مسرت ہوئی۔ کہ ہمارے ارادے جو ایک عرصے سے محض گوشوں تک محدود تھے اب علی صورت میں نمودار ہوئے ہیں۔ علیگڑھ سے ایک روزانہ انگریزی اخبار کا اعلان اس سے پہلے متعدد بار ملک کے باوقار اخباروں میں ہو چکا تھا۔ اور سبھی خواہانِ قوم ملک کے اِس نوخیز قومی آرگن کے استقبال کے لئے ہمہ تن انتظار و اضطراب تھے۔ خدا کا شکر ہے کہ آج ہمارا سابقہ خوب شرمندۂ تعبیر نظر آتا ہے۔ ہمیں آج ہی کی ڈاک سے "علیگڑھ میل" کا پہلا پرچہ موصول ہوا۔ انگریزی کا یہ روزانہ اخبار جس آب و تاب اور جس شان سے شایع ہوا ہے اُسکو دیکھتے ہوئے ہم صحیح طور پر اُسکے مستقبل کے متعلق اپنے خوش آیند توقعات کو وابستہ کر سکتے ہیں۔

سب سے زیادہ قابل مسرت بات یہ ہے کہ یہ اخبار ایسی جگہ سے شایع ہوا ہے جو اپنی علم پروری اور اب نوازی کے لئے ہمیشہ ضرب المثل رہی ہے۔ علیگڑھ یونیورسٹی نے اور اُس سے پہلے ایم۔ اے۔ او کالج نے ملک اور قوم کی جو بیش بہا اور قابل قدر خدمت کی، اُس سے کون واقف نہیں۔ یہ علی گڑھ ہی کی تحریک تھی، اور یہ علی گڑھ ہی کالج کی پڑھی ہوئی نوجوان تعلیم یافتہ پود تھی، جس نے سب سے پہلے مسلمانوں میں سیاسی آزادی کی روح پھونکی۔ اس لئے ہمیں یہ دیکھکر بہت زیادہ حیرت نہیں ہوئی تھی کہ ایسی سرزمین سے اپنی نوعیت کا سب سے پہلا انگریزی اخبار عالم وجود میں آتا ہے۔

یہ اخبار بہترین طباعت، بہترین کاغذ اور عمدہ مضامین کے ساتھ [illegible] کی تقطیع پر جناب سید محمد رؤف صاحب جعفری کی ادارت میں "مسلم یونیورسٹی پریس علیگڑھ" سے روزانہ شایع ہونا شروع ہوا ہے۔

اِس وقت اسکا سب سے پہلا نمبر میری پیش نظر ہے جو مضامین کی ترتیب اور سلیقۂ انتخاب کے لحاظ سے بھی کافی حوصلہ افزا ہے۔ صفحۂ اوّل کے ایک کالم میں مولانا حسرت موہانی، سر عبدالرحیم، سیٹھ یعقوب حسن، مسٹر عبداللہ یوسف علی پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور، سر میاں محمد شفیع، ڈاکٹر سر اقبال اور حافظ ہدایت حسین صاحبان کا بنارس کے اجرا پر پرجوش اظہار مسرت ہے۔ دوسرے کالم پر فرحت علی شاہ صاحب بی۔ اے (علیگ) کا فرقہ وارانہ اتحاد پر ایک دلچسپ اور مختصر سا مضمون ہے جسمیں فاضل مضمون نگار نے عہد موجودہ کا زمانۂ مغلیہ کے امن و امان سے مقابلہ کیا ہے، اور یہ دکھایا ہے کہ کس طرح اُس عہد زریں میں ہندوستان کے دونوں فرقے ایک دوسرے کے ساتھ روادارانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ آپکا خیال ہے کہ فرقہ وارانہ اتحاد اُسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے کہ ہندوستان میں مغائرتی اور تمدنی یکجہتی بند کی جائے۔ دوسرے صفحے پر مسلم کرانکل لمیٹڈ

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا عطر حنا ہندوستان میں بہت مشہور ہے

سے ایک پُرمغز اور فاضلانہ مضمون نقل کیا گیا ہے جسکا عنوان ہے "ہندوستان کے موجودہ مسائل" اس مضمون مین فاضل مضمون نگار نے "لارڈ اردن" کی اُن تقریرون پر ناقدانہ نگاہ ڈالی ہے جو ہندوستان کی موجودہ کشمکش پر وقتاً فوقتاً اپنے خوش آیند مواعید کے ساتھ وہ مختلف موقعون پر کرتے رہے ہین۔ مضمون ادبی حیثیت سے بھی کافی عمدہ ہے۔

تیسرے صفحہ پر "مسٹر ام۔ آئی۔ کچلو" کا ایک مضمون "سوڈان اور اسکے باشندے" بھی کافی مفید اور دلچسپ ہے۔ اِس مضمون مین سوڈان کی مسلم آبادی پر مورخانہ نظر ڈالی گئی ہے۔ اخبار کے چوتھے صفحے پر "ہمارے متعلق" کے عنوان سے ایک مضمون ہے جس سے "ڈیلی میل" کے مطمح نظر اور اُسکی پالیسی پر روشنی پڑتی ہے۔ اڈیٹر صاحب اِس مضمون مین تحریر فرماتے ہین "علیگڑھ میل" ایک مسلم قومی اخبار ہے جو آئندہ تک اپنی قومیت پر قائم رہیگا، جب تک مسلم مسلمانون کے یا کسی دوسرے فرقے کے جائز حقوق سے برسرپیکار نہین ہوتی۔ "علیگڑھ میل" کسی ایسی نیشنلزم کا داعی اور علمبردار ہرگز نہین، اگر روزمرہ کی زبان مین ترجمہ کیا جائے تو اُسکے معنی ہیں "فرقہ وارانہ تعصب" کے اور کچھ نہ ہونگے۔ پانچوین صفحے پر مسائل حاضرہ کے متعلق دلچسپ تازہ خبرین ہین۔ اور چھٹے صفحے پر "مہاتما گاندھی" کے قلم کا ایک قابلانہ مضمون ہے۔ اِس مضمون مین ہندوستان کی موجودہ مفلسی کو پیش نظر رکھتے ہوئے بچون کی آیندہ پیدایش کو قابو مین لانے کے متعلق ایک تمدنی اور فلسفیانہ بحث ہے۔ اسکے بعد اسی صفحے پر "جرمن مین ایک عجیب تحریک" اور "افغانستان مین ترقی" کے عنوانات سے دو چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہین۔ لیکن اس نمبر کا سب سے زیادہ دلچسپ اور معرکۃ الآرا مضمون وہ ہے جو "اصغر اور اُنکی شاعری" کے عنوان سے چھٹے صفحے کے چار کالمون مین شایع کیا گیا ہے

ہندوستان مین تبصرہ نگاری کا ایک ہمہ گیر فقدان ہے، اس طرف عموماً بہت کم لوگ متوجہ ہوتے ہین، عموماً جو تنقیدین ادبی رسالون مین شایع ہوتی رہتی ہین وہ معدودے چند کے علاوہ سب کی سب تشنہ، نامکمل اور ناقص ہوتی ہین۔

اِس تنقید کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ فاضل "نقاد" نے شاعری کی اصل روح پر روشنی ڈالی ہے۔ جناب اصغر جو موجودہ زمانہ کے ایک باکمال اور کامیاب شاعر ہین، کسی مزید تعارف کے محتاج نہین، جدید رنگ غزل گوئی مین جناب اصغر کی شاعری نے جو خوشگوار تبدیلی پیدا کی ہے وہ دورِ حاضرہ کے لئے ایک مایۂ ناز ادبی کارنامہ ہے۔ قابل نقاد نے سب سے پہلے اُردو زبان کی اُن پچھلی دو صدیون مین باستثناے چند زیادہ تر جس قسم کی شاعری کے نمونے پیش کئے وہ ادبی حیثیت سے ہمارے لئے قابل فخر ہونے کے بجاے ایک حد تک باعث شرم ہین، وہ اس قابل ہی نہین کہ کوئی باپ آزادی کے ساتھ اپنے نوجوان لڑکے کے سامنے، یا کوئی نوخیز اپنے والد بزرگوار کی موجودگی مین مطالعہ کر سکے۔ فاضل نقاد لکھتے ہین کہ مین یہ نہین کہتا کہ ہمارے متقدمین کا کلام بالکل ناقابل توجہ ہے۔ تاہم اس حقیقت سے بھی کسی کو انکار نہین ہوسکتا کہ وہ ادبی سرمایہ جسے ہم اپنے لٹریچر کے لئے مایۂ ناز سمجھتے ہین حقیقت مین ادنیٰ ترین قسم کی بلند ترین شاعری ہے۔ غرضکہ نقاد یہ بتانے کے بعد کہ اُردو زبان کی پچھلی شاعری ہمارے لئے کسی طرح قابل فخر نہین ہوسکتی۔ موجودہ زمانہ کے اُس انقلاب پر روشنی ڈالتے ہین جس نے ہماری شاعری کو اِس قعر ذلت سے نکال لیا جس مین وہ پچھلی دو صدیون سے پڑی سسک رہی تھی۔ یہ مضمون کافی طویل ہے۔ اور مجھے یہ دیکھکر مسرت ہوتی ہے کہ "نقاد" اِس مضمون مین انشاء کی تمام ادبی لطافتین پیدا کرنے مین پورے طور پر کامیاب رہے ہین۔

انشاء اللہ تعالےٰ آیندہ نمبر مین ہم اِس مضمون کو اقتباسی

کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ ایک صدی سے جاری ہے

ترجمہ کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کرینگے۔

بہرحال اخبار کے پہلے نمبر کو دیکھتے ہوئے بلاخوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ وہ صحیح معنون مین مسلمانون کے حقوق کی حفاظت کریگا تاہم دبی زبان سے ہم اتنا ضرور عرض کرینگے کہ اس پرآشوب زمانہ مین جب کہ حکومت نے لوگون کی زبان اور قلم تک پر قبضہ کر رکھا ہے "ڈیلی میل" کو اپنا لب و لہجہ انتہائی نرم اور ملائم رکھنا چاہیے۔ ہم اس اخبار کا نہایت مخلصانہ اور پرجوش خیر مقدم کرتے ہین، اور ہمین امید ہے کہ "ڈیلی میل" ہر طرح مسلمانون کی آواز کو پبلک اور گورنمنٹ تک پہونچانے مین کامیاب ہیگا۔

(۲) المعالج للبھق والبرص

یہ رسالہ میرے قدیم مکرم شفیق جناب مولوی حکیم حبیب الرحمن صاحب انصاری طبیب میونسپل بورڈ سہروردی کی تالیف ہے۔

سیاہ اور سفید داغون کے خبیث مرض مین خلق اللہ کو مبتلا اور علاج سے مایوس دیکھکر جناب حکیم صاحب ممدوح نے بڑی محنت و جانفشانی سے اس رسالہ کو مرتب فرمایا ہے۔

اس رسالہ مین اوّل بہق، یعنی سیاہ داغون کی دو قسمین بتائی ہین انکی شکل و صورت اور شناخت کی ترکیب، مقام مولد اسکے پیدا ہونے کے اسباب تحریر ہین۔ اسی کے ساتھ علاج کی ترکیب اور نسخہ جات ہین۔

اسکے بعد البرص، یعنی بالکل سفید داغ کا عنوان قائم کیا گیا ہے جسمین سفید داغون وغیرہ کی شناخت و صورت بتائی ہے اور ظاہر کیا ہے کہ یہ جسم کے کس کس حصے پر پیدا ہوتے ہین۔ اسکے اسباب مولد، علامات مخصوصہ۔ اسباب فارقہ۔ اسباب عامہ مشترکہ نہایت مشرح و مبسط کے ساتھ لکھے ہین۔ علاج کی ترکیب اور نسخہ جات بھی درج ہین۔

نسخہ جات مین بھی وہ نسخے ہین جنکو حکیم صاحب نے نہایت سعی و تدابیر سے مفید ترین سمجھکر حاصل کیا ہے، یا خود اُنکے تجربے مین آئے ہین۔

جناب حکیم صاحب کی یہ محنت داد دینے کے قابل اور قابل تحسین ہے۔ آج کل اطبار کی یہ حالت ہے کہ نسخون کا بتانا، اپنے تجربات کا ظاہر کرنا اُنکے لئے ایک بڑی بھاری دولت کا کھو جانا ہے لیکن ہمارے حکیم صاحب نے جس فراخدلی، خندہ پیشانی اور ایثار و فیاضی سے اسمین کام لیا ہے وہ انہین کا حصہ ہے

خدا کرے اس رسالہ کی قدر ہو اور اس سے فائدہ اٹھایا جاے۔

یہ رسالہ گو چھوٹی سی تقطیع پر صرف ۵۰ صفحہ جزو مین لکھا گیا ہے لیکن کوئی ضروری بات فروگزاشت نہین کی گئی ہے

اس رسالہ کی قیمت ۳ رفی جلد علاوہ محصول ڈاک ہے۔ اور جناب حکیم صاحب ممدوح کے مرقومۂ بالا پتہ سے مل سکتا ہے۔

(۳) ڈاکٹر مسمی محمد خانصاحب کا ایجاد کردہ ہندوستانی میرے کا سُرمہ

جناب ڈاکٹر مسمی محمد خان صاحب سے مین زمانہ دراز سے واقف ہون۔ ڈاکٹر صاحب عجیب و غریب دماغ کے آدمی، انتہائی جفاکش اور بڑے کام کے شخص ہین۔ اپنے فن مین نہایت تجربہ کار ہین کافی مدت تک وہ میرے فیملی ڈاکٹر رہے ہین۔ اُن کا علاج میرے یہان ہمیشہ مفید ثابت ہوا۔ اور جن لوگون کو جناب ڈاکٹر صاحب موصوف سے سابقہ رہا ہے وہ میرے اس قول کی تصدیق کرینگے۔ علاج کے ساتھ جناب ڈاکٹر صاحب جس محبت جس اخلاق اور جس ہمدردی کو کام مین لاتے ہین وہ انہین کا حصہ ہے۔

یہ سرمہ جسکا نام اوپر درج ہے۔ آپ ہی کا ایجاد کیا ہوا ہے۔ اسکی تحریر تجربہ کے بعد مجھ سے اکثر اصحاب نے کی جس سے اس امر کی تصدیق ہوئی کہ ڈاکٹر صاحب کا یہ فرمانا کہ یہ سرمہ پھلی۔ ناخونہ۔ ڈھلکا۔ نزلہ کی سرخی۔ ضعف بصارت۔ پپوٹون کی سوزش۔ رہے۔ دُھند۔ غبار۔ آنکھ مین کسی قسم کا داغ ہو جانا۔ گوہانچی۔ رتوندی۔ جالا چشمہ لگانے کی حاجت دور کرنے، اور تندرست آنکھ کی پوری حفاظت کرنیمین بیحد مفید ہے" غلط نہین ہے

ہر قسم کے عطر کا رخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے بہتر دوسری جگہ نہین مل سکتے

اس کا ریویو مخدومی جناب مولوی عبد الحلیم صاحب شرر مدظلہ نے اپنے رسالہ "دلگداز" میں جن الفاظ میں کیا ہے اُسکے بعد کسی دوسرے تبصرہ کی ضرورت نہیں۔

لیکن چونکہ میں بھی اس سے فائدہ اُٹھا چکا ہوں اس لئے اِس مرقع کا اظہار میرے لئے بھی ضروری ہے۔ عرصے سے میری آنکھوں کے پپوٹوں پر دانے نکل آتے تھے جن سے جو تکلیفیں ہوتی ہیں قابل بیان نہیں۔ صدہا علاج کئے لیکن سب تکلیف دہ اور غیر مفید ثابت ہوئے جس وقت سے میں نے اس سرمہ کا استعمال کیا ہے اُس وقت سے وہ سب تکلیفیں رفع ہو گئیں۔ اور چونکہ میں سرمہ لگانے کا عادی نہیں اس بنا پر اِس سرمہ کو میں نے صرف تکلیف کے وقت استعمال کیا۔ اِس لئے اب جب کبھی شکایت ہو جاتی ہے تو اس کا استعمال کر لیتا ہوں۔ اور چند مرتبہ کے استعمال سے مجھے آرام ہو جاتا ہے۔ اپنے استعمال کرنے کے بعد میں نے اپنے بہت سے دوستوں کو منگوا دیا اور اُنکو مفید ثابت ہوا۔

اور میرے خیال میں کسی تصدیق و تحریر کی ضرورت ہی نہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی تحریر کے مطابق ہر شخص بلا کسی قیمت و خرچہ کے ایک شیشہ سرمہ آزمایش کے لئے منگوا کر خود ہی تصدیق کر سکتا ہے۔ جو بہترین تصدیق ہے۔ اس سرمہ کی قیمت بھی ان خوبیوں اور فوائد کے لحاظ سے کچھ زیادہ نہیں فی تولہ ایک روپیہ۔ اور مع ایک سرمہ دانی اور سلائی کے یہ رہے۔

جن اصحاب کو ضرورت ہو، پہلے مفت بلا قیمت و خرچہ منگوائیں اگر درحقیقت مفید ثابت ہو تو یہ قیمت منگوائیں اور استعمال جاری رکھیں

ملنے کا پتہ:- "سلمٰی برادرس، ہتھم اودھ فارمیسی، ہردوئی (یو پی)"

(۳) "حرم" پیلی بھیت | نسوانی تعلیم یافتہ دنیا میں غالباً اِس خبر کا دلی خیر مقدم کیا گیا ہوگا کہ اگلے ماہوار رسائل میں ایک جدید رسالہ "حرم" کا اجرا ہوا ہے۔ "حرم" پیلی بھیت (جو ریلوے لکھنؤ کے گیرا ضلع میں توجہ مدم قلیم کے ایک بہت قریبی ضلع ہے) سے جاری ہوا ہے۔ اُسکے تین نمبر ہمارے پیش نظر ہیں۔ سب سے پہلا نمبر صرف ظاہری شکل و صورت بلکہ بلند و اعلیٰ مضامین کے لحاظ سے بھی ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ یہ نمبر شایع ہوتے ہی ملک کے تعلیم یافتہ طبقہ کی طرف سے اسکا دلی خیر مقدم کیا گیا۔ متعدد مضامین متعدد اخبارات و رسائل نے اپنے یہاں نقل کئے، خصوصاً "سرگزشت شمر و بیگم" جو ملک کے ایک فاضل نوجوان ادیب مولوی مسعود الرحمٰن خان صاحب ندوی پیلی بھیتی کے زبردست سحر طراز و مورخانہ قلم کا ایک نمونہ ہے اُس مضمون کو دہلی کے مشہور قدیم رسالہ "صلائے عام دہلی" اور رسالہ "نظر" لکھنؤ نے اپنا یہاں جگہ دینے کے علاوہ ملک کے دیگر روزانہ و ہفتہ وار اخبارات نے مناسب موزوں پیرایہ میں کیا۔ خواتین کے لئے ایک رسالہ میں جن خصوصیات کی ضرورت ہے وہ بدرجہ اتم اِس جدید الاشاعت ہونہار رسالہ میں موجود ہیں۔ ہندوستان کی انشا پرداز خواتین مثلاً نذر سجاد حیدر۔ ز۔ ب۔ ن۔ ہمشیرہ محمد رشید زبیری مس ریحانہ طیب جی وغیرہ مستقل مضمون نگار ہیں میئی نمبر میں "نذر سجاد حیدر صاحب" کا ایک مضمون "داماد کا انتخاب" نکلا ہے۔ گو ہمکو بڑی حد تک ایسے عنوان اور بالخصوص تہذیب سے ہٹے ہوئے مضامین پسند نہیں، مگر زبان کی روانی و سلامت دیکھی حد تک موجود ہے جس سے کہ مشق عیاں ہے۔ اسی نمبر میں "بیاض چغتائی" کے عنوان سے ایک مختصر تمہید کے ساتھ چغتائی خاندان کے چند شعرا مولوی مسعود الرحمٰن صاحب ندوی کے قلم سے درج فرمائے ہیں جو پوری دلچسپی سے پڑھنے اور لطف اُٹھانے کی چیز ہیں

"دوری" "اُردو شاعری اور ہندو عورتیں" "مصر کی تمدنی اور اقتصادی حالت پر ایک اجمالی نظر" (تا تمام) اور ایک نظم "تاج" بہترین مضامین ہیں۔ اخیر میں ڈاکٹر محمد عبد الغفور صاحب سہیل بریلوی کے قلم سے بطور ضمیمہ پروفیسر براؤن آنجہانی کی ایک نادر و مفید کتاب کا ترجمہ "تاریخ طب اسلامیہ" کے عنوان سے دیا جا رہا ہے اگر یہ چیز تکمیل ہو گئی تو اُردو لٹریچر میں "حرم" کا یہ تنہا کارنامہ ہمیشہ یادگار رہے گا۔ جہاں یہ تمام خوبیاں ہیں وہاں بعض معمولی باتوں کی بھی ہم مخلصانہ "حرم" کو معاصرانہ توجہ دلانا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ شذرات میں اور وسعت پیدا کیجئے۔ اخبارات و جرائد میں ہی سب سے زیادہ دلچسپی واہم چیز ہوا کرتی ہیں۔ مضامین کی ترتیب سلیقہ بھی بہت ضروری چیز ہے مجھے امید ہے کہ آپ اس طرف بھی کامل توجہ سے کام لینگی۔

بہرحال خدا آپکی مساعی کو مقبول فرمائے۔ آپ نے حرم کو شایع فرماتے ہی ملک کے گیر نسوانی جرائد میں ایک ممتاز شان قائم فرمالی اور یہی آپکے خلوص و سچائی کا نتیجہ ہے اور ہو چکی ہے کہ اگلی چھپائی کے ساتھ سے سال بھر رسالہ "حرم" محلہ شہان پیلی بھیت کے پتہ سے طلب فرمائیے یا پہلے نمونہ ملاحظہ کر لیجئے۔

(وصل بلگرامی اڈیٹر "مرقع")

اثیم۔ شادان۔ آہ اور حمد

از خامۂ فیض شمامۂ استاذی حضرت حمد مدظلہ

"مرقع" لکھنؤ بابت ماہ فروری سنہ رواں جلد (۱) نمبر (۲) مین جو چند استفسارات منجانب جناب اثیم شایع ہوے تھے اُنکے جوابات مشفقی جناب سید اولاد حسین صاحب شادان بلگرامی نے ماہ مارچ سنہ رواں کے مرقع جلد (۱) نمبر (۳) مین ارشاد فرمائے تھے۔ بعد اسکے "اثیم۔ شادان اور آہ" کی سرخی کے ایک مضمون جناب منشی ممتاز علی صاحب آہ کا میری نظر سے گزرا، جو صرف استفسار نمبر (۱) و (۳) کی بابت ہے۔ میرے نزدیک اب بھی استفسار نمبر (۱) کا جواب کافی اور قابل اطمینان نہین ہوا۔ بہ نسبت اسکے تو جناب شادان بلگرامی کا جواب ایک محققانہ پہلو لئے ہوئے ہے البتہ گنجلک ضرور ہے۔ گو مجھکو آئے دن کی علالت اور اپنے اشغال ضروری سے فرصت نہین کہ اپنا وقت دوسرے کامون مین صرف کرسکون اسکی معذرت عزیزی وصل بلگرامی سے اُنکے اصرار پر مین شیوع "مرقع" کے قبل ہی کرچکا ہون، یہی وجہ ہے کہ پیارا "مرقع" جو خاص اپنا ہے اسمین میرا کوئی مضمون جو خاص اسکے لئے لکھا گیا ہو۔ ابتک ناظرین نے ملاحظہ نہ فرمایا ہوگا۔ مگر بالفعل استفسار نمبر (۱) مذکور کے جوابات دیکھکر کچھ عرض کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ استفسار یہ ہے

(لکھنؤ ہم پر فدا ہے ہم فدائے لکھنو) اس مصرع کے قافیہ فدائے کی طرح اور قوافی مین آئے۔ جائے۔ کھائے وغیرہ کے ساتھ برائے "بمعنی واسطے" سوائے "بمعنی بجز" کو ہمقافیہ کیا جاسکتا ہے یا نہین؟ اور کتابت مین بیا بندی تلفظ قافیہ یائے مجہول لکھی جائے یا ہمزۂ اضافی۔ بحالت عدم جواز مفصل توجیہ کی ضرورت ہے اور بصورت جواز اساتذہ کے کلام سے مثالین درکار ہین

"بجز حضرت ناسخ"

جواب سے پہلے یہ عرض کردینا ضروری ہے کہ بقول جناب آہ "ہمارے لئے ناسخ مرحوم سے زیادہ اور کون مستند ہوسکتا ہے" بالخصوص میرے لئے کہ جناب بحر مرحوم میرے اُستاد اور حضرت ناسخ مغفور استاذ الاستاذ، مگر اس وقت مین تھوڑی دیر کے لئے تقلید کو تحقیق پر مرجح سمجھکر جو کچھ میری رائے ناقص استفسار مذکور کی بابت ہے اور جسکا مین پابند ہون اُسکا اظہار کرنا چاہتا ہون۔

جواب ۔ برائے اور سوائے مین ایک سبب ہے انکو باشباع تحتانی بروزن فعولن مستعمل ہونے پر بھی آئے۔ جائے۔ کھائے وغیرہ کے ساتھ ہمقافیہ نہ کرنا چاہیے اور نہ کتابت مین دو یے برائے۔ سوائے لکھنا چاہیے۔ صرف ایک یے جس طرح ادبر تحریر ہے لکھنا اور اُسکو بحالت اشباع بروزن فعولن سیر تلفظ کرنا چاہیے۔ یہ الفاظ جب مضاف ہوتے ہین تو ان مین اور یائے اضافی نہین بڑھائی جاتی، بلکہ جو یے ان مین موجود ہے وہی اضافت کا کام دیتی ہے اور بحالت اشباع وہی سیر پڑھی جاتی ہے استعمال فرس سے یہ بات بخوبی ثابت ہے۔ بعض اس صورت مین اس پر ہمزہ بھی بنادیتے ہین جسکو چاہے اضافی سمجھ لو، مگر کتابت مین دو یے یعنی برائے۔ سوائے نہین لکھتے۔ علاوہ انکے الفاظ فدا۔ خطا۔ سزا۔ اور آوا وغیرہ جنکے آخر مین الف ہے جب مضاف ہوتے ہین تو صرف ایک یائے اضافی اُن مین زیادہ کی جاتی ہے اضافت کے لیے ایک یے سے زیادہ ہونا فارسی مین کہین نہین ہوتا۔ بحالت اشباع انی یائے اضافی کی بھی وہی صورت ہوتی ہے جو اوپر بیان ہوئی اسیطرح جن الفاظ کے آخر واہی ہے اُنکو مضاف بنانے کی حالت مین واؤ کے نیچے اضافت کا کسرہ لگایا جاتا ہے،

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر حنا کا نسخہ کسی دوسرے عطر ساز کو دستیاب نہین ہوا

اور اشباع کی صورت میں دہی کسرہ پڑھا جاتا ہے مثلاً روے یار بے اشباع بروزن فعلات اور روئے یار باشباع بروزن مفاعیل ایسی حالت میں بعض ناواقف کاتب جو یے لکھدیتے ہیں غلط ہے۔ البتہ جب واو میں سرے سے اضافت نہ ظاہر کی جاے تو اُسکو بدستور ساکن بحال رکھکر ایک یے اضافت کی مثل الفاظ مسطور الصدر آخر الالف کے بڑھا دی جاتی ہے جیسے روے یار بروزن فاعلات۔ اور اگر اس حالت میں اشباع کی ضرورت ہو تو وہی الفاظ آخر الالف کی طرح اسی یے کا اشباع ہوکر روے یار بروزن مفعولات پڑھا جائیگا۔ زیادہ سے زیادہ ایک ہمزہ اس پر بھی بنا دیا جائیگا، مگر وہ یے اس شکل سے "روئے یار" ہرگز نہ لکھی جائیگی اور نہ ایسے الفاظ کسی ایسے اُردو لفظ کے ساتھ ہمقافیہ ہونگے جسکے آخر میں واو کے بعد دو یے ہوں۔ یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ یاے اضافی کے اشباع کی حالت میں ایک یے اور اشباع کے حق کی بڑھ جاتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہی ایک یے اشباعی کسرۂ اضافت کی طرح سیر پڑھی جاتی ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا۔

اشباعی کسرۂ اضافت کی حالت اُن الفاظ میں ملاحظہ کرنے سے صاف معلوم ہوگی جنکے آخر میں علاوہ حروف علت یا ہاے مختفی کے کوئی دوسرا حرف ہے، مثلاً دل، سر، قلم، اور سنگ وغیرہ میں بحالت اضافت کسرہ دیا جائیگا، اور اشباع کی صورت میں وہی کسرہ پڑ تلفظ میں آئیگا۔ کتابت میں دے گلگیں۔ سرے بلند قلمے سیاہ اور سنگے سخت باز دیا دتحتانی نہ لکھا جائیگا، اور نہ ایسے الفاظ کے ساتھ قافیہ کیا جائیگا، جنکے آخر میں یے ہو بلحاظ فارسی الفاظ آخر الالف کے بعد یاے اصلی ہو یا زائد یا اضافی، ہر صورت میں ایک ہی ہوتی ہے بحالت اشباع دو کا وجود ثابت نہیں۔ اب آئے۔ جائے۔ کھائے وغیرہ کی حالت ملاحظہ ہو۔ ان میں دو اول و آخر والے مصادر اُردو آنا کھانا کے جمع مذکر غائب ہنی مطلق اور نیز واحد غائب و حاضر مضارع کے صیغے ہیں۔ اور درمیان کا لفظ مصدر جانا کا صرف واحد غائب و حاضر مضارع ہے۔ ان سب کے آخر میں دو یے ہیں۔ کیونکہ جمع مذکر غائب ہنی مطلق اُردو میں صیغۂ واحد غائب کے آخری الف کو یاے مجہول سے بدل کر بنجاتا ہے، جیسے دوڑا واحد، دوڑے جمع، چلا واحد، چلے جمع، اسی طرح آیا واحد۔ آئے جمع، کھایا واحد، کھائے جمع۔ ان میں ایک یے تو پہلے ہی سے الف آخر کے ماقبل موجود تھی اور جمع کی حالت میں از رُوے قاعدہ الف آخر یے سے بدل کر دو یے ہوگئیں اور بول چال کے مطابق یاے اول پر ایک ہمزہ بنا دیا گیا تاکہ تلفظ صحیح ہو سکے۔ کتابت میں دونوں یے موجود رہیں یہ موجود رہنے کی کوئی وجہ نہیں۔ اور مضارع ہونے کی حالت میں یہ سب اصل میں متقدمین کی زبان پر آئے۔ جائے۔ کھائے تھے۔ حضرت ناسخ مغفور نے انکو اور مضارع کے ایسے جملہ صیغوں کو غیر فصیح ٹھہرا کر واو ماقبل یا کو یے سے بدل دیا اور اُس پر بلحاظ فصاحت ایک ہمزہ بنا کر آئے۔ جائے، کھائے، پائے، لائے، وغیرہ مستعمل کیا۔ فی زمانہ یہی مستعمل اور واو سے لکھنا اور بولنا بالکل متروک ہے۔ پس دو یے اس صورت میں بھی رہیں۔ ایک پہلے والی آخری اور دوسری قائم مقام واو کی ان دونوں میں بھی کسی کے غائب ہو جانے کی کوئی وجہ نہیں۔

غالباً اب اس بات کا پورا اطمینان ہو گیا کہ برآے۔ سوآے فداے وغیرہ میں ایک ہی یے ہے۔ اور آئے۔ جائے، کھائے وغیرہ میں دو۔ پس اُن کا اِنکا قافیہ کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ جائے غور و انصاف ہے کہ آئے۔ جائے، کھائے، وغیرہ قافیوں میں الف ردی ہے۔ یاے اول وصل اور یاے دوم خروج۔ اور برآے، سوآے فداے وغیرہ میں صرف ایک یے "خواہ بے اشباع ہو یا باشباع"

تمام ماہران فن نے اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر حنا کو بہترین عطر مانا ہے

وصل ہے۔ خروج ندارد۔ خیال کرنا چاہیئے کہ ایک ہی کلام مین کسی قافیے کے آخر خرچ کا ہونا اور کسی مین نہ ہونا قافیے کے معیوب ہونے کی دلیل ہے یا نہین۔ انہین وجوہ سے مین ایسے قافیون کو معیوب بلکہ غلط سمجھتا ہون اور اکثر فصحاے حال محترز ہین۔ متقدمین نے بحالت اشباع صرف تلفظ ظاہری کے لحاظ سے ایسے قافیے باندھ ڈالے اور متوسطین و متاخرین کے کلام مین جہان ایسی مثال ملے وہ از روے تقلید ہے نہ از روے تحقیق۔

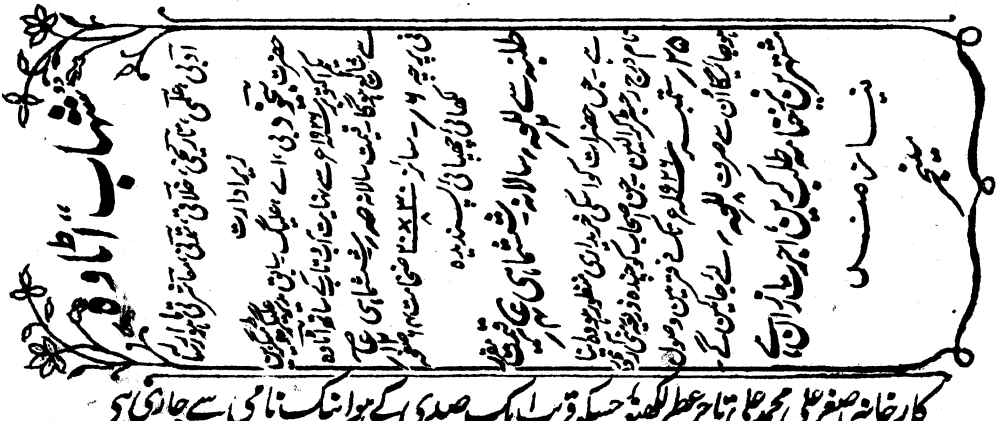
اب ایک امر ضروری قابل گزارش اور ہے وہ یہ ہے کہ متقدمین، متوسطین اور متاخرین سب نے آئے، جائے، کھائے وغیرہ کو تصرفاً ایک یے کی تخفیف سے بھی صحیح مانا ہے یعنی آے جاے، کھاے وغیرہ بروزن فاع جیسے کلام مین دیکھیے کثرت سے ملیگا اور اس صورت مین انکو برآے، سوے، فداے اور رساے وغیرہ کے ساتھ ہمقافیہ کرنا بالکل صحیح اور جائز ہے۔ کیونکہ ایک یے کی تخفیف سے وہ عیب قافیے مین نہین باقی رہتا جو اوپر مذکور ہوا۔

جناب آہ صاحب کی راے بھی مقلدانہ ہے اور صرف تقلید ہی کو انہون نے اپنی راے کی تائید مین کافی سمجھکر چند اساتذہ کی مثالین تحریر کر دین مگر ایسے قافیون کے جواز کی بابت کوئی تحقیقی بحث سے مستفید نہ فرمایا۔ مثالون مین بھی میرے نزدیک حضرت

ذوق و داغ و سحر کے اشعار جن مین خطائی، خودنمائی پارسائی، شیدائی، توانائی، اور رجائی کو سنائی، کھائی، دکھائی پائی اور آئی کے ساتھ ہمقافیہ کیا گیا ہے۔ حضرت اشیم کے استفسار کے متعلق ہی نہین اور باقی جتنی مثالین دی گئین وہ بھی مستفسر صاحب کے سوال کے منشا کے مطابق نہین بلکہ انکی صورت دوسری ہے جو مین نے اپنی بحث کے آخر مین عرض کر دی ہے یعنی آے۔ جاے۔ کھاے وغیرہ کا ایک یے کی تخفیف کے ساتھ بروزن فاع استعمال اور برآے سوے وغیرہ کے ساتھ انکے ہمقافیہ ہونے کا جواز اس مین کسی کو تامل ہی نہین۔ صرف ایک امیر مینائی مرحوم کی مثال جناب آہ کی راے کی موید ہو سکتی ہے جو محامد خاتم النبیین اُنکے پرانے نعتیہ کلام سے لی گئی ہے اور جسکو مین اوپر از روے تقلید کہہ چکا ہون۔ فی زمانہ ایسے قافیے متروک ہین۔ جن اصحاب کو اس مرکل و بحث کا علم نہین یا پرانی لکیر کے فقیر ہین سوا اُنکے کسی کے کلام مین نہ ہونگے۔

اب گزارش ہے کہ چونکہ مستفسر صاحب نے اپنے استفسار مین قوافی مذکور الصدر کے عدم جواز کی حالت مین مفصل توجیہ کی ضرورت ظاہر کی ہے اس لئے مجبوراً تفصیل توجیہ مین مجھ سے بھی طوالت ہو گئی۔ خصائے پسندون سے اسکی معافی کا خواستگار ہون۔

ہیچمدر محمد



حضرتِ ناطق کی غزل پر
جناب آثر کا تبصرہ

(از جناب مرزا جعفر علی خان صاحب آثر لکھنوی بی۔ اے، ڈپٹی کلکٹر)

مخدومی جناب مولانا حکیم ابوالعلا سید سعدا احمد صاحب ناطق لکھنوی (مقیم کلکتہ) اور معظمی جناب مرزا جعفر علی خان صاحب آثر لکھنوی۔ بی اے ڈپٹی کلکٹر (ناؤ) کے درمیان جو خط و کتابت عرصے سے جاری ہے۔ اسمین جسکا بڑا حصہ۔ اُردو لٹریچر کا ایک نایاب ذخیرہ ہے۔ "مرقع" کی خوش نصیبی سے جناب آثر کے ایک خط کی خبر مجھکو مل گئی جسمین حسن اتفاق سے حضرتِ ناطق کی اُس غزل پر تبصرہ ہے جو جناب ممدوح نے اپنے دست و قلم سے لکھکر "مرقع" کے لئے عنایت فرمائی تھی اور جسکی ایک نقل جناب آثر کو بھی بھیجی گئی تھی۔

مذکورۂ بالا خط مجھے تلاش و جستجو سے حاصل ہوگیا۔ جو درج ذیل ہے۔

جناب آثر کو جو مرتبۂ کمال نقد و تبصرہ مین قدرت کی طرف سے عطا ہوا ہے خاص اُنکا حصہ ہے۔ جناب آثر جس چیز پر تبصرہ فرماتے ہین اُسکے بعد پھر شاید ہی کوئی معنوی نکتہ باقی رہ سکتا ہے۔ مگر دیکھنے کی بات یہ ہے کہ جس مرتبہ کی غزل ہے اُسی مرتبہ کا تبصرہ بھی ہے۔ اُردو زبان ایسی ہستیون پر جسقدر فخر و ناز کرے بجا ہے۔ (اڈیٹر)

ناؤ۔ ۱۲ر جولائی ۱۹۲۶ء

محب محترم۔ تسلیم

محبت نامہ ملا۔ اب اُس خط کے گم ہو جانے کا بہت افسوس ہے کیونکہ موجودہ تحریرمین جن مباحث کی طرف آپنے صرف اشارہ کیا ہے نہایت دلچسپ و راہم ہین اور اُسی کے ساتھ ساتھ مفید۔ اُن صاحب سے دریافت کیجئے۔ شاید وہ ڈاک مین چھوڑنا بھول گئے ہون اور خط اُنکے پاس موجود ہو، ورنہ مکمل مضمون نہین تو ایک خاکہ دوبارہ ضرور مرتب کیجئے مگر مضمون اِس قدر وسیع اور نفسیات کے ایسے ایسے نازک مسائل پر مشتمل ہے کہ عام لوگ لطف اُٹھانا تو کیسا سمجھ بھی نہ سکین گے .....

آپ فرماتے ہین کہ مین شاعری مین پنشن کے قابل ہوگیا۔ مگر مجھ سے پوچھیے تو آپ کو شاعری و نقد و تبصرہ کے سوا اور کوئی دنیوی کام کرنا ہی نہ چاہئے۔ آپ اسی لئے خلق ہوئے ہین اور اُردو کو نہ معلوم کس مرتبہ پر پہونچا سکتے ہین مگر یہ بھی اُس زبان کی بدنصیبی ہے کہ آپکو مکروہات زمانہ فرصت نہین دیتے۔

آپکے اشعار اس پایہ کے ہوتے ہین کہ زبان و بیان و معانی مین اپنا مثل نہین رکھتے اگرچہ میرا یہ عرض کرنا "چھوٹا منہ بڑی بات" کا مصداق ہے۔ سادہ الفاظ مین اس قدر گہرے معنی اور اتنا تنوع میری نظر سے نہین گزرا۔ یہ درجہ میرے نزدیک سہل ممتنع سے بھی بڑا ہوا ہے جسمین سادگی و تنوع معانی لازمی ہے مگر گہرائی لابد نہین۔ جب اِس صنعت کا بھی اضافہ ہو تو شعر کی بلاغت کا اندازہ قریب قریب ناممکن ہے۔ آپکے آٹھ شعرون مین کس کس کے متعلق لکھون،

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا ٹیلیفون نمبر ۱۳۹ ہے

اور کیا لکھون - میرا مطالعہ ناقص، میری نظر محدود ع
(دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسن تو بسیار)
تاہم اس قدر خوبیان نظر آتی ہین کہ ہر شعر کے متعلق کچھ نہ کچھ لکھنے کی ہمت کرتا ہون ؎

آنکھون مین جو آنسو کا قطرا نظر آتا ہے اس قطرے سے ہر صحرا دریا نظر آتا ہے

اولاً میرا دعویٰ ہے کہ جو شخص فصاحت کے آخری مدارج طے نہ کر چکا ہو وہ لفظ قطرہ کو اس خوبی سے مکرر استعمال نہین کر سکتا یہان محض تکرار لفظی نے قطرے کو دریا کی اہمیت دیدی، اور یہی آپکا مقصود تھا - ساتھ ہی ساتھ علم النظر کا ایک مسئلہ نظم ہو گیا - جب آنکھون مین آنسو بھرے ہون تو سوا آنکی ضو کے اور کچھ نظر نہ آئیگا اور جب اس ضو کا تصادم صحرا کے درخشان ذرّون سے ہوگا تو یقیناً وہ صحرا ایک موج زن دریا کا نظارہ پیش کریگا -

مصرع ثانی مین لفظ سے دو معنی پیدا کرتا ہے - ایک تو یہ کہ اس قطرۂ اشک کی "عینک" سے سب پانی ہی پانی نظر آتا ہے - دوسرے یہ معنی ہین کہ اس قطرۂ اشک مین وہ طوفانی مادہ ہے کہ گو اس وقت فی الواقع صحرا دریا نہین ہے مگر مجھ کو اس ایک قطرۂ اشک کو دیکھتے یہی دکھائی دیتا ہے کہ صحرا دریا ہے - سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس قطرۂ اشک مین یہ قوت جذب و انعکاس کہان سے آئی ؟ جہان سے خود اشک آیا اور اسکی حقیقت یہ ہے کہ یہ خلاصہ ہے اُس طوفان حسرت و ارمان کا جو سینہ مین برپا تھا - جب اس ایک قطرۂ اشک مین اسقدر طاقت ہے، تو اُس دریائے بیکران حقیقت کا تصور کون کر سکتا ہے جسکے ایک پرتو نے ہر قطرۂ اشک مین ایک ایسی تجلی بھر دی ہے کہ خود اسکو بحر آفرین بنا دیا - اسی سے یہ مطلب بھی نکل آیا کہ قطرہ دریا ایک ہین - قطرے مین دریا کی وسعت اور دریا مین اس قدر سمٹنے کی قدرت ہے کہ باوجود اپنے تمام اوصاف و پہنائی کے قطرہ نظر آتا ہے یعنی قطرہ و دریا مین کوئی امتیازی شان نہین بلکہ ایک ہی حقیقت کے دو مختلف رُخ ہین - کاش آپکی طرح تصوف کے مسائل سے واقف ہوتا تو اس مطلع مین ایک اعجاز شاعری دکھانے کی کوشش کرتا - وصل و ہجر دونون عاشق کے تابع ہو گئے یہ نہین ! بلکہ دونون ایک کیفیت اور ایک ہی حالت مین ممکن ہو گئے - اشک صحرا بھی ہے اور دریا بھی اور ایک ہی وقت مین - صحرا منزل ہجر ہوئی اور دریا (جوش و ترنم کے لحاظ سے) منزل قرب یا وصل - لہذا وصل بھی ہے اور ہجر بھی - مدار دونون کا عاشق کی مرضی پر ہوا جسکی نشانی دل ہے جو گداختہ ہو کر قطرۂ اشک مین منتقل ہو گیا اور جسے نشار جو کیفیت چاہی طاری کر دی عجیب و غریب مطلع کہا ہے - اسکی تکرار کا دوسرا مطلع کہنا آپ ہی کا کام تھا ؎

دریا مین ہر اک قطرہ دریا نظر آتا ہے ہر بزم مین وہ مجھکو تنہا نظر آتا ہے

وحدت الوجود کے علما و شیوخ نے خالق کی مثال دریا سے اور مخلوق کی قطرون سے دی ہے - سالکان نکتہ رس دریا مین قطرون کا بھی حس رکھتے ہین یعنی ہر فرد کا - کیونکہ بغیر تحلیل کثرت کے وحدت کا وجود علم مین نہین آسکتا - مطلب یہ ہے کہ دریا کا ایک ایک قطرہ دریا مین دریا نظر آتا ہے جو قطرہ دریا مین ہے وہ بالبداہتہ دریا ہے اب وہ قطرہ قطرہ ہی نہین رہا - جب دریا مین قطرے کا تصور کیجئے تو جو نسبت قطرہ و دریا مین محسوس ہوتی ہے وہی نسبت جملہ افراد بزم عالم کو صاحب محفل یعنی معشوق حقیقی سے ہے - دریا مین قطرون کا وجود صرف تصور سے پیدا ہو سکتا ہے واقع مین قطرے کا کوئی جداگانہ وجود نہین بلکہ اس مجموعہ کثرت کی وحدت کا نام دریا ہے - اسی طرح ہر بزم مین افراد بزم کا وجود حقیقت مین نہین ہے بلکہ اسی ایک ذات کا ہے اور جس طرح قطرون کا وجود دریا مین خیالی ہے اسی طرح بزم عالم مین افراد عالم کا وجود محض اعتباری و خیالی ہے

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کی شہرت کا باعث صرف عطر حنا ہے -

بلکہ ان افراد کے مجموعہ کثرت کا وجود صرف واحد وحید اور ذات احدیت ہے۔ ظاہر ہین نگاہین قطرہ و دریا اور محفل و صاحب محفل مین وجہ شبہہ دریافت کرینگی۔ میرا جواب یہ ہے کہ وجہ شبہہ اجتماع ہے اور باوجود اجتماع قطرات وافراد نفی وجود قطرات و افراد۔ دریا مین قطرے ہین مگر نہین ہین صرف دریا ہے۔ افراد ہین اور جوہر فرد تاہم افراد نہین ہین تنہا وہی ہے۔ نہایت نازک و بلیغ مطلع ہے پہلے مصرع کی ترتیب الفاظ ایسی ہے کہ اس نے اسکو بالکل نیا کردیا۔ جس نے کہا ہے قطرے کو دریا مین شامل ہونے کے بعد فنا یا محو سمجھا ہے مگر آپ فرماتے ہین کہ دریا مین ہر اک قطرہ دریا نظر آتا ہے۔ ہستی قطرہ باقی بھی ہے اور نہین ہے کیونکہ دریا نظر آتا ہے۔ ردیف کی مضبوطی کی تعریف بیکار ہے۔ فی الحقیقت اسی نے میرے خیال کو اس مطلب کی طرف دوڑایا جو ایک تا تمام طریقہ سے اوپر بیان کیا گیا ہے چلتے ہین فریب اسکے روشن ہوگئے لیکن بجھکو تو کچھ اسمین بھی دھوکا نظر آتا ہے

پہلے تو اس قافیہ کے ساتھ ردیف کو صحیح استعمال کرنے پر بارک اللہ قبول کیجئے۔ چند مستثنیات کے علاوہ جن صاحبنے مشاعرہ مین یہ قافیہ کہا، ردیف نشر لیف لے گئی۔ خود اصغر صاحب کے مطلع مین ردیف "لئی" سے چمکی ہوئی ہے" فرماتے ہین ؎

جو نقش ہستی کا دھوکا نظر آتا ہے پردے پہ مصور ہی تنہا نظر آتا ہے

خدا کے لئے جب پردے پہ مصور ہی تنہا نظر آتا ہے تو جو نقش ہے ہستی کا وہ دھوکا ہے یا دھوکا نظر آتا ہے۔ مین نے انہین دشواریون کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ قافیہ نہین کہا۔

ندرت ادا نے آپکے شعر مین مزہ اور اثر پیدا کردیا اسی کو نظم کا سلیقہ کہتے ہین ورنہ ظاہر ہے کہ مضمون پامال ہے۔ انداز بیان نے شعر کے معانی کو بھی بلند کردیا۔ اس فریب کی کیا تعریف ہو سکے جسکے افشا ہو جانے پر بھی بدگمانی قائم رہے کہ خدا جانے اس فریب مین بھی تو فریب نہین ہے۔ ورنہ ایسا پرکار اتنی سادگی کیون اختیار کرتا، کہ تمام فریب ظاہر ہوگئے۔ لہذا اسمین بھی کوئی گہری سازش معلوم ہوتی ہے۔

جس شخص کو ایسے شوخ رنگ تغزل پر قدرت ہو اور وہ کہے کہ مین نپٹن کے قابل ہوگیا تو اسکا جواب سوا اسکے کیا دیا جاے کہ ع

بجھکو تو کچھ اس مین بھی دھوکا نظر آتا ہے

در اصل نئے نئے جادو شعر کے قالب مین ڈھل رہے ہین ؎

وسعت نظری میری پیمانۂ منزل ہے ہر ذرہ مسافت مین صحرا نظر آتا ہے

وسعت نظری کو پیمانۂ منزل کہنا اعجاز شاعری ہے۔ ذرہ مین استعداد مسافت پیدا کرنا سحر حلال ہے، پورا شعر بندش مین لاجواب اور تاثیر کا طلسم ہے۔ معانی کی وسعت کے سامنے پیک خیال تھک کر گر پڑتا ہے۔ اللہ ری عشق کی دقت پسندی اور شوق کی فراوانی کہ ہر ذرہ مین ایک صحرا کی مسافت ودیعت کرکے بادیہ پیمائی کرتا ہے۔ نامحدود سے ملنے کی تمنا ہے جسکے مقابلہ مین "ماہیت دو عالم کھائی پھرے ہے غوطے" یعنی کوئی چیز نہین لہذا اس نامحدود سے ملنے کے قابل کس طرح ہو؟ وسعت نظر نے ہر ذرہ مین ایک صحرا کی مسافت پنہان کردی۔ ہر ذرہ مین منزل کی شان ہے۔ اور عشق برہنہ پا اس راہ فنا کا سالک ہے جسکو صحرا سے تعبیر کیا۔ وسعت نظری تلاش حقیقت کی شاہراہ ہے جسکی دشواریون کی طرف اس مبہم انداز سے اشارہ کیا گیا ہے ؎

شکون کا یہ عالم ہے ہر پارۂ دل میرا دریاے محبت مین ڈوبا نظر آتا ہے

غم عشق مین دل ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا اور خون حسرت پر ایک سیلاب اشک امڈا جسمین وہ جوش و خروش ہے کہ پارہاے دل کو بھی اپنے ساتھ بہائے لئے جاتا ہے۔ پہلے مصرعہ مین لفظ عالم اس خوبی سے صرف ہوا ہے کہ اس نے مبالغہ کا زور کم کردیا اور اسی کے ساتھ ہر اشک کو دریاے محبت اور ہر پارۂ دل کو ایک سفینہ بنا دیا جو اس طوفان بلا کے تھپیڑے کھا رہا ہے۔ عالم دریا سے کہین وسیع ہے۔ اشکون کا مجموعہ عالم اشک ہوا اور اس عالم کا ہر

اگر آپ کو عطر خاور کار ہے تو صرف اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے طلب فرمائیے

قطرہ ایک دریا۔ گویا تمام عالم عالمِ آب ہے جسکا سُنا و رہا رہ دل کے سوا کوئی نہین۔ لفظ ڈوبا اپنے دونون معنی دے رہا ہے۔ ایک تو سرشار (مثلاً وہ عرفان مین ڈوبا ہوا ہے) اور دوسرے غرق ہونا۔ اور کمال یہ ہے کہ ایہام نے بجاے کمزوری و اخلاق کے شعر مین قوت اور معانی مین وسعت پیدا کی اور ردیف کو تو ایسا چمکایا کہ یا دیو شاید۔ ہر جھونکے مین یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب سفینۂ دل ڈوبا مگر پھر موج دریا کا مقابلہ کرکے سطح پر نمودار ہوتا ہے (ڈوبا نظر آتا ہے یعنی معلوم ہوتا ہے کہ بس اب ڈوبا)

دل نے تو سوا اُسکے دیکھا کسی کو بھی آنکھون کو خدا جانے کیا کیا نظر آیا ہے

انسان کا تجربہ خارجی اشیا سے شروع ہوتا ہے اور جب ایک خاص درجہ تہذیب و شعور کا حاصل ہو جاتا ہے تو مطالعۂ نفس کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ ایک کا آلہ آنکھین ہین اور دوسرے کا دل۔ آنکھون نے جلوۂ کثرت دکھایا، دل نے تجزیہ کرکے ہر جلوے کو جلوۂ وحدت مین منتقل کر دیا۔ محاورہ خدا جانے نے شعر مین عجب مزہ پیدا کر دیا اور معانی مین بھی اضافہ ہوا۔ دراصل وہی دہ ہے یہ شوق دیدار ہے جو اپنی تکمیل کے لئے اُسکو مختلف صورتون مین متشکل کرکے اپنی تسکین کی ناکام کوشش کرتا ہے

لہراتی ہے اک بجلی سینے کے حجابون پر جنبش مین حرم کا جب پردا نظر آتا ہے

بخدا یہ شعر پڑھکر بے اختیار سجدے مین گرنے کو جی چاہتا ہے۔ لفظ لہرانی کا ایسا تادر استعمال مین نے دیکھا نہ سُنا۔ اور اُردو مین ایک بیش بہا اضافہ ہے۔ پردے کی جنبش اور برقی لہر اُسکی متواتر تشکنین اور بجلی کی رَو۔ پھر سینے کے حجابات غشا، جو کہ دل کو محیط ہین اور دل سراپردۂ محبت و دست میرے لئے ناممکن ہے کہ اس شعر کی پوری داد دے سکون۔ یہ قسم عرض کرتا ہون کہ شعر کے مطالب پر زور اور کیا اور کوئی کلیجا مسلنے لگا۔ آپ نے شعر مین وہ بجلیان بھردی ہین کہ جو سامع کو فوراً ہلاک کرنے کے بجاے اُسکے دل و دماغ کو بیکار و معطل کر دیتی ہین۔ شاید کوئی زبان ایسا شعر ایسی کیفیات گوناگون سے لبریز پیش نہین کر سکتی ؎

لہراتی ہے اک بجلی سینے کے حجابون پر جنبش مین حرم کا جب پردا نظر آتا ہے

کیونکر ہو بیان ناطق کیفیتِ نظارہ الفاظ نہین ایسے جیسا نظر آتا ہے

دل پر شوق پر ہنگام نظارہ جو حیرت طاری ہوتی ہے تمام نقش و نگار کو محو کر دیتی ہے۔ صرف ایک تجلی باقی رہ جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کیفیت کی مصوری الفاظ مین ممکن نہین حالانکہ الفاظ ہی آلۂ اظہار خیال و جذبات ہین۔

خاکسار
اثر

ہندوستانی صحافت کی تاریخ مین انقلاب
قوس قزح کا سالنامبر
۲۰ ستمبر کو شائع ہوگا
آپ نے ہندوستانی صحافت کی تاریخ مین کبھی ایسا سالنامہ نہین دیکھا ہوگا۔ ہندوستان کے قوس قزح کا سالنامبر بھی ایسا ہی ہوگا۔ اس نمبر کی خصوصیات:
(۱) بیسیون بہترین تصاویر۔ (۲) کاغذ کتابت طباعت سرورق سب عمدہ۔ (۳) قیمت صرف ۱۸۰ صفحات۔
(۴) ان میں تصاویر دینے سے چار تصاویر کی قیمت کم ہے۔
(۵) ہندوستان کے جلیل القدر علما مصنفین مدیران رسائل کے مضامین ہونگے۔
قوس قزح کا سالنامبر ۲۰ ستمبر کو شائع ہوگا۔ ایجنٹ صاحبان اور خریدار ابھی سے اپنی کاپی محفوظ کرا لیں۔ ورنہ بعد مین شکایت نہ ہو

تغزل

جناب افتخار الشعراء عبا الملک خان بہادر حضرت مضطر خیرآبادی مدظلہ جنگ

بت میں بھی ترا یارب جلوہ نظر آتا ہے — بتخانے کے پردے میں کعبا نظر آتا ہے
اک قطرۂ مے جب سے ساقی نے چکھایا ہے — اس دن سے ہر قطرہ دریا نظر آتا ہے
معشوق حقیقی نے لاکھوں کو بلا بھیجا — اس پر بھی نہیں اب تک تنہا نظر آتا ہے
عشق اور کہیں دل میں یہ ہو نہیں سکتا ہے — ان دونوں مکانوں میں جھگڑا نظر آتا ہے
معشوق کا در چھوٹے دیکھے کوئی محشر میں — اللہ بھی مجنوں کو لیلےٰ نظر آتا ہے
ساقی کی محبت میں دل صاف ہوا اتنا — جب سر کو جھکاتا ہوں شیشا نظر آتا ہے

مضطر مری آنکھوں پر وہ دست دعا رکھے
پھر مجھ سے وہ یہ پوچھے اب کیا نظر آتا ہے

جناب مولوی عبداللہ عبدالواسع صاحب عبد از نوآبادکرکی

نظر کے سامنے وہ کاش ہر دم تیرا جلوا ہو — نہ دو رخ ہو نہ جنت ہو نہ جنتی ہو نہ دنیا ہو
ادھر بسمل سسکتا ہو ادھر قاتل تڑپتا ہو — عدا و در اثر قتل جو ایسا ہو تو اچھا ہو
بتا زاہد کہ پھر تو کیا کرے گر سامنے تیرے — رکی ہو دھر ادھر ہو شیشہ ساقی ہو تو فرا ہو
ہر اک شو میں یہی کا جلوہ آئے گا نظر مجھکو — اگر ہے دیدۂ بینا تو سرگرم تماشا ہو
بہت ہی لطف سے ایام گزریں زندگانی کے — بغل میں ساقی رنگیں ادا ہو برچھایا ہو
جو کہتا ہوں کہ ملنے کی کوئی تدبیر ہم سوچیں — تو وہ کہتے ہیں کیا تیری بدولت کوئی سلجھو
پس پردہ یہ تاثیر تجلی ہے کہ نیچو دھون — وہ پردے سے نکل آئیں تو پھر کیا بچنے پائے کوئی
مزا جب ہے کہ ہو شہرت تری محفل نشینوں میں — ہر اک سو دشت پیماؤں میں بس ہر جائی چاہا ہو
وجود اعتباری سے اگر قطع نظر کر لوں — جدھر دیکھوں ادھر حسن حقیقی آشکارا ہو

رہے اے عبد محشر میں اپنے سب سے بالاتر
شفیق جون پوری سے جو تم نے فیض پایا ہو

جناب نواب سید محمد شفیع صاحب شیدا لکھنوی

بتخانے میں بھی تیرا جلوہ نظر آتا ہے — جو بت نظر آتا ہے یکتا نظر آتا ہے
ہم دیکھتے ہیں دل میں نکے رخ روشن کو — کچھ طور پہ تکلو بھی موسیٰ نظر آتا ہے
دل تھام کے تو اے دیکھنے والے ہیجانی — بتخانے میں جب ٹوٹا شیشا نظر آتا ہے
یہ آہ محبت ہے نہیں شاہ و گدا یکسان — اس کوچے میں جو آیا رسوا نظر آتا ہے
پھر چاہنے والوں کو الزام بھی دیدینا — آئینے میں دیکھو تو کیا کیا نظر آتا ہے
طغیانی غم دیکھیں عاشق شب فرقت میں — ہر اشک کے قطرے میں دریا نظر آتا ہے
میں شوق شہادت میں کیوں ترنہ کروں سر کو — مدت سے لب خنجر سوکھا نظر آتا ہے
جادو تری آنکھوں کا چلتا ہی نہ جب جادو — اعجاز مسیحا بھی ادنےٰ نظر آتا ہے
یہ جوش جوانی ہے یا گرمی نظارہ — دل دیکھنے والوں کا ٹوٹا نظر آتا ہے
کیوں ہم نہ کہیں تنکے کو تنکے تاے جہاں تم ہو — جب ہر قدموں کا سایا نظر آتا ہے

امسال بہار آئی کس جوش سے اے شیدا
رنگ اپنی طبیعت کا بدلا نظر آتا ہے

جناب سید جان نثار حسین صاحب اختر خلف اصغر خان بہادر حضرت مضطر خیرآبادی

ہر آنکھ کو کب تیرا جلوا نظر آتا ہے — غفلت کا ہو جب پردہ کیا نظر آتا ہے
جس روز سے ساقی نے مجھکو پلا دی ہے — میں کچھ نہیں کہہ سکتا کیا کیا نظر آتا ہے
مالک کی خصوصی میں چلنے کی ضرورت ہے — اللہ مجھے بالکل تنہا نظر آتا ہے
یکرنگی وحدت بھی شامل ہی محبت میں — ہر نقطے میں تیرا ہی نقشا نظر آتا ہے
آنکھیں تو محبت کی لیلےٰ نگاہ پہلے — اس بات کو جانچو ننگا کتنا نظر آتا ہے
دیوانہ گیسو کی نظریں تو کوئی دیکھے — میدان قیامت بھی چھوٹا نظر آتا ہے

اختر ہوں محبت کا میں عرش پہ چمکوں گا
تاروں سے مرا درجہ اونچا نظر آتا ہے

تمام ماہران فن نے اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر خاکو بہترین عطر مانا ہے

محبت کا تاجدار جوگی

(از جناب شاہ محمد نذیر صاحب ہاشمی غازیپوری)

مین دل بیچتا ہون مین جان بیچتا ہون
مین ہستی کی ساری دکان بیچتا ہون

بعض لوگ دنیا مین اپنی ہستی کا غلط استعمال کرتے ہین اور غلط مصرف اور غلط موقع زندگی کے سبب سے وہ دنیا کے مشاہیر ناکام مین شمار کئے جاتے ہین ایک شخص جسکو شاعر کی حیثیت سے دنیا مین مشہور ہونا تھا تفاوت احوال سے سپاہی ہوکر کسی وادی یا میدان مین مرجاتا ہی۔ ایک شخص جسکو کسی کے شمع حسن پر پروانہ ہوکر عشق مین مرنا تھا وہ تخت و تاج کا وارث ہوکر قید و بند آہنین مین رہتا ہی اور بالآخر نامراد ناکام ہوکر دنیا سے رخصت ہوتا ہی۔ اکثر احباب کی زندگی کے خشک اور آسیا سا مشاغل مین بھی دل اور دماغ کے جوہرونکی جھلک پائی جاتی ہی جو اگر موقع اور مصرف صحیح کی ممنون ہوتی تو غالباً شاعر۔ موجد و مصنف کی حیثیت مین ہمیشہ یادگار رہتی مہاراجہ صاحب انمین اور جو ابھی ابھی تخت و تاج سے دست بردار ہو چکے ہین انھین مشاہیر مین ہین جو اگر شاہ شہی اور ریاست آرائی کے لوازمات سے مستغنی ہوتے تو غالباً مصور۔ شاعر۔ یا اور کسی مجد و موسیقی کے نام اور کمال کیساتھ دنیا مین ہمیشہ مشہور رہتے۔ اسیطرح بہت سے شاہر اولستان جذب و اثر بخ کے نقوش اور افکار معانی سے کتابین مزین ہین سکے اہل ہو سکتے تھے کہ وہ فوج کے سپہ سالار یا فاتح ہوتے اور بجائے قلم کے سیف کے نشان بردار ہوتے مگر قدرت کی زبردستی نے انکو ہیرا ڈالا اتفاقات زندگی مین ایسا مجبور کردیا کہ وہ کاغذ اور قلم کے بندے بنگئے

مہاراج ۱۹۱۱ء مین نابالغ کی حیثیت سے تخت نشین ہوئے تھے اسوقت لوگون نے تاڑلیا تھا کہ اس نوجوان والی ریاست مین کچھ غیر معمولی باتین اور بے چین رکھنے والی ادائین ہین۔ نوجوان صاحب تخت و تاج کی بعض حرکتون کو دیکھکر انکو مراقی یا وحشی سمجھتے تھے حقیقتاً وہ ایسے نہ تھے عام نگاہون نے انکو خبطی اور وارفتہ خیال کیا۔ مگر واقعتاً وہ بہت گہرے جذبات اور برق ریز تاثرات کے آدمی ہین۔ شاہی خاندان مین ہونیکا شرف نہوتا تو عام سطح انسانی پر آکر وہ اپنے مناسبات۔ میلانات اور خیالات سے دنیا مین ادیب۔ شاعر اور نغمہ نواز کی شان مین جلوہ گر ہوتے۔ اسوقت وہ ۲۵ سال سے زائد نہین ہین ابھی وہ چھوٹے تھے کہ ایک روز اندور کے شاہی باغات مین سے ایک مین سیر کنان تھے۔ انکی نظرین یکایک ایک مرجھائے ہوئے گلاب کے پھول پر پڑین۔ وہ اُس مرجھائے ہوئے پھول کے پاس جو سنگون تھا آکر کھڑے ہوگئے۔ اُسکو تادیر دیکھکر ٹھنڈی سانس بھرنے لگے۔ گئی بار اپنے ہاتھون سے اُسکو چھونے کی کوشش کی لیکن پھر ایک خیال نے انکو باز رکھا۔ انھون نے یہ سمجھا کہ ایک محبوب خوبصورت ہستی کے آخری تاریخات کو چھیڑنے اور غم گذشتہ سننے سے کیا حاصل ہی اسکو دور سے دیکھا چاہئے۔ اس لاشہ پر خاموش اشک بہانے کی ضرورت ہی۔ مہاراجہ تادیر اس پھول کی پژمردگی شگفتگی اور مرجھائی ہوئی جوانی پر فکر سنجی سے پیچھے سے ایک تعلیم یافتہ باغبان نے مؤدب عرض کیا کہ حضور کیا ارشاد ہی۔

مہاراجہ بہادر،، کیا گلاب کا یہ پھول اب پھر شاداب نہین ہوسکتا،،

باغبان،، حضور گلاب کے پھول کی ابتدا جوانی اور پژمردگی حیات از روے علم نباتات اسطرح شروع ہوکر یون ختم ہوتی ہی،،

باغبان نے اس موقع پر مصطلحات باغبانی اور معلومات فن بیان کئے۔

اگر آپ کو عطر حنا درکار ہے تو صرف اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے طلب فرمائیے

مہاراجہ بہادر۔ "کیا تمہارے فن باغبانی کے کسی اصول یا ترکیب سے اِس پھول کی دوبارہ تازگی واپس آسکتی ہے۔"

باغبان۔ "حضور ایسا ممکن نہین"

مہاراجہ بہادر۔ "تو کیا اگر مین بھی اِسکی خواہش کرون اور اِسکی تازگی کے بازیافت کیلئے حکم دون کامیاب نہونگا۔"

باغبان نے عرض کیا "افسوس ہی کہ قدرت کا عمل سپرد اپورا ہوچکا ہی اور اب کائنات کی تمام قوت آبیاری و تازگی اسمین ذرا بھی سرخی اور سربلندی کی علامت نہین پیدا کرسکتی۔"

اِس مصاحب باغبان نے بہت ہوشیاری سے جوابات عرض کئے۔ جنکو سنکر مہاراجہ چپ ہورہے اور پھر بصد حسرت کہا "آہ۔ معلوم ہوا کہ مین بالکل مجبور ہون۔ جو مین چاہتا ہون وہ مجھکو نہین مل سکتا۔ تو پھر اتنی بڑی ریاست کا کیا فائدہ جبکا مین حکمران ہون" یہ جواب بہت وسیع اور گہرا ہی۔ اِسکے اندر ایک فلسفی کی دقیقہ آرائی ایک مدبر تاضل و تارک الدنیا کی ترک وضعی اور ایک حاوی و غالب فطرت کی جامع وہمہ آسا خلش پائی جاتی ہی جو کسی رکاوٹ کو ایک دقیقہ و ساعت کیلئے بھی پسند نہین کرسکتی۔

گوتم بدھ کا شاہزادگی کے عالم مین ایک سے زائد بار سیر کیلئے نکلنا مشہور ہی وہ جب کبھی باہر گیا اُسکو ایسے سبق آموز مناظر و مشاہدے دوچار ہونا پڑا۔ ایک بار گوتم نے سڑک کے کنارے بہت ہی ضعیف جلجل کو دیکھا اور پوچھا کہ یہ کون ہی معلوم ہوا کہ یہ بوڑھا ہوگیا اور اب اِسکا رشتہ یا ناتا دنیا مین زمرۂ اعزا سے نہین ہی۔ گوتم نے پوچھا کہ میری بھی یہی حالت ہوگی۔ کیا دولت اور جوانی ساتھ نہ دیگی جواب ملا کہ "حضور قدرت کے لکھے ہوئے حالات پر انسان کو دسترس نہین"

بعینہ حضرت سلطان الاولیا حضرت سلطان ابراہیم ادہم نے ایک بندہ اپنے کوشک کے محفوظ ترین بالاخانہ پر ایک اعرابی کو دیکھا تھا کہ کچھ ڈھونڈھ رہا ہی۔ اولیا ہونیوالے سلطان نے ڈانٹکر پوچھا کہ تو کون ہی اور کیا چاہتا ہی۔ آخر تو ایسی بلند اور خاص جگہ پر کیسے پہونچا اُسنے کہا کہ مین اپنا اونٹ ڈھونڈھ رہا ہون۔ سلطان ابراہیم ادہم نے پھر غصہ سے جوابدیا کہ اونٹ اور بالاخانہ پر کیا تیرے حواس بجا ہین اعرابی نے کہا "یہ آرام دہ بالاخانہ اور خدا جوئی کیا تماشا ہی" وہ معلم غیب غائب ہوگیا اور سلطان چپ رہ گیا۔

اگر مہاراجہ اندور کے اس واقعۂ گلاب پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ انمین احساسات۔ جذبات اور کیفیات بدرجۂ اتم ہین۔ انکو شاعر ہونا تھا۔ انکو کسی مٹھیا کٹی مین بیراگ اور مایا کا فلسفہ سمجھانا تھا اور یا کسی مثنوی یا قصہ مین جانباز اور بہادر عاشق کیطرح مظلوم و مسحور ہونا تھا

ممتاز کا واقعہ

ایسے طبائع کبھی دنیا کی عام خرامان خرامان زندگی پسند نہین کرتے وہ نچلے نہین بیٹھ سکتے اور وہ کبھی نہ کبھی بلکہ ہمیشہ اعتدال اور قید و بند آئین و رسم کو توڑنے کی کوشش کرتے ہین چونکہ مہاراجہ کی طبیعت مین شورش اور ہیجان تھا اور وہ ہمہ وقت تاثرات عجیبہ سے سرشار رہتے تھے اسلیے ایک بڑا دیوان خانہ دنیا بھر کے قدیم و جدید باجون اور آلات موسیقی سے آراستہ کیا گیا جہان بڑے بڑے اساتذہ رفدا شب کو یکجا ہوتے اور موسیقاری اور طرب نوازی کی داد دیتے تھے مگر دل کی تڑپ اور خلش عشق کسی کی جستجو مین چٹکیان لے رہی تھی۔ ایک رقاصہ کسی نے ممتاز، کی تصویر دکھائی جو ایسی حالت مین کھینچی گئی تھی کہ وہ سوکر اُٹھی تھی۔ بال پریشان تھے منھ پر رات کی خماری نقاب آرائی کر رہی تھی۔ ہونٹھ تشنگی بوسہ مین خشک تھے اور آنکھین غرستان کی سہانی کیفیت سے متوحش ہو رہی تھین۔ مہاراجہ نے اُسکو دیکھکر کہا کہ مین ممتاز کو یہان ایک ہفتہ کے اندر چاہتا ہون"

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا بنایا ہوا عطر حنا ہر موسم مین استعمال کیا جاسکتا ہے

مصاحبین اور جان نثاران نے دست بستہ عرض کیا کہ ایسا ہی ہوگا یہ ایک واقعہ ہے کہ جبتک ممتاز امرتسر سے نہین لائی گئی۔ مہاراج نے کوئی کام ریاست کا اُسوقت تک نہین کیا

بہشت عشق

مہاراج کا ایک باغ ہے جسمین گلاب کے گوناگون پھولون سے حصار کیا گیا ہے ایک جانب موگرے کے پھول ہین اور بڑے بڑے کھجورون کی قطارین ہین۔ کنج مرغزارمین خاموش نہرین حسن سیال کی روانی دکھا رہی ہین اور قمیص کی جوے شیر کو بار بار تازہ کر رہی ہین۔ جا بجا بالاخانے اور بارہ دریان ہین۔ یہان چاندنی رات مین ممتاز کے ساتھ بیٹھکر مہاراج نے موسیقی اور عشق کے جام پر جام لنڈھائے اور دل کی دیرینہ آرزو کو پورا کیا۔

مہاراج کو ممتاز سے بیحد محبت تھی۔ اندور مین جو کچھ سامان لطف عیش بہم پہونچایا تھا اُسکا کہانتک ذکر کیا جائے سنہ ۱۹۲۱ء مین جب مہاراج لندن گئے تھے۔ لندن کے ایک انگریز نواب کا قصر مقام میر مین آراستہ کیا گیا تھا طلائی کرسیان اور قیمتی قالین وغیرہ کا انتظام تھا۔ وہان نہایت آرام اور بیتکلف کیساتھ ممتاز نے چند دن بسر کئے۔ ایک روز ممتاز کیلئے مہاراج نے... جاونڈ کے جواہرات خریدے اور انکو اُسکے سامنے لاکر رکھدیا مگر اتفاق سے ممتاز کی طبیعت اُسوقت کچھ ناساز تھی اور وہ اُداس تھی۔ اسوقت کی پریشانی مہاراجہ کی دیکھکر ڈیوک صاحب نے مذاق سے کہا کہ ایک رقاصہ کیلئے سلطنت کا نذرانہ، مہاراج نے کہا کہ شیکسپیر اگر ہوتا تو آپکو انسان کی فطرت کا راز بتاتا کس کو معلوم تھا کہ ایکدن تخت و تاج ممتاز پر قربان کر دینا ہوگا

بعض خصائص ذاتی

دنیا مین ہمیشہ بعض حقیقتین پردۂ راز مین رہینگی اور اُن حقیقتون مین محبت کی خاطر کسی کا جان دینا یا تخت و تاج سے کنارکش ہونا بھی ہے

مہاراجہ اندور کو ممتاز سے بہت محبت تھی اور وہ اسکو حکومت اور سلطنت سے زیادہ عزیز رکھتے تھے ایسی حالتمین ممتاز کے چلے جانیکے بعد قدرتاً اور فطرتاً انکی خواہش رہی ہوگی کہ وہ واپس آئے۔ افسوس کہ جان نثارون اور وفا شعارونکی سنت وفا نے یہ روز بد دکھایا۔ مہاراج کے قانونی مشیر ڈاکٹر سپرو نے ایک موقع پر کہا تھا کہ جو عدالت انکے معاملات کی سماعت کیلئے بیٹھنے والی ہے اُسکے سامنے سب سے پہلے اُسکے مجاز ہونیکی بحث پیش ہوگی اور واقعاً آئین و اصول سے جو اندور اور برطانیہ کے درمیان مشروط ہین وہ مساوی حلیف ہونیکی حیثیت سے اسکے مجاز تھے کہ اُنکا معاملہ کسی مجلس بین الاقوام مین پیش اور مسموع ہو۔ مہاراج کے محلات شاہی کے ایک جانب مسجد ہے اور اُنکا برتاؤ اسلام اور اسلامیون سے ہمیشہ اچھا رہا ہے۔ وہ بہت رحیم اور نیک مزاج واقع ہین۔ انپر اسی زمانہ مین ایک چیچک نکلی کے مرنیکا بڑا اثر ہوا۔ اور وہ بھی خاص مہاراج کے سالگرہ کے روز کپڑون مین آگ لگجانے سے۔ مہاراج نے ایک سلطنت کو محبت کی راہ مین نذر کر دیا۔ عورت ذات اگر با وفا ہو تو ممتاز کی وفا پر ہمیشہ آنسو بہائیگی۔ عورت اگر دیوانگی کا نام ہے تو کہا جاتا ہے کہ امارت اور دولت کے باوجود بھی عورت کسی اور چیز کی بھوکی رہتی ہے۔ عورت اگر اضداد پسندی کا نام ہے تو کہا جا سکتا ہے کہ اچھے اور خوبصورت کے آگے وہ اکثر بصورت اور بدقوارہ کی بھی دلدادہ ہوتی ہے

پیغام غیب

مہاراج کی زندگی مین پہلے گلاب کے پھول کا مرجھایا ہوا نگون ہونا ایک غیبی سبق تھا جو اوراق گل کے قرطاس سفید پر نقوش تھا۔ دوسرا سبق ایک رقاصہ اور حسن آرزو کے ناکام محبت مین تازہ کیا گیا تھا۔ تیسرا سبق مین اُنکی سالگرہ پر ایک چیچک سیانی بیٹی کا جلکر مرنا اور پھر تخت و تاج کا اُنسے منھ موڑنا۔ یہ تجلیات غیب اور یہ پردہاے عبرت کا یکے بادیگرے اٹھنا اُنکے لیے سروش ربانی تھا کہ وہ دنیا مین کھونے اور رکھنے کیلئے آئے ہین اور اب وہ جوگ و یدانت اور گیان

صرف اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا بنایا ہوا عطر حنا ایسا ہی جسکو تمام ہندوستان مین مقبولیت حاصل ہے

دھیان مین زندگی کو گزارنے پر قدرتاً مجبور ہین - اے کاش وہ عزت کو مآل کار حیات جانین -
وہ دنیا کی فانی حکومت اور محبت کو اُسکے حقیقی رنگ مین دیکھین
اور ہمالیہ کی کسی وادی مین جاکر عقبیٰ کی ابدی حکومت

محمد نذیر ہاشمی - غازی پوری

افکار حزین

(از جناب سید محمد صاحب حزین - نائب مدیر "رہنمائے تعلیم" ملہن لاج شملہ)

بسرورق "مرقع"

سحر ساز ندو زشرگان بشمار ندملک — گوہر ریختہ چشم گہربار مرا بس

آتش نفسی

شعلہاے عجمے ازدل من می خیزد — نیست بیجا کہ بخوانند زمن "آتش نفسم"
من زیک آہ غریبے بجہان خواہم سوخت — ورنہ آزاد گزارید زبند قفسم

دلم زباعث نادانی وکم آزوقی — خیال کردہ بے عقل وہوش جان افزا
زندبمرتبۂ بے تامل این قدرش — کہ باز صورت بسمل تپند بکلفت وسوز

غزل

چوشوق جلوۂ محبوب بیشتر گردد — زاہل دیدہ شنیدم کہ دل نظر گردد
بگوش غنچۂ نورستہ بلبلے می گفت — کہ در میان مصائب جگر جگر گردد
نہ دیدہ کہ چسان قطرہ گہر شدہ است — بضبط گریۂ خود سینہ پر گہر گردد
مجاز چیست؟ حقیقت بہ منزل خامی — جنون چو پختہ شود سر بسر ہنر گردد
توعلم وحکمت دامان خود نمی داری — زخویش دانہ چو سر بر زند شجر گردد
بخود خزیدہ ومحکم چو کوہساران نی — ببین چو ریگ شود سنگ در بدر گردد

حزین زتخم کرم خوردہ حاصلے معلوم!
کہ آرزوے تہی مایہ درد سر گردد

ہفتہ وار اخبار **الفقیہ** امرت سر

کی خریداری قبول فرمایئے جسمین مذہب حنفیہ اہلسنت کی صحیح اور سچی تعلیمات شائع ہوتی ہین - اندرونی اور بیرونی مخالفین کا رد اس خوبی سے ہوتا ہے کہ پرستاران باطل مبہوت ہو کر رہجاتے ہین یقین نہ ہو تو آج ہی ہم سے نمونہ مفت طلب کیجئے قیمت سالانہ بذریعہ وی پی للہ بذریعہ منی آرڈر للہ ششماہی بذریعہ وی پی ۱۰ بذریعہ منی آرڈر ۱۰ -

ملنے کا پتہ:- منیجر ہفتہ وار اخبار "الفقیہ" امرت سر (پنجاب)

جلنی بادشاہ پسند

مادہ ہر قوت اپنے زرگان رین اور فوش ذائقہ جلنی کا ہوتا ہے اس جلنی کو ہر ملک میں بھی رہ جو قوت مکمل ہونے مشہور ہے ۔ علاوہ ذائقہ عمدہ کے ہاضم و معدوں اصلی جلنی ہے ۔ ایک بار منگانے کے بعد ان ہمیشہ اسی جلنی کا خواہشمند رہتا ہے ۔

الشہر - سید بادشاہ حسین بہترین کارخانہ ارد ہوتے ہیں

کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ جسکو ایک صدی کے زمانہ ہوا نیک نامی سے جاری ہے

شعرائے مستورین (اردو)

(از جناب بشیر الدین احمد صاحب نقوی گلشن آبادی)

علمی دنیا مین پھرنے والی آنکھین شب و روز مطالعۂ کتب مین مصروف ہیں اور ہر ادبی منزل کو طے کرکے اپنے اپنے مذاق کے دماغی سیر سیاحت نفع اٹھاتی ہین۔ اسطرح ہر علمی شعبون کو اپنے قدردانون پر ایک بجا اور جداگانہ فخر و ناز حاصل ہی۔ ہر مختلف زبانون نے جس زبان کے علم ادب کی چاشنی چکھی ہی ادبی دنیا کے سامنے کم و بیش کچھ نہ کچھ اپنی معلومات کا ذخیرہ پیش بھی کر دیا ہی۔ اسوقت اردو کے اہل زبان حضرات کا فن ادب مین انہماک بھی ایک اعلیٰ قیمتی پایہ کو پہونچ رہا ہی۔ نیز شبانہ روز انکی یہی دھن ہی کہ اسکے ہر دلعزیز سحر طراز اور ذہین فروز لٹریچر کو آسمان استعداد متمکن دیکھین۔ شعرائے اردو کے حالات مین درجنون رسائل میسیون تراجم صدہا تذکرات شائع ہوکر ملک مین پھیل چکے اور پھیلے جارہے ہین لیکن بعض شعراء اسی ہندوستان کے وسیع رقبہ مین ایسے بھی گزرے ہین جنکی موزونی طبع نے شاخ قلم سے برگ و بار پیدا کرکے بازار شہرت مین قدم نہ رکھا اور واقعات کی بادصرصر نے انکے ادبی پھولونکو چمنستان وجود سے نکلکر بہارستان شہود مین آنے سے روک دیا ہی۔ انکے دیوان سبد گل کی طرح گلہاے اشعار سے بھرے پڑے ہین۔ انکی بیاضین نثر و نظم کے ادبی خزانون پر ٹریڈ مارک کا نشان بنکر سربمہر صندوقچون مین محفوظ ہین۔ ان جوہریان فن نے اپنے جواہرات کی کسی سے نہ تو قیمت طلب کی نہ خریداردن ہی نے انکی آب و تاب کو پرکھنے کی محنت اٹھائی۔

میری اپنی ناقص دانست ایسے حضرات کے حالات دیکھ سنکر مجھے اس نتیجہ پر پہونچاتی ہی کہ بعض اردو شعراء ہندوستان مین زبان اردو کی پیدائش کیساتھ پیدا بھی ہوئے اور مرجھی گئے۔ اسکی ترقی کیساتھ بڑھتے بھی گئے اور بے قدری کے ہاتھون گھٹتے بھی گئے۔ انکے لطیف جام و پاکیزہ دماغ آج زمین مدفون ہین لیکن انکے اشعار انکے دیوان انکے ذہنی کارنامے عالم کی آنکھ سے پوشیدہ ہین۔ چنانچہ مین انمیں سے بزرگ شاعر کی طرف ناظرین کی توجہ منعطف کراتا ہون۔ سردست اس سلسلہ مین مشتے نمونہ از خروارے ایک دیوان کی بابت کچھ عرض کرون

اسوقت شعرائے اردو کے سیکڑون دیوان ہمارے مطالعہ کی میز پر موجود ہین جو کم و بیش اپنی اپنی وضع قطع اور بندش مین فضیلت مع الفاظ رکھتے ہین لیکن دیوان حسینی کی ترتیب نے جس جدت اور ندرت کا لباس پہنا ہی وہ کل دیوانون کی صف مین نرالا اور بالکل انوکھا ہی صاحب دیوان کی جدت طرازی و ندرت آفرینی لمعات تصوف و نیز واقعات زمانہ کے ساتھ ایک عجیب و غریب طلسم ہی بلکہ اپنی نوعیت مین بجاے خود ایک نہایت شاندار اور ممتاز بایہ کا طلسم خانہ ہی۔ دیوان فقیر راقم ہذا کی جدی میراث ہی اور اسپر بلا واسطہ و بالواسطہ فخر و مباہات جائز ہی۔ دیوان مذکور کی خصوصیات حسب ذیل ملاحظہ ہون:۔

بعض غزلیات مین قافیہ دیوان حافظ کا قائم ہی اور ردیف علیحدہ بعض غزلیات شعراے قدیم کی پسندیدہ ردیف مین لکھی گئی ہین بعض غزلین بحر طویل مین غواصی کرکے مطالب و معانی کے جواہرات کو دریاے فکر سے باہر نکال پھینکتی ہین۔ بعض مین توحید و رسالت کا فرحت بخش ذائقہ موجود ہی۔ بعض مین میوہ جات جواہرات کے اسماء درج ہین بعض مین مزامیر و موسیقی کے آلات کو جمع کرلیا گیا ہی بعض مین کشتی کے ادوات اور داؤ پیچ کا ذکر ہی۔ بعض مین مختلف رنگون و بیلون کے نام تحریر ہین بعض مین اولیاے کرام اور اصفیاے عظام کے

تمام ماہران فن نے اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر حنا کو بہترین عطر مانا ہے

راسخ الاعتقادی کا سبق ملتا ہے۔ بعض میں اسباب دنیا کی بیزاری کی نصیحت کیگئی ہے۔ بعض میں فقر و درویشی کے نکات جلوہ گر ہیں ان تمام خوبیوں کے علاوہ کسی جزو انسانی یا بعضو معشوق کو ردیف بنا کر پانچ پانچ سات سات اشعار لکھکر اُسی ردیف میں باصفی غزل پوری کر دیگئی ہے ایسے قادر الکلام اور ہمہ فن مصنف کے ہم سے زبان دانان دکن کی گوش ناآشنائی کو دکن کی محرومی قسمت سے منسوب کیا جائے تو چندان بیجا نہوگا۔ قدما کی زبان اور موجودہ زبان اُردو میں جو بین فرق دیکھتے ہیں وہ انطواے زمان اور مرور آوان کا نتیجہ ہے۔ زبان کی شستگی جو اسوقت ہے اُسکے زمانہ میں نہو یگانگو اِسکے دو سہ دار نہیں ہیں ہر وقت کیلئے ایک حال ہے اور ہر حال کیلئے ایک وقت ہے۔ سید صاحب یا میر صاحب جنکا یہ دیوان ہے انکا اصلی نام عبداللہ تھا حسینی اُنکا تخلص ہے لہذا انھیں کے ہاتھ اور قلم سے لکھا ہوا یہ دیوان حسینی موجود و محفوظ ہے۔ اس کلام میں حروف ما بعد کا سقوط اور قدیم الفاظ ہندی کی جھلک مثل کلام ولی کل دیوان میں پائی جاتی ہے تاہم مطلب یا خیال شاعر فوت نہیں ہوتا۔ بات یہ ہے کہ یہ حضرات اظہار مطالب کیلئے جن الفاظ کو موزوں سمجھتے تھے بلا صحت و غیر صحت اعراب اپنے کلام میں داخل کر لیتے تھے جب آزادی خیال پر آجاتے تھے جزم و فتحہ وغیرہ اعراب کی زنجیر توڑ دی جاتی تھی۔ انکا یہ فعل عدم قابلیت یا فقدان علمیت کا نتیجہ نہیں ہیں بلکہ جذبات کی آمد اُنکو مجبور کرتی تھی کہ جیسے خیالات ان ہی الفاظ سے چسپاں ہو سکتے ہیں اُنکی یہ سمجھ بالکل بجا تھی کہ آمد کے آمد مضامین میں دوسرے الفاظ کی تلاش میں کون سر کھپاتا بیٹھے اندوختہ کو ضائع کرے۔ الغرض ہم نہ ستائش کی تمنا نہ صلہ کی پروا۔ انکی متبرک زندگانی کا دستور العمل رہا ہے۔ میر عبداللہ حسینی کے خاندانی حالات و نیز علمی حیثیات کی تفصیل ہم کسی آیندہ صحبت پر اُٹھا رکھتے ہیں ناظرین مرقع کی ضیافت خاطر کیلئے جو کچھ موجود ہے پیشکش و حاضر کرتے ہیں۔

یہ متفرق کلام نمونہ ہے اُس باغبان گلشن خیال کا جس نے ۱۹۶۱ھ میں خاکدان عالم میں نشو و نما پائی کو سر سے نقاب اُٹھایا۔ اور بوستان سخن میں گوناگون گل کھلا کر ۱۲۷۶ھ میں وطن اصلی کو عطف عنان ہو گیا

الایا ایہا الساقی خبر گیر بوسمل کا — کہ چشم مست تیری بُرا حال ہے دل کا

حسینی مزرعہ عشق ہے نیکی بو لو گلشن میں — ابھی خشک ہوگا دم میں ہر یکی ہو گل کا

مزرعہ بو لو گلشن۔ خشک۔ گل وغیرہ سب کی مناسبت ظاہر ہے نیز میر صاحب (حسینی) مولد و موطن صوبہ بمبئی میں ایک قدیم شہر سکے ہی جو سندت عطایاے سنا ہجانی میں گلشن آباد سے موسوم ہے۔

ناگنی زلف کو جو اُسنے چھڑانا پکڑا — دل نے زنجیر خود اپنی توڑانا پکڑا

دید کی ڈور سے تیرین نے پھینسے پنچ — ہوش عاشق نے پتنگ آسا اُڑانا پکڑا

پکڑا فارسی مصدر گرفتن سے ہے پکڑا لیکن فارسی میں دو سر مصدر کیساتھ شروع کرنیکے معنی میں مستعمل ہے۔ جیسے سقط گفتن گرفت۔ دشنام دادن گرفت۔ چھڑانا کیساتھ پکڑا میں جو خوبی ہے ظاہر ہے۔

دوسرے شعر کا مطلب پتنگ بازی کے شوقین حضرات خود بخود سمجھینگے

تمنے جب سے کرے گھر کا ہے آنا چھوڑا — جانجان جی بھی ہر جاے کا جانا چھوڑا

دل بھر خانہ چشم نکے ٹپکنے سے مدام — ابتماس گھر کا میان ہمنے رچھانا چھوڑا

دوسرا شعر ملاحظہ ہو خانہ چشم کا ٹپکنا۔ اور گھر کا چھانا اور چھانا چھوڑا کتنی بلند خیالی ہے

جو نور تجلی کا اٹھا طور سے بھڑکا — موسیٰ کے اُڑے ہوش اسی نور سے بھڑکا

جنت لے زاہد جو ہوا عاشق دنیا — قسمت کی سنوبات فقط سور سے بھڑکا

پہلے مصرع میں بھڑکا یعنی شعلہ ہو دوسرے مصرع میں بھڑکا ماضی بھڑکنے کا ہے۔ نہایت مزیدار معنی ہیں۔ دوسرے شعر میں زاہد سے تو کہہ چکے ایک کبیرہ اور ہے

عید الضحی بھی کر دیا رحسن جانان — میش فلک بھی قربان ہونے حلال آیا

لیکر اداکا بلم دلمین دہسکے بولا — ہوش اپنے اب حسینی کھیو سنبھال آیا

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر حنا کا نسخہ کسی دوسرے عطر ساز کو دستیاب نہ ہو سکا

پہلے شعر سے فدیۂ اسمٰعیل جذبۂ محبت ابراہیم کا سچا قصہ پیش نظر ہوتا ہے
دوسرے شعر میں ادا کے بلم کے ساتھ حملہ کرنا اور ہوش سنبھال رکھنے کا
الٹیمیٹم دینا تاکید بالطف مزید ہے

نازوادا کی ٹھوکر سے ہی مارے گئے ہم جی بھی اٹھے
ایک نگہ میں دیکھو صنم کتنے بڑے دو کار کیا

دیر و حرم میں ڈھونڈھے تھا جسکو وہ یکایک شکر خدا
خلوت دل میں آپ ہی حسینی آکے ملا ہشیار کیا

پہلے شعر میں دو کار کیا - ہمارے قانون صرفی سے کئے چاہیئے
شاید اُردو زبان میں فعل کی واحدیت اور جمعیت فاعلی کے تابع ہوتی ہیں

ساقیا ابتو خدا کیلئے آجا آجا مستِ بیدار سے ٹک ملکر چلا جا آجا
خون تک اپنا حسینی تجھے بخشا واللہ جیتے جی اسکو تو ماٹی میں ملا جا آجا

اب غزلیات حسینی کے چند مطلعے جو جذبات شاعر کے جوش و خروش کے
نتیجے ہیں تبرکاً لکھتا ہوں -

سحر صدقہ صباحت کے ہو خورشید پر نثار آیا
ملاحت پر فدا ہی مہ ہلال ابرو پہ وار آیا

پردہ سے جو وہ چہرہ پر نور نکالا عشق ہو پڑی سب خلقت جز کل تہ و بالا
شمع اور پروہی دل جان جلایا ہوگا رمز پروانہ سے جو عشق کی پایا ہوگا
خالق کے جو تھا ظل میں خدائی کا تماشا دکھلایا اُسی دل میں خدائی کا تماشا

آتشین رخ سے ترے یہ ہمیں دریافت ہوا
پھول پانے کی جگہ تھی یہ شرر یافت ہوا

خواب میں دیکھا ہی تیرے لعل افشاں جب سے لب
دل کسو کے بھی نہیں خاطر میں لاتا تب سے لب

یہ حوروں میں نظر آتی نہیں اخلاص کی صورت
خفی معنی میں لکھ رکھو کہیں اخلاص کی صورت

روبرو جانان کے جانا ہی چلیا کسطرح اپنے گھر میں اسکو لانا ہی چلیا کسطرح

زر میں کوئی منصب میں کوئی نام میں ماخوذ
عشق ہمکو کیا زلف کے لادام میں ماخوذ

وہ جوڑے کو باندھا جو دے تاب سر پر
گرا ہو کے خورشید بیتاب سر پر

دیر و حرم میں دیکھو کہ مورت کے آس پاس
ہمکو رکھا ہے اپنی ہی صورت کے آس پاس

پینا چاہے یوں کوئی پیوے شراب عشق
پہلے جگر بھنا کے بنالے کباب عشق

گلشن میں دیکھیں آیا ہو وہ گلعذار چل
زود زود روجوانی ہے وقت بہار چل

جانا اُس جانان کے جان پاس ہی جانا مشکل
زور قسمت سے جو پہونچے تو پھر آنا مشکل

کل جو ساقی نے پلایا ہمیں مل برسر گل
ہچکیاں لے کے پڑھے شیشے بھی قل برسر گل

بلبل نہ گل نہ قمری نہ طوطی نہ ہزار گلشن میں کاہ ارتکلف کشیدہ ہوں
عشق سے روشن ہوئیں جب اپنے تن کی ہڈیاں
طور سے سرمہ بنیں سارے بدن کی ہڈیاں

جو عین دل میں عاشق کے یہ معشوق آن پڑتے ہیں
متاع صبر و ہشیاری یہ دن اور رات لڑتے ہیں

آپ کہتے ہیں بغل بیچ نہاں ہی شیشہ
محتسب یہ تو مرا دل ہے کہاں ہی شیشہ

مستنے توڑی ہی زنجیر خدا خیر کرے اب گلے پڑتی ہی شمشیر خدا خیر کرے

عشق ایک آفت ہی پر قسمت سے ملنا چاہیئے
بوتہ سینہ میں دل پارہ سا کھلنا چاہیئے

(بشیر الدین احمد نقوی گلشن آبادی)

علاوہ عطر حنا کے جملہ قسم کے صندلی عطریات اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے طلب فرمایئے

قضا و قدر

(از جناب مولوی محمد یٰسین صاحب تسکین قریشی (سورتی) تلمیذ لسان الہند حضرت عزیز لکھنوی)

تا منزل آ چکا ہے کاروانِ زندگی — اک نئی دنیا کی جانب سفر کرنیکو ہون
لے لیا قدرت نے مجھسے امتحانِ زندگی — مختصر یہ کہ تھوڑی دیر مین مرنے کو ہون

آفرینش تھی مری راز طلسم کائنات — تھی حیاتِ جاودانی ہستی محدود مین
یاد اس وقت آ رہے ہین وہ تمامی واقعات — پیش آئے تھے جو اس عہد نمود و بود مین

فکر پیش از پیش لطف و کامرانی کم سے کم — شوق ارمان مختصر تلخی حرمان بحساب
نامۂ اعمال مین اک دفتر عصیان تھا — نیکیون کا ذکر کیا واللہ اعلم بالصواب

لو بظاہر تھا مرا ماحول تاثیر آفرین — مین وہی کرتا رہا جیسا کہ سامان ہو گیا
غم ہوا تو روتے روتے ہو گئی تر آستین — عیش کی گھڑیان جب آئین مگ بدامان ہو گیا

ذمہ دار افعال کا اپنے مگر مین آپ ہون — مین نہین کہتا کہ مجھکو شکوۂ تقدیر ہے!
جانتا ہون عالم اسباب ہے دنیائے دون — اور مری تقدیر ان ہی اسباب کی تفسیر ہے

کارگاہِ دہر مین ہم کرتے ہین جیسے عمل — ویسے ہی اسباب بھی ہو جاتے ہین آ کے عیان

کچھ نتائج ان سے پھر ہوتے ہین ظاہر برمحل — جن کو ہم تقدیر سے منسوب کرتے ہین یہان

ہر عمل کا اک سبب ہے، ہر سبب کا اک ثمر! — یہ حدین روز ازل سے ہین معین کی ہوئی
کہتے ہین تقدیر جسکو ہے ظہور خیر و شر — یہ حقیقت ہے مگر افعال مین الجھی ہوئی

زہر کھایا زید نے دل خون ہو کر رہ گیا — فعل انسانی ہے وہ تقدیر ربانی ہے یہ
فی الحقیقت خود ہوا باعث وہ اپنی موت کا — اسمین بھی تقدیر کی روئین تو نادانی ہے یہ

ذمہ دار آخر کیا تھا کیون ازل مین ای سقد — جب ہمین افعال پر کچھ اپنے قدرت ہی نہ تھی
نیک و بد تقدیر مین پہلے سے لکھے تھے اگر — جنت و دوزخ کی پھر کوئی ضرورت ہی نہ تھی

الغرض افعال پر مبنی ہین اسباب و علل — جو نتائج اون سے ظاہر ہون وہی تقدیر ہے
ہم اگر چاہین کہ دنیا مین ہون اچھے عمل — یہ کوئی مشکل نہین آسان سی تدبیر ہے

عقل و مذہب سے ہمیشہ کام لینا چاہیے
کام لینے مین خدا کا نام لینا چاہیے

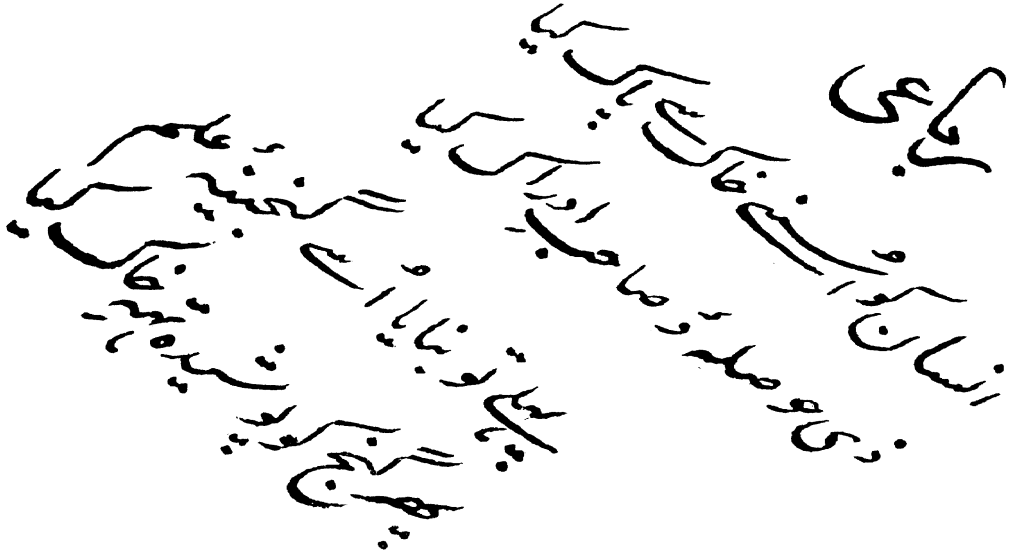
اُردو کا ماہانہ رسالہ "شمع" آگرہ

ہندوستان اور ہندوستان کے مشہور امراء اور لکھنؤ کے مایۂ ناز قدیم شعراء کی قلمی تصاویر مفید مضامین و جدید کی تصویری کے بہترین نمونے جو آج تک کسی رسالے مین نہین ہوئے ہین رسالہ شمع مین مسلسل شائع ہوتے ہین شمع تاریخی، علمی، ادبی اور سیاسی مضامین اور افسانون کا ہندوستان مین سب سے زیادہ ضخیم ۱۱۲ صفحات کا رسالہ اور جدید ۱۹۲۵ء سے ممبر جیسا کہ آپ جانتے ہین اکسٹرا پیپر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ اور حسن عابد صاحب جعفری (اکسٹرا) پرنسپل ٹریننگ کالج آگرہ کی ادارت مین نہایت آب و تاب کے ساتھ جاری ہے، شذرات اور تبصرے قابل دید ہوتے ہین لکھائی چھپائی نہایت دیدہ زیب کاغذ عمدہ اور قیمتی رسالہ حجم ۱۴۰ صفحات اور کم از کم ۲۰ تصاویر رسالہ ہر ماہ کی ۱۵ تاریخ کو آگرہ سے شائع ہوتا ہے، آرائے دلکشا کی پیروی کرتا ہے، ہر قسم کے غذ کپڑا اور کلکتہ کی دیدہ زیب جلدین کی جاتی ہین،

لسان القوم جناب مولانا صفی لکھنوی

کے

دست قلم کی لکھی ہوئی رباعی



سید نقی صفی عفی عنہ بقلمہ

۱۲ - اگست سنہ ۵۶ء

جناب سیّد مقبول حسین صاحب ظریف لکھنوی

کے

دست قلم کا لکھا ہوا قطعہ

کروں کیوں اختیار اوسکو جب ایسا شعر کافر ہو
کہ محسوب جہاں ہوں اک زمانہ اپنا دشمن ہو

بھلا اوس راہ نا ہموار میں چلنے سے کیا حاصل
دم لغزش جہاں پر خندۂ یاراں ہم فن ہو

مثال شمع گر سر کا پسینہ پاؤں تک آئے
یقین ہے جب ہی محفل میں نہ اپنا نام روشن ہو

ہوائے شوق گر مجکو یہاں مجبور کرتی ہے
وہاں چلکر کروں گلگشت جو بیخار گلشن ہو

پنہاوں فکر کو اس حسن سے جامہ ظرافت کا
کشادہ ہر طرف تہذیب کا چین کہ دامن ہو

سید مقبول حسین ظریف لکھنو
۱۴ - اگست سنہ ۱۹۲۶ء

خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

(از لسان الملک حضرت ریاض مدظلہ)

ماہرہ کے مشاعرے کی طرح پر بہ تحریک جناب امین
مین نے غزل کہی تھی جسے گورکھپور مین مولانا مولوی
محمد سبحان اللہ خان صاحب کے دولتخانے پر بعض احباب
کو سنانے کا اتفاق ہوا۔ مولانا عبدالماجد صاحب بدایونی
بھی تشریف فرما تھے جناب وصل اور جناب وسیم بھی۔
میرے اس شعر پر ؎

یہ کہہ رہا ہے ترنم ہوا کی موجون کا
خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

مولانا مولوی محمد سبحان اللہ خان صاحب نے فرمایا کہ
مصرع ثانی زیادہ لطیف وضاحت مصرع اول مین
چاہتا ہے۔ آپ بھی فکر کرین۔ دوسرے نامور شعرا کو
بھی تکلیف دی جائے۔ روزانہ ہمدم وحقیقت وغیرہ
مین بھی تحریک ہوئی چنانچہ کئی ہفتے یہ سلسلہ جاری رہا
مین نے بھی خطوط بھیجے جناب وصل نے بھی مولانا
کے زمانۂ قیام لکھنؤ مین اکثر حضرات سے تحریک کی۔ مجھے
افسوس ہے کہ جناب نظم طباطبائی نے اپنے نوازش نامے
کے ساتھ جو مصرعے بھیجے وہ اسوقت زیادہ تلاش سے
بھی نہ مل سکے ممکن ہے اور بعض اصحاب کے خطوط و مصرعے
زیادہ وقت گزر جانے سے ضایع ہو گئے ہون۔ مین شرمندگی
کے ساتھ عذرخواہ اور تصدیعہ فرمائی کا شکرگزار ہون۔
مجھے افسوس ہے منشی احمد علی صاحب شوق (مرحوم)
میرے خط کا جواب قلم انداز فرما کر جناب وصل کے خط کا
جواب ادائے بے نیازی کے ساتھ بغیر مصرع کے بھیجا
باوصف اس کے کہ ان کی مسلمہ قابلیت نے ان کی اخلاقی
حالت کو میری عزت افزائی کا سبب ہونے دیا مگر مرحوم کی
طرف سے جو کمی واقع ہوئی تھی جناب منشی واحد علیصاحب
آبر نے غزل کہکر اسکی تلافی فرمادی۔ مرحوم کا گرامی نامہ جو جناب
وصل کے نام آیا اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:۔

(۱) "حسن بیان نہین ملتا" اس زمین مین منشی واحد علیصاحب
آبر میرے بھائی نے پوری غزل کہی تھی اور وہ اخبار ہمدم
مین شایع ہوگئی۔ حضرت ریاض کا خط میرے نام آیا تھا
لیکن مین نے مصرع لگایا نہ غزل کہی اب ممکن ہے۔

(۲) جناب آرزو شاگرد رشید جلال مرحوم نے
جناب وصل کی تحریک پر مصرع بھیجا۔ ممدوح کا نوازش نامہ
بغیر اجازت شایع کرنا مناسب معلوم نہین ہوتا مصرع
بہ ترتیب حروف تہجی آگے درج ہوگا۔

(۳) جناب شمس العلما مولانا امداد امام صاحب کے
دو گرامی نامے جناب وصل صاحب کے نام آئے اور دیگر
حضرات کے بھی جو درج ذیل ہین۔ ان کے علاوہ جن
حضرات نے میرے مصرع پر مصرعے لگائے وہ سب ناظرین
مرقع کی ضیافت طبع کے لیے پیش کرتا ہون ہان اخبار ہمدم
وحقیقت لکھنؤ مین جو مصرعے شایع ہوئے ہین انکی نقل میرے پاس
موجود نہین۔ لہذا جن حضرات کے مصرعے براہ راست میرے
پاس نہین پہنچے اگر اس مضمون کے تحت مین شایع نہ ہوسکین تو مین معذور ہون۔ ریاض

علاوہ عطر حنا کے جملہ قسم کے صندلی عطریات اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے طلب فرمایئے

(۱) حضرت شوق قدوائی مرحوم کا گرامی صحیفہ
جناب وصل بلگرامی کے نام

موتی مسجد - رام پور اسٹیٹ - یو - پی -
۲۳ - اگست ۱۹۲۲ء

حضرت کرم فرمائے بندہ - سلام شوق آپ کے پوسٹ کارڈ کا شکریہ
"حسن بیان نہیں ملتا"
اس زمین مین منشی واحد علی آبر میرے بھائی نے پوری غزل کہی - اور وہ اخبار "ہمدم" مین شایع ہوگئی ہے -
حضرت ریاض کا خط میرے نام آیا تھا لیکن نہ مین نے مصرع لگایا - نہ غزل کہی - نہ اب ممکن ہے اس لیے کہ اس قسم کے خیالات مین پڑنا میرا شیوہ نہین ہے - طوفان کے جھنجھٹ مین کون اپنے آپ کو ڈالے - اور پھر فضول - اس سے زیادہ کارآمد کام تصنیف کے مجھے رہتے ہین

آپ کا خیر طلب
احمد علی شوق - قدوائی

---

(۲) عالیجناب شمس العلماء مولانا امداد امام صاحب کا گرامی صحیفہ
جناب وصل بلگرامی کے نام

جسمین بوجوہ مصرع لگانے سے معذرت کا اظہار کیا ہے - یہ تحریر بھی ایک معنی خیز تحریر تھی اسوجہ سے درج کردی گئی -
آبگلہ ڈاکخانہ ساد گنج - ضلع گیا - صوبہ بہار - معروضہ ۲۰ اگست ۱۹۲۲ء
جناب والا تسلیم - بصد تکریم - نوازش نامہ وارد ہوا - ذرہ نوازی کا شکریہ قبول ہو - عریضۂ جواب کے ارسال مین کثرت مشاغل اور بھی کثرت افکار کے باعث کچھ دیر ہوگئی امید معافی ہو

حقیقت حال یہ ہے کہ دس برس سے بخیف کو شعر گوئی کی طرف میلان نہین رہا ہے - اس کے قبل کچھ موزون کرلیا کرتا تھا - اور فرط جہالت سے سمجھتا تھا کہ کچھ کہہ لیتا ہون - مگر دواوین میر تقی میر کو دیکھتے دیکھتے یہ بات سمجھ مین آگئی کہ واہب العطایا نے مجھے غزل سرائی کی صلاحیت نہین بخشی ہے ایسی حالت مین غزل سرائی کی مشغولیت کو قائم رکھنا اور اپنے کو اس فن شریف کا سزاوار سمجھتے رہنا بالیقین قرین الٰہی متصور ہے -
اس پابندی خیال پر اب کچھ نہین کہتا - اگر یہ انقلاب بخیف مین نہ پیدا ہوا ہوتا تو تعمیل ارشاد مین غفلت ورزی کو راہ نہین دے سکتا تھا - فقط والتسلیم -
کمترین - امداد امام عفی عنہ

---

(۳) شمس العلماء جناب مولانا امداد امام صاحب کا دوسرا گرامی صحیفہ
جناب وصل بلگرامی کے نام
جس مین جناب ممدوح نے باوجود
میلان طبیعت نہ ہونے کے اپنے لطف وکرم سے مصرع مرقومۂ بالا پر مصرع لگا کر بھیجا ہے -

---

آبگلہ - ڈاکخانہ ساد گنج ضلع گیا - صوبہ بہار
۲۲ ستمبر ۱۹۲۲ء
جناب والا تسلیم بصد تکریم - عنایت نامہ وارد ہوا - ہر چند میلان طبیعت سخن..... کی طرف مطلق نہین ہے - تاہم تعمیل ارشاد سے سرتابی کا موقع نہین پاتا ہون - ناچار ایک مصرع جو اسوقت خیال مین آیا ہے عرض کرتا ہون - ظاہر اچسپان نہین معلوم ہوتا ہے مگر کیا کرون عرض کرنا ایک مجبورانہ ہے - وہو ہذا

کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے لیے تار کا پتہ صرف "حنا" لکھنؤ کافی ہے

ہزار حیف کوئی نکتہ داں نہیں ملتا
خموش پھولوں کا حسن بیاں نہیں ملتا

ظاہر ہے کہ یہ مصرع لغو اور نامربوط ہے۔ مگر اتنا تو ہے کہ اس سے ارشاد کی تعمیل ہوگئی۔ بہرحال اذا ھو یا للخوص واکراما والعذر عند الکرام مقبول۔

ذرہ نوازی کا شکریہ قبول ہو۔ کاش لقائے صوری کی دولت مجھے نصیب ہوتی۔ آپ کی عنایت کرم فرمائی نے اس بہجت اندوزی کو بیحد قیمتی کر دیا ہے۔ سایۂ عاطفت محمد و دباد والتسلیم

رہین منت۔ احقر الانام امداد امام عفی عنہ

---

(۴) جناب نواب سراج الدین احمد خان صاحب سائل دہلوی کا گرامی نامہ
جناب وصل بلگرامی کے نام

نمبر ۶۰ ۱۳۔

جناب سائل نواز زاد الطافہ۔ تسلیم مع الآن الکریم اس مصرع کی شان نزول ایک روز قبل ورود کارڈ ہذا مجھے معلوم ہو چکی۔ برسون ہی کا تذکرہ ہے۔ نواب عبد المجید خان بہادر رئیس حسن پور بغرض مداوائے برادرزادہ دہلی تشریف لائے ہوئے ہیں۔ میرے برادر محترم کی کوٹھی میں فروکش ہیں۔ انھوں نے مجھسے اس مصرع کی تضمین کی فرمایش کی تھی۔ چنانچہ میں نے اسی وقت اپنی لیاقت کے موافق مصرع موزون کر کے پیش کر دیا تھا۔ اور وہ یہ ہے۔ ؎

پتا ارادے کا اُس گل کے ہاں نہیں ملتا
خموش پھولوں کا حسن بیاں نہیں ملتا

پسند آنا نہ آنا۔ ارباب نظر کے مذاق طبع پر موقوف ہے میں نہ دعویدار کمال سخنوری۔ نہ واقعی کوئی شاعر۔ صرف صحبت احباب تک میری تک بندی کی ہستی ہے۔

راسخ کو فوت ہوئے زمانہ گزر گیا۔ بیخود صاحب میرے بس کے نہیں کہ میرے کہنے سے مصرع کہدیں۔

میں آپ کی یادآوری کا ممنون ہوں کہ میری قابلیت آپکے حسن ظن کے نزدیک نظر امتیاز سے دیکھی گئی ورنہ من آنم کہ من دانم زیادہ زیادہ۔

ابو المعظم سراج الدین احمد خان سائل
۲۳۔ اگست سنہ ۱۹۲۴ء روز چہارشنبہ

---

(۵) جناب شاہ نظام الدین صاحب دلگیر اکبرآبادی کا گرامنامہ
جناب وصل بلگرامی کے نام

آگرہ۔ ۲۶۔ اگست سنہ ۱۹۲۴ء

مخدومی السلام علیکم۔ عنایت نامہ شرف صدور لایا۔ ممنون توجہات فرمایا۔ میں بیا رہوں اور دل و دماغ ٹھکانے نہیں تاہم فوری تعمیل ارشاد کرتا ہوں۔ خبر نہیں کہ ان مصرعوں میں کچھ معنی بھی ہیں یا نہیں۔ اور وزن بھی درست ہے آپ ان کو دیکھ لیجئے گا۔ یا حضرت ریاض کو دیکھنے کے لیے بھیجدیجئے گا۔ اگر کسی قابل ہوں تو شایع فرمایئے ورنہ قطعی نظر انداز کیجئے۔

(مصرعے آگے بہ ترتیب حروف تہجی نام کے ساتھ درج ہونگے ریاض)

---

(۶) جلیل القدر فصاحت جنگ جناب حافظ جلیل حسن صاحب جلیل مانکپوری جانشین جناب امیر مینائی مرحوم کا مجمتاشہ خاکسار ریاض کے نام۔

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر حنا کا نسخہ کسی دوسرے عطر ساز کو دستیاب ہو سکا

جناب مخدوم اخوان دام مجدکم - سلام مسنون - اخلاص مشحون والا نامہ پہونچا - دل سے شکر گزار ہون -

حسب ارشاد چند مصرعے مرسل خدمت ہین جو پسند ہون انکو رکھئے - باقی چھوڑ دیجئے -

اصل مصرع کی ردیف بیڈھب اس پر مصرع لگانا آسان نہین ہے - آپ کے مصرع پہ جی لوٹ گیا - مضمون کی ندرت - الفاظ کی دلکشی آپکا حصہ ہے ؎

سخن طرازی جودت تو سبکو ملتی ہے
مگر ریاض کا حسن بیان نہین ملتا

باقی اور سب مصرعے بھی اچھے ہین جناب فاخر کا (مراد از جناب مولانا مولوی شاہ محمد فاخر صاحب بیخود الہ آبادی) مصرع ردیف کی مناسبت سے فرد ہے -

مجی صفدر کے متعلق آپکے شکریہ کا شکریہ عرض ہے - لطیف میان تسلیم گزار ہین - اور سب اطفال آداب عرض کرتے ہین - والسلام

نیازمند جلیل حسن کان اللہ لہ

۵ - ذیقعدہ ۴۰ھ حیدرآباد دکن

---

(۷) جناب معشر لکھنوی کا کرمنامہ

جناب وصل بلگرامی کے نام

۴ - جولائی ۲۲ء مکرم بندہ زادلطفہٗ - تسلیم ۱۱ - جون کے کارڈ کا آج جواب لکھ رہا ہون - معاف فرمائیے گا - بہت دیر ہوئی مین نے سنا ہے کہ

خموش بلبلون کا حسن بیان نہین ملتا

یہ مصرع شاید حضرت ریاض دام مجدکم کا ہے جب اُن ایسے کہنہ مشق سے مصرع نہ ہوا - تو کسی سے نہ ہوگا - صاف صاف تو یہ ہے کہ مجھسے تو نہ ہوسکا - مصرع مذکور پر اگر مصرع ہوگا تو مصنف سے - مصرعے تو لگائے اور جب آپ کی فرمایش کے کچھ فکر بھی کی ہے - مگر اپنی طبیعت نے خود قبول نہ کیا - خیر یہ ایک مصرع حاضر ہے -

چمن مین غنچے جو چٹکے پکار اُٹھی بلبل
خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

مگر اتنا کیجئے گا کہ میرا مصرع شایع نہ کیجئے گا - مین نے صرف آپکی خوشی کردی (اب حضرت محشر نے اجازت شایع کرنے کی دیدی ہے - ریاض مین نے آپ کی خوشی کردی فقط نیازمند محشر عفی عنہ

اب ذیل مین وہ سب مصرعے درج کیے جاتے ہین جو مجھے یا جناب وصل کو موصول ہوئے (بحساب حرف تہجی تخلص) ملاحظہ ہون - ریاض

آرزو - جناب سید انور حسین صاحب لکھنوی جانشین جناب جلال مرحوم

سوائے غنچۂ منقار عن لبیب کہین
خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

اختر - جناب منشی لطیف احمد صاحب خلف حضرت امیر مینائی مرحوم

ملا ہے رنگ اثر کو نوائے بلبل کو
خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

نصیب صوت عنادل کسی کو ہو لیکن
خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

اختر - جناب نذر محمد خان خیر آبادی ؎

کھلے ہوئے گل اغم یہ شب کو کہتے ہین
خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

ابر - جناب منشی احمد علیصاحب قبلہ والی ارشد تلامذۂ جناب امیر مینائی مرحوم ؎

حسین تو ملتے ہین لطف بیان نہین ملتا
خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کی شہرت کا باعث صرف عطر حنا ہے

آسی - جناب مولوی عبدالباری صاحب شارح دیوان غالب وغیرہ

چٹک میں غنچوں کے اک بات ہو مگر آسی — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

احسان - جناب مولوی احسان اللہ خان صاحب بسر اعظم بہادر گرو فیلڈ گڑھ

ہزار رکھدے کلیجا نکال کر بلبل — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

بتوں کی چپ میں وہ اک بات لاکھ باتوں کی ہے — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

امین جناب امین سلونوی سب اڈیٹر رسالہ "منظر" لکھنو

ادا طرز تو ہے نغمہ ہزار رنگر
خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

آہ - جناب منشی ممتاز علی صاحب آرشد تلامذۂ جناب امیر مینائی مرحوم

از ریاست ڈونگر گڑھ

حسین ہے لطف زبان نہیں ملتا — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

ادریس - جناب ادریس احمد صاحب عباسی مینجر روزنامہ حقیقت لکھنو

ہزار سونگھے نسیم سحر گل عارض — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

ہزار دیکھے نسیم سحر فضائے چمن — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

اثر - جناب مولوی صدیق احمد صاحب فرزند ارجمند حضرت جلیل مانکپوری

ترانہ سنج تو ملتے ہیں اے صبا لیکن — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

زبان خار بھی حسرت سے سب کو تکتی ہے — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

انیس - جناب مولوی انیس احمد صاحب - خلف حضرت جلیل مانکپوری

کئی زبانیں جو سوسن کو مل گئیں تو کیا — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

کسی زبان کو، کسی نطق کو کہ لب کو — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

اصغر - جناب اصغر علی صاحب - خیر آبادی

کھلے ہوئے گل انجم بہ شب کو کہتے ہیں — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

اثیم - جناب منشی امیر احمد صاحب خلف اکبر جناب وسیم

زبان حال سے کہتی ہے روح چمن — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

بیخود - عالیجناب مولانا مولوی حکیم شاہ محمد فاخر صاحب الہ آبادی

زبان گنگ ہوئی بلبل طبیعت کی — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

نسیم ڈھونڈھتی ہو طائروں کے نغموں میں — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

جناب بارع

نگہ کو ملتا ہو لطف زبان نہیں ملتا — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

ہر ایک برگ زباں ہے یہ کیا کہا غافل — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

زبان بلبل ناشاد کی یہ شکوہ ہے — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

چٹک کے غنچے یہ بولے کہ کون کہتا ہے — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

تاب - جناب مولوی محمد مخدوم علی صاحب - سہروردی - وکیل

گلبرگہ شریف ریاست حیدرآباد دکن

زمانہ لاکھ کھائے زبان کے جوہر — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

دکھائے لاکھ زبان جوہر زبان دانی — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

ہزار بلبلیں رنگ بیان دکھائیں پر — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

طیور بزم گلستان میں چہچہائیں لاکھ — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

زبان حال سے یہ پتا پتا کہتا ہے — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

زبان حال سے ہر برگ باغ کہتا ہو — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

تری فصیح بیانی میں اے زبان آور — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

نشتر - جناب چودھری وزیر حسن صاحب سندیلوی ارشد تلامذۂ

حضرت آرزو لکھنوی

شگوفہ کاری قدرت کی شرح از زبان — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

نوٹ - نشانات ذیل تعلقات لفظی کی رعایت سے قائم کئے گئے ہیں ناچیز نشتر سندیلوی ۸ جون ۱۹۲۶ء

(سلہ یہاں سے جناب اثیم کے نام تک بے ترتیب سہواً درج ہو گیا)

کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کی ایک شاخ چاندنی چوک دہلی اور ایک شاخ گلزار حوض حیدرآباد دکن میں ہے۔

نشتر جناب بابو شیو ناتھ صاحب تلمیذ حضرت نیر رنگ کاکوروی
از جھالرا پاٹن راجپوتانہ

مزار پر کوئی غنچہ دہان نہیں ملتا — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا
بہار خندۂ گل میں ادا ملیگی یگر — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

ناطق ۔ جناب عبد الغفار خان صاحب قائم گنجوی

وہ کیا ہے جو کہ تہ آسمان نہیں ملتا — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا
ہزار دفتر تحصیل کے ورق لوٹے — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا
چٹک کے غنچے یہ کہتے ہیں باغ عالم میں — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا
زبان حال سے کہتی ہو بلبل نالاں — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا
دکھا کے عارض گلرنگ وہ یہ کہتے ہیں — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا
ترے حسن حسینوں کے دیکھے دنیا میں — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا
سرود نغمۂ پنہاں کی طرح اے ناطق — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

وزیر ۔ جناب شیخ وزیر علی صاحب لکھنوی تلمیذ ۔ جناب حکیم مرحوم
ابن جناب اسیر مغفور

زبان کا ایک کے منہ میں نشان نہیں ملتا — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا
ٹپک رہے ہیں ابھی غم میں اشک شبنم کے — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا
تلاش کرتی ہے بلبل ہزار گلشن میں — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا
چمن کی سیر سے کیا ہو تسلی غنچۂ دل — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

وزیر سر تا کے گلستان میں کیوں آ منھ بسل
خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

وسیم ۔ جناب سید محمد عسکری صاحب شاگرد رشید جناب امیر مینائی

بیان زبان سے کروں کیا مناظر قدرت
خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

جلیل ۔ جلیل القدر جناب حافظ جلیل حسن صاحب مانکپوری جانشین
حضرت امیر مینائی مرحوم

ہزار نغمۂ بلبل سنے کسی سے جلیل — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا
اگرچہ گرم زبان شمع ہے مگر اس میں — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا
اسی طلب میں ہے مرغان باغ کی فریاد — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا
زبان بھی ملتی ہے بلبل ہے ہمن بھی ملتا ہے — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

حیران ۔ عالیجناب شمس العلما مولانا سید امداد امام صاحب دیر عظیم آبادی

ہزار حیف کوئی نکتہ داں نہیں ملتا — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

حسرت ۔ جناب لوی عظمت علی صاحب لکھنوی شاگرد جناب تسلیم مرحوم لکھنوی

جنون شوق بتا کیا کروں میں ندر بہار — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

حشمت ۔ جناب حکیم حشمت علی صاحب از گولا ضلع کھیری

ہنسا کے غنچوں کو کہتی ہے باغباں سے صبا — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا
یہی خلش ہے دل عندلیب حشمت — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

حسرت ۔ عالیجناب کنور محمد اعتماد علی خان صاحب رئیس اعظم
سعد آباد ۔ تلمیذ حضرت داغ مرحوم

نسیم شوق پریشان ہے باغ دہر میں — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا
ازل سے دا ہے یونہیں گوش شاہدی — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

حامد ۔ جناب حامد علی خان صاحب الہ دسہ جی راے بریلی

ہوں طائران چمن گو ہزار نغمہ سرا — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا
یہ سوزبان سے کرتے ہیں حمد رب قدیر — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا
زبان حال سے کہتی ہو یہ بہار چمن — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

حافظ ۔ جناب حافظ خلیل الدین حسن صاحب بی اے آنریری مجسٹریٹ

ہزار بلبل گویا بیان حسن سنا ہے — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا
صفت بیان خموشی کی ہو نہیں سکتی — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا
بیان حسن خموشی میں ناطقہ ہے بند — خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

خاص کارخانۂ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا تیار کردہ نرمدہ تمباکو سیاہ دانہ دار طلب فرمایئے ۔

ترانہ بلبل شیدا کا دلفریب سہی — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
ہزار بات کا ناطق جواب اک چپ ہے — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
ملی زبان بھی بلبل کو خوش بیانی بھی — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
چٹک چٹک کے چمن مین کہتی ہین کلیان — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

دلگیر۔ جناب شاہ نظام الدین صاحب اکبرآبادی

ریاض کی سی شگفتہ زبان نہین ملتی — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
ہزار بار سنی نغمہ سنجی بلبل — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
مین اُس لطافت فطرت پہ مرمٹا دلگیر — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

خاکسار سید ریاض احمد ریاض

ہزار حسن سے لیتے ہین راز قدرت کے — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
یہ صوفیانہ تکلم انہین کا حصہ ہے — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

راز۔ جناب سید فیاض احمد صاحب برادر زادہ خاکسار ریاض

ہنسی کا غنچون کے چلتا تو ہے پتا لیکن — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

سائل۔ عالیجناب نواب سراج الدین احمد خان صاحب بہادر ہلوی

خویش حضرت داغ مرحوم

پتا ارادے کا اس گل کے ہان نہین ملتا — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

سعید۔ جناب سید سعید احمد صاحب برادر زادہ خاکسار ریاض

تلمیذ حضرت وسیم خیرآبادی

خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا — چمن مین کوئی مراہم زبان نہین ملتا
ٹپک رہا ہے چمن مین یہ شکل بلبل سے — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
جگر کے داغ جو دیکھے تو ہنسکے فرمایا — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
سبا کی چھیڑ ہے جو بلبلون سے کہتی ہے — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
یہ لب پہ مہر ہین کس کم سخن کی الفت مین — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

سعید کیا کہین تصویر یار کی صورت
خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

شہیر عالیجناب سید محمد نوح صاحب اسپشل مجسٹریٹ و رئیس مچھلی شہر ضلع جونپور شاگرد رشید حضرت داغ مرحوم

چمن مین بسکہ کوئی ہمزبان نہین ملتا — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
مزہ کلام کا اے باغبان نہین ملتا — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
طلسم باغ بہار چمن کھلے کیونکر — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
نصیب گوش عنادل نہین ہے صوت حزین — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
ترانہ سنج ہون مرغ چمن ہزار مگر — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
سکوت ہی مین ہر رنگ سخن غلطیہ — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
بتان غنچہ دہن کیون ہین لب بستہ — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
بتون مین بے دہنی ہے مگر یہ بات کہان — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
بغیر گوش حقیقت نیوش اے گلچین — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
لب و دہن ہی مگر گو مگو کا نقشہ ہے — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
کبھی کسی سے نہین کہتے اپنے دل کی شہیر — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

شوق جناب پنڈت جگموہن ناتھ رینہ صاحب پنشنر ڈپٹی کلکٹر

زبان دراز ہی سوسن کی کچھ نہین چلتی — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
یہ اُن کا راز خموشی بھی اک معمہ ہے — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
کوئی تو بات ہے ایسی کہ جب سے ہے یہ چپ — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
کسی نے اُن کو چمن مین بھی بولتے دیکھا — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
چمن مین کانون پہ سوسن بھی ہاتھ دھرتی ہے — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
تمام عمر یہ گلچین کو کہتے سنا — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
صبا سے پوچھو تو کیا اُسنے کہدیا اُن سے — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

صفدر۔ جناب صفدر مرزا پوری ارشد تلامذہ حضرت جلیل مانکپوری

چمن مین اسکا کوئی ہمزبان نہین ملتا — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
ہزار بلبل خوش لہجہ جان دے اپنی — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
نسیم صبح یہ چھیڑ اچھی بہت ہے ۔ مگر — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

تمام ماہران فن نے اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر عنا کو بہترین عطر مانا ہے

عظیم ۔ عالیجناب مولانا مولوی سید محمد سبحان اللہ صاحب رئیس اعظم گورکھپور دام اقبالہٗ

ہولاکھ طرح ترنم طراز باد بہار — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
ہزار طرز بیان ہو زبان بلبل مین — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
ہزار بلبل خوشگو زبان دراز کرے — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

عزیز ۔ جناب مرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی

زبان مین لاکھ ہین لطف زبان نہین ملتا — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

عشرت ۔ جناب خواجہ عبدالرؤف صاحب لکھنوی شاگرد حضرت شاد مرحوم پیر و میر

ہزار نالۂ دلدوز عندلیب کرے — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
اگرچہ شرح گلستان ہے اشک شبنم بھی — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

عارف ۔ جناب مولوی انعام اللہ خان صاحب شیفتہ مدرس مکتب شری لکھنؤ

چمن کی صبح مین اک بات ہی مگر پھر بھی — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

عتیق ۔ جناب انوار الدین صاحب تلمیذ حضرت جلیل مانکپوری

لب جراحت بلبل بھی اسکے قائل ہین — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
ہمارے داغ جگر کے سوا کسی مین بھی — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

فرید ۔ جناب فرید مانکپوری

صبا کے دوش پہ ہے بو نشان نہین ملتا — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
یہ کیا ہین کون ہین ۔ راز جان نہین ملتا — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
سراغ شعلۂ راز نہان نہین ملتا — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
فرید بوسۂ روے بتان نہین ملتا — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

قیصر ۔ جناب قیصر بھوپالی

ہر ایک پنکھڑی گو ترجمان نکہت ہے — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
نسیم صبح نے کی جستجو بہت لیکن — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
ہزار غنچے چٹکتے رہین مگر اُن سے — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

کلیم ۔ جناب مولوی عبدالرحیم صاحب لکھنوی (مرحوم)

یہ بات کیا ہو کوئی راز دان نہین ملتا — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
مجھے کسی کے دہن کا نشان نہین ملتا — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
سخن کا رنگ بزنگ بیان نہین ملتا — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
یہ ناز کی ہے کہ لطف زبان نہین ملتا — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
ان ایسا اور کوئی گلفشان نہین ملتا — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
چمن مین اس لیے بلبل کو ہے پریشانی — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
ہزار غنچہ چٹکتے رہین لہو کا رنگ — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
بجا ہے شور عنادل پہ گریہ شبنم — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
لکھین اگر تو قلمہاے باغ کو لکھین — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
صبا نے ہر ورق گل الٹ کے دیکھ لیا — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
کچھ ایسے بھولے ہین بلبل سبق گلستان کا — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
ہزار رنگ کی تا مین ہزار مضمون ۔ — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
چمن مین دیدۂ نرگس ہے ہر طرف نگران — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
یہ شاہدان چمن کی سخن شناسی ہے — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
چمن کی مدح مین سوسن زبان کیا کوے — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
چمن مین ہی پیر گل کا دعوی اور وعظ — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
سنا ہی باغ جہان مین کلیم کا بھی کلام — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

مضطر ۔ جناب مولوی کریم الدین صاحب نعمانی ردولوی

سکوت شرط ہے خالق جو دی ہزار زبان — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

محشر ۔ جناب مرزا کاظم حسین صاحب لکھنوی

چمن مین غنچے جو چٹکے پکار اٹھی بلبل — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

ناطق ۔ جناب ابوالعلا مولانا مولوی حکیم سید سعید احمد صاحب لکھنوی

زبان کیون نہ ہو شرمندہ داد رحمون سے — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
زبان حال سے کہتی ہے عندلیب مقال — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
سخن طرازی بلبل ہزار ہو لیکن — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنو کا ٹیلیفون نمبر ۱۳۹ ہے

تشنۂ اُلفت

(فسانہ)

بہ سلسلۂ تراجم جناب رفیعی اجمیری

(۱)

مس سوسن - (قہرناک نظرون سے) پناہ بخدا لوسی! تم نے یہ ملبوس کہان سے پایا؟ مین نے اپنی تمام عمر مین، ایسی ذلیل، غیر مہذب، کوئی چیز نہین دیکھی۔

لوسی - (سہم کر) پھوپھی، کیا یہ آپ کو پسند نہین؟ یہ موجودہ فیشن کے مطابق ہے۔

سوسن - (غصّہ سے) اور بھی بہت سی فضولیات داخل فیشن ہین لیکن میرا سوال ہے کہ یہ تمھارے پاس آیا کہان سے؟

لوسی - اپنے مکان کے پاس جو لڑکی رہتی ہے، اس سے مین نے سوٹ کیس کے بدلے مین لیا ہے۔

سوسن - بیوقوف! وہ سوٹ کیس اصلی چرم کا تھا۔!

لوسی - (حسرت ناک لہجہ مین) لیکن مین کبھی باہر نہین جاتی ہون اور مارنی کو اسکی چند سہیلیون نے ایک ہفتہ ساحل دریا پر تفریح و بازی مین گزارنے کے لیے مدعو کیا ہے۔

سوسن - (چیخ کر) وہ تمھین بھی بگاڑنا چاہتی ہے۔ مین بالکل نہین چاہتی کہ تم اس آزاد طبع لڑکی سے زیادہ تعلقات بڑھاؤ۔ سمجھ گئین؟ وہ تمھاری صحبت کے قابل نہین ہے۔

لوسی - مارنی، بہت اچھی لڑکی ہے۔

لوسی نے ایک خواہش محسوس کی کہ آج وہ دو برس کے جبر و ضبط کو ختم کردے لیکن وہ سمجھتی تھی کہ ایسا کرنا بے سود ہوگا۔ اسکے لیے قرین مصلحت یہی تھا کہ وہ ان سختیون کو جو اسپر کی جاتی تھین اور ان پابندیون کو جو اُسپر عائد تھین برداشت کرے اور رہے۔ جیسا کہ وہ اسوقت سے کرتی آئی تھی جب سے کہ اس کا پیارا نقاش باپ اس جہان فانی سے کوچ کر گیا اور اُسے مسرّت و محبت کی دنیا کو چھوڑ کر اپنی روز افزون حسن و جوانی کو تباہ کرنے کے لیے مس سوسن کے گھر مین پُر مشقّت اور پُر قیود زندگی بسر کرنے کے لیے آکر رہنا پڑا۔

سوسن - اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم مین اتنی بے غیرتی پیدا ہوگئی ہے کہ تم شہر مین اسطرح آوارہ گردی کی خواہشمند ہوگی تو یہ میرا فرض تھا کہ مین آج اتنے گھنٹون کے واسطے تمھین تنہا چھوڑ کر باہر جانے کا قصد نہ کرتی لیکن مجھے امید ہے کہ تم راہ راست پر آجاؤ گی، یہ مس سوسن نے اس مجروح کن لہجہ مین کہا جو عموماً لوسی کو خوفزدہ کر دیتا تھا۔

درحقیقت اس لڑکی مین فرمانبرداری اور تربیت پذیری کا کافی مادہ تھا، کیونکہ اسکے شیرین، بے غرض فطرت۔ ہر اس چیز سے متنفر تھی جسکا تعلق ہنگامۂ فساد سے ہو۔ لیکن اس کی موجودہ زندگی حد درجہ ناقابل برداشت اور غم انگیز تھی۔ اس نے تکالیف و غم کے دو طویل سال صرف ایک امید مبہم پر گزار دیے تھے۔ اس کا سن اسوقت اٹھارہ سال کا تھا، لیکن تاحال اسے یہ معلوم نہ ہوا تھا کہ اس کے مشہور نقاش باپ نے کوئی دولت اس کے لیے چھوڑی ہے!

اگر اس نے نہین چھوڑی تو پھر اس کی پھوپھی کسی مناسب ملازمت کی تلاش مین اس کی معاونت کرے گی۔ مگر جب کبھی اس کا تذکرہ مس سوسن سے ہوتا تو وہ کچھ سراسیمہ سی نظر آتی۔ وہ کہتی کہ

اگر آپکو طبی اصول سے بلا کسی مصر یا منشی اجزا کی آمیزش کے تیار کردہ تمباکوے خوردنی درکار ہے تو اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے طلب فرمائیے۔

"تم جیسی ناآزمودہ لڑکی کے لئے کوئی ملازمت ملجانا آسان نہین ہے، جسکو بے پرواہ تربیت نے خودسر بنا دیا ہے اور جو معاملات دنیا سے قطعاً بے خبر ہے - جب تم یہان آئین تو تمھاری حالت ایک دیوانی سے کم نہ تھی - الجھے ہوئے بال، میلے کپڑے اور بیہودہ حرکتین! کوئی نہ کہسکتا تھا کہ یہ اسکول کی تعلیم یافتہ شانزدہ سالہ لڑکی ہے" اور پھر وہ ان فوائد برکات کا اظہار کرتی جو لوسی کو وہان آنے سے حاصل ہوے تھے - وہ کہتی "تمھین شکر کرنا چاہیے کہ تمھارے ایک رشتہ دار ہے جو تمھین آداب و تہذیب سکھانے کی زحمت گوارا کرتی ہے اور جو تمھین ایک ناقابل بود و باش مقام سے ایسی معقول جگہ لے آئی جو شہر کے باعزت حصہ مین واقع ہے"

اور لوسی کا جذبۂ "شکر" رات کے وقت اپنے ایام تنہائی و بیکسی پر خاموش آنسوؤن کی صورت اختیار کرلیتا!

سوسن - جاؤ اور یہ مہیب لباس اوتارو - اور برائے خدا اب مجھے اسکے دیکھنے کا موقع نہ دینا - تمھارا بھورا گون ابھی خراب نہوا ہے"

مزید خفگی و ناراضگی سے مامون رہنے کے لیے، لوسی فوراً اپنے کمرہ مین آگئی اور ایک حسرتناک نظر آئینہ مین اپنے اوپر ڈالی "والد مجھے اس لباس مین دیکھکر پیار کرتے" اس نے آہ سرد کے ساتھ کہا۔

اور واقعی یہ شگفتہ رنگ و خوشنما لباس لوسی پر بیحد زیب دیتا تھا وہ مس سوسن کے حسب ہدایت، بال نہایت بدنما طریقہ پر پیچھے الٹ کر بنانے کے باوجود بہت حسین معلوم ہوتی تھی - اس کے چھوٹے چھوٹے کان بہت خوبصورت تھے جن کو بالون سے چھپانے کی ضرورت نہ تھی - اسکا رنگ سپید گلاب کے مانند تھا اور اس کے نازک ہونٹ ارغوانی - اس کی آنکھین حیرانی تھی -

یہ ایک لمحہ کے لیے تھا کہ اُسنے اپنے تازہ و پرشباب حسن کا عکس متالم نظرون سے آئینہ مین دیکھا - اور پھر اسنے "وجہ عتاب ناروا" گون کو اتار کر پھینکدیا اور وہی بھورا لباس پہن لیا -

لیکن یہ خیال اپنے دل سے وہ کسی طرح نکالنے مین کامیاب نہ ہوسکی کہ یہ لباس اسپر بہت ہی بھلا معلوم ہوتا تھا -!

وہ جانتی تھی کہ گلی مین لوگ اسکی طرف دیکھتے ہین اور بعض اوقات ان کا متبسم ہونا صرف اس بنا پر ہوتا ہے کہ وہ روش جدید سے اسقدر پیچھے ہے - اور ایک طوفان الم اسکے سینہ مین متلاطم ہوجاتا کہ کیون ماڈرنی کی طرح اسے ملبوسات کے باب مین اجازت انتخاب نہین؟ کیون نہین اسے رقص و سرود کی محافل اور تصاویر متحرکہ کے تماشہ مین جانے کی آزادی دیجاتی؟ لیکن سوسن تصاویر متحرکہ کے تماشہ کو ناپسند کرتی - وہ کہا کرتی تھی کہ یہ تماشے لوسی جیسی طبیعت کی لڑکی کے لیے سخت بُرا اثر رکھنے والے ہین" وہ مجھے بھی اپنی جیسی ایک سن رسیدہ عورت بنالینا چاہتی ہین" لوسی سوچا کرتی" میرے لیے سوائے اس کے کوئی بہتری کی صورت نہین کہ مین یہان سے نجات پاجاؤن - مجھے ضرور کوئی ملازمت تلاش کرنی چاہیے - مجھے یقینا یہان سے چلا جانا چاہیے اس سے قبل کہ امید و آرزو کا ہر ذرہ کچل دیا جائے"!

اور واقعتاً کوئی حیرت کی بات نہین، اگر لوسی کے خیالات یہ تھے کیونکہ مس سوسن کی سب ملنے والی عورتین، اسی کی طرح مسن اور غیر شادی شدہ تھین جو اکثر فضول باتین کرتین اور لوسی کی محبوبیت کو مشتبہ نظرون سے دیکھتین" غریب سوسن پر بڑی ذمہ داری ہے -

"وہ کہتین"، ایک نقاش کی بیٹی!" "گویا نقاش ہونا فجور پر آخری لفظ ہے"

اور لوسی جو طبعاً خاموش و کم سخن واقع ہوئی تھی، دیکھتی اور سمجھتی کہ یہ عورتین اس سے کسقدر متنفر ہین صرف اس بنا پر کہ وہ حسین ہے اور جوان ہے!

وہ ایک محبت پسند دل رکھتی تھی - لیکن تا حال کوئی حریف محبت اسے دستیاب نہین ہوا تھا - اور ہو بھی کسطرح سکتا تھا - کیونکہ نوجوانان جوار ہمیشہ مس سوسن سے خائف رہتے تھے کہ اگر انھون نے لوسی کے

عطر حنا جو اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے کارخانہ کا بنا ہوا ہے اسکا نسخہ ہی مختلف ہے

قریب بھی جانے کی کوشش کی تو مس سوسن انکے ساتھ بہت سختی سے پیش آئے گی۔

اور لوسی کا اندوہگین دل محبت کے لیے بیتاب تھا!

آج اسے ہمیشہ سے بھی زیادہ تنہا رہنا پڑیگا مس سوسن اپنی ایک لب گور دوست کو دیکھنے کے لیے طویل سفر پر جا رہی ہے۔ اس سے قبل وہ لوسی کو اکثر ساتھ لیجایا کرتی تھی۔ تاکہ اس کی چھتری یا کمبل لیچلے، یا آگے بڑھکر دروازہ کھولے، غرض اپنی معیت کسی طرح سودمند ثابت کرے۔ لیکن اس دفعہ لوسی کو گھر پر ہی رہنا ہوگا۔

سوسن (کپڑے پہنتے ہوئے) مین مناسب نہین سمجھتی کہ تمھین اتنی دور ساتھ لیجاؤن لہذا تم یہین رہو۔ میری غریب سہیلی مسز ہارڈین قریب المرگ ہے مین حتی الامکان جلد آنے کی کوشش کرونگی۔ لیکن وہ آخری گاڑی ہوگی تم گھبراؤگی نہین؟ مجھے یقین ہے۔

لوسی۔ نہین۔

لوسی نے ایسے اطمینان سے جواب دیا کہ مس سوسن نے اسے مشکوک نگاہون سے دیکھا "میری غیر موجودگی مین کہین مارنی کو نہ بلالینا اگر تمھارا دل گھبرائے تو مسز وِنچ کو پکار لینا (بوڑھی مسز وِنچ کی صحبت ایک اٹھارہ سال کی لڑکی کے لیے افسوسناک تھی)

لوسی۔ پھوپھی اگر آپ اجازت دے بھی دیتین تو بھی مین مارنی کو نہ بلا سکتی تھی کیونکہ سیمون کی طرح وہ بھی مجلس رقص مین جائیگی۔

سوسن۔ سیمون کی طرح! وہ سب کون ہین؟ مین نہین جا رہی ہون تم نہین جا رہی ہو مسز وِنچ نہین جا رہی ہین۔

لوسی (ٹھنڈی سانس لیکر) اور دوسرے بہت ہین!

آخر کار مس سوسن نے اپنی "آرائش" ختم کی اور ایک پرانا لبادا چڑے کا ہینڈ بیگ اٹھالیا "تم رات کو بیٹھکر میرا انتظار مت کرنا میرے پاس کنجی ہے۔ کمرۂ طعام مین روشنی جلتی رہنے دینا۔ بہت دھیمی کرکے مین نہین چاہتی کہ گیس فضول ضایع ہو۔ کیونکہ مین زر اندیز مین واپس آؤنگی

لوسی۔ کچھ کھانا بھی آپ کے لیے رکھون؟

سوسن۔ صرف قہوہ کا ڈبہ اور چند بسکٹ میز پر رکھدینا۔ مین خود آکر تیار کرلونگی۔

لوسی۔ بہتر ہے۔

سوسن۔ اچھی طرح سے یاد کرکے عقبی دروازہ بند کرنا اور تمام کھڑکیون کو بھی۔ میرا زیور سب یہین ہے۔ مین نے آج صرف سادہ سادہ چیزین پہنی ہین۔ رخصت۔

لوسی کو ایسا محسوس ہوا گویا اسکے سر پر سے ایک بار اُتر گیا اس نے اپنی نازک انگلیان اپنے نفیس بالون پر پھیرین اور انھین کانون پر سے ہٹایا۔ اس کے چہرے پر مسرت کھیل رہی تھی۔ دہان سے وہ مطبخ مین گئی اور گانے والی کیتلی پر متبسم ہوئی۔

لیکن یہ جذبۂ انبساط محض آنی تھا۔ وہ آگ کے پاس اپنی کہنیان زانوؤن پر اور رخسار ہاتھون پر رکھکر بیٹھ گئی "کاش کوئی مجھ سے محبت کرتا" اس نے سوچا "کاش مین ان سب کی طرح جو اس گھر مین آتی ہین، سن اور کاہل ہونے سے پہلے یہ جان سکون کہ محبت کیا چیز ہے؟ آہ! کاش قسمت مجھے ایک دن، ایک ساعت ایک لمحہ کے لیے موقع دے کہ مین کسی نوجوان سے ملون، اس سے گفتگو کرون، اسے اجازت دون کہ وہ میرا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لے۔"

ایک حسرت آمیز مختصر ہنسی کے ساتھ اس نے اپنے خیالات پر غور کیا" پھوپھی سوسن کیا کہین اگر انھین معلوم ہو جائے کہ باوجود ان کی تربیت کے مین ابتک اتنی انسان ہون کہ محبت کی خواہش کر رہی ہون"۔ لیکن اس نے سوچا کہ ایسے فضول خیالون مین وقت ضایع کرنا بے سود ہے۔ جب تک وہ اس چھت کے نیچے ہے محبت سے متعلق کوئی واقعہ پیش نہین آسکتا!

خاص کارخانۂ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا تیار کردہ زردہ تمباکو سیاہ دانہ دار طلب فرمایئے۔

دن ڈھلنا شروع ہوا' گھر بالکل سونا معلوم ہوتا تھا - کوئی کام بھی کرنے کو نہ تھا - چاے پینے کے بعد لوسی پائین باغ مین گئی' باڑھ کے اوپر چڑھی' اور قریب والے گھر کے غرفۂ مطبخ پر لکڑی سے آہستہ آہستہ کھٹکھٹایا - معاً ایک متبسم چہرہ' ہر چہار طرف حلقہ ہائے زلف سے آراستہ' نمودار ہوا -

"یہ تم ہو لوسی! اسپر سے کود آؤ - مین تمھین وہ پوشاک بتاؤن جو آج رات کو پہنکر جاؤ گی -

لوسی (کود کر) مارنی - اے کاش مین تمھارے ساتھ جا سکتی!

مارنی - تو پھر جا کیون نہین سکتین؟ مین نے تمھاری پھوپھی کو باہر جاتے ہوے دیکھا ہے -

لوسی - مگر مجھے گھر کی نگہداشت کے لئے چھوڑا گیا ہے -

اور مارنی کی کوئی کوشش' لوسی کو' چلنے پر' آمادہ کرنے کے لیے کامیاب نہ ہو سکی -

لوسی - انھون نے مجھپر اعتماد کیا ہے اور مین انھین فریب نہین دیسکتی

مارنی (ہنسکر) تم عجیب و غریب لڑکی ہو!

لوسی (دفعتہً) اوہو! مین نے عقبی دروازہ بند نہین کیا ہے - اور وہ بھاگی ہوئی آئی - لیکن ہر چیز اپنی حالت پر تھی - کوئی تبدیلی نہ ہوئی تھی شام ہوئی - لوسی نے چراغ روشن کیا - چونکہ اسے معلوم تھا کہ آج مارنی رقص مین جائے گی - اسلئے اور بھی تنہائی محسوس ہو رہی تھی واقعی گھر اسقدر سنسان اور خاموش ہو گیا تھا کہ لوسی نے قبل از وقت کھانے سے فراغت حاصل کر کے سونے کا ارادہ کر لیا -

لیکن پہلے اس نے مس سوسن کے قہوہ میز پر رکھا - پھر اسنے ایک جذبات خیز' پُر از تذکار محبت افسانہ پڑھا اور آخر کار سیڑھیون پر چڑھکر اپنے کمرہ مین پہونچی -

افسانہ جو اس نے پڑھا تھا' اس نے اسکے دل کی حرکت کو بے ترتیب کر دیا تھا - وہ اب ہمیشہ سے زیادہ اس پر صعوبت حالت سے نجات پا جانے کی خواہش محسوس کر رہی تھی - اور دنیا مین جانا چاہتی تھی - ہان دنیا مین - جہان محبت اسکا انتظار کر رہی ہوگی!

محبت! آہ! وہ محبت کی کسدرجہ آرزومند تھی - کوئی جو اسکی پرواہ کرے - کوئی جو ہمیشہ اسکی خطاؤن اور فروگزاشتون کی گرفت نہ کیا کرے' ہمیشہ طعن و ملامت ہی سے پیش نہ آئے - کوئی طاقتور اور بہادر - جو اپنے گرم حلقۂ آغوش مین اسے لیلے -

"میرے والد کو علم نہ تھا کہ پھوپھی سوسن جوانون سے کسقدر متنفر ہین" اسنے سوچا" اور یہ کہ وہ کسطرح مجھے بھی ان سے شناسائی کرنے سے مانع ہونگی - مگر - مگر کہتے ہین کہ محبت ہزار موانع مین بھی اپنا راستہ تلاش کر لیتی ہے!

اسکی آنکھین اشکبار ہو گئین - اور اسنے اپنے سپید بستر کے پاس دوزانو ہو کر' خلوص کے ساتھ دعا مانگی" مہربان خدا! مجھے کوئی محبت کرنے والا دے!

(۲)

دعا کے بعد لوسی اٹھی اور یکبارگی اسے کمرۂ ملاقات کی کھڑکیون کا خیال آیا - اسے یاد نہ آ سکا کہ آیا اس نے کھڑکیون کو بند کر دیا ہے یا نہین مس سوسن کی تاکید کے باوجود یہ غفلت نادرست تھی -

لوسی نے شمع اٹھائی اور دروازہ کھولکر نیچے اتری - ان مختلف اشیا کا عکس جنپر روشنی پڑ رہی تھی' دیوارون پر متحرک تھا اور اسے محسوس ہونے لگا کہ گویا تاریک اور خاموش روحین اس کا تعاقب کر رہی ہین -

کمرۂ ملاقات مین گھسنے پر اسے معلوم ہوا کہ وہ کھڑکیان بند کر چکی تھی - وہ اپنے کمرہ مین واپس جانا چاہتی تھی کہ اسنے سوچا کہ

کیا اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے آپ واقف ہین؟ جن کا کارخانہ ۱۸۳۹ء سے روز افزون ترقی کے ساتھ جاری ہے -

کھانے کے کمرہ کو بھی دیکھتی چلے۔ شگاف مین سے روشنی چمک رہی تھی اور مس سوسن کی ہدایت کے مطابق بتی بھی نیچی کرنی تھی۔

اس نے دروازہ کھولا اور کھولتے ہی اس کے قلب پر ایک دھچکا لگا ایک لمحہ کے لیے اسے خیال گزرا کہ وہ خواب دیکھ رہی ہے یا پھر اسکا منظر کوئی بھوت کوئی روح ہے۔

شمع پورے طور پر روشن تھی۔ اور آتش دان کے پاس ایک نوجوان کھڑا تھا۔ ایک قوی بازو قبول صورت نوجوان، نہایت نفیس پوشاک زیب تن کیے ہوئے۔ وہ اپنا سر جھکائے ہوئے سگریٹ جلانا چاہتا تھا۔

اور وہ نوجوان تھا، حسین تھا۔ لوسی کی اس تخیل سے کہ ایک نوجوان شخص کیسا ہونا چاہیے، بہت زیادہ خوبصورت، بہت زیادہ دلکش!!

ہان! اور وہ یہان تھا۔ اسکی پھوپھی کے گھر مین بالکل اس اطمینان و سکون کے ساتھ گویا یہ خود اس کا گھر ہے!

لوسی کے منہ سے ایک دبی ہوئی مرتعش چیخ نکلی۔

اس نے اوپر گردن اٹھائی اور معًا سگریٹ پھینک کر دونون ہاتھ پھیلا کر اسکی جانب بڑھا "اسقدر خائف نظر نہ آؤ۔ تم واقعۃً ڈر نہ گئی ہو"

اس کی آواز دلکش اور خوش آیند تھی۔ اور اس کے لہجہ مین ایک قسم کی دلچسپ شیرینی!

لوسی جھجک کر پیچھے ہٹی۔ وہ اب تک خوفزدہ تھی۔ کیونکہ اس شخص کا قیافہ اسے مافوق الانسان نظر آرہا تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ گویا وہ اسکی دعاؤن کے جواب مین بھیجا گیا ہے "اگر تم ایسی چیزون کے لیے دعا کرو جو بہت زیادہ دنیوی ہین تو اسکا جواب ملتا ہے مگر خدا کی طرف سے نہین بلکہ دوسری جگہ سے اور سزا کے طور پر!" یہ الفاظ جو اس نے اسکول مین پڑھے تھے، اس کے کانون مین گونج رہے تھے۔

یہ ایک ہیبت ناک خیال تھا۔ اسکی نیلگون آنکھین خوف سے دہندلی ہوگئین اور اس کے سرخ ہونٹ مرتعش و گنگ۔ وہ اپنے چیخنے کو بھر دیکھنا چاہتی تھی۔ کہ آیا وہ حاگ رہی ہے۔ یہ غیر معمولی حسین نوجوان، اپنی چمکدار سیاہ آنکھون، سفید دانت، اور طاقتور بازؤن کے ساتھ ممکن ہے خود اسی کے تخیلات کا زائیدہ ہو۔ یکسر وہم و سراسر خیال!!

ابھی وہ انھین خیالات مین غرق تھی کہ نوجوان آگے بڑھا اور اسے اپنی آغوش مین لیکر اپنے ہونٹ اسکے رخسارون پر لگا دیئے۔ بوسہ لے لیا۔

لوسی (پرغضب ہوکر) تم نے یہ جسارت کس طرح کی؟ تمھین کیونکر یہ جرأت ہوئی؟"

"تم یقینا ڈر نہ گئی ہو!" اجنبی نے کہا اور سوائے ہاتھون کے اسکو قید آغوش سے رہا کرکے، اس کے شرمگین، پرغضب، شیرین حیرت زدہ اور قریب گریہ چہرہ کو غور سے دیکھنے لگا "تم بھی کیسی ایکٹرس ہو، لیکن تمام عورتین ہی مجھ سے ایکٹرس ہوتی ہین!"

"تم یہان کیا کر رہی ہو؟" آخر کار لوسی نے استفسار کیا۔ اسکا خوف و خطر بہت کچھ زائل ہو چکا تھا، یہ دیکھکر کہ باوجود غیر معمولی حسین ہونے کے، وہ بہر حال گوشت و خون ہی ہے۔ لیکن اس کے ہاتھ ابھی تک اس کے گرم ہاتھون کے نیچے کانپ رہے تھے۔

اجنبی (مسکراکر) مین تم سے ملنے آیا ہون"!

اور اس کا تبسم دلکش تھا۔ شرارت مآب و طفلانہ!

لوسی کیا مارنی نے تمھین بھیجا ہے؟

اجنبی۔ مارنی کون؟

لوسی۔ میری سہیلی۔

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے کارخانہ کا انتظام ابتک اس فیملی کی زیر نگرانی ہے جو ۶۰ سال سے کام کر رہا ہے۔

اجنبی - اخاہ تمھاری کوئی سہیلی بھی ہے ؟

" تم یہان کیون آئے ؟" لوسی جتنا وقار اپنے مین پیدا کرسکتی تھی پیدا کرکے پوچھا -

اجنبی - تم میری موجودگی سے یقیناً ناخوش نہین ہو" اُس نے لوسی کی کمر مین ہاتھ ڈالدیا اور اسے کرسی تک لایا" اوٗ - یہ حیلہ کرنے کی کوشش نہ کرو کہ تم میرے آنے سے خائف ہوگئی ہو - یا متحیر ہی -

لوسی کا دم رُکنے لگا - وہ نہ جان سکتی تھی کہ اسے کیا کرنا چاہئیے وہ صرف یہ سوچ رہی تھی کہ یہ نوجوان اسکی دعاؤن کے جواب مین بھیجا گیا ہے تاکہ محبت کا ایک موقع اسے دیا جاے - اور اگر یہ بات صحیح تھی تو حد درجہ تعجب، بیحد حیرت کی بات ہے - ایسے واقعہ کا ظہور پزیر ہونا بالکل عقائد سابقہ کا ہمنوا تھا - لیکن وہ کھڑا ہوا تھا - طویل، توانا، اور تبسم کنان - حقیقت مین ؟ ہان حقیقت مین بلا کسی شک و شبہ کے !

کیسی جسارت کے ساتھ وہ پر راز طریقہ سے آیا اور اس یقین کے ساتھ گویا وہ اس کا خیر مقدم کرے گی - کسقدر جسارت کے ساتھ اس نے بوسہ لے لیا!

اس کے رخسار اب بھی اس بوسہ کی گرمی سے جل رہے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کے بوسہ کی علامت ہمیشہ اس کے کنارا چشم پر دکھائی دیتی رہیگی - جہان کشاکش و مزاحمت کے باعث اجنبی کے ہونٹ جم گئے تھے -

اجنبی - اتنی خشن نظر نہ آؤ - تم واقعی بد دماغ تو نہوئی ہو - تمنے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ ناراض نہ ہوگی -

لوسی - مین نے ایک لفظ بھی نہین کہا ہے -

لوسی نے پہلی مرتبہ اسکی آنکھون مین آنکھین ڈال کر دیکھا اونکی آنکھین ملین اور قائم رہگئین - اور کوئی چیز اُسکی آنکھون کے عمق مین تھی، جسنے لوسی کو اسپر اعتماد کرنے کے لیے امادہ کر دیا - ہان ان مین اعتماد سے زیادہ کچھ چیز تھی - وہ دفعۃً مطمئن ہوگئی - ایک لذیذ اشتعال اسکے تمام بدن پر طاری ہوگیا - ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسکے خوابہاے محبت سچے ہوگئے ہین - وہ اب زیادہ دیرتک اپنے چہرہ کو غضب آلود نہ رکھنا چاہتی تھی - نہ وہ یہ جاننا چاہتی تھی کہ وہ کیون آیا ہے، کب آیا، کسطرح آیا، یا کچھ اور - وہ چاہتی تھی کہ وہ یہان ٹہرا رہے، اسکے قریب کھڑا رہے، اپنی خوش آیند آواز مین گفتگو کرے، اسے چھیڑے محبت کی باتین کرے !

میرا یہ جاننے کا پہلا موقع ہے کہ محبت کیا چیز ہے" اسنے سوچا " اگر پہلے کبھی یہان ہوتین تو یہ ہرگز نہین آتا - اس سب معاملہ مین کوئی راز ہے - کوئی غلطی !"

لیکن اسکے ساتھ ہی ساتھ وہ یہ بھی نہ چاہتی تھی کہ اس نوجوان کو یہ محسوس ہو کہ وہ ایک عاشق کے لیے اسقدر بیتاب ہے، منتظر ہے - اس نے بہ ظاہر غصہ ہوکر پوچھا" مین فی الحقیقت یہ معلوم کرنا چاہتی ہون کہ تم یہان کس طرح آئے "

اجنبی - مین دروازہ کھلا پانے کا متوقع تھا -

لوسی - اور تم نے نہ پایا ہوگا -

اور پھر اسے خیال آیا کہ جب وہ مارنی کے پاس گئی تھی تو کس طرح دروازہ بھڑا دیکھے چھوڑ گئی تھی - غالباً یہ نوجوان جب وہ مارنی کے ہان تھی اسوقت آیا اور جب سے چھپا ہوا ہے - ممکن ہے یہ چور ہو - لیکن اسنے یہ خیال فوراً دور کر دیا - وہ نہ چور معلوم ہوتا تھا نہ اور کسی قسم کا بدقماش - اسکی آنکھین پر خلوص مردانگی کا آئینہ تھین - مخلوط بہ شرارت !

تاہم اسکی ان تمام خوش طبیعتون کی تہ مین وہ ایک گہری

زردہ تمباکو پتی کا نہایت خوشبودار اور ورق والا اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے طلب فرمایئے .

کی جھلک معلوم کر رہی تھی - ایسا ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اس گھر مین کسی خاص غرض سے آیا ہے - اسکی آنکھین کمرے کے چارون طرف گھوم رہی تھین، گویا کسی شے مطلوب کی متلاشی ہین -

اجنبی - تم بہت حسین ہو - اس سے بہت زیادہ جتنا مین خیال کرتا تھا -

لوسی - تم خیال ہی کسطرح کر سکتی تھی -

اجنبی (مسکراکر) غالبًا میرے بھی دماغ ہے -

لوسی - میرا یہ مدعا نہین ہے - میرا یہ مطلب ہے کہ تم جان ہی نہین سکتے تھے -

اجنبی - "تم بہت کم سن ہو" اسکی آواز مین شائبۂ ملال تھا" اس سے بہت زیادہ مین سمجھتا تھا -

لوسی - میرا خیال ہے کہ تم محفل رقص مین سے سیدھے یہان آرہے ہو کیا کسی نے تم سے کہا کہ مین تنہا ہون ؟" اور پھر اُسنے اپنے ہونٹ چاب لیے کیونکہ اس نے خود اعتراف واقعہ کر لیا -

اجنبی - مجھے امید تھی کہ تم تنہا ہو گی -"

اجنبی نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیکر، اسکی انگلیون کو غور سے دیکھا، اور پھر سر جھکاکر انھین چوم لیا -

"یہ نہ کرو" لوسی کی آنکھین اشک آلود ہوگئین" تمھین یہہ نہ کرنا چاہیے -

اجنبی - تم مجھے شب گرد سمجھتی ہو" اس نے لوسی کے ہاتھ یکبارگی چھوڑ دیے -

لوسی - (جلدی سے) نہین - نہین !

اجنبی (پھر پاس آکر اور اس کے قریب بیٹھکر) لیکن درحقیقت مین ہون - بعض اوقات، ایک آدمی کو وہ ہونا پڑتا ہے، جو وہ ہونا نہ چاہے - تمھین معلوم ہے، پیاری، تم مجھ پر جادو کیے دے رہی ہو

لوسی نے اپنے منفعل رخسار چھپانے کے لئے سر نیچا کر لیا - اسکا دل دھڑک رہا تھا - یہ سوچکر کہ یہین اس اجنبی کے اوپر، جو اتنا حسین ہے، اور نا معلوم طریقہ سے یہان آیا ہے، جادو کر دینے کی اہلیت ہے -

اجنبی - وہ تمھارے جیسی عورتین ہوتی ہین جنکو دیکھکر ایک آدمی اپنے فرائض بھول جاتا ہے - پس پشت ڈالدیتا ہے - تم یہ کنیزان کلیسا کی طرح سادہ لباس کیون پہنے ہوئے ہو ؟ اس نے تقریبًا وحشیانہ انداز مین پوچھا "کیون نہین تم نے زرین، خوشرنگ، پوشاک پہنی ؟

لوسی - کیونکہ میرے پاس صرف ایک ہی ملبوس شام ہے، جو کمرہ مین بند ہے -

"ایکٹرس ! ؟" اجنبی کا منھ سکڑا - اور اسکی تعجب آمیز تھکی ہوئی نظرین لوسی کے چہرہ پر گڑ گئین -

لوسی - اب تم اپنے متعلق مجھ سے سب کہو"

نوجوان نے اپنا ہاتھ لوسی کی کرسی پر رکھا اور وہان سے اس کے کندھے پر" تم کانپ کیون رہی ہو ؟ تم مجھ سے خوفزدہ تو نہین ہو ؟

لوسی - نہین اگرچہ اسکی کوئی وجہ نہین کہ مجھے تم سے کیونہ ڈرنا چاہیے - تمھارا کوئی کام یہان نہین - تم کس طرح گھر مین داخل ہوئے اور میرا خیال ہے کہ جب تم تھک جاؤگے تو پھر رخصت ہو جاؤگے"

اجنبی اسکے بالون سے کھیلنے لگا -

لوسی (ہٹ کر) مت کرو -

تاہم وہ اپنے دل مین ناخوش نہ تھی - وہ لمحہ بہ لمحہ اسکی طرف زیادہ کھنچتی جا رہی تھی - اسکی محبت مین مبتلا ہوتی جا رہی تھی

اجنبی - تم بہت ہی ذکی الحس ہو - دیکھو -

لوسی نے اسکی جیب مین لوہے کی جھنجھناہٹ سنی اور منھ

قوام تمباکو خوشبودار ورق والا اور بلا ورق کارخانۂ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے منگائیے

پھر کر ادھر دیکھا۔

لوسی۔ تعجب سے یہ کیا چیز ہے

اجنبی۔ کچھ چیز ہے جو مجھے اپنی جیب مین ملی۔

لوسی۔ عجیب مضحک بات ہے۔ کیا تم نے کپڑے مستعار لیے ہین۔

اجنبی (اپنی جیب مین سے کچھ چیز نکالکر میز پر رکھی) ہان!

اس نے پھر اس کے ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیے اور محبت سے دیکھنے لگا "تم یہ چوڑیان پہننا کیسے پسند کروگی؟

لوسی (خوف سے) یہ تو ہتکڑیان ہین

اجنبی۔ ہان۔ مگر تم انھین پہننا نہین چاہتین۔

لوسی "سننا"! لوسی کو کسی کے قدمون کی چاپ معلوم ہوئی اور اسنے اپنی آواز کو سرگوشی مین بدل کر کہا "کوئی اور بھی گھر مین ہے۔ کیا کوئی تمھارے ساتھ آیا ہے؟

لوسی نے اپنا سوال ختم ہی کیا تھا کہ دروازہ زور کے ساتھ کھلا اور ایک مکروہ صورت شخص، پستول کی نالی، لوسی اور نوجوان کی طرف تان کر" دہلیز پر کھڑا ہوگیا۔

(۳)

لوسی نے ایک چیخ ماری اور دوڑ کر اجنبی کی پشت پر چلی گئی۔ چور نے، پستول کو نہایت احتیاط کے ساتھ اجنبی کی طرف رکھتے ہوئے دروازہ کی جانب پچھلے پاؤن ہٹنا شروع کیا "مین تمھین کوئی تکلیف نہین پہونچانی چاہتا" میرے عزیز" اس نے شراب سے بھرائی ہوئی آواز مین کہا "لیکن اگر تمنے حرکت کرنے کا ارادہ کیا تو مین لبلبی دبا دون گا"

اجنبی نے کوئی جواب نہین دیا۔ وہ اسقدر خاموش و ساکت تھا کہ لوسی ایک لمحہ کے لیے سمجھی کہ وہ ڈر گیا۔ لیکن اجنبی۔ جیسے انداز و خصائل کے آدمی پر یہ شبہ کرنا کہ وہ ایک سیہ کار مجرم سے خوف کھا گیا، بعید از عقل معلوم ہوتا تھا

یہ صرف ایک لمحہ کے لیے تھا کہ اسنے اپنے پر راز ملاقاتی پر شک کیا۔ بدمعاش بڑے کمرہ مین واپس ہو رہا تھا جہان اس نے اپنا نیم پر شدہ تھیلا چھوڑا تھا۔ جیسے ہی وہ اسے اٹھانے کیلئے جھکا، اجنبی، جس نے ایک منٹ کے لیے بھی پستول کی نالی پر سے نظر نہ اٹھائی تھی نہایت سرعت کے ساتھ بدمعاش پر دوڑا اور لپک کر اسکی کلائی مضبوطی سے پکڑ لی۔

دونون آپس مین گتھ گئے لوسی خوف کے مارے آواز بھی نہ نکال سکتی تھی۔ وہ اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ سینہ پر رکھے ہوئے اس ہولناک منظر کو دیکھ رہی تھی۔ وہ دعا کر رہی تھی۔ صمیم قلب کے ساتھ دعا مانگ رہی تھی کہ اجنبی مار نہ ڈالا جائے۔ اور یہی وہ لمحہ تھا جب اس نے جان لیا کہ وہ اسے چاہتی ہے۔ ہان یہ وہ کرب آخرین لمحہ تھا جب اسے محسوس ہونے لگا کہ جیسے وہ اجنبی کو ہمیشہ سے جانتی تھی۔ اور وہ واقعی اسکا عاشق تھا۔ اور اگر کوئی حادثہ اسپر گزرا تو پھر وہ زندہ رہنا نہ چاہے گی۔

ان دونون کی آویزش دیکھنا، بجاے خود خوفناک تھا دونون طاقتور تھے۔ لیکن چور نے ابھی تک اپنے ہاتھ سے پستول نہین چھوڑی تھی۔

لوسی نے اپنی سانس روک لی۔ بیم و رجا کی یہ کیفیت تھی کہ اُسے اپنے قلب کی ہر ضرب چاقو کا ایک زخم معلوم ہوتی تھی۔ اسنے اپنی تمام عمر مین بھری ہوئی پستول اپنے سے اتنی قریب نہ دیکھی تھی اسے یقین تھا کہ بہت جلد پستول چھوٹنے والی ہے۔ وہ صحیح تھی۔ دوسرے لمحہ مین پستول چھوٹی، شیشہ ٹوٹنے کی آواز آئی اور دونون آدمی ایک دوسرے سے لپٹے ہوے فرش پر پڑے تھے "خدایا" لوسی نے کانپتے ہوے کہا "کیا یہ دونون مر گئے"

گولی تمباکو ورق دار طلائی اور نقرئی جو کارخانہ اصغر علی محمد عسلے تاجر عطر لکھنؤ کی ہوئی ہین ایک بار منگا کر آزمایش کیجئے۔

اور تھوڑی دیر کے لیے وہ برق زدہ سی ہوکر رہگئی - کسقدر خوفناک صورت حالات تھی - تنہا اور دو قاطبۃً اجنبی آدمی اس کے پاؤن کے پاس مرے پڑے ہوئے !

لوسی نے سوچا " جب پولیس آئیگی تو مین کسطرح بیان کرسکتی ہون - اگر صحیح صحیح واقعہ بیان کرون تو کیا کوئی آدمی بھی میری بات کا یقین کرے گا "

وہ ابھی اسی انتظار مین تھی کہ ہمسایون مین سے کوئی پستول کی آواز سنکر آئیگا کہ اتنے مین دونون مین سے ایک نے حرکت کی - یہ چور تھا - وہ کھڑا ہوا - اسکی ڈراونی صورت سے لوسی لرزہ براندام ہوگئی - اس نے کھڑے ہوکر اجنبی کی طرف دیکھا اور مسکرایا -

اگر اتنا مہیب خم لب اور دانتون کی پیلی نمایش مسکراہٹ کہی جاسکتی ہے تو ! پھر اجنبی کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے نفرت سے کہا " اپنے نفیس کپڑے خراب کیے - اور پھر اس نے چرائے ہوئے مال کو اٹھایا - لیکن ابھی وہ زیادہ دور چلنے نہ پایا تھا کہ اجنبی پھر اٹھا اور اسکے ہاتھ مین پستول تھی - چور کے لیے اتنا کافی تھا - اب اس مین زیادہ قوت اندفاع نہ تھی - اسنے تھیلا پھینکا اور بھاگ گیا -

اجنبی نے تعاقب کا ارادہ کیا - لیکن لڑکھڑاکر گر پڑا - بیہوش ہوگیا اسوقت لوسی نے دیکھا کہ وہ مجروح ہوگیا تھا -

لوسی نے فوری تدابیر کی ضرورت محسوس کی - اس نے ایک عقوی دوا الماری مین سے نکالی اور ایک منٹ مین اجنبی اس قابل ہوگیا کہ وہ اسے سہارا دیکر پھر کمرۂ طعام مین لے آئی -

دوسرا کام لوسی نے یہ کیا کہ ایک گرم پانی کا پیالہ اور پٹیان لائی اجنبی کی آستین اولٹ کر اس نے زخمی بازو کو برہنہ کیا - اسکے گرم عروق کا لمس اپنی انگلیون کے نیچے محسوس کرکے، اس کے بدن مین ایک سنسناہٹ دوڑ رہی تھی نہایت احتیاط و نظافت سے اس نے زخم دھویا اور اسپر پٹی باندھی - اسکی آسمانی آنکھون مین آنسو تھے - اس نے کہا " تمھیں ڈاکٹر کے پاس جانا چاہیے، کیونکہ گولی بازو مین موجود ہوگی اور اسے نکلوانا چاہیے "

اجنبی - نہین گولی تو کاندھے پر لگی ہے میرے بازو پر سے چھلتی ہوگئی -

وہ لوسی کی تیمارداری کو تعجب آمیز ملائم آنکھون اور محبت بھری دلچسپی و حیرت سے دیکھ رہا تھا -

" تم کون ہو " لوسی نے پوچھا کیونکہ اس نے محسوس کیا کہ وقت آگیا ہے کہ اس کے آنے کا مقصد معلوم کیا جائے - ان تمام فضولیات کو پس پشت ڈالکر خواہ وہ کتنی ہی دل خوش کن کیون نہ ہون، واقعہ کا مقابلہ کرنا چاہیے - اس نے اسکی چوری کا سامان لوٹ لیے جانے سے بچایا ہے اور صرف اس باب مین - اسکی موجودگی سودمند ثابت ہوئی ہے لیکن اپنے دل مین لوسی سمجھ رہی تھی کہ اس نے اور بھی بہت کچھ کیا ہے اسنے اسکی فطرت کی حقیقی خواہشات سے اسے واقف کردیا ہے - پہلے سے زیادہ اب وہ آرزومند محبت تھی اس نے اسے پیار کیا ہے اور اس بوسہ نے اسے ایک عجیب لذت بخش بےچینی مین مبتلا کردیا ہے آہ ! اسنے اپنی ویرانی حیات مین ایک ساعت محبت پالی اور اب وہ یک عمر محبت کی طلبگار تھی -

لوسی نے پھر ملائمت سے پوچھا " تم کون ہو ؟ "

اجنبی - کیملی ! یہ ظاہر کرنے کی کوشش نہ کرو کہ تم مجھے نہین جانتی ہو!

لوسی - (چونک کر) کیملی !!!

اچھا، تو پھر یہ کسی اور کے دھوکے مین لوسی کے پاس آگیا ہے

لوسی - (سنجیدگی سے) مین کیملی نہین ہون -

اجنبی - خدا کا شکر ہے - !

وہ متبسم ہوا اور اس کے تبسم اور آنکھون مین ایک نئی قسم کا خلوص تھا - لیکن لوسی جانتی تھی کہ اسے تکلیف ہے - اسکا منھ

کارخانہ صفر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے نو ایجاد قرص تمباکوے خوردنی کی قیمت فی شیشی صرف ۸ علاوہ محصول ہے

پیلا ہو رہا تھا - اسے اندیشہ پیدا ہوا کہ شائد وہ پھر بیہوش ہو جائیگا

اجنبی - کیا تم نے پولیس کو ٹیلیفون کیا ؟

لوسی - نہین ہمارے گھر مین ٹیلیفون نہین ہے - میری پھوپھی ان جدید چیزون کو پسند نہین کرتی ہین !

اس نے لوسی کے ہاتھ پکڑ کر چومے اور پوچھا " تم نے اتنی زحمت میرے لیے کیون گوارا کی ؟ "

لوسی - مین .... مین - ایک کتے کے واسطے بھی ایسا ہی کرتی " اس کے تبسم شیرین اور ضمیر ریزی چشم نے ان الفاظ کی سمیت کو زائل کر دیا -

اجنبی (سر جھکا کر) غالبًا میری موجودگی ناپسند کی جا رہی ہے - کیا میرا طرز عمل غیر شریفانہ رہا ہے ؟

لوسی (بات کا پہلو بدل کر) تم بہت بُری طرح زخمی ہوے ہو - کیا ڈاکٹر کو بلا لاؤن -

اجنبی - نہین، نہین چاہتا کہ کوئی مجھے یہان دیکھے - وہ نہ سمجھ سکینگے اور .... اور ..... مین کہتا ہون وہ دوا جو تم نے مجھے دی تھی بہت اچھی تھی

لوسی - کیا واقعی ؟ مجھے معلوم نہین - مین یہ اپنے والد کو دیا کرتی تھی (آہ سرد بھر کر) مدت گزری -

اجنبی - یہ نوم آور بھی معلوم ہوتی ہے - اگر مین چند منٹ آنکھین بند کر لون تو تم معاف کروگی ؟ میری حالت بہت کچھ بہتر ہو جائیگی -

یہ کہتے کہتے وہ سو گیا -

لوسی نے جلدی سے ایک تکیہ لا کر اسکے سر کے نیچے رکھدیا - پھر آہستہ آہستہ پنجون کے بل چلکر اس نے تمام چیزون کو اٹھا کر اپنی جگہ رکھا مس سوسن کی تنبیہ تاکید کی وجہ سے یہ صفائی کی عادت اُس کی طبیعت ثانیہ ہو گئی تھی -

وہ کام کرتی جاتی تھی اور سوچتی جاتی تھی کہ " بہت جلد پھوپھی سوسن مجھے اپنا جیسا بنا لینگی - ایک گوشہ نشین، محروم راحت بڑھیا ! مگر نہین، اب محروم راحت نہین - کیونکہ اس پُر لطف ساعت کی، اس ساعت محبت کی یاد " دل مین ہمیشہ تازہ رہیگی -

وہ اجنبی کے پاس جا کر کھڑی ہوئی - اور اب جبکہ اسکی آنکھین بند تھین اسنے بیخودی سے ایک طویل نظر اسپر ڈالی - اور یہ نگاہ جذبات سے معرا نہین تھی - اس نے اس کے ہونٹون کا لمس اپنے رخسار پر یاد کیا اور اسکا دل وحشیانہ طور پر دھڑکنے لگا - اسکی آنکھین چہرہ پر سے ہٹ کر اسکے قوی بازون پر پڑین اور ایک ارتعاش لطیف اس کی رگون پر طاری ہو گیا - " پیارے، طاقتور ہاتھ " اس نے سوچا " کس طرح یہ لڑے اور فتح پائی - یہ اگر میری حفاظت کے لیے یہان نہ ہوتے تو مین کیا کرتی ؟ وہ سو رہا تھا، اس لیے لوسی نے شمع دھیمی کی اور آہستہ آہستہ کمرہ کے باہر نکل آئی - اسے تعجب تھا کہ اتنی دیر گزر گئی اور ہمسایون مین سے کوئی پوچھنے نہ آیا - پھر اسے خیال آگیا کہ سب رقص دیکھنے گئے ہوئے ہین - اسنے سوچا کہ " ممکن ہے چور کو اسی وجہ سے آنے کی ہمت ہوئی - یا پھر ایسا ہوگا کہ جب مین مارتی کے ہان تھی اوسوقت وہ گھس آیا اور چھپا بیٹھا رہا - " وہ اس خیال پر کانپ اٹھی کہ اتنی دیر تک وہ ایک چور کے ساتھ مکان مین رہی - " مین اب کبھی پھوپھی سوسن کو مجھے اکیلا چھوڑ کر نہ جانے دونگی - لوسی نے چور کے تھیلے مین جو اشیا تھین وہ دیکھین - اسنے ابھی کچھ زیادہ نہ چرایا تھا، کیونکہ تھیلے مین مس سوسن کے چند استعمالی ظروف کے سوا اور کچھ نہ تھا لوسی نے برتن نکال کر جگہ پر رکھے اور الماری مین سے ایک شیشہ نکالکر ٹوٹے ہوئے

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا تیار کردہ " بانو ہیر آئل " استعمال کیجئے قیمت فی شیشی دو روپیہ و ایک روپیہ

شیشہ کی جگہ لگایا۔ اور جب وہ یہ سب کر چکی تو کوئی نہ کہہ سکتا تھا کہ وہاں کوئی حادثہ گزرا ہے" مین کبھی پھوپھی سے اس واقعہ کا تذکرہ نہ کرونگی کیونکہ اگر مین نے چور کا حال بیان کیا تو اجنبی کا بھی ذکر کرنا پڑیگا۔ اور وہ کبھی یقین نہ کرینگی کہ اس کا آنا اتفاقیہ تھا۔ لیکن کیا وہ حقیقۃً اتفاقیہ طور پر یہان آگیا ہے؟ یہ مجھے خود بھی نہین معلوم! مین نہ بتا سکونگی کیونکہ مین نہین جانتی کہ کیا کہنا چاہیے اور پھوپھی سوسن میری جانب سے مشکوک ہو جائینگی۔ وہ سمجھینگی کہ مین انھین دھوکا دے رہی ہون وہ مجھے کبھی نہین سمجھینگی میرے اور ان کے خیالات بالکل متبائن ہین۔ آہ! کاش میری مان زندہ ہوتین، یا میرے والد ہی نہ مرتے وہ اس حادثہ سے مین کسقدر دلچسپی لیتے۔ اور ہم سب کسطرح پیار سے اجنبی پر ہنستے۔ لیکن پھوپھی....."

اسکے خیالات کی رو دفعۃً رک گئی۔ اسے کنجی تالے مین پھرنے کی آواز آرہی تھی۔ اسکی نظر گھنٹہ پر پڑی۔ دس بجنے والے تھے۔ مس سوسن نے، ایسا معلوم ہوتا ہے، پہلی ٹرین پکڑی۔

لوسی کا دل دھڑکنے لگا "کیسی خوفناک بات ہے، اگر پھوپھی کمرۂ طعام مین گئین اور وہان اجنبی کو اپنی کرسی پر سوتا پایا"

"اف! مین کیا کرون؟" اسنے بدحواسانہ طور پر سوچا "مین انھین وہان جانے سے کیسے روک سکتی ہون؟"

وہ دوڑی ہوئی بڑے کمرہ مین آئی مس سوسن چٹائی پر کھڑی ہوئی جوتا جھاڑ رہی تھی۔

سوسن۔ مین نے کہا تھا کہ میرا انتظار مت کرنا۔ کیون تم نے تعمیل نہین کی؟

لوسی اسقدر سراسیمہ تھی کہ اپنی پھوپھی کو جواب تک نہ دے سکی۔ وہ اپنی پشت کمرۂ طعام کی طرف کیے ہوئے کہ کس تدبیر سے مس سوسن کو کمرۂ طعام مین جانے سے باز رکھے۔ دفعۃً اسکے دل مین خیال گزرا کہ مین جو کچھ سب گزرا ہے خواب تو نہین ہے۔ اور وہ ابھی بیدار ہوئی ہے۔ ممکن ہے مس سوسن کے ساتھ کمرۂ طعام مین جانے پر وہ سب کچھ حسب دستور پائے۔ لیکن سامنے والے دروازہ کا سفید شیشہ جو بجائے پیلے کے لگایا گیا تھا۔ صحت واقعہ کا شاہد تھا۔

لوسی (خشک حلق سے) مطبخ مین کیتلی گرم ہو رہی ہے۔

سوسن۔ اچھا تو تم اسے کمرۂ طعام مین لے آؤ۔

لوسی۔ وہان آتش دان مین آگ سرد ہو گئی ہے۔

سوسن۔ کوئی حرج نہین۔ مجھے زیادہ سردی نہین لگ رہی ہے صرف ایک قہوہ کا پیالہ پیونگی" اور قہوہ کا بکس کمرۂ طعام والی میز پر تھا۔

لوسی (ڈوبتے ہوئے دل کے ساتھ) کیا آپ چائے کو ترجیح نہ دینگی؟

سوسن۔ یہان کیا کھڑی کھڑی باتین بنا رہی ہو۔ جاؤ کیتلی اور میری سلیپر لاؤ"

اب کوئی تدبیر کارگر نہین ہو سکتی تھی مس سوسن کمرۂ طعام مین جانے کے لیے تلی ہوئی تھی!

لوسی نے دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اپنے تئین آنے والے منظر کے لیے تیار کیا۔ دل کو زراقوی کیا اور مس سوسن کے سنبھالنے کے لیے سامنے سے ہٹ گئی۔

سوسن۔ میرے کہنے کے باوجود تم نے بتی نیچی نہین کی۔

لوسی۔ ابھی..... ابھی..... مین سونے کے لیے نہین گئی تھی۔ وقت بھی تو زیادہ نہین ہوا ہے۔

چراغ پوری روشنی کے ساتھ جل رہا تھا اور لوسی نے اپنی

کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کی ایک شاخ چاندنی چوک دہلی، اور ایک شاخ گلزار حیدرآباد دکن میں ہے

سانس روک لی - وہ اس غصہ اور تعجب کی چیخ سننے کے واسطے، جو اجینی کو دیکھ کر، مس سوسن کے منہ سے نکلیگی، بالکل تیار ہوگئی۔

لیکن کوئی آواز نہ آئی ..... !

سوسن (کمرہ مین سے) تم نے ذرا آگ کو ابھار دیا ہوتا - اگر تھوڑی دیر مین اور نہ آتی تو آگ بالکل ٹھنڈی ہو جاتی اور میرے خیر مقدم کیلئے صرف سرد آتش دان رہجاتا -

لوسی - مین معذرت خواہ ہون -

اب اسنے کمرہ مین گھسنے کی جسارت کی -

اجینی وہان موجود نہ تھا - !

لوسی نے اپنی آنکھین ملین - کرسی خالی پڑی تھی اجینی کا کوئی پتہ نہ تھا وہ اسطرح غائب ہوگیا جیسے کوئی آسیب !

اس رات لوسی کی آنکھون مین نیند نہ تھی - وہ اپنی خوشگوار دنیاے تخیل مین پر راز ملاقاتی کے ساتھ بسر کر رہی تھی - چور کا آنا، اجینی کا لڑنا اور پھر اپنی تیمار داری، ایک ایک کرکے اسے یہ سب واقعات یاد آرہے تھے - اور سب کے بعد اسکا اس طریق سے غائب ہوجانا! اسکو ایک خوفناک اندیشہ نے گھیر لیا کہ کہین وہ یہان سے جاکر مرنہ جائے زخم فی الجملہ شدید تھا -

اسکا دل کانپنے لگا اور اسکی آنکھون مین آنسو بھر آئے "یہ قدرت کا سخت ظلم ہوگا، اگر ایسا حادثہ ظہور پزیر ہوگیا - مین پھر کبھی بھی مسرور نہ ہونگی" اسنے سوچا -

اور آخر کار جب وہ سوگئی تو اجینی خواب مین بھی اسکے ساتھ تھا! صبح کے وقت اس گھنٹے کی آواز نے جو مس سوسن، لوسی کو بلانے کیلئے بجاتی تھی، اسے بیدار کردیا - یہ مس سوسن کی عادت تھی کہ صبح کو اگرچہ وہ خود لوسی سے بہت پہلے اور بہت اچھی طرح جاگ جاتی تھی لیکن چاہے لوسی سے بستر ہی پر منگا کر پیتی تھی - وہ کہا کرتی تھی کہ جوانوں کو اسی لیے ہین کہ وہ بوڑھون کی خدمت کرین اور جب خود ضعیف ہوجائین تو جوانون سے خدمت کے متوقع ہون -

لوسی نے جلدی جلدی کپڑے بدلے اور نیچے اوتری - وہ باوجود اس کے کہ رات کو بیچینی سے نیند آئی مسرور تھی - آہ ! اسے وہ رات ہمیشہ یاد رہے گی، وہ قیمتی ساعت محبت جب اس حسین نوجوان نے، اسکے لئے، اپنی جان کو خطرہ مین ڈالا تھا اور جب اسے ایک "زرین محبت" کا تجربہ ہوا تھا ! یقیناً اسے کیلی سے محبت ہے ؟" اس نے احساس تکلیف کے ساتھ سوچا " حالانکہ اگر ہے تو وہ مجھے کیلی کیونکر سمجھ سکتا تھا - تعجب ہے - کیلی کون ہے ؟"

اور تمام تر رومانی توقعات شباب کے ساتھ، لوسی نے سوچا کہ ایسا عجیب واقعہ، اسکی زندگی مین ناتمام رہنے کے لئے ظہور پزیر نہین ہوا ہے - اسے اس بات کا یقین تھا کہ وہ اور اجینی پھر ملینگے قسمت نے سب معاملہ تیار کرلیا ہے اور اسے اسوقت تک انتظار کرنا چاہیے جبکہ قسمت خود ہی اسکو ظاہر کردے -

اور پھر جب ناشتہ کے وقت مس سوسن نے ایک تار پڑھتے ہوئے یہ کہا کہ " آج وہ یہان آرہا ہے" تو لوسی کا دل وفور مسرت سے بالیدہ ہوگیا -

سوسن - مین چاہتی ہون کہ وہ کمرہ جو خالی پڑا ہوا ہے اسے تم اچھی طرح صاف کرکے آراستہ کردو -

لوسی بہت بہتر پیاری پھوپھی -

لوسی کی آنکھین چمک اٹھین - اسکے خیالات ملاقاتی شب کیطرف اسدرجہ منعطف تھے کہ اسے بالکل یقین ہوگیا کہ مس سوسن کا اسی کی طرف ہے - اسنے سوچا " یقیناً یہ ہوا ہوگا کہ وہ رات کو یہان اس امید پر آیا کہ پھوپھی سوسن یہین ملینگی - اور پھر جب اس نے دیکھا کہ یہان صرف مین ہون تو وہ چلا گیا اور شہر مین کہین قیام کرکے صبح تار دیا (باقی آیندہ)

اگر آپ کو عطر مناور کار ہے تو صرف اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے طلب فرمایئے -

غزلہائے مشاعرۂ انجمن معین الادب لکھنؤ

(بہ سلسلۂ ماسبق)

حسرت ۔ جناب مولوی عظمت علی صاحب لکھنوی (مولوی فاضل)

ادنیٰ سے تصرف میں کیا کیا نظر آتا ہے
ہر ذرۂ خاکِ دل دنیا نظر آتا ہے

رنگِ چمنِ ہستی بدلا نظر آتا ہے
کیا دیکھنا چاہا تھا اور کیا نظر آتا ہے

کچھ چھوٹ گئے خود ہی کچھ چھوٹ گئے ساتھی
میدانِ عمل میں دل تنہا نظر آتا ہے

مرکز ہے تجلی کا باطن میں حریمِ دوست
ظاہر میں تو پردا ہی پردا نظر آتا ہے

کس کس کی تلافی ہو ناکامِ محبت سے
دنیا کی نگاہوں میں رسوا نظر آتا ہے

بیتاب تمنا دل، اور جلوۂ عالم سوز
یہ دیکھنا ہے ہمکو اب کیا نظر آتا ہے

افتادِ طبیعت تھی ہمیں اثر آہیں
تصویر کا چہرہ بھی اثر انظر آتا ہے

عنوان سے وحشت کی بنیاد کو میں سمجھا
ہاں دامنِ دلیر اک صحرا نظر آتا ہے

نیرنگ طبیعت بھی کیا شے ہے کہ دمِ بھر میں
بدلا ہوا دنیا کا نقشا نظر آتا ہے

مایوس کیا اتنا ہستی کی کشاکش نے
اب موت کا وعدہ بھی دھوکا نظر آتا ہے

آتا ہے کوئی شاید موت آئی کہ وہ آئے
کیوں درد سے دل کا بڑھتا نظر آتا ہے

پروردۂ طوفان تھا کیا سیلِ سرشکِ غم
جو اشک ٹپکتا ہے دریا نظر آتا ہے

تم دلبر اگر رکھ لو بیچ ہو کے رہے ورنہ
پیمانِ محبت تو جھوٹا نظر آتا ہے

مانا کہ تحیر میں انجام سے غافل تھے
اب ہوش میں آئے ہیں تو کیا نظر آتا ہے

اک نور کی چادر ہے تا حدِ نظر حسرت
پردا تو نہیں لیکن پردا نظر آتا ہے

دانش ۔ جناب حکیم مرزا فدا احمد صاحب لکھنوی

دیکھوں میں ترا جلوہ کس جا نظر آتا ہے
آنکھ اٹھتی ہے جس جانب تو ہی نظر آتا ہے

مین جرمِ محبت میں کیوں قتل کیا جاتا
مجمع درِ جاناں پر بیجا نظر آتا ہے

ہو شمع کہیں گریاں خنداں کسی محفل میں
رنگ آپکی محفل کا بگڑا نظر آتا ہے

اے اہلِ وطن تجھنے دیوانہ بنایا ہے
قابل مرے رہنے کے صحرا نظر آتا ہے

ہے چرخِ کہن شاہد بیرحمی قاتل سے
ہر زخم جگر میرا آلا نظر آتا ہے

میخانے کا دروازہ کیوں بند ہوا ہے واعظ
ہو وقت درِ توبہ جب وا نظر آتا ہے

ہو نجم سحر طالع مشکل ہے شبِ فرقت
داغِ جگری میرا تارا نظر آتا ہے

زلفوں کے تصور کو دیوانے دلکم سمجھیں
طے کرنے کو طولانی صحرا نظر آتا ہے

اے چشمِ حقیقت بیں اے گلشنِ عالم میں
کیا کیا نہیں دیکھا تھا کیا کیا نظر آتا ہے

آنکھیں مگر ہیں جس دن سے پیری کے زمانہ میں
غم کا مجھے طوفانی دریا نظر آتا ہے

دل کا ہے لہو دیکھو آنکھوں میں نہیں آنسو
کیا تھا مرے سینے میں اب کیا نظر آتا ہے

بیہوش کیا جس نے دیدار کے طالب کو
مجھکو اسی قاتل کا جلوا نظر آتا ہے

پہونچا جو گلستاں میں دیکھا ورقِ گل کو
چون برگِ خزاں دیدہ اڑتا نظر آتا ہے

کیا دیکھیں خدا جانے اللہ کے گھر جا کے
تنخانے سے جب ہم کو لعب نظر آتا ہے

انجام غزل کوئی اچھا نہیں اے دانش
فردوسی طوسی کا قصا نظر آتا ہے

جناب ذہین لکھنوی

پردے پہ جب آنکھوں کو دھوکا نظر آتا ہے
تو چشمِ تصور میں تنہا نظر آتا ہے

حشر آہ سے عاشق کی برپا نظر آتا ہے
کچھ اور ہی دنیا کا نقشا نظر آتا ہے

آہوئیں اثر اپنی اتنا نظر آتا ہے
اٹھتا درِ خلوت کا پردا نظر آتا ہے

دردِ دلِ شیدا سے امید بر آئی ہے
جس وقت چمک اٹھی جلوا نظر آتا ہے

مین عرضِ تمنا کو کس در پہ بھلا جاؤں
عالم مین کہان کوئی تجسا نظر آتا ہے

وہ آج عیادت کو بیمار کی آتے ہین
انجام تپ فرقت اچھا نظر آتا ہے

ہر بات ہو امکان مین ہر چیز میسر ہے
اس مشقِ تصور سے کیا کیا نظر آتا ہے

آہِ دلِ مجنون کا لیلیٰ تک اثر پہونچا
اڑتا ہوا محمل کا پردا نظر آتا ہے

زندان مین مجنون میرا ویران کرِ عالم ہے
جس سمت نظر اٹھی صحرا نظر آتا ہے

عطر حنا جو اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے کارخانہ کا بنا ہوا ہے اسکا نسخہ ہی مختلف ہے

زلف اُسکی کھلی شاید یا فصلِ بہار آئی
بڑھتا ہوا جو دل کا سودا نظر آتا ہے

اے زاہد ظاہر بین کعبے کی ہے کیا حاجت
بتخانے مین بھی اُسکا جلوا نظر آتا ہے

جاری رہا کرتی ہے سیل اشکونکی فرقت مین
بہتا ہوا آنکھونسے دریا نظر آتا ہے

انجام قیامت کا معلوم ہے جو ہوگا
طرز آپ کی محفل سے ملتا نظر آتا ہے

ٹوٹی ہوئی یہ قبرین اک منظر عبرت ہین
بربادی عالم کا نقشا نظر آتا ہے

آنکھون مین ذہین اپنی بھر آئے جو اشک غم
غرقاب ہین عالم سارا نظر آتا ہے

رضی - جناب سید ابرار حسین صاحب عرف للن صاحب لکھنوی
تلمیذ لسان القوم جناب ملا ناصفی لکھنوی

جلوہ جو نگاہون کو جلوا نظر آتا ہے
دراصل وہ دھوکا ہی دھوکا نظر آتا ہے

وہ لاکھ حجابون مین تنہا نظر آتا ہے
جتنا نظر آتا تھا اُتنا نظر آتا ہے

گلشن مجھے ہم رنگ صحرا نظر آتا ہے
جو پھول اُٹھاتا ہون کانٹا نظر آتا ہے

کیا ذکر اکل تھا کچھ آپ کی محفل مین
ہر بزم مین میرا ہی چرچا نظر آتا ہے

جلوہ ہے ہر اک شے مین گو اُسکا مگر پھر بھی
جس سمت نظر کیجے پردا نظر آتا ہے

حاصل ہے اُسی دل کو کونین کی دولت بھی
جو تیری نگاہون کو اچھا نظر آتا ہے

اے روح جدا بھی ہو اب قالب خاکی سے
یہ جامۂ ہستی تو میلا نظر آتا ہے

ممتاز حقیقت مین ہے پیش غذا دل
جو راہ محبت مین رسوا نظر آتا ہے

اک دل کے نمونے سے دنیا نہین وہ دنیا
عبرت کا صحیفہ بھی سادا نظر آتا ہے

پر کیف نگاہون کا ساقی کی اثر دیکھو
لبریز مجھے جام صہبا نظر آتا ہے

پنہان تھا ابھی کل تک جو چشم تمنا مین
وہ دل مین بھی اب جلوہ آرا نظر آتا ہے

دل دیکے ہوئی حاصل محبوب کی خوشنودی
ان داموں تو یہ سودا سستا نظر آتا ہے

بھر کون نہ بھرے یہ دل دم اُسکی محبت کا
جب آپ ہی وہ اپنا شیدا نظر آتا ہے

ہنس ہنس کے لبسرے دل کہ یہ نہین فرصت غم
ہان غم ہی کے پہلے مین فرصا نظر آتا ہے

ہوتی ہے رضی وحشت کچھ اور سوا دل کی
جب مشک جراحت کا چھایا نظر آتا ہے

رواں - جناب بابو جگت موہن لال صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل آناؤ

دھوکے کا تعین بھی دھوکا نظر آتا ہے
تصویر سمجھتا ہون پردا نظر آتا ہے

یہ نور جو پردون سے چھنتا نظر آتا ہے
حیران ہون کس کا جلوا نظر آتا ہے

رحمت تری بیحد ہے بخشش تری بے پایاں
منصور کہ ہر قطرہ دریا نظر آتا ہے

ہر قطرۂ بے جان ہے طوفان حیات آفرین
ہر ذرے مین اک محشر برپا نظر آتا ہے

دنیا مین تغیر ہے اک دل کی جدائی سے
فطرت کا ہر اک منظر سونا نظر آتا ہے

سو طرح کے نقشے ہین سو رنگ کی تصویرین
پھر بھی ورق ہستی سادا نظر آتا ہے

تاریکی عصیان ہو عکس اپنی نگاہون کا
اندھے کو ہر آئینہ اندھا نظر آتا ہے

جو کچھ ہے غنیمت ہے جب تک ہے غنیمت ہے
کچھ رنگ ہی دنیا کا بدلا نظر آتا ہے

دشوار ہے دنیا مین انسان کا خوش رہنا
جو دل نظر آتا ہے چھالا نظر آتا ہے

کچھ تو نے کبھی سوچا دیوانۂ آب و گل
کیا تجھ سے امیدین یہ کیا نظر آتا ہے

کچھ اصل حقیقت ہے اس گنبد گردون کی
یا محض نگاہون کا دھوکا نظر آتا ہے

تسلیم کے مین قربان زنار کے مین صدقے
دونون مین مگر مجھکو پھندا نظر آتا ہے

دنیا نے محبت کی یا لاش کوئی دیکھی
منھ آج رواں تیرا اُترا نظر آتا ہے

سراج - جناب سراج الحسن صاحب لکھنوی

سب نقش خیالی ہین دھوکا نظر آتا ہے
تنہا تھا جو اب بھی تنہا نظر آتا ہے

ہمکو تو فقط تیرا جلوا نظر آتا ہے
جو تیرے علاوہ ہو دھوکا نظر آتا ہے

آئینہ صفت تیرا جلوہ نظر آتا ہے
جیسی ہو نظر جسکی ویسا نظر آتا ہے

کچھ عشق کی یکرنگی کچھ حسن کی خوبی ہے
تھا قیس مگر ابتو لیلا نظر آتا ہے

کس رنگ پہ افسانہ موسیٰ کی زبانی تھا
ابتو جو ورق اُلٹو سادا نظر آتا ہے

عالم پہ جوانی کا یہ چال جوانی کی
اک حشر ہے جب دیکھو برپا نظر آتا ہے

ہر شکل عدم پیدا آئینہ ہستی مین
کچھ ہو تو نظر آئے دھوکا نظر آتا ہے

دیکھ اب بھی قناعت کر اے ہمت نظارہ
خالی ابھی جنبش مین پردا نظر آتا ہے

اک چاند سے چہرے کی مشتاق ہین آنکھین
للہ کوئی کہدے وہ کیسا نظر آتا ہے

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کی شہرت کا باعث صرف عطر حنا ہے

بس دیکھنے سے تیرے جلوے کو تعلق ہے — یہ تاب بیان کسکو کیسا نظر آتا ہے
اے اہل قفس دیکھو یہ میرا نشیمن ہے — تارا تو نہیں لیکن تارا نظر آتا ہے
دیکھا ہے تجھے کس نے، ہاں عقل سے بچا نا — سب کہنے کی باتیں ہیں جلوا نظر آتا ہے
کس خواب سحر کی ہے تعبیر بقائے دل — اک ڈوبتے تارے کا نقشا نظر آتا ہے
عاشق ہوں مقرر ہے معیار نگاہوں کا — جو سامنے آتا ہے تجھسا نظر آتا ہے

یہ آنکھ سراج اپنی اور جلوہ حقیقت کا
دیکھو بھی کیا کم ہے جلوہ نظر آتا ہے

شعلہ - جناب سید محمد سلطان صاحب لکھنوی

گو صاف نہیں لیکن چہرا نظر آتا ہے — پہچان لیا تجھکو اتنا نظر آتا ہے
ظاہر میں مقید ہے آزاد ہے باطن میں — دیوانے کو زندان میں کیا کیا نظر آتا ہے
اب کون ہے عالم میں پرسان ترے وحشی کا — غمخانۂ الفت میں تنہا نظر آتا ہے
کیا خوب خبر تجھنے لی ہے دل زخمی کی — ٹوٹا ہوا اب کا اک ٹانکا نظر آتا ہے
بالین پہ تم آئے ہو کسطرح تمہیں دیکھوں — کمزور نگاہوں سے اب کیا نظر آتا ہے
اک خون کے قطرے سے کس کس کی کروں خاطر — ہر خار بیابان کا پیاسا نظر آتا ہے
بیمار شب غم نے جسکے وہ اٹھائے ہیں — ہر تار نفس اس کا ٹوٹا نظر آتا ہے

پروانے کی خاکستر دیکھو تو ذرا شعلہ
ہر ذرے میں آنکھوں کو شعلا نظر آتا ہے

شفیق - جناب سید احمد حسن صاحب عرف ننھو صاحب لکھنوی

عالم کا مجھے سارا نقشا نظر آتا ہے — اک مشق تصور سے کیا کیا نظر آتا ہے
فرضی ہیں خدا، ان میں دھوکا نظر آتا ہے — تو اپنی ہی قوت کا تنہا نظر آتا ہے
یہ آنکھ ہے وہ چشمہ روکے سے نہیں رکتا — ہر اشک میں مجھکو دریا نظر آتا ہے
کی میں نے جو ہیں توبہ نظروں سے گرا میری — میخانے میں ہر ساغر ٹوٹا نظر آتا ہے
قاتل کے بگڑنے سے تھے تیر نظر ٹیڑھے — ہر زخم جگر مجھکو ترچھا نظر آتا ہے
یہ کسنے قدم رکھا اعجاز ہے یہ کس کا — بتخانے میں ہر بت کو سکتا نظر آتا ہے
ہوں قید میں وحشی ہے مشق تصور یہ — جب غور کیا دل میں صحرا نظر آتا ہے
ہے نور ترا ایسا جذبات ہیں کچھ ایسے — ہر چیز میں تیرا ہی جلوا نظر آتا ہے
جب حد تصور تک پہونچی نہ نظر میری — پھر چشم حقیقت میں پردا نظر آتا ہے
میں عاشق گیسو ہوں دیوانہ نہ ہو جاؤں — زلفوں کی طرح دل بھی بگڑا نظر آتا ہے
مر مر کے جیے ہیں سب عشاق بہت خوش ہیں — محشر میں حسینوں کا جلسا نظر آتا ہے
اگلے سے نہ وہ گل ہیں پہلے سے نہ بلبل ہیں — اب رنگ جہان مجھکو ہلکا نظر آتا ہے
کل مجھسے مسیحا نے کیں ہنس کے بہت باتیں — اب حال مجھے اچھا اپنا نظر آتا ہے
دکھلاتا ہوں میں اسکو اک حسن کی تصویریں — جب دل کا کنول مجھکو ٹھنڈا نظر آتا ہے

ہاتھوں کی لکیریں ہیں میٹے سے نہیں مٹتیں
ہر شعر شفیق ایسا پختا نظر آتا ہے

جناب شمس لکھنوی

سو داغ ہیں اور سب میں جلوا نظر آتا ہے — دل تیرے تصور کی دنیا نظر آتا ہے
کہنے کو وہ دل میں ہے ہر جا نظر آتا ہے — جب دیکھئے پردا ہی پردا نظر آتا ہے
گلچیں کو گلستان بھر اچھا نظر آتا ہے — اک میرا نشیمن ہی کانٹا نظر آتا ہے
موسیٰ ہیں نہ موسیٰ کی تاثیر بھری نظریں — جنبش میں مگر ہاتھ کا دا نظر آتا ہے
زندان میں ہر اک جانب یوں دوڑتا پھرتا ہے — جیسے ترے وحشی کو صحرا نظر آتا ہے
ہم زندہ جہان زندہ ہم مردہ جہان مردہ — ہوتی ہے نظر جیسی ویسا نظر آتا ہے
پوچھو نہ دم آخر کیا یاس کا عالم ہے — جو کچھ نظر آتا ہے اچھا نظر آتا ہے
چھٹ کر بھی اسیری کی تکلید نہیں چھوٹی — اب تک وہی زندان کا نقشا نظر آتا ہے
وہ پیار کی نظریں اب ملتی نہیں پہلو سے — ایدل بجے کچھ اسمیں دھوکا نظر آتا ہے
امید سنبھالے ہے بیمار کی حالت کو — اچھا تو نہیں لیکن اچھا نظر آتا ہے
محشر میں سبھی تو ہیں معشوق زمانے کے — تو آج بھی صورت میں یکتا نظر آتا ہے
ہے شمع بھی بستر بھی اپنے بھی پرائے بھی — بیمار نہیں تو گھر سونا نظر آتا ہے
مٹ کر رہ الفت میں اب شمس ہیں ہم ہیں — ہر ذرے میں اپنا ہی جلوا نظر آتا ہے

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر حنا کا نسخہ کسی دوسرے عطر ساز کو دستیاب نہ ہو سکا

جناب شوکت تھانوی

اب گم شدہ دل کا جو ذرہ نظر آتا ہے — مجھکو مری آنکھوں کا تارا نظر آتا ہے
موسیٰ سے ذرا پوچھو کیا کیا نظر آتا ہے — کہنے کیلئے سب کو جلوا نظر آتا ہے
ہو محو سراندازی یا عجز کا پتلا ہو — بندہ تو بہر صورت بندا نظر آتا ہے
اک قطرۂ خوں دل ہے لیکن عجب شے ہے — آنکھوں سے ٹپکتے ہی دریا نظر آتا ہے
بیساختہ رہ رہ کر چیخ اٹھتے ہیں دیوانے — زندان میں بھی کیا ان کو صحرا نظر آتا ہے
اک سمت نظر ہو نچی اور اشک نکل آئے — یہ میں نے نہیں سمجھا کیا کیا نظر آتا ہے
اب بھی جو چمکتی ہے بجلی سر طور لے دل — بیہوشیٔ موسیٰ کا نقشا نظر آتا ہے
آئینے سے سیکھی ہے عشاق کی بیقدری — اب آپ ہی وہ اپنا شیدا نظر آتا ہے
جب وصل و جدائی کی تمیز نہیں ہوتی — تب جا کے کہیں تیرا جلوا نظر آتا ہے
آئینہ ذرا رکھکر بتلا دے مجھے خود بین — اس حسن کے منظر میں کیا کیا نظر آتا ہے
تنکوں پہ نشیمن کے عشرت کی بنا تھی سب — اب رنگ چمن مجھکو پھیکا نظر آتا ہے
جس دل میں تھیں امیدیں یاس آج وہی دل ہے — جب کیا نظر آتا تھا اب کیا نظر آتا ہے

ویرانے پہ مٹنی ہے تعمیر جہان شوکت
ہر ایک گلستاں میں صحرا نظر آتا ہے

صفی۔ لسان القوم جناب مولانا سید علی نقی صاحب لکھنوی

بستر پہ کوئی غش میں تنہا نظر آتا ہے — دل خون تمنا میں ڈوبا نظر آتا ہے
شفاف اگر دل ہو چہرا نظر آتا ہے — ورنہ یہی آئینہ دھندلا نظر آتا ہے
اٹھے بھی اگر پردہ تو کیا نظر آتا ہے — اک اور بس پردہ پردا نظر آتا ہے
ہشیار زرا دل سے اے گرمی نظارہ — سیماب کے پردے میں جلوا نظر آتا ہے
ہیں کوے محبت میں ہنگامے پہ ہنگامے — ہر گام پہ اک محشر برپا نظر آتا ہے
یہ گلشن دل خوش کن یہ منظر وحدت زا — در اصل نہیں ویسا جیسا نظر آتا ہے
خورشید سے ذرے تک گر چشم بصیرت ہو — بربادی عالم کا نقشا نظر آتا ہے
جو چیز نہ ہو بس کی پھر اسکی شکایت کیا — جو کچھ نظر آتا ہے اچھا نظر آتا ہے
کحل البصر دل ہی خواب اجل ای غافل — جب بند ہوئیں آنکھیں کیا کیا نظر آتا ہے

خود غرق تحیر ہے آئینہ بکف کوئی — خورشید کے پہلو میں سایا نظر آتا ہے
پتھر سے زیادہ ہی سختی پہ جبا جائے — وہ دل جو نزاکت میں شیشا نظر آتا ہے
ہر اشک مسلسل ہے سرچشمہ بیتابی — آغوش میں قطرے کے دریا نظر آتا ہے
لبریز تجلی ہے اشک گروی پیکر — یا عرش محبت کا تارا نظر آتا ہے
محفل ہے حسینوں کی حیران ہے آئینہ — ہر فتنہ قدم آدم اونچا نظر آتا ہے

اب تیغ زبان پر بھی قدغن ہے صفی قدغن
گنجینۂ معنی پر پہرا نظر آتا ہے

جناب فرخ بنارسی

یہ دیکھنا ہے مجھکو اب کیا نظر آتا ہے — آنکھتا ہوا آنکھوں سے پردا نظر آتا ہے
بربادیٔ وحشت کا نقشا نظر آتا ہے — اب گھر مری آنکھوں میں صحرا نظر آتا ہے
سرمست حقیقت کو کیا کیا نظر آتا ہے — کونین کا ساغر میں جلوا نظر آتا ہے
دیدار کی مانع ہے جلووں کی فراوانی — جو پردہ اٹھاتا ہوں پردا نظر آتا ہے
شاید کہ بہار آئی رگ رگ میں لہو دوڑا — کچھ چاک گریباں کا بڑھتا نظر آتا ہے
ایوان تجلی تک کس طرح نظر پہنچے — جو کچھ نظر آتا ہے پردا نظر آتا ہے
طوفان حوادث میں کشتی کا خدا حافظ — ساحل بھی نگاہوں میں دریا نظر آتا ہے
اے حسن سر نو پھر تجدید تجلی کر — اب نقش تصور بھی دھندلا نظر آتا ہے
رہتی ہے رواں دل میں اک موج تبسم کی — آغوش میں ساحل کے دریا نظر آتا ہے
پردہ ترا جلوہ ہے جلوہ ترا پردہ ہے — کیا جانئے تو کیا ہے کیا نظر آتا ہے
جو نقش مجازی ہے عالم کے مرقع میں — وہ حسن حقیقت کا پردا نظر آتا ہے
اک درس مکمل ہے نظارۂ گلشن بھی — ہر پھول میں عبرت کا نقشا نظر آتا ہے
وسعت جو نظر میں ہو پھر قید مکاں کیسی — ہر ایک جگہ اس کا جلوا نظر آتا ہے
اک نقش تخیل ہے ایجاد کا سرمایہ — اعجاز تصور سے کیا کیا نظر آتا ہے

سرمایۂ ہستی ہے مائل بہ فنا فرخ
جو نقش ابھرتا ہے مٹتا نظر آتا ہے

تمام ماہران فن نے اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر حنا کو بہترین عطر مانا ہے

جہان مرقع تصویر حسن اوست تمام — بہ جیرتم بہ کہ بندم دل از کہ بردارم

فہرست مضامین

قیمت سالانہ معہ محصول ڈاک صہ
پانچ روپیہ

اکتوبر ۲۶ سنہ ۱۹ ع

نمونے کا پرچہ ۸/
آٹھ آنے

۱ - رشحاتِ بسمل (غزل) جناب بسمل موہانی - ۲

۲ - لمعاتِ جلیل (غزل) نواب فصاحت جنگ جلیل القدر حضرت جلیل ۳

۳ - افکارِ تازہ (غزلیات) جناب حسن چھپروی - ۴
جناب طارق جونپوری - جناب شاکر کانپوری
جناب سلیم کانپوری

۴ - مقصدِ حیات - جناب ہوش بلگرامی ۵

۵ انگلستان کی عظیم الشان درسگاہ - کیمبرج یونیورسٹی
جناب محمود بریلوی ۹

۶ ہندوستان کی عریاں نویس خواتین - جناب مولانا مسعود الرحمن خان صاحب ندوی پیلی بھیتی ۱۳

۷ - حضرت اصغر اور انکی شاعری جناب فانی بی اے (علیگ) ۱۷

۸ - عکس تحریر جناب قدر مرحوم بلگرامی و جناب جشن بلگرامی (استفسار ادبی مع جواب) صفحہ خاص

۹ - دورِ نشاط - جناب مولانا اشہر لکھنوی ۳۳

۱۰ فلسفۂ زندگی - جناب مولوی برکت علی صاحب عدیم ۳۶

۱۱ - تشنۂ الفت (فسانہ) (بسلسلہ ماہ ستمبر) جناب قیسی امیری ۳۷

۱۲ - غزلہائے مشاعرۂ انجمن معین الادب لکھنؤ ۴۵
جناب قدیر لکھنوی - جناب قمر لکھنوی
جناب گہر لکھنوی - جناب نظر لکھنوی - جناب قیدی
لکھنوی - جناب وصی لکھنوی - جناب ہلال لکھنوی
جناب توقیر لکھنوی -

تصحیح - (۱) ماہ ستمبر کے مرقع میں فہرست مضامین کے تحت میں نمبر ۳ پر بجائے عنوان "ذات باری کی نسبت حکمائے قدیم کے خیالات" کے اور نام لکھ گیا ہے -

(۲) اس ماہ کے مرقع میں کاتب کی غلطی سے صفحہ ۳۰ پر عنوان مضمون تشنۂ الفت (فسانہ) بسلسلہ ماہ ستمبر (از جناب قیسی امیری) درج ہونے سے رہ گیا اور اسی طرح نمبر کے مرقع میں بھی اس فسانہ کا عنوان صفحہ ۴۱ پر نہیں لکھا جا سکا - (اڈیٹر)

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر حنا کا نسخہ کسی دوسرے عطر ساز کو دستیاب نہیں ہوا

رشحاتِ بسمل

(از جناب مولوی سید امین الحسن صاحب رضوی بسمل موہانی سشن جج حیدرآباد و ناظم ریاست عالیجناب لارجنگ بہادر دام اقبالہ)

مین خود کہدون نہ کیون مجھکو ہوا کیا
دلِ نادان سے اب پردہ رہا کیا

نہین جب کوئی پہلو مین - تو ہمدم
مجھے بہلائے گی کالی گھٹا کیا

کسی کو دیکھکر ششدر ہوئے کیون
یہ تمکو حضرتِ ناصح ہوا کیا

نہین ہین بزم مین اورون پہ نظرین
ہمین ہم ہین ہمارا پوچھنا کیا

جب اُس کے ہو رہے پھر کیون خلش ہے
تغافل کیا - جفا کیسی - وفا کیا

تری مرضی بہشتِ اہل دل ہے
رضا جوئی ہوئی تو مدعا کیا

وہ خود نظرون سے دین پیغامِ الفت
نہین تو سوزِ الفت مین مزا کیا

فلک پر کیون چڑھی جاتی ہے دنیا
نتیجہ اس کا ہوگا اے خدا کیا

زمانے کو ہے کیون بسمل سے کاوش
محبت کا بُرا ہو اب رہا کیا

علاوہ عطر حنا کے جملہ قسم کے صندلی عطریات اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے طلب فرمایئے

جلد ۱ — اکتوبر ۱۹۲۶ء — نمبر ۱۰

مرقع

بعکس روے تو ہمرنگ روحِ انسان است (۱۹۲۶ء) زحسن وعشق مرصعِ مرقعِ جان است

لمعاتِ جلیل

(از نواب فصاحت جنگ جلیل القدر حضرت جلیل مانکپوری - جانشین حضرت امیر مینائی مرحوم -)

بنا دیا میکدہ چمن کو صبا کی مستی بھری ادا نے — اوڑا دیے ہوش میکشون کے ہوا مین آڑتی ہوئی گھٹا نے
ہوا گلون مین وہ جوش پیدا - کہ پھاڑ کر رکھدیا گریبان — مگر کسی پر کھلا نہ عقدہ کہ کان مین کیا کہا صبا نے
شباب نے اُن کی سادگی کی - لباس ساری اُتار کھدی — ادا پہ شوخی کا نقش بیٹھا - نگہ پہ قبضہ کیا حیا نے
وہ چاہتے ہین کہ اُس گھڑی تک ترک ہو شوق جانستانی — قضا نہ جب تک پکار اُٹھے کہ مار ڈالا تری ادا نے
ہوا گلستان کی کھا کے دل کو قرار کچھ آچلا تھا لیکن — کسی کی پھر یاد تازہ کردی - گلون کا منھ چوم کر صبا نے
خضر جو روپوش ہین نظر سے نہین ہے شاید خجالت اسکی — کہ قدر آبِ حیات ساقی مٹا دی صہبائے جانفزا نے
چمن مین یہ کون جانتا تھا کہ خونِ عشاق اس سے ہوگا — نکالے خنجر کے ہاتھ کیا کیا ہو بچ کے اس ہاتھ مین حنا نے
خزان کی بو پاکے وہ چمن مین شگفتہ گل کا فسردہ ہونا — دکھا گیا ہو بہو یہ نقشہ کہ شمع کو چھو لیا ہوا نے

جدھر مین جاتا ہون روز محشر پکارتے ہین اُدھر فرشتے
جلیلِ عاصی یہی ہے جسکو بچا لیا رحمتِ خدا نے

کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا تار کا پتہ صرف حنا لکھنؤ کافی ہے

افکارِ تازہ

جناب حسن احمد صاحب حسن چھپروی

ہر شے مین مجھے اُس کا جلوا نظر آتا ہے — اے حیرتِ نظارہ یہ کیا نظر آتا ہے
پھر رنگِ رخِ جانان بدلا نظر آتا ہے — گل حسن کو سمجھا تھا کانٹا نظر آتا ہے
یہ داغ نہ کہنہ میرے شاید یہ نہ چھپیں دھل جائین — دریا تری رحمت کا امڈا نظر آتا ہے
کیا تاب کوئی لائے اُسکے رخِ روشن کی — منظر شبِ مہ کا بھی دھندلا نظر آتا ہے
چلمن سے جو لگ کر وہ بیٹھے ہین شب و روز — چھنتا ہوا پردے سے جلوا نظر آتا ہے
اس راہ کے اے ناصح یہ طرفہ کرشمے ہین — بینا بھی محبت مین اندھا نظر آتا ہے

آئینۂ دل تیرا ہو پاک کدورت سے
پھر دیکھ حسن تجھکو کیا کیا نظر آتا ہے

جناب طریق جون پوری

جو نقش ہے دنیا کا مٹتا نظر آتا ہے — ہر پیکرِ انسانی دھوکا نظر آتا ہے
ہے راہِ محبت مین وحشت کا عجب عالم — اک ایک قدم دل کو صحرا نظر آتا ہے
برسات کا موسم ہے سب بزم ہے متوالی — یہ ابر سیہ ہمکو مینا نظر آتا ہے
سودائے محبت نے بدلا ہی مزاج ایسا — نقشہ مرا مجنون کا نقشا نظر آتا ہے
کیفیتِ عالم کی رہتی ہین نگاہونمین! — مین کیا کہون ساغر مین کیا کیا نظر آتا ہے
کھنچتا ہے جو دل خود ہی نگینی گلشن پر — ہر پھول مین یہ کسکا جلوا نظر آتا ہے
رکھا ہے قدم کس نے یہ سرحدِ محشر مین — جو ذرہ ہے وحشت کی دنیا نظر آتا ہے
ہنستی ہوئی کلیون کو پھر دیکھ رہا ہے دل — کچھ اُسکے تبسم کا دھوکا نظر آتا ہے
سرتا بہ قدم وہ ہے تفسیرِ علیٰ نورٌ — کب اُس قدِ بالا کا سایا نظر آتا ہے
یہ انجمنِ ساقی ۔ یہ خندۂ پیمانہ — بس ٹوٹتا زاہد کا تقوا نظر آتا ہے

ظاہر مین طریق اُسکا جو عہد ہے وہ سچا
باطن مین مگر مجھکو دھوکا نظر آتا ہے

جناب شاکر کان پوری

تجنا نہ ہی کیا تنہا کعبا نظر آتا ہے — آنکھین ہون تو ہر شے مین جلوا نظر آتا ہے
ہر رنگ مین پاتا ہون جلوۂ صد رنگی — حیران نگاہون کو کیا کیا نظر آتا ہے
پابندِ جنون جا کر ترکِ کمان سر کو — ہر گوشۂ زندان مین صحرا نظر آتا ہے
حیرت ہے مجھے یارب اُس بت کو کہان ڈھونڈھون — جس سمت مین جاتا ہون کعبا نظر آتا ہے

یہ مجمعِ محشر ہے اور جلوۂ عام اُس کا — اللہ ان آنکھون کو یہ کیا نظر آتا ہے
اک بحرِ حقیقت ہے بیتاب دل خون گشتہ — اس قطرہ کو دیکھو تو دریا نظر آتا ہے
یہ کہکے دمِ آخر بالین سے اُٹھا کوئی — بیمارِ محبت اب اچھا نظر آتا ہے
بیکار نہ سمجھو تم اس زندگیِ دل کو — اک خون کے قطرے مین کیا کیا نظر آتا ہے
دیکھے تو ذرا کوئی افسردہ دلی میری — اجڑی ہوئی محفل کا نقشا نظر آتا ہے
اک شمع تھی بالین پر سو وہ بھی ہوا خاکستر — دل سوز مین کوئی اپنا نظر آتا ہے
خورشید پہ اے شاکر کس طرح نظر ٹھہرے — اس آئنے مین اُسکا جلوا نظر آتا ہے

جناب فقیر احمد صاحب سلیم کانپوری تلمیذ حضرت ناطق لکھنوی

اُس بت کا مجھے جب سے جلوا نظر آتا ہے — کچھ اور ہی اُس دل کا نقشا نظر آتا ہے
اُس بت کے تصور مین اللہ ری محویت — جب آنکھ اُٹھاتا ہون کعبا نظر آتا ہے
انجام خدا جانے اے شوق طلب تیرا — آغاز تو الفت کا اچھا نظر آتا ہے
دیدار کی جو ضد تھی پوری تو ہوئی لیکن — موسیٰ مجھے کچھ کچھ سینہ دھوکا نظر آتا ہے
اللہ رے اثر دلمین سوزِ غمِ فرقت کا — ہر موے تن اپنا شعلا نظر آتا ہے
شاید کہ قریب آئے دن اپنی رہائی کے — ہر گوشۂ زندان مین صحرا نظر آتا ہے
ٹکرا دل سوزان کا آشکون کی روانی مین — ڈوبا ہوا دریا مین شعلا نظر آتا ہے
اس بت کو خدا جانے دیکھا تھا کہ آنکھونسے — ہر سو مجھے کعبہ ہی کعبا نظر آتا ہے
دل خون ہوا غم سے روتی ہین لہو آنکھین — دشوار محبت مین جینا نظر آتا ہے
دل محو تصور ہے اے حسن ازل تیرا — آنکھون کو وہی اب تک جلوا نظر آتا ہے
آنکھونمین سمائی ہے دنیا دل وحشی کی — ہر سو مجھے اک عالم ہو کا نظر آتا ہے
کیفِ الفت کا اللہ رے اثر ساقی — چڑھتا ہوا مجھکو اک دریا نظر آتا ہے
دو دلِ سوزان کا عالم ہی سلیم اپنا — نقشہ مری ہستی کا دھندلا نظر آتا ہے

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا بنایا ہوا عطر حنا ہر موسم مین استعمال کیا جا سکتا ہے۔

مقصدِ حیات

(از جناب ہوش بلگرامی)

ارادہ کی پختگی اور خیالات کی استواری انسانی زندگی کے مقصد کے لیے ضروری ہے، کسی کام کی ابتدا کرکے انتہا کو پہنچا دینا پختگی کا ثبوت ہے۔ زندہ قومیں ترقی کی دوڑ میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتی ہیں، اور اپنی ان تھک کوششوں سے اپنے مقصدِ حیات کو شرمندہ نہیں ہونے دیتیں، حیات کا مقصد جیسا ایک بادشاہ کا ہے ویسا ہی ایک فقیر کا، لیکن دونوں میں تین فرق ایسا ہی ہے جیسا بادشاہ و گدا میں، مگر یہ فرق صرف زندگی تک محدود ہے، اور زمین دونوں کو اپنی آغوش میں خاموش و ریاں دے دیکر سُلا دیتی ہے اور اُسی یکسانیت کا برتاؤ کرتی ہے جس طرح ماں اپنی تمام اولاد سے کرتی ہے۔

یوں تو دُنیا میں ہر انسان کا مقصدِ حیات طبائع کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہوا کرتا ہے لیکن مقصد جس سے عبارت ہے، اس میں غریب بھی جسارت کرسکتے ہیں اور امیر بھی حصہ لے سکتے ہیں "خیر الناس من ینفع الناس"، دولتمندوں کی دولت اُن کے عیش و عشرت ہی کے لیے مخصوص نہیں ہے بلکہ غربا و مساکین کا بھی اس میں عام حق ہے۔ گو ہر زمانہ کا رنگ ایک جداگانہ طرز رکھتا ہے اور زمانے والے وہی روش اختیار کرتے ہیں جسکی زمانہ میں مانگ ہو، موجودہ زمانہ اور اُسکی ضرورتیں وہ نہیں ہیں جو پچھلے زمانوں میں تھیں، انسانی جذبات بدستور موجزن ہیں مگر اُن کی حالت بدلی ہوئی ہے خیالات میں تغیر اور تہذیب و معاشرت میں انقلاب عظیم ہوگیا ہے، لوگوں کو اپنے اسلاف کی قائم کی ہوئی شاہراہ پر چلنا مشکل بلکہ ناممکن ہوگیا ہے اس لیے عقلمندوں کے مسلمہ اصول کے موافق ہمکو بھی اپنا مقصدِ زندگی قرار دینا چاہیے، ہمیں زندہ قوموں کے اصولِ ترقی پر غور کرنا اور عملاً یہ ثابت کردینا چاہیے کہ مشرق بھی اپنے حالات و ضروریات کے لحاظ سے اصلاح پذیر ہوسکتا ہے اور دنیوی ترقیوں کی گتھیوں کو اپنے ناخن تدبیر سے کھول سکتا ہے۔

ہندوستانی مُدت سے اپنے مقصدِ حیات کو بھولے ہوئے ہیں اور اس بھولنے کا خمیازہ جیسا بھگت رہے ہیں، اُسکو کچھ دل ہی محسوس کر رہا ہے، اگر شتہ عالمگیر جنگ نے ہندوستانیوں کو بیدار تو کردیا ہے مگر بیداری صبح کی محبوب نیند سے کم نہیں ہے کہ آنکھیں کھول کھول کر بند کرلیتے ہیں اور اُٹھتے اُسی وقت ہیں جب پڑوسی منزلِ مقصود پر پہنچکر اور کاروبار میں مصروف ہوکر ہمسے آگے ہوجاتے ہیں۔ گزشتہ جنگ نے یہ ثابت کردیا کہ زندگی کا مقصد وحید قوم اور مُلک کا تحفظ ہے، ہم دیکھ رہے ہیں کہ یورپین قومیں اپنی حفاظت کے لیے تجارت سے دولت جمع کر رہی ہیں، ملکی حفاظت کے لیے ہر روز جدید آلاتِ حرب کا اضافہ کر رہی ہیں، اپنی قوم کو زندہ رکھنے کے لیے ہر قسم کی دماغی تدبیروں سے کام لے رہی ہیں، قوم و مُلک کو باقی رکھنے کے لیے میدانِ جنگ میں قیمتی جانوں کا سودا سستے داموں میں کر رہی ہیں، یہاں تک کہ دوسروں کے جائز حقوق کی پامالی وہ اپنی "ڈپلومیسی" کی کامیابی سمجھتی ہیں وعدہ وعید کی پابندی کو وہ ایک کھلونا سمجھتی ہیں مسیحیت یا دہریت کے سوا ہر مذہب و ملت کو رقیبانہ نظروں سے دیکھتی ہیں، غرضکہ اپنے ہر پہلو سے اپنی زندگی کی ہر ادا سے، اپنے "مقصدِ حیات" کو پیش پیش رکھتی ہیں اور بیداری ہو یا خواب، ہر وقت مقصدِ حیات ہی کے نقشے پر متجسسانہ انگلیاں پڑتی رہتی ہیں۔

زندگی اس سے عبارت نہیں ہے کہ شب و روز آرام و آسائش اور ناز و نعم میں مبتلا رہ کر صبح سے شام یا شام سے صبح کردیں، یا مغربی قوموں کی طرح

علاوہ عطر حنا کے جملہ قسم کے صندلی عطریات اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے طلب فرمائیے

ہوس کو اتنا بڑھائین کہ دنیا کی ساری دولت ہر ممکن تدبیر سے اپنے قابو مین لے آئین۔ برگزیدہ انسانون نے ایسی حریصانہ زندگی کی مذمت کی ہے، انسان قارون کا جانشین بنکر صحیح معنون مین نامور و ہر دلعزیز نہین ہوسکتا۔ ہر دلعزیزی کی جڑ اسی وقت مضبوط ہوسکتی ہے جب زندگی کے مقصد کو پہچان لیا جائے، جڑ کی مضبوطی ہی سے شاخین پھوٹ سکتی ہین اور درخت سرسبز رہ سکتا ہے، حیات کے مقصد کا پہچاننا جڑ ہی کی تو پائداری ہے، اور خدا کا پہچاننا عقل ہی کی بلندی کی علامت ہے، جب اسکی بلندی مین شبہہ نہ رہے گا تو مقصد حیات بھی قائم ہوجائیگا۔ پیدائش، موت کی خبر دیتی ہے، جسم فنا ہوجاتا ہے مگر اعمال باقی رہ جاتے ہین عادات وخصائل، دنیا کے کارنامے صفحۂ روزگار پر باقی رہ جاتے ہین جنکو دنیا غور سے دیکھتی ہے اس لئے یہ فریضۂ انسانی ہے کہ وہ خود کو پہچانتے ہوئے اسکو بھی یاد رکھے کہ وہ کس لئے خلق کیا گیا ہے اور اُسے کیا کرکے اپنی مخلوقیت کی یادگار چھوڑنا ہے، اگر کوئی بہتر یادگار (اعمال حسنہ) نہین چھوڑی تو سمجھنا چاہئے کہ زندگی کا مقصد ہی پورا نہین ہوا۔

آج ہندوستان مغربی تہذیب کے زیر اثر ہے اور بہت کچھ اسکی وضع و معاشرت مین فرق آگیا ہے اور اب تو ہندوستانیون کا ظاہر "مقصد حیات" "الناس علیٰ دین ملوکہم" پر قائم ہے اور اسی کو سب نے بلاغور و فکر زندگی کا کامیاب مقصد سمجھ لیا ہے تاکہ صرف وضع و معاشرت کی تبدیلی سے خطۂ استوا کے باشندے بھی گورے یورپین معلوم ہونے لگین۔ جیساکہ ہمارے آزاد خیال ترکون نے چغے داریورپین ٹوپیان زیب سر کرکے یہ سمجھ لیا ہے کہ اس تبدیل ہیئت و وضع مین ملک و قوم کی فلاح ہے۔ مسلمانون کا وجود یا اُن کی ترقی نہ بھیس بدلنے سے ہوئی ہے اور نہ معاشرت کی تبدیلی سے، بلکہ مذہب کے میدان مین انھون نے اپنے اصیل گھوڑے دوڑائے ہین۔ جب تک اِن مین مذہبیت باقی رہی یہ دنیا مین بڑھتے رہے، اِن کے فتوحات سے تمام عالم لرزتا رہا۔ آنحضرتؐ اور اُن کے محترم جانشینون نے نہ وضع بدلی اور نہ معاشرت، نہ عرب کا لباس چھوڑا اور نہ عرب کے خواص ترک کیے، سو ہی عرب کے رسم و رواج تھے، وہی عرب کی ہمدردی و محبت تھی، وہی عرب کی غیرت و خودداری تھی اور وہی عرب کی شجاعت و بہادری تھی۔ انھون نے اِسکو اپنے سامنے مرنیوالون، اور اپنے سر سے اُٹھنے والے بزرگون سے سیکھا تھا اور "قرآن مجید" نے بتلایا تھا۔ یا پیغمبر اسلام کی زبان سے، نشست و برخاست سے، تحمل و برداشت سے، ایثار و قربانی سے، وعظ و پند سے، ہمت و استقلال سے غرضکہ اُنھین کے حرکات و سکنات سے سب کچھ سیکھا تھا اور اُسی تعلیم نے عرب و عجم، مصر و شام، ہند و افغانستان اور روم و ترکستان کو زیر نگین کرلیا تھا، جب تک ہماری وضع باقی رہی ہم بھی ممتاز رہے، جب تک ہمارا مذہب برقرار رہا، ہم بھی نہ جنبش کرنیوالے کوہ ہمالہ بنے رہے، جب سے یہ چھوٹا دنیا نے بھی بے رُخی اختیار کرلی اور مقصد حیات بھی پہاڑون سے سر ٹکرانے لگا۔ مسلمانون کا مقصد حیات تو یہ ہے کہ وہ مذہب کے پابند رہ کر علمی و صنعتی ترقیان کرین، خیالات و جذبات مین اعتدال رکھا گیا، اسراف سے بچین، تعلیم مین بڑھین، فرائض کو یاد رکھین اپنی برادرانہ رسمی مین اپنے تمام بھائیون کو مضبوطی سے تھامین ایثار و رحمدلی کے دامن کو وسیع کرین، وطن محبت کا جامہ سراقبال کے ہمنوا ہوکر اس طرح پہن لین کہ:-

چین و عرب ہمارا، ہندوستان ہمارا ہندی ہین ہموطن ہین سارا جہان ہمارا

دُنیا کی قومین اُس وقت بنی ہین جب اُن کا مقصد حیات مقرر تھا اسوقت بگڑی ہین جب اُنھون نے مقصد حیات کو جہالت کے نذر کردیا اور بے اصول زندگی پر جانورون کی طرح سانس لیکر زندگی کے غلط مفہوم کو سمجھنے لگے۔ مسلمانون کا جب مقصد حیات منضبط تھا تو وہ ترقیون پر ترقیان کررہے تھے اور یورپین قومین جھاڑیون مین اُلجھا اُلجھا کر جھانک رہی تھین، مسلمانون کے مقصد حیات مین جب تزلزل واقع ہوگیا

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا بنایا ہوا عطر جناہر موسم مین استعمال کیا جاسکتا ہے

تو اب یہ یورپ کو حسرت سے دیکھنے لگے، یہ انقلاب ہماری غفلتون کا نتیجہ اور ہماری بے اصول زندگی کا خمیازہ ہے، جب تک ہم مذہبی رہ کر زمانہ کے موافق نہ بنینگے اور اُن باتون سے احتراز نہ کرینگے جو زندگی کو تلخ اور ناگوار بنادیتی ہین، اُن امراض کا علاج نہ کرینگے جن سے ہماری قومی صحت خراب ہو رہی ہے، اُس وقت تک نہ ہم صحت سے ہمکنار ہو سکتے ہین اور نہ قعر مذلت سے اُبھر سکتے ہین، سعی وجد وجہد ہمین کامیابی کے دروازہ پر پہنچا سکتی ہے، تعلیمی ترقیان ہمین نمایان وممتاز بنا سکتی ہین، انہین کنجیون سے مقصد حیات کا دروازہ کھل سکتا ہے۔

نہ قومون کے پنپنے کا کوئی قانون ہے اور نہ ملکون کے سنورنے کا کوئی ضابطہ، قومون کا مد وجزر، ملکون کے انقلاب بتاتے ہین کہ چند روز اِدھر جو قومین آسمان پر حکومت کر رہی تھین، اب اُن کو زمین پر حشرات الارض بھی مُنھ نہین لگاتے دنیا کی حالت ایک ہنڈولہ کی سی ہے، جھولنے والے اُسکی گردش مین ہو بالا رہتے ہین، پچھلے انقلاب، گزشتہ واقعات ہمارے کانون مین اب بھی گونج رہے ہین اور صفحات تاریخ مین باقی، اسکو جانتے اور سمجھتے ہوئے مقصد حیات کو بھلا دینا، اپنی زندگی کو خیر باد کہدینا ہے،

ترقیان دُنیاوی ہون یا روحانی یہ بغیر استقلال وکوشش کے کسی سے بھی نہ حاصل ہوسکین، دنیاوی ترقیون کا میدان گُل ریز نہین ہوتا کہ انسان گُل چینی کرتا اور اُسکی خوشبو سے دماغ معطر کرتا ہوا نکل جائے اور نہ روحانیت کی منزلین ایسی سہل وآسان ہین کہ انسان برسون کا راستہ مہینون مین، دنون کا راستہ گھنٹون مین طے کرکے منزل مقصود پر پہنچ جائے، ہم نے اُس میدان کی بھی گُل چینی کی ہے اور ان روحانی منزلون پر بھی ہمارے ہی بزرگون کے نشانات قدم اب تک اُبھرے ہوئے ہین ابزرگون کی یہ ریاضت اور مصائب زندگی کے مقاصد مین تھے جسکو اُنھون نے اسطرح برداشت کئے کہ آج دُنیا حیرت کرتی ہے۔

جو لوگ غافل ہین اور اصول ترقی سے ناواقف، اور اپنی زندگی کی غائت سے بھی ناآشنا، اُنکی زندگی جانورون کی زندگی ہے، جس مین نہ جوش ہو اور نہ اُمنگ، جس قوم مین نہ استقلال ہو نہ صبر اور نہ مصائب برداشت کرنیکی ہمت، وہ اپنے مقصد حیات کو کیا سمجھ سکیگی عرب کے ریگستان مین پیغمبر اسلام کا پیام توحید سُنئے، کربلا کے بیابان مین حسینؑ کا مقصد حیات دیکھیے، اجمیر کے کنرستان مین خواجہؒ کو نمازمین مصروف پائیے، ایران کے بہارستان مین کوہکن کی شیرین پرستی کو یاد کیجئے، کولمبس کو نئی دنیا مین ڈھونڈھ لیجئے، نپولین کو فرانس مین شاہانہ اقتدار دیکھ لیجئے، یہ تھے مقصد حیات، جن پر قومین جتنا بھی نازنہ کرین، تھوڑا ہے۔

منزل مقصود پر وہی پہنچتا ہے جو نہ پہاڑون کو دیکھتا ہے اور نہ صحراؤن کو، نہ درندون کا خوف ہوتا ہے اور نہ بھوت پریت کا خطرہ خدا پر تکیہ کیے ہوئے اپنی تدبیرون مین مصروف اور اپنی منزلون کے مسافت کا شمار کر رہے ہین۔ وادی طلب کی رُکاوٹون کو دور کرنا، بیخبر اراستون مین نہ بھٹکنا اپنے مقصد کو پیش نظر رکھنا، نہ آندھی کا گرد وغبار آنکھون کو ملنے کی زحمت دے سکتا ہے، نہ بجلی کی چمک خیرگی پیدا کرسکتی ہے اور نہ بادل کی گرج دلون کو دہلا سکتا ہے، مصائب کا مقابلہ یون کیجیے کہ:-

سر شمع سان کٹائیے پر دم نہ ماریئے (آتش)
منزل ہزار سخت ہو ہمت نہ ہاریئے

کام کو شروع کرنا اور مُشکل سمجھکر ادھورا چھوڑ دینا، مقصد حیات کا بودا پن ہے، مشکلین جب ہی آسان ہوسکتی ہین جب اُن کا مستعدی سے مقابلہ کیا جائے، مہلک امراض اُسی وقت زائل ہوسکتے ہین جب اُنکا مسلسل اور صحیح تشخیص سے علاج کیا جائے، ایک ہی مرض کے دو مریض ایک اپنی بدپرہیزی سے مرجاتا ہے، دوسرا اپنی احتیاط سے بھلا چنگا ہوجاتا ہے

تمام ماہران فن نے اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر خاکو بہترین عطر مانا ہے

ایک مین مقصد حیات کا اصلی جوہر تھا، دوسرا صرف جوہر کی چمک کو زندگی کی روشنی سمجھ رہا تھا۔ اچھے ہونیوالے نے مصائب کا مقابلہ کرکے اپنے صبر واستقلال کی سکت دکھلادی، مرنیوالے نے آنکھین بند کرکے اپنی شکست کا اعتراف کرلیا۔ مقصد حیات کوئی ہنسی کھیل بھی نہین ہے اور نہ کوئی معمولی سودا ہے جو بازار کی ہر دُکان سے مل سکے۔ علوم وفنون کی ڈگریان حاصل کرنے مین کیسی کیسی محنتین اُٹھانی پڑتی ہین، کیسے کیسے روح فرسا مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ فتوحات مُلکی مین دانتون پسینہ آجاتا ہے، روپیہ کی بربادی اور جانون کی قربانی پر تو اُس کا معمولی صدقہ ہے مگر کامیابی کے بعد جو مسرت ہوتی ہے وہی مقصد حیات کی حقیقی فتح ہے۔

ہم بھی آجکل "سوراج" کے مقصد حیات کا دُنیا مین اعلان کررہے ہین اور اس سیاسی پُل صراط سے گزر رہے ہین۔ بڑھ بڑھ کر ٹھوکرین کھاتے ہین اور ٹھہر ٹھہر کر ٹھوکرین بھی کھاتے ہین۔ ٹھوکرین کھانا اور پھر سنبھلنا یہ عربی النسل گھوڑے کی فطرت ہے۔ اتحاد واتفاق کی لگام چونکہ ابتک ڈھیلی ہے اسلیے ہر قدم پر ٹھوکرین کھانا ہمارے منصوبون کی اُپٹتی ہوئی شکست ہے۔ ہندی نژاد ٹٹو اپنے مقصد حیات کو سمجھتا ہوا اپنی منزلین کامیابی سے طے کرتا چلا جاتا ہے اس لیے کہ دانہ گھانس اُسکی پیٹھ پر لدا ہوا ہے۔ دُلکی، پوٹی اور سرپٹ کی تعلیم وہ اپنے صدیون کے عربی النسل ساتھیون سے بہت پہلے سیکھ چکا ہے۔ اُسکو ناز ہے کہ مہاتما گاندھی اپنے چرخہ و کھدر کو اُسپر لادے ہوئے دنیا کے ہر گوشہ مین اپنے مقصد حیات کا ڈھنڈھورا پیٹتے پھرتے ہین، اُسکو فخر ہے کہ پنڈت مالویہ اُسکی پیٹھ پر بنارسی دوپٹون کی زین کستے اور سنکھ بجاتے ہوئے نماز مغرب کے وقت عربون کی مسجدون کے سامنے اُسکو ٹہلانا اور اُسکی تکان دور کرنا چاہتے ہین اور سنکھ کی مذہبی موسیقی اور ٹٹو کی فطری موسیقی (ہنہنانا) سے نمازیون کو وجد مین لانا چاہتے ہین۔

بھولے مسلمان نمازین بھی پڑھتے ہین اور گاندھی جی کی روحانیت پر اعتقاد، شیر پنجاب کی زندہ دلی پر یقین اور دیوتائے بنارس کے جوتشی علم پر ایمان رکھتے ہین۔ اگر مسلمانون کا یہ مقصد حیات پختگی کی حد پر پہنچکر گنگا کی لہرون مین جذب ہوگیا تو وہ دن دور نہین کہ "سوراج" نہین بلکہ "ہندوراج" مین ہولی و دیوالی کے موقعون پر گایون کے بجاے ان کی بھینٹ (قربانی) چڑھا کرینگی اور ان کے رنگیتانی خون کے قطرے تمازت آفتاب سے جم کر پیشانیون پر قشقہ کا کام دینگے یا عربی خون کا سیلاب "گنگا مائی" کو بڑھاپے مین عروسی غسل کرادے گا۔

لسان العصر اکبر نے بہت پہلے اسی مسئلہ پر حکیمانہ نظر ڈالی تھی اور مرنے سے پہلے کہہ گئے تھے کہ:-

گلے کا تو کچھ ٹھکانہ بھائی گاندھی نے کیا
شیخ جی کا اونٹ کس کل بیٹھتا ہے دیکھیے

شیخ جی کے اونٹ کو بغیر ایک کل پر بٹھائے ہوئے نہ زندگی کا مقصد پورا ہوسکتا ہے اور نہ بغیر اس کے شیخ جی کی زندگی صحیح معنون مین زندگی سمجھی جاسکتی ہے۔ جب شیخ جی کا کوئی مقصد حیات ہی نہین تو اُن کی زندگی افریقہ کے وحشیون سے بدتر اور اُن کی زندگی دنیا کے لیے باعث ننگ اور اُن کی آبائی ناقہ سواری پر افسوس ہے۔

ہوش بلگرامی

از رام پور

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے کارخانہ کا عطر خاص قدیم پرانا ہوگا اُسیقدر اُسکی خوشبو دیرپا اور خوشگوار ہوگی

انگلستان کی عظیم الشان درسگاہ

کیمبرج یونیورسٹی

(از جناب محمود بریلوی)

شہر کیمبرج (Cambridge) دریائے کیم Cam کے جو دریائے Ouse کی ایک شاخ یا اُس کا معاون دریا ہے، شرقی ساحل پر واقع ہے۔ یہہ شہر سطح سمندر سے تقریباً پینتیس فٹ بلند ہے اسکی آبادی کم و بیش چالیس ہزار ہے۔ بلند و پست پہاڑیوں کا تواتر و تسلسل کیمبرج کو ہر چہار اطراف سے حلقہ کئے ہوئے ہے۔ جانب جنوب گاگ میگاگ پہاڑیاں" Gog magog Hills ہین، شمال مین "کیسل" Castle Hills نامی پہاڑیان ہین انہین کے عقب مین "کیسل مونڈ" Castle mound نامی پہاڑی ہے، جس پر زمانۂ ماسبق کے رومی نشانات کا پتہ دستیاب ہوتے ہین!

شاہ ولیم William the Conqueror نے ۱۰۶۸ء مین اسی کیسل ہل" پر ایک شاندار ایوان تعمیر کیا تھا لیکن چودھوین صدی مین اس کا تمام کارآمد سامان اکھڑوا کر کالجون کی تعمیر کے لیے اُٹھوا لیا گیا۔

معبد (۱) کیمبرج مین بہت سے پُرانے معبد و عبادتگاہ ہین۔ (۱) سینٹ پیٹر St Peter کے گرجا کے متعلق، جو کیسل ہل" پر واقع ہے ایسا بیان کیا جاتا ہے کہ وہ کسی رومی معبد کو منہدم کرکے تعمیر کیا گیا ہے۔ کیونکہ اُسکی دیوارون مین رومی ساخت کی خشت لگی ہے اور اُسکے قرب ہی مین رومی قربانگاہ کے نشانات ملتے ہین۔

(۲) سینٹ بنی ڈکٹ" St Benedict کا گرجا جو منون کا تعمیر کیا ہوا ہے۔

(۳) سینٹ ایڈورڈ St Edward کے گرجا کا معیار بارھوین صدی ۱۲۰۰ء کا تعمیر شدہ بتلایا جاتا ہے۔ اسکی وسیع و منقش محرابین نہایت خوش وضع ہین۔

(۴) راؤنڈ چرچ" Round Church جس مین پاک مریم کی فرضی تربت ہے ۱۱۰۱ء مین تعمیر کیا گیا تھا۔ یہہ انگلستان کے موجودہ ہر چہار مدور گرجاؤن Round Church مین سب سے پُرانا ہے۔

(۵) سینٹ میکائیل" St Michael کا گرجا ۱۳۲۴ء مین تعمیر کیا گیا تھا۔ اس کے شمالی راستہ کے شرقی کونہ پر شاہ چارلیس اول" کا قدآدم مجسمہ نصب ہے۔

(۶) سینٹ میری St Mary یونیورسٹی کا گرجا ہے جو ۱۲۹۰ء مین آتش زدگی سے برباد ہوکر دوبارہ ۱۴۷۸ء مین از سر نو تعمیر کیا گیا۔ اس کا ایک مینارہ ۱۳۱ فٹ بلند ہے کیمبرج سے آکسفورڈ یونیورسٹی زیادہ پُرانی سمجھی جاتی ہے اس لئے کہ اُس کا سب سے پہلا کالج "میرٹن کالج" ۱۲۶۴ء مین قایم ہوا تھا، اور کیمبرج کا سب سے پہلا کالج پیٹر ہاؤس" ۱۲۸۴ء مین۔

موسم گرما مین روح خس صغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے کارخانہ کا استعمال کیجئے۔

ب۔ ایوانِ منتظمانِ یونیورسٹی Senate House (سینیٹ ہاؤس) کا رنسٹین ساخت کی ایک خوش قطع عمارت ہے۔ روایت ہے کہ اس کے ستونوں کے اوپر کی چوکیاں اور عمارت کا اندرونی پلاسٹر کا کام جنیسہ روم کے عظیم الشان معبد جیوپیٹر اسٹیٹر Jupiter Stator کی نقل ہے۔ اسکی تعمیر میں تیرہ ہزار پونڈ صرف ہوئے تھے اور ۱۷۳۰ء میں مکمل ہوگئی تھی۔ منتظمانِ یونیورسٹی کے بعض اہم امتحانات اور خطابات کی بخشش اسی جگہ ہوتی ہے۔ اس کا بڑا اور مخصوص کمرہ سو فٹ طویل، تینتالیس فٹ عریض اور تیس فٹ بلند ہے۔ اسکی لائبریری Library (کتب خانہ) ملک بھر میں سب سے زیادہ پرانی اور شاندار ہے جسکا افتتاح ۱۴۲۴ء میں ہوا تھا۔ اس میں پانچ لاکھ عمدہ کتب اور بہت سے قلمی نسخے ہیں۔ اسکی بچھلی منزل میں "علم طبقات الارض" کا عجایب خانہ اور کمرۂ تقریر ہے!

ج۔ عجایب خانہ عجایب خانہ فٹز ولیم Fitzwilliam Museum جس کا ڈیزائن (نقشہ) ببیوی Basevi (انجینیر) نے کیا تھا کارنتھین وضع اور عمدہ "پورٹ لینڈ" پتھر Portland Stone کی عمارت ہے۔ وسکاؤنٹ فٹز ولیم Viscount Fitzwilliam نے ۱۸۱۶ء میں ایک رقم خطیر اسکی تعمیر کے لئے اور نہایت بیش بہا مجموعۂ کتب، تصاویر، دستی تصاویر و دیگر اشیا اسکی سجاوٹ اور آرائش کے لئے اپنی موت سے پیشتر وقف کردی تھیں جس سے یہ عمارت تعمیر ہوکر مزین ہوئی۔ اسکی پہلی منزل میں کتب خانہ اور علمی و تاریخی خزانہ ہے جس میں نایاب و گران قدر کتب دیرینہ اور عہد عتیق کے کتبے اور نقش و تصویر کی باکمال دستی تصاویر ہیں۔ یہیں وہ مشہور کتاب بھی ہے جو "ہنری ہشتم" King Henry VIII لیوریم Liber کو بھیجی تھی۔

اوپر کی منزل میں عجایب خانہ اور تصویر خانہ ہے جس میں یورپ کے باکمال نقاشوں اور مصوروں کا منتخب شاہ کار ہے۔ یہاں ایک معتدبہ تعداد یونانی اور دیگر پرانے اسکول کی اور ایک نادر ذخیرہ پرانے یونانی اور رومی خانقاہوں اور قبور کے آئینہ جات کا ہے جو اس جگہ جزیرۂ قبرس Cyprus سے لائے گئے تھے۔ کچھ مصر قدیم کے لوحِ مزارات کے کتبے اور یونانِ قدیم کے مختلف النوع قابل دید ظروفِ گلی وغیرہ ہیں۔

د۔ کالج لیمبرج کے کالجوں کا عقبی منظر اپنی دلکشی کے لئے ممتاز و ممتاز ہے۔ خاص کالجوں کی شاندار عمارتوں کا منظر خود نہایت دلفریب و نظر افروز ہے۔ ان سب میں کنگس کالج King's College نو وارد کے لئے مخزنِ تحیر و معدنِ عجائب ہے۔ یہ خوبصورت کالج ۱۴۴۱ء میں "شاہ ہنری ہشتم" کے ہاتھوں افتتاح پذیر ہوا۔ اور سینٹ نکولس" Saint Nicholas کے متبرک نام سے معنون کیا گیا۔ اس کا صدر دروازہ نہایت شاندار ہے اور گرجا Chapel کی عمارت، عیسائی دنیائے تعمیر میں ایک نادر و بے نظیر شے ہے۔

(۲) پیٹر ہاؤس کالج Peter House College — کیمبرج میں سب سے دیرینہ ہے جسکی بنیاد ۱۲۸۴ء میں بشپ آف الائی" Bishop of Ely نے ڈالی تھی۔ اسکی عمارت تین حصوں میں منقسم ہے۔ ایک حصہ جو کیمبرج کے اندر کالج کی عمارات میں سب سے پرانا ہے ۱۳۰۸ء میں تعمیر ہوا تھا دوسرا حصہ ۱۳۳۸ء میں اور تیسرا حال ہی میں تعمیر ہوا ہے۔ مجموعی حیثیت سے یہ ایک دلکش عمارت ہے۔

(۳) کلیر کالج Clare College کی بنیاد ۱۳۲۶ء میں پڑی تھی یہ کالج کوئنس آف کلیر Countess of Clare کے نام

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر حنا کا نسخہ کسی دوسرے عطر ساز کو دستیاب نہ ہو سکا

سے موسوم کیا جاتا ہے مگر اصلی و حقیقی بانی کا پتہ نہیں! ۱۵۳۱ء مین یہ عمارت آتش زدگی سے برباد ہو گئی تھی اس لئے ۱۶۷۰ء مین دوبارہ تعمیر ہوئی۔ اسکا معبد Chapel اطالوی اور کارنتھین ساخت کا ہے جو ۱۶۶۳ء مین تعمیر ہوا تھا۔

(۴) پیم بروک کالج Pembroke College کی محرک و بانی "ارل آف پیم بروک" Earl of Pembroke کی بیوی تھی، یہ بدقسمت مگر صاحب ثروت عورت ایک ہی دن مین، کنواری سے بیاہی اور بیوہ ہو گئی۔ اس کا خاوند رسومات شادی کے ایک رایج الوقت بیہودہ و خطرناک کھیل مین ختم ہو گیا تھا۔ اس کالج کا معبد Chapel "سر کرسٹوفر رین" Sir Christopher Wren نے ۱۶۶۳ء مین بنوایا تھا اسکے کتب خانہ مین بیس ہزار عمدہ کتب اور تین سو قلمی نسخہ جات ہین

(۵) گان ویلے اور کینس کالج Gonville & Caius College کو ایڈمنڈ گانویے Edmond Gonville نے ۱۳۴۸ء مین قایم کیا تھا۔ ۱۵۵۷ء مین ڈاکٹر جان کیئس Dr Jhon Caius نے ضروری ترمیم و تنسیخ کے بعد اس کا نام Caius College کیئس کالج رکھدیا۔ ڈاکٹر مذکور نے اسکو بہت فروغ دیا۔ اُس نے ۱۵۶۵ء مین پڈوا Padua سے ایک عمدہ ڈیزائن (نقشہ) فراہم کرکے اس کا وسطی حصہ تعمیر کرایا۔ اس کالج کی لائبریری مین پندرہ ہزار کتب اور سات سو دس قلمی نسخے ہین۔

(۶) سینٹ جانس کالج Saint John's College لیڈی مارگریٹ بیوفٹ Lady Margaret Beufort کے مال متروکہ سے تعمیر کیا گیا، اس کالج کی مالی حالت سب سے بہتر ہے۔ کالج کا ہال (بڑا کمرہ) ایکسو آٹھ فٹ طویل اور نہایت شاندار ہے اسکا عبادتخانہ Chapel گلبرٹ اسکاٹ Gilbert Scott نے ۱۸۶۹ء مین تعمیر کرایا تھا جسمین ساٹھ ہزار پونڈ صرف ہوئے تھے۔ اس کے صدر دروازہ پر لیڈی مارگریٹ" اور بشپ فشین Bishop Fisher کے مجسمے نصب ہین۔ پُشتون Buttress پر کیمبرج کے سرپرست بانیان کالج کے مجسمے نصب ہین۔ کالج ہذا کی لائبریری مین پچاس ہزار کتب اور چار سو قلمی نسخہ جات (غیر مطبوعہ کتب) ہین۔ بین جانسن Ben Jhonson (مشہور ڈراما نٹ) ورڈزورتھ Wordsworth اور لارڈ پامرسن Lord Palmerston اس کالج کے ممبر رہ چکے ہین!

(۷) ٹرینٹی کالج Trinity College کو شاہ ہنری ہشتم Henry VIII نے تعمیر کرایا تھا جس کا مجسمہ کالج کے بیرونی دروازہ پر نصب ہے۔ اس مجسمے کے بازوؤن کے سایہ مین "شاہ ایڈورڈ سویم Edward III وغیرہ کی سنگی تصاویر آویزان ہین۔ دروازۂ زیر بحث کے دوسری جانب "شاہ جیمس اول" James the first اُسکی ملکہ اور شاہزادہ چارلیس Charles کے مجسمے ہین۔ کالج مذکور کا ضمن Court انگلستان کی تمام یونیورسٹی اور کالجون مین سب سے زیادہ کشادہ و فراخ ہے۔ یعنی ۳۳۴ فٹ طویل اور ۲۸۸ فٹ عریض ہے، اسطرح سے گویا وہ نوے ہزار مربع فٹ ہے! کالج کے شرقی حصہ مین گرجا Chapel ہے جو ملکہ میری Queen Mary نے تعمیر کرانا شروع کیا تھا مگر اُسکی موت کے بعد تکمیل ۱۵۶۴ء مین ملکہ الزبتھ Queen Elizabeth کے ہاتھون ہوئی۔ کالج ہذا کے غرب مین ایک بڑا صدر دروازہ ہے جس مین شاہ ایڈورڈ سوم Edward III کا مجسمہ ہے اس کے برابر کالج کی لائبریری ہے جو رین Wren (انجینیر) کی زیر نگرانی ۱۶۷۰ء سے ۱۶۸۸ء تک تعمیر ہوئی تھی۔ اس مین نوے ہزار کتب اور ۱۹۰۰ غیر مطبوعہ کتب ہین۔ ان قلمی نسخون مین ایک منظوم کتاب ملٹن کی تصنیف اور خود اُسی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی موجود ہے۔

(۸) ٹرینٹی ہال Trinity Hall کیمبرج کا قانونی کالج

کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کی ایک شاخ چاندنی چوک دہلی اور ایک شاخ گلزار حوض حیدرآباد دکن ہے

سمجھا جاتا ہے اس کا سنگ بنیاد ۱۳۵۰ء مین پشپ آف نارو ک Bishop of Norwich نے رکھا تھا اور لائبریری ملکہ الزبتھ کے عہد مین تعمیر ہوئی۔ اس کالج کی اصلی عمارت ۱۴۳۸ء مین طاوی وضع پر عمارت پذیر ہوئی تھی۔ اس کا شرقی حصہ ۱۸۵۲ء مین آتش زدگی کے باعث خاکستر و برباد ہو گیا تھا جسے "سالون" Salmon نے دوبارہ تعمیر کرایا۔

(۹) عیسٰی کالج Jesus College جانب شہر "ٹرم پنگٹن اسٹریٹ" Trumpington Street پر واقع ہے۔ اسے بشپ آف الائی نے قائم کیا تھا۔ اس کا گرجا ۱۵۱۱ء مین تعمیر ہو چکا تھا۔

(۱۰) "درسگاہ مسیح" Christ College (کرائسٹ کالج) کی بنیاد ۱۴۳۹ء مین ڈالی گئی تھی۔ یہ کالج لیڈی بیوفورٹ، کے نام سے مشہور ہے جس کا مجسمہ سڑک کے دوسری جانب کالج کی دیوار کے وسطی طاق مین ہے۔ ملٹن Milton (مشہور شاعر) اسی کالج کا رکن تھا۔

(۱۱) کوئنس کالج Queens College کی بنیاد شاہ ہنری ہشتم اور ملکہ شاہ ایڈورڈ چہارم نے ۱۴۴۸ء مین رکھی تھی۔

علاوہ ازین کیمبرج مین دیگر کالج بھی ہین، جن کے، بخوف طوالت ہم صرف نام مندرج کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہین۔ گو اس مخزن علم Colleges شہر کیمبرج کے ہر گلی کوچے اور ہر چھوٹی بڑی عمارت پر جو سراپا تاریخ ہے، ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے مگر ہمین امید ہے کہ ناواقف ناظرین کے لیے یہ مختصر مضمون بھی دلچسپی سے خالی نہو گا۔

امید کہ مستقبل قریب مین اسکی ہم عمر و ہم پلہ Sister University آکسفورڈ یونیورسٹی اور شہر کے مجمل حالات بھی لکھکر ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے پیش کر سکون گا!

وہ کالج یہ ہین۔

(۱) کارپس کرسٹی" (۲) Corpus Christi "میگڈیلین" Mag dalene (۳) "یونا نویل" Downing (۴) "ڈاؤننگ" Emanuel اور (۵) "سڈنی سسکس" Sidney Sussex

محمود بریلوی، او ایس

سہیلی کا سالگرہ نمبر

بہت جلد شائقین پیمانہ پر شائع ہو گا

(صفت کیونکر مل سکتا ہے)

سہیلی کا سالگرہ نمبر ۱۵ نومبر ۱۹۲۶ء کو شائع ہو گا۔ ۱۵ اکتوبر تک آپ دام بھیج دیجئے۔ اس نمبر کے ۱۵۰ صفحات کے ۱۵ ابواب ہونگے۔ ہر باب ایک مشہور مضمون نگار کا لکھا ہوا ہو گا۔ ہر باب کے شروع مین مضمون نگار کی تصویر ہو گی۔ ہر باب کے مضامین کے عنوان کے ساتھ ایک تصویر ہو گی۔ ۱۵ ابواب کے ۱۵ تصویر ہونگے۔ ۱۵ تصویر کے علاوہ ۱۵ تصویر اور ہونگے۔ ۱۵ تصویر کے ۱۵ مضامین ہونگے۔ ۱۵ مضامین کے ۱۵ تصویر

ہندوستان کی عریان نویس خواتین

(از جناب مولانا مسعود الرحمن خاور صاحب ندوی پیلی بھیتی)

شوق تحریر مضامین مین کھلی جاتی ہے
بیٹھکر پردے مین بے پردہ ہوئی جاتی ہے

مندرجۂ بالا عنوان کے ماتحت سب سے پہلا جو نام ہمارے سامنے آتا ہے وہ ہندوستان کے ایک نامور ادیب کی محترم خاتون "نذر سجاد حیدر" کا ہے۔

نذر سجاد حیدر اپنی ذہینت کے اعتبار سے ہندوستان کی تعلیم یافتہ خواتین مین فرد ہین۔ آپ کے قلم سے آزادئ نسوان کی نام نہاد حمایت مین ایسے ایسے مبتذل و عریان افسانے پنجاب کے اکثر رسالہ جات مین شائع ہو چکے ہین کہ انکو کوئی مذاق سلیم و ادبی ذوق رکھنے والا شخص کبھی وقعت و دلچسپی کی نگاہون سے نہین دیکھ سکتا ملک مین یقیناً ابھی یہ دور نہین آیا ہے کہ اسقدر بیباک طرز نگارش آنکھون کو مرغوب ہو۔ نذر سجاد حیدر کی تحریرات کا جہان تک آزادی و ترقی حقوق نسوان سے تعلق ہے وہ کبھی متین و سنجیدہ سوسائٹی مین پسند نہین کی جاسکتین پنجاب و یو۔ پی کے بعض شہرت پسند و آزاد رسائل نے نذر سجاد حیدر اور آپ جیسی بیشمار ادبی مضامین نگار خواتین کی تحریرات شائع کرکے ملک مین عام ہیجان پیدا کردیا ہے، یو۔ پی کے رسائل مین آجکل سب سے زیادہ ممتاز پبلسٹی حاصل کانوزائدہ رسالہ "حرم" ہے جسکو عالم وجود مین آئے ہوئے ابھی پوری ایک ششماہی بھی نہین ہوئی ہے۔

بعض رسائل کا ایک خوشگوار دستور یہ بھی ہے کہ اپنی شہرت و جلب زر کے لئے ایسی ایسی حرکات کرتے ہین کہ جو صحافت ادب اردو کے لئے باعث ننگ ہین۔

نذر سجاد حیدر کی مقبولیت ادبی دنیا مین ایک ایسا افترا ہے جسکی کوئی حقیقت نہین اس طرح کا متشددانہ طرز تحریر کبھی کسی پروپیگنڈے کے لیے کامیاب نہین ہو سکتا۔ نذر سجاد حیدر جس اصول کی اپنے افسانون کے ذریعہ اشاعت کرنا چاہتی ہین اس کے لئے اسدرجہ بیباکانہ عبارت آرائی کبھی مقصد کو کامیاب نہین بنا سکتی۔ "حرم" کی نمبر مین "داماد کا انتخاب" اور جولائی و اگست نمبر مین "شادی خانہ بربادی"، آپ کے رشحات قلم کے نادر شاہکار ہین۔ "داماد کا انتخاب" چند خطوط پر مشتمل ہے جس کے متعلق محترمہ مدیرہ "حرم" نے اپنی طرف سے باریک حروف مین چند سطور بیگم صاحبہ کی ہمت افزائی کے لئے سپرد فرماتے ہوئے آپکو مصر کی آنسہ امی اور ٹرکی کی خالدہ ادیب خانم سے نسبت دی ہے۔ کاش ہندوستان کی یہ آنسہ می و خالدہ اپنے عریانی خیالات کے علاوہ دیگر اصناف مین بھی اپنی ہمدرد معزز بہنون کی تقلید اپنے لئے ضروری سمجھتی تو اچھا تھا۔

آپکا دوسرا اصلاحی افسانہ "شادی خانہ بربادی"، ہے جسکو رسالہ "حرم" نے ملک مین اپنی رفعت و بلندی کے لئے پھر شائع فرمایا ہے "شادی خانہ بربادی"، ایک افسانہ ہے بے ربط پلاٹ کے اعتبار سے اس مین بے انتہا نقائص و خرابیان ہین افسانے مین مغربی رنگ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور یوروپین ذہنیت کے ماتحت اسکی ترتیب عمل مین لائی گئی ہے جو ایک

تمام ماہر فن نے اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر حنا کو بہترین عطر مانا ہے

ہندوستانی "سحر طراز ادیبہ و مصنفہ" کے ہرگز شایان شان نہین۔

"آہ آہ! مرد کی ذات بیوفا، پیاری انوری۔

یہ امجد پانچ سال سے برابر مری خالہ زاد بہن لیلا دتی سے محبت کر رہا تھا۔ محبت کیسی مر رہا تھا"

یہ وہ الفاظ ہین جو انوری کی سہیلی سوشیلا نے کہے۔ اور سنئے انوری اپنی زبان سے ایک غبطلمین عزیز مرد سے اپنے جذبات پنہانی کا اظہار یون کرتی ہین۔

..... جس بیوفا کے لیے باپ سے عمر بھر کو بگاڑی وہ بھی نہ ملا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس طرح چوری چھپے ملنا مری توہین ہے۔

"حرم"، صفحہ ۲۶ پر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

دیکھا سچے چاہنے والے ایسے ہوتے ہین۔

(انوری کی زبان سے)

"حرم" صفحہ ۲۹ پر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ان کے سالے صاحب کی شہید جفا ہے۔ (سوشیلا کی زبان سے)

یہان پر ہمنے ان عبارتون کو نقل کیا ہے جسکو ایک ابرس کی لڑکی بھی سرسری طور سے پڑہنے مین نظر انداز نہین کر سکتی۔ بظاہر فسانہ ایک ناکام اصلاحی جد و جہد کا کامیاب نمونہ کہا جا سکتا ہے

جس مین آزادی خیال کے علاوہ جذبات حیا و عصمت شعاری کو کافی طور پر مجروح کیا گیا ہے۔ اگر "ہندوستان کی مشہور سحر طراز ادیبہ" کے قلم کے یہی جواہر پارے ہین تو وہ وقت دور نہین جب بہت سی کم سن بچیان اور کتنی ہی ناکتخدا نوجوان لڑکیان ایسے اصلاحی افسانون کا شکار ہون اور "سحر طراز ادیبہ" کے ساتھ ہی ساتھ محترمہ مدیرۂ "حرم" کی درخشان کامیابی پر ہم ان کو تہنیہ مبارکباد پیش کرین اپنے طبقہ اور خواتین کی اصلاح کے لئے اور بھی بہت سے طریقہ ہین جس پر گامزن ہو کر آپ فائدہ حاصل کر سکتی ہین!

گزشتہ پر آشوب و پر مصائب زمانہ نے جہان مشرقی اقوام کو میدان آزادی و استقلال کا مرد بنا دیا ہے وہان مشرق کی خواتین مین بھی بہت کچھ آثار بیداری پیدا ہو چکے ہین۔ زنان شرق خالدہ ادیب خانم، لطیفۂ کمال، عائشہ، فاطمہ، نگار و نسرین خانم دنیائے اسلام کی وہ درخشان ہستیان ہین کہ جن کے ہمت افزا اور ایثار و قربانی کے شجاعت آفرین مظاہرات دنیا کے سامنے ہین۔

تصویر کا دوسرا رخ یون ہے کہ ہندوستان کی خواتین نے اگر اپنی بیداری کی جانب کوئی عملی قدم بڑہایا ہے تو وہ غزلگوئی و افسانہ نگاری کی طرف جس کا مدعا صاف الفاظ مین یہ ہے کہ مردون کو "دعوت محبت" دی جائے اور اپنے کو "محبت انفعالی سے لذت یاب" ہونے کے مواقع بہم پہونچائے جائین افسوس۔ دنیا کی کوئی مہذب تاریخ کبھی ایسے حیا سوز خیالات کو تاریخ کا سرمایہ نہین بنا سکتی۔ آج ادب اردو کے پردے مین ہماری خواتین کی طرف سے جو نجس زہر آلود مواد فراہم کیا جا رہا ہے وہ کبھی بھی کام آنے والی چیز نہین۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

یو۔ پی کا ایک مشہور حامی نسوان رسالہ جو بعد کو پنجاب سے شائع ہوتا تھا اور اب افسوس ہے کہ ہم اسکو لفظ "مرحوم" سے یاد کرنے پر مجبور ہین) اس مین التزاماً خواتین کی نام نہاد ادبی تحریرات کو جگہ دی جاتی رہی۔ چند نمونے ملاحظہ ہون۔

"اختر" آئین۔ اس حالت مین کہ کائنات ارضی کی تمام "درخشندگیان ان کے جلو مین تھین۔ آہ دنیا اس وقت کسقدر خوشگوار اور کسقدر حسین نظر آتی تھی۔ اور "وہ" کسقدر فرحان اور کسقدر مسرور نظر آتے تھے اختر کی "معیت جمیل" مین!

تبادلۂ خیالات ہوا۔ گرم جوشی کی باتین ہوئین انھون نے

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے مال طلب کرنیکے بعد اگر ناپسند ہو تو قیمت واپس لیجیے اور واپسی کے محصول کا بھی کارخانہ ذمہ دار ہے

اختر کے ادبی کارنامون پر مبسوط تقریر کی اسکی صہبائے کیف سے لبریز نظمون اور ہمہ شعریت و ہمہ موسیقیت افسانون کی بے انتہا تعریف کی۔ جس کا اختر نے اپنی لوچدار مترنم آواز مین شکریہ ادا کیا۔

اختر اُس وقت جب ان کی نگاہین۔ اس کے برقع کے طواف مین مصروف تھین۔ کمرہ مین سکوت تھا۔ آہستہ آہستہ اُو ٹھی۔ - - - - اُٹھی اور اُنکی کرسی کے لمحہ بہ لمحہ نزدیک ہوتی گئی۔ "اُن" کی نگاہون مین "رقاص" پیدا ہوا۔ خون رگون مین تیزی سے حرکت کرنے لگا اور جب بالکل قریب ہوگئی تو اپنی "سیمین" کلائی برقع سے باہر نکال خطوط کے بنڈل کو جو اُس کے نرم و نازک انگلیون مین تھا "اُن کے" آگے رکھدیا۔

یہ تمھاری تحریرین مجھے نہایت عزیز ہین۔ مگر آہ! پیارے اب ان جرعون سے میری پیاس نہین بجھ سکتی۔ کیا یہ ممکن نہین ہوسکتا کہ مجھے اپنی محبت کے بے پایان سمندر مین ہمیشہ کے لئے ڈوب جانے دو!

یہ کہا اور اپنے آپ کو "اُن کی آغوش مین دیدیا! اُن!

(ایک مختصر وقفہ کے بعد)

(اب حقیقت کی نقاب کشائی ہوچکی تھی) شکاری خود جال مین تھا۔ اور صیاد خود زخمی! یعنی جسے وہ اختر سمجھے ہوے تھے وہ اختر نہ تھی بلکہ ان کی "پیاری زہرہ"!! وہ حیران تھے اس سانحۂ ہوش ربا پر اور مین اپنی شرارت پر ہنس رہی تھی وہ "ندامت آمیز" تبسم کے ساتھ اوٹھے اور "شوخ و چالاک شرمندہ" کہکر ایک دفعہ پھر مجھے اپنی آغوش مین لے لیا!

مجھے ایک دفعہ پھر وہ رات یاد آگئی جب مین ان کے آگے شکست کھا چکی تھی۔ اُس دن مین لجائی ہوئی تھی اور آج وہ شرمندہ اُس دن وہ کامیاب تھے اور آج مین فاتح"۔

خبر نہین ان کے لمس مین جادو تھا یا سحر کہ جو تھی انکی نرم و نازک انگلیون نے مرے کمزور جسم کو مس کیا مین بیہوش تھی امرے سارے منصوبے خاک مین مل گئے۔ مری تمام کوششین بے سود ثابت ہوئین یعنی جب مجھے ہوش آیا تو یہ معلوم کرکے کسقدر حیران تھی کہ میرا جسم ان کی آغوش مین تھا اور "اُن کے" بازو مری نڈھال گردن مین ارشمی ساری الگ پڑی تھی شانہ و گردن عریان تھے بال پریشان تھے اور "وہ" شرارت آمیز مسکراہٹ سے مجھے شرمندہ کر رہے تھے! مین سخت نادم تھی اپنی اس کمزوری پر اور منفعل تھی اس انتہائی بزدلی پر!

(ایک عورت کے قلم سے)

صاحب غیرت افراد خود فیصلہ فرماوین کہ ہماری خواتین کا یہ طرز نگارش کہان تک اصلاحی کہا جاسکتا ہے اور اس مین وہ کیا راز پوشیدہ ہین جو ترقی نسوان کا باعث قرار دئے جاسکتے ہین کیا پردہ نشین تعلیم یافتہ خواتین پر ان الفاظ سے برے د نہایت گہرے اثرات مترتب ہونے کا اندیشہ نہین!

یہ تو ہماری ادیبہ خواتین بہنون کی نثر مین شاعری تھی اب "نظم کی شاعری" بھی ملاحظہ فرمائیے۔

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا ایجاد کردہ عطر حنا ہے جسکا استعمال ہر موسم مین خوشگوار ہے

تصویر ساغر دیکھکر

دوسرا رخ

(ایک خاتون کے قلم سے)

یہ لگاوٹ میں یہ شوخی یہ ادائے بیحجابی
کسی کنج گل میں جیسے ہو پڑا کوئی شرابی
یہ عذار بوس کاکل یہ نمائش پریشانی
کہ شراب جیسے اڑکر بنے آتش گلستان
یہ کھلا ہوا گریبان یہ نمود جوش مستی
یہ خمار ریز آنکھیں یہ شباب پرستی
تری مستیاں وہ سمجھے جو خراب رنگ و بو ہو

"ارے او" جوان ساغر یہ جہان ہو اور تو ہو؟ (عزیز پردین)

"ارے او" ایک شریف پردہ نشین مسلم خاتون کے قلم و دہان سے نکلے ہوئے الفاظ کسقدر پرکیف ہیں۔ اور سنئے۔

خیر مری لی برباد کرکے فتنہ گر تو نے
میں تکتی رہ گئی اور پھیر لی اپنی نظر تو نے

سزا ملتی ہے لیکن بے وفا ایسی نہیں ملتی
ہمارے جرم الفت پر ستایا عمر بھر تو نے
(عزیز پردین)

ابھی اور سنئے ۔ نسائی جذبات کو غلط شاہراہ پر لے جانے والے اشعار

جاتے ہیں وہ بگڑ کر لیکن یہ بات کیا ہے
پھر پھر کے دیکھتے ہیں کیا چاہتے کیا ہے جی میں
اے ناوکِ نگاہِ مستِ منے ظلم
زخمی کیا جگر بھی کیوں دل کی دشمنی میں
بن کر گدائے الفت مضراب عشق لیکر
جاؤں میں ان بہانے اُس شوخ کی گلی میں
"مطربہ سے"
(بلقیس جمال)

ہاں اک نظر ادھر بھی حسن و شباب والی
آجام عشق بھر دے کافر شراب والی
انگڑائیوں میں دیکھا جو کچھ وہ کیا بیاں ہو
دل ہو رہا ہے بیخود دے پیچ و تاب والی
(میمونہ غزال)

پھر بہار آئی کیا پھولوں نے سامان جنون
بنتی پتی اب نظر آتی ہے عُریان جنون
ہاں نہ اشک غم و خوش آنکھو نکو کر تو وطلوع
آج کچھ بیکار بیٹھے ہیں پریشان جنون
تم نظر بھر کر نہ دیکھو چشم یاس عشق کو
چھپ نہ جائے حسن کے سینے میں پیکان حسن
(رابعہ خاتون پنہان)

کسقدر مضحکہ خیز امر یہ ہے کہ آج "انشائے لطیف" کے پردے میں جذبات نسائی و عصمت شعاری کی دردناک و عبرت انگیز عریان تصاویر پیش کرنیکا کام بڑی سرعت سے ہمارا جنس طبقہ لطیف انجام دے رہا ہے جس کسی کو آج تھوڑی بہت لکھنے پڑھنے کی آسانیاں میسر ہیں اسکو سب سے پہلے مضامین نگاری کا سودا ہوتا ہے اور ہمین فسانہ نگاری یا غزلگوئی کو سب پر فوقیت دی جاتی ہے جسکے نمونے آپنے ملاحظہ فرمائے ایک عورت کیلئے نثر میں عشقیہ افسانہ نگاری و غزلگوئی کبھی بھی مستحسن قرار نہیں دیا جاسکتا!!

عورت کیلئے جذبات محبت کا چھپانا ہی دراصل ایک حسن و عصمت ہے جس سے اونکی قدر و منزلت میں اور چار چاند لگ جاتے ہیں جن محترم خواتین کے مضامین کا ایک سلسلہ نا متناہی آجکل رسائل میں پھیلا ہوا ہے اُنمیں بہت سی کنواری لڑکیاں بھی ہیں جنس لطیف کے ان نازک افراد سے اگر بادب دریافت کیا جائے کہ ان اشعار یا مضامین میں آپکا مخاطب کون ہوتا ہے تو اسکا جواب سوائے خاموشی کے اور کچھ نہ ہوگا۔ خواتین کی ان تحریرات کا آج ملک کے ایک مخصوص طبقہ پر جو اثر پڑ رہا ہے وہ سخت مہلک و بُرے نتائج کا حامل ہے مردوں کی طرف سے جو لٹریچر ادب اردو کے پردے میں پیش کیا گیا ہے وہی برانگیختگی جذبات کے لئے کیا کم تھا مگر یہ تو بقول شخصے انتہائی قباحت ہے کہ بعض جوان و ناتجربہ لڑکیاں مردوں کو بے تابانہ دعوت محبت دے رہی ہیں۔ اب ہماری خدا سے دعا ہے کہ وہ زبان و ادب کی بھی خواہ خواتین کو چشم بصیرت عطا فرمائے تاکہ وہ جلد اس "تخریب نسوان" پالیسی سے باز آجائیں اور اپنے طبقہ کی فلاح و بہبود کے لئے کوئی صحیح راہ عمل تلاش کرنے میں۔ کامیاب ہوں۔ ورنہ پھر مجبوراً ہمیں یہ مدد عا کرنا پڑے گی۔

ناخن نہ دے خدا تجھے اے پنجۂ جنون

مسعود الرحمٰن خان
ندوی پیلی بھیتی

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر حنا کا نسخہ کسی دوسرے عطر ساز کو دستیاب نہ ہوسکا

حضرت اصغر اور اُنکی شاعری

انسان ہمیشہ ماضی کے کارنامون کو حال کے بڑے سے بڑے اختراعات و ترقیع تصور کرتا ہے۔ زمانہ کی وہ عظیم الشان خلیج جو حال و ماضی کے درمیان حائل ہے گزرے ہوئے واقعات کو غیر معمولی طور پر اہم بنا دیتی ہے۔ انسان کو فطرتاً ہر قدیم چیز سے عقیدت ہوتی ہے اور اس عقیدت سے تقدس کا تخیل کچھ اس طرح وابستہ ہوتا ہے کہ وہ رفتہ رفتہ قوی ہوکر مذہبی اور اخلاقی عقیدت کا سا رنگ اختیار کرلیتی ہے۔ بعض لوگ اپنی اس خصوصیت مین اس حد تک متجاوز ہوجاتے ہین کہ وہ اپنے رسمی اور روایتی عقائد کے خلاف تنقیدی رائے کا ایک لفظ بھی سُننا گوارا نہین کرتے۔

کسی نقاش کی صنعت، کسی مصنف کی تصنیف، کسی شاعر کا کلام، کسی مصلح کی تبلیغ خود اُسکی حیات مین کبھی اتنی شدید مقبولیت نہین حاصل کرلی جتنا اس کی موت کے بعد۔ دُنیا کے مختلف مذاہب کی تاریخ اُٹھاکر دیکھئے خدا معلوم کتنے مبلغان دین ایسے گزرے ہین جو اپنے زمانۂ حیات مین سالہا سال کی مسلسل دعوت و تبلیغ کے باوجود بھی اپنے گرد سچے پیروکارون کو کوئی معقول مجمع پیدا کرنے مین کامیاب نہین ہوئے لیکن اِس حالم عناصر کو چھوڑنے کے بعد اُنکے اقوال اُنکے خصائص جہان تک کہ اُنکی کمزوریان بھی حیرت انگیز طریقے سے روحانی سمجھی جانے لگین اور وہی مذہب حسین یا نبی مذہب کی زندگی تک انسانون کے لئے کوئی دلکشی نہ تھی، قبولیت اور ہر دلعزیزی کے زیور سے متجلی ہوگیا۔

فطرت انسانی کی اِس عجیب خصوصیت کی بدولت ماضی کا ہر واقعہ اور ماضی کی ہر صنعت نے ناقابل اندازہ اہمیت حاصل کی ہے۔ ہمین ہمیشہ زمانۂ رفتہ، حال سے زیادہ دلکش زرین اور درخشان نظر آتا ہے اور ہم عہد ماضی کے کارنامون کو خواہ وہ حقیقتاً کتنے ہی کمزور اور ناقابل اعتنا کیون نہون اِس وقعت اور عظمت کا مستحق قرار دیتے ہین جسکی بنا عموماً مذہبی جوش اور خلوص پر ہوتی ہے۔

انسان کی یہ کمزوری اگر صرف حیات کے زرین پہلوؤن تک وابستہ رہتی تو کوئی ہرج نہ تھا لیکن یہ مخلصانہ روائت پرستی جہان ایک طرف ہمارے دل کو اسلاف کی محبت سے مملو کرتی ہے، وہان دوسری طرف حقائق اشیاء کے متعلق ہمین بڑی بڑی خطرناک غلط فہمیون مین گرفتار کردیتی ہے۔

اِس جوش اور عقیدت کا نتیجہ عموماً یہ ہوتا ہے کہ ہم صحیح نتائج کبھی مترتب نہین کرسکتے، ہم جو کچھ دیکھتے ہین اپنے عقیدہ کی آنکھون سے، جو کچھ سوچتے ہین اپنے متعصب اور متاثر دماغ سے، اور جو کچھ فیصلہ کرتے ہین روائت پرستی کے جذبہ سے مغلوب ہوکر۔ یہان تک کہ ہماری رائے کسی معاملہ مین قابل اعتماد نہین رہتی۔

یون تو انسانی فطرت کی یہ خصوصیت کم بیش دنیا کی تمام اقوام مین مشترک ہے لیکن ہندوستان کے باشندون مین روائت پرستی کا مرض قریب قریب لاعلاج ہوگیا ہے عقل اور علم کی جدوجہد، تنقید و تبصرہ کی کاوشین، اجتہاد و تحقیق کی آزاد بیانیان، غرض کہ اِس نوع کی کوئی دیانت دارانہ طریقہ، اُنکے پچھلے عقائد کے نقوش کو مٹانے مین کامیاب نہین ہوسکتا۔ وہ جو کچھ فیصلہ کرچکے کرچکے اور اُنکی قوت امتیاز نے جن جن چیزون پر پسندیدگی اور ناپسندیدگی کا حکم لگا دیا گا دیا۔ اب ہم سے اہم جہان بین اور بڑی سے بڑی تحقیق اُنکے ایمان کو متزلزل نہین کرسکتی۔ اُن کے عقائد کے خلاف آزاد اور دلیرانہ رائے کا اظہار ایک ناقابل عفو غداری ہے جسکی سزا یا تو یہ ہے کہ اُسکے جواب مین حامیانہ قسم

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے کارخانہ کا عطر خاجتدر پرانا ہوگا اسیقدر اسکی خوشبو زیادہ پاور خوشگوار ہوگی

کی تلخ اور درشت بادہ گوئی سے ناقد کی اس طرح تواضع کی جائے کہ اُسے آئندہ کبھی بھول کر بھی مخلصانہ تنقید کی جرأت نہو اور یا یہ کہ اُسکی تمام معقول اور غیر معقول صداؤں کی طرف سے کان بالکل بند کرلئے جائیں۔

یہ تھی وہ اسپرٹ جس نے ہندوستان میں کبھی تنقید عالیہ کا مذاق نہیں پیدا ہونے دیا جسکا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارا ادب اس جلا اور پاکیزگی سے بالکل محروم رہ گیا جو ہمیشہ صحیح تنقید کے لازمی فیوض قرار دئے گئے ہیں۔

اگر صرف اتنا ہی ہوتا تب بھی غنیمت تھا لیکن قیامت تو یہ ہے کہ اس کمی کی وجہ سے لوگوں کے دماغوں سے رکیک اور بلند لٹریچر کا امتیاز بالکل جاتا رہا۔ اُنکی تیرہ ذوقی برابر تقویت پاتی رہی اور وہ کبھی اس تاریک گمراہی سے نجات نہ حاصل کرسکے کہ ادبیات اُردو کے وہ حصے جنھیں وہ تعصبانہ خلوص اور عقیدت پرستی کی بدولت زمانہ کے بہترین کارنامے تصور کرتے ہیں حقیقت میں بہت معمولی اور غیر وقیع چیزیں ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ قدیم اُردو شاعری نے ہمارے سامنے ادبا کے جو نمونے پیش کئے ہیں اُن میں معدودے چند کے علاوہ بیشتر حصہ صرف اِس قابل ہے کہ عامیانہ ماحول میں زندگی بسر کرنے والے لوگوں کے لئے ہلکی اور سطحی دماغی تفریح کا باعث ہوسکے۔ اگر ولی کی سرزمین سے میر و درد، مومن اور غالب۔ اور لکھنؤ سے انیس ایسی ہستیاں پیدا نہ ہوتیں تو آج ادب اُردو کی تاریخ بالکل سادہ نظر آتی۔

اُردو لٹریچر کی اِس پستی کی تنہا ذمہ دار خود ہندوستان کی وہ سوسائٹی ہے جسکی آغوش میں ہمارے یہاں کی ادبیات نے پرورش حاصل کی۔ زمانہ کی کبھی نہ ختم ہونے والی رفتار کے ساتھ ہر ملک اور ہر قوم کی ادبیات کو بھی ارتقا کی وہ تمام منزلیں طے کرنا پڑتی ہیں جن کے تحت میں زبان کو انقلاب سے سابقہ پڑتا ہے۔ جس طرح ایک نادان بچے کے صلاحیت پزیر دماغ پر سوسائٹی اور ماحول کے مستقل نفوس اُن کے آئندہ کیرکٹر کے ذمہ دار ہوتے ہیں بالکل اِسی طرح ادبیات کی نشو ونما تمدن و معاشرت کے اس گہوارہ میں ہوتی ہے جہاں زمانہ اور وقت کی ہلکی سے ہلکی کروٹ بھی لٹریچر کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتی۔ غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ جن متعدد منازل سے ہندوستان کی سوسائٹی کو یکے بعد دیگرے گزرنا پڑا۔ انھیں سے ادب اُردو کو بھی تدریجاً سابقہ پڑتا رہا۔

ہندوستان کی تن آسانیوں اور عیش پروری نے اُنکی ذہنیت کو جس طرح برباد کر رکھا تھا اُسکے دردناک نتائج سے اُردو شاعری بھی جو اپنی کمسنی کے ابتدائی دور میں سے گزر رہی تھی محفوظ نہ رہ سکی۔ تعلیم کا فقدان، اخلاق کی کمزوری، بیکار مشاغل کی کثرت، عیش و عشرت کی بزم آرائیاں، دولت کی فراوانی، یہ یقین وہ چیزیں جن کے ہاتھوں اُردو شاعری حرص و آز کی ہنگامہ سازیوں اور بوالہوسی کی رنگین بیانیوں تک محدود ہوکر رہ گئی۔

ان بدمذاق شعراء نے اپنی زہر افشانیوں سے ساری فضا کو آلودہ کردیا۔ اِس خرابات سے جو اُٹھا وہ اسی برباد کن بادہ آشوب سے اپنے دل و دماغ کو تباہ کرکے اُٹھا اور سوسائٹی کی حیا سوز بے اعتدالیاں ایک ایک کرکے شاعری کے آئینہ میں چمکنے لگیں۔ یہ غیر فرمہ اور سوائے بادہ و شاہد کی رنگین محفلوں میں "بقدر کام و دہن" جب عامیانہ جذبات اور سطحی تاثرات کے ہیجان سے بے قرار ہوکر شاعری کے لطیف پردے سے آواز دیتے تھے تو (شعر کی اِس فطری شگفتگی کی وجہ سے جو ہر غیر لطیف سے غیر لطیف جذبہ پر سفیدی پھیر دیتی ہے) اُن کے حیات کی اصل اسپرٹ بہت کچھ ہلکی ہوکر کانوں تک پہنچتی تھی اور وہ لوگوں کی غلط فہمی سے فائدہ اُٹھاکر شاعری کی آڑ میں ہر قسم کی بے اعتدالیوں کو جائز بنا لیتے تھے۔

اس بے راہ روی کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاعر اپنے کو اخلاق و تہذیب کی تمام پابندیوں سے بے نیاز سمجھنے لگا اور عوام کے نزدیک شاعری

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر حنا کا نسخہ کسی دوسرے عطر ساز کو دستیاب نہ ہوسکا

نام رہ گیا۔ صرف غزل مین عاشقانہ خیالات کے ہوسناک اظہار کا۔

میرا یہ مطلب ہرگز نہین ہے کہ شاعری کے ساز کو عشق و محبت کے مضمون سے یکسر معرا ہونا چاہیئے لیکن اہل ذوق کی نکتہ رس نظرون سے "لطیف محبت" اور "ہوسناک عشق" کا نمایان فرق بھی پوشیدہ نہین۔ محبت کا راگ الاپنے والے شاعر کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے حیات قلبی کی شگفتہ رنگینون سے اور اپنے احساسات محبت کے پُراثر سوزوگداز سے سامع کے دل مین پاکیزگی اور لطافت کا طوفان موجزن کردے، نہ یہ کہ حسن جسمانی کے خصوصیات کو غیر مہذب الفاظ مین بیان کرکر کے تصور کے سامنے ایک ایسا حیا سوز مجسمہ پیش کردے جو براہ راست بہیمیت کو تحریک مین لے آئے۔

لیکن کیا کہئے ہماری بدقسمتی کو کہ وہی پاکیزہ آسمانی جذبہ جو حیات انسانی کا بہترین جوہر تھا، دل کھول کر حرص و ہوس اور حامیانہ عشق و محبت کی ہرزہ سرائیون پر ضائع کیا گیا اور یہ مذاق اس قدر عام ہوگیا کہ اچھے خاصے سنجیدہ اور متین لوگ بھی اس حمام مین ننگے نظر آنے لگے۔

اُس زمانہ مین جس رنگ کی شاعری نے مقبولیت حاصل کی اسکے لئے نہ اسکی ضرورت تھی کہ شاعر کسی مدرسہ مین درس و تدریس کی تکمیل کرے، اور نہ یہ ضروری تھا کہ وہ حیات انسانی اور اُس کے متعلقات کے متعلق کوئی وسیع نظر رکھتا ہو۔ ہر معمولی پڑھا لکھا آدمی جو ابجد کے ابتدائی مراحل سے گزر چکا ہو اور جو اُردو کا املا صحیح لکھ سکتا ہو اس بات کا اہل سمجھ لیا جاتا تھا کہ وہ خم ٹھونک کر شاعری کے میدان مین اُتر آئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جہان جہان اُردو بولی اور سمجھی جاتی تھی، وہان کے گلی کوچون سے شعراء حشرات الارض کی طرح اُبل پڑے۔

اس زمانہ کی کامیاب ترین شاعری وہ سمجھی جاتی جس مین عشق و ہوس کے رکیک اور مبتذل جذبات کو اس طرح مزے لے لے کر بیان کیا گیا ہو کہ سننے والے کے مُنہ مین پانی بھر آئے۔

شعراء اُردو کی فہرست اُٹھا کر دیکھو کیا میر، درد، مومن، غالب اور انیس کے علاوہ تم کسی ایسے شاعر کا نام لے سکتے ہو جسکا کلام سنجیدہ مذاق کی توجہ کے قابل ہو۔

میر کا سوزوگداز، درد کا تصوف، مومن کی سادہ جذبات نگاری، غالب کی فلسفہ طرازی اور بلند خیالی، انیس کی سلاست اور زور بیان صرف لے دے کے یہی چند چیزین ہین جو اُردو شاعری کے لئے مایۂ ناز قرار دی جاسکتی ہین۔ اُردو شاعری مین سے ان درخشان ستارون کی ضیا افشانیون کو نکال لو تو تمہین اپنے لٹریچر کی حیات یکسر تاریک نظر آئے گی۔

سوسائٹی کے روایات قدیمہ اور زمانہ کے رسوم بڑی سی بڑی شخصیت کو بھی متاثر کئے بغیر نہین رہتے۔ اگر ہندوستان مین غزل گوئی کے مذاق کو اس قدر شدید مقبولیت حاصل نہوئی ہوتی تو کون کہہ سکتا ہے کہ آج غالب اور میر کی مثال یورپ کے بڑے سے بڑے شاعر کے مقابلہ مین نہ پیش کی جاسکتی۔

فطرت کی یہ ستم ظریفی بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ تعلیم کے اس عالمگیر فقدان کے باوجود ہندوستان کی فضا ہمیشہ شاعرون کی پیدائش کے لئے بہت مفید رہی ہے۔ ہندوستان کی آبادی کے لحاظ سے کسی ملک مین شعراء کی تعداد کا ایسا زبردست عنصر نہین پایا جاتا۔

اس کثرت کی تمامتر وجہ جیسا کہ بیان کیا گیا صرف یہ تھی کہ شاعر بننے کے لئے کسی معقول صلاحیت کی چنداں ضرورت نہ تھی اس لئے کہ خود موضوع شاعری اس قدر پست تھا کہ ہر کس و ناکس کسی غیر معمولی منقت اور ریاضت کے بغیر شاعری کی سند حاصل کرسکتا تھا۔ کس قدر حیرت انگیز ہے یہ امر کہ وہی جنس جو دوسرے ممالک مین برسون کی

جعفر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کی شہرت کا باعث صرف عطر حنا ہے

محنت اور مجاہدہ کے بعد حاصل ہوتی ہو، ہندوستان کے باذوق میں اسقدر سستی فروخت ہو۔

مغربی شعراء کا کلام دیکھو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ کس طرح ایک ایک نظم کی تکمیل کے لئے انہیں تحقیق و تدقیق، تفحص و مطالعہ کی سیکڑوں پُرپیچ وادیوں سے گزرنا پڑتا تھا۔ مغربی شعراء اپنی زندگی کی زندگی مشاہدہ قدرت اور فطرت انسانی کے مطالعہ میں صرف کر دیتے تھے۔ سالہا سال کی متواتر تعلیم کے بعد انہیں میدان شاعری میں قدم رکھنے کی جرأت ہوتی تھی۔ ملٹن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنی مشہور زمانہ نظم "فردوس گم شدہ" کی تکمیل کے لئے اپنی عزیز عمر کے متعدد سال سوسائٹی سے الگ لاتعداد کتابوں کی معیت میں تنہائی کی نذر کر دیئے اس طرح کہ اس دور میں اس نے اپنے اور پرُدنیا کی تمام دوسری دلچسپیوں کا دروازہ بند رکھا۔

اب اس کے مقابلہ میں ہمارے شعراء کے جہل پر غور کرو جو اس حقیقت سے بالکل بے خبر ہیں کہ شاعری کی علم و بہت وسیع ہے۔ اگر ایک جگہ وہ فلسفہ و حکمت کی گتھیاں سلجھاتا ہوا نظر آتا ہے تو دوسری طرف ہم اسے رنگین مناظر، ترنم زا آبشار اور شب ماہتاب کی روح افروز صباحتوں پر سرُدھنتے ہوئے دیکھتے ہیں کبھی وہ فطرت انسانی کے حیرت انگیز اسرار مخفیہ کے عقدہائے دشوار کو حل کرنے کی فکر میں پرواز تخیل کی بلند ترین فضاؤں میں گم ہو جاتا ہے تو کبھی اپنی ان ہی بلند بلندیوں سے اگر کہیں "کنار آب رکنا باد و گلگشت مصلی" کی سطحی لطافتوں سے بھی دلچسپی کا اظہار کرتا ہوا نظر آتا ہے، تو صرف اسکی حقیقت بین نگاہ کائنات کے ایک ایک ذرہ اور عالم موجودات کی ہر معمولی اور غیر معمولی چیز سے آشنا ہے۔

الغرض اُردو شعراء میں ایک آدھ کے علاوہ کسی نے غزل کے محدود دروازے سے باہر قدم نہیں نکالا۔ اور اپنے دماغ کی صلاحیتوں کو عامیانہ شاعری کی پستیوں کے لئے وقف کر دیا۔

اُردو شاعری کا یہ حال تو اس طبقہ کے ہاتھوں ہوا جو دلی اسکول کے رنگ سے متاثر تھا۔ لیکن لکھنؤ اسکول کی ستم ظریفیوں نے تو غریب شاعری کو بالکل ستیاناس کر دیا۔ بعض خصوصیات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہنا پڑتا ہے کہ دلی کی شاعری بایں ہمہ لکھنؤ کی شاعری پر ہمیشہ ترجیح کے قابل رہی۔ دلی اسکول کی ایک نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ اس اسکول کے شعراء کا رجحان زیادہ تر کامیاب جذبات نگاری کی طرف تھا۔ جذبات کتنے ہی عامیانہ سہی، لیکن اتنا ضرور تھا کہ اس اسکول سے تعلق رکھنے والے شعراء اپنے شدید احساسات اور واردات قلبی کو شاعرانہ انداز بیان سے نظم کرنے پر قادر تھے۔ داغ کے کلام کو دیکھا جائے تو شروع سے آخر تک عاشقانہ چھیڑ چھاڑ، تعیشا جلی کٹی، رشک و حسد، نوک جھونک، اور طعن و تشنیع کے مبتذل مضامین سے بھرے ملے گا۔ ان تمام باتوں کے باوجود اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ موضوع شاعری کتنا ہی پست سہی، لیکن جہاں تک انداز بیان، طرز ادا اور الفاظ کے دروبست کا تعلق ہے۔ داغ کی شاعری جذبات اور حیات کی (خواہ وہ کتنے ہی عامیانہ کیوں نہ ہوں) صحیح مصوری ہے۔ بہرحال دلی کی شاعری لکھنؤ کی شاعری سے بدرجہا بہتر ثابت ہوئی۔

لیکن لکھنؤ کے اسکول نے شاعری پر جو رنگ چڑھایا اسکے ہاتھوں اُردو شاعری کو ایسا صدمہ پہنچا جو اپنے خطرناک اثرات کے لحاظ سے دلی کی بے اعتدالیوں سے بھی بڑھ گیا۔

شروع شروع میں تو لکھنؤ والے اپنی دماغ کی صلاحیتوں کو ضائع و بدائع اور روایت لفظی کی شعبدہ گری پر ضائع کرتے رہے آخر کے بعد مرثیہ کے نداق نے اس قدر مقبولیت حاصل کر لی کہ سوز و گداز کے فریب میں مبتلا ہو کر لوگ شمع لحد، چراغ زار، تربت

صرف اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا بنایا ہوا عطر خاص ایسا ہے جسکو تمام ہندوستان میں مقبولیت حاصل ہے

دم نزع' اور گور غریبان ایسے مضامین کو شاعری کا حسن سمجھنے لگے۔ اُنھون نے بغیر محسوس کئے ہوئے غم اور الم کے شدید تاثرات کو خارجی اور میت وغیرہ الفاظ کے ذریعہ نظم کرنا شروع کردیا۔ شاعری کا رنگین نغمۂ رنج و حرمان، مایوسی و ناامیدی، جوانان مرگی اور خودکشی ایسے پست و رکیک موضوع کی لئے سے معمور ہوگیا۔ شاعر چیخین مار مار کر روتا لیکن نہ اُسکی آنکھ تر ہوتی نہ سُننے والے کا دل لرزتا۔ وہ پکار پکار کر یاسی اور الم کے افسانے بیان کرتا لیکن سامع کے دل مین اثر کی خفیف کی جھرجھری بھی پیدا نہ ہوتی۔

اس مسلسل مشق کا نتیجہ یہ ہوا کہ لکھنؤ والون نے شاعری کی رہی سہی سنجیدگی کو بھی برباد کر ڈالا اور اُن کا کلام حقیقی سوز و گداز سے یکسر معرّا، صرف ایک بے حقیقت نقالی ہوکر رہ گیا

مجھے خوف ہے کہ میری یہ صاد قانہ تلخ نوائی ادب اُردو کے عقیدتمند شیدائیون کی برہمی مزاج کا باعث نہو اس لئے اُردو شاعری کی تاریخ کے اُس دور کے متعلق بھی کچھ لکھنا چاہتا ہون جو اس کے لئے عہد زرین ثابت ہوا۔

اُردو شاعری کا عہد زرین

ہماری شاعری آخر کب تک اِس تاریکی اور بربادی مین پڑی رہتی۔ اِس شب تاریک کی کوئی سحر بھی ہونا چاہئے تھی تعلیم کے تدریجی رواج کے ساتھ ساتھ ہندوستان کی جہالت بھی رفتہ رفتہ کم ہونے لگی۔ مختلف درسگاہون اسکولون اور کالجون نے لوگون کو غیر زبان کی ادبیات کے مطالعہ کی طرف متوجہ کیا اور اُنیسوین صدی کے اختتام اور بیسوین صدی کی ابتدا نے اُردو لٹریچر کے لئے (Renaissance) کے سامان پیدا کردئے۔

یہ وہ عہد تھا جب ہندوستان مین ایک حد تک آزادی وسیع النظری اور رواداری کی لہر دوڑ چکی تھی اور لوگ دوسری زبان کے لٹریچر کو پیش نظر رکھ کے اپنے یہان کی ادبیات کو اس قعر مذلت سے نکالنے کی کوشش کر رہے تھے جسمین اُردو شاعری بظاہر اپنی آخری سانسین توڑ رہی تھی۔

اب زمانہ کا اقتضا یہ تھا کہ ملک کی خوابیدہ حیات کو بیدار کیا جائے تمدنی اور معاشرتی نقائص کو دور کیا جائے اور ایک ایسی شاعری کی داغ بیل ڈالی جائے جو ہر طرح ایک متمدن اور باوقعت قوم کی شایان شان ہوسکتی ہے۔

سب سے پہلے مرحوم حالی کے درد بھرے دل نے اس مقصد کے لئے ہندوستان کی سوئی ہوئی فضا مین بیداری اور دعوت عمل کی صدائین بلند کین اور اُنھون نے مسلمانون کی بگڑی ہوئی حالت کو سُدھارنے کے لئے اپنے قلم اور دماغ کی ادبی جواہر ریزون کو وقف کردیا۔

حالی کی آواز جو اول اول بہت نحیف تھی آخر کار ملک کے مختلف گوشون سے صدائے بازگشت پیدا کرنے مین کامیاب ہوئی اور معقول لوگون کی ایک جماعت نے مفید اور سنجیدہ موضوع شاعری پر اپنی قوتون کو صرف کرنا شروع کیا۔ یہ حالی ہی کی شرر باریون کی بدولت ہوئی چنگاریان تھین جنھون نے اکبر اور اقبال کے سینون کو قومی درد کی سوزش بخشی اور اُنکے دلون کو ملت پرستی کے حرارت آفرین احساسات سے لبریز کردیا۔

اکبر نے معاشرتی اصلاح کے لئے جو ظریفانہ لہجہ اختیار کیا وہ بہت برمحل ثابت ہوا اور ہم دیکھتے ہین کہ فطرت انسانی کے اس نبض شناس شاعر نے ہنسا ہنسا کر جو چٹکیان لی ہین وہ صدہا لمبے چوڑے پند و نصائح سے زیادہ پر اثر ہین۔

لیکن افق ادب کے ان ضیا پاش ستارون کا نور ماند پڑجاتا ہے۔ جب ہم آسمان شاعری کے درخشندہ آفتاب اقبال کی طرف نظر اُٹھاتے ہین۔ اقبال ملک و ملت کا درد آشنا ہے۔ احساسات

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے ایجاد کردہ عطر حنا کا استعمال ہر موسم مین خوشگوار ہے

قوی کا صحیح ترجمان ہے۔ حیاتِ انسانی کا راز دان ہے اور وہ سب کچھ ہے جو ایک پُرعظمت اور حقیقت شناس شاعر کو ہونا چاہیئے۔

لٹریچر کے اِس نئے انقلاب نے جہاں اُردو شاعری کے لئے اور سیکڑوں فیوض کا دروازہ کھول دیا وہاں ایک نہایت خوشگوار تبدیلی مذاق غزلگوئی میں پیدا ہوگئی اور اس میدان کے محدود ہونے کے باوجود شعراء نے اِس صنف میں سیکڑوں نئی نئی راہیں نکال لیں۔ ادبی ارتقا کے اِس شاندار دور جدید میں صنف غزل میں جو دل خوش کن تبدیلی پیدا ہوئی اُسکا سہرا اُن خوش مذاق شعراء کے سر ہے جنہوں نے گل و بلبل، کنگھی چوٹی، خلوت جلوت، اور ہجر وصال کی فرسودگی کے بجائے اُردو شاعری کو فطرت انسانی کے حیرت انگیز رموز، حیاتِ قلبی کی پاکیزہ لطافتوں اور جذبات کی روح افروز رنگینیوں سے لبریز کر دیا۔ پست اور حیا سوز مضامین کے بجائے حقائق و معارف اور عامیانہ جذبات کی جگہ بلند اور شریفانہ احساسات کا اظہار جدید غزلگوئی کا طغرائے امتیاز بن گیا اور یہ عام غلط فہمی بھی رفع ہوگئی کہ غزل کا میدان صرف عشق و عاشقی کے جذبات کے لئے موزون ہے۔

عہد جدید کے وہ باکمال شعراء جنہوں نے اِس رنگ کو کامیابی بخشی، حسرت موہانی، فانی بدایونی، جگر مرادآبادی اور اصغر گونڈوی ہیں۔

حضرت اصغر کی شاعری

مُلک کے اُن مایۂ ناز شعراء میں جنکا نام اوپر لیا گیا حضرت اصغر کی شخصیت ایک نمایاں اور درخشان حیثیت کی مالک ہے۔ اُن کے کلام کا مجموعہ "نشاط روح" اِس وقت میرے پیش نظر ہے، جس پر ایک سرسری ناقدانہ نگاہ ڈالنا چاہتا ہوں۔

چار سال کا عرصہ ہوا کہ حضرت اصغر کی شاعری پر علیگڈھ میگزین میں مرزا احسان احمد صاحب کے قلم سے نکلا ہوا ایک قابلانہ تبصرہ شائع ہوا تھا، خود اس مجموعہ میں مرزا صاحب اور جناب سہیل کے دو معرکۃ الآرا مقدمے شامل ہیں جو ندرتِ بیان، وسعتِ نظر اور قوتِ نشاط پردازی کے لحاظ سے فنِ تنقید کے بہترین نمونے ہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت اصغر کے متعلق اب تک جو کچھ لکھا گیا اور آئندہ جو کچھ بھی لکھا جائے وہ اس پسندیدگی کے مقابلہ میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا، جو اُنکے کلام کی حقیقی خوبیوں کا جائز مطالبہ ہے۔

حضرت اصغر کے کلام سے عام اور ہمہ گیر مقبولیت کی توقع کرنا ایک بُردست اصولی غلطی ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آرٹ کا انتہائی کمال یہ ہے کہ اسکی سوسائٹی کے ہر طبقہ میں یکساں جوش اور خلوص کے ساتھ پزیرائی کی جائے۔ ممکن ہے یہ عقیدہ اس لٹریچر کے حق صحیح ہو جو ارتقا کے اعلیٰ مدارج میں سے گزر چکا ہو لیکن ہندوستان میں تعلیم کی کمی کی وجہ سے اُردو پڑھنے والوں میں ذوق صحیح کی وہ یکسانیت مفقود ہے جسکی مثالیں دنیا کی دوسری ترقی یافتہ قوموں کے لٹریچر میں کثرت سے ملتی ہیں۔ ہمارے یہاں ذوق ادب کے لحاظ سے متعدد طبقے ہیں جو ایک دوسرے سے بہت مختلف ہیں اور بدقسمتی سے معدودے چند ہی ایسے ہیں جنہیں فطرت کی طرف سے وجدانِ صحیح ودیعت کیا گیا ہو اِس لئے کم از کم اُردو دان پبلک میں کسی اعلیٰ درجہ کے ادبی کارنامہ کا ہر جگہ یکساں مقبولیت اور پسندیدگی حاصل کرنا قریب قریب محال ہے۔

میں اعلیٰ درجہ کے آرٹ کا تنہا انعام یہی سمجھتا ہوں کہ وہ ملک کے مخصوص منتخب اور صحیح المذاق طبقوں میں مقبولیت حاصل کرلے۔ یہی اُسکا بہترین صلہ ہے جسکے مقابلے میں عامیانہ پسندیدگی ایک قابل نفرت چیز ہے۔

اِس لئے اگر عوام کے لئے اصغر صاحب کی لطیف اور بلند شاعری میں کوئی دلکشی نہیں تو یہ اس بات کی بدیہی دلیل ہے کہ اُنکی شاعری وہاں سے شروع ہوتی ہے جہاں عامیانہ پسندیدگی کی آخری سرحد ختم ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود تلاش اُنکے کلام میں شوخیانہ

علاوہ عطریات کے اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے کارخانہ کا تیار کردہ روغن اور نہایت اعلیٰ عرقیات طلب فرمائیے

اور مبتذل مذاق کے لئے کہیں سامان تفریح نہیں ملتا۔

اُنہوں نے جدید رنگ غزل گوئی میں جو لطیف طرح ڈالی ہے اُسکی نظیر دورِ حاضرہ کے دوسرے شعراء میں بھی کمیاب ہے۔ اُن کا نغمہ، اُنکے نغمہ کی اسپرٹ اور اُن کا لہجہ سب سے علیحدہ ہے۔ وہ تنہا اپنی اقلیم کے فرمانروا ہیں جہاں کسی دوسرے کی حکمرانی کے متعلق گنجائش نہیں۔ اُنکے پہلو میں ایک پرسوز و پرحرارت دل ہے جو محسوس کرتا ہے اور تڑپ اُٹھتا ہے۔ اُنکی دقیقہ رس نگاہیں فطرتِ انسانی کی انتہائی عمق اور حیات کے دشوار ترین اسرار و غوامض تک پہونچ جاتی ہیں۔ گو اُنہوں نے صرف غزل کو اپنے احساسات کی زبان بنایا لیکن بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ موضوع کے تنوع اثر کی قوت اور شگفتگی کی لطافتوں کے لحاظ سے اُنکی غزلیات دَورِ حاضرہ کی اردو شاعری کا بہترین سرمایہ ہے

وہ تمام ظاہری اور معنوی خوبیاں جو اعلیٰ درجہ کی شاعری کے لئے لازمی ہیں اُن کی غزلیات میں بدرجۂ اتم موجود ہیں۔ انکی شاعری نہ صرف جذبات اور تخیل، تصور اور احساسات کی شاعری ہے بلکہ وہ تمام محاسن پر اس طرح حاوی ہے کہ کسی ایک خصوصیت کا امتیاز مشکل سے کیا جا سکتا ہے۔

حضرت اصغر کا کلام انسانی فکر کا وہ سطحی نتیجہ نہیں ہے جو دماغ اور ذہن کی معمولی حالتوں میں سپرد قلم کیا گیا ہو۔ وہ داخی کاوشوں کا لطیف ترین نچوڑ ہے جسے عالمِ وجود میں لانے کے لئے شاعر کو اپنے حسنِ تخیل اور بیان اور ذہنی صلاحیتوں کی پوری قوت صرف کرنا پڑتی ہے۔ غزل گوئی کا سابقہ ابتذال جس نے اُردو شاعری کے دامن پر ایک قابل افسوس بدنما داغ لگا دیا تھا، اُنکے بلیغ اور لطیف کلام کی خوبیوں کی بدولت بالکل فنا ہو گیا اور خدا کا شکر ہے کہ اب اُردو تغزل پر وہ اعتراضات صحیح نہیں رہے جو پرستاران ادب کے جذبات عقیدت کے لئے حد درجہ دردناک تھے۔

اُنہوں نے جو روش اختیار کی ہے وہ اُنکے پیشرو شعراء کے جادۂ راہ سے بالکل جداگانہ ہے اور ہمیں یہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے کہ وہ دوسروں کے روندے ہوئے راستے سے اپنے قدموں کو بچانے میں کس قدر کامیاب ہوئے ہیں۔

ابتک جو رنگ بیشتر شعرائے اُردو کے کلام میں نمایاں رہا، افراط و تفریط کے آخری سروں پر تھا جسکی وجہ سے کہیں تو اُردو شاعری راحت پرستی اور ہوسناکی کی ایک شرمناک داستان نظر آتی تھی، اور کہیں رنج و حرمان مایوسی اور ناامیدی کا ایک درد بھرا افسانہ۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ آخر الذکر طرز میں بھی عمومیت اور فرسودگی کا رنگ غالب رہتا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ دونوں حالتیں کس قدر ناقابل اعتماد تھیں۔ اگر ایک طرف عشقیہ مضامین کا علم اخلاق اور تہذیب کے لئے انتہائی مضرت رساں ثابت ہوا تو دوسری طرف جذبات کی افسردگی، طبیعتوں کا اضمحلال اور ہمتی کی پستی جسے عوام نے سوز و گداز کا نام دے رکھا تھا، انسانی جد و جہد کے لئے تباہی اور بربادی کا زہر بن گیا۔

یہ عجب تماشا ہے کہ یہ لوگ جگہ جگہ نالہ و شیون، فریاد و فغاں آہ سرد اور گریہ مسلسل کے مضامین باندھتے تھے، لیکن ان باتوں کے باوجود سوز و گداز کے حقیقی معنویت سے ناآشنا تھے۔

حضرت اصغر کے کلام کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اُنکی شاعری نوحہ و ماتم کی شاعری نہیں۔ پھر بھی اس قدر تی سوز و اثر سے مملو ہے جو قلب انسانی کو تڑپائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اُن کے مذہب میں غم کی نوعیت بالکل جداگانہ ہے۔ بقول سہیل صاحب "اُنکے یہاں ڈوبی ہوئی بضعوں، پتھرائی ہوئی آنکھوں اور عالم نزع کی ہچکیوں" سے کلام میں اثر پیدا کرنے کی کوشش نہیں کیگئی ہے۔ وہ عوام کی طرح اس گمراہی میں مبتلا نہیں ہیں کہ سوز و گداز تاثرات

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا ٹیلیفون نمبر ۱۳۹ ہے

غم کی ظاہری اور سطحی کیفیتوں کا نام ہے۔ وہ "غم" اور فلسفۂ غم" کی حقیقی معنویت سے واقف ہیں۔ اُن کا عقیدہ ہے کہ روح انسانی کے لئے "غم" بھی بالکل اسی طرح سامان نشو ونما پیدا کرتا ہے جس طرح جذبات مسرت، لیکن یہ غم عامیانہ اور سطحی غم سے بالکل الگ و رنگین اور پرگداز جذبہ ہے جو انسانی حیات کی سب سے زیادہ صحیح اور پائدار حقیقت ہے۔

مغرب کا خیر خواہ آسکر وائلڈ جس نے اپنی ساری حیات شباب کی رعنائیوں اور حسن کی رنگینیوں کی نذر کردی، جو تمام عمر اپنی تصانیف کے ذریعہ لوگوں میں اپیکورین فلاسفی (Epicorion) کا زہر پھیلاتا رہا، جس نے اپنی خطرناک لیکن دلکش گفتگو، حسین لیکن غلط عقائد کی تبلیغ سے خدا معلوم کتنے نوجوانوں کی معصوم زندگیوں کو سیاہ کارانہ سرمستیوں سے معمور کردیا ——— اسے بھی اپنی شام حیات کے آخری لمحوں میں جب کہ اسکی زندگی مسرت کے ناپائدار تاثرات سے سیراب ہو چکی تھی "غم" کی عظمت کا اعتراف کرنا پڑا اور آج اُسکے اصلاح شدہ عقائد کے کبھی نہ سُننے والے نفوس اسکی معرکۃ الآرا آخری تصنیف De profundis، میں محفوظ ہیں۔

غرضکہ حقیقی غم وہ شے ہے جسکی عظمت سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا۔ یہی وہ جذبہ ہے جو دلوں میں نرمی و گداز پیدا کرتا ہے اور جذبات کو رقت اور سوز و گداز سے معمور کرکے انسانوں کی نگاہوں کے لئے بڑے بڑے حقائق کے چہروں سے نقاب اُٹھا دیتا ہے۔

سب رنگ لطافت ہے افتادگی غم میں میں خاک ہوں اور مجھ میں رنگ گلستاں ہے

المختصر جناب اصغر کا کلام اُردو شاعری کی تمام پچھلی بدعتوں کا ایسا کفارہ ہے جو توازن کا کام پورا کرنے کے بعد بھی اپنے بوجھ سے پلے کو جھکائے رکھے۔

ہر چند کہ اُنکے کلام سے جو ہمہ رنگینی اور ہمہ لطافت ہے اشعار کا انتخاب ایک دشوار کام ہے، تاہم میں کوشش کرونگا کہ اُنکے کلام کی معنوی اور ظاہری خصوصیات پر مختلف عنوانات کے تحت میں فرداً فرداً نظر ڈالوں۔

انداز بیان

صنعتِ شاعری میں جو چیز سب سے زیادہ قابل توجہ ہے وہ شاعر کا انداز بیان ہے۔ بڑی سے بڑی حقیقت اور لطیف سے لطیف احساس کا اظہار اگر غیر شاعرانہ انداز بیان میں کیا جائیگا شعر اور مضمون دونوں کا خون ہو جائیگا۔ شاعر کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے طرز ادا کی ندرت اور انداز بیان کی شگفتگی سے شعر میں انتہائی دلکشی اور رعنائی پیدا کردے۔

جدید شاعری کے رنگ سے متاثر ہو کر بعض بے راہ رو حضرات اس مغالطہ میں گرفتار ہو جاتے ہیں کہ حقیقی شاعری نام ہے فلسفہ و حکمت کے اہم مسائل کو نظم کردینے کا، یا چند ٹھوس حقیقتوں کا فلسفیانہ اور حکیمانہ انداز میں شعر کے ذریعہ اظہار کرنے کا۔ اہل ذوق سے یہ بات پنہاں نہیں ہے کہ اس قسم کا منظوم فلسفہ پاکیزہ مذاق کے لئے کس قدر تکلیف دہ سزا ہے۔

جناب اصغر کے کلام پر شعریت اور لطافت کا رنگ اس قدر غالب رہتا ہے کہ اُسکی تہ میں چھپے ہوئے حقائق اور معارف کی پرخشگی کبھی ذوق سلیم پر بار نہیں ہوتی۔ آپکا شعر تغزل کی انتہائی رنگینیوں میں ڈوب کر سامع کے دماغ سے فلسفہ اور غیر فلسفہ کا امتیاز بالکل چھین لیتا ہے اور جو چیز شعر سُننے کے بعد دل پر ایک مستقل نقش بن کر رہ جاتی ہے وہ وہ ہلکی اور لطیف کھٹک ہوتی ہے جو محسوسات قلبی میں ایک نامعلوم سبک ارتعاش پیدا کردیتی ہے۔

جس طرح محض سطحی تغزل اور رنگینی کوئی قابل قدر چیز نہیں اسی طرح خشک فلسفیانہ شاعری بھی ذوق صحیح کے لئے ایک ناگوار جرأت ہے۔ حقیقی شاعری اس درمیانی رنگ کا نام ہے جو فلسفہ اور تغزل کو

تمام ماہرانِ فن نے اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر حنا کو بہترین عطر مانا ہے

آمیز کرکے شعر کو "حکمتِ رنگین" بنادے اور یہی ہے وہ امتیاز جو اصغر صاحب کے کلام مین ہر جگہ نظر آتا ہے۔ اُنکی شگفتہ بیانی، رنگین، فارسی ترکیبون کے امتزاج سے شعر کے الفاظ مین ایک قسم کی ہم آہنگی پیدا کرکے اسے حد درجہ مترنم بنادیتی ہے اِس طرح کہ پڑھنے والے کے دماغ پر ایک مبہم اور غیر نمایان موسیقی کا ہلکا سا نشہ چھا جاتا ہے۔

ان تمام لطیف نکات کا تعلق صرف حسِ لطیف سے ہے اِس لئے مجھے افسوس ہے کہ ان دقیق لطافتون کا اظہار الفاظ کے ذریعے سے ناممکن ہے۔ مثال کے طریقہ پر مین "نشاطِ روح" سے چند اشعار کا انتخاب کرتا ہون، انہین غور سے پڑھو اور انصاف سے بتاؤ کہ کیا ایک ایک شعر اپنے اندازِ بیان کی ندرت اور شگفتگی کے لحاظ سے وجدانِ صحیح کے لئے مستقل سامانِ کیف و نشاط نہین ؟!

مین کیا کہون کہان ہے محبت کہان نہین
رگ رگ مین دوڑی پھرتی ہے نشتر لئے ہوئے

محبت کے تاثرات جب اپنے ابتدائی منازل ختم کر چکتے ہین تو اُنکی وسعت ناقابلِ اندازہ ہوجاتی ہے۔ انسان کے دل و دماغ، اُسکے اعضائے جسمانی، اسکے عادات و حرکات، غرضکہ اِسکی بربادی اور غیر اہم چیز کو محبت اپنے وسیع دامن مین لپیٹ لیتی ہے اور اسے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا محبت کی کیفیت لطیف اسکی تمام ہستی پر طاری و ساری ہے۔ ایسی حالت مین اگر اس سے دریافت کیا جائے کہ اسکے وجود کی وہ کون سی چیز ہے جو محبت کی قوتون سے سب سے زیادہ متاثر ہوئی تو وہ اپنی انتہائی کوششون کے باوجود اس سوال کا جواب دینے سے قاصر رہیگا۔ مندرجۂ بالا شعر مین اسی نازک نکتہ کا اظہار کیا گیا ہے۔ اس شعر کو پڑھو، کیا قادر الکلامی اور لطافت بیان کی اس سے زیادہ اور بہتر مثال تم پیش کرسکتے ہو۔

اک غنچۂ افسردہ "یہ دل کی حقیقت تھی
یہ موجزنی خون کی رنگینیِ پیکان ہے

اک "غنچۂ افسردہ" کے ٹکڑے کو مصرع کے بقیہ حصہ سے کس قدر اُکھڑا ہوا ہونا اہلِ ذوق محسوس کرسکتے ہین کہ جدت اسلوب کا کسقدر عجیب طریقہ ہے۔ یہ مختصر لیکن معنویت سے لبریز ٹکڑا "موجزنیِ خون" سے پہلے جو دل کی حالت تھی اسکی کسقدر مکمل اور صحیح تصویر پیش کرتا ہے۔ پہلا مصرع پڑھنے کے بعد ایک بے روح دل کی تصویر مین کسی اضافہ کی ضرورت باقی نہین رہتی۔ لیکن دوسرا مصرع پڑھتے ہی نقش کی حالت مین تبدیلی شروع ہوجاتی ہے اور ہمارے سامنے ایک پرموج ذی حس جذبات آفرین اور رنگین دل کا منظر کھل جاتا ہے دوسرے مصرع مین "رنگینیِ پیکان" کی ترکیب نے شعر کو کس قدر شگفتہ اور پرتزنی بنادیا ہے۔

تقدیر کس کے خرمنِ ہستی کی کھل گئی
طوفان بجلیون کا تمہاری نظر مین ہے

اِس سے پہلے بھی محبوب کی نگاہ کو شعرا نے بجلی سے تشبیہ دی ہے لیکن یہ برق نظر اُنکے یہان ہمیشہ برقِ بلا بن کر عشاق کے دلون پر گری ہے اب اِس شعر کے اچھوتے پن کو دیکھو، شاعر نے کسقدر لطیف بات پیدا کی ہے۔ محبوب کی نظرون مین بجلیون کا طوفان اس کے لئے کسی تازہ مصیبت کا پیش خیمہ نہین بلکہ اُسکے تاثرات محبت کے لئے ایک نئے اور مبارک اضافہ کی نوید ہے۔ وہ ہر معاملہ مین شگفتہ خیال ہے اور اِس لئے وہ عام easy-minded شعرا کی طرح اِس قسم کی چیزون پر واویلا نہین کرتا۔ جو باتین اور اُن کے لئے اپنے اندر افسردگی اور الم کے سامان رکھتی ہین اور اسکی روشن اور مبارک محبت کے حقیقی جوہر ہین۔ وہ اس مضمون کو یون بھی ادا کرسکتا تھا کہ

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا کارخانہ سو سال سے جاری ہے

خدا معلوم یہ برق کس کے خرمنِ ہستی پر گرتی ہے"۔ وہ اس خیال کا یون بھی اظہار کر سکتا تھا "اب میری نگاہ کسی کے خرمنِ ہستی کو نہ چھو ڈالے گی۔ لیکن وہ اس نوع کے ہر عامیانہ اندازِ بیان سے بچ کر ایک مخصوص طریقہ سے استفسار کرتا ہے کہ "تمہاری نظرون مین یہ جو بجلی کا طوفان موجزن ہے اسکی کیا وجہ ہے؟ آخر وہ کون سی خوش نصیب ہستی ہے جسکے خرمنِ دل کو ممنون نوازش بنانے کے لئے تمہاری آنکھون مین برق کوند رہی ہے"

تقدیر کس کے خرمنِ ہستی کی کھل گئی؟!

یہ مصرع حسن ادا اور شگفتگی بیان کا کس قدر نایاب نمونہ ہے!!!

ذرّے ذرّے کو ہے جنبش تری برقِ حسن سے — آ ڈنہ جائے ایک دن خاکدانِ اضطراب

پہلے مصرع کی بندش اور دوسرے مصرع کا ترنم حد درجہ موثر ہے۔

"خاکدانِ اضطراب" نے شعر کی سلیقیت کو بالکل مکمل کر دیا کسی ایک لفظ کو اپنی جگہ سے ہٹا کر اسکی جگہ پر کسی دوسرے لفظ کو رکھنے کی کوشش کرو، ساری لطافت اور رقصیدگی برباد ہو جائیگی۔

فارسی کی شگفتہ اور رنگین ترکیبین اصغر صاحب کے کلام کا حسن خصوصی ہین۔ فارسی ترکیب کے استعمال مین سلیقہ کو ملحوظ رکھنا بہت دشوار کام ہے ذرا سی فروگذاشت مین شعر کی دلآویزی کا خون ہو سکتا ہے ثقیل اور کریہہ ترکیبون سے بچنے کے لئے انتہائی خوش مذاقی کی ضرورت ہے حضرتِ اصغر کے حسنِ انتخاب کا بہترین کمال یہ ہے کہ انکے یہان متعدد فارسی بندشون اور ترکیبون کے باوجود شعر کے تسلسل اور روانی مین فرق نہین آتا بلکہ ترکیب کی جامعیت اور اسکی لطافت و رنگینی کلام کی دلکشی مین نا محدود اضافہ کر دیتی ہے مثلاً اس شعر مین

بارِ الم اٹھایا رنگِ نشاط دیکھا — آئے نہین ہین یونہین انداز جسی کے

"بارِ الم" اور "رنگِ نشاط" کی ترکیبین کسقدر پر معنی کیفیت آفرین اور شگفتہ ہین! مندرجۂ ذیل اشعار مین فارسی کی خوبصورت ترکیبین حسن سلیقہ اور شگفتگی ادا کی بہترین مثالین ہین۔

ہر عشق کہ عشرتِ جنون مست فزاید — دفترِ غم گریبان ہے، فردوس بداماں ہے

اک راز ہے تبسمِ غمناکِ ہجر مین — ہے اک طلسم گریۂ خندانِ آرزو

انتہا دید کی یہ ہے کہ نہ کچھ آئے نظر — کیف بیرنگیٔ حیرت ہے نظر کی معراج

لذتِ سجدہ ہائے شوق نہ پوچھ — ہائے وہ اتصالِ راز و نیاز

دیکھ رعنائیٔ حقیقت کو — عشق نے بھر دیا ہے رنگِ مجاز

ہوا ہے دل کو گمرنگ آرزو الحق — خروش گریہ و بیتابی دعا معلوم

اسلوب بیان کے لحاظ سے مختلف قسم کے اشعار قلبِ انسانی کو مختلف طریقون سے متاثر کرتے ہین اگر شعر سوز و گداز سے مملو ہے تو سننے والے کے دل مین درد و اضطراب کی خلش پیدا ہو گی۔ اگر شاعر نے کسی نہایت لطیف بات کا خوبصورت اور مناسب الفاظ مین اظہار کر دیا ہے۔ تو ہم پر ذوق و کیف کا جذبہ طاری ہو گا۔ اگر شعر مین بلندیٔ تخیل اور حسنِ تصور سے کام لیا گیا ہے تو ہمارے دل مین بلند و شریفانہ جذبات پیدا ہونگے۔

لیکن اپنی نوعیت کے لحاظ سے سب سے زیادہ وہ کیفیت لطیف ہوتی ہے جسمین شعر کو سن کر خود انسان کا سامعہ وجد مین آجاتا ہے اور اسکے ذائقہ پر کیف و نشاط کا ایک ہلکا سا نشہ چھا جاتا ہے۔

اشعار ذیل کو دیکھو۔ اسلوب بیان اور طرزِ ادا مین بے تکلفی، شادابی اور تازگی ہے، اسکی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا الفاظ خود رقص کر رہے ہین۔ ان اشعار کو پڑھ کر دل پر جن لطیف کیفیات کا غلبہ ہوتا ہے وہ صرف محسوس کرنے کی چیز ہے ؎

تم سامنے کیا آئے اک طرفہ بہار آئی — آنکھون نے مری گویا فردوسِ نظر دیکھا

بکھری ہوئی ہو زلف بھی آنکھون مین مستی — ہلکا سا ابر بھی سرِ میخانہ دیکھئے

یہ حسن کی موجین ہین یا برقِ تبسم ہے — اُس شوخ کے ہونٹون پر اک برق سی لرزان ہے

عارض نازک پہ انکے تنگ سا کچھ آگیا — ان گلون کو چھیڑ کر ہم نے گلستان کر دیا

کیا مستیان چمن ہین بہ جوشِ بہار سے — ہر شاخِ گل ہے ہاتھ مین ساغر لئے ہوئے

رخِ رنگین پہ حسین ہین تبسم کی نہان کی — شعاعین کیا ٹپرین نگہ کھرائی گلستان کی

ہان اے نگارِ خوبی و اے جانِ دلبری — تو نے حیات بخشی ہے صبحِ بہار کو

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کی دوکان ہندوستان مین اچھی نظر سے دیکھی جاتی ہے

محبوب کو نگار خوبی" اور "جان دلبری" کے رنگین شگفتہ اور رقصان الفاظ سے مخاطب کرنا اہل دل سمجھ سکتے ہین کہ احساس لطیف اور حسن بیان کے کیسے نازک نکات ہین۔

ہر چند کہ اصغر صاحب کی شاعری کے بہترین جواہر وہ ہین جسمین اُنھون نے محسوسات لطیف کی ترجمانی اور حقائق و معارف کے اظہار پر اپنی قوت و فکر کو صرف کیا ہے لیکن اُنکے مجموعۂ کلام مین ایسے اشعار بھی موجود ہین جو مصوری اور نقاشی کے عجیب و غریب نمونے ہین۔

شاعرانہ مصوری کی حقیقی خوبی یہ ہے کہ شاعر الفاظ کی بندش، فقرون کی دروبست اور بیان کی قوت سے تخیل کے سامنے ایسا مکمل اور صحیح نقشہ پیش کردے کہ شعر سُن کر سامع کا دل اُنہین تاثرات اور کیفیات سے لبریز ہوجائے جو اصل منظر کو دیکھ کر اُسکے دل مین پیدا ہوتے۔ کامیاب ترین نقاشی وہی ہے جو اس مقصد کو پورا کرسکے۔

ذیل کے شعر کو غور سے پڑھو، اس مین شاعر نے ہمارے سامنے جو تصویر پیش کی ہے وہ مندرجۂ بالا خصوصیات کے لحاظ سے کس قدر صحیح اور مکمل ہے۔ ؎

اُٹھے عجب انداز سے وہ جوشِ شغف مین — چڑھتا ہوا اک حُسن کا دریا نظر آیا

اسی طرح اِس شعر مین ؎

کیا ہے حال یہ سچ مچ اُنھین غم تھا فاصد — تو نے دیکھا تھا ستارہ سرِ مژگان کوئی

آنسو کو "ستارۂ سرِ مژگان" کہنا قوتِ تخیل اور حُسن مصوری کا حیرت انگیز کمال ہے۔

حقائق و معارف

موجوداتِ عالم اور حیاتِ انسانی کے دقیق نکات تک جن شعرا کی نگاہ نہین پہونچتی، اُنکے کلام مین بلندی کا عنصر مفقود ہوتا ہے۔ فلسفہ و حکمت کا مطالعہ فکرِ انسانی کو تخیل و دانائی کے جمیل ترین زیورات سے آراستہ کردیتا ہے۔ شاعر اپنے علم و تحقیق کے ذریعہ ایسے پُراسرار حقائق کا انکشاف کرتا رہتا ہے جو معمولی انسانون کے فہم و دانش سے بالاتر ہین۔

یہ چیز مدتون کی جانفشانی اور سالہا سال کی مشقت کے بعد پیدا ہوتی ہے اور بہت کم لوگ ایسے ہین جو اس قابلِ رشک خصوصیت کے مالک ہون۔ دنیا مین شعرا کافی تعداد مین موجود ہین۔ اسی طرح غور کیا جائے تو فلسفیون کی بھی کمی نہین لیکن ایسے لوگ بہت کم ہین جو شاعر بھی ہون اور فلسفہ دان بھی۔ حضرت اصغر اِس آخر الذکر گروہ سے تعلق رکھتے ہین۔ وہ جو کچھ دیکھتے ہین اپنی وسیع النظری کی بدولت عموماً صحیح دیکھتے ہین۔ اُنکے مجموعہ کردہ نتائج کی بنیاد انسانی فطرت کے گہرے مطالعہ اور مشاہدۂ قدرت کے سبق آموز تجربات پر ہوتی ہے۔ جہان دوسرون کا ذہن اشیاے موجودات کے ظاہری پردون سے ٹکرا کر رہ جاتا ہے۔ وہان اصغر صاحب کا رسا دماغ اسرارِ غواص کی حیرت انگیز گہرائیون تک پہنچکر حقائق مخفیہ کے گران بہا موتیون کو سمیٹ لیتا ہے۔ اُنکے اشعار اُن تمام محاسن سے مملو ہین جو طالبعلمانہ اجتہاد و تحقیق اور عالمانہ علم و دانش کا لازمی ثمرہ ہین۔

ذیل مین اُن متعدد اشعار مین سے چند بطور نمونہ پیش کرتا ہون جنہین پڑھ کر ہمین اُنکی وسیع النظری اور حقیقت شناسی کا قائل ہونا پڑتا ہے ؎

سُنتا ہون بڑے غور سے افسانۂ ہستی — کچھ خواب ہے کچھ اصل ہے کچھ طرزِ ادا ہے

فلسفہ و حکمت کی دقیق موشگافیون کے باوجود کائناتِ عالم کی اصل و حقیقت کا راز انسان کے علم پر آج تک پوری طرح روشن نہو سکا۔ مختلف گروہون نے فلسفۂ حیات کے متعلق مختلف عقائد پیش کئے۔ ایک گروہ نے کہا کہ یہ تلاش و تجسس بیکار ہے، ہماری انتہائی کوششون کے باوجود یہ طلسم اسی طرح سربستہ رہیگا۔ دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ کائنات کی ہر چیز اپنے وجود کے لئے انسانی محسن و ادراک کی رہین منت ہے۔ دنیا مین کسی شے کے وجود کی بذات خود کوئی حقیقت نہین۔

بعض لوگ غالب کے الفاظ مین اِس حقیقت کے قائل ہین کہ

"عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے"

غرضکہ ہر ایک اپنے اپنے نظریات کے مطابق اِس مسئلہ پر آرائی

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا ہر عطر نہایت نفیس ہے ضرور امتحان فرمائیے

کی، لیکن بحث و اختلاف کے اس دار و گیر میں حکما کسی ایسے فیصلے پر نہیں پہنچ سکے جو ہر طرح قابل اطمینان ہو۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ موجودات عالم کی حقیقت کو ہم کسی "مخصوص" نظریہ کی تحت میں نہیں سمجھ سکتے۔ بلکہ اگر ہم کائنات کے اس رنگین طلسم کا تجزیہ کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اسکی تعمیر میں ایسی مختلف النوع چیزوں کا امتزاج ہے جو اپنی نوعیت میں ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ ہیں۔

مثلاً بعض حقائق ایسے ہیں جنہیں ہم صرف بہت مبہم طریقہ سے سمجھ سکتے ہیں۔ ان حقائق کا ایک ہلکا دھندلا سا نقش ہمارے ذہن پر قائم ہو جاتا ہے اور ہمیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم انکی تہ تک پہنچنے میں پوری طرح کامیاب نہیں رہے ہیں اور جو کچھ ہمیں معلوم بھی ہوا ہے اسمیں اصلیت کا بہت خفیف شائبہ ہے۔ یہ وہ حالت ہے جس میں قوت امتیاز پر خواب کی سی کیفیت طاری رہتی ہے اور ہم کسی چیز کی صحیح توجیہ اور تاویل نہیں کر سکتے

And things are not what they seem

اسکے برعکس بعض حقیقتیں ایسی واضح اور روشن ہوتی ہیں کہ ہماری نگاہ آسانی سے اُسکے رموز کو پڑھ لیتی ہے، اور ہمیں یہ سمجھ لینے میں ذرا بھی دشواری نہیں ہوتی کہ یہی اصل حقیقت ہے۔

لیکن کچھ اسرار ایسے بھی ہیں جنکی واقعیت کا راز خود ہماری ذہنی اور دماغی صلاحیتوں سے وابستہ ہے۔ کائنات حیات کی گوناگوں کیفیتیں اور زندگی کی ہنگامہ آرائیاں مختلف ذہنوں کے لئے مختلف معنی رکھتی ہیں انسان ان چیزوں کو اپنی ذاتی صلاحیت کے ذریعہ دیکھتا سمجھتا اور اثر لیتا ہے اور اپنی اپنی سمجھ کے موافق تاویلیں قائم کرتا ہے۔ یہی وہ حالت ہے جسے اس شعر میں "طرز ادا" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

غور کرو کس قدر گہرے اور بلند مضمون کو اس شعر میں نظم کیا گیا ہے۔

دارداتِ قلبی کے لحاظ سے انسان کی حیات بھی ایک عجیب و غریب چیز ہے اس پر ہر لحہ نئے نئے واقعات گزرتے ہیں اور اس سے اس کے محسوسات اور جذبات میں گھڑی گھڑی انقلاب ہوتا رہتا ہے۔ پھر چونکہ فطرت کے مناظر تمام تر انسانی تاثرات کے تحت میں ہیں اس لئے اگر وہ مغموم ہے تو اُسے دنیا کا ذرہ ذرہ مغموم و متالم نظر آتا ہے۔ اگر اسکے دل میں نشاط و شادمانی کی موجیں اُٹھ رہی ہیں تو اُسے کائنات کی ہر چیز درخشان اور زرین نظر آئے گی۔

لیکن ایک مستغنی شاعر ان تمام تاثرات سے بالاتر ہے۔ وہ نہ عام لوگوں کی طرح ہنسنے پر مجبور ہے اور نہ اُن کی طرح کسی عاجلانہ واقعہ پر آنسو بہانے اسے غم کی عمیق ترین گہرائیوں میں سے مسرت، اور انبساط و سرور کی انتہائی کشاکش میں سے رنج و الم کی لطافتیں پیدا کرنے پر قابو حاصل ہے۔

تو معلوم یہ ہوا کہ ایک قوی ارادے اور پرزور تخیل والا اعلیٰ حوصلہ انسان جس طرح اپنے جذبات پر قادر ہے اُسی طرح اُسے اُن مناظر پر بھی قدرت حاصل ہے جو جذبات انسانی سے وابستہ ہیں۔ اس نکتہ کو اصغر صاحب اس طرح نظم کرتے ہیں۔ ؎

چاہا جہاں سے نظرِ فطرت بدل دیا ہے کل جہاں تابع فرمانِ آرزو

نفسیاتِ محبت

گو شاعر کے لئے یہ چنداں ضروری نہیں کہ وہ نفسیات محبت کا رمز دان بھی ہو لیکن اگر وہ محاسن کے ساتھ ساتھ وہ انسانی نفسیات کا حقیقت شناس بھی ہو تو اسکی شاعری سحر نگاری ہو جاتی ہے۔ جن لطیف نکات کا احساس ایک نفسیات دان شاعر کر سکتا ہے ان سے اُس شاعر کی نگاہ محروم رہ جاتی ہے جو ان اسرار مخفیہ کی کنہ و حقیقت سے بیگانہ ہے۔ حضرت اصغر کی کامیابی کا ایک بڑا راز یہ بھی ہے کہ جس طرح اُن کا دل ذوق محبت اور احساسات جمیلہ کی روح افروز لطافتوں سے آشنا ہے اسی طرح اُن کا دماغ بھی اِن تمام نکات سے واقف ہے جو واردات محبت میں معمولی

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کی دوکان دیانت داری کے باعث مشہور ہوئی ہے۔

ذہنیت والے انسانوں کے لئے معمہ اور چیستان بنکر رہ جاتے ہیں۔ اصغر صاحب کی شاعری دل کی بھی شاعری ہے اور دماغ کی بھی۔ اگر ایک طرف انہیں محسوساتِ محبت کو دلکش ترین انداز بیان میں اظہار کرنے پر قدرت حاصل ہے تو دوسری طرف وہ ان جذبات کی تحلیل و تجزیہ پر بھی قادر ہیں جو براہ راست عشق و محبت سے وابستہ ہیں۔

نفسیات محبت کے ان دقیق نکات کو جس طرح وہ شاعرانہ اسلوب بیان کی رنگینیوں سے شگفتہ بنا دیتے ہیں اسے دیکھکر ہمیں نہ صرف اُن کے وجدان صحیح، ذوق شعر اور تعادل کلامی کا قائل ہونا پڑتا ہے بلکہ اُن کی نفسیات دانی اور حقیقت شناسی کا بھی اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

انہیں چونکہ فطرت کی طرف سے ایک دقیقہ رس دماغ ملا ہے اس لئے اُنکے کلام میں نکات محبت کے متعلق ایسی حقیقتوں کا انکشاف ہے جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے اُردو شاعری میں بالکل اچھوتی اور نئی چیز ہیں۔

مثلاً یہ غلط عقیدہ کس قدر عام ہے کہ "حسن" فطرتاً بے نیاز و مستغنی ہے۔ متقدمین اور متاخرین کے کلام کا مطالعہ کرو تمہیں ہر جگہ "عشق" "محسن" کے سامنے دوزانو نظر آئیگا لیکن نفسیات انسانی کے رموز سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ جہاں تک کشش اور اتصال کا تعلق ہے عشق اور حسن یکساں طور پر اپنا اپنا فعل انجام دیتے ہیں حسن بھی فطرتاً عشق پرست ہے اور اُسے بارہا عشق کی خطمتوں کے سامنے اپنی مصنوعی بے نیازی کا جامہ تار تار کر دینا پڑتا ہے، اصل میں استغنا اور لاپرواہی، بے نیازی و بے رخی تو ایک قسم کا آرٹ ہے جسکے پردہ میں حسن اپنی اصل فطرت کو چھپائے رکھتا ہے۔ اصغر صاحب اس لطیف نکتہ کا اس شعر میں یوں اظہار کرتے ہیں ؎

کھنچتی ہے سوئے حسن اگر جانِ آرزو ۔۔۔ خود حسن بھی ہے دست بدامانِ آرزو

محسن کا التفات کبھی کھلم کھلا نہیں ہوتا۔ اس میں بھی فطرت مصلحت اندیش کا ایک اہم راز مستور ہے۔ حسن جب عشق پر مہربان ہوگا۔ جو رخ جفا ظلم و ستم کی نقاب چہرے پر ڈال کر اب اس نوازش میں جو شرمیلی آفرین بطافت ہیں اُنکا احساس صرف اُس مستی کو ہو سکتا ہے جو اس نازک ربط کے لطیف نکتہ کا ذوق آشنا ہو۔

بھی سے بگڑے رہتے ہیں بھی پر کھو عتاب اُنکا ۔۔۔ ادائیں چھپ نہیں سکتیں نوازشہائے پنہاں کی
لطفِ نہانِ یار کا مشکل ہے امتیاز ۔۔۔ زنگت چڑھی ہوئی ستم برملا کی ہے
شاید مرے سوا کوئی اسکو سمجھ سکے ۔۔۔ وہ ربط خاص رنجش بیجا کہیں جسے

"حسن" "عشق" کی پرزبانی کے لئے بالکل اسی طرح بیچین و مضطر رہتا ہے جس طرح "عشق" سے وابستگی پیدا کرنے کے لئے یہ ایک ایسا لطیف نکتہ ہے جس سے بادۂ محبت کے لذت شناس بخوبی واقف ہیں اُردو شعراء کی ایک کثیر تعداد اس حقیقت سے بے خبر ہونے کی وجہ سے ہر جگہ حُسن کو عشق سے گریزاں لکھا یا ہے۔ کہیں وہ برق بلا بن کر عشاق کے خرمنِ دل کو جلاتا ہے تو کہیں تیر و پیکان بنکر سینہ کو چھلنی کرتا ہے کہیں شمع کے بھیس میں پروانے کو بھونک کر خاکستر بنا دیتا ہے تو کہیں مقتل میں خنجر بکف اور تیغ در دست نظر آتا ہے لیکن دورِ حاضرہ کا حقیقت شناس شاعر حسن و عشق کے اس راز سربستہ سے آگاہ ہو کر کہتا ہے ؎

یہ دیکھتا ہوں ترے زیرِ لب تبسم کو ۔۔۔ کہ بحرِ حُسن کی اک موج بے قرار نہ ہو
ادائے عشق کی تصویر کھنچ گئی کیوں ۔۔۔ وفورِ جوش سے یوں حُسن بے قرار ہوا
جھیڑتی ہے کس لگاوٹ سے نگاہِ شوق کو ۔۔۔ خود بخود بانکپن تیری جلوہ گاہ ناز ہے

دوسرے شعر میں حُسن کا متاثر ہو کر وفورِ جوش سے اس طرح بیقرار ہو جانا کہ خود عشق کی بیتابیوں کی تصویر کھنچ جائے فلسفۂ محبت کے ایک لطیف نکتہ کا اظہار کا کس قدر دلکش پیرایہ ہے۔

حسن کی عظمت سے کسے انکار ہو سکتا ہے لیکن ہمیں کہنے (We need) میں عشق کا احترام نظر انداز نہ کرنا چاہئے۔ شعرائے جن بلند آہنگ کے ابتدائی مناظر ساتھ حُسن کی برتری کے نغمہ چھیڑے ہیں وہ اس لحاظ سے قابل واپس آنا باوجود توجہ ہیں کہ مدح و ستائش کے اس ہنگامہ میں عشرت میں یکسر بے اختیار ہو جانا

ہندوستانی عطریات کا سب سے بڑا کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا ہے

پست ہوکر رہ گیا۔ وہ ہر جگہ حُسن کے سامنے عاجز اور سرنگون نظر آتا ہے اور اسکی ہر ادا میں فتادگی کے مظاہر نمایاں ہیں۔ لیکن "عشق و حسن" پر اس نقطۂ نظر سے نگاہ ڈالنا ایک قابلِ نفرت Pessimism ہے۔ جذبۂ عشق کی بدولت ایک بلند خیال انسان محاسنِ انسانی کی تمام محاسن شک خصوصیتیں حاصل کرسکتا ہے، وہ اسکی بدولت حیرت انگیز بلندیوں تک پرواز کرکے اس چیز کو بنی نوع انسان کے لئے مستقل طور پر مایۂ ناز بنا سکتا ہے۔

اصغر صاحب کا یہ شعر پڑھو۔ کیا عالی حوصلگی، بلند جذبات، علو ہمتی اور Optimism اسکے ایک ایک لفظ سے نمایاں ہیں۔ وہ عشق کی عظمت سے شاید نہیں واقف ہیں

سو حسن کردوں پیدا ایک ایک تنکے میں

اصغر صاحب کے یہاں عشق صرف اُس محدود انسانی جذبہ کا نام نہیں جسکے تار پر ہمارے یہاں کے بیشتر شعراء نے اپنی شاعری کا راگ الاپا ہے۔ اصغر صاحب کے یہاں محبت کی وسعتیں بے پایاں ہیں۔ اُن کا عقیدہ ہے کہ کائنات کی تمام کشاکش کا انحصار عشق پر ہے۔ اُنکا پُرشوق دل عالم کی ہر چھوٹی بڑی چیز کو اس رشتہ میں منسلک دیکھتا ہے۔ یہی وہ ملکوتی اور آسمانی نعمت ہے جو بے نوا فقیر کے شکستہ جھونپڑے اور باجبروت بادشاہ کے محل میں یکساں طور پر پائی جاتی ہے۔ حقیر ترین انسان سے لیکر دنیا کی عظیم ترین شخصیت کا دل اس عالمگیر جذبہ سے خالی نہیں۔ کائنات کی ہر شے میں اسی کا پرتو ہے اور آج اگر اسکا وجود غائب ہوجائے تو نظامِ عالم بھی درہم و برہم ہوجائے۔ زندگی کی کل لطافتیں، حیات کی تمام رنگینیاں، اور موجودات کی کل ہنگامہ آرائیاں اس جذبہ کے مظاہر ہیں ؎

برق میں جوشِ اضطراب، ذرہ میں سوز و سازِ عشق
کل یہ فضائے دہر ہے سینۂ پُرگدازِ عشق

؎ مذاقِ شوق ہے جس سے میں بیتابانہ و مخمور
مری آواز، میرے ساز، میرا ہر نفس میں ہوں

فلسفۂ حسن و عشق کے متعلق تہیل نے اپنے مقدمہ میں جو چار نظریہ پیش کئے ہیں اور جس طرح ہر نظریہ کے مطابق حضرتِ اصغر کے کلام سے اشعار کا انتخاب کیا ہے وہ جناب اصغر کی نفسیات دانی اور حقیقت شناسی کا ایک روشن ثبوت ہے۔ مندرجہ بالا شعر پہلے نظریہ کے تحت میں آتا ہے حضرتِ اصغر نے اس شعر میں حسن و عشق کے بطاہی کے متعلق ایک نہایت لطیف اور نازک نکتہ کا انکشاف کیا ہے جسے صرف وہی لوگ بخوبی سمجھ سکتے ہیں جنھوں نے بادۂ محبت کی جرعہ کشی کی ہو۔ اس لئے حضرتِ اصغر نے اس شعر میں نفسیاتِ محبت کے تعلق جس پائدار حقیقت کو آشکار کیا ہے ممکن ہے وہ اُن لوگوں کی فہم و دانش سے بالاتر ہو جو عشق و محبت کی روحانی لذتوں کا کوئی عملی تجربہ نہیں رکھتے۔

عام طور پر لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ محبت کوئی ایسی خارجی قوت ہے جو انسان کے دل و دماغ کو اپنے آہنی پنجہ سے بالکل بیکار بنا دیتی ہے۔ انسان عشق کے پہلے ہی وار میں اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے اور اُسے اپنے ارادوں پر کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔

اس قسم کی غلط فہمی میں عموماً وہ لوگ مبتلا ہوتے ہیں جو اپنے شعور کی مدد سے اپنے مختلف النوع جذبات اور احساسات کا تجزیہ کرنا نہیں جانتے۔ محبت کے لطیف نکات سے ہمارا دماغ اُس وقت تک آشنا نہیں ہوسکتا جبتک ہمیں واردات عشق سے عملی سابقہ نہ پڑا ہو۔ ہم اپنی تمام قوتِ گویائی، خوش بیانی، اور منطقی استدلال کے باوجود کسی اندھے کو نہیں سمجھا سکتے کہ سبز رنگ کیسا ہوتا ہے۔ اسی طرح کسی ایسے شخص کے سامنے جسکی زبان تلخی سے ناآشنا ہے، ہم تلخ ذائقہ کی مکمل تشریح کے بعد بھی اسکے دماغ میں تلخی کا صحیح مفہوم پیدا کرنے میں ناکامیاب رہیں گے۔ اسی لئے نفسیاتِ عشق کے جس اہم مسئلہ پر مندرجہ ذیل سطور میں روشنی ڈالی گئی اُس کی صداقت میں مجھے افسوس ہے کہ میں کوئی منطقی دلیل پیش کرنے سے قاصر ہوں۔ اس باب میں میرا روئے سخن صرف اُن صاحبانِ ذوق کی طرف ہے جو عشق کی لذت

ملی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا عطر حنا خاص ترکیب سے بنتا ہے

اہتمزاری سے بیگانہ نہین ہین - محبت ایک ایسی چیز ہے جو صرف محسوس جاسکتی ہے، الفاظ کے ذریعہ سمجھائی نہین جاسکتی -

کیفیات محبت کے متعلق صحیح تجزیہ ہم صرف ایسی صورت مین حاصل کرسکتے ہین کہ نشۂ عشق کے غلبہ کے باوجود ہم اپنے احساسات کی تدریجی تبدیلیون کا بالارادہ تجزیہ و تحلیل کرتے رہین اور یہ بات بغیر Introspection کے حاصل نہین ہوسکتی -

جو شخص اپنی کیفیات عشق کی باقاعدہ تحلیل مین کامیاب ہا ہے اس سے یہ حقیقت پوشیدہ نہین کہ پہلی نظر کا عشق (Love in first sight) ایک ناقابل قیاس اور دور از فہم بات ہے جسکا سوائے انسانون کے اور کہین وجود نہین - اس حقیقت سے البتہ کسی کو انکار نہین ہوسکتا کہ محبت کے ابتدائی تاثرات بعض بعض حالتون مین غیر محسوس طریقہ پر نظر کے اولین تصادم ہی مین پیدا ہوجاتے ہین اور ایک ذی شعور شخص کے لئے یہ معلوم کرلینا کوئی دشوار مرحلہ نہین ہوتا کہ اس کے دل و دماغ محبت کے لطیف کیفیات سے متاثر ہو چلا ہے - یہ محبت کی ابتدائی منزل ہے جہان انسان کو اپنے تخیل پر پورا پورا اختیار رہتا ہے اور اگر وہ چاہے تو نہایت آسانی سے محبت کے کانٹے کو اپنے دل سے نکال کر پھینک سکتا ہے -

اس قسم کے واقعات انسان کی زندگی مین ہزارون مرتبہ پیش آتے ہین کہ وہ کسی دلکش اور نظر فریب چہرے کو پہلی مرتبہ دیکھکر شدت کے ساتھ متاثر ہوجائے لیکن اسے ہر دلفریب صورت کے ساتھ پہلی ہی نظر مین مجنونانہ محبت مین ہوجاتی - وہ ہر دلکش چہرے کی عقیدتمندانہ پرستش کے لئے ایک محبت زدہ شیدائی کی طرح اپنا سر نیاز نہین جھکا دیتا، اور نہ وہ پہلی ہی نظر مین اپنی شکست کا اعتراف کرکے آستانۂ حسن پر دوزانو ہوجاتا ہے - اگر ایسا ہوتا تو آج محبت سے سنجیدگی اور متانت کا عنصر بالکل مفقود ہوتا اور وہ ایک غیر مستقل، ناقابل اعتبار اور مضحکہ خیز چیز بن کر رہجاتی -

انسان محبت صرف چند بار کرتا ہے - ایسا صرف چند ہی بار ہوتا ہے کہ اُس پر عشق و محبت کی کیفیات اپنی انتہائی قوتون کے ساتھ غالب ہوجائین - اگر محبت کوئی ایسی چیز ہوتی جو مقدار کی قیدین آسکتی ہے تو یہ بات یون سمجھائی جاسکتی تھی کہ فرض کیجئے ایک شخص کو اپنی زندگی مین مختلف موقعون پر سو ایسی حسین و جمیل صورتون کے دیکھنے کا اتفاق ہوتا ہے جنکے نظر افروز حسن سے اُن کا دل حد درجہ متاثر ہوجاتا ہے لیکن ایسا صرف ایک ہی مرتبہ ہوتا ہے کہ ایسے کسی مخصوص شکل سے اس قدر شدید دلچسپی پیدا ہوجائے کہ اسکی کیفیات پسندیدگی مستقل محبت کی صورت اختیار کرلین - ایسی حالت مین یہ کہا جائیگا کہ جہان تک کشش حسن کا تعلق ہے وہ محبت (ہرچند کہ اس قسم کے جذبہ کو ابتدائی حالتون مین محبت نہین کہہ سکتے) جو پہلی نظر مین پیدا ہوکر غائب ہوگئی اور وہ محبت جس نے آگے بڑھکر عشق کی صورت اختیار کرلی اپنی ابتدائی منزل مین "مقدار" کے لحاظ سے یکسان ہین - یہان قدرتاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر وہ کون سے اسباب ہین جو تاثرات کی ابتدائی حالت کو تقویت دینے کی کوشش کو محبت مین تبدیل کردیتے ہین

——— اصغر صاحب کا یہ فلسفیانہ شعر اس سوال کا مطمئن کن جواب ہے -

بات یہ ہے کہ انسان محبت کے اس پودے کو جو ابھی نشو و نما کی بالکل ابتدائی حالت مین ہے خود اپنے ہاتھون سینچتا اور پرورش کرتا ہے جسے وہ اچھی طرح سمجھتا ہے کہ محبت کی خلش سے نجات پالینا ابھی بالکل اُسکے اختیار مین ہے پھر بھی وہ ارادتاً ایک معمولی خراش کو ناخن سے کھود کھود کر اچھا خاصہ زخم بنالیتا ہے - کسی کے حسن سے متاثر ہونے کے بعد محبت کے انتہائی شدید تاثرات کا پیدا کرنا خود اُسکے اختیار مین ہوتا ہے - وہ اس لطیف خلش کو اپنے تخیل اور ارادہ (Will) کے ذریعہ برابر تقویت دیتا رہتا ہے یہان تک کہ وہ محبت کے ابتدائی مناظل سے گذر کر اس مقام پر پہونچ جاتا ہے جہان سے کسی کا واپس آنا باوجود کوشش بھی حد درجہ دشوار ہے - ابتدائے محبت مین یکسر بے اختیار ہوجانا

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا ٹیلیفون نمبر ۱۳۹ ہے

بالکل بعید از قیاس بات ہے۔ بہت کم لوگ اس نازک حقیقت سے آشنا ہین۔ یہ صرف محبت کی آخری حالتین ہین جن مین انسان بالکل بے بس ہوجاتا ہے، ورنہ اس جذبہ کے ابتدائی مراحل کی باگ خود محبت کرنے والے کے مضبوط ہاتھون مین ہوتی ہے۔

تصوف و معرفت یہ وہ منزل ہے جہان محسوسات مادی کی سرحد ختم ہوجاتی ہے اور وہ مرحلۂ روحانی شروع ہوتا ہے جسے صرف انسان کے عارفانہ ذوق سے تعلق ہے۔ اس مقام پر پہنچنے کے لئے انسان کو اپنے قلب و دماغ سے مادی احساسات کے تمام پست عناصر کو خارج کر دینا پڑتا ہے۔

ہر چند کہ یہ لذت صرف حسن لطیف سے وابستہ ہے لیکن حضرت اصغر کی شاعری کا یہ کمال دیکھو کہ وہ اُن پُر اہتزاز واردات قلبی کو جو اس منزل مین اُنکے ذوق شناس دل پر طاری ہوتے رہتے ہین۔ تغزل کی بہترین شگفتگی کے ذریعہ الفاظ کی قید مین لانے پر بھی قادر ہین۔ چونکہ وہ خود صہبائے معرفت کے حقیقی لذت شناس ہین اس لئے کہ اس موضوع پر وہ جو کچھ کہتے ہین لذت روحانی کے اہتزاز آفرین سوز و گداز مین ڈوبا ہوا ہوتا ہے۔

سلوک و عرفان کی اس کیفیت کے متعلق، جو معرفت کی اس منزل مین انسان پر طاری ہوتی ہے جس مین وہ اپنی خودی سے بیخبر ہوکر انوار آلہی کے حیرت انگیز مظاہر مین گم ہوجاتا ہے۔ اصغر صاحب یون فرماتے ہین ؎

اک عالم حیرت ہے فنا ہو نہ بقا ہے حیرت بھی یہ حیرت ہے کہ کیا جانیے کیا ہے
نہ کچھ فنا کی خبر ہے نہ ہے بقا معلوم بس ایک بیخبری ہے سو وہ بھی کیا معلوم

عالم کائنات مین ذات مطلق مختلف مظاہر اور مناظر کے پردون مین جلوہ آرا ہوتی ہے۔ وہ موجودات کی تمام وسعتون پر پھیلی ہوئی ہے جلوہ حقیقت مین ایک ہی ہے لیکن اُسکی صورتین مختلف ہین۔ اس مضمون کو اصغر صاحب نے متعدد جگہ نظم کیا ہے ؎

تو شمع حقیقت کی اپنی ہی جگہ پر تھی فانوس کی گردش سے کیا کیا نظر آتا ہے
بند ہوا نگہ مے منظر فطرت کا حجاب لاؤ اک شاہ مستور کو عریان کر دین

غرضکہ "نشاط روح" ہر طرح سے لطافت اور نگینی، شگفتگی اور رعنائی کا ایک غیر فانی مجموعہ ہے جس سے کسی خوش مذاق پرستار ادب کی لائبریری کو خالی نہین ہونا چاہئے۔

مین جناب سہیل کی اس تجویز سے لفظ بلفظ متفق ہون کہ "اس مجموعہ کو یونیورسٹی کے اعلیٰ مدارج مین داخل نصاب کرنا چاہیئے"۔

"نشاط روح" جس پر اُردو شاعری نے اپنے حسن کا دامن خالی کر دیا ہے یقیناً اس قابل ہے کہ اُسے کسی ہندوستانی یونیورسٹی کے نصاب مین جگہ دی جائے۔ جو حسن اس مجموعہ مین سترہویں سے آخر تک نمایان ہین۔ اُن مین سب سے زیادہ درخشان اس کی وہ اسپرٹ ہے جو اعلیٰ اور شریفانہ اخلاق سے لبریز ہے۔

کسی یونیورسٹی کا نصاب مقرر کرتے وقت جو امر سب سے زیادہ قابل توجہ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ صرف ایسی چیزین داخل نصاب کی جائین جو بلندی اخلاق اور حسن تہذیب کے معیار پر پوری اُترتی ہون۔ "نشاط روح" جو واقعی "اُردو کی دنیائے نظم مین بہترین شاہکار ادب ہے" ایسی چیز نہین کہ اُس سے ہندوستانی یونیورسٹیون کے اُردو دان طلبا کو محروم رکھا جائے۔

زمانہ اور وقت کا اقتضا یہ ہے کہ کالج کے مدارج مین ایسی ہی بلند اور مکمل چیزون کا درس دیا جائے۔ اور اس لئے مین مسلم یونیورسٹی کے ارباب حل و عقد کو جہان اُردو نصاب مین داخل ہے خصوصیت کے ساتھ اس تجویز کی طرف توجہ دلاتا ہون۔

ذوقی

(جناب خواجہ مسعود علی صاحب ذوقی لکھنوی۔ بی۔ اے علیگ)

اصغر علی محمد علی تاجر عطر جوک لکھنو کی ایک شاخ "گلزار حوض حیدرآباد دکن مین ہے

عکس تحریر جناب سید غلام حسنین صاحب قدر مرحوم بلگرامی
و جناب سید حسن صاحب حشر بن بلگرامی

(استفسار ادبی از جناب حشر بلگرامی بقلم جناب حشر - و جواب بقلم حضرت قدر بلگرامی مرحوم)

اِستِفادہ

مصرع ہوا مقبول کب یارب گا جو تو مردود ہے والنکا — اس مصرعہ میں جو یا اور وا
بجای یہاں اور وہاں کے بندہ ہے یہ جائز ہی یا نہیں ~~یا غلط ہی~~ اور اگر ناجائز ہے بجاورہ محض
~~یا غلط ہی تو کس نے کیا اور کس وقت میں~~ مورخہ ۱۹۹۱

سید حسن
از حیدرآباد دکن ڈیوڑھی
نواب نظام یار جنگ بہادر

جواب جلد مرحمت ہو —

جواب بطور تفصیل دوسرے ورق پر ہے

بلگرامی کہیں برادر حسن و حشر حسن تبیان
سب عارف اکھیاں
جو دلاسر کے علم موہیاں پاس کرکے بندوستانی میں اے
اور حیدرآباد کے علاقہ میں کہیں کہیں علاقہ ظلم یا کیا ہو
میں اوکھا پایا جاتا ہو اور دوپیا جو حیدرآباد کے بار کا ہو
حیدرآباد میں (دیوڑھی کا پیا) کا پیا
رہے بندر دراہے دیا قرار
حضرت جو جاردو گا
کارزاری

جواب

یہان کی اصل یہ ہان - وہان کی اصل وہ ہان ہے
ہان ہندی مین (جگہ) کے معنے پر آتا ہے جیسے کھرہان بمعنے خرمن اور گوہان
بمعنے اطراف دِہ - پس بدین دلیل یہان کے معنے اس جگہ اور وہان کے معنے
اوس جگہ - اہل لکھنو کہتے ہین کہ انکی ہای ہوز کو مخلوطی لانا بھی جائز تھا اور ہے
جیسے آتش ہر قدم پر ہی گمان یہان رہگیا وہان رہگیا + اور اس خلط کی دلیل
یہ ہے کہ ایک ہای ہوز دوسرے مین ادغام ہوکر یہ لہجہ ہوگیا ہے - اہل دہلی کا قول ہے
کہ یہاں کا مخفف یان اور وہان کا مخفف وان ہے -
ناسخ کے زمانے کے بعد انمین چھان ہوئی - لکھنو والون مین بعضون نے

یہان و وہان بحرکتین اوائل اور یہان وہان بہای مخلوطی دونون طرح
جائز رکھا اسکے پابند اسیر بھی ہین اور بعضونے صرف بحرکتین اوائل
صحیح جانا اسکے مقلد اکثر تلامذہ ناسخ ہین جیسے برق و بحر و سحر و رشک -
اب رہے اہل دہلی وہ یہان و وہان بحرکتین اوائل اور یان وان بالتخفیف
دونون طرح جائز سمجھتے ہین فقط

العاقم ذلیل انام قدر برائے نام
۱۶ محرم الحرام ۹۹ھ احقر علیہ السلام

دورِ نشاط

(از جناب مولوی سید مہر آغا صاحب آشہر لکھنوی)

کچھ زمانے سے بعض جدید تعلیم یافتہ حضرات کے خیالات متعلق کیفیات شعر اکثر ادبی رسالوں مین شائع ہو رہے ہے - اور شاید آیندہ بھی ہون - ان کے نزدیک گزشتہ اساتذہ کے کلام قابل عزت ضرور ہین لیکن انکے تمام خیالات قابل تقلید نہین - ہان فرح آمیز و نشاط انگیز مضامین کی تقلید ہو سکتی ہے اور اگر کوئی شاعر اسکے خلاف عمل پیرا ہو تو گویا وہ موجودہ صدی کی شاعری سے بیگانہ ہے -

یہ مانا کہ زمانے کی لہر کے ساتھ دنیا کے ہر علم و فن - خصوصاً علم ادب مین نثراً و نظماً تغیرات پیدا ہوتے رہتے ہین مگر جہان تک انسانی جذبات کا تعلق ہے - اس امر سے انکار نہین ہو سکتا - کہ انسان تو انسان شاید خود فطرت کو بھی انمین تغیر و تبدل کی ضرورت ابھی تک تو محسوس ہوئی نہین - اور نہ آیندہ امید - میرا مبحث اسوقت چونکہ صرف (تخیل شعر) ہے لہذا میرا قلم کسی دوسری سمت حرکت کرنے کو تیار نہین -

اثرات شعر کے متعلق علامہ ابن خلدون علیہ الرحمۃ نے اپنے "مقدمہ" مین لکھا ہے الشعر ما ینبسط او ینقبض شعر مین دو باتین ہونی چاہئین - یا تو سننے والا خوش ہو یا رنجیدہ - اور یہ بہت پرانا قول ہے - غالباً ہر ناظم اس سے باخبر ہوگا - میرا مقصد یہ ہے کہ صنف شعر کے تخیل کے لیے یہ دو ضروری اجزا فطرتاً بنائے گئے ہین - جن کا صحیح احساس کرکے علماے فن نے داخل تعریف شعر کیا ہے -

اگر رنج و طرب سے انسان کسی وقت متجاوز ہونے کا خیال کرے یا اگر کوئی شخص اُن شعرا کو جو اپنے کلام پر یہی فطرتی رنگ چڑھاتے ہین - نظر استحسان سے نہ دیکھے تو غالباً ایسا فرد بیگانہ جذبات کے جلنے کا مستحق ہے -

بہت سے شعرا ایسے اور گزر رہے ہین جنھون نے صرف ایک ہی کیفیت شعر سے اپنے کلام مین بحث کی ہے یعنی ان کے اشعار مین یا تو عنصر طرب قوی ہے یا عنصر الم زیادہ ہے - مثلاً میر تقی علیہ الرحمۃ نے جذبات الم انگیز کو شعر مین نظم کرکے دنیاے شاعری مین نشتر ون سے کام لیا - مرزا رفیع سودا نے "قصائد ہجویہ" مین مضحکات کا پہلو اختیار کیا - جس کی وجہ غالباً یہ ہو کہ اول الذکر کی طبیعت فطرتاً نرم واقع ہوئی تھی جس پر جذبات الم کا اثر بہت جلد پڑ جاتا تھا - دوسرے کی فطرت انبساط آمیز مضامین کے مناسب تھی - لہذا ہر ایک نے جدا جدا صنف مین کمال حاصل کیا -

جسطرح عامۂ ناس جذبات پر قادر ہونے کی قدرت نہین رکھتے - اسی طرح شاعر بھی اپنے رنگ طبیعت کی مخالفت نہین کر سکتا - ہان اگر کسی شاعر کو فطرتاً ایک کیفیت سے لگاؤ نہین ہے اور وہ اپنی طبیعت کو اسکے مذاق کے خلاف مائل کرنا چاہتا ہے تو اسکو مشق کی ضرورت ہے جس کے ذریعہ سے ایک زمانے کے بعد اسی رنگ کی جھلک اپنے کلام مین پیدا کر سکتا ہے - مگر باوجود مشق وہ نقال ہی کہا جائیگا - اصلیت اس کے رنگ سے بہت دور رہیگی -

شاعری کیا ہے ؟ انسانی جذبات و معاملات کو خوبصورت الفاظ مین دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے - حقیقی شعر وہی ہے جو ایک گھاس کھودنے والے پر اسی قدر اثر کرے جتنا ایک بادشاہ پر - تمام بنی نوع انسان جذبات فطری کے ایک ہی دائرے مین آتے ہین عام اس سے کہ وہ زندگی کے کسی درجے پر ہون -

ایک سنگدل سپاہی جو ہمیشہ خونریز مناظر سے آشنا رہا ہو - وہ بھی

عطر حنا جو اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے کارخانہ کا بنا ہوا ہے اسکا نسخہ ہی مختلف ہے

جذبات الم سے متاثر ہو جاتا ہے - اس قول کی تائید مین متعدد واقعات تاریخ کے درقون مین مل سکتے ہین - عبارت کو طول دینے سے کیا حاصل

یونان مین دو فلسفی گزرے ہین - اونمن سے ایک ہر واقعے کا کفر مخا رخ دیکھتا تھا اور مسکرا دیتا تھا - دوسرا ہر سانحے کو دائرۂ غم مین کھینچ لیتا تھا اور روتا تھا - دونون مین بجاے خود اپنا اپنا عقیدہ پختہ تھا -

دوسرے معاصرین فلسفیون نے اپنر صحیح اعتراض کیا کہ دونون فطرتی جذبات کو بے محل صرف کرتے ہین - غم کی جگہ غم - اور خوشی کی جگہ خوشی ہونی چاہیے -

(SENECA) سینکا جو عقلاے یونان مین ایک مشہور فرد تھا وہ بھی اول الزکر فلسفی کا معتقد تھا - اتفاق سے اس کا لڑکا مر گیا اور بمقتضاے فطرت انسانی اس نے جزع و فزع کیا - لوگون نے سوال کیا "تم اپنے مفروضہ عقیدے سے کیون ہٹے" اس نے جواب دیا "یہان انسانی فطرت مجبور ہے"

بہر نہج اگر شعر مین مناسب موقع یا بہ مناسبت طبیعت کوئی شاعر جذبات غم انگیز یا جذبات طرب خیز سے بحث کرے تو عین مراد اور یہ گزشتہ شعرا ہی مین نہین بلکہ موجودہ اور آیندہ شعرا بھی اس سے خالی نہ ہونگے -

غالب مغفور جنکے کلام کو موجودہ صدی نے آیات شاعری قرار دیدیا ہے - اُن کا کلام اُٹھا کے دیکھئے - باوجود اس عجمیت خیال اور فارسیت الفاظ کے جذبات فرحت و الم دونون پائے جاتے ہین

موجودہ شعرا جو جدید تعلیم یافتہ طبقے مین زیادہ تر مقبول ہین - اقبال - حسرت موہانی - شاد عظیم آبادی - اصغر گونڈوی - کیفی چڑیاکوٹی - باستثنا ے جناب شاد سب کی شاعری اس صدی کی جدید ہوا کی پروردہ یافتہ ہے - مین نے یہان شعراے لکھنؤ سے عمداً بحث نہین کی ہے - ممکن ہے کہ ان مین سے بھی کوئی پسند کیا جاتا ہو -

روش تحریر سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جدید دنیاے شعر مین اونکی کوئی اہمیت نہین - گو وہ درحقیقت نہین لیکن بوجوہ -

معلوم نہین کہ ایسے نشاط طلب افراد جنکو زندگی کے ایک ہی رخ (خوشی) سے سروکار ہے کس عالم مین نشو و نما پائے ہوئے ہین - کس فلسفیانہ اصول کے پابند ہین - اور اُنکو کس خاص شاعر کا رنگ سخن پسند ہے جسکو وہ اپنا (IDIAL) یا نمونہ فرض کرکے دنیاے شعر کے سامنے پیش کر سکتے ہین - قلم کو تھوڑی سی حرکت دیکے کچھ تحریر کر دینا اور بات ہے - مگر اُس کو علمی ثبوت کے ساتھ عوام مین پیش کرنا مستحسن تو ضرور ہے - مین تو اول الزکر شعرا کے رنگ سخن کو ایسا نہین پاتا جو جذبات انسانی کا ایک ہی رخ لیے ہون - یا اُنکے کلام مین صرف فرح انگیز واقعات ہون -

سب سے زیادہ اکبر مرحوم واقعات حاضرہ اور طبایع موجودہ کو مدنظر رکھتے ہوئے تفریح آمیز خیالات کو اپنے کلام نظم مین ادا کرتے تھے - مگر اُن کے دوسرے اشعار جو غزل سے تعلق رکھتے ہین اُس مین اُنکا قدم جادۂ مقررہ سے ہٹا ہوا نظر نہین آتا -

ابتک جو کچھ حوالۂ قلم ہوا اُسپر یہ اعتراض ہو سکتا ہے - کہ جدید خیال حضرات صرف غزل گو حضرات سے بحث کرتے ہین - اور وہی معرض اعتراض مین ہین - قومی یا سیاسی نظم کہنے والے اس سے مبرا ہین - اس کا جواب مین یہ دونگا - کہ قومی نظم کی مہارت غزلگوئی ہی سے پیدا ہو سکتی ہے - ابتداہی سے اگر کوئی شاعر اچھی نظم کہنا چاہے تو دقتون سے خالی نہ ہوگا - رہا غزل مین غیر غزل آمیز خیالات کا اظہار تو ظاہر ہے کہ وہ اپنے صحیح معنون مین غزل نہین رہتی بلکہ اُسکو "مخلوط جدید" کہا جاے تو بہتر ہے -

ایک قسم ارنگ شعر اور ہے جسکی طرف زیادہ رجحان ہوتا جاتا ہے اور وہ "رنگ تصوف" ہے مگر وہ بھی جدید نہین قدیم ہے -

خاص کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا تیار کردہ زردہ تمباکو سیاہ دانہ دار طلب فرمایئے

رہا قدرتی مناظر سے شعر کو آراستہ کرنا یہ بیشک جدید ترقی ہے جو اتباع مغرب سے حاصل ہوئی ہے۔

انگلینڈ کے دور آخر کے شعرا جنھوں نے فطرتی شاعری مین روح پھونکی ہے (WORDSWORTH) ورڈسورتھ (SHELLAY) شیلے (KEATS) کیٹس (COLERIDGE) کالیرج اور (TENNYSON) ٹینیسن ہین۔ ان حضرات نے پرانے خیالات شعر کی اصلاح کی اور نیا (اسکول) یا جادۂ شاعری قائم کیا مگر ان کے کلام مین بھی علاوہ مناظر فطرت کے درد و اثر کی مثالین بھی جھلکتی نظر آتی ہین۔ اگر رنگ جدید کے ہوا خواہون نے مغربی شاعری کے اتباع مین یہ خیال قائم کیا ہے تو ظاہر ہے کہ انکی نظر مغربی شعرا کے اُسی کلام تک محدود ہے جو مناظر قدرت کے متعلق ہین۔ یا اُن کے کلام الم انگیز سے واقف ہین تو عمداً نظر انداز کرتے ہین۔

مین ایک حد تک اس خیال کا زبردست حامی ہون کہ اب شاعری کا رخ زیادہ تر اصلاح قوم۔ برانگیختگی جذبات صحیحہ اور احساسات قومی کی طرف منعطف ہونا چاہیے۔ جسکی ضرورت ہر فرد تمدن ہند کے لئے لازمی ہے۔ کم از کم جتنا زمانہ شعرائے ہند نے تخیل قدیم مین صرف کیا ہے اُسی قدر اس مناسب وقت تخیل مین صرف کرنا چاہیے۔ وہ خوش قسمت افراد جنھون نے بے سود شاعری کی عزت افزائی کی اور اُس کو ہم تک پہونچا دیا قابل تعریف ہین۔ ورنہ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ اُردو دیوان جو ہمارے ادبی کتب خانون کی زینت ہین ہرگز نہ ہوتے۔

یہ ضرور ہے کہ غزل مین غم انگیز خیالات کا اظہار کیا جاتا ہے مگر اسکا محرک صرف ایک واقعۂ عشق ہے یعنی "ہجر محبوب" جیسکے دربار کی رائج شدہ ہزارون تہ کہین غزل مین استعمال کی جاتی ہین۔ اور یہ مرض غزل گو کے لئے لادوا ہے۔ یہی آنکھون کا نور آلۂ انتظار سے کھینچ لیتا ہے۔ یہی دل و جگر مین درد پیدا کر دیتا ہے۔ یہی چہرے کی سرخی کو یرقانی رنگ سے بدل دیتا ہے۔ کبھی مرجھائے ہوئے چہرے مین آثار صحت پیدا کر دیتا ہے۔

بقول غالب۔

اُنکے دیکھے سے جو آجاتی ہے مُنھ پر رونق
وہ سمجھتے ہین کہ بیمار کا حال اچھا ہے۔

مگر یہ مرض آج عوام شعرا مین زیادہ ساری ہے۔ جن حضرات کی مشق شاعری دائرۂ معمولی سے کچھ آگے بڑھ چکی ہے وہ اس امر کا خیال رکھتے ہین کہ ایسے غیر مانوس خیالات غزل مین نہ آنے پائین اور اگر آئین تو ایک حسن سے۔ اگر یہ کوشش کیجائے کہ ہر شاعر اس معاملے مین اعتدال سے کام لے تو یہ امر نہ مقترض اصحاب کے اختیار مین نہ کسی ادیب زبان کے قبضے مین۔

ہان! اس اصلاح کو ایک زمانہ درکار ہے اور وہ اس صورت سے کہ مسئلۂ ہجر وغیرہ کو مضامین شعر کی فہرست سے بالکل نکال دیا جائے۔ دیکھنا ہے کہ ارباب علیگڑھ اس مین کہانتک کامیاب ہوتے ہین۔ اگر کامیاب ہوئے تو فبہا المراد۔ ورنہ کوشش بے سود۔ مگر اُن کی خدمت مین یہ عرض ہے کہ اُن سے دلی دور نہین ہے۔ جہان حضرات داغ کی شاعری کا اتباع غالباً اور ایک صدی تک ہوگا۔ آج اصلاح خیالات شعر کی وہان سخت ضرورت ہے۔ اور آزاد مرحوم تو اسقدر مان گئے کہ دہلی سے شاعری اوٹھ گئی۔ رہا لکھنؤ وہان پنجاب کیطرح مغربی شعرا کے خیالات کا اقتباس نہین کیا جاتا۔ گو وہان کے شعرا علوم جدیدہ سے بے خبر سہی مگر اونکی شان شاعری کسی دوسری قوم کے شاعرانہ تخیل سے کبھی سہارا نہ لے گی۔ وہ اسکو ہزار درجہ

کیا اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے آپ واقف ہین؟ جن کا کارخانہ ۱۸۲۹ء سے روز افزون ترقی کے ساتھ جاری ہے

بہتر سمجھتے ہین کہ ایرانی شعرا کا کلام دیکھین اور اپنی نظر وسیع کرین - جس سے ہندوستان کی شاعری کا نشو و نما ہوا اور جس سے ہندوستان کے شاعرانہ تخیل کو قیامت لگاؤ رہیگا - اور یہ اس سے بہتر ہے کہ پوپ کے (ESSAYON INAN) سے مضامین کا اقتباس کیا جائے اور ایک عزیز کے مرثیۂ وفات مین وہ مضامین بعینہ صرف کردیے جائین - اور ملک نیا سمجھ کے داد دینے لگے -

(آغا اشہر لکھنوی)

فلسفۂ زندگی

(از مولوی برکت علی صاحب عیش حیدرآباد دکن)

آج خاموشی ہے کیون حسرت نواز زندگی
غم کی موسیقی سے ہے لبریز ساز زندگی

کونسی امید تھی جنگا مہ آرائے نشاط
کونسی حسرت بنی عشرت نواز زندگی

ایک آہ سرد مین پنہان ہے انجام حیات
یک سکون درد مین مضمر ہے راز زندگی

اضطراب درد ہے نشتر فروش آرزو
آرزوے درد ہے مہمان نواز زندگی

میری ناکامی حسرت ہے مجھے وجہ نشاط
نغمۂ خونی نوا سے پُر ہے ساز زندگی

آدمی کی زندگی ہے مثل فانوس حباب
سایۂ دیوار ہے طول دراز زندگی

ہست ہو کر بھی فنا رہتا ہون عنقا کیطرح
نیستی مین بھر دیا ہے کس نے راز زندگی

شیشۂ بشکستہ کی جھنکار ہے دل کی صدا
تشنۂ مضراب غم رہتا ہے ساز زندگی

گرہ
ہون شکست رونق بازار حسن و عشق مین
نادہے برکت مرا گویا نیا ز زندگی

سہیلی کا سالگرہ نمبر

بہت عظیم الشان پیمانہ پر شایع ہوگا

سہیلی کا سالگرہ نمبر یکم نومبر ۱۹۲۶ء کو پوری آب و تاب کے ساتھ شایع ہوگا - اس مین بڑے سایز پر ۱۵۰ صفحات کے نہایت ہی دلچسپ - اچھوتے - اور مفید مطلب مضامین شایع ہون گے جن مین بالتصویر اخلاق فسانے اور بالتصویر تلقین آپ ضرور ہی پسند کرین گے - سالگرہ نمبر کے مضامین لکھنے والے ہندوستان کے بہترین اور روشن دل و دماغ ہین - سالگرہ نمبر زمین بارہ رنگین تصاویر نہایت دلکش اور

(مفت کیونکر مل سکتا ہی) اہل نزال ہونگین زیادہ تکلف فضول ہے - آپ کو دسمبر نومبر کے سوا نمبر ۱۵۰ صفحات کی نہایت ہی خوبصورت اور بالکل نرالی بالتصویر کتاب مل جائیگی اگر پسند آئے توصان ستھری حالت مین واپس بھیجدین - آپ کو دسمبر نومبر کے سوا نمبر ۱۵۰ صفحات کی کتاب مل جائیگی اگر پسند آئے تو صاف ستھری حالت مین واپس بھیجدین - آپ کو دسمبر نومبر کے سوا نمبر ۱۵۰ صفحات کی کتاب مل جائیگی اگر پسند آئے

۱۵ - اکتوبر کے بعد قیمت بارہ آنے (۱۲) بالکل مفت حاصل کرنے کے لئے سہیلی کا چندہ سالانہ مین ۱۵ - اکتوبر کے بعد قیمت بارہ آنے (۱۲) بالکل مفت حاصل کرنے کے لئے سہیلی کا چندہ سالانہ مین ۱۵ - اکتوبر کے بعد قیمت بارہ آنے (۱۲) بالکل مفت حاصل کرنے کے لئے سہیلی کا چندہ سالانہ مین

آج ہی روانہ کیجئے - آج ہی روانہ کیجئے - آج ہی روانہ کیجئے

نیاز مند
مینجر رسالہ سہیلی امرت سر

تمام ماہران فن نے اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر حنا کو بہترین عطر مانا ہے

سوسن - وہ بہت معزز نوجوان ہے اور مین چاہتی ہون کہ یہان کے دوران قیام مین اسے ہر ممکن آرام و مسرت ملے - تم جو کچھ اسکے لئے کر سکو کرنا - اچھے اچھے کھانے پکانا اور ہمیشہ خوش مزاج رہنا اور میرا خیال ہے کہ تم ایک نیا لباس بھی خرید لو - سنگھی اور نا مہذب نہین بلکہ ایسا جیسے ایک شریف آدمی اپنی بہنون اور بیویون کو پہنے دیکھ کر پسند کرے -

لوسی (تعجب سے) اچھا پھوپھی -

سوسن - وہ میری ہم جماعت سہیلی کا لڑکا ہے اور چونکہ وہ مر گئی ہے وہ تنہائی محسوس کرتا ہوگا - غالباً وہ اسی لئے تھوڑے دن گزارنے کے واسطے یہان آنا چاہتا ہے اب مین زیادہ کچھ کہنا پسند نہین کیونکہ تم اپنا مستقبل خود پہچاننے کے قابل ہو -

لوسی - ہان پھوپھی -

سوسن - اسکا ارادہ شادی کرنے کا ہے اور اگر تم ہوشمند ہو تو تم کوشش کرکے اپنے تئین دلکش ثابت کرو گی - تاکہ اسے اور کہین تلاش نہ کرنی پڑے -

لوسی - (شرماکر) پھوپھی "

سوسن - تم یقیناً شادی کرنا چاہتی ہو -

لوسی - میرا خیال تو ہے مگر ابھی سالہا سال تک نہین -

سوسن - (جلدی سے) اور کیون نہین - مین کوئی وجہ نہین دیکھتی کہ کیون نہین تم جلدی سے شادی کرکے مطمئن ہو جاؤ - بشرطیکہ تمھین کوئی سن رسیدہ آدمی ملے جو تمھاری نگہداشت اچھی طرح کر سکے "

لوسی نے شرما کر گردن جھکا لی - فرط خوشی سے اس سے بولا نہین جاتا تھا -

"ضرور یہ وہی اجنبی ہے" وہ کمرہ صاف کرتے وقت سوچتی جاتی تھی "مین جانتی ہون یہ میرا اجنبی ہے - میرا خواب سچا ہونے والا ہے اور پھوپھی واقعی میری مدد کرنا چاہتی ہین - اف یہ بہت تعجب انگیز حیرت خیز بات ہے " وہ گاتی جا رہی تھی اور اسی کوشش مین مصروف تھی کہ کمرہ کی ہر چیز صاف نظر آئے -

لوسی کی نظر مین کوئی دن اسقدر جلدی نہین گزرا - تین بجے تک لوسی کمرہ کو نہایت نفاست سے آراستہ و پیراستہ کر چکی تھی - اور مطبخ مین چاے تیار کر رہی تھی -

چار بجے کے قریب ایک گاڑی دروازہ کے قریب آکر رکی لوسی کھڑکی کے پاس دوڑ کر گئی - اسنے ایک خشن صورت، ادھیڑ عمر کے آدمی کو اسمین سے اترتے دیکھا -

"یہ غالباً کوئی تاجر ہے" اسنے سوچا "کچھ بیچنے آیا ہوگا پھوپھی سے تذکرہ کی ضرورت نہین - مین خود ان کے حکم دائمی کے مطابق اسکے "منہہ پر دروازہ بند کر دونگی"

اور فوراً ہی قبل اسکے کہ وہ شخص دروازہ کھٹکھٹائے وہان پہونچ گئی اور تھوڑا سا دروازہ کھولکر کہا "کسی چیز کی ضرورت نہین شکریہ" اور پھر دروازہ بند کر لیا -

آنے والا - سنو تو - ایک منٹ انتظار کرو - یہ میرا تھوڑا سا سامان ہے - کیا تم میری متوقع نہ تھین - کیا تمھین میرا تار نہ ملا ؟ اور یہ کہتے ہوے اس نے زور سے دھکا دیکر دروازہ کھولا -

اسوقت لوسی کو حد درجہ سخت صدمۂ قلب کے ساتھ اس حقیقت کا علم ہوا کہ وہ یہ تاریک، خیرہ چشم، بدصورت شخص تھا - جسکے لیے وہ تمام دن سے اتنی خلوص کے ساتھ تیاریان کر رہی تھی

فوراً اسی وقت جب اسپر یہ رنج دہ انکشاف ہوا، مس سوسن سیڑھیون پر نظر آئین اور بطور تعارف کہا "پیاری لوسی، یہی روپرٹ ہارڈین ہے جسکے لیے مین تم سے کہہ رہی تھی - مجھے امید ہے کہ تم دونون اچھے دوست ثابت ہوگے !

روپرٹ ہارڈین کی چھوٹی چھوٹی پیلی آنکھین لوسی پر جمی ہوئی تھین

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے کارخانہ کا انتظام اب تک اس منیجر کی زیر نگرانی ہے جو ۶۰ سال سے کام کر رہا ہے

رات کی واردات محبت نے اضافۂ تخیلی کے ساتھ لوسی مین ایک قسم کی دلنشین ربودگی بھی پیدا کردی تھی - اسکے نازک رخسارون پر انفعال کا صدرنگ دلآویز رنگ تھا' اور اسکے باریک لبون کی سرخی' جوان گلاب کی طرح شاداب تھی - وہ وہی لباس پہنے ہوئے تھی جسنے اجنبی کو اسقدر موہ لیا تھا - اور پھر اسپر اسکے حریری باتون کی دلستان لسانیت ....!

روبرٹ - آپ دونون کو بغیر کسی مرد محافظ کے سخت تنہائی محسوس ہوتی ہوگی - مجھے امید ہے کہ آپ مجھے بار خاطر نہ پائینگی -

سوسن - بالکل نہین -

روبرٹ - (لوسی کی طرف دیکھتے ہوئے) میری مہمانی مین آپ کو زیادہ تکلیف نہ ہوگی مین کمبخت خانہ بدوش ہون - مین بس یہ چاہتا ہون کہ شام کو بیٹھکر پائپ پیون اور کوئی مجھسے بات کرنے والا ہو - یہ مین ہون! سوسن - مجھے یقین ہے کہ تم ہمارے گھر کو بہت پسند کروگے لوسی بہت اچھی خانہ دار ہے - تم جانتے ہو مین ضعیف ہون اور لوسی ہی کو سب کام کرنا پڑتا ہے لوسی عجیب لڑکی ہے - مجھے حیرت ہے کہ اگر لوسی یہان نہ آتی تو مین ان آخری دو برسون مین کیا کرتی -

لوسی نے ٹھنڈی سانس لی - اسنے' اس سے پہلے اپنی تعریف کبھی مس سوسن کے منہ سے نہین سنی تھی - اسے یقین تھا کہ یہہ تعریف کسی غرض پر مبنی ہے -

روبرٹ (لوسی سے) مجھے امید ہے کہ ہم دونون مین اچھی طرح گزریگی - مجھ مین اور تم مین "

مگر لوسی نے محسوس کیا کہ وہ اسکو کبھی پسند نہین کرسکتی -

لوسی - (سنجیدگی سے) مین نہین خیال کرتی کہ ہم ایک دوسرے کو اکثر دیکھ سکینگے - مین اتنی مشغول رہتی ہون کہ مجھے شام کو گفتگو کرنے کی فرصت نہین مل سکتی -

سوسن - دیکھا! مین نہ کہتی تھی کہ لوسی کسی خوش قسمت شخص کی کتنی بہتر زوجہ ثابت ہوگی -

لوسی - آپ نے کوئی ایسی لغویات نہ کہی - !

روبرٹ (جھنجھلکر) ناراض نہ ہو - مجھے یقین ہے کہ اس سے مقصد حملہ نہ تھا" اور اس نے شرارت مآب نظرون سے مس سوسن کو دیکھا -

لوسی بیچینی محسوس کرنے لگی - ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ دونون اسکے خلاف سازش مین ہین - وہ اپنی پھوپھی کے خلوص پر شبہہ کرنے سے نفرت کرتی تھی لیکن اسکا کیا علاج کہ اسکے طرز عمل مین فوری تبدیلی برپا تھی -

لوسی - مین جاکر چاے بناؤنگی -

اور اسنے شکر ادا کیا کہ وہ اس خوفناک منظر سے دور ہوئی اور اپنے خیالات مجتمع کرنے کا موقع ملا" مین کیسی احمق تھی جو مین نے یہ سمجھا کہ مین اپنے اجنبی سے پھر ملونگی - مجھے جاننا چاہیے تھا کہ پھوپھی سوسن کبھی میرے لیے نوع انسانی مین سے ایسے دلچسپ وجود کا انتخاب نہ کرینگی - یہ روبرٹ ہارڈ مین کیسا ناپسندیدہ شخص ہے - اور مین نہین سمجھ سکتی کہ مین اسکی موجودگی گھر مین کسطرح برداشت کرسکونگی - حتی الامکان مجھے جلد از جلد کوئی ملازمت تلاش کرلینی چاہیے"

اس نے فیصلہ کرلیا کہ چاے پلاتے وقت وہ اس موضوع پر گفتگو کرے گی - پانی گرم ہوچکا تھا' اس لیے اسے چاے تیار کرنے مین کچھ زیادہ دیر نہ لگی - واقعہ یہ ہے کہ وہ اتنی جلد چاے بنالائی کہ مس سوسن اور روبرٹ دونون اسکے اتنی جلد آنے کے متوقع نہ تھے مس سوسن کھڑکی کے پاس بیٹھی ہوئی تھی اور روبرٹ پشت دروازہ کی طرف کیے اسکے سامنے کھڑا تھا -

زردہ تمباکو پتی کا نہایت خوشبودار اور ورق والا اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے طلب فرمائیے -

لوسی - انکی گفتگو کا کچھ حصہ سن لینے سے اپنے تئین باز نہ رکھ سکی
روپرٹ کہہ رہا تھا مس سوسن اگر بقول تمھارے یہ بہت زیادہ
ہے تو مین اسمین کچھ کم کرنے کے لیے تیار ہون -
سوسن - مین چاہتی ہون کہ تم قمار بازون کی زبان نہ استعمال
کرو ۲۰ فیصدی اس فائدہ کو دیکھتے ہوئے جو تمھین حاصل ہوگا
کچھ بھی نہین ہے -
روپرٹ - مگر کون کہہ سکتا ہے کہ یہ فائدہ مجھے حاصل ہی ہوگا
ممکن ہے دیگر تدابیر کی طرح یہ بھی ناکامیاب رہے -
سوسن - مگر مین تمھین موقع دے رہی ہون ....."
پیالون کی آواز نے جنھین لوسی نے میز پر رکھا اس
گفتگو کو قطع کر دیا اور روپرٹ چونک کر پیچھے مڑا -
روپرٹ - مس لوسی کب سے تم نے اپنے حسین وجود سے اس
کمرہ کو مفتخر کیا ہے -
لوسی (پرغضب ہوکر) تمھین میرے ساتھ اس بیہودگی کی مشق کی
ضرورت نہین مین اسکی عادی نہین ہون -
سوسن - لوسی! یہ ایک مہمان سے بولنے کا طریقہ نہین ہے -
لوسی - مہمانون کے بھی درجات ہین -
روپرٹ (انتقاماً) مگر مین ایک لڑکی کو اپنے پاؤن پر کھڑا دیکھنا
پسند کرتا ہون -
لوسی - مین خود اپنے پاؤن پر کھڑی ہونگی - مین اپنے آذوقۂ حیات
کے لیے خود کماؤن گی -
سوسن (رنگ رُخ پریدہ ہوگیا) لوسی یہ تم کیا باتین کر رہی ہو؟
لوسی - (بیخودی سے) اب وقت ہے کہ مین کچھ کہون - دو برس ہوگئے
جب سے مین یہان ہون اگر میرے والد نے کچھ روپیہ چھوڑا ہوتا
تو اسکی اطلاع مجھے ملجاتی ....."
سوسن (رنگ لجہ مین) یقیناً ملجاتی -
لوسی - آپ نے ان کے مختار سے کئی ملاقاتین کین، لیکن میرے واسطے
آپ کے پاس کوئی خبر نہ تھی - مین انتظار کرتے کرتے تھک گئی ہون -
علاوہ ازین - مین دیکھتی ہون کہ اب انتظار سے کوئی فائدہ نہین - آپنے
مجھ سے ہمیشہ کہا ہے کہ والد بہت مصرف تھے اور اپنر بہت سا قرض
باقی ہے - لہذا اب یہ بالکل صاف ہے کہ انھون نے کچھ نہ چھوڑا اور
یہ مناسب وقت ہے کہ مین کوئی ملازمت تلاش کرون -
سوسن (سراسیمہ ہوکر) لیکن تم یہ نہین کرسکتین - اور پھر اسوقت
جب تمھاری موجودگی بہت زیادہ ضروری ہے -
لوسی - آپ میری بجاے کوئی اجیر رکھ سکتی ہین -
سوسن (غصہ سے بیتاب ہوکر) یہ سخت بیحیائی اور گستاخی کی باتین ہین
روپرٹ - نہین - نہین - کم سے کم لوسی کو اسکا احساس ہے کہ دو برس
تم نے اسے اپنے پاس رکھا ہے -
سوسن - قطعاً نہین - لوسی نہین سمجھتی کہ مین نے اسپر کوئی احسان کیا ہے
لوسی - بہرنوع مین آزاد ہونا چاہتی ہون اور خود روپیہ کمانا زیادہ
پسند کرتی ہون -
روپرٹ - لیکن تمھین اسکی ضرورت ہی نہ ہوگی کیونکہ میری پیاری تم
اپنی سب دلکشیون سمیت بیاہی جاؤگی -
لوسی (نفرت آمیز لہجہ مین) اسکا اس بات سے کوئی تعلق نہین ہے -
روپرٹ (ہنسکر اور سوسن سے مخاطب ہوکر) میرا خیال ہے کہ اسکا
اس سے بہت کچھ تعلق ہے -
سوسن - اور تم اپنے تئین کس ملازمت کا اہل سمجھتی ہو -
لوسی دفتر - غالباً -
روپرٹ تمھین اسمین بہت کچھ سیکھنے کی ضرورت ہے - مین تمھین
بخوشی سکھا سکتا ہون -

قوام تمباکو خوشبودار ورق والا اور بلا ورق کا رخانۂ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے منگائیے -

لوسی۔ نہین۔ شکریہ۔

سوسن۔ لوسی۔ تمھاری عادتین سخت محتاج تربیت ہین۔ تم اپنی وجہ سے مجھے شرمندہ کیے دیتی ہو۔

روبرٹ (ہنسکر) مجھے خوف ہے کہ تربیت اخلاق مین مجھ کوئی دخل نہین، کیونکہ خود مین ایک ناتراشیدہ ہیرا ہون۔ لیکن مین طبیب خاطر حساب کا سبق دے سکتا ہون۔

لوسی نے پھر سنجیدگی اور استقلال سے انکار کر دیا۔ لوسی کو اسکا یقین کامل تھا کہ ان دونون کا مقصد ایک ہی ہے۔ یعنی وہ چاہتی ہین کہ وہ اس بدصورت شخص سے محبت کرے اور لوسی اپنے دل اور روح کی تمام قوتون کے ساتھ اس خیال کے خلاف بغاوت کرنے کو آمادہ تھی۔

اسکے بعد جتنے دن گزرے وہ سب لوسی کے شبہات کو تقویت بخشنے والے تھے۔

مس سوسن اب بہت کچھ لوسی پر مہربان ہوگئی تھی۔ اسے اب اپنے کپڑے انتخاب کرنے کی بھی اجازت تھی۔ اور روبرٹ اُسکے ہر لباس کی تعریف کیا کرتا۔

"کوئی مبالغہ نہین اگر تمہین مجسمۂ حسن کہا جائے" اس نے ایک دن کہا "تم جس کسی کی بیوی ہوگی اسکے لیے دنیا بہشت برین ہو جائیگی"

اور پھر اسنے لوسی کے ہاتھ پکڑ لیے اور لگاتار اس کے شانون اور کلائیون کو چومنا شروع کیا۔ لوسی اپنے تئین اسکی گرفت سے چھڑا کر مطبخ مین بھاگ آئی۔ اور مایوسانہ انداز مین سوچنے لگی۔

"مجھے کس طرح آزادی مل سکتی ہے۔ یا بالفاظ دیگر مین کسطرح کام سیکھون؟ پھوپھی کہتی ہین کہ دفتر کے لیے مجھے تربیت چاہیے اس تربیت کا معاوضہ مین کہان سے دے سکتی ہون؟ ایک ناتجربہ کار اور عسیر الحال لڑکی کو کیا کرنا چاہیے"؟

سوال بے جواب تھا اور وہ کھڑکی کے پاس اپنا سر ہاتھون مین دباکر ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔

شام کا خوشگوار اور بہارین وقت تھا۔ اور کھڑکی کھلی ہوئی تھی کہ دفعتہً اسکے دماغ مین پھولون کی خوشبو آئی۔ گہرے سُرخ گلاب کی!

باغین باغ مین پھول نہ تھے، پھر یہ خوشبو کہان سے آئی؟

تھوڑی دیر کے لیے لوسی نے سمجھا کہ شاید یہ خیال ہو لیکن جب لیکن جب اسنے اپنا ہاتھ گود مین رکھا تو اسے معلوم ہوا کہ وہ خیال نہ تھا۔ اسکی گود مین گلاب کے پھول پڑے ہوے تھے۔ اور اسی وقت اسنے ایک آواز سُنی جسے سنکر لوسی کے ہر عضو پر ارتجاج طاری ہوگیا۔

"لوسی"

اجنبی اسکا نام لیکر پکار رہا تھا!

اسکا مضبوط سنجیدہ چہرہ کھڑکی کے پاس نظر آرہا تھا!

(۵)

وہ یکایک کھڑی ہوگئی۔ پھول اسکے سینے سے لگے ہوئے تھے اسکی آنکھین چمک رہی تھین اور ہونٹ کانپ رہے تھے۔

ایک لمحہ کے لیے وہ اسے نہ پہچان سکی کیونکہ آج وہ معمولی لباس مین تھا لیکن اپنے دل کی مجنونانہ جست وخیز سے وہ جان گئی کہ یہ اسکے نوجوان کا آدمی ہے۔!

اجنبی نے پھر کہا "لوسی! مین تمھین ہر جگہ ڈھونڈھتا پھرا۔

لوسی (ایک مختصر اور سرد دلی قہقہہ کے ساتھ) کیون؟ کیا عجیب بات ہے کسی تلاش کی ضرورت نہ تھی، تم جانتے ہو جہان مین رہتی ہون۔

اجنبی۔ لیکن یہی تو غلطی ہے۔ مین آج تک نہ سمجھ سکا کہ مین تم سے کسطرح ملا۔ مین نے اپنی غلطی تو اسی وقت محسوس کرلی کہ مین غلط مکان مین چلا آیا مگر باوجود تلاش بسیار مین یہ نہ معلوم کرسکا کہ وہ کونسا مکان تھا۔

گولی تمباکو ورق دار طلائی اور نقرئی جو کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کی بنی ہوئی ہین ایک بار منگاکر آزمائش کیجئے

لوسی - غلط مکان! تم غلط مکان مین کسطرح جا سکتے ہو -
اجنبی - یہان سب مکانات ایک ہی قسم کے ہین اس لیے یہ خطا بالکل قابل معافی ہے میرے پاس مکان نمبر ۶ کی کنجی تھی
لوسی - اور اس مکان کا نمبر ۷ ہے -
اجنبی - رات اندھیری تھی اور گاڑی والے نے مجھے اس مکان کے دروازہ پر اتار دیا - مین نے مکان کے نمبر پر غور نہین کیا اور کنجی لگ گئی
لوسی - تم نے یہ اس رات مجھ سے کیون نہ کہا -
اجنبی - کیونکہ مین نے اپنی غلطی اسوقت تک محسوس نہ کی جب تک کہ مین بیدار ہوا اور چند کاغذات طاق پر دیکھے
لوسی - (ملائمت کے لہجہ مین) اور پھر تم غائب ہوگئے -
اجنبی - لوسی یہ مین نے تمھاری عزیز خاطر سے کیا -
لوسی - کیا مین نے تمھین اپنا نام بتایا تھا -
اجنبی - نہین ایک دن مین تمھاری تلاش مین اس پائین باغ کے اندر کھڑا تھا - کہ کسی نے تمھین پکارا - اُسی روز سے مجھے معلوم ہوا کہ تمھارا یہ مکان ہے - مین نے دیوار کی آڑ مین سے تمھین دیکھا تھا -
مین کئی دنون سے تم سے ملنے کا موقع ڈھونڈھ رہا ہون مگر ہمیشہ وہ ہمت شکن بوڑھی خاتون نظر آجاتی ہے -
لوسی - میری پھوپھی -
اجنبی - اگر آج مین تم سے نہ مل سکتا تو لاجرم پکارتا مگر آخر اسکی توجیہ کیا کر سکتا تھا ؟
لوسی - تمھین پھوپھی سے کہنا چاہیے تھا کہ کس بہادری کے ساتھ تم نے انھین لٹ جانے سے بچایا -
اجنبی - مین اب ایسا کرونگا -"
اُسنے اپنا ہاتھ چوکھٹ پر رکھا - جیسے چڑھکر اندر آنا چاہتا ہو
لوسی - تم - تم - بہتر ہوگا کہ ایسا نہ کرو - کیونکہ مین نے پھوپھی سے تا حال تذکرہ نہین کیا ہے -
اجنبی (شریر آنکھون سے) ہم دونون کو ان پاس دست بدست جانا چاہیے
لوسی - مین چاہتی تھی کہ یہ واقعہ انھین معلوم ہو جائے - لیکن جب سے رابرٹ ہارمین آیا ہے مجھے تخلیہ کا موقع ہی نہ ملا -
اجنبی - ہارڈمین کون ؟
لوسی (ہنسکر) وہ ایک قسم کا مہمان سعید ہے - جسے پھوپھی سوسن نے مدعو کیا ہے -
اجنبی - مین اس سے متنفر ہون - مین ہمیشہ اس شخص سے نفرت کرون گا جسے مجھ سے زیادہ تمھارے دیکھنے کا موقع میسر ہو
لوسی (مسکراکر) نفرت کرنا بری بات ہے -
اور ایک خوشگوار احتراق اسکی تمام عروق مین دوڑ گیا -
اجنبی - تو پھر تم مجھے اپنے آپکو محبت کرنا سکھانے دو ! "
اس نے ہاتھ بڑھایا اور لوسی کا نازک ہاتھ اپنی مضبوط گرفت مین لے لیا -
لوسی - مین - مین تمھارا نام تک بھی نہین جانتی ہون -
اس کا ہاتھ شدت برانگیختگی سے ایک خوف زدہ پرندکی طرح اسکے ہاتھ کی تقید مین کانپ رہا تھا -
اجنبی - کلائی فورڈ گرا ہم - میرا خیال ہے مین نے تمھین بتایا تھا -
لوسی - نہین - تمھارا حافظہ اچھا نہین معلوم ہوتا -

کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے نوایجاد قرص تمباکوے خوردنی کی قیمت فی شیشی صرف ۸ر علاوہ محصول ڈاک ہے

اجنبی - (گرفت کو تنگ کرکے) واقعی؟ کیا تم سمجھتی ہو کہ مین وہ ساعت بھول سکتا ہون جو مین نے تمھاری حسین معیت مین گزاری - کیا تم سمجھتی ہو کہ تم سے ملنے کے بعد میرا کوئی لمحہ بھی تمھارے خیال سے خالی گزرا ہے؟ میری پیاری! تم نے میری زندگی کا رخ قاطبۃً پلٹ دیا ہے -

لوسی - ان! پھوپھی آرہی ہین -

اور واقعی دروازہ کھلا اور مس سوسن داخل ہوکر انکی طرف بڑھ رہی تھی -

جیسے ہی اس نے اس حسین نوجوان کو جو نہایت آرام و بے پروائی سے کھڑا تھا، دیکھا، وہ یکبارگی رک گئی جیسے اسکے چوٹ لگی ہو اور اسکا چہرہ وفور تعجب و غضب سے پیلا ہوگیا

سوسن - لوسی! اسکے کیا معنی ہوتے ہین!

لوسی (انضباط کی بیحد کوشش کرتے ہوئے) یہ کلائی فورڈ - مسٹر کلائی فورڈ گراہم ہین - مین نے آپ سے نہین کہا، لیکن پھوپھی، حسن اتفاق سے انھون نے ہم دونون کی جو خیر خدمت کی ہے -

سوسن - بالکل صحیح ہے! مگر میرا یہ سننے کا پہلا موقع ہے -

لوسی - یہ اسدن کا مذکور ہے جسدن آپ باہر گئی ہوئی تھین اور جب اور سب لوگ بھی رقص دیکھنے گئے ہوئے تھے - ایک چور مکان مین گھس آیا، لیکن خوش قسمتی سے اسی وقت مسٹر گراہم بجاے اپنے گھر نمبر ۶۰ کے جہان یہ مقیم ہین، غلطی سے یہان چلے آئے اور اتفاق سے کنجی بھی لگ گئی -

سوسن - درحقیقت یہ قابل یقین کہانی ہے -

کلائی فورڈ - ہم مین معمولی سی کشمکش ہوئی اور دروازہ کا شیشہ گولی سے ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا -

لوسی - تمھارا بازو بھی زخمی ہوا جسکو مین نے باندھا اور تم پھر بیہوش ہوگئے -

سوسن - پھر تم نے پولیس کو کیون نہ بلایا؟ پولیس غالباً اسی کام کے لیے ہے -

لوسی - پھوپھی - کیا آپ مسٹر گراہم کا شکریہ نہ ادا کرینگی؟

سوسن - مین کسطرح سمجھ لون کہ یہ سب غلط نہین ہے عجب مضحکہ خیز بات ہے کہ ادہر میری پشت پھرتی ہے اور ادھر ایسے غیر معمولی واقعات رونما ہوجاتے ہین -

کلائی فورڈ - یہی وقت ہے، جب عام طور پر چور اپنے مامن سے نکلتے ہین - یہ بھی ممکن ہے کہ ایسے کسی طرح معلوم ہوگیا کہ گھر خالی ہے - ادھر ہمسائے بھی رقص مین گئے ہوے تھے -

وہ تبسم ہوا - وہ تبسم جو لوسی کے خیال مین، جگرسنگ کو بھی تحلیل کردے سکتا تھا لیکن مس سوسن نے پیشانی پر بل ڈال لیے اور ہونٹ چبانے لگی - یہ ظاہر تھا کہ اسے اس جوان حسین پیکر کی مداخلت سخت ناگوار ہے -

سوسن - اور کیا مین پوچھ سکتی ہون کہ تم عقبی دروازہ پر کیون آئے - میرا مدعا کھڑکی سے ہے؟ اگر تم مکان نمبر ۶۰ مین مقیم ہو.....

کلائی فورڈ - مگر مین نہین ہون -

سوسن - میرا خیال ہے کہ لوسی نے یہی کہا تھا -

لوسی (گھبراکر) تم نے مجھ سے کہا تھا کہ نمبر ۶۰ کی کنجی تمھارے پاس ہے -

سوسن - اور وہان کی کنجی تمھارے پاس ہونا کوئی تدین و خرافت کی دلیل نہین ہے - مین جانتی ہون، وہان جیسے

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا تیار کردہ "بانو ہیرائل" استعمال کیجئے - قیمت فی شیشی دو روپیہ وایک روپیہ

جیسے لوگ رہتے ہین۔

کلائی فورڈ (اطمینان سے ٹک کر) ہان یہ خبر بہت دلچسپ ہے کیا آپ ان لوگون کے کچھ حالات بیان کرینگی۔

سوسن۔ جس قسم کے لوگ وہان ہین، تم انکی ایک اچھی مثال ہو

لوسی۔ پھوپھی!!!

کلائی فورڈ کیا مین اسے توصیف سمجھون؟

سوسن۔ نہین یہ امید نہ کرنی چاہیے کہ مین ایک ایسے شخص کے لیے کوئی اچھی راے رکھونگی جو چوری چھپے گھسکر آتا ہے اور کھڑکی مین سے، میری بھتیجی سے گفتگو کرنے کی آزادی حاصل کرتا ہے، اسکی آواز بلند ہوگئی اور غصّہ تیز تر۔ بہتر یہی ہے کہ تم فوراً چلے جاؤ ورنہ مجھے پولیس کو پکارنا پڑے گا۔ بہرحال اب مین اسکی احتیاط رکھونگی کہ آئندہ سے گھر محفوظ رہے۔

کلائی فورڈ (وقار کے ساتھ) خاتون! تمھین یہ ڈرنے کی ضرورت نہین کہ مین تمھین کوئی نقصان پہونچاؤن گا۔ یہ واقعی میری ناقابل معافی غلطی تھی کہ پیچھے سے آیا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ قسمت بعض اوقات مجھے عجیب حیثیت مین ڈالدیتی ہے

سوسن۔ مجھے اسمین بالکل شبہہ نہین۔ اور چور کے متعلق تمھارا افسانہ ثابت کرتا ہے کہ تم اپنے پیشہ کے لیے۔ وہ جو کچھ بھی ہو۔ بہت موزون ہو۔

کلائی فورڈ (مسکراکر) شکریہ! غالباً آپ کا خیال صحیح ہے۔ ضبط و تحمل میرا خاصہ ہے۔ مین اپنے متعلق سب کچھ بیان کرون گا کسی دن!

سوسن۔ مجھے اسکی ضرورت نہین۔ تمھارے لیے اسی مین بہتری ہے کہ تم فوراً چلے جاؤ، ورنہ مجھے مجبوراً روپرٹ کو بلانا پڑے گا۔

کلائی فورڈ۔ کیا وہ مجھ سے بڑا آدمی ہے۔

سوسن۔ بہرنوع تم سے بہتر ہے اور یہ دیکھکر کہ تم لوسی سے گفتگو کررہے ہو، اسکی طاقت المضاعف ہوجائیگی۔

کلائی فورڈ چونک اٹھا۔ اسکے چہرہ کا رنگ بدلنے لگا اس نے ایک عجیب اور دیرپا نظر لوسی پر ڈالی۔

لوسی۔ پھوپھی!!!

وہ چاہ رہی تھی کہ کلائی فورڈ کو یقین دلادے کہ ہارڈین کی طاقت یا حمایت اسکی نظر مین کوئی وقعت نہین رکھتی۔ مگر اسکی فرصت نہ ملی۔ اجنبی ایک الفاظ سے بہت زیادہ پرمعنی، افسوسناک جنبش سر کے ساتھ، جانے کے لیے مڑچکا تھا

سوسن۔ یہ کھڑکی بند کردو۔ ہم ایسے آوارہ گردون کو اندر آنے دینا نہین چاہتے!

(۶)

روپرٹ (مطبخ مین آکر) میرا خیال ہے کہ مین نے ایک مرد کی آواز سنی۔

سوسن۔ ہان ایک شخص پائین باغ کی طرف سے لوسی سے ملنے آیا تھا۔

لوسی۔ اور اُسنے مجھے یہ نذر کیے۔

وہ روپرٹ کو، پھول دکھانے کی شرارت کو، نظرانداز نہ کرنا چاہتی تھی۔

روپرٹ۔ اچھا تو پھر تم کوئی رفیق زندگی منتخب کرچکی ہو وہ کون ہے؟ لوسی تذبذب مین پڑگئی۔ وہ یہ ظاہر کرنا نہین چاہتی تھی کہ وہ اسے نہین جانتی ہے، مگر جب سوچنے کا موقع آیا تو کلائی فورڈ اسکی معلومات کے لحاظ سے راز

کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کی ایک شاخ "چاندنی چوک دہلی" اور ایک شاخ گلزار خاص حیدرآباد دکن مین ہے

مطلق تھا - اس نے آج سے پہلے اسکا نام بھی نہ سنا تھا- تاہم وہ اس سے اسکی محبت مین گرفتار ہونے کی حدتک واقف ہوچکی تھی -

سوسن - مجھے یقین ہے کہ وہ کسی اچھے ارادے سے نہین آیا تھا - وہ ایسے ہی کوئی آوارہ گردلوگون مین سے تھا - بلکہ ممکن ہے کوئی چور یا نقب زن ہو -

لوسی - پھوپھی - یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو - وہ شریف آدمی ہے وہ تمھارے سامان کی حفاظت مین مجروح ہوا -

سوسن - کچ کچ !! یہ سب بھولے پن اور بیوقوفی کی باتین ہین یقیناً وہ اس چور کے ساتھ شریک سازش تھا -

لوسی کا رنگ بدلنے لگا - اسے اپنے دل مین اعتبار واثق تھا کہ کلائی فورڈ صادق وشریف آدمی ہے، لیکن اس سے انکار نہین کیا جاسکتا کہ اس کی ہستی مجسم راز ہے -

سوسن - اسے کس طرح معلوم ہوگیا کہ گھر خالی ہے لیکن اسنے تمھین جاگتا ہوا دیکھکر اس چالاکی سے دھوکا دیا - تم نے دیکھا نہین کہ کنجی کے معاملہ مین وہ کیسا حواس باختہ ہوگیا - اس نے نمبر ۶۵ مین اقامت سے انکار کیا - تو اسکے پاس کنجی کہان سے آئی - بخدا اگر روپرٹ کا بیان کچھ اور رہنے کا ارادہ نہ ہوتا تو مین فوراً پولیس مین جاتی - روپرٹ - (حریص نگاہون سے دیکھکر) مین تم دونون کی حفاظت کرون گا - اسکی موجودگی نہ برداشت کرسکنے کی وجہ سے لوسی اٹھکر اپنے کمرہ مین چلی آئی -

لوسی کی زندگی بہت تکلیف سے گزرنے لگی اسنے سوچا کہ اس سے تو وہ زمانہ بدرجہا غنیمت تھا جب صرف مس سوسن ہی اس گھر مین تھی روپرٹ اپنی توجہ سے ہمیشہ اسے ستاتا اور دق کرتا رہتا -

لیکن لوسی کا دل ایک خفیہ مسرت سے لبریز تھا اسے کلائی فورڈ سے شدید محبت پیدا ہوگئی تھی اور یہ واقعہ کہ کلائی فورڈ - ہارڈمین کا نام سنتے ہی فوراً چلاگیا - ظاہر کرتا تھا کہ وہ بھی اسپر فریفتہ ہے - اتنا کہ اس کے دل مین رشک وحسد پیدا ہوسکتا ہے - یہ ایک عدنی مسرات پیدا کردینے والا خیال تھا - اسے یقین تھا کہ وہ بہت جلد پھر باہم ملین گے - اس نے کلائی فورڈ کا ذکر مارنی تک سے نہین کیا تھا -

یہ دونون لڑکیان اکثر باغ کی دیوار کے پاس کھڑے ہوکر باتین کیا کرتی تھین - لیکن لوسی ہمیشہ یہ محسوس کیا کرتی تھی کہ مارنی اسکی سست وملول زندگی پر ترس کھایا کرتی ہے -

مارنی (ایک دن) اگر مین تمھاری جگہ ہوتی تو یقیناً کوئی ملازمت تلاش کرلیتی علی الخصوص ایسے وقت مین جب بقول تمھارے اس شخص نے تمھاری پھوپھی پر اتنا اثر ڈال لیا ہے -

لوسی - اثر !! ان دونون مین بڑی یکجہتی ہے ہارڈمین پھوپھی کو خالہ کہتا ہے - اور میرا خیال ہے کہ وہ مشترکہ طور پر کسی کام کے لیے کوشان ہین - مین نے اکثر انھین روپیہ کے متعلق باتین کرتے سنا ہے -

مارنی - تو پھر غالباً وہ تمھین کوئی جگہ دلا سکتا ہے

لوسی - نہین نہین - مجھے تو اسمین کوئی راز معلوم ہوتا ہے کیونکہ جب کبھی مین چلی جاتی ہون وہ باتین کرنا بند کردیتے ہین -

مارنی - تو پھر مین تمھین اپنی ایک سہیلی سے ملاؤنگی جسنے کچھ دنون قبل مین کام کیا ہے وہ غالباً کچھ بتا سکے - کیا آج سہ پہر کو تم ہمارے ساتھ چاے پینے کو آسکتی ہو

(باقی آیندہ)

اگر آپ کو عطر حنا درکار ہے تو صرف اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے طلب فرمایئے

غزلہائے مشاعرۂ انجمن معین الادب لکھنؤ

منعقدہ ۲۶-جون ۱۹۲۶ء

(بہ سلسلۂ ماسبق)

قدیر جناب قدیر احمد خانصاحب لکھنوی تلامذۂ حضرت رشید وجناب حمید مرحوم

پتھراتی ہین جب آنکھین تو کیا نظر آتا ہو
اک حشر سر بالین پر یا نظر آتا ہے

ہنستا ہے کوئی - کوئی روتا نظر آتا ہے
دنیا ہے - ابھی دیکھو کیا کیا نظر آتا ہے

پامال کیا ایسا اک صاحب قدرت نے
ہر ذرہ مرے دل کا دنیا نظر آتا ہے

غش طور پہ موسیٰ ہین پوچھے تو کوئی اُنسے
یہ کونسا عالم ہے اب کیا نظر آتا ہے

منھ پھیر کے دیتے ہو کیون چار مگر واخر
کیا میرے مقدر کا لکھا نظر آتا ہے

بیمار محبت کے ہونٹو پہ ہنسی کیون ہے
کیا تزع کے عالم مین جلوا نظر آتا ہے

عبرت کے مرقع ہین نیرنگ زمانے کے
دو روز مین ہر گلشن صحرا نظر آتا ہے

اللہ ترقی دے درد دل عاشق مین
ہوتی ہے چمک ایسی جلوا نظر آتا ہے

یہ کیسا کملا یا گل تا کامی قسمت نے
جس پھول کو چھوتا ہو کانٹا نظر آتا ہے

آنکھین مری تربت مین ہین منتظر جلوہ
اور حشر کے ہونے مین عرصا نظر آتا ہے

یہ آخری آنسو ہے خون دل عاشق کا
یا صبح شب غم کا تارا نظر آتا ہے

کچھ داغ ہین کچھ چھالے کچھ زخم ہین کچھ ناسور
دل میرا مصائب کی دنیا نظر آتا ہے

جسوقت سے دیکھا ہے انجام حبابون کا
ہستی پہ مجھے اپنی دھوکا نظر آتا ہے

یہ شان کسی کے بھی جلوہ مین نہین دیکھی
تو ساری خدائی مین تنہا نظر آتا ہے

قدیر اپنی مستی مین کہون کس سے
جو ہے وہ مصیبت کا مارا نظر آتا ہے

جناب قمر لکھنوی

آغاز تو آنکھون کو اچھا نظر آتا ہے
انجام محبت مین دھوکا نظر آتا ہے

ویرانی دل تونے برباد کیا مجھکو
گھر بھی مجھے چھٹا سا صحرا نظر آتا ہے

اے محو خود آرائی یہ نازش بیجا ئی
دیکھ آئنے مین کسکا چہرا نظر آتا ہے

لبریز خم مے ہین پیمانے چھلکتے ہین
ہم رندون کو میخانہ دریا نظر آتا ہے

فریاد و فغان شکر دیوانون کی یہ بولے
وہ پردہ مرے کیسا غوغا نظر آتا ہے

پھر سنگ در جانان بھرنے لگا آنکھون مین
پھر سر مین مجھے جوش سودا نظر آتا ہے

معمورۂ عالم مین اس جلوۂ رنگین پر
ہر قلب تمنائی شیدا نظر آتا ہے

رنگ آج نرالا ہے ہر اشک کے قطرون کا
دامن پہ کلیجے کا ٹکڑا نظر آتا ہے

عبرت کی نظر ڈالو سنگ سر تربت پر
گزری ہوئی ہستی کا نقشا نظر آتا ہے

اک چھوٹے سے قطرہ نے طوفان اٹھائے ہین
جو آنکھ کا آنسو ہے دریا نظر آتا ہے

خواب شب فرقت کی تعبیر قمر یہ ہے
انجام محبت کا اچھا نظر آتا ہے

جناب گہر لکھنوی

کعبہ نظر آتا ہے جلوا نظر آتا ہو
اک آئنے مین دلکے کیا کیا نظر آتا ہے

دل حسن و محبت کا مارا نظر آتا ہے
ہر داغ مین قاتل کا جلوا نظر آتا ہے

زنجیر کے حلقون سے وحشت نہین جانیکی
دیوانے کو صحرا ہی صحرا نظر آتا ہے

مین چپ ہون مگر خلقت شاکی ہو جفاؤنکی
قاتل سر محشر بھی تنہا نظر آتا ہے

اک برق سی کوندی تھی موسیٰ کی تمنا پر
ورنہ کہین قدرت کا جلوا نظر آتا ہے

اے دل تجھے لازم ہے دنیا سے گزر جانا
تو بہکی نگاہون مین کانٹا نظر آتا ہے

صیاد نشیمن کی مین خیر منا تا ہون
جب اڑتا ہوا کوئی تنکا نظر آتا ہے

اللہ کرے یونہین ہو جیسا ہے خیال اُنکا
بیمار کو کہتے ہین اچھا نظر آتا ہے

دنیاے محبت مین رکھے تو قدم ناصح
پھر دیکھیے راہو نہین کیا کیا نظر آتا ہے

دنیاے عدم کیا ہے اک عالم عبرت ہے
جو ہے مری محفل مین تنہا نظر آتا ہے

لو اشک ندامت بھی کام آئے نہ محشر مین
اترا ہوا قاتل کا چہرا نظر آتا ہے

دل لانے تھے پہلو مین اس سے بھی گہر چھوٹے
کیا سمجھے تھے دنیا کو اور کیا نظر آتا ہے

منظر جناب سید جعفر حسین صاحب لکھنوی

جب زیر نقاب اُسکا چہرا نظر آتا ہو
عالم مری آنکھون مین مہدا نظر آتا ہے

سر زانو جانان پر رکھا نظر آتا ہے
اب بزم مین بندہ ہی بندا نظر آتا ہے

رونے مین جو ہنستا ہون اسکا نہ سبب پوچھو
کیا جانے تصور مین کیا کیا نظر آتا ہے

صیاد نشیمن کو دو تنکے سمجھتا تھا
اور مجھکو زمانہ بھر جلتا نظر آتا ہے

کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا ٹیلیفون نمبر ۱۳۹ ہے -

وہ اور جفا پیشہ وہ اور وفا دشمن — ناصح تری باتون مین دھوکا نظر آتا ہے
دنیاے امید اپنی قائم ہے تصور پر — جو کچھ نظر آتا ہے اچھا نظر آتا ہے
بالین پہ عرض ان کے موت آئی عیادت کو — امید تھی کیا ہمکو اور کیا نظر آتا ہے
آنکھون سے لگاتا ہون خاک درِ جانانہ — ہر ذرہ مرے دل کا ٹکڑا نظر آتا ہے
وحشت مین بھی باقی ہے زندہ دلی عاشق — جب وہ نظر آتا ہے ہنستا نظر آتا ہے
ناقدر مرے دم تک ہے نقش وفا قائم — آگے ورق دنیا سادا نظر آتا ہے

کیا آج کسی سے پھر جارا آنکھ ہوئی منظر
اک زخم ترے دل پر تازا نظر آتا ہے

مہدی - جناب حکیم سید مہدی حسین صاحب لکھنوی

سب کچھ نظر آتا ہے جلوا نظر آتا ہے — ایک پردۂ قدرت مین کیا نظر آتا ہے
جو دیکھتا ہے اسکو جلوا نظر آتا ہے — دنیا کے دکھانے کو پردا نظر آتا ہے
مشتاق شہادت کیون پیاسا نظر آتا ہے — خنجر کی روانی مین دریا نظر آتا ہے
آلایش دنیا پر مغرور نہ ہو اے دل — ہمکو یہان دھوکا ہی دھوکا نظر آتا ہے
آلودش تو نہین ہوتی آنکھون کی طرح لیکن — ساغر مین مگر رنگ دنیا نظر آتا ہے
مین سمجھونگا کیا تیرے جلوون کی حقیقت کو — مجھکو فقط آنکھون کا پردا نظر آتا ہے
کچھ اشک ہمارے ہین کچھ شمع کے آنسو ہین — جو رنگ ہے محفل کا پھیکا نظر آتا ہے
پہلے تو نہ تھا کوئی دو زن بھی مرے دلمین — اے آہ اثر تیرا اُلٹا نظر آتا ہے
مین آئینۂ دل کو جب اشکون سے دھوتا ہون — دریا تو نہین لیکن دریا نظر آتا ہے
آئینہ دکھاتا ہے دل جلوۂ بالمن کا — یہ گوشۂ دنیا بھی دنیا نظر آتا ہے
عجاز دکھاتا ہے آئینہ مرے دل کا — جب دیکھو تمہارا ہی نقشا نظر آتا ہے
یارات کے رونے سے دل خونمین ڈبا ہے — یا صبح کا گردون پر تارا نظر آتا ہے
ل سادہ ورق دیکر قاصد سے کہا اسنے — تقدیر کا سب اسمین لکھا نظر آتا ہے
نیا ہے نہ دنیا کا اب نام و نشان باقی — جسکے یہ کرشمے تھے تنہا نظر آتا ہے
ب دل مرا جلتا ہے ناسور بھی رستے ہین — آتش کے قرین مہدی دریا نظر آتا ہے

جناب وصی خلفِ لسان القوم جناب صفی لکھنوی

کثرت مین بھی وحدت کا جلوا نظر آتا ہے — بتخانہ کے پردے مین کیا نظر آتا ہے
بگڑا ہوا دنیا کا نقشا نظر آتا ہے — ہر نقش اُبھرتے ہی مٹتا نظر آتا ہے
ہان کوئی ہے پردے مین اتنا نظر آتا ہے — تصویر کا باقی رخ سادا نظر آتا ہے
سورج کی شعاعین ہون یا چاند کا ہالہ ہو — ہر نور مین تیرا ہی جلوا نظر آتا ہے
ڈالی ہے نظر جتنے پھر کر دل شیدا پر — پلٹتا ہوا اب ہمکو سودا نظر آتا ہے
باز آئے ہم اے دنیا بستی کے بسانے سے — ہمکو تو یہان رہنا جھگڑا نظر آتا ہے
پردے ہین پڑے آنکھین دیکھین بھی تو کیا دیکھین — جو نقش نظر آیا دھندلا نظر آتا ہے
کیا ضبط نے روکا ہے اشکون کی روانی کو — ہر کونے مین بند ایک دریا نظر آتا ہے
بیمار شب غم ہون ہین تار نفس برہم — دل سینہ مین ٹوٹا سا تارا نظر آتا ہے
ہے خواب پریشان اک ظلمتکدۂ ہستی — ہر نقش طلسم اسکا دھوکا نظر آتا ہے

دریاے معاصی مین ہین غرق وصی ایسے
ہر موے تن لاغر ڈوبا نظر آتا ہے

ہشیار - جناب محمد رفیق صاحب تلمیذ جناب مولوی عبدالباری صاحب آسی

آتا ہے تو اسمین ہی جلوا نظر آتا ہے — دل عرش معلی سے بالا نظر آتا ہے
ہر سمت مجھے تیرا جلوا نظر آتا ہے — اب دیر مین بھی اکثر کعبا نظر آتا ہے
ممکن نہین پالینا تیرا دل حیران مین — آئینے مین اپنا ہی چہرا نظر آتا ہے
ڈالا ہے مصیبت مین ہستی کی کشاکش نے — جامہ یہ مرے قد پر اوچھا نظر آتا ہے
شمع سر تربت بھی اے باد صبا گل کر — دامان مصیبت پر دھبا نظر آتا ہے
کچھ بھی نہین یہ دنیا جو کچھ ہے مرا دل ہے — اس غنچہ مین گلشن کا نقشا نظر آتا ہے
دار آنکی نگاہون کے ایسے تو نہ تھے لیکن — جو زخم ہے وہ دلپر گہرا نظر آتا ہے
مرنا بھی نہین آسان جینا بھی نہین ممکن — قسمت کا ورق مجھکو سادا نظر آتا ہے
طوفان مصیبت کی اللہری طغیانی — آنسو کا ہر اک قطرہ دریا نظر آتا ہے

اصغر علی محمد علی کا عطر حنا خاص ترکیب سے بنتا ہے

یہ عشق ستم ہمکو آسان سہی لیکن — دشوار مجھے اپنا جینا نظر آتا ہے
اے چارہ گرو اٹھو تدبیر کرو کوئی — پھر درد جگر مجھکو بڑھتا نظر آتا ہے
یہ راز کھلا آخر اس بزم تجلی کا — نظارہ وہان جاکر پردا نظر آتا ہے
پروردۂ عسرت ہی عشرت سے ہے کہتے ہین — آغوش مین ساحل کی دریا نظر آتا ہے
ارمان بھی ہین دل مین مایوسی حرمان بھی — اک خون کے قطرے مین کیا کیا نظر آتا ہے

کس چیز پہ نازان ہے کس بات سے خوش ہے تو
ہشیار یہ جلوہ تو دھوکا نظر آتا ہے

جناب ہلال لکھنوی

دل رنج و مصیبت کا پتلا نظر آتا ہے — جو غم ہے زمانے مین اپنا نظر آتا ہے
اتنا مرے رونے کا دنیا مین اثر پھیلا — جو اشک کا قطرہ ہے دریا نظر آتا ہے
ہے شادی و غم یکساں دنیا سے محبت ہے — ہر چند یہ دل اپنا شیدا نظر آتا ہے
لے لیکے شرر کیونکر بجلی نہ مری آہین — دل سینۂ سوزان مین شعلا نظر آتا ہے
کیا کم تھا کہ مدت سے ہم قید قفس مین تھے — افسوس نشیمن اب جلتا نظر آتا ہے
ہوتی ہے نظر خیرہ یہ حسن کا عالم ہے — پردہ نہین لیکن اک پردا نظر آتا ہے
وحشت نے اثر اتنا آنکھون مین کیا پیدا — ہر سو مجھے صحرا ہی صحرا نظر آتا ہے
عشاق کی نظرون سے کس طرح ہو پوشیدہ — سو پردون سے بھی تیرا جلوا نظر آتا ہے
دنیا کے مصائب سے چھٹکارا گئے مرقد تک — اب چین کے ملنے کا گوشا نظر آتا ہے
اچھائی پہ بھی میری ہے دھیان برائی کا — اب رنگ زمانے کا الٹا نظر آتا ہے
بے وجہ یہ کب آنسو آنکھون سے نکلتے ہین — ناسور کلیجے کا رستا نظر آتا ہے
انہیر زمانہ ہے گیسو کی محبت مین — دن بھی شب یلدا کا نقشا نظر آتا ہے

مرنے کی ہوس دلمین کسطرح نہ ہو پیدا — دیوار کا اب تیری سایا نظر آتا ہے
اک اشک ندامت پر جوش آگیا رحمت کو — اب اپنا سیہ نامہ سادا نظر آتا ہے

دل ایسا ہلال اپنا عالم کا مرقع ہے
دنیا کے حسینون کا نقشا نظر آتا ہے

[اس غزل پر کوئی تخلص یا نام درج نہین تھا۔ غالباً جناب نواب چھٹن صاحب قیصر لکھنوی کی یہ غزل ہے اسی وجہ سے بے ترتیب آخر مین درج ہے۔ مدیر]

سرکا اگر اس رخ سے پردا نظر آتا ہے — اللہ کی قدرت کا جلوا نظر آتا ہے
مجھکو تو مرا آنسو قطرا نظر آتا ہے — اور سب کی نگاہون مین دریا نظر آتا ہے
ظاہر مین تو اس در پر پردا نظر آتا ہے — اور سب کی نگاہون مین جلوا نظر آتا ہے
غنچے ہین گلستان کے آنکھون مین مرے کانٹے — گلشن بھی بغیر ان کے صحرا نظر آتا ہے
حسرت مری کہتی ہے ہو قبر مین تیری — نقش کف پا ان کا جیسا نظر آتا ہے
بیجا جو گلستان مین دیکھا رخ گل کو — جون برگ خزان دیدہ اڑتا نظر آتا ہے
اے داغ عظیم بدیا طن یہ ریش بے دہنی — پھندا ترے دامون کا ہر سر نظر آتا ہے
ہم ترک مین دم توڑین وہ ہنسکے یہ فرمائین — بیمار کا حال اب تو اچھا نظر آتا ہے
اے اہل وطن تجھے دیوانہ بنایا ہے — قابل مرے رہنے کے صحرا نظر آتا ہے
اے چارہ گرو گریان کیون دیکھکے سوا تنا — کیا زخم مرے دلکا گہرا نظر آتا ہے
دنیا تہ و بالا ہے تم چال چلے ایسی — اک حشر زمانہ مین برپا نظر آتا ہے
دھو ڈالا ہے رحمت نے دفتر کو گنا ہونکی — دیکھا ورق عصیان سادا نظر آتا ہے
یہ بھی تو نہین کہلتا دنیا کے مرقع مین — کیا آنکھون سے پنہان ہے کیا نظر آتا ہے

میری یہ تمنا ہے مین دلمین چھپا رکھتا
جب قامت دلجو کا سایا نظر آتا ہے

اکسیر حیات

اس اکسیر کا استعمال عرصے سے مریضون پر کیا جا رہا ہے مفصلہ ذیل امراض پر بیحد مفید پایا گیا ہے کہ عوام کی نفع رسانی کی غرض سے مشتہر کیا جاتا ہے۔ دست قے ہیضہ پیٹ کا درد کھانا نہ ہضم ہونا گلنڈے بدہضمی پیٹ جلنا گردے کا درد پتھری کا درد مثانہ کی سوزش پیشاب کی جلن ذیابیطس کے لئے مفید ہے۔ ہر بخار میں مفید ہے۔ جسم کو فوراً اچھا کر دیتی ہے۔

المشتہر حکیم حبیب الرحمٰن انصاری طبیب مینیجر بورڈ ہردوئی۔

صرف اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا بنایا ہوا عطر حنا ایسا ہے جس کو تمام ہندوستان مین مقبولیت حاصل ہے۔

التماس

خاکسار نے شہ ۱۳ ہجری مین تاریخ بلگرام لکھنا شروع کی مگر بوجوہ چند دنا یابی اکثر تالیفات مولفین بلگرام قلم کی فراہمی سست بلکہ برسون بند رہی جسقدر مسالا بہم پہونچا اسکی مدد سے بہت کچھ لکھا لیکن اسکے دیکھنے سے ایک بڑی دقت یہ واقع ہوئی کہ خاص بات جو تاریخ کا جزو اعظم تھی یعنی۔ "فتح بلگرام" اسکی بابت بہت بڑا اختلاف نظر آیا۔ اکثر خاندانی شیوخ عثمانی و فرشوری و سادات صعفری وغیرہ بخلاف یکدیگر اپنے اپنے جدا علاؤن کی نسبت فاتح بلگرام ہونے کے مدعی پائے گئے۔ لہذا اس اختلافی صورت مین ضرورت پڑی کہ ہر مدعی کا دعویٰ مع اسکے ثبوت و دلائل کے علیحدہ علیحدہ قلم بند کیا جائے تاکہ ناظرین باتمکین سیر غائر نظر ڈال کر صحیح نتیجہ کو پہونچ سکین۔ اس بارے مین بہت کچھ لکھا گیا اور لکھا جا رہا ہے مگر بعض تالیفات بلگرام مثل رسالۂ شیخ عماد فرشوری۔ نسب نامۂ شیخ عبدالکافی فرشوری۔ نسب نامۂ نور محمد خطیب فرشوری۔ رسالہ انساب سیر حسن دانشمند۔ نسبنامۂ منظومۂ میر عبدالواحد کلان۔ مرآۃ المبتدین مولفۂ سید شریف نسب نامۂ منظومۂ سید مبارک محدث۔ تبصرۃ الناظرین مولفۂ سید محمد شاعر۔ بوستان الکرام مولفۂ سید ابوالحسن اور تذکرۃ الکرام مولفۂ میر نوازش علی رضوی وغیرہ مکمل اسوقت تک دستیاب نہین ہوئین۔ اسلئے جملہ باشندگان بلگرام بالخصوص خاندانہائے مسطور یا اور جن خاندانون کے اصحاب فتح کے مدعی ہون سب کی خدمت مین دست بستہ التماس ہے کہ تاریخی حالات خاصکر فتح بلگرام کے متعلق جو کچھ تالیفات اور اسناد و سجلات قدیم وغیرہ جن حضرات کے پاس موجود ہون تھوڑے عرصے کے لئے مرحمت فرماکر مجھکو مرہون منت فرمائین تاکہ کسی مدعی کے دعوے کے ثبوت مین کوئی کمی کسی کے خیال کے مطابق باقی نہ رہجائے اس وقت جملہ مدعیان فتح بلگرام کے ثبوتون کا زبردست معرکہ زیر تحریر رہے اگر خاموشی اختیار کی گئی اور بعد انطباع میری کتاب کے کسی ایک مدعی ثبوتون کے مقابلہ مین کسی دوسرے مدعی کو اپنے ثبوت کم زور معلوم ہونے پر تاو پیچ آیا اور پھر نئے ثبوت بہم پہونچانے کی کوشش کی گئی تو گستاخی معاف وہ ثبوت "مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بکلۂ خود باید زد" کے مصداق ہونگے اور دیگر مدعیان مخالف کو ان کے مصنوع اور مستحدث کہدینے کا کافی موقع ملے گا جو شاید بیجا نہ ہوگا۔ اس لئے مکرر گزارش ہے کہ فوراً جلد میری استدعا قبول فرمائی جائے اور اگر باوجود متواتر درخواستون کے بھی کوئی حربہ اس معرکہ مین استعمال کرنے سے چھوڑ دیا گیا تو مجبوری ہے پھر میری کتاب کو مجھ سے اگلے مولفین کی تالیفون کی طرح کوئی مخالف مدعی مورد اعتراض نہ ٹھہرائے۔ واضح ہو کہ اس مضمون کے کئی اشتہار مین ۱۳۰۸ ہجری سے اب تک بلگرام مین دیچکا ہون مگر پوری کامیابی نہ ہوئی لہذا اب بذریعۂ اخبار و جرائد آخری استدعا ہے بعد اسکے معرکۂ مذکور کا خاتمہ کر دیا جائے گا فقط

ملتمسہ ہیچمیرز محمد محمود حمد۔ بلگرام ضلع ہردوئی محلہ قاضی پورہ۔

چٹھی بادشاہ پسند

مارہرہ شریف اپنے بزرگان دین اور خوش ذائقہ چٹھی کے باعث ہمیشہ مشہور رہا ہے اس چٹھی کو غیر ممالک مین بھی درجۂ قبولیت حاصل ہے۔ یہ آم کی چٹھی علاوہ لذیز ہونیکے ہاضم و معدہ کی اصلاح کرتی ہے قیمت فی سیر ایک روپیہ علاوہ پیکنگ وغیرہ ایک بار منگانے کے بعد انسان ہمیشہ اس چٹھی کا خواہشمند رہتا ہے المشتہر (سید بادشاہ حسین بہترین کاشتکار۔ مارہرہ ضلع ایٹہ۔ یو پی۔)

کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطریات خالص عمدہ اور ارزان ہین

جہان مرقع تصویر ما وست تمام — چہ غم ترا کہ بہ بندم دل از کہ بردارم

فہرست مضامین

قیمت سالانہ معہ محصول ڈاک صہ پانچ روپیہ

نومبر ۱۹۲۶ء

نمونے کا پرچہ ۸/ آٹھ آنے

۱- حیاتِ حضرت رشید (تبصرہ) لسان الہند جناب عزیز لکھنوی ۲

۲- لمعاتِ صفی (غزل) لسان القوم حضرت صفی لکھنوی ۳

۳ اور نہ - جناب مولوی مسعود الرحمن خان صاحب ندوی - ۴

۴- کارِ ثواب (فسانہ) حضرت نیاز فتحپوری اڈیٹر نگار ۵

۵- محبت کے عریان جذبات (امیرو امیلیا کا مکتوب جنرل فتزروی کے نام) جناب مولوی عبدالحمید صاحب نعمانی ناظم دائرۂ ادبیہ مالیگاؤن ۱۱

۶- عورت ہندوستان میں - جناب محمد صادق حسین صاحب بی۔ اے۔ (علیگ) ۱۳

۷- نغمۂ شہید (غزل) جناب مولوی صبغۃ اللہ صاحب شہید انصاری فرنگی محلی لکھنوی

۸- شعرا و علم - جناب مولانا شاہ محمد فاخر صاحب مجددی الہ آبادی - ۱۸

۹- ہندوستانی عریان نویس خواتین - جناب کنیز فاطمہ علی احمد صاحبہ ۲۱

۱۰- گلاب کا پھول (نظم) جناب عزیز احمد صاحب عزیز بلگرامی

۱۱- گمراہ رہبر جناب مرزا جعفر علی خان صاحب بی۔ اے۔ اختر لکھنوی۔ ڈپٹی کلکٹر ۲۴

۱۲- عکس تحریر جناب شمس العلماء ڈاکٹر مولوی سید علی بلگرامی مرحوم (بسلسلہ پیشوائی سید علی امروہوی بلگرامی) (بسلسلہ وفاداری بحضور عالیجناب قبلہ الاماجد مرحوم مہاراجہ سر کشن پرشاد صاحب بہادر حیدرآباد دکن) صفحہ ۲۵

۱۳- تشنۂ الفت (فسانہ بسلسلہ ماہ گزشتہ و پیوستہ) جناب قیصر امیری ۴۱

نوٹ - مجھے افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ اس مہینہ میں بھی کاتب کی غلطی سے صفحہ ۴۱ پر عنوان مضمون تشنۂ الفت (فسانہ) بسلسلہ ماہ اکتوبر از جناب قیصر امیری صحیح ہونے سے رہگیا - جسکا ذکر اکتوبر کے مرقع میں بھی ہو چکا ہے - (اڈیٹر)

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر حنا کا نسخہ کسی دوسرے عطر ساز کو دستیاب نہیں ہوا

حیات حضرت رشید ۱۹۲۲

تبصرہ

(از لسان الہند حضرت عزیز لکھنوی)

مغرب نے اپنے مُردون کو زندہ کرنے کی کوشش کی اور کامیاب ہوا' مشرق نے یہ سعی کی کہ اپنے زندہ افراد کو مردہ ثابت کرے۔ کوئی قوم ایسی غافل نہ ہوگی جیسے مسلمان اور مسلمانون مین مخصوص طبقۂ شیعان کے مساجد انکے امام باڑے اُن کے بزرگون کے مقابر اونکی تصنیفات تالیفات انکے تبرکات سب ایسی حالت مین ہین جنکی طرف آنکھ اٹھاکے دیکھنے کو نہین جی چاہتا یہ ہین ہماری قوم کے کارنامے اور اُنکی سعادت کے آثار فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

ایسے ناشناس عہد مین اگر کوئی شخص اپنا گرانمایہ وقت صرف کرکے کسی بزرگ قوم کو زندہ رکھنے کی کوشش کرے تو میرے نزدیک وہ بڑی قدر و منزلت کا مستحق ہے۔

دورِ حاضر کے شعرا مین جناب رشید مرحوم ایک ممتاز صنف مین تھے بیشک ان کے واقعات زندگی آیندہ نسلون کے لیے سبق آموز ہین مجھے جناب سید نیاز احمد صاحب منشی فاضل کے سرکار علم نے یہ حق ادا کیا اور نہایت کوشش و جانفشانی سے جناب رشید کے حالات زندگی کو جمع کرکے کتابی صورت مین شایع کیا۔ اس کتاب کے خصوصیات حسب ذیل ہین۔ زبان اور واقعات کا انداز نہایت سادہ اور دلچسپ۔

ایک مختصر مقدمہ کے بعد شاعری پر نہایت پر مغز مضمون لکھا ہے جسمین شاعری اور تاریخ مصوری و شاعری کا فرق دکھایا ہے۔ صحت خیال۔ قوت اظہار۔ مناسب الفاظ۔ اطلاع فن کے متعلق نہایت مفید باتین لکھی ہین اسکے بعد اصل کتاب سید ذوالفقار علی میرزا کے حالات سے شروع ہوتی ہے جو جناب رشید کے جد اعلیٰ تھے کشمیر سے دہلی آنا اور سلسلۂ اولاد سے لکھنؤ کا فیضیاب ہونا یہ باب تقریباً دو جزو مین ہے جسمین رشید کے تمام بزرگون کے حالات اور نہایت دلچسپ واقعات ہین اسکے بعد حضرت رشید کے آخر عہد کا ایک عکس ہے اور سوانح عمری مین حسب ذیل عنوان ہین۔ سال ولادت۔ وضع و لباس۔ استعداد علمی۔ اخلاق۔ اوقات ملاقات۔ زینت دنیوی سے احتراز۔ نازک مزاجی۔ مذہب۔ تقریر و تحریر۔ خود داری خاموشی۔ رشید اور الاودل۔ بجلی اور رشید۔ استغنا۔ رشید اور غزل۔ سلسلۂ تلمذ۔ لکھنؤ کے مشاعرے اور رشید۔ انصاف پسندی۔ رشید بحیثیت شاعر لکھنؤ۔ انتخاب غزلیات۔ رشید و مرثیہ۔ نفیس و رشید۔ رشید کی ترقی۔ بہار و ساقی نامہ۔ رشید و عارف۔ طرز مرثیہ خوانی۔ انتخاب مراثی۔ رشید اور قصیدہ۔ انتخاب قصائد۔ رباعیات و سلام رشید شیخ پورہ مین۔ رشید رامپور مین۔ رشید عظیم آباد مین۔ رشید حیدرآباد مین۔ رشید کلکتہ مین۔ رشید کانپور و سلیم پور مین۔ تلامذۂ رشید۔ وفات و مدفن۔

ان عنوانون کے ضمن مین بہت سے دلچسپ واقعات ہین جنکا لطف مطالعۂ کتاب پر منحصر ہے۔ کتاب پر اگر انتقادی حیثیت سے نظر کیجاے تو ایک بڑا حصہ مولف نے تنقید کلام کا نظر انداز کر دیا ہے ایسی کتابون مین یہی ایک جزو ہوتا ہے جس سے مولف کی دماغی نشو و نما کا پتہ چلتا ہے لیکن میرا خیال ہوا اور صحیح خیال ہے کہ شاید بوجوہ طبایع کا رنگ اور پانی کی آب و ہوا کا اختلاف دیکھکر مولف نے اس پہلو کو بچایا۔ اسکے علاوہ مولف کو خود بھی صاحب تجربہ سے فخر تلمذ حاصل ہے

غرضکہ مجموعی حیثیت سے یہ سوانح عمری مولف کے زور قلم اور جناب رشید کے کمالات کی مدعی ہے کتاب کی مقبولیت کے واسطے یہ بات کافی ہے کہ اسکا انتخاب آگرہ یونیورسٹی کے انٹرنس کورس مین بھی شامل ہوگیا ہے۔ قابل مولف نے اسکو اسقدر دلچسپ بنایا ہے کہ چند سطرین پڑھنے کے بعد صاحب ذوق کتاب کو آخر تک پڑھنے پر مجبور ہین یہ کتاب ۲۱۵ صفحہ پر ختم ہوئی ہے ٹائیٹل نہایت عمدہ کتابت و طباعت دیدہ زیب ہے ۱۹۲۲ء کا یہ نادر تحفہ پڑھیے اور ضرور پڑھیے۔ تذکرۃ الاولین مواعظ الاخرین

(عزیز۔ لکھنوی)

ملنے کا پتہ:- ۱- خواجہ عبدالرحمٰن عشرت چوک لکھنؤ ۲- دفتر اودھ پنچ و کوہ نور پریس لکھنؤ ۳- بلگرامی بک ایجنسی نظیر آباد۔ لکھنؤ۔ قیمت فی جلد ایک روپیہ (عہ)

جلد ۱ نمبر ۱۱ — نومبر ۱۹۲۶ء

مرقع

جس میں عشق و عاشقی کے صحیح حالات درج ہوں گے — نفع رسانی قوم ہر فرد انسان کا مقصد ہے — سنہ ۱۹۲۶ء

لمعاتِ صفی

(از لسان القوم جناب مولانا صفی لکھنوی)

مشکل ہے پھر آزادی دلبستگی آسان سے
غفلت کدۂ ہستی اک بھول بھلیاں ہے

جب دل نہ پریشان ہو جمعیتِ سامان ہے
ہر غنچۂ نورس کی مٹھی مین گلستان ہے

دل سوز تپِ غم سے آتشکدہ سامان ہے
ہر آہِ شرر افشان اک سرو چراغان ہے

افسانۂ یوسف مین تصویر کے دو رخ ہین
اک دست بدامان ہے اک سرگریبان ہے

زنجیرِ نظر چلتی پھرتی ہوئی تصویرین
محویتِ نظارہ دل کے لیے زندان ہے

جو بوند لہو کی ہے اک نوک ہے نشتر کی
منظورِ نظر غم کو تشریحِ رگِ جان ہے

ہر شعلۂ جوالہ ہمرنگ گل و لالہ۔
قدمون سے مرے دوزخ فردوس بداماں ہے

اک اوجِ تقرب ہے پستی مین نہان حاصل
معراجِ سرِ عاشق سنگِ درِ جانان ہے

مایوس ہے ایفا سے اک منتظرِ وعدہ
مضمر خمِ گیسو مین طولِ شبِ ہجران ہے

تم وعدہ وفائی پر آمادہ سہی لیکن
انداز خود آرائی سنگِ رہ پیمان ہے

مجنون کی رگ و پے مین بجلی کا اتر دوڑا
ناقہ پہ خدا جانے یہ کون حدی خوان ہے

داغون کا ہجوم اُسپر یہ نوحہ گری دل کی
اک شمع تنک پر تو اور گورِ غریبان ہے

آکر جو نہین جاتی وہ ہے شبِ تنہائی
جا کر جو نہین آتی وہ عمر گریزان ہے

توبہ کے برابر ہے توبہ شکنی میری
اک ہاتھ مین پیمانہ اک ہاتھ مین قرآن ہے

باتون مین صفی دل کی زنہار نہ آنا تم
باطن مین یہ کافر ہے ظاہر مین مسلمان ہے

کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا تار کا پتہ صرف حنا لکھنؤ کافی ہے

ادرنہ

(از جناب مولوی مسعود الرحمن خان صاحب ندوی)

اپنی گزشتہ یادگارون پر ایک سال مین ایک بار بھی ہم نظر ڈالتے رہین تو گئی ہوئی عزت و عروج کا صحیح احساس قلب مین موجود رہے۔ بہت سے خزینہ ہاے اقبال تھے جنکو ہم اپنی بدبختی سے کھو اور برباد کر چکے ان ہی خزینہ ہاے اقبال مین سے ایک ادرنہ ہے۔ یورپ مین یوروپین ٹرکی اور یوروپین ٹرکی مین ادرنہ ان مقامات مین ہے جن کے لیے قدرت نے اپنے فیوض کے سرچشمے وا رکھے ہین۔ دامن ہاے کوہ لذیذ میوون عطر بیز پھولون اور خوش منظر درختون کے گنج اور نظر کش و باصرہ افزا مرغزارون سے معمور ہین۔ پہاڑون سے گرنے والے لطف انگیز و نغمہ طراز آبشارون کے علاوہ شیرین خوشگوار اور شفاف پانی کی لہرون کا ایک روپہلی جال ہے۔ جو تمام صوبے مین بچھا ہوا ہے۔ اور ہر ہر گوشے کو سیراب و شاداب کرتا رہتا ہے ہوا بھی معتدل مگر لطیف و خوشگوار ہے۔ مختصراً یہ کہ یہان کے مناظر طبعی بے حد صحت پرور فرحت انگیز اور لطف آگین ہین۔

خاک ادرنہ جس طرح فرحت پرور اور نظر نواز ہے۔ اسی طرح مایۂ زر خیز بھی ہے۔ نباتات مین روئی، افیون۔ بادام۔ فندق۔ سیب نشاتی خربزہ۔ اور جمادات مین پشمینہ۔ لوہا۔ اور سنگ مرمر پیدا ہوتا ہے۔

صنعت و حرفت بھی اعلیٰ پیمانہ پر ہے۔ اصناف صنف مین یہان پشمینہ و پنبہ بافی اور اسلحہ سازی زیادہ رائج ہین۔ یقون قسم کے کارخانون کی ایک تعداد وافر موجود ہے جو کامیابی کے ساتھ چل رہی ہے۔ یہان کے مصنوعات مین سے جانمازین پردے۔ اور عبائین اپنی گلکاری۔ خوش رنگی اور شانداری کیوجہ سے مشہور ہین۔ غرضکہ ادرنہ ایک شاداب اور سرمایہ دار صوبہ ہے اسی لیے یوروپین ٹرکی مین قسطنطنیہ کے بعد اسی کا نمبر ہے قسطنطنیہ سے شمال و مغرب ۱۳۰ میل دور دل نگم پر واقع ہے جہان ٹرکی کی مشہور نہر مریج طغیانہ اور وارد ہین۔ یہ منظر ایسا دلکش اور حسین منظر ہے جس سے ایک نظر بار بطح آب پیدا ہوتی ہے تمام شہر دلکش باغون اسلامی و غیر اسلامی تاریخی عمارات سے معمور ہے جو زبان حال سے گزشتہ دورون کی داستان بیان کرتی ہین۔ ادرنہ مین چالیس سے زاید مساجد ہین جنمین ۹ خاص سلاطین عثمانیہ کی بنوائی ہوئی ہین یہین وہ بلند و عظیم الشان قصر بھی ہے جو عوام کی اصطلاح مین سرائے سے تعبیر کیا جاتا ہے جہان سلاطین عثمان مقیم رہتے اور مسیحیت کے خلاف جہادی ارادون کی تشکیل فرماتے تھے۔ مساجد مین سب سے زیادہ قابل دید و ذکر "جامع سلیم" ہے۔ اسکا بانی سلطان سلیم خانی تھا جو خاندان عثمانیہ کا گیارھوان تاجدار تھا اور ۹۷۴ھ سے ۹۸۲ ہجری تک حکمران رہا۔

اس مسجد کی رفعت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ یہ جامع اپنی بنیاد سے ۲۰ قدم بلند تر ہے اسمین ایک عظیم الشان گنبد ہے جو سنگ سماق کے دو ستونون پر لگا ہوا ہے، چار مینارے ہین ہر منارے مین ایک زینہ ہے صحن کے تین گوشون مین قبے ہین جو مسجد کی عظمت و جلال کو افزون کرتے ہین۔

اپنی خوبصورتی۔ استحکام و مضبوطی کے لحاظ سے جامع سلیم کا شمار عثمانی فن تعمیر و تمدن کے بہترین نمونون مین ہے۔ ان مساجد کے علاوہ آخر صورت اور وسیع بازار ہین جنمین سے خوشنما اور بہتر بازار وہ ہے جو "علی پاشا" بازار کے نام سے موسوم ہے یہ اسقدر طویل ہے کہ ایک متوسط رفتار آدمی ۱۵ منٹ سے کم مین پورے بازار کا چکر نہین لگا سکتا۔ ادرنہ مین بڑے فندق (ہوٹل) ۵۲ ہین نہر طغیانہ پر ایک پل بھی ہے ان عمارتون کے علاوہ متعدد حمام مدارس۔ قہوہ خانے اور شفاخانے ہین۔ ایک مطبع بھی ہے۔ سرکاری پارچہ بافی کے متعدد کارخانے بھی ہین جنمین ریشمی دادنی کپڑے بنے جاتے ہین۔ زمین نہایت درجہ خوبصورت و زرخیز ہے۔ باغات کی یہ کثرت ہے کہ ادرنہ گلشن آباد معلوم ہوتا ہے صرف نہر مریج کے ساحل پر ۵۰۰ باغات ہین۔ ان مین کے اکثر باغات صرف گلاب کے ہین۔ یہان کا عطر روح گلاب تمام دنیا مین بہترین مانا جاتا ہے۔ ادرنہ کی آبادی ۱۵۰۰۰۰ ہے یہ ہے مختصر تاریخ ولایت ادرنہ کی جسکی چپہ چپہ زمین تاریخی اقبال و عروج کی حال اور مسلمانون کی گزشتہ عظمت و جلال کی سرمایہ دار ہے۔

(مسعود الرحمن خان ندوی۔ ساکن پیلی بھیت)

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کی شہرت کا باعث صرف عطر حنا ہے۔

کارِ ثواب

(فسانہ)

(عطیۂ حضرت نیاز فتحپوری اڈیٹر "نگار" بھوپال)

(خاص مرقع کے لیے)

شیخ محمد حسین پرانے تعلیم یافتہ بزرگ تھے اور اپنے اخلاق کے لحاظ سے ایک مرنجان مرنج انسان، کامل تیس سال تک بھی گونڈہ میں ناظر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں اور پنشن لیکر اپنے گاؤں محبت پور میں آگئے جہاں چند بیگہ زمین موروثی شاہی زمانہ سے اُن کے خاندان میں چلی آتی تھی۔ انھوں نے جس خاموشی و سکون لیکن اسی کے ساتھ جس چلن کے ساتھ اپنی زندگی بسر کی اس کا ثبوت یہ ہے کہ افسروں نے ہمیشہ انھیں عزت کی نگاہ سے دیکھا اور اس قلیل تنخواہ پر انھوں نے اپنے دو بیٹوں میں سے ایک کو ایل۔ ایل۔ بی اور دوسرے کو زراعتی کالج میں تعلیم دلا کر قانونگو کرا دیا۔

اِس وقت اِن کی عمر ساٹھ سال سے متجاوز ہے لیکن قویٰ مضبوط ہیں جیسا کہ عام طور پر پرانے لوگوں کے ہُوا کرتے ہیں اور اب بھی دن میں چھ گھنٹے کھیتوں پر بسر کرنا اور اِدھر اُدھر چل پھر کر ہر واہوں کی نگرانی کرنا ان کا معمول ہے۔ نماز روزہ کے ہمیشہ سے پابند تھے لیکن اب انحطاط عمر کی وجہ سے اس میں اور زیادہ شدت ہو گئی ہے، کوئی موسم ہو صبح صادق کے وقت اُٹھنا اور ضروریات سے فارغ ہو کر محلہ کی مسجد میں جا کر نماز پڑھنا، کلام مجید کی تلاوت کرنا اور سورج نکلتے نکلتے گھر واپس آکر کچھ ناشتہ کرنا اور پھر کھیتوں پر چلا جانا کبھی ناغہ نہ ہوتا تھا۔ دوپہر کو جب واپس آتے تھے اور کھانا کھا کر باہر کی نشستگاہ میں بیٹھتے تو محلہ کے کچھ لوگ جمع ہو جاتے اور مختلف باتوں میں وقت صرف کرتے یہاں تک کہ نماز ظہر کا وقت آجاتا اور یہ صحبت ختم ہو جاتی۔ شام کو نماز مغرب کے بعد پھر یہ صحبت قائم ہوتی تھی اور عشا کے وقت تک جاری رہتی تھی۔

شیخ صاحب کی ہمدردی اور آڑے وقت میں لوگوں کے کام آنا گانوں بھر میں مشہور تھا اور جب کسی شخص کو ہندو ہو یا مسلمان کسی مشورہ یا امداد کی ضرورت ہوتی تو وہ ضرور شیخ صاحب کے پاس آتا اور اُنکے خلوص سے فائدہ اُٹھاتا۔

اِن کا چھوٹا بیٹا احمد حسن کانپور میں قانونگو تھا اور اپنی خاموش زندگی کے لحاظ سے صحیح معنی میں اپنے باپ کا بیٹا تھا، محنت و دیانت سے خدمت ملازمت کو انجام دینا اور شام کو امن و سکون کے ساتھ بیوی بچوں میں زندگی بسر کرنے کے سوا اُسے کچھ خبر نہ تھی کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ بڑا بیٹا محمد حسن جو الٰہ آباد میں وکالت کر رہا تھا البتہ ایک باخبر اور تیز انسان تھا، وہ قومی تحریکات میں بھی حصہ لیتا۔ تقریریں بھی کرتا، اور کونسل کی ممبری کا بھی امیدوار تھا، اس کا کام اس کی ذہانت کی وجہ سے اچھا چل رہا تھا۔ دونوں بیٹوں کا معمول تھا کہ ہر عید میں وطن آتے تھے اور محرم کر کے اپنی اپنی جگہ واپس جاتے تھے

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا ٹیلیفون نمبر ۹۱۳ ہے

چنانچہ جس سال کا یہ واقعہ ہے اس سال بھی یہ دونوں مع بیوی بچوں کے بقرعید سے چار دن پہلے آگئے تھے اور شیخ صاحب بھی کاشت وغیرہ کے کاموں سے فارغ ہو کر اطمینان سے گھر میں بیٹھے تھے۔

شام کا وقت تھا اور شیخ صاحب نشستگاہ کے سامنے چبوترہ پر مونڈھا بچھائے بیٹھے ہوئے حقہ پی رہے تھے سامنے ہی چارپائی پر ان کے دونوں بیٹے اور ایک بنچ پر محلہ کے دو تین معمر مسلمان بیٹھے ہوئے تھے۔ موضوع گفتگو یہ تھا کہ ہندو مسلمان کی موجودہ کشمکش کا سبب کیا ہے اور اسے کیونکر دور کر سکتے ہیں؟

محمد حسن الہ آباد کی حالت بیان کر رہا تھا اور شیخ صاحب نہایت غور سے سن رہے تھے۔ جب وہ اپنی تقریر ختم کر چکا تو شیخ صاحب نے کہا "میاں محمدو" (وہ محمد حسن کو اس کے بچپنے کے نام سے اب بھی پکارتے تھے) تم ماشاء اللہ تعلیم یافتہ ہو، ہم لوگوں سے زیادہ سمجھ رکھتے ہو اور خیر سے چھوٹے موٹے لیڈروں میں بھی تمہارا شمار ہوتا ہے مجھے یہ بتاؤ کہ اس سے قبل ہندو مسلمان کیوں اسقدر محبت دار تباط سے زندگی بسر کرتے تھے، اور اب وہ کون سی نئی بات پیدا ہو گئی ہے جس نے اتنی تفریق پیدا کر دی ہے"؟

محمد حسن۔ اس کا فیصلہ بہت دشوار ہے، لیکن بظاہر اس کا سبب یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں میں اس امر کا احساس پیدا ہو گیا ہے کہ ملک انکا ہے اور انھیں کا اقتدار یہاں قائم ہونا چاہیے برخلاف اس کے مردم شماری سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی آبادی گھٹ رہی ہے۔ وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر آبادی کے گھٹنے بڑھنے کا یہی اوسط رہا تو ایک زمانہ آئیگا جب ہندوستان میں مسلمان ہی مسلمان نظر آئیں گے اور ہندو بہت کم ہو جائیں گے۔ اس کا سبب انھوں نے یہ سمجھا ہے کہ ہندو زیادہ تعداد میں مسلمان ہوتے جاتے ہیں اور اسی لیے انھوں نے شدھی کے طریقہ کو رائج کیا تاکہ وہ مسلمان ہو جانے والے ہندوؤں کو پھر اپنے مذہب میں لے آئیں اور اسی کے ساتھ مسلمانوں کو بھی ہندو بنا سکیں جس طرح مسلمان ہندوؤں کو مسلمان بنا لیتے ہیں۔

شیخ صاحب۔ خیر ملک ان کا ہو یا نہ ہو لیکن اُن کی یہ خواہش کہ انکا اقتدار قائم ہونا جائز نہیں ہے، جب کسی ملک میں کوئی غیر قوم حکمراں ہو گی تو محکوم قوموں میں سے ہر قوم کی یہی خواہش ہونی چاہیے کہ اس کا اقتدار بڑھے۔ لیکن ان کی آبادی گھٹنے اور مسلمانوں کی آبادی بڑھنے کا سبب میرے خیال میں وہ نہیں ہے جو انھوں نے سمجھا ہے، اس سے قبل مسلمانوں کے دور حکومت میں جتنے مسلمان بھی ہو گئے ہوں، ہو گئے ہوں، لیکن اب تو یہ بات ہرگز نہیں ہے۔ اگر سال میں ہزار دو ہزار ہندو مسلمان بھی ہو گئے تو کیا، میرے خیال میں اسکا بڑا سبب یہ ہے کہ ہندوؤں میں بیوہ کی شادی نہیں ہوتی اور مسلمانوں میں ہوتی ہے، ہندو ایک سے زیادہ بیوی نہیں رکھتے اور مسلمان چار چار رکھ سکتے ہیں اور اگر ہمارا رمضانی (ہر وا ہا) سچ کہتا ہے کہ اللہ مفلسی میں اولاد بھی زیادہ دیتا ہے تو یہ سبب اس کو بھی قرار دے لو کیونکہ مسلمان خیر سے مفلسی میں بھی کافی ہیں۔

بہرحال سبب جو کچھ بھی ہو، میں ایک بات پوچھتا ہوں کہ جتنے ہندو مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے آتے ہیں کیا ان میں سے ہر شخص اس حقیقت سے واقف ہے کہ مسلمانوں کی آبادی بڑھ رہی ہے اس لیے ان کو مار کر کم کر دینا چاہیے؟

محمد حسن۔ ایسا تو نہیں ہے کیونکہ عوام تو خود خواص کے ہاتھ میں ہیں اور بغیر سوچے سمجھے اُن کے احکام کی پیروی کرنے لگتے ہیں

شیخ صاحب۔ میرے نزدیک تم نے لفظ خواص صحیح استعمال نہیں کیا بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ عوام بعض شریر لوگوں کے کہنے میں آجاتے ہیں اور بغیر سوچے سمجھے لڑ بیٹھتے ہیں، حالانکہ اس سے پہلے قربانی بھی ہوتی تھی، باراتیں بھی نکلتی تھیں، باجہ بھی بجتا تھا، لیکن نہ کبھی ہندو مخالفت کرتے تھے اور نہ مسلمان برہم ہوتے تھے

کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ جسکو قریب ایک صدی کے ہوا نیک نامی سے جاری ہے

جب سے یہ قومی تحریکیں شروع ہوئی ہیں اور تم سے ناتجربہ کار لوگ لیڈر بنے ہیں یہ مصیبتیں نازل ہونی شروع ہوئی ہیں ورنہ اس سے پہلے ہندو مسلمان جس خلوص سے باہم زندگی بسر کرتے تھے، وہ اب خود مسلمانوں میں باہمد گر نظر نہیں آتا، اس لیے ضرورت ہے کہ ایسے شریر لوگوں کا علاج کیا جائے تاکہ فساد کا عنصر ہی مٹ جائے"

احمد حسن (چھوٹا بیٹا) مگر مجھ سے شیخ تہور علی صاحب کہہ رہے تھے کہ ابکی بقرعید میں ہمارا گاؤں بھی فساد سے محفوظ نہ رہے گا۔

جب سے دھرمشالہ میں سوامی پرمانند اور پنڈت مدن موہن جی اور گھسیٹا قصائی کے ہاں اس کے پیر بسم اللہ شاہ آئے ہیں یہاں کے ہندو مسلمانوں میں بھی کشیدگی پیدا ہوگئی ہے۔ اُدھر سوامی جی اور پنڈت جی ٹھاکروں کو سکھا رہے ہیں کہ گئو ماتا کی قربانی نہ ہونے دینا۔ اِدھر بسم اللہ شاہ قصائیوں سے کہہ رہے ہیں کہ گائے کا جلوس ضرور نکالنا، اِدھر کی خبریں اُدھر اور اُدھر کی خبریں اِدھر پہونچتی ہیں اور برابر اشتعال بڑھتا جارہا ہے"

احمد خاں (شیخ سے) آپ صرف اشتعال کہہ رہے ہیں، وہاں تیاریاں بھی ہوچکیں، الہ آباد سے دو تین سو لاٹھیاں پرسوں ہی آئی ہیں اور چاروں طرف کے گاؤں میں یہ پیغام جاچکا ہے کہ بقرعید کی شام کو سب لوگ تیار ہوکر یہاں آجائیں۔ اِدھر گائے کے جلوس کے ساتھ نکالنے کا سارا سامان ہوچکا ہے اور باجے والوں کو بیعانہ دیا جاچکا ہے"

شیخ صاحب - ہاں یہ باتیں میرے کان میں بھی پڑ چکی ہیں اور میں فکر میں ہوں کہ کیونکر اس فتنہ کا انسداد کیا جائے کل شام کو ٹھاکر گھنشیام سنگھ مجھے ملے تھے اور میں نے ان سے ذکر کیا تھا، لیکن اُنھوں نے کہا کہ وہ خود فکرمند ہیں لیکن شریر لڑکے اور سوامی جی کے چیلے فساد پر آمادہ ہیں۔ بہرحال ابھی تین دن باقی ہیں اور کوئی تدبیر سوچنا چاہیے آج تک ہمارے ہاں یہ جھگڑا کبھی نہیں اُٹھا، اور اگر ایک مرتبہ بھی اس کی بنیاد پڑ گئی تو پھر ہمیشہ کیلیے یہ آگ مشتعل ہوجائیگی محمد و میاں تمھاری کیا رائے ہے۔

محمد حسن - میری سمجھ میں تو یہی آتا ہے کہ ایک جلسہ کرکے پنڈت جی سوامی جی اور بسم اللہ شاہ کو بلایا جائے اور انھیں کے ساتھ گاؤں کے تمام بڑے آدمیوں کو اکٹھا کرکے آپس میں فیصلہ کرلیا جائے مجھے تو یقین ہے کہ یہاں کے مسلمان آپ کے کہنے کو ٹالیں گے اور ہندوؤں پر بھی کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہوگا"

تھوڑی دیر تک اور گفتگو ہوئی اور آخرکار دوسرے دن جلسہ کا انعقاد قرار پاگیا۔

(۲)

اس قسم کے جلسوں میں جو کچھ ہوا کرتا ہے، یہاں بھی ہوا، تقریریں ہوئیں، لوگوں کو امن و سکون کے برکات سے آگاہ کیا گیا، اور اُس زمانہ کی یاد دلائی گئی جب ہندو مسلمان باہم نہایت محبت و خلوص سے زندگی بسر کرتے تھے، سوامی جی اور پنڈت جی نے بھی ہاں میں ہاں ملائی، بسم اللہ شاہ نے بھی اتفاق کیا، لیکن شام کو جب اپنے اپنے گھروں میں پہونچے، تو شیطان بدستور سروں پر سوار تھا اور یہ امن شکن درندے اسی طرح اپنی خونخوارانہ تدابیر میں مصروف تھے،

جلسہ میں یہ امر قرار پایا تھا کہ نہ مسلمان گائے کا جلوس نکالیں اور نہ ہندو اُن قربانیوں کو روکیں جو ہمیشہ سے ہوتی چلی آرہی ہیں لیکن نہ بسم اللہ شاہ نے اس پر عمل کیا اور نہ ہندوؤں نے، خفیہ تیاریاں جاری رکھیں اور بقرعید سے ایک دن پہلے دونوں جانب سے وہ تمام انتظام مکمل ہوگیا جو دو فوجوں کے مقابلہ کے لیے کیا جاتا ہے، شیخ صاحب کو بھی اس کی خبریں معلوم ہوئیں اور ان کی فکریں بہت بڑھ گئیں، اُن کے لیے ممکن تھا کہ وہ دو چار دن کے لیے گاؤں چھوڑ کر کسی اور جگہ چلے جاتے، لیکن اسے ان کی

تمام ماہرانِ فن نے اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر حنا کو بہترین عطر مانا ہے

حیرت نے گوارا نہ کیا اور ہر چند وہ گاے کی قربانی کرنے والے نہ تھے، لیکن وہ سمجھتے تھے کہ گاؤں کا سربرآوردہ شخص ہونے کی حیثیت سے ان پر بھی ضرور الزام آئیگا اور ممکن ہے کہ اس ہنگامہ میں انکو کوئی ضرر بھی پہونچ جائے - آخر کار انھوں نے مجبور رہو کر متعلقہ تھانہ کو تمام حالات سے اطلاع دی اور چونکہ الہ آباد بھی چند میل کے فاصلہ پر تھا اس لیے مفصل تحریر کلکٹر ضلع کے پاس اپنے چھوٹے بیٹے کے ذریعہ سے بھیجدی تھانہ دار نے تو خیر زیادہ توجہ نہیں کی اور وہ دوسرے دن بہت دیر میں پہونچا لیکن کلکٹر نے رات ہی رات مسلح پولیس کا ایک دستہ وہاں بھیجدیا اور افسر متعینہ کو حکم دیا کہ سوامی جی، پنڈت جی اور بسم اللہ شاہ کو جا کر فوراً گرفتار کر لیا جائے، لیکن یہ بہت زیادہ ہوشیار تھے اور پولیس کی آمد سے پہلے ہی سارا انتظام کر کے چلدیے تھے اس لیے وہ تو گرفتار نہ ہو سکے، البتہ گاؤں والے ضرور ڈر گئے اور بقرعید بغیر کسی غیر معمولی واقعہ کے خیریت سے گزر گئی، گاے کا جلوس بھی نہ نکل سکا اور نہ کسی ہندو نے گاے کی قربانی کی مخالفت کی

(۳)

بقرعید کو گزرے ہوئے ایک ہفتہ ہو چکا ہے اور گاؤں میں بظاہر امن و سکون ہے، لیکن اندرونی خلشیں بہت بڑھ گئی ہیں اور محرم کے زمانہ میں فساد کا ہونا یقینی صورت اختیار کرتا جاتا ہے - پنڈت جی اور سوامی جی بھی واپس آگئے ہیں اور بسم اللہ شاہ تشریف لے آئے ہیں - تعزیہ نکلنے کے راستہ میں مندر کا چبوترہ بڑھا دیا گیا ہے اور تعزیہ نسبتاً زیادہ بلند بنایا جا رہا ہے تاکہ مندر کے سامنے پیپل کی شاخیں اس کو روکیں اور اس طرح فساد کی ابتدا ہو

شیخ صاحب مع اپنے دونوں بیٹوں اور چند مسلمانوں کے اپنے مکان میں بیٹھے ہیں اور اسی مسئلہ کے متعلق گفتگو ہو رہی ہے

شیخ صاحب "ممکن ہے کہ محرم میں بھی حکومت کی مدد سے امن قائم رہے لیکن آخر یہ کب تک سلسلہ جاری رہ سکتا ہے جب دلوں کا یہ حال ہے تو یوں بھی کسی دن فساد ہو جائیگا محرم اور بقرعید پر کیا منحصر ہے، علاوہ اسکے کس قدر شرمناک بات ہے کہ ہمکو بار بار حکومت سے مدد لینے کی ضرورت پڑتی ہے اور ہم خود اپاہجوں کی طرح بیٹھے ہوئے ہیں - میاں محمد و بولو، تم کو کافی تجربہ ہے، کیا کرنا چاہیے"

محمد حسن - یہ بالکل صحیح ہے کہ جب ہمارے دلوں میں خلش پیدا ہو گئی ہے تو حکومت اسکا انسداد کب تک کر سکتی ہے، لیکن یہ خلش اُس وقت تک نہیں مٹ سکتی، جب تک دونوں طرف کے دعویٰ کرنے والوں کو ہموار نہ کیا جائے"

شیخ صاحب "وہ کیونکر ہموار ہو سکتے ہیں"

محمد حسن "اُن کو پھر بلائیے اور سمجھائیے، شاید مان جائیں، ہم زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتے ہیں"

شیخ صاحب کو اول تو کسی بات پر غصہ نہ آتا تھا، لیکن جب آجاتا تھا تو بے پناہ ہوتا تھا، محمد حسن کا یہ جواب سنکر انکا چہرہ سُرخ ہو گیا اور وہ انتہائی برہمی کے ساتھ بولے کہ "محمدو میاں"، میں سمجھتا تھا کہ تعلیم حاصل کر کے تمھیں کچھ عقل کا حصہ بھی ملا ہوگا، لیکن اسوقت مجھے یقین آگیا کہ تم سے زیادہ احمق کوئی نہیں ہو سکتا - بلانے اور سمجھانے کا نتیجہ کیا ایک دفعہ تم دیکھ چکے ہو اور تمھارے اس مشورہ پر عمل کر کے میں اپنی توہین پہلے بھی کرا چکا ہوں، کیا دوبارہ تم مجھے ذلیل کرانا چاہتے ہو - ناممکن ہے - اور ہاں یہ تم نے کیا کہا کہ "ہم زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتے ہیں" مہربانی کر کے آپ لوگ جائیں، میں بتا دونگا کہ زیادہ سے زیادہ کیا کیا جا سکتا ہے اور یہ کہ فتنہ فرو کرنے کے لیے، اپنی عزت قائم رکھنے کے لیے اور امن و سکون پیدا کرنے کے لیے اس وقت ملک کو جس تدبیر کی ضرورت ہے وہ کیا ہو سکتی ہے"

دوسرے دن آدھی رات کا وقت ہے، سارے گاؤں میں

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر حنا کا نسخہ کسی دوسرے عطر ساز کو دستیاب نہیں ہوا

سناٹا چھایا ہوا ہے اور ہر شخص مصروف خواب ہے، لیکن شیخ صاحب باہر نشستگاہ میں چاروں طرف کا دروازہ بند کیے ہوئے بیٹھے ہیں اور ان کے قریب ہی انکا چھوٹا بیٹا احمد حسن اور رمضانی نوکر بھی موجود ہے - نہایت آہستہ آہستہ گفتگو ہو رہی ہے اور کبھی کبھی خاموش ہو کر آہٹ لے لی جاتی ہے کہ کوئی شخص باہر کھڑا ہوا سن تو نہیں رہا ہے -

شیخ صاحب "احمد حسن" تم اگرچہ خاموش انسان ہو لیکن بزدل و نامرد نہیں ہو اس کا مجھے ہمیشہ سے یقین ہے، میں نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ اپنے گاؤں سے فساد کے خطرہ کو ہمیشہ کے لیے مٹا دوں - اور یہ مقصد حاصل کرنے کے لیے میں اپنی جان تک دینے کی پرواہ نہیں کروں گا، اس لیے کوئی وجہ نہیں کہ تم بھی میرا ساتھ نہ دو"

احمد حسن "آپ کو یہی یقین کرنا چاہیے، بلکہ میں تو یہ عرض کرونگا کہ آپ حکم دیجیے میں تعمیل کرونگا، آپ خود کیوں کسی بات کی تکلیف اُٹھائیں"

شیخ صاحب "نہیں، جب تک میں تمہارے ساتھ نہ ہونگا مجھے کیونکر یقین آئے گا کہ تم میری خواہش کے مطابق کام کروگے (رمضانی سے مخاطب ہو کر) کیوں رمضانی، وہ وقت یاد ہے کہ جب ہم تم دونوں ساتھ کھیلا کرتے تھے، پھر کیا ہم تم دونوں ایک ساتھ مرنے کے لیے تیار نہیں ہو سکتے"

رمضانی "شیخ جی" یہ کیا کہتے ہو، کوئی حکم دیکے دیکھو، جان دینے سے زیادہ کوئی بات ہو تو وہ بھی کہہ ڈالو - عذر کروں تو مسلمان نہیں -

شیخ صاحب "مجھے تم سے یہی امید ہے، اچھا تو پھر کل رات کو ٹھیک ۱۲ بجے میرے پاس آجانا اور یہ سمجھ کے آنا کہ شاید صبح دیکھنا نصیب نہ ہوگی -

(۴)

رات کا پچھلا پہر ہے، سرد ہوا نے سب کو افسون خواب میں مبتلا کر رکھا ہے اور ہر شخص غافل نیند سو رہا ہے، پنڈت جی اور سوامی جی بھی دھرم شالہ میں جو آبادی سے ذرا فاصلہ پر واقع ہے، صحن میں سو رہے ہیں کہ دو آدمی چار دیواری پھاند کر اندر آتے ہیں اور آہستہ آہستہ ان کے پلنگوں کے پاس پہونچکر منہ سے چادر ہٹاتے ہیں، ایسے وقت میں فوری خیال ہمیشہ چور کا ہوا کرتا ہے اور اس خیال کے ساتھ ہی آدمی چیخ اٹھتا ہے، لیکن جب قبل اس کے کہ ان کی آواز منہ سے نکلے دو ہاتھ دونوں کے گلے پر تھے - جب ذرا حواس درست ہوئے، آنکھوں اور کانوں نے دیکھنے اور سننے کی قوت مجتمع کر لی تو ان حملہ کرنے والوں میں سے ایک شخص نے جو معمر تھا کہا "کہ پنڈت جی، سوامی جی شور کی کوشش نہ کرنا ورنہ (چھری دکھا کر) فوراً یہ تمہارے حلق کے اندر ہوگی، اس لیے ہم لوگ تمہارا گلا چھوڑ دیتے ہیں، آہستہ سے اُٹھو اور دو باتیں ہماری سن لو"

یہ کہکر اُنھوں نے اپنے اپنے ہاتھ ہٹا لیے اور پنڈت جی اور سوامی جی کو ایک ہی چارپائی پر بٹھلا کر اور خود ان کے سامنے ہو کر ایک شخص بولا "تم کو معلوم ہے کہ ہم یہاں کیوں آئے ہیں ؟ اگر نہیں معلوم تو ہم بتاتے ہیں کہ اس گاؤں سے فتنہ و فساد کو ہمیشہ کے لیے دور کرنے آئے ہیں - یہ بالکل ممکن تھا کہ ہم سوتے میں تمہیں ہلاک کر ڈالتے، لیکن مردی کے خلاف تھا اس لیے اس کو گوارا نہ کیا - چونکہ تم لوگ سنگھٹن کے طرفدار ہو اور خود بھی فن سپہ گری کے ماہر ہو گے، اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ بجائے اس کے کہ غریب گاؤں کے لوگ آپس میں لڑیں، تم ہم آپس میں فیصلہ کر لیں - تم بھی دو ہو اور ہم بھی دو ہیں، اگر تمہارے پاس کوئی ہتھیار نہ ہو، تو یہ دو تلواریں لو اور ہمارے مقابلہ میں آجاؤ"

یہ سنکر پنڈت جی اور سوامی جی کے حواس خراب ہو گئے،

خاص کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا تیار کردہ زردہ تمباکو سیاہ دانہ طلب فرمائیے

تھر تھر کانپنے لگے اور ہاتھ جوڑ کر بولے کہ آپ جو چاہیں کہیں، لیکن فساد کا الزام ہمیشہ نہ رکھیئے، اگر آپ کہیے تو ہم اسوقت گاؤں چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور قسم کھا کر وعدہ کرتے ہیں کہ پھر کبھی اس طرف کا رُخ نہ کریں گے"

حملہ آور (ہنسکر) "اے نامردو، تمھیں اتنا بھی نہیں معلوم کہ کوئی شخص اس حد تک پہونچ جاتا ہے، پھر اس کے لیے دو ہی صورتیں ہوتی ہیں، اپنی جان دیدے، یا دوسرے کی لے لے، اس لیے عذر و معذرت کا وقت تو گزر گیا، بقرعید کے موقع پر میں نے تمھیں سمجھایا تھا کہ خدا کے لیے ہمارے گاؤں میں فساد کی آگ مشتعل نہ کرو، لیکن تم نے پرواہ نہ کی۔ اب میں دوبارہ تجربہ کر کے گاؤں کو ہلاکت میں ڈالنا نہیں چاہتا، اُٹھو جلد اُٹھو وقت کم ہے، ڈرتے کیوں ہو، تم لوگ ہم سے زیادہ قوی ہو، کثرت کرتے ہو، تلوار کی مشق ہے، پھر کیا اندیشہ۔ اس سے بہتر موقع تمھارے لیے اور کیا ہوگا دو مسلمانوں کی جان لو اور ہماری آبادی کم کرو"

اس شخص کے تیور ایسے نہ تھے کہ بہادر سا بہادر انسان بھی دیکھ ایک مرتبہ سہم نہ جاتا، چہ جائیکہ پنڈت جی اور سوامی جی جیسوں نے شاید کسی معرکہ میں دور سے بھی حصہ نہ لیا تھا۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر قدموں پر گر پڑے اور اپنے قصور کی معافی چاہی۔ لیکن حملہ آور ہٹ گیا اور بولا کہ اب میں آخری مرتبہ پھر کہتا ہوں اگر تم نے اسکے جواب میں ہمارا مقابلہ نہ کیا تو تمھاری جان ہمارے لیے حلال ہو جائیگی یہ سنتے ہی دونوں پھر بدحواس ہو کر گر پڑے لیکن یہ گر پڑنا پھر اُٹھنے کے لیے نہ تھا، کیونکہ اس کے بعد ہی دو تلواریں ان دونوں کے سینوں میں پیوست ہو گئیں اور وہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئے

.....

یہ دونوں حملہ آور یہاں سے واپس ہو کر جس وقت گاؤں کے تالاب کے کنارے پہونچے تو سامنے سے ایک آدمی اور آتا ہوا نظر آیا یہ اُسکو دیکھ کر رُک گئے اور جب وہ قریب پہونچا تو انھوں نے پوچھا کہ "کیا ہوا" اس نے اس کے جواب میں اپنی تلوار میان سے نکالکر کہا کہ "اُس نے کوئی مقابلہ نہیں کیا اور نہایت خاموشی کے ساتھ جان دیدی"

یہ سُنکر تینوں نے اپنی تلواریں تالاب میں نہایت اطمینان سے دھوئیں، کپڑے صاف کیے اور پھر گاؤں میں داخل ہو گئے"

(۵)

صبح ہوئی تو چوبے پور میں برہمی کی آگ لگی ہوئی تھی اور ہندو سکھوں کی تعداد میں اپنے رہبروں کے قتل سے متاثر ہو کر مسلمانوں پر حملہ کرنیکی تیاریاں کر رہے تھے لیکن جب انھیں معلوم ہوا کہ بسم اللہ شاہ بھی رات کو اسی طرح قتل ہو چکے ہیں، تو اُنکا جذبۂ انتقام کچھ سرد ہوا اور یہ دیکھکر کہ مسلمان بھی اپنے پیر کے واقعۂ قتل سے کم متاثر نہیں ہیں، دونوں فریق اپنی اپنی جگہ خاموش ہو گئے"

پولیس کو اطلاع ہوئی اور شام تک ایک کافی تعداد سپاہیوں اور پریس افسروں کی وہاں جمع ہو گئی تفتیش شروع ہوئی لوگوں کے بیانات قلمبند ہونے لگے، قدموں کے نشانات کا سُراغ لگایا جانے لگا، لیکن پتہ نہ چلا کہ یہ حرکت کس کی ہے۔ اس کے بعد انسپکٹر پولیس، سپرنٹنڈنٹ، کلکٹر، خفیہ پولیس کے لوگ سبھی نے اگر کوششیں کیں کہ کسی طرح قاتلوں کا پتہ چلے لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ اور نہ اس واقعہ کے بعد کسی اور ریڈر نے یہاں آنیکی جرأت کی

اسکے بعد ضلع کے اکثر مقامات میں فساد ہوا، مسلمان ہندوؤں میں جنگ ہوئی، لیکن چوبے پور میں پھر کبھی فتنہ نہ اُٹھا اور وہاں کے ہندو مسلمانوں میں وہی شستہ اُخوت قائم ہو گیا جو پہلے کبھی پایا جاتا تھا۔ شیخصاحب کی صحبت میں جب کبھی اس واقعہ کا ذکر آتا ہے تو وہ اظہار خیر کے ساتھ یہ ضرور کہتے ہیں کہ:۔

"یہ جرم کیا ہی سنگین کیوں نہ ہو لیکن اسمیں شک نہیں کہ اس سے زیادہ کارِ ثواب اور کوئی نہیں ہو سکتا"

نیاز فتحپوری

کیا اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے آپ واقف ہیں؟ جن کا کارخانہ ۱۸۳۹ء سے روز افزون ترقی کے ساتھ جاری ہے

محبت کے عریان جذبات

(از جناب مولوی عبدالحمید صاحب نعمانی ناظم دائرۂ ادبیہ مالیگاؤن)

امیرہ امیلیا کا مکتوب جنرل فتزروی کے نام

امیرہ امیلیا جارج ثالث شاہ انگلستان کی اولادین سب سے چھوٹی تھی، اور اپنے بلند اوصاف اور دلکش جمال کی بنا پر مشہور ہو چکی تھی، جارج موصوف سلطنت کے افکار اور کثرت شاغل سے پریشان رہتا، اور چونکہ اس کے کل شہزادے عوام کی لڑکیون سے منسوب تھے اس لیئے امیرہ امیلیا بادشاہ کی عنایتون اور شفقتون کا مرکز بن گئی، جارج کو اس سے شدید محبت تھی، مگر اس کا دل جنرل فتزروی کی محبت کا شکار ہو چکا تھا، جو جارج کے مقرب مصاحبون مین تھا، بادشاہ کا تقرب اور اس کے ساتھ اخلاص وصداقت نے جنرل موصوف کو لب کشائی سے مجبور رکھا، ورنہ "دونون طرف تھی آگ برابر لگی ہوئی"۔

آخر جنرل کی خاموشی نے امیرہ کو بیمار کر دیا، اور وہ گھلتے گھلتے بستر علالت سے آغوش قبر مین جا پہونچی، امیرہ نے امیرہ ماری کو وصیت کی تھی کہ وہ جنرل کو اس کا آخری سلام پہونچا دے، موصوفہ کا ایک خط ملاحظہ ہو۔

جے بی شارل!

کل کی شب مین بہت بے چینی رہی، فرش پر کسی کروٹ قرار نہ آتا اور نہ آنکھین سکون کے ساتھ بند ہوتین ہر چند چاہتی تھی کہ آنکھین بند کر لون لیکن آپ کے آخری خطوط میرے اضطراب مین اضافہ کرتے رہے، اور نیند مجھسے بھگاتے رہے، اگر آپ کو معلوم ہوتا کہ ان خطوط کا مجھ پر کیا اثر ہوگا، تو یقیناً ایک حرف بھی تحریر نہ فرماتے،

کاش آج آپ میرے پاس ہوتے، اور دیکھتے کہ آپ کی محبت نے میرے پہلو مین ایک پگھلنے والے دل اور مایوسی کی برداشت نکرنے والے جگر کے سوا کیا باقی رکھا ہے! اب بھی اگر آپ کے دل مین شکوک وشبہات کی تاریک لکیرین موجود ہین، تو کیون مجھے ایسی محبت کے پردے مین دھوکہ دیتے ہین، جسکی ہستی موسم سرما کے بادلون سے زیادہ وقیع نہین کہ ابھی فضا کو محیط ہے اور ابھی پاش پاش ہے، کیون مجھے ایسی حالت مین رکھتے ہین کہ مین غلط امیدون سے اپنا دل بہلاؤن! کیا مین نے اپنا دل چیر کر نہین بتا دیا ہے کہ اس مین محبت ہے اور امیدین، پھر کیون آپ مجھسے اپنا مافی الضمیر چھپاتے ہین؟

آپ کے ہاتھون مین عذاب مین ہون، اگر یہ عذاب میری محبت کی جزا ہے تو یہ بہترین جزا ہے مین اس جزا مین فراق کے سوا کل عذاب برداشت کر سکتی ہون، اگر عذاب مفارقت کا حکم بھی نافذ ہو چکا ہے تو میرے دلکی بدبختی کی جو محبت کے بوجھون سے دبا ہوا ہے انتہا ہو چکی،

آج میری تسلی اسی مین ہے کہ ماضی کی یاد سے لطف اندوز رہون، چنانچہ فرصت کے اوقات ہین آپ کے گزشتہ خطوط کے پڑھنے مین صرف کرتی ہون، حتیٰ کہ بعض خطوط کثرت تلاوت کی بنا پر "۱۰" سے قریب ہو چکے ہین، اور یہ سب اس سے کہ میرا دل تشنہ ہے، اجی محبت کی تکلیفون سے بے خبر! میرا دل تشنہ ہے،

مین آپ کو یاد کرتی ہون اور آپ مجھسے روپوش ہین، آپ نے اپنے کان بند کر لئے ہین، اس لئے میرے دل کی دھڑک نہین سن سکتے اور میری لاغری اور نقاہت کی طرف توجہ نہین فرما سکتے، کیا یہ حرام نہین کہ آپ پہلے ایک خالی دل کو کمند الفت مین گرفتار کرین اور

اصغر علے محمد علے کا عطر حنا خاص ترکیب سے بنتا ہے

پھر اس سے اعراض فرمائین خدا کے حوالے وہ شخص جسکو مین ہر وقت یاد کرتی ہون اور جو میرا محبوب ہے،

میرے سامنے آپ کا بھیجا ہوا نوٹ ہے، جب مین اسے دیکھتی ہون اندر سے میرے جذبات ہیجان مین آتے ہین، اور مین آپ کی طرف بہنے لگتی ہون، آپ نے مجھے عادی بنا دیا تھا کہ خود کو آپ کے پہلو مین ڈالدون، آج مین اس عادت کی تکمیل کس پہلو مین کرون، کاش اجل (فنا) کا منہ کھلا ہوتا اور مین اس مین کود پڑتی، اور اس زندگی سے جو سراپا شقاوت ہے نجات پاجاتی،

کس قدر رو کھا پھیکا ہوتا اگر عالم کائنات کا دسترخوان محبت کے نمک سے خالی ہوتا، ابدیت کی طویل مدت محبت ہی کے ہاتھون مختصر ہوجاتی ہے، محبت درحقیقت آسمان پر رہنے والون کے لئے فرشتون کا سلام ہے، کیا آفتاب کی کرنون اور محبت کی شعاعون سے قلوب روشن نہین ہین، اور کیا ان دونون کا سرچشمہ معبودون کا تبسم نہین؟ اگر انسان پر معبودون کی عبادت فرض ہے تو اسکی یہی وجہ ہے کہ عبادت محبت کا چشمہ ہے عبادت اور محبت دونون مین نفس ایک ایسے معبود کے آگے جھکتا ہے، جس کا ادراک نہین ہوسکتا، دونون حالتون مین ایک نفس دوسرے نفس سے مخاطب اور سرگوشی کرتا ہے، اور دونون حالتون مین خاموشی گفتگو سے زیادہ بلاغت رکھتی ہے،

بہت کچھ قابل ذکر خبرین ہین، اور جی چاہتا ہے کہ لکھون، لیکن غم والم لکھنے نہین دیتا اور پھر آج آپکو میرے متعلق خبرون کی اہمیت کیون؟ جب کہ ماضی کی داستان آپ نے بھلا دی، اور گزشتہ واقعات کی یاد آپ کے قلب سے محو ہوچکی، کیا مردون کی محبت بنفشہ کے دنون سے بھی کم ہوتی ہے، کیا اس قدر جلد یہ روحانی شعلہ سرد ہوجاتا ہے اور دل کو ظلمت کی گہرائیون مین چھوڑ جاتا ہے۔

آج صبح مین باغ مین گئی، اور جس درخت کے سایے مین ہم آخری مرتبہ جمع ہوئے تھے، اسی کے نیچے پتھر پر بیٹھی، پتھر پر ایک گہری نظر ڈالتے ہی میرے جذبات مین ہیجان پیدا ہوا اور دل کی حرکت نہایت سرعت کے ساتھ بڑھنے لگی، اس نے کہ مجھے ماضی کا مبارک وقت یاد آگیا، کیا آپ کو یاد ہے کہ وہ موسم بہار کا تھا، نسیم بیمار تھی، اور فطرت کی ہر چیز مصروف تبسم نظر آتی تھی، آہ اس بہار اور اس خزان کی یہ پامالی شکستہ دلون پر کس قدر شدید ہے اس منظر سے گلستان زندگی کا وہ دور خزان یاد آتا ہے، جب کہ محبت کے پھول افسردہ ہوچکے ہون، دل کی بیتابانہ دھڑک سکون پزیر ہورہی ہو، محبت کا ترنم جو لاانتہا کا نغمہ ہے خاموش ہوچکا ہو،

آپ غمگین اور دلگیر کیون ہین؟ اگر غم والم ضروری ہے تو اسکی اولین مستحق مین ہون آپ کیون شاکی ہین، اور اس زندگی مین آپ کے لئے وجہ ملال کیا ہے؟

ایام شباب، حسن وجمال، علم وعقل اور ہر وہ چیز جسکی ایک انسان اس عالم مین تمنا کرسکتا ہے کیا خدا نے آپ کو عطا نہین کی، مجد و بزرگی کا میدان آپ کے قدمون کے سامنے وسیع، اور پھر عورت کا دل آپ پر نثار ہے پس آپ کو خوش ہونا چاہئے، اس لئے کہ زندگی کے دن پھول سے بھی کم ہوتے ہین، اس لئے کہ آپ کی ترشروئی اس دنیا کی تاریکیون مین ترقی کررہی ہے، اس لئے کہ تبسم کی شعاع ملال کے بادلون کو چھانٹ سکتی ہے، اس لئے کہ مری احد تسلی اسی مین ہے کہ مین آپکو اس زندگی مین خوش بخت دیکھون۔ آپکو مسوستے دل، اور پگھلتے پہلو کا سلام، زخمی جگر اور خونین آنکھو کا سلام، شاید آپکو یہ میرا آخری نیاز نامہ ہے اس سے کہ ڈاکٹرون نے مجھے سخت تاکید کی ہے کہ مین ان مناظر اور مشاغل سے دور رہون جنسے مجھے آپ کی اور گزشتہ ایام کی یاد آتی ہو،

اور ہر حال مین آپ کی محبت پر مستقل طور پر ثابت قدم ہون اور قسم کھا چکی ہون کہ آپ کو نہ بھولونگی،

"امیلیا"

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کی تیار کردہ اشیاء خالص عمدہ اور بکفایت ملتی ہین

عورت ہندوستانمین

(از جناب محمد صادق حسین صاحب۔ بی اے علیگ)

عورت کیا ہے اور دنیا مین کیون آئی؟

اس کا مختصر اور جامع جواب شاید یہ ہو سکتا ہے کہ "عورت محبت کی چیز ہے اور دنیا مین محض اسی لئے آئی" عام اس سے کہ وہ محبت براہ راست ذات سے تعلق رکھتی ہو یا افزایش نسل انسانی سے۔

ذرا اور وسعت نظر سے کام لیا جاے تو معلوم ہوتا ہے کہ عورت کا وجود۔ وجود ذاتی نہین بلکہ محض اضافی ہے۔ یعنی مقصد تخلیق مرد ہے نہ کہ عورت۔

اگر مرد ایک ہستی مطلق ہے تو عورت ایک وجود مختصر! مگر تکمیل فطرت کے لیے عورت کا ہونا لازمی ہے! بلکہ

"عورت"، شیکسپیر کے الفاظ مین "مجسم عشوہ گری ہے اور بے فوج کی سلطنت صرف اسی کا حصہ ہے"

"عورت" اسلامی نکتۂ خیال سے "رفیق زندگی اور نازک آبگینہ ہے" اور فضلاے مسیح کے زاویۂ نظر سے فساد کی جڑ۔ عیوب کا سرچشمہ اور جہنم کا دروازہ ہے"

عورت مرد کے مقابلہ مین زیادہ پرکیف ہوتی ہے۔

عورت بلا چاہنے والے کے زندہ نہین رہ سکتی۔

عورت کا حسن اور بالخصوص شباب جسقدر زیادہ نمایان۔ نظر فریب اور دل آویز ہے، اسیقدر زیادہ عارضی سریع الزوال اور چمک برق۔

جہانتک قدرت منصف مزاج کا دائرۂ عمل متعلق ہے۔ متذکرۂ صدر اصول۔ آب وہوا اور رنگ وروپ کے بلا لحاظ ہر زمانہ اور ہر طبقہ مین جاری وساری ہین۔

کچھ مثالین ہین اور ضرور ہین جہان انسان قدرت سے دست وگریبان نظر آتا ہے۔ کھلم کھلا اسکی مخالفت کرتا ہے اور اُس کے مقررہ قوانین کے خلاف عمل پیرا ہے اور تاج فتح بھی اسی کے سر ہے۔ گو مجھے بذات خود اس طبقۂ خیال سے مطلق اتفاق نہین۔ لیکن صنف نازک کے تعلقات باہمی ہین اگر اسی اصول کو مدار رکھا جاتا ہے تو نتائج نہایت مذموم۔ مضرت رسان اور ناقابل تلافی پائے جاتے ہین۔

بقاے نسل کے لیے دنیاے حیوانات مین نر ومادہ کا اتصال ایک خاص وقت اور زمانہ کا پابند ہے۔ اور اشرف المخلوقات کے علاوہ کوئی حیوان زمانۂ مقررہ کے خلاف اس فعل اتصال کے جرم کا ارتکاب کبھی نہین کرتا۔ انسان ہی صرف ایک ایسا ناقص العقل حیوان ہے جو اپنے تعلق مستقل یا اتصال باہمی کے نازک اور اہم معاملہ مین عمر موزون اور سن مناسب کا لحاظ اکثر نہین کرتا۔

جس طرح ہندوستان علوم موجودہ سے ناواقفیت۔ تھی دستی اور طوق غلامی کو طوق زرین سمجھنے مین دُنیا کی کسی قوم وملت سے پیچھے نہین اسی طرح وہ اس غفلت۔ کورانہ روش اور اصولاً اور عقلاً ناپسندیدہ عمل درآمد مین بھی سب کے آگے ہے۔ نااتفاقی۔ ہماری ایک ممتاز صفت ہے۔ اگر اہل ہنود کی روش عموماً یہ ہے کہ وہ اپنی کنٹیاؤن کا گٹھ بندھن مناسب وقت سے کہین پیشتر کرتے ہین تو اہل اسلام کا رویہ یہ ہے کہ وہ اکثر اپنی لڑکیونکو بالغ ہونیکے بہت بعد زوجیت مین دیتے ہین۔ یہ دونون ملک عام اس سے کہان مین سے کس پر کون گروہ عامل ہے اور ہو۔ جس قدر زیادہ قابل لحاظ ہین۔ اُسیقدر زیادہ عام!

اگر آپکو عطر حنا درکار ہے تو صرف اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے طلب فرمایئے

قبل از وقت شادی

۱۔ عالم امکان کی کوئی شے ہو اور کوئی ہستی اگر وہ مناسب وقت اور موزون زمانہ سے پہلے استعمال کیجائے تو اُسکی قبل از وقت خستگی لازمی ہے اور یقینی۔ عورت کا حُسن و شباب جو فی الحقیقت اُسکی تخلیق مقصد کی کامیابی کا اگر مطلقاً نہین تو بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اس قبل از وقت استعمال سے اپنی فطرتی نکھار اور لطافت کو ہرگز نہین پہنچ سکتا۔ اور یہہ ایک ایسی پائمالی ہے جسکی مثال اقویات مین قریب قریب ناممکن اور محال!!

نیا دانہ اور نیا پانی! نئے گرد و پیش اور اُنکے اثرات؟ حفظ مراتب اور امور خانہ داری کی قابل تحسین انجام دہی! ساس نندون کے دنخراش طعنہ بسسرال کے بچہ بچہ کی نکتہ چینی۔ آئے گئے کی پھبتیان اور ان سب پر خاموشی! والدین اور اعزا کی مفارقت اور اسکا رنج!! یہ سب کچھ اور ایک ناسمجھ۔ ناتجربہ کار اور کم سن لڑکی!!!

ماہران اخلاق چشم حقیقت سے ملاحظہ فرمائین کہ ان امور کی انجام دہی اور پوجھہ احسن انجام دہی کا بار عظیم ایک مختصر سن و سال لڑکی کس حد تک اُٹھا سکتی ہے اور پھر اس یقینی ناکامیابی کے ناگزیر تلخ نتائج کا اثر ماحول متعلقہ پر کیا ہوگا۔

شوہر اگر جوان ہونے کے علاوہ انسان بھی ہے تو وہ ایک مذاق صحیح لطف صحبت اور مخصوص دلچسپی کا بھی متلاشی ہوگا! کیا ایک کم سن بچی اس تلاش کو پورا کر سکتی ہے؟

یہی نہین۔ اُسے شوہر کا مزاج دان ہونا چاہئے اور اُسکا غمگسار۔ لیکن افسوس وہ ابھی کمسن ہے اور بہت کم سن اور اس مین طفلانہ حرکات موجود ہین۔ اور کیون نہون ابھی اسکا عالم طفولیت ہے۔ ابھی اس کے کھیلنے کھانے کے دن ہین نہ کہ بیوی بننے کے۔

اس رسم قبیح کے اثرات اگر غور سے دیکھا جائے تو متعدی در بلا بلکہ مستقل ہین۔

۲۔ فرض کیجئے آج کی سیر گلشن مین ایک قسم کے بظاہر ہم عمر تین پودون کی نرم اور نازک پتیون کو آپ نے نوچا اور اُنکے نرم اور کمزور ڈنٹھلون کو لاپروائی اور بیدردی سے توڑا مروڑا۔ زندگی تجربات اور مشاہدات کا مجموعہ ہے۔ آپ نے اپنی اُس شام کی شوخی طبع کے کرشمہ ملاحظہ فرمائے! قدرت بہ زبان بیزبانی کیا معنی خیز سبق دیتی ہے اور کیسے عبرت انگیز اصول بتاتی ہے! اسب سے کنارہ والا پودہ باوجود آپکی دست درازی کے ہرا بھرا اور سرسبز و شاداب موجود ہے۔ اسکے بعد والا یعنی درمیانی پودہ جو آپ کے تصرف سے آزاد رہا تھا تر و تازہ۔ فضاے بسیط مین انگڑائیان لے رہا ہے۔ تیسرا یا آخری پودہ آپکی دست برد کے نظر ہو گیا۔ نہ اُس مین وہ تری ہے نہ وہ تازگی اور نہ وہ قوت نمو جو پہلے اور درمیانی یعنی اول الذکر اور ثانی الذکر پودے مین۔ وہ زندہ تو ہے مگر حقیقتاً مردہ اور مقابلتاً زندہ درگور۔ آیئے غور کرین کہ اثرات مین اختلاف اور تفریق کس پوشیدہ قوت کی کارفرمائی ہے اور کن اصول کا کرشمہ!!

پہلا پودہ تیسرے پودہ کے مقابلہ مین ایسے سن و سال کو پہنچ چکا تھا اور اُسکے رگ و ریشہ۔ شاخ اور پتہ اسقدر قوی ہو چکے تھے کہ آپ کی شوخی و شرارت اس پر کوئی اثر بد مرتب نکر سکی۔ وہ اگر دوسرے پودے کے مقابلہ مین جو آپ کی جولانی طبع کا شکار نہین ہوا تھا۔ پیش نہ لیجا سکا اور اُس سے بہتر ہاتھ پیر نہ نکال سکا تاہم اُسکی ہمسری اور برابری کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ تیسرے یا آخری پودے کی تو مٹی ہی برباد ہوئی۔ آپ نے اُسے اُس شادابی اور تازگی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محروم کر دیا جو اُسکو جوانی کے وقت اور شباب صحیح کے وقت انکا لازمی اور فطری حصہ تھی یا جو چڑھتی جوانی مین جوبن کے نکھار پر اس درخت کی قسمت ہو گی جو آپ کے دست تطاول سے محفوظ رہگیا۔ یہی نہین بلکہ ابتو خدا ہی مالک کہ اسکا شباب شباب صحیح کہا جا سکے اور اُنکی جوانی واقعی جوانی کہے جانیکے لایق بھی ہو سکے۔ اس خرابی و تباہی مین یہہ راز

کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے لئے تار کا پتہ صرف "حنا" لکھنؤ کافی ہے

مضمر ہے کہ اسے قبل از وقت استعمال کیا گیا۔ اور مناسب ۱۸ سال سے پہلے استعمال کیا گیا۔ اس کے پتے اور شاخین تمام عمر اس ناعاقبت بین دست درازی کا نوحہ پڑھین گی اور اسکی مظلومیت تمام عمر اس کی بدقسمتی کا ماتم کریگی۔

دوسرے الفاظ مین قبل از وقت شادی عورت کو اُس حُسن شباب پر اُس آب و تاب کے ساتھ جو اُنکا لازمی اور فطری جوہر تھا نہین پہنچنے دیتی اور کبھی ہرگز نہین پہنچنے دیتی۔ وہ اُس کے رنگ و روپ کو تباہ کر دیتی ہے اور مستقل طور پر تباہ کر دیتی ہے اور اُس مین وہ کیفیت اور لذت نہین آنے دیتی جو خزانۂ قدرت سے اُسکا حصہ تھی۔ آپ اسکی ترقی حُسن کو اور روز افزون ترقی حُسن کو محض روک ہی نہین دیتے بلکہ کچل دیتے ہین اور ملیامیٹ کر دیتے ہین۔

۳۔ اس سے پھر بس نہین بلکہ عورت کی تندرستی خراب ہو جاتی ہے اور اُسکی صحت مین گھُن لگ جاتا ہے! اس کے اعضائے نسائی غیر معمولی طور پر متاثر اور کمزور ہو جاتے ہین اور اُسکے اعضا و جوارح مین طبعی تک پہنچنے سے پہلے ہی انحطاط شروع ہو جاتا ہے۔ کتنے جنین زمانۂ حمل کی تکمیل سے پہلے ہی ضایع ہو جاتے ہین۔ کتنی کمسن مائین بنتے بنتے دنیا کو خیرباد کہدیتی ہین۔ اور کتنی ایک نوزائیدہ نحیف و نزار معصوم کو سوسائٹی کی کج فہمی۔ ناعاقبت اندیشی اور اپنی نامراد موت کی یادگار چھوڑ جاتی ہین کتنے ہی واقعات ایسے ہین جن مین ماں اور ماں کی آغوش کا ثمنی دونون پیوند خاک کرنا پڑتے ہین۔ ماں کی جسمانی اور دماغی کمزوری کا اثر اولاد پر منتقل ہوتا ہے۔ بچے دُبلے پتلے کمزور و ضعیف۔ ابتدا ہی سے مختلف امراض کا شکار رہتے ہین جسم و دماغ کا انحطاط اور عمر کا اختصار ہماری نسلون کی آبائی میراث بن جاتا ہے۔

بعد از وقت شادی جس طرح یہ عقل و فطرت کے مترادف ہے کہ عورت مناسب سن و سال سے پہلے "بیوی" بنا دیجاے اُسی طرح یہ بھی صریحی ظلم ہے کہ اُسکو مناسب اور مقررہ عمر کے بعد تر و بیچ کیا جائے۔

۱۔ شباب اور چڑھتا ہوا شباب عورت کی عمر کا وہ حصہ ہے جس پر اثر کو خود خواہ وہ کسی طبقہ کی ہو۔ ناز ہوتا ہے۔ یہی وہ زمانہ ہے جب اُسکی کا فرادائی اور فتوحات کا دائرہ۔ اگر آپ مبالغہ نہ سمجھین۔ غیر محدود ہوتا ہے۔ اور یہی وہ ممتاز وقت ہے جب وہ اپنی تخلیق کی غرض بدرجۂ احسن بلکہ بدرجۂ اتم پوری کر سکتی ہے۔ اِس زمانہ مین اُسے گھر بسائے رکھنا۔ اور زینتِ پہلو ہونیکے بجائے ناکتخدا رکھنا قدرت کی منشا اور اُسکی مقصد خلقت کے کس درجہ برعکس ہے! یہ ایک ایسا ناقابل تلافی ظلم ہے جس کے لئے عورت آپکی کثرت غفلت اور صریحی جہالت کی شکار عورت۔ تمام عمر کف افسوس ملتی ہے۔ اور سوائے حسرت حاصل اُسے کچھ حاصل نہین ہوتا۔ اسکی عمر کے بہترین حصہ کو اسکی تکمیل مقصد کے بغیر سپرد گردش لیل و نہار کر دینا عورت کے ساتھ عورت کے محسوسات کے ساتھ اور عورت کی نسائیت کے ساتھ ایک ایسا دوامی اور عظیم احسان ہے جس کے لئے اسے تمام عمر منفعل اور محجوب ہونا پڑیگا۔ صرف اپنی ہی نظرون مین نہین بلکہ اپنے شوہر کی امیدوار نظرون مین بھی اور پھر بھی وہ اِس احسان سے عہدہ برآ نہین ہو سکتی۔

وہ سوچتی ہوگی اور ضرور سوچتی ہوگی کہ اسکی دولت حسن بیٹھے بٹھائے لٹ گئی۔ اُسکی جوانی رائیگان گئی اور اُسکا شباب بیکار گزر گیا۔ وہ محسوس کرتی ہے۔ قدم قدم پھر محسوس کرتی ہے اور ناقابل بیان رنج و تاسف کے ساتھ محسوس کرتی ہے کہ اُسکی قدر و قیمت گھٹ گئی اُسکے حُسن کی گرم بازاری کافور ہو گئی۔ اور اُسکی مقناطیسی کشش اسکا ساتھ چھوڑ گئی۔ چھوڑ گئی اور ایسے وقت مین چھوڑ گئی جب اُسکی ضرورت بدرجۂ اولیٰ ہے۔ وہ اپنی اس بیرنگی اور بے قیمتی پر کڑھتی ہے اور خون کے آنسو روتی ہے۔

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر حنا کا نسخہ کسی دوسرے عطر ساز کو دستیاب نہ ہو سکا

اُسکی ناقدری و بے قیمتی کا عذاب - اُسکے غم و الم کا بار اُسکے حسن و شباب کا خون - یاد رکھئے - آپ کی گردن پر ہے اور صرف آپکی گردن پر!!!

۲- اِس فعل ناپسندیدہ کے اثرات بھی لازمی نہین بلکہ متعدی ہین - اگر چشم حقیقت نگر سے دیکھا جائے تو صاف نظر آئیگا کہ عورت کو اُسکی مقررہ عمر کے بعد منسلک کرنیکے نتائج عورت کی ذات سے متجاوز ہو کر شوہر تک پہنچتے ہین - اور جب عورت اور مرد دونون کا علیٰ قدر کیف متاثر ہونا لازم تو دونون کے تعلقات کا اثر پر پر ہونا مستقلاً اثر پزیر ہونا لازم تر - شوہر شریف اور عقیل شوہر جس مین جذبۂ حیوانیت کی بجلی موجود ہے - عورت کی بیرنگی و بے قیمتی سے متاثر نہو - ناممکن اور محال!! عورت کچھ ہی کرے وہ اُس جذب و کیف کو نہین پیدا کرسکتی جو قدرتی اور فطرتی تھی - شوہر کی مایوسی - ابتدائی مایوسی اور ایک حد تک دوامی مایوسی ظاہر ہے کہ عورت کی قدر - قسمت اور قیمت کے ساتھ کیا کریگی!!!

اکثر مثالین ایسی ہین جہان عورت کے حسن کی تارون بھری چاندنی سفیدی سحر سے مبدل ہو جاتی ہے اور اس کے حسن و شباب اور جذب و کیف کا سویرا ہو چکتا ہے - مردمین قوت و قابلیت کی موجودگی اور عورت مین اُنکی قلت یا عدم موجودگی!! صورت واقعات کیا ہوگی اور کیا ہوتی ہے!!!

۳- فضلاے طب کی تحقیق ہے کہ بلوغ کے بعد قدرت عورت مین حمل کی قابلیت پیدا کر دیتی ہے - اور اِس قابلیت یا کیفیت کی ابتدا اور انتہا کے لیے کچھ واضح نشانات اور علامات! عورت ایک خاص اور مقررہ عمر تک حاملہ ہو سکتی ہے - اور اِس قابلیت اور ناقابلیت کا وجود و عدم اُن علامات کی موجودگی اور غیر موجودگی پر کلیتہً منحصر اور مبنی! اگر مقررہ عمر کے اندر وہ حاملہ نہو تو یہ علامات غائب اور مفقود ہو جاتی ہین اور اُنکی مفقودگی کے اثرات عورت کے جسم اور جسم کی ساخت پر تمام تر مرتب ہوتے ہین - اِس تحقیقات سے بادی النظر مین اور واضح نتائج مرتب ہوتے ہین - اول تو یہ کہ قدرت نے عورت کے حاملہ ہونے کے لیے ایک زمانہ متعین اور مخصوص کیا ہے - اور اِس مقررہ زمانہ کو غالباً ہماری سہولت کے لیے کچھ واضح علامات سے ظاہر کر دیا ہے!

دوسرے یہ کہ ان علامات کے غائب ہو جانیکے بعد استقرار حمل کی امید عبث - اولاد کی تمنا بیکار - اور قیام نسل کی آرزو - خیال!! عورت کو ایسی عمر تک تا کتخدا رکھنا کہ اُسکی قبول حمل کی قابلیت یا اُسکی تکمیل آفرینش - معرض خطر مین آجائے یا بکلتہ کالعدم ہو جائے - ایسا گناہ عظیم ہے کہ اُسکا کفارہ نہ دنیا مین ممکن نہ عقبیٰ مین!!

تجربات کا خزانہ - (بیوقوفی کا بوٹ) اور عقل کا مجسمہ (پیرانہ سالی) ہونے کے باوجود عقل اور آنکھون پر جہالت - غفلت اور حق فراموشی کے موٹے موٹے پردے! جوان - جذبات صحیح سے سرسبز اور فطرتی احساسات سے مکلف لڑکی کو گھر بٹھائے رکھنا! اپنے کو اِس عظیم ترین حق و بار سے مستغنی اور آزاد سمجھنا اور پدر مشفق کے بھیس مین جذبات کشی اور دختر کشی کی ظالمانہ - جاہلانہ اور کورانہ روش اپنی نوع انسان کے ساتھ سب سے بڑا اور وحشیانہ ظلم اور آخرت کا ناقابل عفو گناہ ہے - مظلوم اور مجبور لڑکی کی ہر آنے جانیوالی سانس تو آپ کے لیے آہ مظلوم کا کام کریگی مگر یاد رہے کہ قدرت منصف مزاج (خواہ آپ کسی ملت و مذہب کے ہون) اِس صریحی غفلت اور فرائض و حقوق کے عدم تکمیل کے لیے ممکن سختی اور شدت کے ساتھ آپ سے پرسش فرمائیگی -

نظر حقیقت مین اور حق پسند کے لیے ہولناک سبق آموز ہین وہ وجود اور متنفر انگیز اور عبرت خیز ہین وہ افراد جو گھرون کی

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا ٹیلیفون نمبر ۱۳۹ ہے

چار دیواری مین اپنی جوان لڑکیون کو زندہ درگور کے دنیاے دون کے مہلات اور لغویات مین مستغرق - اس نازک اور اہم ترین حق اور فرض سے غافل ہین -

مجھے اقرار ہے کہ میرے الفاظ قبل از وقت شادی اور بعد از وقت شادی کی قبیح - تلخ اور مضر رسم کی مکمل تصویر نہین پیش کر سکے "انشاے عریان" کے خوف کی وجہ سے یا بعض مطالب پر تو مطلق نظر ہی نہین کیجا سکی اور یا اشارے اور کنایہ سے کام لینا پڑا مین محسوس کرتا ہون کہ ایک ایسی خشک بحث جو "ادب لطیف" تو در کنار ادب کی چاشنی سے بھی عاری ہے کسقدر دلچسپی اور توجہ کے ساتھ پڑھی جائیگی -

ازہر دوئی

محمد صادق حسین علیگ
بی - اے -

نغمۂ شہید

(از جناب مولانا مولوی محمد صبغۃ اللہ صاحب شہید انصاری فرنگی محلی لکھنوی)

فکر دارین سواسب سے ہے دیوانے کو
وہ بقا موت کو، گھر کہتا ہے ویرانے کو

اٹھتے ہی ابر بہاری نے بڑھایا یہ جوش
گھر سے صحرا نظر آنے لگا دیوانے کو

ختم ہونے کے قریب آگئی روداد حیات
آپ اب آئے ہین سننے مرے افسانے کو

دیدے تلچھٹ ہی مجھے بھیک سمجھکر ساقی
بھر دے پھولون سے خدا اس ترے میخانے کو

فکر امروز ہے اس کو نہ غم فردا ہے
لوگ دیوانہ نہ سمجھین ترے دیوانے کو

دوستون کے نہ کرم ہین نہ ستم دشمن کے
شام غربت نے کیا ختم اس افسانے کو

اب نہ ہے شکر و شکایت نہ وہ ذکر من و تو
آگیا لیجئے ہوش آپ کے دیوانے کو

وہ بھلاوے دیے اُن کی نگہ شوخ نے آج
پھر سے دُھرانے لگا مین اسی افسانے کو

جس کے پرتو سے ضیا پاش ہوئے شمس و قمر
کاش روشن وہ کرے میرے سیہ خانے کو

دن بدن ناز سے بڑھتی ہی رہی شان نیاز
دیدیا طول تمھین نے مرے افسانے کو

آیئے چل کے بھسین کوچۂ جانان مین شہید
موڑیے کعبہ سے منہ، چھوڑیے بتخانے کو

موسم گرما مین روح خس اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے کارخانہ کا استعمال کیجئے -

شعر اور علم

(از جناب مولانا شاہ محمد فاخر صاحب بیخود الہ آبادی مدظلہ)

شعر گوئی - اگر محض خیالات - واردات - مناظر - اور باصطلاح حاضر - جذبات کی تفسیر کا نام ہے - تو زیادہ علم کی محتاجی سے آزاد ہے - اور اگر حقائق - معارف - حِکَم - اسرار - فلسفۂ درد - تاثیر جمال کیف عشق کے بیان صحیح کو بھی کہتے ہین تو یقیناً - وسعت علم - اور قوت اظہار مقصد واقفیت زبان پر موقوف ہے -

جس طرح حروف کی ترکیب سے الفاظ اور الفاظ کی ترتیب و ترکیب سے جملے بنتے ہین - جملون کی تنظیم و تہذیب سے شعر بنتا ہے حروف کے تنافر سے الفاظ کا پاک ہونا فصاحت لفظ ہے - اور الفاظ کے تنافر سے خالی ہونا شعر کو فصیح بنا دیتا ہے - غیر مانوس الفاظ - قلیل الاستعمال تراکیب سے کلام بلیغ نہین ہو جاتا - جو لغات زبانون پر زیادہ چڑھے نہین - انھین اگر کسی شعر مین آجکل لوگ دیکھ لیتے ہین تو بلیغ - بلیغ ہے - کے غل سے آسمان سر پر اٹھا لیتے ہین - جس طرح پر کلام بلیغ فصیح ہوتا ہے - فصاحت مین بھی بلاغت سے لچک اور چمک پیدا ہو جاتی ہے -

دنیا کی تمام زبانین حاجتمند وسعت ہین - عربی باوجود بے حد وسیع ہونے کے اب بھی دوسری زبانون سے امداد پاتی جاتی ہے - پھر ہماری اردو کا کیا کہنا ہے - جس کا وجود ہی تمام زبانون کی آمیزش اور اعانت و شرکت سے ہوا - یہان ایک انوکھی بات اور کہنے کو جی چاہتا ہے - حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام اشیاے موجودہ و آیندہ کے اسما سکھاے گئے تھے - اور اُنکا ہبوط ہندوستان مین ہوا - فلسفہ کا قول ہے - ہر چیز اپنے خیر کو جاتی ہے - اگر ہندوستان مین ہمہ گیری - ہمہ دانی کا مادہ فطرتاً نہ ہوتا تو حضرت آدم کسی اور جگہ اوترتے - اس لیے - ایک عرب - ایک انگریز - ایک ترک - ایک افغانی - ایک چینی ایک جاپانی - ایک فرینچ ایک روسی - اردو نہ صحیح بول سکتا ہے - نہ صحیح و فصیح لکھ سکتا ہے - مگر ہندوستانی عربون کی طرح عربی - انگریزون کے مانند انگریزی - ترکون جیسی ترکی - افغانیون کے برابر افغانی - چینیون کے مشابہ چینی - جاپانیون کے مثل جاپانی - ایک فرانسیسی سے کلہ بکلہ فرینچ - روس والون سے صحیح روسی بولتے ہین - بلکہ اہل زبان کو اپنی زباندانی - گویائی - عبور محاورات چکر مین ڈالدیتے ہین -

زبان اظہار مافی الضمیر اور بیان مقصد کا ذریعہ ہے اشارون کے بعد صوت کا نمبر آتا ہے - صوت سے حروف کی خلقت ہوتی ہے - مختلف مواقع کیلیے - تنوع اصوات الفاظ پیدا کرتا ہے - ضرورت الفاظ سے جملے - عبارتین بناتی ہے - جب اپنے ملک کے الفاظ - لغات - محاورات - بیان مدعا مین کافی نہین ہوتے - دوسرے ممالک سے عاریت لی جاتی ہے - مستعار کے بعد قرض - قرض کے بعد خریداری کی نوبت آتی ہے - یا غصب و زبردستی کی جاتی ہے - اس طرح روزانہ بڑھتی پھیلتی اور وسیع الذیل ہو جاتی ہے - اردو جیسے ایجاد کے زمانہ مین مہمان نواز تھی - آج بھی الفاظ کو اپنے کنار عاطفت مین لیتی ہے - اور انھین اپنا بناتی جاتی ہے - یہ مشکل البتہ پیدا ہو گئی ہے کہ اکثر لوگ بے ضرورت بھی دوسری زبانون سے الفاظ صدقے کر اردو کے دامن کو کشکول گدا بنا رہے ہین -

جس کا سبب اکثر اپنی زبان سے عدم واقفیت - اور اپنے

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا بنایا ہوا عطر حنا ہر موسم مین استعمال کیا جاتا ہے

الفاظ پر عدم عبور ہے۔ روزمرہ کی بول چال الگ رہی۔ نفیس نثر مین عمدہ شعر مین۔ غیر مانوس الفاظ۔ نامستعمل تراکیب سے اطلس مین ٹاٹ کا پیوند جڑنا خدا جانے کیونکر پسند طبع ہے۔ ہان الفاظ کی نامانوسیت کا اعتراض بیشتر بے علمی اور جہل سے بھی ہوتا ہے۔ اس لیے نظم ونثر لکھنے والے کو علم اللسان۔ ترکیب الفاظ۔ اصول بدیع۔ قواعد بیان پر ایسا عبور ہونا چاہیے کہ غیر مانوس بھی مانوس بنجاے جیسے امام الشعرا حضرت شیخ ناسخ کو تھا مثلاً اُن کے اس شعر مین ؎

طمع ہے انصاف دوستان سے کہ اتنا فرمائین نکتہ داں سے
کیا ہے ناسخ نے آسمان سے بلند تر رتبہ اس زمین کا

لفظ طمع۔ ثقیل ہے۔ لیکن دوسرا کوئی لفظ اس وزن کا طمع سے زیادہ لطیف۔ شعر کے مناسب مل نہین سکتا۔ اس صنف خاص مین غالب کو قدرت نے خاص سلیقہ مرحمت فرمایا تھا۔

لغات کو صحیح معنی مین استعمال کرنا۔ حضرت رشک اور اکثر تلامذۂ خاندان ناسخ کا تمغۂ امتیاز ہے۔ ذیل کے دو شعر جناب رشک کے ملاحظہ ہون ؎

وقتِ حساب کثرتِ اعیار و صل مین کہتے ہین بات ٹال کے گنتی غلت ہوئی
سودا ہے حاسبانِ قیامت کا آپ کو تعدادِ جرم اہل معاصی غلت ہوئی

لفظ "غلت"، کو تاے قرشت کے ساتھ استعمال فرما کر مقطع ترتیب دیتے ہین ؎

پردا ے حرف گیری اہل سخن نہین
اے رشک مستند جو کتاب لغت ہوئی

اصل یون ہے کہ جس طرح کثرت حروف کثرت معنی پر دلیل ہے۔ تغیر حروف۔ تغیر معنی پر دلالت کرتا ہے۔ "غلط"، طاے حطی سے عام غلطی کلام مین مستعمل ہے۔ اور "غلت"، تاے قرشت سے حساب مین غلطی کے لیے آتا ہے۔ متنبی نے کہا ہے ؎

غلت الذی حسب الشعور بآیۃ
ترتیلک السّورات من آیاتھا

مدت ہوئی۔ ریاض الاخبار گورکھپور مین لفظ "ایجاد" کی تذکیر و تانیث پر بحث کرتے ہوئے مضمون نگار نے ان دونون شعرون کو لکھکر تحریر فرمایا تھا کہ صاحب زبان کو اختیار ہوتا ہے جو لفظ چاہے اور جس طرح چاہے لکھ جاے۔ اس پر ایک اور صاحب نے جواباً تحریر کیا تھا کہ یہ "غلت"، "غلط"، کا ہم معنی نہین۔ بلکہ "غلو" سے نکلا ہے۔ اس سے بڑھکر کمال یہ کیا کہ "صراح"، کا حوالہ بھی دیدیا مجھے بیحد حیرت ہوئی کہ "غلو" سے "غلت"، کیونکر بن گیا۔ "عِدَۃ۔ زِنَۃ" "وعد"، اور "وزن"، سے نہین ہین۔ اگر "وغل"، ہوتا تو "غلت" بنجاتا۔ متنبی کا شعر یاد آگیا۔ پھر مقطع مین "کتاب لغت"، کا لفظ دیکھکر اوراق گردانی کی صاف نکلا۔ "غلت"، اور "غلط" ہم معنی ہین۔ عند الجمہور۔ بعض کے نزدیک "غلت"، حساب کی غلطی۔ اور "غلط"، کلام کی غلطی مین مستعمل ہے۔

آج کل ایک گروہ پیدا ہوگیا ہے۔ جو شاعر جذبات ہونے کا مدعی ہے۔ اس جماعت مین چند پڑھے لکھے لوگ بھی ہین۔ مین اپنے قصور فہم کا اقراری مجرم بنکر۔ جذبات کی شاعری کے سمجھنے سے مجبور رہون۔

واصلان کبریا کے دو گروہ تھے۔ ایک مجذوب ایک سالک۔ یا سالک مجذوب۔ یا مجذوب سالک۔ جذبات کون سا صیغہ ہے اسکا وزن کیا ہے۔ اس کا ترجمہ کیا ہے اسکا معنی کیا ہے۔ جس جگہ لوگ اسے استعمال کر رہے ہین وہ کس معنی مین مستعمل ہوتا ہے۔ قاعدہ صرفی سے کیا قرار پاتا ہے۔ حرکات حرفیہ کیا ہین۔ ارباب لغت نے

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے ایجاد کردہ عطر حنا کو ماہرین فن نے بہترین عطر مانا ہے

کیا تحقیق کی ہے - ایک ایک لفظ کے لئے کم سے کم اتنی باتین دریافت طلب ہوتی ہین -

ملک کی بدقسمتی سے جہل مذہبی کا اتنا شیوع ہوگیا ہے کہ شخص تفسیر قرآنی - توضیح احادیث - استخراج مسائل کی قابلیت کا مدعی ہو عبارۃ النص - دلالۃ النص - اشارۃ النص - اقتضاء النص - کلام کے سیاق - سباق - مقتضاے حال - ناسخ منسوخ - مجمل مفصل - محکم - متشابہ - تاریخ شان نزول - فلسفہ لغت - محاورات عرب - معانی - بیان بدیع - اسالیب کلام - اصول فقہ - اصول حدیث - اصول تفسیر - اسماے رجال - کلام جاہلیت پر عبور - قلت واسطہ حالت روایت - تقوی - زہد - تاریخ لغت - عرب العربا کے طرز ادا - اصطلاحات خداوندی - سیرت نبوی کا علم اتم - فہم صحابہ کا ادراک کامل - علل اہلبیت کا وقوف صحیح - ذہن ثاقب - راے صائب - تجربۂ عالم - آگاہی کائنات علم الحیوان - جغرافیہ وغیرہ وغیرہ ہزارون باتین ہین - جنکے جاننے والے علحدہ علحدہ تو ملتے نہین - نہ کہ کسی ایک شخص مین اتنا کمال - اور قوت اجتہاد کا اعلان - اسی طرح - چند الفاظ کے الٹ پھیر - تغیر ترکیب کا نام شاعری ہے - جدت مضامین تو کہان - جدت ادا الفاظ نوی کا ملنا محال ہے

علی حزین نے - میرا فضل ثابت اکہ آبادی کے ایک شعر کو سرقہ کہا تھا - میر فاضل ثابت نے حزین کے پانسو اشعار سرقہ کے نکال کر کھدیئے حزین سے کوئی جواب بن نہ آیا - عادت کے خلاف ساکت رہنے پر مجبور ہوے -

بہرحال شاعری کو جن لوگون نے کھیل سمجھ لیا ہے اُن سے گزارش ہے - کسی اور طرف توجہ فرمائین - اس غریب کو اپنے توجہات سے محروم ہی رہنے دین - یا تحقیق الفاظ - تدقیق معانی مین سعی ہو تو سے دریغ نہ کرین - اساتذہ کے کلام پر استفادہ کے لیے نظر رکھین - علوم ضروریہ ضروریہ صرف ونحو - معنی بیان بدیع - اسالیب ادا مین مہارت پیدا کرین - یہ مانا کہ قواعد وعروض - ایجاد زبان کے بعد بنے - مگر اب تو پابندی لازم ہوگئی ہے - کسی شاعر کو اسکا حق نہین کہ ضبط قواعد اور مسلمہ اصول سے انحراف کرکے - سن مانی ترکیبون سے شعر کہے اور اُسے مجمع کملامین مقبولیت کی بھی طمع ہو -

فقیر سید محمد فاخر نجّد محمدی اجملی
اکہ آبادی عفی عنہ

شعر کہنی ہے
آج تک جس قدر رسالے اردو گلدستے نکلے ان سب مین
اردو علم اور ادب کا ہوا ہر سلہ
اقبال
ہی صحیح معنون مین زبان اردو کا مثل حامی - ملک اور قوم کا دلدادہ فیر خواہ - دردِ دل کا ذریعہ
ماہانہ مضامین کا عمدہ مجموعہ - اسلوب طرز معاشرت کا بہترین راہنما - اردو فارسی کا
بہترین نمونہ - ہندی اور انگلش فقروں کا محسن - ہر پرچہ کا حاصل کرنا
انجمن اشاعت اردو کی حمایت مین
ہندوستان کے مشہور ادیبون اور اہل قلم صاحبون کے علمی ادبی اخلاقی تحقیقی انجمن مذکور
نظم ونثر سے مملو ہوگا خریداروں کی آسانی کے لئے قیمت سالانہ صرف ۴ روپیہ رکھی گئی ہے
آنریبل میر بہرام خان صاحب مرحوم سے مرتبہ پہلے پرچہ کی قیمت ۸ روپیہ وصول ہوئی تھی
ہے بلا نام اگر گیارہ پرچے کی بذریعہ وی پی دفتر اقبال پر بھیجدی جائے
خاص خاص جوابات تمام خریداروں کے نظر کئے جائینگے قیمت سالانہ صرف ۴ روپیہ
فی پرچہ چھ آنہ نمونہ مفت طلب کرنا چاہیے -
المشتہران اراکین انجمن اشاعت اردو
مطبوعہ انجمن اشاعت اردو

اکثر ہر عطر روح کہکر فروخت کیا جاتا ہے مگر صغیر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ صرف گلاب جنس اور پانڑی کی روح کے سوا کسی عطر مین روح کا نام نہین لیتے

ہندوستان کی عریاں نویس خواتین

(مرقومۂ جناب کنیز فاطمہ علی احمد صاحبہ از گلاؤٹھی)

بیبیانہ مضامین پہ صلواتین ہین
شدتِ پردہ کمی پر ہے چلے جاتے ہین

جناب اڈیٹر صاحب - تسلیم - مندرجۂ بالا عنوان سے آپکے مقتدر رسالہ "مرقع" مین چند لکھنے والی مسلمان خواتین پر لعنت کی بوچھار میری نظر سے بھی گزری - مین اس پر اپنے خیالات مرسل خدمت کرتی ہون - امید ہے جب ایک مضمون آپنے شایع فرمایا ہے تو اسکو بھی نومبر نمبر "مرقع" مین جگہ دے کر مشکور کرین گے -

جناب مولانا مسعود الرحمن خان صاحب ندوی کا بیش بہا عطیۂ خیالات جو اُنھون نے اپنی ہندی پردہ نشین مسلمان خواتین کو عنایت کیا ہے، ہماری صنف کے لئے بہت کچھ باعث مشکوری ہے اگر کسی کام مین زمانہ مخالفت نہ کرے تو کام کرنے والون کی ہمتین دبڑھین - اور مولانا صاحب نے کوئی نرالی مخالفت بھی نہین کی صرف "آزاد نویس بے شرم خواتین" کو ذرا نصیحت فرمائی ہے کہ آیندہ ایسا نہ کرین - یہ ہر ایک کو حق حاصل ہے کہ اپنا اپنا خیال ظاہر کرے کوئی معترض نہین ہو سکتا - مجھے اس وقت جو عرض کرنا ہے وہ یہ ہے کہ غصے مین مولانا مدظلہ نے بعض ایسے الفاظ لکھدئے ہین جو نہ چاہیئے تھے اور یہ کہ نذر سجاد حیدر صاحبہ کی طرف سے مولانا ممدوح کو غلط فہمی بھی ہوئی ہے - ورنہ نذر سجاد حیدر صاحبہ کا کوئی لفظ اُن ہر دو مضامین مین قابل اعتراض یا حیا سوز نہین ہے - مین نے بھی "حرم" کے وہ دونون مضمون پڑھے ہین - بیشک موجودہ سخت پردے کے خلاف وہ ضرور ہین اور غالباً یہی امر مولانا ؤن کو کھٹکتا ہے - اب سے کئی برس پہلے ایک اور ندوی مولانا مدظلہ نے نذر سجاد حیدر صاحبہ کے ایک مضمون پر "معارف" مین بہت کچھ تنبیہ کی تھی یہ کوئی نیا عطیہ نہین ہے - اِس فرقے سے ہمیشہ آزاد خیال لوگون کو ایسا ہی انعام ملا کرتا ہے - اِس وقت بھی مولانا موصوف کو اُنکی آزاد خیالی پر دہ شکنی کا اظہار بذریعۂ افسانہ ناگوار گزرا ہے - اسی کو "بے شرمی حیا سوزی" لکھکر ظاہر کیا ہے - ورنہ اُنکے افسانون مین کبھی ایسا ایک لفظ بھی نہین ہوتا، جو قابل اعتراض ہو - ہان وہ پردے کے خلاف ہین - اور پردے کو مانع ترقی و تعلیم نسواں خیال کرتی ہین سو یہ اپنا اپنا خیال ہے ہر ایک مختار ہے مگر ایک عرصۂ دراز سے مین اُنکے مضامین دیکھ رہی ہون، جب مین بھی لڑکی تھی اور اُنکی بھی شادی نہین ہوئی تھی، گو اُس وقت وہ آزادانہ نہین لکھتی تھین مگر بعد شادی انکو شوہر بھی آزاد خیال ملا جس نے اُن کا وہ پہلا شدید پردہ بھی نہ رکھا - اسی پر مجھکو خیال آیا ہے کہ آپکا یہ شعر کہ "بیٹھکر پردے مین بے پردہ ہوئی جاتی ہین"

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کی شہرت کا باعث صرف عطر حنا ہے

مسز سجاد حیدر کے لئے صحیح نہین ہے وہ پردے مین نہین ہین کب کی بے پردہ ہین - رہی "عریان نویسی" - اسکی بابت ایک مین نہین، سیکڑون ہزارون اُنکے مضامین اور افسانے پڑھنے والے اس امر کی تردید کرسکتے ہین - وہ یورپین طرز معاشرت اور یورپین تربیت کے نمونے دکھاتی ہین، جیسے کہ فی زمانہ پانچ فیصدی ترقی یافتہ مسلمان گھر موجود ہین مگر بے شرمی، حیا سوزی کبھی کسی لفظ سے ظاہر نہین ہوتی ہے - اُنکے مضامین کی ادبی دنیا مین مقبولیت اختر اسی، مگر اتنا تو مین بھی جانتی ہون کہ صرف ایک مضمون کے لئے اڈیٹر لوگ برسون اپنے اپنے اخبار دیتے ہین اور زنانہ رسائل اُنکا نام مقبول نام اپنے جرائد کے سرورق پر لکھنے کے متمنی رہتے ہین - یہ اور بات ہے کہ وہ رسائل کوئی علمی مذہبی پرچے نہین ہین نہ اُنکی اڈیٹر بیبیان ہی عالمہ فاضلہ ندوی - جس پایہ کے اڈیٹر ہین اسی قابلیت کی نذر سجاد حیدر ہین - سو ندوی صاحب کے خیال مین وہی کب قابل ستایش ہین - بیچاری اڈیٹر صاحبہ "حرم" کو بھی لے ڈالا ہے، حالانکہ وہ بہت ہی سمجھدار محتاط بی بی ہین اور باوجود ڈاکٹر ہونے کے سُنا جاتا ہے کہ پردہ نشین ہین - مگر چونکہ نذر سجاد حیدر صاحبہ کا مضمون شایع کردیا، گنا ہگار ہوگئین -

بیشک نذر سجاد حیدر صاحبہ کو آنسری مصری و خالدہ ترکی لکھنا اُنکی قدردانی تھی ورنہ وہ اِس قابل نہین - وہ کیا ہندوستان بھر مین سوا ایک ہندو خاتون مسز نائیڈو کے کوئی بھی خالدہ خانم کے ہم پلہ نہین ہے - مگر ہم بخوبی جانتے ہین کہ انہین وجوہ سے ان مولاناؤن کو خالدہ ہی کب پسند ہین - انکے لکھے ہوئے آزادانہ افسانے ہمارے مُلّا صاحبان دیکھین تو کانپ اُٹھین - ہم نے کسی کسی افسانہ کا ترجمہ مرحوم نواب صاحب اسمٰعیل آگرہ کے یہان دیکھا تھا - کون پسند کرسکتا ہے کہ شریف باعزت خاتون ایسا کھلا کھلا اظہار جذبات کرے رہا یہ کہ خالدہ خانم علاوہ اس ناپسندیدہ و نقصان دہ کام یعنی "عریان نویسی" کے اور قومی کام تو اچھے کر رہی ہین - اسکا جواب یہ ہے کہ انکو موقع دیا گیا ہے، تعلیم دی گئی ہے - آزادی دی گئی ہے - اگر ایسی ہی تعلیم اور اسی قدر آزادی ہم ہندی پردہ نشینون کو بھی دیجائے تو ہم بھی یہی کچھ کر دکھائین - ایک جاہل بی بی وزیر تعلیم نہین ہوسکتی اور پھر پردہ نشین - ایک جاہل عورت فوج کی کمان نہین کرسکتی برقع پہن کر -

اب ہادیان دین ! پہلے اِس قدر آزادی تو جائز کردین کہ خالدہ خانم کی طرح بے پردہ ہوکر دوسرے ممالک مین جاکر تعلیم تو حاصل کرائین، پھر اُن سے اُنکے کامون کے متوقع ہون - فی الحال ذرا سی اُردو دیکھی ہے اسی مین اپنے اپنے خیالات کے موافق اناپ شناپ لکھ دیتی ہین -

اِس فرقے نے ہمیشہ بُرا کہا اور کہے گا - مگر زمانہ کی رفتار اور ہی چیز ہے - اسے کوئی نہین روک سکتا - پردہ اب دُنیا سے نابود ہو رہا ہے اور انشاء اللہ ہوکر رہیگا - تب ہی ہمارے دن بہرین گے اور ہم بھی مصری ٹرکی بہنون کی طرح ترقی کرین گے - اسی ہندوستانی پردے نے تباہ کردیا، ہمین انسان سے حیوان بنا دیا - اور ایک فرقہ ہے کہ بجاے رہنمائی کے ہمین اور اندھیرے کوئین مین ڈھکیل رہا ہے، مگر انشاء اللہ جیت ہماری ہوگی - ٹرکی مصری خواتین کو بھی رُکاوٹین ایسی ہی ہوئی تھین - مگر وہ شاہراہ ترقی پر پہنچکر رہین - یہان مردون کی ہمتین پست ہین - مین اپنی ہی کیون نہ کہون - میرے وارث اب آزاد ہین - پردے کے مخالف ہین مگر بُرا کہنے والون سے ڈرتے ہین - یہان تک پست ہمت ہین کہ مجھکو تعلیم کے لئے گھر سے باہر نہ بھیج سکے - مگر وہ دن دور نہین

صنعر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے ایجاد کردہ عطر حنا کا استعمال ہر موسم مین خوشگوار ہے

کہ سب مراحل طی ہو جائین گے - ہان وہ مین بھول گئی جلدون کے پھپھولے پھوڑتے ہین - یہ لکھنا یا دنہ رہا کہ مولانا موصوف تے نذر سجاد حیدر صاحبہ کے بعد جب چند عربان مضامین نثر و نظم کا نمونہ دکھایا ہے - ہم اُن سے سوال کرتے ہین کہ مولانا کو اس کے زنانہ ہونے کا کیونکر یقین ہوا ؟ کیا ثبوت ہے ؟ ہم نے سُنا ہے کہ اسی قسم کے بیباکانہ تحریرین چند مخالف تعلیم نسوان لکھ لکھ کر مستورات پر لعن طعن کرا کے خوش ہوتے ہین - اسکے سوا کچھ حقیقت نہین ہے - ممکن ہے یہ غلط ہو - مگر سُنا یہی ہے - پہلے تحقیق کر لینی چاہیئے - کہ واقعی ایسے بیباکانہ الفاظ زنانہ قلم سے نکلے ہین ؟ یا یہ سب خواتین رسالہ "نقاد" کی مضمون نگاری بھی قمر الزمانی صاحبہ (چند مردون کی ایک کمیٹی تھی دہلی مین) کے مصداق ہین پہلے اسکی تحقیق کر لی جائے پھر تنبیہ کی ضرورت ہے -

خاکسار

کنیز فاطمہ علی احمد "از گلاؤٹھی -"

گلاب کا پھول

(از جناب عزیز بلگرامی)

چمن مین ہر طرف آیا نظر گلاب کا پھول — ادھر گلاب کا پھول اور اُدھر گلاب کا پھول — یہ بلبلین ہین دم صبح چہچہا اٹھین — کہ مل کے کرتی ہوئی ذکر کبریا اٹھین

شگفتہ ہو گیا مین دیکھکر گلاب کا پھول — کچھ ایسا کر گیا دل پر اثر گلاب کا پھول — ذرا سی چھیڑ مین کلیان بھی مسکرا اٹھین — جو گدگدایا صبا نے تو کھلکھلا اٹھین

مین کہہ اُٹھا کہ ہے رشک قمر گلاب کا پھول — نہ کیون چمن مین ہو نور نظر گلاب کا پھول

جچھڑی ہے بظاہر زبان ناطق ہے — مگر خموش ہے یہ بھی تو شان خالق ہے — عجب بیان ہے تبسم کی طرفہ حالت ہے — کہ دیکھتی جسے نرگس ہے چشم حیرت سے

ہزار جان سے بلبل فدا ہے عاشق ہے — چمن کی ایسی کچھ آب و ہوا موافق ہے — ہین پھول پتون مین یا حق نے اپنی رحمت سے — دئے عقیق نمر مرد دست قدرت سے

کہی ہر ایک کو نور نظر گلاب کا پھول — نہ سب گلون مین ہو کیون خوب تر گلاب کا پھول

ہزارون رنگ کے گرآئین پھول محفل مین — نہو اسکے مگر ایک بھی مقابل مین — وہ ہلکی ہلکی سی رنگت وہ بھینی بھینی بو — نہ یاسمن ہی کوئی شے نہ کچھ گل شبو

عجب ہے کیا نہ رہے تا جان بلبل مین — سمجھ کے دار و غم رکھ لے شیشۂ دل مین — بہت ہی اسکی حسینون مین چاہ ہے سر پر — کہین ہو سینے کی زینت کہین ہو زیر گلے

ذرا بھی دیکھ لے بلبل اگر گلاب کا پھول — بنا ہوا ہے ہر اک سیمبر گلاب کا پھول

یہ رنگ و بو بھی اک شان کبریائی ہے — ہزار جان سے جس پر فدا خدائی ہے — گلون سے دیکھ کے باہم گلون کو پیوستہ — ہے آرزو کہ یہ آجائے ہاتھ گلدستہ

تمام پھولون پہ فوقیت اُسنے پائی ہے — ادا ہر ایک کو اسکی پسند آئی ہے — دمے قدم کوئی کس طرح بند ہو رستہ — کھڑے ہین سرو و باغ پہ کمر بستہ

لئے ہے ہاتھ مین ہر سیمبر گلاب کا پھول — بنا ہے بادشہ حسن ہر گلاب کا پھول

یہی تو باعث آہ و فغان بلبل ہے — یہی تو ہجر مین ورد زبان بلبل ہے — نہ کس طرح یہ زمانے کو آئے دل سے پسند — کہ قند مین بھی ہو مل جل کے بنگیا گلقند

بہار مین تو یہی مہمان بلبل ہے — یہی حیات دو روزہ مین جان بلبل ہے — ہر ایک گل سے نہ کیون مرغ لہو کا بلبلند — دل حزین کو بھی کرتی ہے اسکی بو خرسند

غرض ہے مرہم زخم جگر گلاب کا پھول — دوائے دل مین ہے شیر و شکر گلاب کا پھول

عزیز وقت سحر اک ہے نور کا عالم — ہین گل پہ گوہر نایاب قطرۂ شبنم

چمن مین بلبلون کو دیکھکر خوش و خرم — ہوا نہ ضبط تو فوراً پکار اُٹھے ہم

گمراہ رہبر

(از جناب مرزا جعفر علی خان صاحب بی اے اثر لکھنوی ڈپٹی کلکٹر)

جناب اصغر کے دیوان "روح نشاط" کے شایع ہوتے ہی میرے خیال مین سب سے پہلے اگر کسی رسالہ مین تبصرہ شایع ہوا تو وہ "مرقع" ہے اور سب سے پہلے جس نے تبصرہ کیا وہ جناب مرزا جعفر علی خان صاحب اثر بی اے لکھنوی (ڈپٹی کلکٹر) ہین۔

جناب اثر سے جو لوگ پورے طور سے واقف ہین وہ کہہ سکتے ہین کہ آپ کی طبیعت بالکل مرنج و مرنجان واقع ہوئی ہے۔ آپ کو کبھی ذاتیات سے تعلق نہین رہا۔ آپ مین انکسار و اخلاق اس حد تک بڑھا ہوا ہے کہ اگر آپ کو سراپا انکسار و اخلاق کہا جائے تو بیجا نہین آپ کو کسی قسم کا دعوی، خیال وجاہت و امارت، یا اپنی لیاقت و شاعری و نقادی پر کوئی گھمنڈ نہین۔ جن اصحاب نے آپ کے نقادانہ مضامین پڑھے ہین وہ کہہ سکتے ہین کہ جناب اثر کی وہ ذات ہے کہ جس پر اخلاق و تہذیب اور ادب و طرز تبصرہ نویسی کو ناز ہو سکتا ہے،

مرقع کا مسلک شروع ہی سے ایسا رہا (اور انشاء اللہ ہمیشہ رہے گا) کہ ذاتیات سے اس نے کبھی کوئی تعلق رکھا نہ اس مین اس قسم کی بحثین شایع ہوئین جن مین کسی کی ذات پر حملہ ہو یا اُن سے کسی کو رنج پہونچے۔

روح نشاط پر مدیر مرقع نے اپنی کوئی رائے ابتک ظاہر نہ کی نہ جناب اثر کے نقد و تبصرہ پر کوئی اظہار خیال کیا۔ جناب اثر نے روح نشاط کے متعلق دو مضمون لکھے ہین ایک مین جناب اصغر کے کلام کے تمام محاسن اور خوبیان دکھائی ہین اور اُنکی انتہائی داد دی ہے اور یہ کہنا ہرگز بیجا نہ ہوگا کہ اس سے زیادہ پورے دیوان پر مکمل داد دوسرا شاید ہی کوئی دے سکا ہو۔

دوسرے رخ مین اُنھون نے صرف اپنے خیال کی بنا پر جس کے وہ بذات خود ذمہ دار ہین جو خامیان نظر آئین نظاہر کین۔ اور اُن میں کو اپنی ذاتی رائے پر جا بجا تبدیل بھی کیا۔ جس مین بجز نیک نیتی اور کس چیز کو دخل ہو سکتا ہے کیونکہ وہ شخص جو جناب اصغر کے کلام کی اس قدر داد دے چکا ہو جو اس سے پہلے اور کسی سے شاید نہین ملی وہ کبھی بدنیتی سے اس پر اعتراض نہین کر سکتا۔ نہ جو تبدیلیان اُس نے کی ہین اُن کو اُسنے اصلاح سمجھکر تبدیل کیا ہے نہ اُس کو یہ دعوی ہے کہ اس سے بہتر تغیر و تبدل غیر ممکن ہے۔ یہ ترمیم اُس کا صرف خیال ہے خواہ وہ صحیح ہو یا غلط اور جو خامیان اُس نے دکھائی ہین ممکن ہے وہ بھی کم و بیش نادرست ہون۔

مگر خود جناب اثر کے قلم سے "روح نشاط پر ایک نظر" کے تحت مین اختتام مضمون پر محاسن کلام سے متاثر اور خوبیون سے لذت یاب ہو کر بیساختہ یہ الفاظ نکل جاتے ہین۔

"بہت کچھ لکھا مگر معلوم ہوتا ہے کہ کچھ نہین لکھا۔ مجبوراً اس مضمون کو ختم کرتا ہون لیکن اُسکے قبل یہ کہنا چاہتا ہون کہ مجھے حضرت اصغر کے کلام مین لغزشین بھی نظر آئین گو اُنکی وقعت اس سے زیادہ نہین جیسے شاہدان رعنا کے جُرمٹ مین بعض کے رخسار پر کوئی بدنما خال ہو مین نے ایسے معشوقون کی طرف سے منھ پھیر کر دوسرون کے جمال بے مثال پر آنکھین سینکین۔

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کی تیار کردہ اشیاء خالص عمدہ اور بکفایت ہوتی ہے

لوگون کو تنقید کی طرف سے رغبت ہو چلی ہے۔ ذیل مین ڈرائڈن کی ایک عبارت کا ترجمہ حاضر ہے جو غالباً مفید اور دلچسپ ثابت ہو۔

"وہ لوگ تنقید کی حقیقت ہی نہین سمجھتے جن کا یہ خیال ہے کہ اس کا خاص منصب خورد گیری ہے۔ تنقید کا موجد ارسطو ہے اُسکا مقصد تھا کہ کلام کی خوبیان ذہن نشین کرنے کا ایک معیار قائم ہو جاے جیکا فرض اولین یہ ہو کہ کلام کے محاسن، پڑھنے والے کی سمجھ مین آجائین اور موجب انبساط ہون۔ اگر کسی نظم کی ترتیب تخیل اور انداز بیان اچھا ہے جو ایک حقیقی شاعر کے لغزاے امتیاز ہین تو نقاد کو چاہیے کہ مصنف کے موافق راے قائم کرے معمولی الفاظ پر ناک بھون چڑھانا خباثت نفس اور نامردی کی دلیل ہے کیونکہ ایسے تسامحات سے درجل کا کلام بھی پاک نہین ہاریس تسلیم کرتا ہے کہ مستعد اور کیل کانٹے سے لیس ہومر بھی بعض وقت اونگھ جاتا ہے اُسکی نظم کی ہر سطر خوبیون سے لبریز نہین ہے تاہم ہاریس ہومر کے کلام کو کمال شاعری کا مستقل نمونہ بتاتا ہے لانگینس جو ارسطو کے بعد یونانیون مین منظم ترین نقاد ہوا اُس گرانپایہ شاعری کو جس مین لغزشین ہون اُس خنک یا معتدل شاعری پر ترجیح دیتا ہے جس مین غلطیان تو نہین ہین مگر ترفع بھی نہین قسم اول کو اُس نے ایک ایسے شخص سے مشابہ کیا ہے جسکی دولت کثیر ہے جسکو اتنی فرصت نہین کہ چھوٹے چھوٹے مصارف کی نگرانی کرے اُسکے واسطے جزئیات کی نگہداشت کسر شان ہے اسکی کفایت شعاری کے بہترین نمونے فروعات مین نہین مل سکتے بلکہ ان مین اکثر اسراف پایا جاتا ہے مگر وہ اپنی مجموعی دولت کی محافظت مین کوئی دقیقہ نہین اٹھا رکھتا۔ برخلاف اسکے وہ شاعری جو جادۂ اعتدال سے آگے قدم نہین بڑھاتی اُسکی مثال ایسے شخص کی ہے جو اپنا اندوختہ نہایت احتیاط بلکہ بخل سے صرف کرتا ہے اور اس خوف سے کہ مبادا اسراف کا مرتکب ہو شاندار زندگی کبھی نہین بسر کرتا۔ ایسا شخص صحیح عبارت ضرور لکھتا ہے۔ صرف و نحو سے چاق چوبند، متروکات کا ماہر، ممنوعات سے واقف اور بال کی کھال کھینچنے والا ہوتا ہے کوئی اس سے بہتر نہین جانتا کہ کیا نہ لکھنا چاہیے وہ کبھی اتنا دوڑ کر نہین چلتا کہ گر پڑے بلکہ پھونک پھونک کے قدم رکھتا ہے اور جیسا کہ ایک سنجیدہ شخص کے شایان ہے پہلے عصا ٹیکتا ہے پھر پاؤن جماتا ہے۔ غرضکہ وہ اپنے کام مین بہت منہمک رہتا اور حیرت انگیز احتیاط برتتا ہے ایسے شخص کی نہ تو کوئی تعریف کرتا ہے نہ مذمت۔ لانگینس کہتا ہے کہ مجھے ہومر مین معمولی غلطیان مل سکتی ہین لیکن انصاف سے دیکھو تو یہ غلطیان محض انسانی کمزوری کی نشانیان ہین۔ ادنی فروگزاشتین ہین جو جوش تحریر مین نظر انداز ہو گئین مگر اسکی روح کی عظمت باوجود ان تسامحات کے مجھپر غالب آجاتی ہے اور اگرچہ اور مصنفین کا کلام نسبتاً غلطیون سے پاک ہے۔ مگر شاید ہی کوئی شخص ایسا کج فہم ہو جو مثلاً پاپو نیس یا تیا کرٹیز کو ہومر پر ترجیح دے۔

مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ مندرجۂ بالا اقوال مبسوط مسلسل نظم کے بارے مین ہین۔ غزل کا ہر شعر اپنی جگہ مکمل ہوتا ہے لہذا اس کے معائب بھی زیادہ نمایان ہوتے ہین اور زیادہ کھٹکتے ہین۔ ان امور کا لحاظ رکھتے ہوئے شاید راقم کی راے زیادہ مفید ہو گی۔

"کوئی صناع ہیرے کو جلا نہ کرے اگر اُسے خیال ہو کہ اُس کے سوا جرم پر کسی کی نظر نہ پڑیگی۔ اسی طرح شاعر بے پروا ہو جائین اگر نقاد خوردہ گیری پر نہ تلے رہین"

گولی تمباکو ورق دار طلائی اور نقرئی جو کارخانۂ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کی تیار کی ہوئی ہین ایک بار منگا کر آزمائش کیجیے

رہگیا وہ مضمون جو "روح نشاط کا دوسرا رخ" کے عنوان سے شایع ہوا ہے اور جس مین خامیان دکھائی گئی ہین اور کچھ ترمیم بھی ہوئی اس کے متعلق جناب اشر اُسی مضمون کی ابتدا مین وجہ تحریر مضمون یہ تحریر فرماتے ہین کہ:-

"مین ہرگز آمادہ نہ ہوتا اگر یہ امید نہ ہوتی کہ مضمون مفید ثابت ہوگا۔ جو ترمیم جہان سمجھ مین آئی درج کردی گئی حاشا اسکا مقصود اصلاح دینا نہین ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مگر مین پھر نہایت آزادی اور سچے دل سے کہتا ہون کہ اگر وہ تمام معائب جو روح نشاط مین مجھے نظر آئے معائب مان لئے جائین تو بھی مصنف کے کمال مین فرق نہین آتا۔

حضرت اصغر نے بکثرت ایسے اشعار کہے ہین۔ جن کے مثل کوئی دوسرا دس بیس بھی کہہ لے تو کوس لمن الملک الیوم بجانے کا مستحق ہوجائے۔ لہذا محات سے صرف اسقدر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اصغر انسان ہیں۔ فرشتہ نہین"

جناب اشر کے اس دوسرے مضمون کے شائع ہوتے ہی ہمارے خاص کرمفرما جناب صفدر مرزا پوری کو افسوس ہوا کہ مین نے جناب اصغر کے کلام پر اصلاح کیون نہین دی دوسرے کو ترمیم پیش کرنے کا کیا حق تھا۔

آپ جناب اشر کے اس مضمون کے خلاف ایک مضمون لکھ کر میرے پاس لائے مضمون کو پڑھکر مین نے محبت و خلوص سے کہا کہ اسکو رہنے دیجیے۔ اس کے شائع کرانے سے آپ کو کوئی خاص فائدہ نہین۔ نہ جناب اصغر سے آپ کو خراج تحسین مل سکتا ہے اور نہ جناب اشر ہی کے دل پر آپ اپنی نقادی کا سکہ بٹھا سکتے ہین۔ اگر آپ نے جناب اصغر کے دیوان کو اول سے آخر تک بغور پڑھا ہوتا اور اُن مطالب پر عبور حاصل کرلیا ہوتا جن کو وہ اپنے اشعار مین ادا کرتے ہین اُسوقت آپ کو اسپر کچھ لکھنے کا حق حاصل تھا۔ لیکن سطحی طور پر صرف وہ اشعار جن کو جناب اشر نے دوسرے رخ مین درج کیا ہے پڑھکر ترمیم پر ترمیم کرنا مناسب نہین ہان اگر جناب اشر سے کسی کسی جگہ کوئی کمی رہگئی ہو تو اُسکو دوستانہ پیرایہ مین عمدہ الفاظ مین ظاہر کردیجیے تو مضایقہ نہین۔ لیکن آپنے تو اس مضمون مین ایک طول طویل تمہید لکھکر اپنی شان استادی دکھاتے ہوئے اصلاح مزید دی ہے۔ بہت جگہ نامناسب پیرایہ مین تخاطب کیا ہے اور جناب اشر کے استاذ المعظم لسان الہند جناب عزیز کے کلام پر بھی نکتہ چینی کی اور اصلاح دی ہے جن کے ہمیشہ آپ رہین منت رہے ہین۔

جناب صفدر اس مضمون کو واپس لیگئے۔ لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد صلاے عام دہلی کے جون۔ جولائی نمبر مین جناب مجروح کا ایک مضمون "روح نشاط کے دوسرے رخ پر ایک نظر" نظر پڑا۔ اس مضمون مین پہلے مضمون سے بہت کچھ اضافہ پایا۔ آپنی نسبت بھی کچھ گلفشانیان دیکھین۔ مرقع کی نسبت بھی کچھ پیشین گوئی نظر آئی۔ اور سب سے زیادہ طرفہ تماشا یہ نظر آیا کہ آخر مین مخدومی و محتری جناب مولانا مولوی محمد عبد الحلیم شرر لکھنوی مدظلہ کی ایک تحریر سنداً اُس مضمون کی تائید مین درج تھی۔

مجھے جناب صفدر کی اس تحریر پر کوئی خیال ہی نہین ہوا۔ کیونکہ جو شخص جناب صفدر سے واقف ہے وہ ایسی باتین اکثر دیکھ چکا اور سن چکا ہوگا۔ جو امر کسی کی عادت مین داخل ہوجاتا ہے۔ وہ اس سے مجبور ہے اور اُسکی شکایت بیکار۔ ہان جو کچھ خیال اور تعجب ہوا وہ حضرت شرر مدظلہ کی تحریر سے ہوا کیونکہ ایسے مسلم الثبوت نقاد و ادیب کے قلم سے وہ خیالات جنکا کوئی وجود نہ ہو نکل جانا۔ اور پھر جن سے دوسرون کو رنج و افسوس ہو۔ نہایت حیرت کی بات ہے اور مجھے زمانۂ دراز سے حضرت شرر مدظلہ سے خصوصیت کے ساتھ شرف نیاز

کارخانۂ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے نوایجاد قرص تمباکوے خوردنی کی قیمت فیشیشی ۸ر علاوہ محصول ہے

حاصل ہے۔ اور مین اون کی طبیعت اور مزاج سے واقف ہون اور یہ بھی معلوم ہے کہ جناب اشرؔ اور مولانا سے کوئی ملاقات بھی نہین جو باعث رنج ہوتا پھر خواہ مخواہ ایسی تحریر لکھدینا تعجب نہین تو کیا ہے۔

مین نے اپنے ایک دوست کے ذریعے سے جناب شررؔ سے اس امر کی حقیقت دریافت کی تو معلوم ہوا کہ جناب صفدر کی یہ کارگزاری تھی اُسکے بعد جناب مولانا ممدوح نے میرے پاس ایک تحریر بھیجی جس مین حقیقت حال کو ظاہر کیا ہے۔ اور حضرت عزیز اور جناب اشر سے معذرت کی ہے۔

یہ تحریر مین نے حضرت عزیز اور جناب اشر کو دکھادی ہے اور یہانتک نہین بلکہ جناب صفدر کو بھی اسکا مضمون سنا دیا۔ یہ تحریر میرے پاس محفوظ ہے۔ اس تحریر کے شایع کرنے کی کوئی خاص ضرورت معلوم نہین ہوتی۔ اس تحریر مین جناب مولانا نے جس ایثار سے کام لیا ہے وہ انہین کا حصہ ہے۔ اس کے بعد اب مولانا کی نسبت کسی قسم کی شکایت کا شایبہ بھی دل مین لانا ناقابل معافی جرم ہے۔

جناب صفدر کے مضمون کے جواب مین جو کچھ جناب اشرؔ نے تحریر فرمایا ہے۔ میرے خیال مین جناب مولانا شررؔ کی اس تحریر کے بعد اسکی بھی ضرورت نہ تھی لیکن جناب ڈیٹیر صاحب صلاے عام دہلی اور دیگر حضرات کو اس حقیقت سے آگاہ ہونا ضروری تھا اس لئے اگر میانوٹ اور جناب اشر کا جواب شایع ہوجاے تو مضائقہ نہین۔

جناب صفدر۔ نہایت نیک نہایت سیدھے۔ ایک خاص خیال ایک خاص مزاج کے آدمی ہین اور اسقدر بھولے جسکا بیان ناممکن ہے۔ اُنکی کسی تحریر کا جواب لکھنا بیکار۔ اُن سے کسی قسم کی شکایت فضول جو مضمون انہون نے لکھا ہے اگر اُسکی بنا ناظرین مرقع اور بالخصوص جناب ایڈیٹر صاحب صلاے عام دہلی ملاحظہ فرمائین گے تو اُنکے بھولے پن کا سب کو یقین آجائیگا اور اسکی حقیقت سب پر واضح ہوجاے گی۔

صلاے عام مین مضمون دیکھنے کے بعد سب سے پہلے مینے جناب صفدر سے پوچھا کہ مین نے اور مرقع نے کیا قصور کیا تھا جو آپنے عنایت فرمائی۔ ارشاد ہوتا ہے کہ میری کوئی غزل مرقع مین آجنک درج نہین ہوئی اسلئے مینے مرقع اور مدبر مرقع کا نام لکھدیا۔

دوسرے موقع پر جناب اشر نے میرے یہان جناب صفدر سے پوچھا کہ آخر اس مضمون کے لکھنے سے آپکی غایت کیا تھی۔ فرمایا اور قسم کھاکر فرمایا کہ مین نے اس رنج مین یہ مضمون لکھدیا کہ آپ نے ایک دفعہ میرے سامنے کئی آدمیون کو اپنا دیوان اشرستان دیا اور نہ دیا تو مجھکو۔

جناب عزیز نے دریافت کیا کہ اور دن کی خطائین تو معلوم ہوگئین مجھے بھی تو اپنا قصور معلوم ہوجاے۔ جواب ملا۔ کہ میرا ایک راز آپنے جناب محشر لکھنوی سے کہدیا تھا اس رنج مین مینے آپکو بھی نہین چھوڑا۔

جناب صفدر کے مضمون کی یہ بنا اور یہ حقیقت ہے۔

جس طرح مینے جناب صفدر کے اصل جواب کے متعلق ابتک کوئی اظہار راے نہین کیا جناب اشر کے اس مضمون کے متعلق بھی کچھ عرض کرنا نہین چاہتا۔ ناظرین خود فیصلہ کرلین۔ اور جناب صفدر مجھے بے تعلق سمجھین۔ اور جو کچھ مین نے اُن کی نسبت لکھا وہ محبت اور خلوص سے لکھا کسی بدنیتی یا برائی سے نہین۔ صرف حقیقت حال کے اظہار کی وجہ سے اُنسے کہکر لکھا اور مجبوراً لکھا

قوام تمباکو خوشبودار ورق والا اور بلا ورق والا کارخانۂ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے منگائیے

اس پر بھی اگر جناب صفدر کو کوئی صدمہ ہوا ہو تو معاف فرمائین۔

وصل بلگرامی

روح نشاط پر میری تنقید مارچ اور مئی کے مرقع مین شایع ہوئی ہم لوگون نے تنقید کو ہمیشہ بنظر استحسان دیکھا ہے اور بدمذاقی کا یہ عالم ہے کہ نقاد چاہے جسقدر نیک نیتی اور صداقت کے ساتھ نکتہ چینی کرے ذاتی عناد و مخاصمت پر محمول کیا جاتا ہے۔ یہی حشر میرے مضمون کا ہوا۔ "صلاے عام" کے مشترکہ نمبر بابت جون و جولائی مین حضرت **صفدر مرزاپوری** نے اُسکا جواب تحریر فرمایا ہے جس کے آخری حصہ مین ارشاد ہوتا ہے کہ:-

"سچ ہے جوش انتقام بڑے بڑے عقلا کی آنکھین بند کر دیتا ہے۔ مرزا صاحب بیچارے تو مفت مین مورد الزام ہو رہے ہین مین خوب سمجھتا ہون۔ ع

کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری مین

اس کے علاوہ اور دو ایک جگہہ حضرت صفدر نے کہا ہے کہ مینے جو کچھ لکھا وہ محض حضرت **اصغر** کی دل آزاری کے واسطے لکھا۔ سب سے زیادہ حیرت اُس وقت ہوئی جب مینے مولانا **عبدالحلیم** صاحب شرر لکھنوی کا نوٹ پڑھا جس مین وہ تحریر فرماتے ہین کہ

"مینے اس مضمون کو اول سے آخر تک دیکھا اور جناب صفدر صاحب کے اس خیال کو بالکل صحیح پایا کہ اصغر صاحب کے کلام پر اصلاح زبان کے مقصد سے نہین بلکہ محض اعتراض کرنے کے شوق مین نکتہ چینی کی گئی ہے۔"

میرے مضمون مین جسکی طرف حضرت صفدر و مولانا شرر نے اشارہ کیا ہے کوئی صاحب ایک لفظ ایسا نہ پائین گے جس مین ذاتیات پر حملہ ہو۔ صرف کلام کا نقد و تبصرہ ہے۔ ایسی صورت مین اگر یہہ شک بھی تھا کہ میرے اعتراضات نیک نیتی پر مبنی نہین ہین بلکہ انکا محرک ذاتی بغض یا جذبۂ انتقام ہے تو بھی اخلاق اسکا مقتضی تھا کہ اس خیال کا اظہار نہ کیا جاتا بلکہ میرے اعتراضات کو غلط و بے بنیاد ثابت کرنے کی کوشش کیجاتی۔ اظہار راے کا ہر شخص کو اختیار ہے اور اختلاف طبایع کے ساتھ ساتھ اختلاف آرا ناگزیر ہے۔ البتہ اگر تنقید کی عبارت یا حضرت **اصغر** کے اور میرے تعلقات ایسے ہوتے جن سے یہہ باور کرنے کی وجہہ ہوتی کہ تنقید کے پردے مین دل کا بخار نکالا گیا ہے تو مین بیشک قابل نفرین و ملامت ہوتا۔ جو حضرات مجھسے واقف ہین وہ خوب جانتے ہین کہ کسی کی بیجا طرفداری یا مخالفت میرے مشرب مین کفر ہے۔ اگر بدنیتی کو دخل ہوتا تو پہلے مضمون مین حضرت اصغر کو اتنا آسمان پر نہ چڑھاتا۔ مین نے اون کی جتنی تعریف کی ہے آج تک کسی نے صحیح تعریف اسقدر نہ کی ہوگی تو کیا وہ یا اونکے بہی خواہ یہہ امید رکھتے تھے کہ اُن کا دیوان آسمانی کتابونکی طرح بے عیب نکلے گا اور اگر کوئی عیب ہوگا تو ایسی عام اور وسیع عقیدتمندی اوس پر دوامی پردہ ڈالدیگی جیسی خدا کے معتقدون مین بھی موجود نہین ہے"۔ تنقید لکھتے وقت میرا "مطمح نظر محض اشعار تھے اور اُن کو بلا رو و رعایت پر کہنا نہ کہ شاعر یا اُسکی شخصیت پر حملہ کرنا۔ جو شعر پسند آیا اُسکی تعریف

اگر آپ کو عطر حنا درکار ہے تو صرف اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے طلب فرمایئے

کی جس مین کوئی عیب نظر آیا اُس کے اصلاح کی کوشش کی۔

حضرت صفدر نے مجھے انتقام کا توالزام دیدیا مگر یہہ نہین تحقیق فرمایا کہ مجھسے اور حضرت اصغر سے دشمنی کیا ہے۔ صرف دو مرتبہ جناب وصل کے یہان سرسری ملاقات ہوئی اُنکا کلام سنا جو شعر پسند آیا دل کھول کر داد دی اس کے علاوہ نہ مین اُن سے واقف اور نہ وہ مجھسے۔ نہ کوئی واسطہ نہ غرض۔

روح نشاط پر مین نے جو کچھ لکھا بغیر کسی کی مشورت یا عندیہ کے لکھا اور میرے سوا کوئی اُس تحریر کا ذمہ دار نہین۔ یہہ بھی صفدر صاحب کا افترا ہے کہ مین نے حضرت اصغر کے مخالفین کی تحریک سے تنقید لکھی۔ مجھے یہہ بھی علم نہین کہ اُنکا دوست کون ہے اور دشمن کون ہے۔ تنقید لکھنے کا منشا صرف اسقدر تھا کہ پڑھنے والون کو اصغر صاحب کے کلام کا صحیح اندازہ ہو جاے اور اُسی کے ساتھ تنقید نگاری کی طرف توجہ ہو۔ اس خیال کی جو عام طور پر پھیلا ہوا ہے اصلاح ہو کہ شعر مین تخیل سب کچھ ہے زبان کوئی چیز نہین۔ لوگون کو معلوم ہو کہ ایک لفظ کے اُلٹ پھیر مین شعر کیا سے کیا ہو جاتا ہے۔ اگر نظام لفظی درست نہو تو مافی الضمیر ادا ہونا صرف غیر ممکن ہی نہین ہے بلکہ دماغ مین اوس کا تخیل ہی محال ہے۔ اسی کے خلاف جو عامیانہ خیال ہے اُسکی اصلاح کے لیے ادبیات کے حسن و قبح کا اظہار کرنا ہون۔

ممکن ہے کہ حضرت اصغر کی شاعری کے متعلق جو رائے مین نے قائم کی غلط ہو۔ خطا و نسیان انسان کے خمیر مین ہے۔ مگر جس شخص نے میری تردید کا بیڑا اٹھایا ہے اُس نے یقیناً غلط راستہ اختیار کیا۔ جس بات کو وہ اپنی قوت سمجھتا ہے وہی اُسکی کمزوری ہے۔ اپنے جواب پر مولانا شرر سے نوٹ لکھوانا زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ حضرت صفدر کو اس امر کا احساس تھا کہ بغیر کسی سربرآوردہ شخص کی حمایت کے اُن کے جواب کی وقعت نہوگی۔ مگر یہہ نہ سوچے کہ ایسے مضمون کی کیا قدر ہوگی جو دوسرون کے سہارے کا محتاج ہو۔ مولانا شرر کو اس قسم کا نوٹ لکھنا چاہیئے تھا یا نہین مجھے اس سے بحث نہین مگر جو نتائج خود اس نوٹ سے اخذ ہوتے ہین آگے چل کر دکھاؤنگا اس کا اتنا ضرور ہوا کہ مین حضرت صفدر کے مضمون کا جواب لکھنے پر آمادہ ہوگیا ہین اپنا وقت رائگان نہ کرتا اگر حضرت شرر کی تقریظ سے وہ مستجل نہ ہوتا۔

سب سے پہلی بات یہہ ہے کہ مین نے اصغر صاحب کے چھپن اشعار پر اعتراض کئے تھے۔ ان مین سے صفدر صاحب نے صرف چوبیس کا جواب دیا ہے باقی اعتراضات کو صحیح مانا ہے۔ اُنکی عبارت یہہ ہے۔

"اس سے مجھے یا کسی سخن فہم کو انکار نہین ہو سکتا کہ بعض بعض اعتراضات شاعرانہ اصول کی بنا پر حق بجانب ہین جن کا کوئی جواب نہین ہو سکتا۔ جناب شرر نے جا بجا اشعار پر اصلاحین بھی دین ہین جن مین اکثر اصلاحین خوب سمجھکر دی ہین جن کی داد نہ دینا انصاف کا خون کرنا ہے۔ قسمتی سے مجھے تنقید کے بعض ٹکڑون سے اختلاف ہے"۔۔۔۔

"مین صرف وہی اشعار جن پر بیجا اعتراضات کئے گئے یا جن پر اصلاحین ناقص دی گئین دکھاؤنگا"

اس عبارت سے یہہ واضح ہوتا ہے کہ ان ۱۲۴ اشعار مین بعض ایسے بھی ہین جن پر جو اعتراض ہے وہ تسلیم ہے مگر اصلاح پسند نہین۔ مین نے ایسے اشعار کا بھی انتخاب کیا تو شمار مین سات ہوئے۔ لہذا وہ اشعار جن پر حضرت صفدر کے نزدیک مین نے بیجا اعتراضات کئے ہین

عطر خانہ جو اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے کارخانہ کا بنا ہوا ہے اسکا نسخہ ہی مختلف ہے

صرف ستّر رہ گئے۔ اور صحیح طور پر قابل اعتراض اشعار کی تعداد منجملہ ۵۶ کے اُنتالیس ہوئی۔

تاہم مضمون کے آخری حصہ مین وہ تحریر فرماتے ہین کہ

"جناب [illegible] توڑ دو چار ہی کئے ہین مگر غلط اعتراضات سے مرقع کے کئی صفحے سیاہ کئے گئے"!!

حضرت صفدر کے مضمون مین دو قسم کی اصلاحین ہین۔ ایک حضرت اصغر اور دوسرے اُستاذی حضرت عزیز کے کلام پر۔ یہہ اصلاحین صفدر صاحب کے فہم و فراست کا آئینہ ہین۔ اصغر صاحب کو اصلاح دے کر اُنھون نے اپنے تمام جوابون کو خود ہی رد کر دیا۔ اور یہہ بات ثابت ہوگئی کہ اصغر صاحب کے کلام مین اصلاح کی گنجائش ہے۔ مجھے تو جذبۂ انتقام نے اندھا کر دیا تھا مگر صفدر صاحب کو کیا ہو گیا تھا۔ حضرت عزیز کو اصلاح دینے سے اُن پر یہ مثل صادق آئی۔ کہ "یانی بلی کمبا توچے"۔ موخر الذکر اصلاحون کا مقصد سوا اس کے کچھ نہین ہو سکتا کہ میرے اور حضرت عزیز کے جذبات کو صدمہ پہونچایا جائے۔ جب صفدر صاحب مین خود نیش عقرب کی صلاحیت موجود ہے تو اُنہین دوسرون کو الزام دل آزاری دینے کا کوئی حق نہین۔ خود ش فضیحت دیگران را نصیحت!

اب مین کچھ اُن جوابون کے متعلق لکھنا چاہتا ہون جو حضرت صفدر نے میری تنقید کی رد مین تحریر فرمائے ہین۔

نمبر ۱ حضرت اصغر کا شعر تھا ؎

اگر خموش رہو نہین تو تو ہی سب کچھ ہے جو کچھ کہا کہ ترا حسن ہو گیا محدود

مین نے مرقع کے نمبرون مین جناب اصغر کی خوبیون کو کس قدر تفصیل سے اور عیوب کو زرا اجمال کے ساتھ دکھایا تھا کیونکہ مین عام نفسیات کی ان کمزوریون سے واقف ہون کہ لوگ زیادہ تحسین کا اثر کم لیتے ہین اور قلیل نکتہ چینی کا زیادہ، مگر اب جبکہ صفدر صاحب کو منظور ہی ہے کہ اپنی شہرت کے لئے خواہ اصغر صاحب کے شہرۂ اُستادی مین کتنا ہی خلل کیون نہ آئے مجھے مجبوراً یہہ اعلان کرنا پڑا کہ ادبی قابلیت کی کمی نے۔ اکثر جگہ اصغر صاحب کو اپنا مفہوم ادا کرنے سے معذور رکھا ہے،

یہ شعر بھی اُنھین اشعار مین سے ہے۔

اگر خموش رہو نہین تو تو ہی سمجھے ہے جو کچھ کہا کہ ترا حسن ہو گیا محدود

اس شعر کی ادبی کمزوریون مین شاعر کا مفہوم بدلکر مرح کو ذم سے آلودہ کر دیا ہے ع

اگر خموش رہو نہین تو تو ہی سب کچھ ہے

پہلا یہہ نکلتا ہے کہ اگر خموش نہ رہون تو تو کچھ بھی نہین ہے، یا کم سے کم یہہ کہ "تو سب کچھ نہین ہے بلکہ کچھ ہے کیونکہ شرط و مشروط کا خلاصہ معانی و بیان مین بھی یہی ہے۔ اور یہی روزمرہ بولا جاتا ہے۔ الفاظ نامناسب اور اسلوب بیان بیقاعدہ ہونیکی وجہ سے اس مصرع کا مطلب یہہ پیدا ہوتا ہے کہ تیرا سب کچھ ہونا میری خاموشی پر مشروط ہے اگر وہ الفاظ کی اہمیت کا علم رکھتے تو سمجھ جاتے کہ یہہ مضمون کسی جملۂ شرطیہ کے پیکر مین نہین آسکتا مین اگر اس مضمون کو خود نظم کرتا تو یون لکھتا ؎

رہون خموش کہ تیری ذات مین سب کچھ کہون جو کچھ بھی تو تیرے صفات ہین محدود

اصغر صاحب کے پہلے مصرع مین لفظ "اگر" نے معنوی فساد پیدا کر دیا اور "تو تو ہی" نے تو لٹیا ہی ڈبو دی۔ دوسرے مصرع مین ایک اور تیسرا "تو" تشریف لا رہا تھا مگر زبردستی اسکی گردن مین ہاتھ دیا گیا اور اسکے بجائے کاف بیانیہ لایا گیا ع۔

جو کچھ کہا کہ ترا حسن ہو گیا محدود ایک بچہ بھی سمجھنا چاہے تو سمجھ سکتا ہے کہ اس جگہ کہ بالکل بے محل ہے اصلی جگہ تو صرف جزا کی ہے یعنی "تو کی"

تمام ماہران فن نے اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر خاکو بہترین عطر مانا ہے

مگر دو عدد، تو پہلے مصرع مین آچکے ہین، اب تیسرا تو آتا تو تو تو کا ایک طومار ہو جاتا، مکمل اصلاح کے لئے ضرورت تھی کہ مصرع اولیٰ کا اسلوب بالکل بدلدیا جاے یہ بھی ایک طول امل تھا اس لئے مین نے اسی پر اکتفا کی تھی کہ جناب اصغر کو اشارۃً یہ مطلع کردون کہ (بھی) (کہ) سے بہتر ہے اسی سے وہ اندازہ بقیہ الفاظ کا کرلین گے مگر خدا بھلا کرے جناب صفدر کا کہ اونھون نے ناسور کے اصل خزانہ کی طرف توجہ دلانے کیلئے پہلے مصرع پر بھی اصلاح دیدی اور شعر کے اس زخم کو چھیڑ دیا مگر ایک عجیب لطیفہ یہ ہے کہ مین نے بھی کی خوبی اس موقع پر یہ ظاہر کردی تھی کہ انگریزی مین بھی ایک صنعت ہے جسکو سینز وراکتے ہین اوس مین (بھی) کے بعد قدرے توقف لازم ہے جس سے حسن کے محدود ہو جانیکی تصویر کھینچ جاتی ہے" حضرت صفدر نے یہہ پوری عبارت نقل تو کی مگر تنقید کے وقت الفاظ خط کشیدہ سے کوئی مطلب ہی نہین رکھا اور فرمایا کہ

"کہ کے بجاے بھی" کی ترمیم کی مگر خود ہی تامل ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ لفظ بھی ایسی جگہ واقع ہوا ہے کہ اس کے بعد قدرے توقف لازم ہے۔ اصلاح کے معنی تو یہہ ہین کہ جس شعر پر اصلاح دیجاے پھر اس مین کوئی بات ایسی باقی نہ رہے کہ گنجائش کلام رہے"

مین نے جس توقف کو خوبی قرار دیا حضرت صفدر اُس کے یہہ معنی لگاتے ہین کہ مجھے ترمیم مین تامل ہے۔ اس سمجھ کے قربان!

مین نے مصرع اولیٰ پر کوئی اعتراض نہین کیا تھا مگر صفدر صاحب نے اپنی طرف سے اضافہ کردیا اور پورے شعر کو یون اصلاح سے مزین فرمایا ہے

اگر خوش رہون مین تو آپ سمجھے ہین جو کچھ کہا تو ہوا حسن آپکا محدود

اصلاح کا فرق اہل بصیرت خود سمجھ لین گے۔ اول تو آپ کی انکار مخل فصاحت دوسرے "جو کچھ کہا" کی سامعہ خراشی اُسی طرح موجود ہے۔ اور ممدوح کی منقصت جو رہگئی اوس سے جو کچھ واسطہ ہی نہین (واضح رہے کہ مین نے ترمیمی مصرع مین کہا جو کچھ ہی لکھا تھا مگر صفدر صاحب نے جو کچھ کہا نقل کیا ہے۔ عمداً یا سہواً وہی بتا سکتے ہین)۔

بہر نوع خدا جانے اس اصلاح کا شکریہ حضرت اصغر کو ادا کرنا چاہئے یا مجھے۔

اصلاح دیکر حضرت صفدر پر غالباً ایک وجد کی کیفیت طاری ہوئی اور یہہ الفاظ "خامۂ رنگین نگار" سے صفحۂ قرطاس پر ٹپک پڑے:

"گو آپ ایسے نقاد فن کے بنائے ہوئے شعر پر حرف رکھنا بے ادبی ہے مگر امر حق کہنے پر مجبور ہون۔ آپ بار اڈیٹر صاحب مرقع مجھے جو چاہین کہین مگر وہ نگاہین جو بحر سخن کے عمق تک پہونچ کر موتی نکال لاتی ہین میری بالغ النظری کی داد آنکھون سے دینگی"

یہہ آنکھون کی قید آپ نے بہت سخت لگادی ورنہ سب سے پہلے مین آپ کی بالغ نظری کا قصیدہ پڑھتا۔ (آنکھون سے داد دینا کیا معنی، اگر محاورہ ہے تو سر آنکھون سے" ہونا چاہئے) لیکن اسکی تعریف کئے بغیر نہین رہ سکتا کہ آپ خود ستائی کو امر حق کا اظہار سمجھتے ہین۔ اسی مضمون مین آپکا ایک اور فقرہ بھی کسقدر مضحکہ خیز ہے:

میرے احباب سمجھتے ہین کہ مین کچھ نہین جانتا"

نمبر ۲

ناہد نے مرا حال پریشان نہین دیکھا رخ پر تری لٹ کو پریشان نہین دیکھا

مین نے پہلے مصرع مین "مرا" کی جگہہ "بھی" بدل دیا تھا حضرت صفدر اصلاح کو غلط قرار دیتے اور آخر مین ارشاد فرماتے ہین کہ۔

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر حنا کا نسخہ کسی دوسرے عطر ساز کو دستیاب ہو سکا۔

"زاہد بحیثیت زاہد و مفہوم زاہد کبھی بھی حاصل ایمان کو نہین دیکھ سکتا۔ شاعر کو ساری دنیا سے کیا غرض وہ حرف زاہد سے مخاطب ہے اور کہتا ہے کہ تو نے مرا حاصل ایمان نہین دیکھا"

مین اقرار کرتا ہون کہ میری نظر شعر کی اس باریکی پر نہین پڑی تھی۔ اب معلوم ہوا کہ اسکا مخاطب زاہد ہے۔ جناب صفدر کو اس "بالغ النظری" (بالغ نظری) پر مبارکباد دیتا ہون۔ مگر ایک بات اور بتا دیجئے شعر مین دو ضمیرین ہین "مرا" اور "تری"۔ اس مین زاہد کی طرف کون پھرتی ہے؟"

ایک جواب حضرت صفدر کا یہ بھی ہے کہ

"مرا" کے خلاف "ابھی" مین صرف زاہد پر طعن ہے شاعر جو چشم حال سے ایمان کو دیکھ رہا ہے محروم رہا جاتا ہے۔

پھر یہ مشکل کہ ابھی نہین دیکھا نہ لفظ ابھی مقتضی اسکا ہے کہ کبھی دیکھ سکے"

مین نے بہت کوشش کی مگر حضرت صفدر کا مطلب سمجھنے سے عاجز رہا۔

"شاعر جو چشم حال سے ایمان کو دیکھ رہا ہے محروم رہا جاتا ہے"!

کس چیز سے محروم رہا جاتا ہے

ایمان سے؟ یہ صحیح نہین کیونکہ خود فرماتے ہین کہ چشم حال سے دیکھ رہا ہے۔

دوسرا لفظ طعن ہے۔ شاعر طعن سے محروم رہا جاتا ہے یہ ایک مہمل جملہ ہوگا کیونکہ طعن کرنے والا خود شاعر ہے۔ ایسی صورت مین زاہد کے سوا اور کسی پر طعن کا موقع ہی نہین۔ لفظ ابھی سے اس امر کا بالفرض مشتبہ رہنا کہ زاہد کبھی حاصل ایمان دیکھے گا شعر مین نقص نہین پیدا کرتا۔

وہ اگر حاصل ایمان یعنی معشوق کے رخ پر زلفون کو پریشان نہ دیکھے گا تو نہ سہی۔

لفظ "مرا" مین تخصیص ہے نہ خصوصیت صرف قائل کی طرف منسوب ہے "ابھی" مین طنز اور تعمیم ہے اور اس کی بلاغت کا لطف شاعر سمجھ سکتا ہے۔

نمبر ۳

نہ میرے ذوق طلب کو ہے مدعا سے غرض نہ گام شوق کو پروائے منزل مقصود

مین نے اس شعر کو بالکل بدل دیا تھا اس طرح ؎

نہ میرے شوق کو ہے عرض مدعا سے غرض نہ میرے ذوق کو پروائے منزل مقصود

جو حاصل اعتراض تھا اُسے حضرت صفدر نے پس پشت ڈال دیا یعنی طلب کسی چیز کی ہوتی ہے اگر طلب ہوگی تو مدعا ضرور ہوگا البتہ یہ ممکن ہے کہ عرض مدعا سے غرض نہو۔

دوسرا اعتراض یہ کہ لفظ نہ کا ادغام لفظ گام سے کانون کو ناگوار ہے حضرت صفدر نے قلق کی مثنوی کا ایک شعر نقل فرمایا اور مجھے سرزنش کی ہے کہ یہی شعر کاش دیکھ لیا ہوتا ؎

نہ مجال سخن نہ تاب نگاہ ضبط در دجگر نہ رخصت آہ

میرا اعتراض لفظ گام کے سامنہ نہ کے اتصال کا تھا حضرت صفدر لفظ مجال وغیرہ سے سند پیش کرتے ہین یہ عجیب منطق ہے کہ اگر کوئی لفظ ایک لفظ کے ساتھ بُرا معلوم ہو تو دوسرے کے ساتھ بھی کانون کو گران گزرے۔ اگر میرا یہ مقصود ہوتا تو حضرت اصغر کے اسی شعر کے پہلے مصرع مین لفظ نہ موجود تھا (نہ میرے شوق الخ) اس پر بھی گرفت کرتا۔

نمبر ۴

اسیران بلا نے آکھا اس در سے کھینچی نگہبان چیخ اٹھے ہل گئی دیوار زندان کی

میرا اعتراض لفظ چیخ پر تھا اور اسکی جگہ "کانپ اٹھے" تجویز کیا تھا۔

کارخانۂ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کی ایک شاخ چاندنی چوک دہلی اور ایک شاخ گلزار حوض حیدرآباد دکن مین ہے

حضرت صفدر کانپ جانا اور ہل جانا کو ہم معنی قرار دیتے ہین حالانکہ دونون کے محل استعمال مین بین فرق ہے ورنہ دیوار کانپ اٹھی اور نگہبان ہل اٹھے کہہ سکتے۔

حضرت صفدر بچنے سے منع کرنے پر استدراک فرمودہ ہوئے کہ خواہ مخواہ حضرت عمر پر بخل تارا اور اُنکا ایک شعر لکھکر جہت اصلاح دیدی۔ شعر یہہ ہے ؎

آئے ہین اس روش سے تری جلوہ زارمین بجلی چمک رہی ہے دل بے قرارمین

فرماتے ہین یون پڑہیئے ؎

ہم آئے ہین روش سے تری جلوہ زارمین بجلی تڑپ رہی ہے دل بیقرارمین

سبحان اللہ ایکا کہنا ازراہ شرارت کیجئے اور گریبان مین منہ ڈالئے۔ مصرع اولیٰ مین اس وجہ سے کہ مصرع ثانی مین صیغۂ حال ہے لفظ آئے کے بعد "ہین" ضروری ہے۔ ہم اس روش سے تیری جلوہ زارمین آئے ہین (کہ) دل بیقرارمین بجلی تڑپ رہی ہے۔ اس کے علاوہ اگر آپ مین غور کا مادہ ہوتا تو معلوم ہوتا کہ آپ نے لفظ ہم سے شعر کی معنویت کا خون کر دیا تعمیم سے جو ایک لطیف اشارہ حضرت موسیٰ کی طرف ہوتا تھا اُسکی جگہ فرعونیت نے لے لی (ہم آئے الخ)

نمبر ۵

پڑہ رہے ہر بُن مو اب لہو نہ نکلے کچھ ایسے زور پہ ہے آج کاوش جگری

مین نے "لہو نہ دے نکلے" کو غیر فصیح قرار دیکر "لہو نہ دیدے" کو ترجیح دی تھی۔ کیونکہ بن مو کے لیے لہو دے نکلنا ایک حد تک صرف بے محل ہے بجائے اسکے رگ یا مو سے تن کے لیے یہہ محاورہ انسب تھا مین اب بھی اپنے قول پر قائم ہون۔ آپ سند مین جو شعر پیش کرتے ہین اُس سے یہہ اندازہ مشکل ہے کہ لہو دے نکلا ردیف و قافیہ کی قید سے مجبوراً نظم ہوا یا فی الحقیقت فصیح تصور کیا گیا۔

لطف یہہ ہے کہ حضرت صفدر نے خود لہو نہ دے نکلے کو زیادہ پسند نہین فرمایا ہے۔ اُن کے الفاظ ملاحظہ ہون۔

"بفرض محال اگر لہو نہ دے نکلے آپ کے طبع نازک پر گران تھا تو مصرع یون بھی ترمیم ہو سکتا تھا ع

یہہ ڈر ہے ہر بن مو اب لہو نہ دیجائے

اس محاورے کی فصاحت پر آپ صاد کرین مین تو صرف لہو دینے کو فصیح سمجھتا ہون۔ اس کے بعد صفدر صاحب فرماتے ہین کہ۔

"افسوس اثر صاحب نے دوسرے مصرع پر غور نہین فرمایا ورنہ جواب دینا مشکل ہوتا"

حضرت صفدر کے الفاظ پُر معنی ضرور ہین اور ماشاء اللہ طبیعت زوردن پر ہے مجھے امید ہے کہ آئندہ مضمون مین وہ اس علمی و ادبی جواہر پارہ کو شائقین کے سامنے پیش کرینگے۔

نمبر ۶

اسیران بلا کی حسرتون کو آہ کیا کہئے تڑپ کے ساتھ اونچی ہو گئی دیوار زندان کی

مین نے دوسرا مصرع یون بدل دیا تھا ع

اِدہر تڑپے اُدہر اونچی ہوئی دیوار زندان کی

حضرت صفدر فرماتے ہین کہ۔

"اس طرح یہہ معنی بھی ہو سکتے ہین کہ اسیران بلا جدہر تڑپے اُدہر دیوار ہی نہ تھی۔ یہہ اُنکی آہ کے مصرع سے ہرگز یہہ معنی پیدا نہین ہوتے"

حضرت صفدر نے اپنے دست خاص سے مصرع کو یون بدلا ہے،

تڑپنا تھا کہ اونچی ہو گئی دیوار زندان کی

خوب اور بہت خوب! مگر اس اصلاح در اصلاح مین حضرت اصغر کا کیا حشر ہوگا۔ مجھے تو آپ دل آزاری کا الزام دیتے ہین اور خود (قصور معاف) کٹے پر نمک چھڑک رہے ہین (جس مین بھر مٹی لال مرچین بھی شامل ہین) یہہ اصلاحی مصرعے یا تو حضرت اصغر

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا تیار کردہ بانو ہیر آئل استعمال کیجئے قیمت فی شیشی عاوہ عہ

کے مصرعون سے بلند ہین یا پست، اگر بلند ہین تو میرا مطلب حاصل ہوگیا اگر پست ہین تو آپ نے فضول علم استادی بلند کیا۔

نمبر ۷

بہار آتے ہی وہ یکبارگی سیر تڑپ جانا وہ جا پڑنا قفس کا آپ سے آپ گلشن مین

مین نے تڑپ جانا پر تڑپ اٹھنا کو ترجیح دی تھی جس مین قوت و بیتابی کی زیادہ ہے۔ حضرت صفدر کو اصلاح نامنظور ہے۔ اُنکی خوشی۔

نمبر ۸

کچھ غنیمت ہوگیے یہ پرو ہائے آب و رنگ حسن کو یون کون سمجھ سکتا تھا عریان دیکھکر

حضرت صفدر فرماتے ہین کہ مین نے حسن کو محض بازاری حسن سمجھ رکھا ہے حالانکہ میرے الفاظ یہ تھے "شاعر اپنے نزدیک عرش کے تارے توڑ لایا"۔ بدقسمتی سے ایک نہایت رکیک مضمون "شعر کے الفاظ سے پیدا ہوتا ہے"۔ ظاہر ہے کہ میرا مقصد یہ نہین تھا کہ شاعر نے عمداً وہی مضمون باندھا ہے بلکہ الفاظ کی ترکیب ایسی واقع ہوئی ہے کہ ذم کا پہلو بھی نکلتا ہے۔ کیا کوئی ماہر فن انکار کرے گا کہ شعر مین یہ عیب نہین ہے اس سلسلے مین حضرت صفدر نے ایک عجیب و غریب طریقۂ استدلال سے کام لیا ہے کہ آتش و غالب و داغ و عزیز کے بعض اشعار پیش کئے ہین جن مین ان کے نزدیک ابتذال ہے

نمبر ۹

ایک مشت خاک کا کیا ہو بیان اضطراب ذرے ذرے مین نہان ہے اک جہان اضطراب

میرا اعتراض یہ تھا کہ پہلا مصرع فصاحت سے گرا ہوا ہے بیان کی اضافت غلط ہے اسکی نشر یون ہوگی۔

ایک مشت خاک کا اضطراب کیا بیان ہو

جس مین اضافت کو دخل نہین۔ میرا مطلب یہ تھا کہ بیان کی اضافت کو دخل نہین حضرت صفدر یہ سمجھے کہ مین کہتا ہون پورے مصرع مین اضافت کو دخل نہین یہ اُنکی ذہانت ہے۔ ہندی کی چندی کرنے کے لیے اول مجھے مصرع کی نثر وہی کرنا چاہیے تھی جو حضرت صفدر نے کی یعنی ایک مشت خاک کے اضطراب کا کیا بیان ہو اور اُس کے بعد یہ لکھنا چاہیے تھا کہ "ایک مشت خاک کا اضطراب کیا بیان ہو صحیح ہے نہ کہ "ایک مشت خاک کے اضطراب کا کیا بیان ہو۔ اس قدر طوالت و تفصیل کی ضرورت جبھی ہوسکتی تھی کہ مین اپنا مخاطب حضرت صفدر کو سمجھتا اور سہو طرہ یہ ہے کہ اصغر صاحب کے مصرع ثانی کو جو کہ مصرع اولیٰ سے بھی زیادہ صاف ہے جناب صفدر بالکل ہی نہین سمجھے کیونکہ اوسکی نشر ان الفاظ مین کرتے ہین۔

ذرے ذرے مین ایک جہان کا اضطراب نہان ہے

حالانکہ اصغر یہ کہہ رہے ہین کہ "ذرے ذرے مین ایک جہان اضطراب کا نہان ہے" یعنی اضطراب مغز جس طرح دنیائے اضطراب کہتے ہین۔

اس کے بعد حضرت صفدر نے ایک لطیفہ نقل کیا ہے جو اُنکی خوش مذاقی پر دال ہے:-

"مسٹر ولی رزیڈنٹ اودھ نے جنھین اپنی فارسی دانی پر بہت غرہ تھا نواب سعادت علی خان خلد اللہ ملکہ کے دربار مین ایک دن گلستان کے اس مصرع کو شاید کہ پلنگ خفتہ باشد" کے بجاے "شاید کہ پلنگ خفیہ باشد" قرار دے کر یہ معنی نہائے کہ جنگل مین شیر چھپا ہوتا ہے اور چھپ کر شکار کرتا ہے حسن اتفاق سے انشاء اللہ خان بھی موجود تھے۔ نواب نے انکی طرف اشارہ کیا انہون نے مسکرا کر فرمایا کہ جی ہان انھین قوافی مین دو مصرع مجھے اور یاد آئے۔

نامرد مرغ نگفیہ باشد عیب و ہنرش نہفیہ باشد

یہ سن کے رزیڈنٹ دل مین نادم ہو کر خاموش ہوگیا"

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کی شہرت کا باعث صرف عطر حنا ہے

حضرت صفدر نے تو یہ لطیفہ صرف پڑھا ہے مین نے بھائی دکھ اسکی نقل کرتے دیکھا ہے۔ مگر مین سچ کہتا ہون کہ اُن کا تمام مسخرا پن مع بیلی صاحب کے خفیہ اور انشا اللہ خان کے گفیہ و نہفیہ کے ایک طرف اور آپ کا یہ فقرہ ایک طرف "سعادت علی خان خلد اللہ ملکہ" ظرافت کا یہ گرما گرم فقرہ حضرت صفدر کو لافانی بنا دیگا مگر قسمت نے ستم ظریفی سے کام لیا ہے کیونکہ سعادت علی خان خلد اللہ ملکہ کے ساتھ ہی ساتھ لوگون کو یہ شعر بھی یاد آئیگا ؎

تا مرد سخن نہ گفتہ باشد عیب و ہنرش نہفتہ باشد

یہ فقرہ اردو ادب مین ایک بیش بہا اضافہ ہے۔ مردہ و زندہ کی قید اُٹھ گئی۔ زندہ بادشاہون کے نام کے ساتھ نور اللہ مرقدہ یا طاب ثراہ وغیرہ اور مرے ہوؤن کو جنکی نسل مین بھی سلطنت نہین رہی خلد اللہ ملکہ کہنا جائز ہو گیا۔

نمبر ۱۰

آج خون گشتہ تمنا مین مجھے یاد آگئین ہر طرف ہنگامۂ جوش بہاراں دیکھکر

مین نے آج کی جگہ لفظ "اپنی" رکھدیا تھا حضرت صفدر پسند نہین فرماتے نہ سہی۔ مگر میرا خیال تھا اور ہے کہ ترمیم نے شعر کو ایک سرتیز نشتر بنا دیا۔ اس لفظ سے تمناؤن کی دلکشی اُنکا محبوب ہونا اور اُنکے خون ہونے سے جو دل پر گزری۔ ان تمام کیفیات کی تصویر آنکھون مین پھر جاتی ہے۔

نمبر ۱۱

پھر گئی آنکھون کے نیچے وہ ادائے دلبری چیخ اٹھے سب مرا چاک گریبان دیکھکر

مین نے چیخ کا لفظ بدل کر یہان بھی کانپ اٹھے تجویز کیا تھا حضرت صفدر نے یہ مصرع تجویز کیا ع۔

دم بخود مین سب مرا چاک گریبان دیکھکر

کیا برق حسن کا صرف یہی اثر ہونا چاہیے کہ دم بخود ہو کر لوگ رہ جائین اس خاموش تاثیر سے خود اصغر صاحب کا چیخنا ہی بہتر تھا۔ مگر کانپ اٹھا مین برق حسن سے جو مناسبت پیدا ہوتی ہے اُس پر آپنے غور نہین فرمایا۔ افسوس اصغر صاحب کی زبان پر یہ مصرع جاری ہو گا ع۔

بیگانہ دوست نے مارا مجھے دشمن بنکر

اور اس کے مخاطب آپ ہونگے۔

نمبر ۱۲

گر پڑی خود روح قید عنصری مین ٹوٹکر لذت ذوق فنا ہر سو فراوان دیکھکر

مین نے ٹوٹ کر گر پڑی پر اعتراض کیا تھا حضرت صفدر کے نزدیک یہ "گر پڑ" روح کے لیے درست ہے۔ مجبوری!

نمبر ۱۳

ہائے وہ دن گزر گئے جو شش اضطراب کے نیند قفس مین آگئی اب غم بال و پر کہان

قفس مین نیند آجانیکا محل قبل از وقت تھا پہلے مصائب قید کی طرف سے مساوات ہونی چاہیے پھر نیند آئیگی۔ لہذا مین نے نیند کی جگہ چین تجویز کیا تھا حضرت صفدر کو اختلاف ہے اور ایک نازک گوشہ نکالا ہے یعنی یہان نیند کے معنی شاعر نازک خیال نے موت کے لئے ہین۔ دلیل مین اکثر اساتذہ کے مصرعے نقل فرمائے اڑی چوٹی کا زور اس مسئلۂ دقیق کے حل کرنے مین صرف کر دیا ہے نیند کے معنی موت کے ہو سکتے ہین مجھکو بھی ایک خواب سا یاد ہے کہ نیند سے لوگون نے موت کا استعارہ کیا ہے مگر یہ یاد نتھا کہ خواہ سیاق و سباق دلالت کرے یا نہ کرے شعر زیر بحث مین یہ مفہوم ہرگز نہین ہو سکتا یا شاید مجھ مین "بالغ النظری" نہین ہے اور مضمون شعر دقیق ہے کیونکہ قائل شعر (خدانخواستہ) مر بھی گیا اور افسوس کر رہا ہے کہ ہائے جو شش اضطراب کے دن گزر گئے اب تڑپنا پھڑکنا کیسا اس کا بھی غم نہین رہا کہ رہائی کی سعی بے حاصل مین بال

کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے لئے تار کا پتہ صرف "حنا" لکھنؤ کافی ہے

گئس گئے یا شکستہ ہوگئے۔ خوب اس موت کی نیند نے شعر کی مٹی پلید کی

نمبر ۱۴

صرف اک سوز تو مجھ مین ہے مگر ساز نہین مین فقط درد ہون جسمین کوئی آواز نہین

درد مین آواز کا امکان نہ تھا اہل درد کی آواز تو بارہا سنی ہے اس لیئے مین نے دوسرا مصرع یون بدل دیا تھا۔

مین وہ نغمہ ہون کہ جس مین کوئی آواز نہین

حضرت صفدر نے اصلاح کا مضحکہ اڑایا ہے۔ اُنکے نزدیک نغمہ بالذات آواز ہے پھر اس مین آواز نہونا کیا معنی۔ مجھے ایک مصرع یاد آگیا عامیانہ ہے مگر اس موقع کے لیے نہایت موزون ع حالانکہ بے سُری ہے مگر چیختی تو ہے۔ اگر نغمہ بالذات آواز ہو تو ہر آواز اور ہر چیخ پکار نغمہ ہو۔ سنیے نغمہ بالعرض آواز ہے بالذات نہین۔ نغمہ کی حقیقت کا صرف اظہار آواز کے ذریعہ سے ہوتا ہے یہ ایک مشکل فلسفیانہ مسئلہ ہے آپ کے لیے صرف یہ اشارہ کافی ہے کہ غالب کا شعر سمجھ لیجیے ؎

پُر ہون مین نغمہ سے یون آگ سے جیسے بانسا اک نے ہے چیرئیے پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے

یعنی غالب نغمہ سے معمور تھا حالانکہ چیرا نہ گیا تھا آواز نہ تھی اور نغمہ تھا بعض وقت افسوس کرنا پڑتا ہے کہ شعر کے لیے صرف شعر کہہ لینا یا کچھ لکھ دینا کافی نہین ہوتا بلکہ چند در چند علوم کی ضرورت ہوتی ہے اب میری اصلاح کا مفہوم دیکھیے۔ میری زندگی کو عشق نے سوز سے لبریز کردیا ہے لیکن پھر بھی اپنے مرکز سے جدا ہوگیا نہ ہون (ساز نہین ہون) لہذا میری زندگی ایک نغمۂ شہرین ہے مگر خاموش۔ مکمل اُسوقت ہوگی۔ جب سوز کے ساتھ ساز بھی پیدا ہوجائے گا اور منصور کا ہم آہنگ ہوجاؤن گا۔

نمبر ۱۵

صبح نسیم صبح کے قربان جائیے آئی ہے بوے زلف معنبر لئے ہوے

مین نے دوسرا مصرع لفظ "ہے" لگانے کو اس طرح بدل دیا تھا۔ ع آئی نسیم زلف معنبر لئے ہوئے۔ خاص اعتراض یہ تھا کہ لفظ ہے کے سبب سے شعر کی تاثیر کم ہوگئی۔ ترمیم سے نسیم و شمیم کی ترصیع کے علاوہ کیف پیدا ہوگیا شوق و اضطراب کا اظہار ہونے لگا۔ مگر یہ بات اُسکی سمجھ مین نہین آسکتی جس کے کان سدھے ہوئے اور ذوق شعر تابیا ہو۔

نمبر ۱۶

نالون سے مینے آگ لگادی جہانمین صیاد جانتا تھا قفس مشت پر مجھے

مینے پہلا مصرع یون بدل دیا تھا نالون نے میرے آگ لگادی جہانمین اسکا مقصود یہ تھا کہ حضرت اصغر نے جس طرح مصرع نظم کیا اس مین آگ لگانے کا فعل اختیاری تھا بقول شخصے جلے پھپھولے پھوڑے گئے تھے۔ مین نے جس طرح مصرع بنایا اسمین آگ لگانے کا فعل اب اضطراری ہوگیا ہے قائل کی قوت ارادی کو دخل نہ رہا ظاہر ہے کہ اس انداز بیان مین کسقدر بلاغت ہے۔

نمبر ۱۷

ناحریم ناز کا پایہ بلند ہے لے جائیگا اُچھال کے درد جگر مجھے

مجھے یہہ اُچھال کو دپسند نہ تھی لہذا ایک ذو معنی لفظ اُبھار پایہ بلند" کی رعایت سے رکھدیا تھا۔ حضرت صفدر نے اسے بھی نامنظور فرمایا اور یون اصلاح دی ع۔ لے جائیگی تڑپ تری درد جگر مجھے اور وجد کے عالم مین فرمایا کہ:۔

"اب اس کے سامنے اُچھال و اُبھار دونون ایک گوشے مین آگئے"

اصل یہہ ہے کہ تڑپ مین جو "جلت پھرت" اور "دہر پٹک" ہے وہ اُچھال مین نہین اور اُبھار مین تو مطلق نہین۔

نمبر ۱۸

آشیانہ اب کسی صورت نہین بنتا ہے یہین تھی نظر تاثیر مین ڈوبی ہوئی صیاد کی

میرا اعتراض یہہ تھا کہ یہین پڑنا سے یہین آنا فصیح ہے۔ حضرت صفدر

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے کارخانہ کا انتظام اب تک اس فیملی کی زیر نگرانی ہے جو ۴۰ سال سے کام کر رہا ہے

کے نزدیک کوئی امتیاز نہین، اور مثنوی طلسم الفت کا ایک شعر نقل فرمایا ہے ؎

چین پڑتا نہین کسی صورت ہر گھڑی ہے ترقی وحشت

مثنوی اور غزل کی زبان ایک نہین ہوسکتی، مثنوی مین روزمرہ اور بول چال کا زیادہ خیال رکھا جاتا ہے اور غزل مین متانت و سنجیدگی کا۔ جن محاورون مین لفظ پڑنا اور آنا دونون سے مطلب نکلتا ہے ہمیشہ لفظ آنا کے ساتھ افصح ہوگا۔ مثلاً

آرام پڑنا سے آرام آنا۔ چین پڑنا سے چین آنا۔ نیند پڑنا سے نیند آنا وغیرہ وغیرہ۔ یہہ واضح رہے کہ چین پڑنا کو مین نے غلط نہین کہا تھا بلکہ فصاحت کے اعتبار سے چین آنا کو ترجیح دی تھی اور اس سے شاید ہی کوئی اہل زبان انکار کرے۔

اسی سلسلے مین حضرت صفدر کو پھر طیش آیا ہے اور پھر دل کی بھڑاس حضرت عزیز پر نکالی ہے۔ اس مرتبہ ایک کے بجائے دو شعرون کو لے ڈالا۔ پہلا شہید ؎

تا چند ضبط آہ کہ رکنے لگا ہے جی یا آج آسمان نہین یا ہین نہین

اس بیچارے شعر کی خطا یہہ تجویز کی گئی کہ اس مین رکنے لگا ہے جی کا ٹکڑا کسی قدر غیر فصیح ہے اگر بجائے اس کے گھٹنے لگا ہے دم بنا دیا جاے تو شعر مین جان پڑ جائے۔ خیال تو مجکو پہلے سے ہی تھا کہ آپ فصیح و غیر فصیح کے سمجھنے سے دور رہنا چاہتے ہین مگر اب یقین ہوگیا کیونکہ فصیح کا قضیہ ہمیشہ ہم معنی الفاظ مین پیش آتا ہے اور جی رکنا دم گھٹنے سے معنًا بالکل علحدہ ہے اگر ان دونون مین کوئی نسبت ہے تو وہ عموم خصوص کی ہے، کیونکہ جی رکنا ایک وسیع المعنی لفظ ہے اور دم گھٹنا محض تنفس کے لئے کارآمد ہے جی رکنے مین دم گھٹنے کی تکلیف موجود ہے اور اسکے خلاف جو لطائف جی رکنے مین ہین وہ دم گھٹنے مین کہان جس شخص کو جی رکنے لگا اور دم گھٹنے لگا مین فرق نہ معلوم ہوا اور اُنکے محل صرف سے واقف نہو خدا کی شان ہے کہ وہ حضرت عزیز کو اصلاح دینے کی جسارت کرے۔ یہہ محاورہ جس خوبی سے اُنھون نے صرف کیا ہے اگر کوئی قدردان ہوتا تو موتیون سے منہ بھر دیتا۔ سنئے جناب صفدر صاحب مرزا پوری، دم گھٹنے مین صرف ضیق نفس کا مفہوم ہے۔ جی رکنے لگنے مین نہ صرف دم گھٹنا ہے بلکہ روح بھی تحلیل ہوتی ہے۔

جی رکنے لگا۔ یہہ ٹکڑا آسمان نہین یا ہین نہین دونون پر حاوی ہے بخلاف دم گھٹنے کے جس کا اطلاق صرف ہین نہین پر ہوسکتا ہے۔ مگر مجھے امید نہین کہ آپ یہہ نازک فرق سمجھین۔ دوسرا شکار ؎

اب بدنصیب قابل گفتار بھی نہین وہ وقت ہے کہ پرسش بیمار بھی نہین

حضرت صفدر مرزا پوری نے لفظ اب کے بدلے مین تجویز کیا ہے اور بغلین بجائی ہین گویا دراصل شیر مارا۔ مگر بوکھلاہٹ مین یہہ خیال نہین رہا کہ مین بدنصیب قابل گفتار بھی نہین اور مین ہی یہہ کہہ رہا ہون نہ یہہ غور فرمایا کہ اس مین کے سبب سے دونون مصرعون مین ربط منقطع ہوگیا اور مزہ رہا نہ اثر بلکہ مہمل ہوگیا خوبی جیسی قائم رہ سکتی ہے جب اسکا قائل علاوہ مریض کے کوئی ایسا شخص بھی ہو سکے جو بیمار (عاشق) کی حالت دیکھ چکا ہے اور ایک دوسرے شخص (معشوق) سے بیان کر رہا ہے ؎

اب بدنصیب قابل گفتار بھی نہین وہ وقت ہے کہ پرسش بیمار بھی نہین

مطلع کی اور معنوی تجویز بیان آپ ہے بیان کرنا تضیع اوقات و باعث طوالت ہے، آپ اسی قدر سمجھ جائیے تو غنیمت ہے۔

نمبر ۱۹

اس سے زیادہ اور کیا شوخی نقش پا کہون برق سی اک چمک گئی آج سر نیاز مین

حضرت صفدر کا قول جو میرا قول بھی سمجھنا چاہئے یہہ ہے:۔

زردہ تمباکو پتی کا نہایت خوشبودار ورق ڈالا اور بلا ورق ڈالا اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنو سے طلب فرمایئے

سطحی طور پر شعر کو سمجھ لینا اور اُس پر اصلاح دینا تو آسان ہے مگر ہر شعر کے ہر پہلو پر غائر نظر ڈالنا اُس کا سمجھنا مشکل ہے۔ عقلا شعر گوئی سے شعر فہمی کو بہت مشکل قرار دیے ہوے ہین"۔ (مین آپ کے ایک ایک لفظ پر صاد کرتا ہون۔ اشرف)۔

"اس شعر مین نمک زائد ہے۔ نہ آج بھرتی کا لفظ۔ چمک کے ساتھ اک ہی کی سخت ضرورت تھی۔ یہان کوندنے اور چمکنے مین ایک بہت نازک فرق ہے۔ سر نیاز پر ہوتا تو کوندنا کہہ سکتے تھے مگر یہان سر نیاز مین ہے چونکہ درد مین چمک ہوتی ہے جسکا تعلق یہان سر سے ہے ایسی مناسبت سے شاعر نے یہان چمک کا لفظ رکھا ورنہ کوندنا سامنے کی بات تھی جسے کہنے والے نے دیدہ و دانستہ ترک کیا۔ اب ذرا ارباب نظر غور سے دیکھین کہ مین کیا بک رہا ہون اور جناب نواب صاحب کیا فرما رہے ہین" (ختم ہوئی حضرت صفدر کی عبارت)

یہ حقیر ناچیز عرض کرتا ہے کہ حضرت آپ نے شعر کی مٹی پلید کر دی۔ سر مین درد اور چمک کا عنصر داخل کرنے کا نتیجہ یہہ ہوا کہ اب معشوق کے نقش قدم پر سجدہ کرنے سے عاشق کے سر نیاز مین نورانیت کی ایک لہر دوڑنے کے بجاے کسی راہگیر کی گورا شاہی ٹھوکر ہوئی جس نے بھبھا بلا دیا اور درد کو تارے دکھائی دینے لگے۔ اور تو بظاہر درد سر کی کوئی وجہ نہین ہو سکتی۔

نمبر ۳

وہ شوخیون سے جلوہ دکھا کر تو چل دیے — اُنکی خبر کو جاؤن کہ اپنی خبر کو مین

مین نے چل دیے کو غیر فصیح قرار دیا تھا اور شوخیون (جمع) کی جگہہ شوخی (واحد) تجویز کیا تھا۔ حضرت صفدر فرماتے ہین کہ۔

"کیا قیامت ہے چل دیے کو غیر فصیح کہا جاتا ہے۔ افسوس تو یہہ ہوتا ہے کہ آپ کہنے کو تو اہل زبان ہین اور اپنی زبان سے اسقدر بیگانگی۔ چل دیے خاص ثقات کی زبان ہے چل دیے اور چلے گئے کے معنی مین فرق ہے چل دیے ایسے موقع پر مستعمل ہے کہ کوئی آنکھ بچا کر بعجلت و ناگہان نکل جاے اور شوخیون سے جلوہ دکھا کر فوراً ہٹ جانا۔ اس موقع پر یہی فقرہ مناسب و موزون ہے اور چلے گئے سنجیدگی کے ساتھ جانا کہنے والے کے علم مین وغیرہ کے لئے مستعمل ہے"

چل دیے اور چلے گئے مین جو فرق بیان کیا گیا صحیح ہے اور اسی کی بنا پر مین نے چلے گئے کو ترجیح دی تھی۔ معشوق نے شوخی سے جلوہ دکھایا جس کا اثر یہہ ہوا کہ عاشق کے خرمن عقل و ہوش پر ایک بجلی گری مدہوشی کا عالم طاری ہوا۔ ایسی حالت مین معشوق کو آنکھ بچا کر یا "بعجلت و ناگہان" یا اچانک جانے کی کیا ضرورت ہے۔ شوخی کا ربط جلوہ سے ہے نہ کہ جانے سے۔ "شوخیون سے جلوہ دکھانا" یہہ اُردو حضرت صفدر اور اُنکے اسکول کو مبارک رہے۔

ایک اور لطیف مضمون جو "چلے گئے" سے پیدا ہوتا ہے یہہ ہے کہ اگر چل دیے کہا جاے تو یہہ مطلب ہوگا کہ معشوق ابھی گیا ہے اور اُسکی تلاش ممکن ہے۔ دوسرا مصرع اسکا منافی ہے۔ عاشق کو اپنا ہی ہوش نہین رہا تو وہ کس طرح کہہ سکتا ہے کہ معشوق کو گئے ہوے دیر ہوئی یا نہین۔ اس کے علاوہ جیسا حضرت صفدر نے خود تسلیم کیا چلے گئے مین متانت و سنجیدگی ہے۔ شوخی و متانت کے اجتماع نے صنعت تضاد پیدا کی جس نے شعر کی معنویت اور بلاغت کو بڑھا دیا۔

سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست

مین دوبارہ اعلان کرتا ہون کہ چل دیے ایک عامیانہ جملہ ہے جو بول چال مین مستعمل ہے مگر سنجیدہ ادب مین اس سے اجتناب لازم ہے۔ حضرت صفدر کا یہہ فرمانا درست ہے کہ اب ہم لوگ کہنے کو اہل زبان رہ گئے۔ خالص اہل زبان وہ اور اُنکے ہم جنس ہین۔ آج "چل دیے"

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے یہان ہر قسم کا عطر ملتا ہے

کو فصیح کہیں گے "چلتے ہوئے" کو پرسوز "چمپت ہوئے" کہیں گے اور فصاحت مُنہ چومیگی۔

نمبر ۲۱

جان بتاب پہ وہ چوٹ تری یاد کی دین نفس بازپسیں کو بھی فوزال کر دین

حضرت صفدر نے پہلے مصرع کو یون نقل کیا ہے ع

جان بتیاب پہ وہ چوٹ تری یاد کرین

اور فرماتے ہین "چوٹ دینا" اس کا وجود بھی شعر مین نہین ہے صرف چوٹ سے چوٹ دینا مراد ہے تو اس کا کوئی جواب ہی نہین ہوسکتا۔

مین نے روح نشاط کو دوبارہ دیکھکر اپنا اطمینان کر لیا شعر اُسی طرح درج ہے جس طرح مین نے نقل کیا۔ حضرت صفدر آنکھون مین خاک جھونکتے ہین یا شاید اس مہذب پیرایہ مین اصغر صاحب کو اصلاح دیتے ہین۔

نمبر ۲۲

تمہین معلوم کتنے جلوہائے حسن پنہان ہین کوئی پہونچا نہین گمرائیون مین اُس تبسم کی

"مین نے گمرائیون مین" کے بجائے "گمرائیون کو" تجویز کیا تھا حضرت صفدر فرماتے ہین کہ کو سے تک زیادہ فصیح ہے"

کو کے یہ معنی ہونگے کہ اشک پیہم کی حقیقت سے کوئی واقف نہین ہوا یا ادراک سے قاصر رہا۔ تک مین معرفت حقیقت کا پہلو نہین ہے بلکہ صرف مشاہدہ و تجربہ ہے شعر کے الفاظ پہلے مطلب کی طرف رہنمائی کرتے ہین اسی سے مین نے "کو" تجویز کیا یہ "تک" بھی ذہن مین تھا۔

نمبر ۲۳

لالہ و گل پہ جو ہے قطرۂ شبنم کی بہار رخ رنگین پہ جو آئے تو حیا ہو جائے

مین نے "پہ جو" کی تکرار پر اعتراض کیا تھا اور دوسرا مصرع یون بدل دیا تھا ع رخ رنگین پر اگر آئے حیا ہو جائے۔ حضرت صفدر فرماتے ہین کہ اصلاح شدہ مصرع بہ تکلف پڑھا جاتا ہے۔ یہ اُنکا خیال ہی خیال ہے۔ پھر فرماتے ہین کہ جب پہلے مصرع مین لفظ "جو" موجود ہے تو دوسرے مصرع مین لفظ "تو" کا ہونا لازمی ہے شرط کے ساتھ جزا ہونا ضروری ہے اور مرزا صاحب کو لفظ "تو" ہی پر اعتراض ہے مصرع ایسا لگایا گیا کہ جو اسقدر غلط ہے کہ اگر ایسی غلطی کسی نوآموز سے بھی ہوتی تو وہ بھی قابل بازپرس تھا نہ کہ مرزا صاحب ایسے ماہر فن اور خوشگو شاعر سے۔ دیکھئے ایک ذرا سی ترمیم مین مصرع کے سارے عیوب مٹ جاتے ہین ع رخ رنگین پہ وہ آئے تو حیا ہو جائے"۔

یہ دعوٰی کہ شرط کے بعد حرف جزا یعنی تو کا ہونا لازمی ہے اس کا جواب حضرت اصغر کا یہ مصرع دیگا ع جو کچھ کہا کہ تر احسن ہو گیا محدود

حضرت صفدر بلاغت کے اس نکتہ سے شاید واقف نہین کہ شرط کے بعد صرف جزا کو اکثر حذف کر دیتے ہین کبھی حرف جزا کا اعلان کرتے ہین اور شرط کو محذوف رکھتے ہین مثال مین یہ اشعار لیجئے۔

ترے وعدہ پر جئے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا (غالب)

ہم (جو) ترے وعدہ پر جئے تو الخ

رگ سنگ سے ٹپکتا وہ لہو کہ پھر نہ تھمتا جسے غم سمجھ رہے ہو وہ اگر شرار ہوتا (غالب)

جسے غم سمجھ رہے ہو وہ اگر شرار ہوتا (تو) رگ سنگ سے الخ

تیغ کھینچے جو یار آتا ہے اور بھی مجھکو پیار آتا ہے (مصحفی)

تیغ کھینچے جو یار آتا ہے (تو) اور بھی مجھکو الخ

مین تو قابل بازپرس ہون غالب و امیر کی نسبت کیا ارشاد ہوتا ہے؟

اب صرف و نحو کے قلمرو سے نکل کر مملکت معانی و بیان کی سیر کیجئے تو آپ کو معلوم ہو کہ مین نے جس طرح مصرع نظم کیا ہے اُسکا اسلوب ایسا ہے کہ قطرۂ شبنم حیا مین منتقل ہو گیا۔ فہو المراد۔ یہ آپکی سمجھ وہ جو تو" نہین ہے۔ مگر یہ نکات شاید آپکی سمجھ سے باہر ہین۔

نمبر ۲۴

فریب دامگہ رنگ و بو معاذاللہ یہ اہتمام ہے اور ایک مشت پر کے لئے

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا عطر حنا ہر موسم مین استعمال ہوتا ہے

مین نے عرض کیا تھا کہ دوسرے مصرع مین فعل حذف کرنے سے عجب خوبی پیدا ہوتی ہے اور یہ مصرع تجویز کیا تھا ع

یہہ اہتمام فقط ایک مشت پر کے لئے

حضرت صفدر نے بظاہر اس سے انکار نہین کیا مگر یہہ فرمایا کہ جو روانی و سلاست اصل مصرع مین ہے وہ اصلاحی مصرع مین نہین "پھر ایسی اصلاح کا کیا حاصل" آپ کے لئے فی الحقیقت کچھ نہین۔ چلتے چلتے حضرت صفدر فرماتے ہین۔

"ہان ایک بات اور یاد آئی۔ جناب اشر نے اسی تنقید مین داغ مرحوم کے اس شعر کو ؎

مینے آگے سامنے دل تو خیر رکھدیا پھر کلیجا رکھدیا دل رکھدیا مگر رکھدیا

امیر مینائی کا شعر لکھا ہے۔ اللہ رے بے خبری"

اگر حضرت صفدر غور سے دیکھتے تو واضح ہوتا کہ مین نے امیر مرحوم کو نہین مین لکھکر علامت سوال ؟ بنادی تھی۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مجھے خود شبہ تھا۔ آپ چاہین تو اسے بے خبری سے منسوب کرین۔

حضرت صفدر نے اپنے زعم مین میری "غلط تنقید کا لفافہ کھول دیا" اس کا فیصلہ ارباب فن کرین گے۔ مگر حضرت صفدر کی طولانی تحریر کا لب لباب صرف اتنا ہے کہ ۵۶ مین صرف ۲۴ اعتراضون کا جواب دینے کی ہمت ہوئی باقی تسلیم کرلئے۔ ان ۲۴ مین سے بھی سات کو نہ صرف قابل اصلاح مان لیا بلکہ خود بھی اصلاح دی۔ تاہم حضرت صفدر کو دعوے حق گوئی ہے اور میری تنقید کا مقصد ادبی استفادہ نہین بلکہ "دل آزاری کے لئے نکتہ چینی" قرار دیتے ہین۔ اس سے زیادہ زبان اردو کا دردناک مرثیہ کیا ہو سکتا ہے۔

اشر لکھنوی

۳۔ اگست ۱۹۲۶ء

اردو کا ماہانہ رسالہ "شمع" آگرہ

ہندوستانی اردو رسالون مین یہ رسالہ شمع مین مسلسل شائع ہو رہا ہے

منیجر شمع

شاہ گنج۔ آگرہ

ہندوستانی اردو رسالون مین قیامت

شائع ہوگیا ہے تصویری جلد نمبر ۱ کا

فوٹو فرحت کا سالانہ نمبر

منیجر سالنامہ فوٹو فرحت کی درخواست ہے

لوسی - شکریہ ! مین ضرور آؤنگی خواہ وہ کچھ ہی کہین -

مارنی - وہ مجھ سے نفرت کرتی ہین - مین تمھاری بھوپھی کی نظرون مین بہت آزاد طبع ہون - خیر کچھ پرواہ نہین - تم مین' اپنی پھوپھی اور انکے گرانقدر مہمان کے چنگل سے نکلنے کی مقدرت حاصل ہے - ورنہ مین تمھین مطلع کیے دیتی ہون کہ تمھاری اس شخص سے زبردستی شادی کردی جائیگی اور پھر تم کبھی نہ جان سکوگی کہ زندگی کیا ہے؟

لوسی - مین اس سے کبھی شادی نہین کرونگی -

سہ پہر کو لوسی' کسی نہ کسی طرح مس سوسن کی نظر بچاکر مارنی کے مکان پر پہونچ گئی' جہان اسنے مارنی کو مع سامان دعوت بیٹھا پایا

مارنی - آؤ بیٹھو - میری سہیلی بھی آنے والی ہی ہوگی - اب تو وہ ایک مشہور سینما کی حسین ایکٹرس ہے - اسکا ارادہ شادی کرکے سیامی کا ہے - لو وہ آہی گئی - یہی کیملی ہے -

کیملی ! - لوسی نے سانس روک لیا - وہ ایک پرشوق و متفکر سوال کرنے کے لئے مڑی - لیکن مارنی اپنی سہیلی کا خیر مقدم کرنے کیلئے دروازہ تک پہونچ چکی تھی -

دوسرے لمحہ مین کیملی کمرہ کے اندر تھی - خوفناک اشتباہات کے ساتھ لوسی نے گردن اٹھائی اور ایک چربرے جسم کی پروقار لڑکی کو بے انتہا نفیس لباس مین دیکھا -

وہ اپنے بدن کی ساخت اور صباحت کے اعتبار سے لوسی مین ملتی تھی - لیکن لوسی کا حسن اسکے دل کی صداقت و معصومیت کو منعکس کرتا تھا - کیملی کے وجود پر نقاب پڑی ہوئی معلوم ہوتی تھی - وہ کسی سے آنکھ نہین ملا سکتی تھی -

کیملی - (دستانہ اُتارتے ہوئے - غصہ سے) تمام دنیا زیر و زبر ہو رہی ہے مین زندگی سے اسقدر اُکتا چکی ہون کہ میرا ارادہ روپوش ہو جانیکا ہے روپوش ہو جانے کا !! لوسی نے بے انتہا تعجب کے ساتھ دل ہی دل مین اس فقرہ کی تکرار کی - وہ سوچ رہی تھی کہ یہ لڑکی جو بظاہر کلائی فورڈ سے منسوب ہے' کسطرح ایسی سبکروی کی باتین کر رہی ہے - اسے کوئی شبہ باقی نہ رہا تھا کہ یہ کلائی فورڈ سے منسوب نہین ہے مارنی کے منہ سے کیملی کا نام سنتے ہی وہ سمجھ گئی تھی کہ اسکا خواب محبت ختم ہو گیا !

آہ ! مین احمقون کی جنت مین بسر کر رہی تھی" اسنے سوچا" وہ مجھ پر اسلئے مہربان تھا کہ مین نے اسکے مجروح ہو جانے پر اسکی خدمت کی تھی - اور اس لئے بھی کہ اس پر راز طریقہ پر آنے اور پھر کبھی نہ بیان کرنے پر مین نے کوئی بازپرس و ملامت نہین کی" اس کے رخسار' اسکے پیار کو یاد کرکے جلنے لگی - وہ پیار جسکا مقصود کیملی تھی!

یہ ایک آتشین خیال تھا - ایک ہولناک طعنہ زن' امید سوز خیال !!! وہ اندر ہی اندر خاکستر ہوئی جا رہی تھی - اسے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ اس شرمناک' دزدیدہ' غلط بوسہ کی علامت سوزان چہرہ پر مرئی ہے -

جسے سب دیکھ سکتے ہین - !!

مارنی - کیملی' کیا ماجرا ہے - مین سمجھتی تھی کہ تم دنیا مین مسرور ترین لڑکی ہو تمھاری شادی بھی تو ہونے والی ہے -"

کیملی - تھی' کہو - کیونکہ اب مین نہین کرونگی - مین اس سے اپنا پیچھا چھڑا لونگی

مارنی - یعنی تم اس سے انکار کردوگی -

کیملی - یہ اسی کی غلطی ہے - مین نے کچھ واقعات اس کے متعلق دریافت کیے ہین -

لوسی (کانپتی ہوئی آواز مین) تو پھر کیا اسکی ہستی راز تھی ؟

کیملی - (ہنسکر) ہرگز نہین - کیا کسی مرد کی ہستی بھی راز ہو سکتی ہے - بلکہ وہ جاسوس ہے - درندہ ہے اور ہر وہ چیز جو بُری ہو سکتی ہے -

لوسی - لیکن تم بالیقین کیسے کہہ سکتی ہو -

کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے ذوالجاد قرص تنباکوے خوردنی کی قیمت فی شیشی صرف ۸ر علاوہ محصول ہے

لوسی - کلائی فورڈ کی جنبہ داری مین وہ غضب ناک ہو رہی تھی - اسکے متعلق یہ الزام صحیح نہین معلوم ہوتے تھے - لیکن مس سوسن نے بھی تقریباً یہی اتہامات اسپر لگائے تھے -

کیملی مجھے جب تک کسی بات کا یقین کامل نہ ہو جاوے، مین زبان پر نہین لاتی - مین اسکو مسترد کرنا چاہتی ہون - اب تم دونون بتاؤ کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے مین لکھ کر بھیجدون یا بالمشافہ نرمی کے ساتھ کہون - نسبت کا توڑنا بہت نازک معاملہ ہے

لوسی - بہت مشکل ہے -

کیملی - لیکن یقیناً، تم یہ تو نہین چاہتی ہوگی کہ مین ایک فرومایہ اوباش سے وابستہ ہو جاؤن - میرا دل ٹوٹ گیا ہے - مگر مجھے اپنی آبرو کا خیال کرنا چاہیے

لوسی - تمھارا اوباش سے کیا مدعا ہے -

اسکے لیے یہ سمجھنا بہت ہی مشکل تھا کہ کلائی فورڈ کی شخصیت وہ ہو سکتی ہے جو بعید از شرافت و عزت ہو -

کیملی - ایک شخص جو تمھین کبھی نہ بتائے کہ اسکی معاش کیا ہے ایک شخص جسکے پاس ایک وقت مین تو انبار زر ہو اور دوسرے وقت مین ایک دانگ بھی نہین -

لوسی - لیکن دولت ہی سب کچھ نہین ہے -!

کیملی - نہین ہے !! مین سمجھتی ہون وہ بڑی حد تک ہے -

مارنی - تمھارے پاس تو بہت دولت ہے - تم سیکڑون تو صرف لباس پر صرف کر دیتی ہو -

کیملی - کیا تمھین میرا یہ لباس پسند ہے ؟ یہ بہت گران قیمت ہے لیکن اگر مین اپنی حسب خواہش، ہر چیز نہ خرید سکون تو زندہ نہین رہ سکتی اسی وجہ سے تو مین نسبت توڑ رہی ہون -

لوسی - مگر مین اسے ظالمانہ وجہ سمجھتی ہون -

لوسی کا لقب کلائی فورڈ کے لئے دکھ رہا تھا اور کیملی کا دنیا پرستانہ نقطۂ نظر اسکے لئے کرب آفرین تھا -

لیکن اسکا یہ جذبۂ ہمدردی مختصر الدیام تھا - دوسرے لمحہ وہ کلائی فورڈ کی فریب کاری پر غضبناک ہو رہی تھی - وہ تقریباً اس سے نفرت کرنے لگی کہ باوجود کیملی سے منسوب ہونیکے لئے اس نے اس سے اظہار محبت کیا - اور سب سے زیادہ - لوسی اپنے پر غصہ ہو رہی تھی کہ اسکے عشق مین اس شدت کے ساتھ مبتلا ہو گئی -

کیملی - مین آج رات کو اس سے صاف صاف کہدونگی کہ مین اس سے شادی کرنا نہین چاہتی اور پھر کسی دوسرے شہر مین کسی رئیس سے شادی کر لونگی -

لوسی - مین ملازمت کرنا چاہتی ہون مارنی کہتی تھی کہ تم کبھی دفتر مین کام کیا کرتی تھین -

کیملی - ہان لیکن یہ اسوقت کا ذکر ہے جب مین بہت کمسن تھی اور نئی نئی تجارتی کالج سے نکلی تھی -

لوسی - اور مین نے کچھ بھی نہ سیکھا ہے مجھے حیرت ہے کہ مین کیا کرونگی

کیملی - کسی بیرونی شہزادے سے منسوب ہو جاؤ -

اور صرف یہ رہ گئے تھی جو کیملی اسے دے سکتی تھی -

لوسی گھبرا گئی - اسکی سمجھ مین نہین آتا تھا کہ آیا اس بات پر وہ خوش ہو یا رنجیدہ کہ کلائی فورڈ کو اسکی محبوبہ مسترد کر دینے والی ہے ایک خیال پر تو وہ صدور جہ شاد کام ہوتی تھی کہ پھر کلائی فورڈ آزاد ہو جائیگا اور لوسی کے ساتھ محبت ظاہر کرنے مین فریب کی آلائش نہوگی - لیکن فوراً ہی وہ اپنے دل مین کہتی کہ اب وہ کبھی اسکی پر محبت باتون پر کان نہ دھریگی اور اگر کبھی اس سے ملنے کا اتفاق ہوا تو اس سے کہیگی کہ وہ کیا دھمبت ہے - جیسے جاسوس فرومایہ

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا تیار کردہ "بانو ہیرائل" استعمال کیجئے - قیمت فی شیشی دو روپیہ عہ ایک پیسہ

درندہ کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

اس رات جب وہ سونے کے لیے بستر پر لیٹی تو اسکی لانبی ریشمی پلکیں، آنسوؤں سے نمناک تھیں۔

لیکن خواب مین کلائی فورڈ پھر ویسا ہی نیک صادق، حسین اور برت کی طرح صحیح تھا۔!

(۷)

روپرٹ۔ میرے نئے دستانہ مین سوراخ ہوگیا ہے۔

سوسن۔ کیون؟ گزشتہ ہفتہ تو تم نے خریدا ہی تھا۔

روپرٹ (قہقہہ لگاکر) مین نے نیلام مین سے لیے تھے۔

سوسن۔ اگر واقعی بھٹ گئے ہین تو مجھے یقین ہے لوسی بہت خوشی کے ساتھ رفو کردے گی

لوسی (شگفتگی سے) کوئی خاص خوشی تو نہین حاصل ہوگی، لیکن مجھے رفو کرنے مین کچھ عذر نہین۔

مس سوسن مسکرائی اور لوسی دستانہ سینے کے لیے جھکی اسوقت تک انتظار کیا، اور پھر روپرٹ کا بازو چھوکر سرگوشی مین یہ کہتی ہوئی کہ اب موقعہ ہے" کمرہ سے باہر نکل گئی۔

لوسی نے کوئی حرکت نہ کی اور نہ یہ ظاہر کیا کہ اس نے ان الفاظ کو سن لیا ہے۔ مگر دل مین وہ غصہ کے مارے پھنک گئی۔ اسے اپنی پھوپھی سے تقریباً نفرت ہوگئی اور وہ اسطرح اس کی پشت کھڑی ہوئی سازش کر رہی ہے اور اس بات کی متوقع ہے کہ وہ اسکی منشا پوری ہونے دیگی

"مین انھین بتاؤنگی کہ مین بچہ نہین ہون" اس نے سوچا مین اپنے یہ ثابت کرونگی کہ مجھ مین وہی دلیری موجود ہے جو اس زمانہ مین بھی جب میرے والد بقید حیات تھے اور جب زندگی تمامتر نشاط و آزادی تھی"

روپرٹ۔ (اپنی آواز کو رقیق بنانے کی کوشش کرتے ہوئے) درحقیقت یہ فردوسی منظر ہے!

لوسی۔ کیا بات ہے؟

روپرٹ۔ مین یہ سوچ رہا ہون اور تمنا کر رہا ہون کہ اے کاش ہمیشہ ایسا ہو سکتا۔ صرف تم اور مین۔ تم میرے کپڑے درست کرتی ہوتین، میرے بٹن لگاتین، میرے لیے کھانا تیار کرتین۔

لوسی۔ اور تم اپنا پائپ پیتے اور کچھ نہ کرتے۔ یہی تمھین فطری طور پر مرغوب ہے۔ کیا تمھین کوئی ملازمت نہین مل سکتی۔

روپرٹ۔ بہت سی ملازمتین ہین۔ اسکے علاوہ اور دیگر مشاغل ہین جو میرے لیے باعث دلچسپی ہین۔

لوسی۔ مگر مین نے تمھین کبھی مشغول نہین دیکھا

روپرٹ۔ مین کسطرح کوئی کام کرسکتا ہون جب میرا دل و دماغ اس کشمکش مین ہے۔

لوسی خاموش ہوگئی۔ وہ اس فقرہ کی تشریح نہین چاہتی تھی اسنے ڈورا سوئی مین پرو دیا اور سینے لگی۔

ہارڈ مین جلدی سے لوسی کی طرف بڑھا اور اسے اپنی آغوش مین لے لیا۔

وہ اسکی آغوش مین سے تڑپ کر نکل گئی اور ہانپتے ہوئے کہا "مجھے جانے دو۔ گھنٹی بج رہی ہے۔ غالباً کوئی آیا ہے۔ مین دروازہ کھولون گی۔

روپرٹ۔ اسکی فکر مت کرو۔ خالہ سوسن وہان ہین وہ دروازہ کھولینگی"

لوسی کا دل گزون اچھل رہا تھا۔ بڑے کمرے مین وزنی قدمون کی آواز آئی۔ کوئی ملاقاتی گھر مین آیا۔

"نہین تم اندر نہین جا سکتے" تھوڑی دیر کے بعد مس سوسن بلند آواز مین کہہ رہی تھی۔ "اور لوسی میڈ بھی منسوب ہو چکی ہے"۔

کارخانہ صفہ علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کی ایک شاخ "چاندنی چوک دہلی" اور ایک شاخ گلزار خاص حیدرآباد دکن مین ہے۔

منسوب ہو چکی ہے ؟"

یہ کلائی فورڈ کی آواز تھی۔ لوسی کا چہرہ زرد پڑ گیا اسکے ہونٹ کانپے۔ اور اسکا دل بالکل اچھل گیا۔

روپرٹ۔ باہر جو کچھ ہو رہا ہے اسکے سننے کی ضرورت نہیں۔ میری سنو۔ لیکن لوسی نے اسکی بات نہ سنی کیونکہ کلائی فورڈ کہہ رہا تھا

" مین لوسی سے ملنا چاہتا ہون۔ اور تنہا ! "

اسکے بعد ہی دروازہ کھلا اور کلائی فورڈ اندر آیا اسکے حسین چہرہ پر سنجیدگی کے نقوش تھے۔ وہ آج ہارڈمین کے مقابلہ مین زیادہ کشیدہ قامت معلوم ہو رہا تھا۔

لوسی پر اہتزاز طاری ہو گیا۔ اسکی نبض سریع ہو گئی۔ ایک کہرا اسکی آنکھون کے سامنے چھا گیا۔ افوہ! وہ کسقدر اس سے محبت کرتی تھی۔ لیکن اس محبت کو اسے کچل ڈالنا پڑے گا۔

لوسی ! کلائی فورڈ نے کہا۔ اسکی آنکھین سنجیدگی سے لوسی کی طرف نگران تھین۔ جیسے وہ اس سے کلیتہً بے خبر ہے کہ کوئی اور بھی کمرہ مین ہے " کیا تم مجھے چند لمحات دو گی"!

لوسی نے اپنے بدن کو سادہا اور آواز کو روکھی بنانے کی کوشش کی " مین یہان ہون تمھین کیا کہنا ہے "۔

کلائی فورڈ۔ ایک بات صرف تمھارے کانون کے لیے۔

تھوڑی دیر کے لیے اسکے انداز پر لوسی کا دل پسیجا۔ لیکن اسنے فوراً کیملی کے بیان کو یاد کیا۔ وہ کیملی کی محبت کا اہل نہ تھا وہ کسی لڑکی کی بھی توجہ کے قابل نہین۔ اس نے مجھ سے اظہار محبت کیا، اس حال مین کہ یہ اس سے منسوب تھا۔ اس نے میرا بوسہ لیا جس سے مقصود وہ تھی "

یہ نیش ناقابل برداشت تھا اور لوسی کا دل پھر سخت ہو گیا

لوسی۔ اگر تمھین مجھ سے کچھ کہنا ہے تو یہان کہہ سکتے ہو ! "

کلائی فورڈ اسکے لہجہ پر سخت متحیر ہوا۔ اور اس نے تکلیف رسیدہ نظرون سے روپرٹ کے منحوس چہرہ کو دیکھا اور پھر مس سوسن کی جانب جو اسکو باہر نکالدینے کیلئے مضطر تھی

کلائی فورڈ (مس سوسن سے) کیا آپ معاف کرینگی اگر مین چند لمحون کے لیے آپ کی بھتیجی سے گفتگو کرنے کے لیے تخلیہ کی عرضداشت کرون !

مس سوسن۔ عجیب مضحکہ خیز بات ہے۔

کلائی فورڈ مین بے انتہا متشکر ہونگا اگر آپ اور آپ کا بیٹا..."

سوسن (چیخ کر) میرا بیٹا !!! مین غیر شادی شدہ ہون۔ اور اگر بفرض محال شادی شدہ ہوتی تو بھی میری عمر اتنی زیادہ نہین ہے کہ اتنے معمر شخص کی مان ہو سکتی۔

کلائی فورڈ۔ مین معذرت کا خواستگار ہون۔ مجھے اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے تھا۔ لیکن میرا دماغ دوسری باتون سے بھرا ہوا ہے" آواز تھرائی لیکن اسنے فوراً درست کرلی " اگر آپ بہت مہربانی کر کے اپنی بھتیجی کو میرے ساتھ چھوڑ دین تو مین وعدہ کرتا ہون کہ مین آپ لوگون کو زیادہ منتظر نہ رکھون گا۔

سوسن۔ تو پھر اسکا خیال رکھنا کہ تم زیادہ دیر نہ لگاؤ آؤ روپرٹ یہ عجیب بات ہے اور خدا ہی جانتا ہے کہ ہمارا ان کو تنہا چھوڑ جانا کہانتک مناسب ہے۔

روپرٹ۔ انھین باتین کرنے دو۔ انھین صرف تین منٹ کی اجازت ہے۔ زیادہ نہین۔ اتنا وقت کافی ہے۔

جب تک یہ دونون دروازے کو بھڑا چھوڑ کر باہر نکل گئے کلائی فورڈ مؤقر خاموشی کے ساتھ انتظار کرتا رہا۔

لوسی، اضطراب اور دیگر بے شمار جذبات کے زیر اثر پتے کی طرح کانپ رہی تھی۔ کیملی نے جو کچھ کلائی فورڈ کے متعلق کہا تھا

اگر آپ کو عطر حنا درکار ہے تو صرف اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے طلب فرمایئے۔

وہ اسے نہ بھول سکتی تھی - اگر اور سب باتون کو غیر صحیح سمجھ بھی لیا جائے تو اس نا فراموش شدنی رات کا خار کسطرح نکل سکتا تھا جب وہ اس گھر مین یہ امید لئے ہوئے آیا کہ کیملی اسے ملیگی -

لوسی کو کیملی سمجھتے ہوئے - لیکن وہ کیملی سے منسوب نہ ہوگا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو کیا وہ کیملی اور لوسی مین امتیاز نہ کر سکتا ؟ مگر اس نے صورت حالات کو اور بدتر کر دیا لوسی کو یہ خیال ہوا کہ وہ اس سے محبت کے دوران ہی مین کیملی سے بھی منسوب ہوگیا -

لوسی نے جب اس بوسہ کی شیرینی کو یاد کیا تو اس کا خون رگون مین دوڑنے لگا - مگر کیملی نے اسکی آنکھون پر سے پردہ اٹھا دیا تھا - اور اب غالباً کیملی نے اپنا قول پورا کیا ہے اور وہ لوسی کے پاس تسکین خاطر کی غرض سے آیا ہے - وہ تازہ مذلتین اسکے سر پر لانا چاہتا ہے -

یہ تھے لوسی کے خیالات، یہ تھے اسکے اندیشے جب وہ اپنے سپید چہرہ اور دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اب بھی محبت کرتی ہوئی کھڑی ہوئی تھی " مین برودت برتونگی - برف کی سی برودت! مجھے یہ دل مین سمجھتے رہنا چاہیے کہ یہ خادع ہے -!"

کلائی فورڈ - لوسی، مجھے امید ہے کہ تم اس نامہذب اصرار ملاقات پر مجھے معاف کروگی "

لوسی - خیر - خیر - کیا تم بیٹھوگے نہین -

کلائی فورڈ - لوسی یہ میری معمولی ملاقات نہین ہے - یہ تم نے اسی سے سمجھ لیا ہوگا کہ مین نے تخلیہ چاہا -

اسکی گہری سیاہ ساحر آنکھین سنجیدگی سے لوسی پر جمی ہوئی تھین لوسی اسکی آنکھونکی تیزی نہ برداشت کر سکی - اس نے فوراً آنکھین دوسری طرف پھیر لین وہ اپنی ہمت قائم رکھنے لیے کشمکش مین تھی - وہ سوچ رہی تھی کہ اگر وہ یہ کہنے آیا ہے کہ وہ اپنی محبت کیملی سے لوسی پر منتقل کرنے کیلیے آمادہ ہے تو وہ اسے غلطی سے متنبہ کر یگی - اور اگر اس اثناء مین اسنے کوئی ایسی دلشکنی کی بات کہی تو وہ فوراً اسے رخصت کر دیگی - وہ اپنی خود داری نہین کھونا چاہتی تھی -

لیکن جب کلائی فورڈ پھر بولا تو اسکے لہجہ سے جذبات رقیقہ کی بارش نہین ہو رہی تھی - اسکا انداز اتنا ہی برودت مآب ومتین تھا جتنا خود لوسی کا !

کلائی فورڈ - کیونکہ ہمین صرف تین منٹ ملے ہین، اسلیے کسی طولانی تمہید کی ضرورت نہین - لوسی مین یہان صرف تمین متنبہ کرنے آیا ہون -

لوسی (تعجب سے) مجھے متنبہ کرنے !! کس بات سے ؟

کلائی فورڈ - میرے لئے یہ تم سے کہنا بہت ہی مشکل ہے لوسی پیاری یہان اسکی برودت دفعۃً محلول ہوگئی اور شدت تاثر سے اسکی آواز مین لرزش "لیکن اگرچہ تمھارے لیے یہ تکلیف دہ ہی کیون نہ ہو مگر مین تمھارے کانون تک یہ پہونچا دینا اپنا فرض سمجھتا ہون - مین نے معلوم کیا ہے کہ یہ شخص رو پرٹ ہارڈ مین قابل اعتماد شخص نہین ہے!"

لوسی - (حیرت سے) مین تمھارا مفہوم نہین سمجھی -

اور اسکے دل مین یہ گزرا کہ اگر کیملی کی باتون مین نصف بھی صحت ہے تو کلائی فورڈ کوئی حق حاصل نہین ہے کہ ایک ایسے شخص کیلیے یہ باتین کہے جسے وہ جانتا بھی نہین -

کلائی فورڈ - مجھے پہلے سے اندیشہ تھا کہ تمھین ناگوار گزرے گا اور خطرتاً تمھین گزرنا بھی چاہیے - اور مین کہانیون کے ساتھ تمھارے پاس آنا پسند نہین کرتا ہون - لیکن یہ امر اہم ہے مین تمھین متنبہ کرنا چاہتا ہون تاکہ تم ہوشیار رہو -

لوسی - لیکن - لیکن تمھارا اس معاملہ سے کیا تعلق ہے -

کلائی فورڈ - مین تمھاری عافیت دل سے چاہتا ہون - اور چاہتا ہون کہ تم ایک خطرناک غلطی سے بچو - مین جانتا ہون یہ شخص رو پرٹ تمھارے

عطر حنا جو اصغر علی تاجر عطر لکھنؤ کے کارخانہ کا بنا ہوا ہے اسکا نسخہ ہی مختلف ہے

قابل نہین ہے اور مین یہ دیکھکر متاسف ہون کہ تمھاری پھوپھی کُھلم کُھلا اسکی حوصلہ افزائی کرتی ہین -

لوسی کہنا چاہتی تھی کہ اسے روپرٹ سے کوئی دلچسپی نہین ہے مگر غرور نے اسے باز رکھا-

لوسی - اس قسم کی گفتگو سے تمھارا کیا مقصد ہے ؟ ایسی باتین سننا میرے لیے ناجائز ہے - اور اگر تم ایسی آزادی حاصل کر رہی ہو تو یہ تمھاری ناقابل معافی غلطی ہے -

کلائی فورڈ - نہین لوسی - مین ایک پرخلوص خیرخواہ کی حیثیت سے تمھین ہشیار کر رہا ہون کہ تم اپنے "عزیزان قلب" پر اعتماد کرنے مین محتاط رہو -

لوسی - تم مجھے اپنی پھوپھی سے مخالفت پر آمادہ کر رہے ہو -

کلائی فورڈ وہ روپرٹ ہے جس سے ہشیار رہنے کی مین نے خواہش کی -

لوسی (اصلی جذبات کو چھپاکر) روپرٹ وہ میری پھوپھی کا مہمان ہے -

کلائی فورڈ نے المناک انداز مین مستفسرانہ نگاہ سے لوسی کو دیکھا یہ محسوس کرنے کیلئے کہ روپرٹ کی برائی سے کسقدر لوسی کے دل مین چوٹ لگی ہے - اسے یقین ہوگیا کہ لوسی اپنا دل روپرٹ کو دے چکی ہے - !

اور لوسی پوری شدّت کے ساتھ کلائی فورڈ کو چاہتی تھی تاہم اسکا یہ عقیدہ پختہ تھا کہ وہ درباب محبت دغاباز ہے - مغالطون اور غلط فہمیون کا یہ ہیبت ناک منظر تھا - ان دونون کی مسرت کا انحصار دونون کے ملجانے پر تھا، لیکن دونون مین سے ایک بھی اس خلیج کو جو دفعتہً حائل ہوگئی تھی، عبور نہ کرسکتا تھا -

کلائی فورڈ - (حسرت سے) تم میری اطلاع کو نظر امتنان سے نہین دیکھتین - مگر کسی دن دیکھوگی !

لوسی - تم اس بات کے کیسے متوقع ہو کہ مین تمھارا شکریہ ادا کرون -

کلائی فورڈ - خیر جو کچھ مجھے کہنا تھا - کہہ چکا - اب تین منٹ گزر چکے ہین مجھے جانا چاہیے - لیکن کیا ہم اسطرح جدا ہون گے -

لوسی - اور پھر کسطرح ؟"

وہ اس سے آنکھین نہ ملاسکی -

کلائی فورڈ - تم مجھ سے بدگمان ہو - میرا انتباہ بہت بعد از وقت رہا!

اب بھی وہ کچھ نہ بولی - وہ کوئی مناسب بات کہنے کے لئے سوچ رہی تھی مگر نہ سوجھی -

کلائی فورڈ نے ایک نظر اسپر ڈالی - گویا سابقہ اُس کے کسی شائبۂ شیرین کا متلاشی ہے - لیکن وہان ایک بھی نہ تھا -

وہ بھاری تنفس کے ساتھ دروازہ کی طرف گامزن ہوگیا - لوسی نے کلائی فورڈ کو سریع و مستقل قدمون کے ساتھ بڑے کمرے مین سے گزرتے سنا - کوئی چیز اسکے سینے مین مضطرب تھی اور ایک ویرانی و تنہائی کا احساس — اُس ویرانی و تنہائی کا جسکو اسنے پہلے کبھی محسوس نہ کیا تھا، اسپر مستولی ہوگیا - اسکے دل مین ٹیسین اٹھنے لگین - وہ ہاتھ پھیلا کر آگے بڑھی - اسکے ہونٹ متحرک ہوئے "کلائی فورڈ!" لیکن لوسی کی بھرائی ہوئی آواز اس تک نہ پہونچ سکی - یہ بہت بعد از وقت تھی - گھر کا دروازہ اس شخص پر جسے وہ چاہتی تھی بند ہو چکا تھا —— اسکا صبیح اجنبی اسکی حدود حیات سے باہر جا چکا تھا — غالباً ہمیشہ کے لیے !

دفعتہً ہارڈمین دروازہ کے پیچھے سے برآمد ہوا، جہان وہ ان دونون کی گفتگو سننے کے واسطے پوشیدہ ہوگیا تھا - وہ نہایت خوشی کے ساتھ کمرہ مین آیا اور لپک کر لوسی کو حلقۂ آغوش مین کھینچ لیا "میری پیاری اب مجھے معلوم ہوا کہ تم مجھے چاہتی ہو"

لوسی - (اپنے تئین چھڑانے کی سعی کرتے ہوئے غصہ سے) ہرگز نہین - کمینے کتے مجھے چھوڑ دے -

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کی شہرت کا باعث صرف عطر حنا ہے

ہارڈمین تمھین چھوڑ دون ہرگز نہین۔ تم مجھے اپنا دل دے چکی ہو۔ مین دروازہ کے پیچھے سے سب سن رہا تھا۔ میری پیاری مین نے سب کچھ سن لیا۔ مین اس بدمعاش کیطرح تمھین تنہا کسطرح چھوڑ سکتا تھا تم نے میرے خلاف ایک لفظ کا بھی یقین کیا۔ تم مجھ سے محبت کرتی ہو یقیناً کرتی ہو۔ اس بدمعاش سے تمھارے طرز عمل نے ثابت کر دیا۔ لاؤ تمھارے ہونٹ چومون۔

لوسی (چھوٹ جانے کیلئے ہاتھ پاؤن مارتے ہوے) گدھے! ملعون!!

روپرٹ۔ شکریہ! صرف اسلیے کہ مین جانتا ہون تم یہ دل سے نہین کہہ رہی ہو اب زیادہ چھپانیکی ضرورت نہین ہے۔ تمھارا طرز عمل اس عیار کے ساتھ قابل تعریف تھا۔ تم نے پوری پوری طرح میری طرفداری کی۔ اور میرے لیے حیرت خیز انکشاف تھا مجھے خیال بھی نہ تھا کہ تمھین مجھ سے اسقدر محبت ہے۔ یہ بات بتاتی ہے کہ عورتین کیسی ایکٹرس ہوتی ہین۔ لیکن اب تم مجھے زیادہ دھوکا نہین دے سکتین۔ تمھین مجھ سے محبت ہے۔

لوسی۔ (غصہ سے کانپتے ہوے) "گدھے"! اسنے اپنے تئین چھڑا لیا "مین بتا دونگی کہ مجھے تجھ سے کیسی محبت ہے" اور اُسنے دستانے اٹھا کر اُسکے منھ پر کھینچ مارے۔

روپرٹ۔ یہ سب بناوٹی باتین ہین۔ مین جانتا ہون۔ اور اب تم مجھے پیار کرنیوالی ہو

وہ لوسی پر دوڑا لیکن وہ دروازے تک پہنچ چکی تھی جلدی سے اسنے دروازہ کھولا اور کھولتے ہی مس سوسن سے مقابلہ ہوا۔

روپرٹ (مذاق کے لہجہ مین) اسے وکٹوریہ نے سب معاملات طے کر لیے ہیں لوسی میری بیوی ہونیوالی ہے

لوسی۔ تو دیوانہ ہو گیا ہے!

روپرٹ۔ ہان مگر تمھاری محبت مین۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ تمھین مجھ سے محبت نہین ہے، یہ دیکھتے ہوئے کہ تم نے اس عیار کو کیسے جواب دیدئے مس سوسن کاش تم تینون۔ اسنے میری برائی نہ سنی اس قسم کی بیوی ایک شخص کو چاہیے، جو سامنے تو سرد مہری سے پیش آئے اور پیٹ مجھ اتنی محبت کا اظہار کرے۔

لوسی۔ تو پاگل ہے اور اب مین مسٹر کلائی فورڈ کا ایک ایک لفظ یقین کرنے لگی ہون۔

سوسن۔ لوسی اس وقت جب ہمین ایک مناسبت کر لینی چاہیے۔ اسطرح سے کام نہین چل سکتا

لوسی یقیناً نہین چل سکتا۔ مین عرصۂ دراز سے یہ سوچ رہی ہون۔

سوسن مین زیادہ بدتمیزی نہین چاہتی جیسے اپنی خواہشات سے بیان کر دی ہین امید کرتی ہون اپنے عمل پر ہونیکے لیے تیار نہین ہو تو مہربانی کرکے میرے گھر سے چلی جاؤ۔

سوسن (نہایت خموشی سے) تو پھر بہت اچھا آج مین چلی جاؤنگی۔

انکے چہرون پر ایک نظر ڈالنے پر لوسی نے محسوس کیا کہ اسنے انکے توقعات کیبرخلاف جواب دیا ہے واقعہ یہ ہے کہ خود اسکے منھ سے غیر ارادی طور پر یہ الفاظ نکل گئے تھے مگر وہ جانتی تھی کہ اپنی سلامتی کی خاطر وہان سے چلا ہی جانا چاہیے اور اس خیال مین اور تقویت ہو گئی جب اسنے مس سوسن کو رو پڑنے سے سرگوشی مین کہتے سنا "اطمینان رکھو وہ نہین جائیگی وہ نہین جا سکتی ہے۔ کیونکہ اس کے پاس روپیہ نہین ہے"

لوسی مسکرائی بہت دیر تک اسنے اپنے تئین کمرے مین بند رکھا جانے واپسا سامان باندھنے ہی اسنے ارادہ کر لیا کہ اپنے سامان کا حصہ فروخت کر کے لندن اپنے باپ کے گھر مین چلی جائے رات ضرور کوئی ملازمت ملجائیگی۔ لندن مین اسکے باپکا بہت سا سامان فروخت کرنے کو تھا۔ علاوہ ازین کچھ نقد رقم تھی جنھین ایک متعارف گاہک منھ مانگی قیمت پر خریدلیگا۔ رات تک لوسی جانے کیلئے تیار ہو چکی تھی لیکن رات کو جانا مناسب نہ تھا لہذا اسنے صبح تک انتظار کیا۔ اس نے تھوڑی سی چاے پی لیکن کھانا چھوا تک نہین۔ سوسن اور روپرٹ کا طرز عمل اسدن شریفانہ رہا وہ سمجھتے تھے کہ لوسی جائیگی اور دل ہی دل مین مسرور ہو رہے تھے۔

رات بھر لوسی کی آنکھ نہ جھپکی۔ اور صبح صادق کیوقت وہ خاموشی کے ساتھ گھر سے باہر چلی گئی۔ صبح کی ٹرین سے سوار ہوئی اور تین گھنٹہ بعد وہ لندن مین اپنے پرانے گھر کے پاس ایک ہوٹل مین ناشتہ کر رہی تھی۔

ناشتہ سے فارغ ہو کر وہ اپنے باپکے چند پرانے دوستون سے ملنے کیلئے متعدد مقامات پر گئی مگر معلوم ہوا کہ وہ مکان چھوڑ کر چلے گئے ہین بہت سی تبدیلیان واقع ہو گئی تھین بہت سے شناسا اچھے عہدون بغیر کسی خاص مقام کو پیش نظر رکھے ہوے وہ چلی جا رہی تھی جا بجا ان عورتون کو یاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی جو اسکے مصور باپکے ماڈل رہی تھی۔ وفعتہً اسے گنس کا خیال آیا جو تقریباً نصف درجن مواقع پر اسکے باپ کی ماڈل رہی تھی۔ اس نے مامین لوسی بالکل بچہ تھی۔

ماڈل کلب مین پہونچنے پر معلوم ہوا کہ گنس نے شادی کر لی ہے اور قریب ہی کسی مکان مین رہتی ہے لوسی نے ادھر ہی اپنے تھکے ہوے قدم موڑ دئے لوسی نے مکان پر پہونچکر گھنٹی بجائی گنس نے اوپر سے جھانکا اور مذبذب انداز مین کہا "جانتک میرا خیال کام کرتا ہے تم

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر حنا کا نسخہ کسی دوسرے عطر ساز کو دستیاب نہ ہو سکا۔

مسٹر فریزر کی بیٹی ہو۔

لوسی۔ ہان مین یہان ملازمت تلاش کرنے آئی ہون آگنس کیا تم میری مدد کروگی۔

آگنس۔ خدا کی پناہ کیا تمھارا یہ مطلب ہے کہ تم نے سب روپیہ خرچ کردیا۔

لوسی (دبکر) کیسا روپیہ؟ والد کے مرنے کے بعد سے میرے پاس ایک جبہ بھی نہین۔

آگنس۔ لیکن مین نے اخبار مین دیکھا ہی سب نے دیکھا ہو۔ اور وہ جاکر ایک پرانا اخبار اٹھا لائی

آگنس۔ (اخبار دیکر) یہ دیکھو مسٹر ونڈرٹن مختار کا پتہ! کیا تم اس سے ملی ہی نہین۔

لوسی۔ نہین مجھے خیال بھی نہ تھا کہ میرے والد نے کچھ چھوڑا ہے۔

آگنس۔ تو پھر بجاے ملازمت کے ذکر کے، تم جاؤ اور اس سے ملو تم کا کئی کیلیے نہین بلکہ کاروبار کیلیے ہو دنیا دو نصف حصون مین منقسم ہے۔ ایک وہ جو کام کرتے ہین اور دوسرے وہ جو کام دیتے ہین اور دونون ایک دوسرے کے بغیر کچھ نہین کرسکتے"۔ آگنس اور لوسی دونون مختار کے پاس گئین مختار نے مسکراکر کہا امید کچھ شک نہین کہ تم کمسن ہو لیکن میرا خیال تھا کہ تمھین اسکے متعلق معلوم ہوگا تمھاری ہو بھی متعدد بار یہان آئی اور تمھارے نام سے روپیہ مانگا۔ گو میں نے اس سے کہدیا کہ میں تمھاری جائداد کے متعلق کچھ نہین جانتا

لوسی اب مین سمجھی۔

لوسی کو ایسا معلوم ہوا جیسے ایک پردہ اسکی آنکھون کے سامنے سے ہٹ گیا۔ اب اسے معلوم ہوا کہ اسکی پھوپھی اسے روبرٹ سے شادی کرنے پر کیون مجبور کر رہی تھی ۔ اسلیے کہ وہ ہم روپیہ تقسیم کرین۔ اسدن خوشی سے انکی کچھ باتین سن لی تھین انکی تشریح ہوگئی۔ مختار نے اسکی موجودہ ضرورت کیلیے کافی روپیہ دیدیا اور اسکی زندگی اسکے ساتھ گزرنے لگی اسکے دن بہت سرت سے گزرتے اگر اس ایک الم مقیم کا خار نہ ہوتا جو ہر وقت اسکے دامن کھینچتا رہتا تھا اسنے ایک آراستہ و پیراستہ شاندار مکان لے لیا تھا جہان وہ غم بہلانیکے لیے تفریح مین مشغول رہتی اسنے بہت سے نئے دوست پیدا کرلیے تھے وہ مفلس اور بیکار لوگون کی امداد کرتی لیکن وہ چھپ چھپ کر آنسو بھی بہایا کرتی تھی۔ ہان محبت کے پارہ شدہ خوابون پر اشکباری بھی کیا کرتی تھی۔!

موسم بہار کے ایک دن جب طلوع صاف تھا اور زمین نور آفتاب سے تابناک تھی لوسی کا دل چاہا کہ شہر سے باہر جاکر کسی گاؤن مین مناظر فطرت سے لطف اندوز ہو

ٹرین مین بیٹھکر وہ ایک گاؤن مین گئی جو اس گاؤن سے جہان مس سوسن رہتی تھی زیادہ دور نہ تھا۔ اور سرسبز لہلہاتے درختون مین غرق ہوگئی۔ دفعتہً اسنے ایک گاڑی کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ وہ سڑک کے موڑ پر سے اتری اور باگ کر پیڑ کے پیچھے جا کھڑی ہوئی۔

لوسی آخر الامر مہم پھر ملے! "کلائی فورڈ"

اسکا نام لوسی کے منہ سے ایک آہ سرد کی طرح نکلا۔ پھر غیر معلوم طریقہ پر اسکی طرف بڑھی۔ اور اسکی آغوش مین تھی۔

کلائی فورڈ۔ لوسی میرا قلب اکثر تمھین پکارا کرتا تھا۔

لوسی (کانپتے ہونٹون سے) مگر میرا خیال تھا تم کیملی سے محبت کرتے ہو۔

کلائی فورڈ (تعجب سے) کیملی!! ایسا خیال کیونکر ہوسکتا ہے۔

لوسی۔ اسنے خود مجھ سے کہا تھا وہ تم سے منسوب ہے،

کلائی فورڈ۔ مین ہرگز اس سے منسوب نہ تھا۔ اور وہ آخری عورت ہوگی جس سے مین شادی کرون، کیونکہ وہ ایک خوفناک گرہ کی مخبر ہے۔

لوسی۔ مخبر!

کلائی فورڈ۔ ہان وہ پولیس تھی جسنے مجھے غلط گرفتار کیا تھا۔ یہ اس گھر کی کنجی تھی جسمین کیملی رہتی تھی مجھے قرض مین اس سے ملنے کا اتفاق ہوا اور اسنے مجھے اپنے گھر پر دعوت دی اسے کیا خبر تھی کہ مین خفیہ پولیس کی طرف سے اسپر متعین ہون اور ہر وقت اسکے واسطے ہتکڑی تیار رکھتا ہون۔

لوسی۔ یہ خیر بہت سی باتون کو واضح کرتی ہے لیکن تمنے مجھے کیملی سمجھے ہوئے اظہار محبت کیا۔

کلائی فورڈ۔ مجھے بوسہ لیتے ہی اس غلطی کا احساس ہوا تھا

لوسی۔ تمھین مجھ سے یہ سب باتین کہنی چاہیے تھین۔

کلائی فورڈ۔ لوسی۔ مین یہ کسطرح کہہ سکتا تھا جب مین سمجھتا تھا کہ روبرٹ کی طرف ملتفت ہو

لوسی۔ ہرگز نہین! اور اگر تم یہ سمجھتے تھے تو پھر اسکے خلاف مجھے بتہ کرنے کیون آئے تھے

کلائی فورڈ۔ کیونکہ مین نے سنا تھا کہ وہ تمھاری دولت غبغب کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔ اصل واقعہ یہ تھا کہ وہ تمھاری پھوپھی سے کچھ روپیہ مانگتا تھا اور تمھاری پھوپھی نے یہ تدبیر کی کہ اسکی تمسے شادی کردی جائے سراغ رسانی کے دوران مین مختلف خبرین کانون مین پڑتی رہتی ہین۔

لوسی (مسکراکر) یہ بہت سخت کام ہے"

کلائی فورڈ۔ عرب مین اسے چھوڑ راہون مین اپنے والد کے ساتھ عجائبات مین شرکت کرونگا اور اسکی امید کرتا ہون کہ کسی نہ کسی دن اس لڑکی کی شادی کرنیمین کامیاب ہوسکونگا جسکو مین مجنونانہ طور پر چاہتا ہون۔ اسنے لوسی کو سینہ سے لگالیا اور پھر آہستہ سے اسکا سر نیچے جھکا کر اپنے ہونٹ اسکے ہونٹون پر جا دئے

رفیع اجمیری

تمام ایران فن نے اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر حنا کو بہترین عطر مانا ہے

جہان مرقعِ تصویرِ محسنِ اوست تمام
بہ حیرتم کہ بکندم دل از کہ بردارم

فہرست مضامین

قیمت سالانہ مع محصولڈاک
پانچ روپیہ

دسمبر سنہ ۱۹۲۶ء

نمونے کا پرچہ
آٹھ آنے

(۱) عرضِ حال — اڈیٹر — ۲
(۲) افکارِ بسمل (غزل) — جناب بسمل موہانی — ۳
(۳) کلامِ منیظر (غزل) — جناب سید منیظر شاہ صاحب — ۴
(۴) جذباتِ شعر کا اظہار — جناب آغا شہر لکھنوی — ۵
(۵) نفس کی فریب کاریاں (افسانہ) — جناب طالب باغپتی — ۹
(۶) نقوشِ مانی (غزل) — از جناب مانی جائسی — ۱۹
(۷) لکھنؤ ہم پر فدا ہے ہم فدائے لکھنؤ (تحقیق) — حضرت آزاد عظیم آبادی — ۲۰
(۸) پیرایہ (تحقیق) — 〃 〃
(۹) آزادی و تعلیم صنفِ نازک کا فیض — جناب وحید لکھنوی — ۲۱
(۱۰) عبودیتِ عبد (غزل) — جناب مولوی عبداللہ صاحب عبد — ۲۴
(۱۱) عکس غزل جناب منشی مظفر علی خانصاحب اسیر لکھنوی مرحوم بخط جناب اسیر — صفحۂ خاص
حسب فرمائش جناب نواب علی حسن حسینی مرحوم و مغفور
(۱۲) میر شیر علی افسوس — جناب ساحل بلگرامی — ۲۵
(۱۳) ہندوستان کی کم علم مضامین نویس خواتین — جناب نذر سجاد حیدر صاحبہ — ۳۰
(۱۴) ترانۂ شوق (غزل) — جناب پنڈت جگموہن ناتھ رینہ صاحب شوق ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر — ۳۲
(۱۵) ہمہ دان — جناب محمد صادق حسین صاحب بی اے علیگ — ۳۳
(۱۶) غزل — از جناب احمد ولی خان صاحب آزر امپوی — ۳۵
(۱۷) شہزادی کی سالگرہ (افسانہ) — جناب صادق ادیبی — ۳۶
(۱۹) محسن خوابیدہ (نظم) — وصل بلگرامی — ۴۳
(۲۰) جلیس ماضی — جناب خواجہ عبدالرؤف صاحب عشرت لکھنوی — ۴۵

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر حنا کا نسخہ کسی دوسرے عطر ساز کو دستیاب نہیں ہوا

عرض حال

خدا کا شکر ہے کہ "مرقع" کا پہلا سال بخیر و خوبی ختم ہوا۔ اخبار روزنامہ "ہمدم" و "حقیقت" لکھنؤ کے ذریعہ سے اسکی اطلاع اکثر اصحاب کو ہو چکی ہے۔

میرا ارادہ تھا کہ معاونین اور قدر دانان "مرقع" کا شکریہ خاص طور سے ادا کرون اور سال آیندہ کے لئے جو انتظام پیش نظر ہے اُسکو پیش کرون لیکن ۵ دسمبر کو ایک تانگہ کا گھوڑا میرے پاؤن پر گر گیا جسکی وجہ سے پاؤن کے علاوہ سینہ اور کمر وغیرہ مین بھی چوٹ آئی اور ایسی چوٹ آئی کہ آج تک پلنگ پر پڑا ہوا ہون اور ابھی اس قابل نہین ہون کہ چل پھر سکون۔ خدا نے بچا لیا اور کچھ عرض نہین کر سکتا جو کچھ لکھنا چاہتا تھا نہ لکھ سکا اور تمام منصوبے دل ہی مین رہ گئے۔ اور آج یہ حال ہے کہ نہ معلوم کس مشکل سے یہ چند سطرین لکھ رہا ہون۔ تمام خط و کتابت اور تمام ضروری کام بند ہین — نہ معلوم کتنے خطوط اور تار میرے دریافت حال کے متعلق آئے۔ گو انکے جواب بھجوا دئے گئے لیکن ممکن ہے کہ اب بھی کسی کا جواب باقی رہ گیا ہو۔ اور وہ خطوط جنکا تعلق خاص مرقع سے تھا اُنکے جوابات تو اب تک بھیجے ہی نہ جا سکے۔ مین ان تمام حضرات کی ہمدردی محبت اور حمایت فرمائی کا دل سے ممنون ہون اور جن اصحاب کی خدمت مین اس زمانہ مین انکے خطوط کے جواب نہ پہونچے ہون اُنسے طالب معافی۔ امید کرتا ہون کہ سب حضرات میری صحت کے لئے دعا فرمائینگے۔ انشاء اللہ میرے صحیتاب ہونے پر جنوری ۱۹۲۷ء کا مرقع ہر طرح سے خاص اہتمام کے ساتھ مرتب ہو کر قدر دانان مرقع کی خدمت مین پیش ہوگا۔ اور جو کمی سال حال کے نمبرون مین رہ گئی ہے وہ رفع کیجائیگی۔ وصل بلگرامی

جنوری ۱۹۲۷ء
کا
مرقع

جو خاص اہتمام و انتظام کے ساتھ مرتب ہو رہا ہے

اُن حضرات کی خدمت مین جنکا چندہ دسمبر ۱۹۲۶ء مین ختم ہو گیا ہے بذریعہ وی۔ پی۔ روانہ ہوگا

امید ہے کہ قدر دانان "مرقع" اپنے قدیم لطف و کرم سے اسکو وصول فرما کر ممنون کرم بنائینگے اور جن حضرات کو کسی وجہ سے اسمین تامل ہو وہ قبل سے مطلع فرماوین۔

خادم۔ وصل بلگرامی

کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا تار کا پتہ صرف "رحنا لکھنؤ" کافی ہے

نمبر ۱۲ — دسمبر ۱۹۲۶ء

مرقع

ماہوار رسالہ نگار و انسان ۱۹۲۶ء زیر عشق و صنع مرقع جان ناظر لکھنؤ

افکارِ بسمل

از عالیجناب مولوی سید امین الحسن صاحب رضوی بسمل موہانی

ناظم ریاست عالیجناب معلی القاب نواب سالار جنگ بہادر دام اقبالہ

عشق جب اشکبار ہوتا ہے
محسن خود شرمسار ہوتا ہے

کب وہ ملتے ہیں مجھ سے خلوت میں
مجھ پہ کب اعتبار ہوتا ہے

ہائے کیا چیز ہے جوانی بھی
موسمِ پُر بہار ہوتا ہے

وہ گھٹائیں اُٹھیں پلا ساقی
کس سے اب انتظار ہوتا ہے

نہیں بنتی ہے کچھ بنانے سے
دل اگر بیقرار ہوتا ہے

کھول دیتا ہے میرے ضبط کا راز
دل جو تم پر نثار ہوتا ہے

گل سمجھتے ہیں جس کو ظاہر میں
وہ حقیقت میں خار ہوتا ہے

پائے ساقی پہ رکھ کے سر بسملؔ
کس قدر افتخار ہوتا ہے

خاص کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا تیار کردہ زردہ بتالو سیاہ دانہ دار طلب فرمایئے

کلامِ نظیر

(از جناب مولانا سید نظیر شاہ صاحب ارتی کراناکپوری)

ہوا ہی پی کے وہ گل رو دکھی شباب میں آگ
بھری تھی پھول کہ تھی شیشۂ شراب میں آگ

اگر نہیں نہ سہی ساغرِ شراب میں آگ
مجھے ہے برف بھی ساقی تیرے عتاب میں آگ

کہاں کباب میں ثابت ہے جو شراب میں آگ
کہ شرط ہو کے نہ قائم رہی کباب میں آگ

نگاہِ ہوش ربا برق ہے وہ عتاب میں آگ
شرابِ گل میں ہے اور ہے شراب میں آگ

شرابِ سرخ ہوئی ساغرِ شراب میں آگ
کہاں یہ رنگ ہے ہولا کھ آفتاب میں آگ

انہیں کی گرم نظر سے لگی نقاب میں آگ
وہ اور شعلہ مزاجی سے ہوں عتاب میں آگ

نہ پہنچی سوزِ محبت کو التہاب میں آگ
ہزار شعلہ بنی پڑ کے پیچ و تاب میں آگ

طلب پہ جام کی بجھ پڑی عتاب میں آگ
ادھر سوال میں پانی اُدھر جواب میں آگ

غضب کی آتشِ تر ہیں یہ جیسے گل کی لپٹ
شراب ہے کہ بسائی ہوئی گلاب میں آگ

ہٹی جو گردِ الم، سوزِ دل بھڑک اُٹھا
دبی ہوئی تھی کہ کب کی دلِ خراب میں آگ

کہاں وہ گرمیِ عشق بتانِ ضعیفی میں
کہ دل میں ہوتی ہے کچھ اور ہی شباب میں آگ

سمندِ عمر ہے تیزی سے نعل در آتش
سوار کو نہ ہو محسوس کیوں رکاب میں آگ

دفورِ آہ سے کیونکر بجھے یہ شعلۂ غم
ہوا سے اور بھی بھڑکی ہے اضطراب میں آگ

نہارہا ہو وہ شعلہ عذار دریا میں
کہ جل رہی ہے یہ دامانِ موجِ آب میں آگ

پڑی ہے گردِ الم سوزِ دل پہ جلے سرشک
بجھا رہا ہوں میں مٹی سے اضطراب میں آگ

وہ دل پر شہ ہوں جو ذکرِ صبحِ حشر سنا
لگا دی رات ہی کو دفترِ سحاب میں آگ

شرارِ غم کبھی دل سے نکل نہیں سکتا
پڑی ہو آ کے مرے گھر پہ کس عذاب میں آگ

ہمارے سوزِ محبت سے رشک ہے ایسا
کہ جل رہا ہے جہنم تو کس حساب میں آگ

رہِ طلب میں وہ آتش قدم ہیں ہم اے خضر
چلے تھے رکھ کے ازل ہی سے بالتراب میں آگ

جوان و پیر سے کیا کام انکی سطوت کو
لگا کے چھوڑیگی یہ غلبۂ شباب میں آگ

نشاطِ دل کے لئے ہم نے منہ لگایا تھا
یہ کیا خبر تھی بھری ہے غمِ شراب میں آگ

دھواں ہو آہ میں بیشک مگر نہیں معلوم
کہاں سے آئی دلِ خانماں خراب میں آگ

نہ ہو جو سوزِ محبت تو کیا امید فروغ
کہ پہلے دیکھتے ہیں عشق کی جناب میں آگ

نہ کیوں بہار میں آتش مزاج ہو ہر رند
اِدھر کباب میں گرمی اُدھر شراب میں آگ

نہ چھیڑ غارِ بیاباں وہ گرم رَو ہوں میں
بھری ہے آبلۂ پا کے ہر حساب میں آگ

ہمارے دل کی لگی کا معاملہ کیسا
بھری ہو لاکھ جہنم میں آفتاب میں آگ

طلب ہے گرمیِ دَوران سے آبجوؤں کی
یہی بہت ہے مے جاوداں انقلاب میں آگ

کمالِ بسط ہے یہ گرم و سرد عالم کا
اُسی شراب میں پانی اُسی شراب میں آگ

مقامِ رنج و مسرت ہیں اپنے ہی احوال
یہی ثواب میں جنت یہی عذاب میں آگ

غضب تھی تو سنِ وحشت کی گرم جولانی
کہ ہر طرف تھی قدم رکھتے ہی رکاب میں آگ

حرارتِ مرضِ عشق خاک سونے دے
کہ پھول بھی نظر آتے ہیں بجھکو خواب میں آگ

بیانِ سوزِ جگر سن کے کچھ نہ بن آیا
تو اُسنے رکھدی زباں پر مری جواب میں آگ

ازل میں سوزِ محبت ہی کو چنا سب نے
سرے پہ درج تھی ہر فرد انتخاب میں آگ

چمک میں ایک ہیں دونوں مگر یہ کیا کم ہے
کہ جام میں ہے شراب اور آفتاب میں آگ

یہ آہِ سرد یہ گرم اشک ایک ہی شے ہیں
کہیں ہے آگ میں پانی کہیں ہے آب میں آگ

چلا ہوں دل پہ لئے داغہائے سوزِ فراق
سُنا ہے ہوتی ہے گلزار اُس خراب میں آگ

وہی سوال علط کا بھی ہو مگر وہ شوخ
کہیں جواب میں پانی کہیں جواب میں آگ

تری نگاہ کی مستی میں یوں ہو شوخی بھی
مزاج ہو کے ملے جس طرح شراب میں آگ

محبت اُنکی وہی سانس میں ہو سوز میں بھی
مگر سکون میں پانی ہے اضطراب میں آگ

خدا ہی خیر کرے رنگِ صبحِ گلشن کی
کہ عندلیبِ چمن دیکھتی ہو خواب میں آگ

جو مدعی محبت ہیں وہ جلیں گے ضرور
بہت ہی سخت ہے اس عاشقی کے باب میں آگ

کسی کی حسن کی گرمی نے بجھکو پھونک دیا
چھپی تھی پردۂ انوار کے حجاب میں آگ

اگر نہ جوش و حرارت ہو اپنے ہی دل میں
نہ ہو کباب میں گرمی نہ ہو شراب میں آگ

رُلا کے عشق میں دنیا جلاتی ہے دل کو
یہ پیر قحبہ لگاتی ہے رِل مَلَ کے آب میں آگ

پڑا جو عکس رخِ آتشیں ساقی کا
لگا دی شعلۂ مے نے دلِ خراب میں آگ

ترا غم اہلِ دل پُر داغ و چشم تر سے ہو سیر
کہ دو کٹورون میں پانی ہے ایک قاب میں آگ

ملا ہے سازِ محبت سے سازِ نرم و مُغان
یہ سوزِ دل ہے نہیں نغمۂ رباب میں آگ

مجھے خیال ہوا اپنے قصۂ دل کا
لکھی ہوئی نظر آئی جہاں کتاب میں آگ

نہ چھوٹے غلبتِ رندانِ باصفا ہرگز
ملیگی بجھکو بھی واعظ بہت ثواب میں آگ

تمہارے سوختہ دل پھر کے کرے دوزخ سے
نظر پڑی نہ کہیں ایک تن عذاب میں آگ

یہ کیا جتاتے ہے اے سرد مہر زاہدِ خشک
نہ اس جناب میں پانی دامنِ جناب میں آگ

یہ سوزِ دل یہ بیان وہ کہاں سے لائیگی
زبان اپنی نہ کھولے مرے جو اب میں آگ

جنابِ دل میں دمِ گریہ یوں ہو کوشش دل
کہ جس طرح ہو نہاں دامنِ سحاب میں آگ

نظر فریب ہے اے تشنہ کام زینتِ دہر
بھری ہو ساری خدائی کی اس کرایہ میں آگ

اب اپنے نالوں سے دیپک کے راگ پیدا ہیں
نہ ہو سکی انکے خموش کے جواب میں آگ

نہ چوم دستِ حنائی کسی کے تو لے شیخ
لگا نہ دیں یہ تری ریش بے خضاب میں آگ

نگاہِ مست تو قہر آنکھ سرخ غصے سے
بنی ہے برقِ غضب ڈوب کر شراب میں آگ

بہارِ نشو و نما گلفشاں ہے مستی میں
بنی ہے پھول مرے دامنِ شباب میں آگ

تپِ فراق میں جلتا ہوں تب نظیر مگر
بجھے گی جا کے یہ درگاہ بوترابؑ میں آگ

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا ٹیلیفون نمبر ۱۳۹ ہے

جذبات شعر کا اظہار

(از جناب مولانا آغا اشہر لکھنوی)

جذبات انسان کی مختلف کیفیات کے اظہار کے لیے قدرت کی طرف سے بہت سے ذرائع یا قوتیں عطا ہوئی ہیں جنسے انسان مناسب موقع کام لیتا ہے۔ اگر کوئی شخص اُن کے محل استعمال کے ادراک سے قاصر ہے تو وہ کبھی اپنے کسی جذبے کو کما حقہ ظاہر نہیں کر سکتا مثلاً کسی ایسے شخص کے سامنے ایک گھڑی کے پرزے کھول کے رکھ دیے جائیں جو بالکل اس فن سے نابلد ہو تو وہ کبھی گھڑی کو اس قابل نہیں بنا سکتا جو وقت بتانے کے لائق ہو سکے اسی طرح ایک جاہل کیفیات باوجود اپنی انتہائی کوشش کے دیکھنے پر اپنے سچے جذبات کا اثر نہیں ڈال سکتا برخلاف اسکے ایک ایسا مقرر۔ نثار۔ نظم۔ یا شاعر۔ جسکو صحیح احساسات کی خداداد قوتوں سے لاگ ہو۔ اپنے ہر لفظ کے ذریعہ سے اُن جذبات کی سچی تصویر پیش کر سکتا ہے جو سننے والوں کے دلوں میں اُسکے حسب دلخواہ اثر پیدا کر دیں۔ ایسے ہی لوگ جلسوں کی جان۔ قومی خدمت کے ارکان محفل شعر کے خاموش مہمان کہلاتے ہیں چنانچہ فردوسی ہند انیس مرحوم بھی اسی فطرتی درس گاہ سے اظہار جذبات کا ایک معتد بہ حصہ اپنے ساتھ لائے تھے۔ اور اپنے ساتھ لے گئے سننے والوں کا بیان ہے بلکہ خود انکے کلام سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر مصرع کو ایک خاص دا سے پڑھتے تھے جس کے خیال کی تصویر آنکھوں کے سامنے کھنچ جاتی تھی۔

اظہار جذبات کی قوت فطرت نے پہلے معجزے کی صورت میں ایک نبی کو عنایت فرمائی جسکو ہم "لحن داودی" کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس طرز ادا یا لحن کا اثر انسانی دلوں ہی تک محدود نہ تھا بلکہ حیوانات جو عقل سے عاری ہیں اُس سے اثر پذیر ہوتے تھے علاوہ اسکے اگر جذبۂ اعتقاد کو صرف کر کے لکھا جائے تو بہتے ہوئے دریا اپنی روانی بھول جاتے تھے ہوا کی جنبش نرم ہو جاتی تھی سنسان جنگلوں میں جان پڑ جاتی تھی معلوم ہوا کہ انسان میں ایک ایسی قوت موجود ہے جسکا کمال ایک نبی کیلئے باعث ناز تھا جب سے بنی نوع انسان کو اپنی زبان دہلم سے کام لینا پڑا۔ اُسوقت سے اس دور جدید تک بغیر کسی استثنا نظر کرتے ہوئے کوئی ایسا قاعدہ خاص تھا جس سے ہر فرد کو عام احساسات کے ادا کرنے کا اصول سکھایا جاتا۔ زمانہ قدیم میں شعر فطرتی انداز اُن لوگوں سا سچا رہتا ہوتا تھا۔ مگر جب سے یورپ کی علمی ترقی نے تمدن انسانی کو ایک نئی رفتار پر لگا دیا اُسوقت سے دوسری ایجادات کی فہرست میں یہ بات بھی لکھنے کے قابل ہو گئی وہاں کے فطرت شناس فاضلوں نے اظہار جذبات کے اصول بھی قائم کر دیے۔ چنانچہ آج یورپ میں اس قسم کی درسگاہیں موجود ہیں جہاں تقریر کرنے کے اصول مجمع پر ڈالنے کے طریقے۔ تقریر کو مؤثر یا گرم بنانے کی ترکیبیں اور آواز کا اُتار چڑھاؤ باقاعدہ سکھایا جاتا ہے۔ الفاظ کی طرز ادا کی نسبت۔ یہ آواز کو مختلف طور سے نکالنے یا اسکو سنبھالنے موقع فرصت۔ یا غم انگیز بنانے کے متعلق جو اُنھوں نے ایجاد کئے ہیں اُن کو وہی شخص اچھی طرح سمجھ سکتا ہے جو ذاتی تجربہ رکھتا ہو ایک موقع پر میں جناب حامد علیخاں صاحب سٹر منغفو کی صحبت میں بیٹھا تھا غزل خوانی کے متعلق گفتگو ہونے لگی مرحوم نے فرمایا کہ وہ لندن میں کچھ دنوں ایک ایسے اسکول میں تعلیم پا چکے تھے جہاں اس فن کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی ہے اور جہاں مقررین یا وکالت پیشہ اصحاب کو تعلیم حاصل کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے۔

یہاں اظہار جذبات کے اقسام سے قطع نظر کر کے صرف شعر کے قائم کردہ جذبات اور اُن کے اظہار کے مختلف طریقوں سے بحث کرنا مقصود ہے ظاہر ہے کہ ہر شاعر نظم شعر کے وقت اپنی انتہائی قوت اُس کوشش میں صرف کرتا ہے کہ وہ شعر کو ایسے الفاظ سے مزین کرے جو اُسکے خیال کی سچی تصویر سامعین کے سامنے پیش کر دیں جب یہ مرحلہ طے ہو چکتا ہے تو اس کو ایک اور دقت محسوس ہوتی ہے جو میری رائے میں پہلے سے زیادہ اہم معلوم ہوتی ہے وہ کیا؟ وہ مناسب آواز سے الفاظ یا شعر کا ادا کرنا (یوں تو روزانہ بات چیت کرنے میں اگر الفاظ کو مناسب آواز سے ادا کیا جائے تو ستے ہوئے اکثر جملے بیمعنی ہو جاتے ہیں شعر کی طرز ادا سے بحث ہی) یہی آخر الذکر مشکل ایسی ہوتی ہے جسے بیشتر مجبور ہو جاتے ہیں۔ کیا چار و ناچار سے عمدہ اشعار جو اُن کے لیے مایۂ ناز ہو سکتے ہیں سامعین سے خاطر خواہ داد نہیں لے سکتے اگرچہ نکتہ رس نظرین اُن اشعار کی خوبیاں اُس نظر سے دیکھ لیتے ہیں جس سے اُنھوں نے اچھی طرح ادا ہونے کی حالت میں دیکھا ہوتا۔ مگر کیا اس سے عوام شعر خاطر خواہ مظہن ہو سکتے ہیں؟ کبھی نہیں خواص کا ذکر نہیں عوام تو یہ چاہتے ہیں کہ جب وہ پڑھیں طرز ادا سے

خاص کا رخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا تیار کردہ زردہ بتاکو سیاہ دانہ دار طلب فرمائیے۔

واہ - واہ کی صدائیں بلند ہوجائیں بلکہ بیشتر شعرا کی غزل گوئی سے صرف یہ غرض ہوتی ہے کہ کچھ نہیں تو دربار نظم کچھ اُن کی تفریح خاطر ہو خیر چونکہ یہاں ایسے حضرات کے متعلق کچھ لکھنا ضروری نہیں لہذا یہ بحث نظر انداز کیا جاتا ہے۔

رنگ تغزل کیطرح مختلف زمانوں میں غزل خوانی کے طریقے بھی بدلتے گئے۔ اور بدلتے جاتے ہیں۔ ایرانی شعرا سے بحث نہیں۔ کیونکہ وہ حضرات تو سخن کی بندش ہی سے تھے۔ سنا جاتا ہے کہ میر تقی علیہ الرحمۃ کے زمانے میں شعر کو طرز گفتگو کی طرح ادا کیا جاتا تھا اور قیاس بھی یہی چاہتا ہے۔ ہمارے قابل احترام پیش رو تکلفات سے آشنا نہ تھے جیسی وضع تھی ویسی ہی ادا جہاں بات بات پر نازک مزاجی جوش میں آجاتی تھی وہاں بیباکی کا دخل کیونکر ہوسکتا تھا۔ بناوٹ کا اظہار بڑی جرأت کا کام ہے لیکن سادے سے سادہ طریقہ ادا کیوں نہ ہو جب بھی آواز کو متفرق طرقوں سے کم یا زیادہ کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ الفاظ کو کوشش کے ساتھ ادا کرنا بھی اثر سے خالی نہیں میر درد مرحوم کے متعلق یہ سنا جاتا ہے کہ وہ ہر مصرع کو عملاً ثابت کرنے کی کوشش کرتے تھے یعنی اگر کسی شعر میں بسمل ہوجانے کا مضمون ہوتا تھا تو فرش مشاعرہ زمین قتلگاہ بن جاتی تھی یعنی لوٹ جاتے تھے لیکن یہ طرز کسی کو پسند آئی۔ اور اکثر مضحکہ آمیز نظروں سے دیکھی گئی۔

میر چونکہ سادہ پڑھتے تھے دوسرے شعرا نے بھی انھیں کی پیروی کی۔ اول تو اس وجہ سے کہ وہ استاد وقت تھے۔ دوسرے یہ کہ ہمیشہ ایک نامور شخص کے اطوار کی عوام پیروی کرنے پر آمادہ ہوجاتے ہیں (اسکی توثیق ایک ایسے شخص سے ہوئی جس نے میر کلو عرش خلف میر تقی مرحوم کو یہ کہتے سنا تھا کہ وہ سادہ آواز اور کوشش الفاظ کے ساتھ شعر کو ادا کرتے تھے) غالب کیونکر غزل پڑھتے تھے؟ ظاہر ہے کہ وہ زبان فارسی کے مستند فاضل تھے اور اس زبان کی ترکیبوں کے دلدادہ۔ لہذا زور خیال اور شکوہ الفاظ شاعر کو مجبور کرتا ہے کہ وہ آواز پر ایک خاص قسم کا زور ڈال کے ادا کرے۔ مرزا صاحب بھی ایک خاص لہجے سے شعر پڑھتے ہونگے جسمیں کچھ حصہ جوش آواز کا اور کچھ حصہ شکوہ الفاظ ظاہر کرنے والی آواز کا شامل ہوتا ہوگا۔

سودا کی شعر خوانی بھی اسی طرز سے ملتی جلتی ہوگی۔ مگر غزل خوانی اور قصیدہ خوانی میں انھوں نے کچھ فرق رکھا ہوگا کیونکہ جس طرح کہا جاتا ہے کہ شعر کی ہر صنف کو ایک خاص طرح سے ادا کرنا چاہیئے اسی طرح شعر کے مختلف اصناف بھی علیحدہ علیحدہ طرز سے ادا کیے جانے چاہئیں۔

ذوق - چونکہ غزل میں سادہ گوئی اور محاورہ بندی کے ستادھے لہذا اُن کو الفاظ پر ناگوار دور دینے کی ضرورت نہ تھی جیسی کہ دی بندش تھی ویسی ہی خواندگی بھی شگفتہ ہوگی۔ مگر اُن کے جزیل قصائد بے شک کسی خاص طرز ادا کے پابند ہونگے۔ ذوق مرحوم تک طرز شعر خوانی میں کوئی خاص طرح بڑا تغیر پیدا نہ ہوا ہوگا جس طرح اساتذہ کو لوگ پڑھتے دیکھتے ہونگے سطح خود بھی پڑھتے ہونگے مومن اُن کے حالات بتلاتے ہیں کہ شعر پڑھنے ہونگے لیکن کبھی کبھی طرز ادا سے شوخی اور بیباکی کی جھلک بھی پیدا ہوجاتی ہوگی۔ ایسے موقع کے مثنوی میں لکھنؤ نے بہت جلیلے انداز سے معاملات کو نظم کیا ہے

آتش - بانکے تو تھے ہی غزل خوانی میں بھی بانکپن ہاتھ سے نہ جانے دیتے ہونگے اور چونکہ کلام میں سوز و گداز ہوتا تھا لہذا ایک خاص اثر کرنیوالی آواز لگالیتے ہونگے جو سامعین کے مست کرنے کیلئے سحر کا کام کرتی ہوگی سنا ہے کہ اکثر پڑھتے پڑھتے خود بھی کیف وجد انی طاری ہوجاتا تھا۔

ناسخ جب کسی کا پایہ امتیاز نگاہ میں بلند ہوجاتا ہے تو اُسکا معمولی سے معمولی خیال اوڈنے سے بڑا انداز کلام اپنے مدنظروں سے دیکھا جانے لگتا ہے شیخ صاحب ہرگز ہرگز کسی لفظ یا طرز کے پابند نہ ہونگے ہاں اُن کے لہجے میں ایک ایسی دلفریبی پائی جاتی ہوگی جس سے شان استادی کا اظہار ہوتا ہوگا۔ دور ورزش کے عادی تھے جسم میں کس بل موجود تھا۔ اُن کے لیے شاگردوں میں صحیح معنوں کا اکھاڑا ہوتا ہوگا۔ اُن کے اور آتش کے شاگردوں میں جو ٹکر پھڑکتے ہونگے کبھی آپ ہوگی بھی گرا ایک عجیب لطف ہوگا ہوتا ہوگا شیخ صاحب کے تمام تلامذہ اُن کے شعر میں بلاکم و کاست اپنے استاد کے پیرو تھے۔

داغ نے جو جدت شعر میں پیدا کی اور جس خوبی سے محاورات کو نظم کیا ہے زمانہ جانتا ہے ایسے انوکھے کلام کیلئے ایک خاص طرز ادا کی بھی ضرورت لاحق ہوئی خود مرزا صاحب کو یہ بات محسوس ہوئی ہوگی لہذا اس کمی کو پورا کرنے کے لئے اس مقبول عام شاعر نے غزل خوانی کی بھی ایک طبع زاد طرز نکال لی۔ دہلی و دراس کے اطراف میں انھیں کا زمانہ طرز شعر خوانی کے بدلنے کی تاریخ ہے قریب قریب جناب داغ کے تمام شاگرد انھیں کے طرز پر پڑھنے کی کوشش کرتے تھے اور کرتے ہیں۔ نیز دہلوی مرحوم شاعر بیباک نوح ناروی۔ رباض سنبھلی۔ آغا شاعر دہلوی نے اپنے استاد کے تخیل اور طرز ادا میں بہت کامیابی حاصل کی ہے جناب سائل دہلوی کے علاوہ دہلی اور مضافات دہلی کے بیشتر شعرا جناب داغ کے رنگ میں کہتے اور پڑھتے ہیں۔

منیر - امیر - جلال - آخر الذکر دونوں صاحبوں کے پڑھنے کا رنگ داغ مرحوم کا ساتھ تو نہ تھا مگر فضا بعینہٖ تھی کہ اس قسم کے ہستے تھے لہذا طرز ادا بھی ویسا ہی چاہتی تھی جلال کے

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا ٹیلیفون نمبر ۱۳۹ ہے

کو مین نے خود سنا ہے بہت بیباکی اور شوخی سے پڑھتے تھے - کوئی خاص بات تھی۔ منیر مرحوم بیتکلف الفاظ کو کشش کے ساتھ ادا کرتے تھے اور پڑھنے مین روانی اور زور رکھتا۔

یزدانی وبیان میرٹھی علیک مرتبہ مرحوم کے نامی شاگرد صمیم مرحوم بلندشہری سے مین نے اُن کی طرز شعر خوانی کے متعلق کچھ پوچھا تو اُنھون نے کہا کہ اُستاد مرحوم الفاظ پر بہت زور دیکے پڑھتے تھے اور آواز سے بھی ایک خاص جذب کی کیفیت پیدا ہوتی تھی۔ اُس کے بعد صمیم مرحوم نے اُس رنگ مین ایک شعر پڑھ کے سُنایا سو اُسمین بہت سُریلی طرز ادا تھی

جہان تک خیال کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ خواندگی شعر کے طریقے مین دو رآخر کے شعرا یعنی داغ - امیر - جلال وغیرہم کے بعد سے تغیر کی بنا پڑی - یہ تغیر کیون ہوا؟ وجہ یہ ہے کہ زمانہ ہمیشہ کا جدت پسند ہے اور خصوصاً دور حاضرہ - دور جدید کے سخن گویون نے جہان شعر گوئی کی موجودہ روش اختیار کی وہان متروک الفاظ کے ساتھ پرانی طرز ادا کو بھی متروکات کی فہرست مین لکھ لیا - دوسرے یہ کہ ہر شاعر کو پہلے اعتبار پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے - لہذا ضرور ہوا کہ وہ طریقہ اختیار کیا جائے جس سے سامعین پر اثر پڑے اچھی آواز یا الفاظ کا ایک دوسرے سے مناسب لہجے مین تعلق ایسی چیزین ہین جو قوت سامعہ پر فوراً اثر کرتی ہین - لہذا پہلے اس طرف ان لوگون نے توجہ کی جو باوجود خوش گو ہونے کے آواز مین بھی تھوڑا سا گداز رکھتے تھے - جب نئے شاعری کے اور نونہالون نے شعر خوانی کے اس نئے جادے کو دیکھا تو اُن کے قدم بھی لگ گئے حتی کہ اب ہر ایسا شاعر جو دو مصرعے کہ لیتا ہو کسی نہ کسی طرح بدقت یا بسہولت اس رنگ غزل سرائی کی طرف اپنے آپ کو کھینچ لیتا ہے - گو چند نفوس مثال کے لئے ایسے بھی ملتے ہین جو لحن کے پابند نہین بلکہ صرف حرکات یا (Motion) سے کام لیتے ہین بہرحال کسی نہ کسی پہلو سے اُس مین بھی نئے رنگ کی جھلک ضرور پیدا ہو جاتی ہے - آخر الذکر اصحاب مین آغا شاعر دہلوی ہین جو شعر پڑھنے کے وقت حرکات سے کام لیتے ہین لکھنؤ مین شعر خوانی کو نیا جامہ پہنانے کے موجود جو دو شعرا ہین گو کچھ دنون قبل جناب مشتاق اور جناب مظہر مرحوم اس صنف کے بہترین افراد مین شمار ہوتے تھے میری ذاتی راے ہے خواہ اور حضرات اس سے متفق نہ ہون کہ حضرات لکھنؤ کو فطرت نے اس معاملے مین کچھ زیادہ ذکاوت بخشی ہے - یون تو جہانتک اُن کی رسائی طبع کام دیتی ہے ہر چیز مین ایجادات کی شاخین لگا دیتے ہین - کسی ایک شاعر نے شعر کو روش مقررہ سے ہٹ کے ادا کیا ہوگا پھر کیا تھا ہر شاعر نے اپنی ایک نئی دھن نکال لی ہوگی جو کم از کم اُس کے شاگردون یا دوستون کے حلقون مین مقبولیت کی نظرون سے دیکھی گئی ہوگی - وہی رفتہ رفتہ اس حد تک پہونچ گئی کہ آج ہم دیکھتے ہین کہ ہر شاعر اپنی طرز ادا کے نئے سوز و ساز کے ساتھ محفل مشاعرہ مین غزل سرا نظر آتا ہے - اس قسم کی شعر خوانی نے لکھنؤ اور اُس کے اطراف ہی مین نہین بلکہ دور دور اپنا تقلیدی اثر پھیلا دیا ہے - شاید اس امر مین دہلی کے متقدم کملین گے اور لکھنؤ کے زیادہ بعض بعض طرزین تو ایسی ہین جنمین موسیقی کی اچھی خاصی کن پائی جاتی ہے - موجودہ شعراے اُردو مین حضرات ذیل نغز گوئی و غزل خوانی مین خاص طور سے قابل ذکر ہین -

ڈاکٹر اقبال - متانت ظاہری کے ساتھ آواز بھی متین ہے - اگرچہ بہت خوش لحن نہین ہین مگر الفاظ سامعہ نواز ضرور ہوتے ہین - الفاظ کی طرز ادا مین حرکات کی خاص جھلک پائی جاتی ہے - اجزاے لفظ کے اُتار چڑھاؤ کا لحاظ رکھتے ہین جس طرح اُن کی فکر لطیف سطح معمولی سے بہت بلند و بعد ہے - اسی طرح اُن کا طریقہ اداے شعر بھی مردانہ اور انوکھا ہے -

جناب سائل دہلوی - بہت سنبھل کے اور بہت سدھار کے شعر پڑھتے ہین اگرچہ آواز مین نرمی نہین ہے مگر طرز ادا مین ایک شگفتگی ہے جو بے انتہا بھلی معلوم ہوتی ہے - اس سن و سال مین اور اس طرح شعر کا ادا کرنا انھین کا حصہ ہے -

جناب ریاض خیرآبادی - طرز ادا نہایت شگفتہ - زبان سے الفاظ نہایت صاف ادا ہوتے ہین مشق کلام کے ساتھ مشق شعر خوانی کا پتہ بھی چلتا ہے -

جناب مضطر خیرآبادی طبیعت چلبلے مضامین کی طرف مائل ہے - طرز ادا بھی بہت سلجھا ہوا اور کچھ ترنم کے ساتھ بذاق سخن وہی ہے جو داغ مرحوم کا تھا - یعنی معاملات کی صفائی اور محاورات کی بندش -

جناب صفی لکھنوی - (Motion) یا حرکات اعضا کے پابند ہین - اس کے ساتھ آواز کا اتار چڑھاؤ - الفاظ کا مناسب کشمکش کے ساتھ ملنا پھر بے اختیارانہ ادا - یہ سب امور شعر کو تاثیر کا نیا جامہ پہنا دیتے ہین - میری راے مین بے انتہا غرق مضامین ہو کے غزل پڑھتے ہین - بعض اوقات شعر کو دلی قوت سے

کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ جس کو قریب ایک صدی کے ہوا نیک نامی سے جاری ہے -

کھینچ کے پڑھ دیتے ہین کہ ایک سماں پیش نظر ہو جاتا ہے۔ خصوصاً جب کوئی قومی نظم پڑھتے ہون تو جذبات سے خود متاثر ہونے کا بہتر ثبوت ملتا ہے۔

جناب ثاقب لکھنوی۔ کسی لحن کے پابند نہین مگر حرکات سے کام لیتے ہین اور چونکہ آواز مین فطرتاً نرمی بھی نہین ہے اسوجہ سے لحن سے پاک ایک خاص لہجہ اختیار کر لیا ہے۔ ممکن نہیں کہ سامع پر اثر نہ پڑے۔ اول تو اُن کا زور تخیل دوسرے خود شعر کی تصویر بن جانا یہ دونون باتین ثاقب کے شعر کو پسند کا بہترین موقع دیتی ہین۔ حالت محویت مین سر و گردن کو ایک خاص حرکت دیتے ہین جو بہت بھلی معلوم ہوتی ہے

جناب ناطق لکھنوی۔ شعر کو ایک خاص متانت آمیز لحن سے ادا کرتے ہین جس سے قوت خیال کا اثر زیادہ ہو جاتا ہے بہت باحواس طرز ادا ہے۔

جناب عزیز لکھنوی۔ فطرتاً خوش آواز واقع ہوے ہین۔ اُن کی طرز ادا کو لحن سے تعبیر کر سکتے ہین۔ اس وجہ سے کہ ایرانی لہجہ کی جھلک پائی جاتی ہے کبھی کبھی ٹہوکے جوش مین اور متاثر ہو کے پڑھتے ہین۔ شعر کے مصرع آخر کے لفظ کو ادا کرتے وقت آواز کو تھوڑی سی حرکت دیدیتے ہین جو شعر کو اور خوش آیند بنا دیتی ہے

جناب محشر لکھنوی اپنی شعر خوانی کا رنگ سب سے علیحدہ ہے نہ تو اسکو لحن ہی کہہ سکتے ہین نہ طرز سادہ واقعہ یہ ہے کہ مرزا صاحب مصرع کے تین حصون کو بہت ٹھہر ٹھہر کے ادا کرتے ہین اور ایک خفیف وقفے کے بعد باقی حصہ جلدی سے ادا کر دیتے ہین اور یہ طرز ادا اُنھین کے لئے مخصوص ہے۔ اتباع بھی گویا کہ نہین ہوا۔

جناب بہار لکھنوی۔ بہت صاف پڑھتے ہین۔ الفاظ نہایت سادگی اور صفائی سے ادا ہوتے ہین۔ طرز ادا بہت مہذب۔ نوجوانون کے حلقہ شعر مین چند افراد بحیثیت زبان و طرز ادا نہایت مقبول ہین اور جن کے متعلق لوگون کا خیال ہے کہ آئندہ اور زیادہ ترقی کرینگے۔ سراج صاحب شمس صاحب۔ قدیر صاحب منظر صاحب۔ گہر صاحب۔ سحر صاحب۔ امین صاحب سلونوی ضاعون کی گرمی وقت کے باعث ہو جاتے ہین۔

جناب اثر لکھنوی۔ اُن کا شعر بیشتر ترکیبات فارسی کا محل صرف ہوتا ہے۔ اندازِ ادا تھی کہ قاطع طریقے سے ادا ہو۔ اس طرح پڑھتے ہین گویا بتین کر رہے ہین۔ نہ آواز مین دلچسپی نہ لہجے مین تغیر۔

جناب یاس عظیم آبادی۔ مرزا صاحب کی طرز ادا جو خود اُنکی طرز ادا ہے شعر کو ایک خاص شکل مین پیش کرتی ہے چونکہ آتش مغفور کی پیروی مضامین غزل مین ہوتی ہے لہذا انکی خواندگی بھی ایک خاص طرز چاہتی ہے آواز کو سوز و ساز سے ایک قسم کی لگاوٹ ہے دل بھی درد آشنا پایا ہے شعر پڑھتے وقت چہرے سے ایک کیفیت کا اظہار ہوتا ہے اگر مجموعہ طرز غزل سرائی کو نظر استحسان سے دیکھا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ مرزا صاحب بے مثل پڑھنے والون مین ہین۔

جناب بیخود موہانی۔ آواز قدرتاً نرم ہے۔ اردو اشعار پڑھنے کے قبل اپنے چند فارسی اشعار اپنے لحن مین پڑھتے ہین۔ شعر کے ہر لفظ مین آواز کے اُتار چڑھاؤ کے ساتھ کشش ہوتی ہے

جناب اصغر گونڈوی۔ یہ آپ کو بھی کم اتفاق سے نہین ملا ہوگا کہ لوگون سے معلوم ہوا ہو کہ شعر کو بار بار جو خوش آواز نہ ہونے کے ایک لحن سے ادا کرنا چاہتے ہین۔

جناب اسیر۔ نہایت سلیقے سے شعر ادا کرتے ہین بہت ٹھہر ٹھہر کے پڑھتے ہین الفاظ بہت آہستہ ادا ہوتے ہین مگر تیقدر نہیں

جناب وحشت (کلکتہ) آپ کے متعلق بھی کچھ لکھا جاتا مگر افسوس کہ باوجود متواتر سفر کلکتہ کے مجھے کبھی اتفاق ملاقات نہین ہوا۔ مگر جہان تک قیاس پہونچتا ہے نتیجہ نکلتا ہے کہ ایک خاص متانت شکوہ سے شعر ادا کرتے ہونگے جس سے وقت کلام ظاہر ہوتی ہوگی اول الذکر شعرا کی طرز شعر خوانی مین

جناب صفی۔ جناب بسمل۔ جناب عزیز۔ اور جناب یاس کی تقلید اکثر کیجاتی ہے کچھ کامیاب ہوتے ہین اور کچھ بگڑ کے ایک نئی طرز مین پڑھنے لگتے ہین۔

شعر کو ایک دلکش اثر آفرین لہجے مین پڑھنے کی مخالفت شاید کوئی نہین کریگا جہان تک جس سے ہو سکے بہتر سے بہتر طریقہ ایجاد و اختیار کرے۔ مگر بدنما اور ناقابل ذکر ہو وہ طریقہ جسمین موسیقی کا رنگ شامل ہو۔ یا بیشتر آواز کی لہر سے مصرع ادا ہون۔ اگر چلچلاتے سنتے ان طرزون کے بھی عادی ہو گئے ہین مگر مذاق صحیح رکھنے والے حضرات کی محفلون مین اس طرز کے نامناسب سمجھے جانے کا ذکر ہوتا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اسی صدی کے وسط مین یہی طریقہ ادائے شعر کا عام ہو جائے اور دنیا نظر استحسان سے دیکھنے لگے کیونکہ لوگ فطرت کی طرف زیادہ جھکنے لگے ہین اور وجہ پیش کیجائے کہ اظہار جذبات انسان سے جس طرح ممکن ہو کہے جب تک آواز اور گلے کی حرکات سے کام نہ لیا جائیگا کیونکر اثر پیدا کر سکتا ہے۔ یہ صحیح ہے لیکن اس طرح کی طرز ادا بھی فطرت سے مدد لینے کی محتاج ہے۔ کیونکہ جس شخص کی آواز پیدائشی نرم اور سریلی نہ واقع ہو وہ کیا کر سکتا ہے۔

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر حنا کا نسخہ کسی دوسرے عطر ساز کو دستیاب نہین ہوا

نفس کی نیرنگیاں

فسانہ

(از جناب طالب باغپتی)

(۱)

کیونکر اُسکی نگہِ ناز سے جینا ہوگا
زہر دے اُسپہ یہ تاکید کہ پینا ہوگا

سرِ شام مغربی وضع کے آراستہ کمرے مین ایک کوچ پر بیٹھا ہوا ہارمونیم کی سریلی گتون کے ساتھ اس شعر کو الاپ رہا ہے اور الاپے چلا جارہا ہے۔ اُسکا دوست مرزا سکوت مجسّم بنا ہوا موسیقی کے انتہائی اثرات اپنے قلب پر محسوس کر رہا ہے اور آنکھین بند کیے حسن ظفر کے سامنے ایک دوسرے سوفے پر دراز ہے۔۔۔ اس طرح کہ اگر کوئی اجنبی اُسے اس حالت مین دیکھے تو مطلق سوتا ہوا تصوّر کرے۔

حسن ظفر مرزا کی موجودگی کا احساس رکھنے کے باوجود اُسکی طرف سے بالکل بے خبر معلوم ہوتا ہے، اُسکی نگاہین کبھی چھت کی طرف، کبھی دیوارون کی جانب، بلا کسی خاص ارادے کے اُٹھتی ہین اور پھر پلٹ کر ہارمونیم کے پردون سے کھیلنے لگتی ہیں "کیونکر اُسکی نگہِ ناز سے جینا ہوگا" اُسکے سُریلے گلے سے ہر مرتبہ ایک نئے انداز کے ساتھ نکل کر اخیر مین اس خوبصورتی سے اُس پہلی راگنی مین تبدیل ہو جاتا ہے جس کے ماتحت اُس نے گانا شروع کیا تھا۔ پھر اُس کے ساتھ ہی اُسکی دلکش آواز کا ایک مخصوص درد۔۔۔ بعض اوقات تو بالکل یہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ ماحول کی ہر ایک چیز لرز رہی ہے، یا سینہ کے اندر کوئی خاص شے (جسے شاید طائر روح کہہ سکین) غیر ارادی طور پر تڑپ رہی ہے۔ آخر "کیونکر اُسکی نگہِ۔۔۔۔" محض اتنا مصرع پہلے کی بہ نسبت کسی قدر آہستگی اور وقفہ سے ادا ہوا، فضا مین گونجا اور پھر یکایک خاموشی۔

اب نہ ہارمونیم کی ترنم ریزیان تھین نہ حسن ظفر کی دلکش نغمہ آفرینیان۔ کمرے مین یکسر سکوت تھا اور مرزا اُسی طرح محوِ خواب، شاید اُسکا دماغ ابھی تک گزشتہ نغمات کو بازگشت کر رہا تھا۔

جب تقریباً دس منٹ اسی حالت مین گزر گئے تو مرزا نے یکایک آنکھین کھولین اور ہارمونیم کی طرف ایک مخصوص انداز سے دیکھکر کہا:-

"ظفر آج تو تمنے کمال کر دیا، خدا معلوم تمھاری آواز مین وہ کونسی چیز تھی جس نے موسیقی "کا زندہ جاوید" ہونا پورے طور سے ثابت کر دیا؟"

"شکریہ"، حسن ظفر نے متانت سے کہا اور خاموش ہو گیا۔

مرزا۔ لیکن تم پھر بدستور خاموش ہو، آخر اس رنج و محن سے حاصل؟ مین تمسے کہہ چکا کہ "میمونہ" پر سوا تمھارے کسی کا حق نہین ہے، مجھے اس کا یقین ہے کہ وہ تمھاری محبت کی قدر کرتی ہے، اس کا علم کہ اس کی والدہ (یعنی تمھاری چچی) اُسے عنقریب تمسے منسوب کرنا چاہتی ہین۔

حسن ظفر۔ یہ سب کچھ سہی لیکن دل تو کمبخت نہین مانتا،

اگر آپ کو عطر خنادر کار ہے تو صرف اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے طلب فرمائیے

مجھے چچا جان کی طرف سے پورا کھٹکا ہے، مرزا مین تمھین نہین بتلا سکتا کہ مین اس معاملہ مین کس قدر وہمی ہوگیا ہون کسی نے سچ کہا ہے۔ "یک عشق و ہزار بدگمانی"

"تم وہم کیا کرو، لیکن یہ ہم بتلائے دیتے ہین کہ ہے سب بیکار۔ مجھے میمونہ سے تمھاری شادی ہونے کا اس قدر یقین ہے جسقدر سورج کے دن کے ہونے کا، یہ تمھارا محض خیال ہے کہ اُسکے والد تمھین نہین چاہتے"

"تمھارا اسقدر یقین کے ساتھ کہنا تو اس پر دلالت کرتا ہے کہ تمھین اس بارے مین کوئی خاص واقفیت ہے"

"جی ہان واقفیت ہے"، مرزا نے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا "مجھے کل تمھارے چچازاد بھائی جمیل ملے تھے اُن سے بسبیل گفتگو معلوم ہوا کہ میمونہ کی شادی عنقریب ہونے والی ہے۔ اور چونکہ میری اُنکی کافی بے تکلفی ہے، یعنے جو کہو دکھو کر دریافت کیا کہ کہان ہونے والی ہے تو اُنھون نے کچھ مبہم سے الفاظ مین یہ کہا کہ والدہ کا خیال تایا جان کے ہان کرنے کا ہے، اب بتلایئے اسے کچھ اور معنی بھی پہنائے جا سکتے ہین؟"

"نہین، یہ تو مجھسے آج صبح خود میمونہ بھی کہتی تھی کہ والدہ جلدی کر رہی ہین، لیکن والد کچھ سوچ رہے ہین"

"تو آخر تمھین اسقدر عجلت کیون ہے؟ یہ سمجھ مین نہین آتا۔ ارے بھئی آج ہوئی تو کل ہوئی تو شادی تمسے ہی ہوگی۔ یہ مین کہے دیتا ہون، البتہ یہ نہین کہا جا سکتا کہ شادی کے بعد بھی تم خوش رہوگے یا نہین"

"اُسکے بعد خوش نہ رہنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے"، حسن ظفر نے ہاتھ اُٹھاتے ہوئے کہا "واللہ مین تو اپنی زندگی کی بہترین آرزو یا تمنا جو کچھ سمجھتا ہون وہ محض یہ کہ میمونہ میری اور صرف میری ہو جائے، اگر مین اس مین ناکام رہا تو مرزا تم یقین کرلو کہ میری زندگی محال ہے"۔

"یہ محض تمھارا موجودہ خیال ہے اور اس مین ہر وقت تبدیلی ممکن ہے۔ فی الحقیقت تمھین میمونہ سے محبت نہین"، مرزا نے ایک بے نیازانہ انداز سے یہ جملہ کہا اور حسن ظفر کو دیکھنے لگا۔

"آپ عجیب چیز ہین۔ مین کہتا ہون کہ اگر دنیا مین میری محبت کو محبت نہین کہہ سکتے تو پھر کسے کہہ سکتے ہین"

"کسی کو بھی نہین، محبت جسے صحیح معنون مین محبت کہتے ہین سچ پوچھئے تو دنیا سے مفقود ہو چکی آجکل آپ جسے محبت کہتے ہین وہ عبارت ہے درحقیقت انسان کی "ہوس رانی" اور شباب پرستی سے ورنہ محبت تو ایک ایسے پاکیزہ جذبہ کا نام ہے جو ہجر و وصال کی کشمکشون سے متعلق ہی نہین"

"آپکا تو دماغ خراب ہوگیا ہے، مین اسوقت ایک متین موضوع (Seriuse topic) پر گفتگو کر رہا تھا اس مین مذاق کا کوئی پہلو نہ تھا"

"اور مذاق کیا کس نے؟"

"بہت اچھا مین اس معاملہ مین زیادہ بحث کرنا نہین چاہتا۔ مین سمجھ گیا آپ اسوقت جس حالت مین ہین، کسی نے سچ کہا ہے کہ ضرورت سے زیادہ فلسفی ہونا بھی انسان کو دین و دنیا دونون سے کھو دیتا ہے"

"شاید مین آپکو اسکا جواب دیتا، لیکن مین جانتا ہون کہ آپ ہر بات کے متعلق جو اپنی رائے قائم کر لیتے ہین اس مین کسی دوسرے کی رائے کی گنجائش ہی نہین چھوڑتے اسواسطے اس مین بحث و تمحیص تضیع اوقات کے سوا کچھ نہین"

"استقلال کے تو آپ بھی خلاف نہ ہونگے"

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنو کی شہرت کا باعث صرف عطر حنا ہے

دو خلاف ہوں بھی اور نہیں بھی ہوں۔ استقلال اُس جگہ جہاں اُسکا اچھائی سے تعلق ہے میرے نزدیک اچھا ہے لیکن اُس موقع پر جس موقع پر کہ وہ بدی سے وابستہ ہے میرے خیال مین زبون ہے۔ فرض کیجئے ایک شخص فسق وفجور کرنے کے لئے یا کسی بے گناہ کو قتل کرنے کے لئے مستقل ارادہ کرلیتا ہے تو کیا آپ اُسکے اس استقلال کو مستحسن سمجھین گے"

"کبھی نہین، لیکن مینے تو کسی برائی کے لئے مستقل ارادہ نہین کیا" حسن ظفر نے متانت سے سوال کیا "میرے نزدیک ایسا ہی ہے" آپکی تو رائے ہمیشہ ہی دنیا سے نرالی ہوتی ہے، اسی پر کیا انحصار ہے۔ خیر۔۔۔ چلئے برآمدہ مین بیٹھین، یہان تو گرمی بڑھتی جاتی ہے" "مین اسوقت تو اجازت چاہتا ہون، ممکن ہوا تو بعد مغرب حاضر ہون گا"

"حسن ظفر نے رسمی اصرار کیا، لیکن مرزا نے معذوری ظاہر کی اور چلا گیا"

(۳)

حسن ظفر کی شادی ہوئے آج تقریبًا ایک مہینہ ہوگیا ہوگا، اس عرصہ مین اُسکی مسرتون اور شادمانیون کا اندازہ سوائے میمونہ کے کون کرسکتا تھا، مختصرًا یہ سمجھ لیجئے کہ حسن ظفر اپنی دنیا کی موجودہ جنت کے مقابلہ مین فردوس کا خیال دل سے محو کرچکا تھا، وہ سمجھتا تھا کہ ایک میمونہ کی موجودگی اُسکے لئے ہزار خیالی جنتون سے بالاتر ہے۔

حسن ظفر اپنے باپ کا اکلوتا بیٹا تھا، دولت کی اُسکے پاس کمی نہ تھی، دنیاوی تفکرات سے وہ ناآشنائے محض تھا، ہر دم اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کا سامان تعیش اُسکے لئے فراہم رہتا۔ اُسکے ادنیٰ اشارے پر والدین اہم سے اہم بات کرنیکے لئے تیار رہتے۔ اس لئے اُسے کسی چیز کے لئے ضد یا اصرار کی ضرورت ہی نہ پڑی۔ وہ زندگی کا مفہوم محض عیش وعشرت سمجھتا اور دنیا اُس کے نزدیک نام تھا ایک مستقل طرب کدہ کا۔

شادی کے بعد تو وہ بالخصوص عیش وطرب کے لئے وقف ہوگیا یا یون کہئے کہ عیش وطرب اُسکے لئے وقف ہوگئے۔ دن اور رات کے بیشتر گھنٹے وہ اپنے حسین پائین باغ مین "میمونہ در آغوش" گزار دیتا۔ اور اکثر کہا کرتا کہ "فطرت نے میمونہ کو میرے لئے اور مجھے میمونہ کے لئے تخلیق کیا ہے۔ اسلئے کوئی طاقت ہمین جُدا نہین کرسکتی"

فطرت اُسکے اس خیال پر ہنستی اور فرشتے حیرت سے انگشت بدندان ہوجاتے۔

تقریبًا ایک سال حسن ظفر نے ان ہی مسرتون اور شادمانیون مین ایسی صفائی سے گزار دئے کہ اُسکے لئے "ہر روز روز عید" کا پیغام لاتا اور "ہر شب شب برات" کا مژدہ سناتی۔ اس اثنا مین وہ کبھی کبھی مرزا سے بھی ملا لیکن ہمیشہ عدیم الفرصتی کی شکایت لئے ہوئے۔ پایان کار وہ زمانہ بھی آگیا جب رفتہ رفتہ حسن ظفر نے اپنے مشاغل مین کچھ یکسانیت MONOTONY اور اپنی تفریحات مین کسی قدر قدامت محسوس کرنا شروع کی اور تدریج میمونہ کے پاس سے کچھ وقت نکالکر باہر کاروبار دیکھنے مین صرف کرنے لگا۔ یہ عین میمونہ کی مرضی کے مطابق ہوا اس لئے کہ وہ اکثر حسن ظفر سے اپنا کاروبار دیکھنے کے لئے اصرار کیا کرتی تھی۔ اس حد تک ہوتا تو غنیمت تھا لیکن حسن ظفر نے میمونہ کے اصرار سے ایسا نہ کیا تھا بلکہ اپنی طبیعت سے مجبور ہوکر جواب کچھ تبدیلی کی شائق نظر آتی تھی۔ وہ کچھ عرصہ کے بعد اتنا وقت باہر گزارنے لگا کہ میمونہ انتظار کرتے کرتے تھک جاتی، لیکن وہ یہ کہکر کہ "ہون گے کسی ضروری کام مین مصروف"

تمام ماہران فن نے اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر حنا کو بہترین عطر مانا ہے

اکثر اپنی بدگمانی کو (جو کم از کم عورت کی فطرت ثانیہ ہے) دل سے دور کر دیتی اور پھر ایک بار انتظار کی کشمکشون مین پڑ جاتی - ایک روز اسی طرح حسب معمول حسن ظفر باہر اپنے ملاقات کے کمرے مین بیٹھا ہوا سگار پی رہا تھا کہ مرزا آیا اور ایک معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ سلام کر کے بیٹھ گیا -

"خدا کا شکر ہے کہ آپ آج فرصت مین معلوم ہوتے ہین - ورنہ عدیم الفرصتی کا تو آپ کو ایک مستقل یا دائمی مرض سا ہو گیا تھا" مرزا نے تبسم بہ لب کہا -

"جی ہان فرصت ہے بھی اور نہین بھی، اسوقت تو یونہی کچھ سوچ رہا تھا"

"تو یون کہئے کہ آجکل آپ مصروفیت اور فرصت کی باہمی کشمکشون مین پھنسے ہوئے ہین - خدا کرے آپ کا فیصلہ اعتدال پسند کرے"

"اس سے آپکا کیا مطلب ہے"

"یہی کہ نہ آپ عدیم الفرصت ہی رہین اور نہ مکمل فرصت"

"مین سمجھتا واقعی آپکی شکایت حق بجانب ہے"

"آپ کچھ بھی نہین سمجھے، مجھے آپ سے نہ کبھی کوئی شکایت ہوئی نہ ہے"

"تو پھر آپ اپنے فقرے کی زرا اور تشریح کرین"

"مین مصلحتاً زیادہ تشریح کرنا پسند نہین کرتا، صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہون کہ مین یا آپکا کوئی دوست ہرگز آپ سے اس بات کا خواہان نہین ہے کہ آپ ضرورت سے زیادہ وقت اُنکی صحبت مین گزارین، بلکہ آپکو اسکا اتنا نہین لیکن آئندہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ جسے آپ شریک زندگی بنا چکے ہین اُسکا حق آپکے اوپر بہ نسبت دوستون کے زیادہ ہے"

"آپ کیسی اُلٹی اُلٹی باتین کر رہے ہین میمونہ میری راحت روح ہے"

"خدا کرے یہ خیال آپکے دلمین ایک مستقل جگہ قائم کرے ایسی مستقل کہ وہ اسکے لئے مخصوص ہو جائے اسواسطے کہ جب تک آپ یہ سمجھتے ہین آپکی زندگی کو کوئی ناخوشگوار نہین بنا سکتا لیکن اگر ایک لمحہ کیلئے یہ خیال خدانخواستہ آپنے اپنے دل سے محو کر دیا تو سمجھ لیجئے کہ وہ لمحہ آپکو دنیا کی کسی چیز کے بدلے واپس نہین مل سکتا اور اُسی لمحہ سے ابتدا ہو جائیگی آپکی زندگی کی بربادی کی! اُس بربادی کی جس بربادی کا نتیجہ ایک عبرت آموز اور ناخوشگوار موت" کی صورت مین نکلتا ہے"

"نفسیات" (Psychology) کے مطالعہ نے آپکا دماغ تو مرزا صاحب کوڑی کام کا چھوڑا نہین - آپکے لئے تو میرے خیال مین بہتر یہ ہو کہ یا تو کسی کالج مین پروفیسری کر لین یا آجکل پیغمبری کی طرف لوگون کا زیادہ رُجحان ہے کہین باہر جاکر پیغمبری کا ہی اعلان کر دین"

"بہتر ہے مین تو پروفیسری کر لونگا یا پیغمبری لیکن آپکے "ضدی مزاج" یا "غیر مستقل استقلال" مین اصلاح کی سعی لاحاصل کرنے پھر کون آیا کریگا؟"

"مین تحریری مشورہ ....."

اندر سے ایک ملازمہ آئی اور پانون کی تھالی کے ساتھ کاغذ کا ایک پرچہ چپکے سے حسن ظفر کو دیگئی - حسن ظفر نے مرزا سے بلا چھپائے ہوئے آہستہ آہستہ پرچہ کو پڑھنا شروع کیا، پرچہ مین لکھا تھا -

"آنکھون کی گردش سکنڈ کی سوئی، اور کانون کی سماعت
فضا کی سکون شکن آہٹون پر وقف ہو کر رہ گئین - سپناہ خدا!
تمھارا خیال کس درجہ بیقرار مسرت ہے!
"سچ کہنا تمنے میری صبر آزمائی، کا کب سے ارادہ کر لیا ہے"

"م"

"مین تو اجازت چاہتا ہون" مرزا نے پان کھاتے ہوئے کہا -

عطر حنا جو اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے کارخانہ کا بنا ہوا ہے اُسکا نسخہ ہی مختلف ہے

"یہ کیون! آپ تشریف رکھئے"

"رسمی اصرار کی ضرورت نہین مین آپ سے پہلے عرض کر چکا ہون کہ اُنکے وقت مین میرا حصہ نہین ہے بلکہ اگر مناسب سمجھیئے تو اپنے اُس زائد وقت کے ضائع ہونیکا، جسکی وجہ میری موجودگی ہوئی، میری جانب سے بھابی صاحبہ سے افسوس بھی ظاہر کر دیجئے گا۔ مجھے اُمید ہے کہ وہ معاف کر دینگی"

یہ کہکر مرزا اُٹھ کھڑا ہوا اور حسن ظفر زنانخانہ مین داخل۔

(۳)

"آہ تم جب سے نینی تال گئے ہو، میری زندگی مین روحانی مصائب کا ایک نیا باب کھل گیا، اندرونی تکالیف کا ایک طرفہ پہاڑ ٹوٹ پڑا خدا کے فضل و کرم سے جسمانی یا ظاہری تکلیفات سے مین ناآشنا ہون لیکن وہ غنیمت تھین، عین راحت تھین اگر تم میرے پاس ہوتے مجھے تو تم اور محض تم درکار ہو"

"کاش تم میری حیات کا اندازہ لگا سکتے!

"باور کرنا، اگر اسمین مین تصنع یا بناوٹ سے کام لیتی ہون تو خدا میرے آگے لائے، تمھارے بغیر میرے لیے رات آتی ہے لیکن اتنی بھیانک اور تاریک کہ خدا دشمن کو نہ دکھلائے، دن نکلتا ہے مگر اس درجہ بے کیف اور پھیکا کہ منہ ڈھک لینا پڑتا ہے، شام ہوتی ہے لیکن اسقدر مصائب و آلام کا مژدہ سناتی ہوئی کہ دل لرز جاتا ہے۔ غرض تمھاری میمونہ تم سے دور، خدا معلوم کس کس طرح دن کاٹ رہی ہے۔ دل بہلاؤ کی کوئی تدبیر ہے تو وہ تمھاری یاد اور گزشتہ صحبتون کا خیال جو اب محض ایک "خواب ہے" دھندلا سا" اور ایک فسانہ ہے بھولا سا"

"اگر تم نہین آسکتے اور ضروری کامون کی وجہ سے وہان رُکے ہوئے ہو تو خدا کے لئے میری وہ خطا تو بتا دُ جس کی پاداش مین مجھے دو حرف بھی نہین لکھے جاتے۔ یہ بھی نہین کہا جا سکتا کہ تم اتنے مصروف ہو کہ خط تک نہین بھیج سکتے پرسون ہی تائے ابا کے پاس اور خالہ امان کے نام تمھارے خطوط آئے ہین اور سنتی ہون کہ اکثر آتے رہتے ہین۔ آہ اس سے زیادہ میری بدقسمتی، میری حرمان نصیبی اور کیا ہوگی کہ تم ناراض ہو۔ تم جسے مین اپنی مسرت سمجھتی ہون۔! تم جسے مین اپنی روح سے وابستہ پاتی ہون۔! تم جو یکسر میرا سرمایۂ عقل و ہوش ہو۔!

"تم مجھسے ناخوش ہو، ناراض ہو سکا مجھے یقین واثق ہے۔ اسے مین اُس وقت سے معلوم کر چکی ہون جبسوقت تم یہان موجود تھے تھین یاد ہوگا، ایک روز جب تم رات کو باہر سے کچھ دیر مین آئے تو مینے تمھارے مزاج کو نہ پاتے ہوئے دریافت کیا کہ اتنی رات کہان گزاری؟ تو تم خفا ہو گئے خدا معلوم مجھے کیا کیا کہا، جسے حاشا! نہ مینے یاد رکھنے کی کوشش کی نہ مجھے یاد۔ ہان اتنا ضرور یاد ہے کہ تب ہی سے تم مجھسے برہم ہوتے چلے گیے، اور تمھاری برہمی مین اضافہ ہی ہوتا رہا۔ اب مجھے یہ آرزو ہے کہ تم برہم ہی رہتے لیکن رہتے تو میرے پاس اگر مجھسے ہو سکتا تو خود مینے لیکن مگر تمھاری یہ ستمزاکہ مجھسے دور کالے کوسون جا بیٹھے دالعد ایک ایسا رنج ہے جو دن بدن روح کو تحلیل کر رہا ہے۔ اس مین شبہ نہین کہ ستمزادہی کا جو معیار تمنے رکھا ہے وہ باوجود اپنی تمام تر سختیون اور صبر آزمائیون کے آسان

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا بنایا ہوا عطر خاص ہر موسم مین استعمال کیا جا سکتا ہے

اگر تم معاف کر دیتے ہو لیکن نہ صرف دشوار ہے بلکہ بڑی حد خطرناک اگر معافی نہین ملتی۔ کیا یہ ممکن نہین کہ تم خدا کیلیے یا رسول کیلیے میری خطائین معاف کر دو اور آئندہ کیلیے اسکا عہد لیلو کہ کوئی بات خلاف مزاج نہو گی۔ یا اگر یہی نہین کر سکتے تو کم از کم ایک روز کے لیے ناراض ہی گھر چلے آؤ پھر جیسا مجھسے ہو سکے گا عرض معروض کرونگی۔"

معتوبہ "میمونہ"

یہ ہے وہ تحریر جو حسن ظفر نینی تال کی ایک جاذب نظر کوٹھی مین بیٹھا ہوا بغور پڑھ رہا ہے۔ اُسکے چہرہ سے پریشانی کے آثار عیان ہین، اُس پریشانی کے جس مین غصہ کا جزو غالب ہوتا ہے وہ بار بار منہ ہی منہ مین کچھ کہکر خاموش ہو جاتا ہے اور تحریر کو میز کی دراز مین رکھ دیتا ہے۔۔۔ رکھ دیتا ہے اور پھر نکال کر پڑھنے لگتا ہے۔

آج اُسے نینی تال آئے کچھ دن کم دو مہینہ ہو چکے ہین، یہان اُسکا ورود گو بظاہر کسی "ضروری کام" کے سلسلے مین ہے لیکن فی الحقیقت اُسکی وجہ غالب محض تفریح ہے اور میمونہ سے علیحدہ رہنے کی کوشش، میمونہ کے ساتھ اب اُسکا وہ تعلق جسے وہ محبت کے نام سے موسوم کیا کرتا تھا "نفرت" بلکہ "حقارت" کی صورت مین تبدیل ہو چکا ہے وہ خود کو اُس سے بچانے کی کوشش مین مصروف ہے۔!

دن رات مصروف اور ہر گھڑی مشغول، اُسکی بیداری کا کوئی لمحہ ایسا گزرتا ہو گا جو اُسکے دل مین میمونہ کی طرف سے ایک تازہ نفرت ایک طرفہ حقارت نہ پیدا کر جاتا ہو۔!

اُف ری انسانی فطرت تیری تلوّن پسندیان!

کل کی بات ہے کہ حسن ظفر اور میمونہ ایسے مرکب قالب سمجھے جاتے تھے جن مین ایک ہی روح زندگیان دوڑا رہی ہو۔ وہی حسن ظفر جو کل میمونہ کو "راحت روح" اور "لذت جان" سمجھتا تھا آج وہی حسن ظفر ہے کہ اُسے "کلفت دماغ" اور "ضغطۂ قلب" خیال کرتا ہے!!۔

اُسکا مزاج ایک فوری تبدیلی چاہتا ہے اور بشرط امکان میمونہ سے ایک مستقل علیحدگی بظاہر وہ اپنک خود اسے معلوم کرنے سے قاصر ہے کہ اُسے اپنی جان نثار بیوی سے کیون نفرت ہو گئی جبکہ وہ ہنوز اسکے ادنیٰ اشارہ پر جان دینے کیلیے تیار ہے!۔ اسکا جواب حسن ظفر کے پاس کوئی نہین لیکن یہ کہ اُسے اُس سے نفرت ہے اور رہنی چاہیے۔ ایک مستقل خیال ہے جو ہر وقت اُسکے دماغ مین گونجا کرتا ہے۔

نینی تال مین اُس نے اپنی تفریحات کے ہزارہا سامان پیدا کر لیے ہین یہانتک کہ اُسکا وہ مخصوص گوشۂ قلب جو کسی زمانہ مین میمونہ کی محبت سے لبریز تھا، اُس سے نفرت ہو جانے کے بعد خالی نہین ہو گیا بلکہ اُسکی ہوس رانیون نے اُس مین ایک اور "تصویر شباب ایک جدید" "دوشیزۂ مغرب" کو جگہ دینی شروع کر دی!!

دولت ہرگز اندھی نہین ہوتی بان اُس مین اُن لوگون کو اندھا کر دینے کی قوت یقیناً موجود ہے جنھین "اہل دولت" کہا جاتا ہے۔

چنانچہ حسن ظفر کی تبدیلی مین علاوہ انسانی فطرت کے اُسکی فراوانی دولت بھی شریک کار تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اُسے ایک معصوم دل کا "شیشۂ نازک" توڑنے کے بعد پشیمانی نہین ہوئی بلکہ اس کی کوشش کہ اُسے مکمل طور پر کیون نہ پیس ڈالے۔ ایک "مجسمۂ وفا" ایک پیکر عصمت کو پامال کرنیکے بعد صبر نہ آیا بلکہ اسکی فکر کہ اپنی سیہ کاریون کی یادگار کیون نہ قائم کیجائے! یون تو اس سے قبل اُسے میمونہ کی ایک نہین بیسون تحریرین ملین اور اُس نے اُنھین بلا کسی خاص توجہ کے ردی کی ٹوکری کے حوالہ کر دیا، لیکن آج وہ ایسا نہین کر سکتا آج طرز تحریر مین اُس کے لیے

کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ جسکو قریب ایک صدی کے ہوا نیک نامی سے جاری ہے

کوئی خاص ایسی کشش ضرور ہے جو بار بار مطالعہ پر مجبور کر رہی ہے غالباً وہ کسی خاص فیصلہ پر پہونچنا چاہتا ہے۔ آخر کار اُس نے گھڑی دیکھی اور ایک لمحہ کے لئے کچھ سوچکر قلم اُٹھایا۔

"تمھارا خط غصہ سے بھرا ہوا خط ملا۔ اس سے پہلے بھی کئی تحریرین مل چکی تھین مین تم سے دریافت کرتا ہون کہ آخر اس قسم کی لایعنی اور بنا دٹی باتون سے تمھارا کیا منشا ہوا کرتا ہے، ہر ایک انسان دنیا مین تمھاری طرح بیکار پیدا نہین ہوتا۔ مین یقیناً کسی نہ کسی غرض سے یہان آیا ہون مجھے اُمید ہے کہ تم آئندہ ہرگز میرے پاس اس وضع کے فضول خطوط بھیجکر جواب کا انتظار نہ کروگی۔ اس لئے کہ میرے پاس ان لغویات مین ضائع کرنے کے لیے وقت نہین ہے۔

"یہ تمنے قطعی درست لکھا کہ مین تمسے ناراض ہون، مین درحقیقت ناراض ہون اور ناراض رہنا چاہتا ہون بعنقریب (غالباً دوسرے ہفتہ مین) دہان پہونچکر مین اس گورکھندے کو قطعی سلجھا سکونگا۔"

"حسن ظفر"

لفافے مین یہ تحریر بند کرکے حسن ظفر نے ملازم کو دیدی اور خود سوٹ تبدیل کرکے کلب چلا گیا۔

(۴)

جون مین شمالی ہندوستان کی خیال سوز باد سموم اور اُسکے ساتھ نصف النہار پر پہونچ جانے والے سورج کی آتش فشانیان زمین کی مسلسل تشنگی کے باعث خرارصفتی اور اُس پر فضا کی تمازت ریزیان اگری کی شدت سے ہر ذی روح کی بیقراری اور اُس پر در و دیوار کی شعلہ سامانیان، خدا پناہ مین رکھے خلقت کے لیے یہ زمانہ بھی ایک "امتحانِ قیامت" ہوتا ہے!۔

بالکل اسی زمانہ مین اور ٹھیک اسی وقت حسن ظفر نینی تال سے ایک لمبا سفر کرنے کے بعد اپنے گھر آکر اُترا ہے۔ گھر بھر خوش ہو رہا ہے اور ہر فرد کا دل باغ باغ خصوصاً میمونہ کی خوشی شرمندۂ بیان نہین غالب کے الفاظ مین یہ کہا جا سکتا ہے کہ۔

"دو خمارِ شوقِ ساقی" اُسکے لیے۔ رستخیز اندازہ تھا"، تاہم اسکا اندازہ کیا جا سکتا ہے اُسکی مسرت تو کچھ اس قسم کی تھی کہ جسکے "اندازہ" کا معیار ہی قائم نہو سکے۔ حسن ظفر نے آکر فوراً غسل کیا اور لباس تبدیل کرکے پہلے اپنے والد کے پاس گیا اُسکے بعد اپنے چچا وغیرہ سے ملکر سیدھا اپنے سونے کے کمرے مین چلا آیا اور ہر طرف سے دروازے بند کرکے سو رہا۔ میمونہ غریب بیکار شام تک اُس کے انتظار مین "سراپا دیدہ لبریز" بنی رہی شام کو اُٹھتے ہی حسن ظفر کلب چلا گیا وہان سے رات کو دس بجے کے قریب لوٹا تو میمونہ کی قسمت کھلی۔ اُس نے زنانخانہ کا رُخ کیا۔

یون تو خدا معلوم کتنے قدمون کی چاپ میمونہ کو فریبِ انتظار مین ڈال چکی تھین یا بالفاظ دیگر یون کہیے اُسکی حسیات خوابِ مین بجلی دوڑا چکی تھین مگر ہر بار اُسکی آنکھون نے دروازے پر حسن ظفر کا خیالی نہین اصلی مجسمہ دیکھا!۔ وہ سرو قد تعظیم کو کھڑی ہو گئی، اُس نے نگاہین نیچی کرلین مگر اُنکی بیقرار مسرتون کو چھپانا اُس کے اختیار سے باہر تھا۔ کاش اس وقت حسن ظفر اُسے اپنی اُن آنکھون سے دیکھتا جن سے اُس نے محبت کی تھی تو وہ اُسے گلاب کا ایک نو دمیدہ پھول پاتا جو باوجود اپنی تمام پژمردگیون کے ایک وسیع چمنستان کی تنہا زینت ہو سکتا ہے۔ مگر قسمت کو کوئی کیا کرے، میمونہ کی زندگی مین شاید مسرت کا دور اب ختم ہو چکا تھا اُسکا ملکوتی حسن کم از کم حسن ظفر سے خراج توجہ وصول کرنے کے ناقابل تھا۔ وہ بھوین چڑھائے اور تیوری مین بل ڈالے

تمام ماہرانِ فن نے اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر حنا کو بہترین عطر مانا ہے

ایک غصہ کے ساتھ میمونہ کی طرف سے بیٹھ پھیر کر مسہری پر بیٹھ گیا اُس سے مخاطب ہونے مین وہ اپنی توہین سمجھتا تھا۔ کچھ دیر تو میمونہ اُسی طرح خاموش اپنے پندار کو لیے اپنی جگہ کھڑی رہی مگر آخرکار اُس سے ضبط نہو سکا اور وہ بلا کسی رسمی تقریر کے ظفر کے قدمون پر جا گری۔

"حسن" مغلوب ہو چکا تھا اور اُسکے جلۂ تہیار بیکار!

میمونہ کے جذبات خلوص مین تلاطم آگیا اور اُسکی آنکھون سے آنسوؤن کا ایک دریا اُمنڈ پڑا، وہ "سُرِ رشتۂ وفا" کی طرح حسن ظفر کے قدمون کو مضبوط پکڑے ہوئے تھی! اس موقع پر اگر پتھر بھی ہوتا تو اس پیکرِ وفا کے نیاز پر پسیج جاتا لیکن وہ حسن ظفر کا دل تھا جس نے مطلق اثر نہ لیا!

اُس نے ایک انداز برہمی سے اپنے پاؤن کو جھٹکا، ایک اظہارِ نفرت کے ساتھ "حسن مجسّم" کو ٹھکرایا اور میمونہ کے ظرفِ محبت کو بیدردی سے چور، چور کر دیا!

فطرت دیکھ رہی تھی کہ اُس نے صریحاً کفرانِ نعمت کیا۔ آخرکار وہ خود کو میمونہ سے علٰحدہ کرتے ہوئے اس طرح گرجا۔

"ان لغویات سے مجھے کوفت ہوتی ہے، مین اس قسم کے بازاری اظہارِ محبت کو ناپسند کرتا ہون، تم مجھسے الگ رہو"

میمونہ کے دل پر یہ الفاظ بجلی کی طرح گرے، اُس بجلی کی طرح جو کسی کے خرمن ہستی کو بکل خاک سیاہ کر دینے کی قدرت رکھتی ہو وہ نشتر کی ایک تیز خراش کی طرح یا زہر کے ایک تلخ گھونٹ کی مانند اُسکے دل و جگر، دماغ و روح کو تڑپا گئے اور ایک ناقابل برداشت خلش چھوڑ گئے —!

وہ ایک دم اُٹھی، مثل ایک زخمی پرندے کے، کچھ کہنا چاہا، مثل ایک مایوس فریادی کے۔ لیکن آہ قسمت تیری ستم رانیان "اظہارِ محسوسات" کے لئے اُسے "لفظ بھی" ابھی نہ ملنا تھے!!

- - - - - - مجبور وہ حسن ظفر کے سامنے اُسی طرح کھڑی رہی!

ایکی مرتبہ حسن ظفر نے سلسلہ جنبانی کی اور کہا۔

"میمونہ مین تمسے آج کچھ خاص باتین کہنا چاہتا ہون بشرطیکہ تم اُنہین خاموشی کے ساتھ سننے کو تیار رہو"

وہ اُسکی مرضی معلوم کرنے کے لئے رُکا لیکن جواب نہ پا کر پھر کہا۔

"تم نے بتلایا نہین۔ تم تیار رہو؟"

وہ بدستور خاموش رہی مگر سر کے اشارہ سے اُس نے اپنی مرضی کا اظہار کیا۔

"بہت اچھا، تو مین تمسے یہ کہنے آیا ہون کہ میرا تمھارا نباہ ممکن نہین، مین عنقریب دوسری شادی کرنا چاہتا ہون۔ مگر پہلے تمھین - - - - -

کتاب میز پر رکھدی اور مزاج پرسی کے بعد کہنے لگا۔

"مرزا صاحب! آپ تو آجکل عید کا چاند بنے ہوئے ہین، کہ سر راہ کبھی مل گئے تو سلام ہو گیا ورنہ خیر سلاّ"

"جی ہان" مرزا نے مسکراتے ہوئے کہا "آپسے ملتے ہوئے آجکل زرا خوف ہی معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ آپ ضرورت سے زیادہ سے خطرناک بنے ہوئے ہین"

"خیریت! یہ خطرناکی کیسی؟"

"ایسی، جس کا تجزیہ محال ہے"

"کسی بنا پر"

"اس بنا پر کہ آپکو اسکی بے پناہی کا احساس نہین"

"آپ پھر معمون مین باتین کرنے لگے، اور میری اس سے طبیعت اُلجھتی ہے"

"بہت اچھا اگر آپکی اسطرح طبیعت اُلجھتی ہے تو مین دوسری طرح شروع کرتا ہون ۔۔۔۔ کہئے آپکا مزاج تو اچھا ہے"

"خدا کا شکر ہے"

"اور بیگم صاحب کا"

"وہ بھی اچھی ہین"

"کیا یہ درست ہے کہ آپ اپنی موجودہ شادی سے (جو مین آپکی مرضی کے بموجب ہوئی) ناخوش ہو کر دوسری شادی کرنا چاہتے ہین؟"

"ہان یہ صحیح ہے"، حسن ظفر نے نہایت اطمینان سے کہا۔

"خدا کی پناہ! ظفر تم ایک زہریلے گیس کے چھوڑنے مین کس درجہ دلیر اور بیباک واقع ہوئے ہو ۔۔۔۔ کیا جو کچھ تمنے لاپرواہی سے کہا لفظ بہ لفظ درست ہے؟"

"مین کہہ چکا کہ قطعی درست ہے، اور جبکہ مین ایک واقعہ کا اظہار اطمینان کے ساتھ کرتا ہون تو آپ اس مین "زہریلا گیس" کیون پیدا کرتے ہین، میرے خیال مین اس مسئلہ کی اہمیت یا غیر اہمیت کو مین جسقدر سمجھ سکتا ہون آپ نہین سمجھ سکتے کیونکہ میرا ذاتی تعلق ہے"

"بیشک آپکا ذاتی تعلق ہے، لیکن رونا تو یہی ہے کہ آپ جیسے غیر ذی حس شخص کا ذاتی تعلق ہی کیون ہے؟ جبکہ آپکے نزدیک اُسکی کوئی اہمیت ہی نہین۔ مین آپکے اس خیال سے متفق ہون کہ آپ خود اسکی اہمیت یا غیر اہمیت کو جسقدر سمجھ سکتے ہین دوسرا نہین سمجھ سکتا مگر گستاخی معاف آپ سمجھے ہی تو نہین۔

حاشا مین صحیح کہتا ہون کہ آپکے یہ بیباکانہ الفاظ جنہون نے مجھپر اسقدر اثر کیا میمونہ کے لیے زہریلی گیس سے ہرگز کم نہین آپکو اسکا احساس ہے یا نہین اسکا فیصلہ آپکے الفاظ کر سکتے ہین"

"آپ خواہ مخواہ سخن پروری کیا کرتے ہین"

"سخن پروری ہی سہی، لیکن ظفر خدا کیلئے تم اپنے ارادے سے باز آؤ نہین بلکہ اُس معصوم زندگی کی تباہی سے دست کشی ہو جس نے تمھارا کچھ بھی نہین بگاڑا"

"مین قطعی فیصلہ کر چکا ہون۔ اس معاملہ مین اصرار لاحاصل ہے، تم خود جانتے ہو کہ میرے استقلال کو کوئی نہین ہلا سکتا"

"ظفر! تم پتھر ہو، بلکہ مجھے کہنے دو کہ ایک خونخوار درندے جسکی خون آشامی عقل و خرد پر غلبہ پا جاتی ہے، تم سمجھ لو، اچھی طرح سمجھ لو کہ تمکو اپنے اس فعل پر یقیناً پچھتانا پڑیگا۔ کیا تمھین یاد نہین کہ مین اس سے قبل موجودہ واقعہ کے متعلق پیشین گوئی کر چکا تھا۔ کیا تم اپنے وہ الفاظ کہ "میمونہ میری راحتِ روح ہے"، بھول گئے"

"تمھاری باتون پر مین کبھی توجہ نہین کرتا، مین تمھین ایک قسم کا دیوانہ تصوّر کرتا ہون"

"دیوانہ تصور کئے جاؤ لیکن میمونہ کی زندگی برباد نہ کرو"

"تمھین میرے خانگی معاملات مین دخل دینے کا کوئی حق حاصل نہین ہے، مین جیسا مناسب سمجھونگا کرونگا"

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا ٹیلیفون نمبر ۱۳۹ ہے

"ظفر صاحب! ۔ ۔ ۔ ۔" مرزا کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ملازم نے ظفر کو ایک خط لاکر دیا جسے وہ فوراً چاک کرکے پڑھنے لگا خط انگریزی مین تحریر تھا۔

"پیارے ظفر! تمھارا ۲۹ کا لکھا ہوا خط جو اپنے ساتھ تسکین و مسرت کی دنیائے ہوے تمھارا مل گیا۔ مین تمھاری اس توجہ خصوصی کی بیحد ممنون ہون بیشک تمھاری بیوی اسپر رضامند ہوگئی ہوگی کہ تم دوسری شادی کرلو لیکن صاف عرض کرنیکی اجازت دو کہ جب تک تم اُسے طلاق نہ دوگے مین شادی کرنے پر مجبور ہون لا نکہ خدا جانتا ہے کہ تمھارے بغیر میرا ایک ایک لمحہ کس بے لطفی اور بے کیفی کے ساتھ گزر رہا ہے۔

"مین تمسے اپنی مجبوریان ظاہر کرچکی ہون فیصلہ مین ذرا عجلت کی ضرورت ہے اسکی وجہ تم خود سمجھ سکتے ہو۔

"بہرصورت تم اپنی بیوی سے طلاق کے بارے مین ضرور طے کرلو پیارے ظفر! تم خود ہی سوچو کہ مین اپنے اور صرف اپنے پیارے ظفر کی محبت مین کسی دوسرے کو کیونکر شریک دیکھ سکتی ہون کیا تمنے یہ قرار نہین کیا کہ تم میرے اور صرف میرے ہوگے ایک خاص ضرورت کی بنا پر پانچ ہزار روپیہ کی ضرورت ہے فوراً بھیجدو۔"

تمھاری ۔ ۔ ۔ ۔ (مس) "ایوا"

حسن ظفر نے کامیابی کا ایک سانس لیا اور مرزا سے کہا "مرزا صاحب مجھے اُمید ہے کہ آپ اسوقت مجھے معاف کرینگے، مین ایک ضروری کام سے اندر جانیکی اجازت چاہتا ہون۔"

"بشوق" مرزا نے یہ کہکر ایک ٹھنڈا سانس لیا اور حسن ظفر کو ایک مایوس نظر سے دیکھکر باہر چل دیا۔

حسن ظفر نے مرزا کے اُٹھتے ہی اپنا ضروری سباب درست کیا، روپیہ مطلوبہ بذریعہ تار مس ایوا کو بھجوا دیا اور اپنے متعلق لکھ دیا کہ کل دوپہر کی گاڑی سے نینی تال پہونچونگا۔"

اسکے بعد ۔ ۔ ۔ آہ اسکے بعد حسن ظفر نے کیا کیا یہ نہ پوچھئے، وہ سیدھا تانخا مین پہونچا اور میمونہ سے وہ الفاظ کہدئے جن کے سننے کیلئے ایک انسان کا کلیجہ نہین بلکہ "پتھر کا کلیجہ" اور عورت کا دل نہین بلکہ "شیر کا دل" چاہیئے۔ ایکی مرتبہ وہ یہ الفاظ سنکر بیہوش نہین ہوئی بلکہ اُس پر ایک سکتے کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ حسن ظفر اُسے اسی حالت مین چھوڑ کر سیدھا اسٹیشن روانہ ہوگیا۔ اُس کے سر پر "عشق کا جن" نہین، بوالہوسی کا بھوت سوار تھا (بیسوین صدی مین عشق کا نام لینا اس کی علانیہ توہین کرنا ہے)۔

اگلے روز صبح کو وہ نینی تال پہونچا اور ہوٹل مین آکر پہلے مس ایوا کو دریافت کیا لیکن جو کچھ اُسے معلوم ہوا وہ اُس کے سننے کے لئے تیار نتھا۔ "مس ایوا گزشتہ شام نینی تال سے روانہ ہوگئی مگر یہ نہین کہا جا سکتا کہ کہان کو"!!

یہ وقت وہ وقت تھا جب حسن ظفر کو ہوش آیا اب حسن ظفر اپنے کو حسن ظفر سمجھ رہا تھا۔ اب اُس نے محسوس کیا کہ میمونہ واقعی پرستش کے قابل ہے! وہ فوراً دوسری گاڑی سے گھر روانہ ہوگیا لیکن وقت گزر چکا تھا، گھر پہونچکر اُسے معلوم ہوا کہ "میمونہ کا گزشتہ شام انتقال ہوچکا ہے"!!

حسن ظفر یہ خبر سنکر کسی بے اختیار جذبہ کے ماتحت رو دیا۔

"ہاے اُس زود پشیمان کا پشیمان ہونا"

مگر وہ فوراً ہی ہنسا اور جسوقت وہ اپنے کمرے مین داخل ہوا۔ اُس کے قہقہون سے فضا گونج اُٹھی۔

سامنے مرزا بیٹھا تھا، اُسے دیکھکر اُس نے اپنے دونون ہاتھ پھیلا دیئے اور ایک خوف زدہ آواز مین چیخ کر کہا "میمونہ دیکھو دیکھو، اُدھر دیکھو دنیا کی طرف ایک خوفناک تاریکی بڑھ رہی ہے"۔۔۔!

"حسن ظفر دیوانہ ہوچکا تھا"

(طالب باغپتی)

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنو کے عطر حنا کا نسخہ کسی دوسرے عطر ساز کو دستیاب نہین ہوا

نقوش مانی

(از جناب مانی جائسی)

مقدر جہان ایک دن مجھ کو لایا — ملی تھی جہان مجھ سے میری جوانی
وہین سے ہے آغاز دورِ تمنا — وہین ختم تھی دنیوی زندگانی

یہ صیاد ذکرِ بہاران جو چھیڑا — بڑی دل نوازی، بڑی مہربانی
مگر اب یہان دل بہلنے لگا تھا — نہ تھی یاد مجھ کو چمن آشیانی

بکون مین بہت کچھ مگر فائدہ کیا — اگر آپ واقف نہ ہوتے تو کہتا
جو ہے آپ کی عیش وعشرت کا قصا — وہی کی وہی میرے غم کی کہانی

یہان تک بڑھی آپ کی بے وفائی — کہ ڈالی مرے سر بلائے جدائی
مگر خیر جب یہ قیامت بھی آئی — تو اب رہ گئی کیا مصیبت اُٹھانی

مرے منہ پہ ہان غم کے آثار ہونگے — یہ اچھا کیا آنکھ پھیری جو تم نے
مین خود چاہتا تھا کہ میرے سبب سے — منغص نہ ہو عشرتِ کامرانی

دلِ زار ہے اور آفت پہ آفت — کہان ہے خدا اور تختِ عدالت
جوانی خود اپنی جگہ اک قیامت — پھر اُس پر قیامت حسین کی جوانی

جو آثارِ الفت تھے ثابت ازل سے — وہ اے بیوفا تونے باطل دکھائے
گلہ تجھ سے کیا ہو، دعا ہے خدا سے — کہ یارب مجھے موت دے ناگہانی

مبارک ہو اے طالبِ دیدِ موسیٰ — ضرور آپکو آج دیدار ہو گا
یہ ہے نازِ یعنی نوازش کا وعدہ — سمجھئے ذرا معنی لن ترانی

سناؤن کسے آہ غم کا فسانا — اِدھر کا اُدھر ہو گیا ہے زمانا
ہے فرصت اگر اور ہو ظلم ڈھانا — غنیمت سمجھیئے کہ زندہ ہے مانی

مانی - جائسی

بڑھیا عطر منگانے کا پتہ:- اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ

"لکھنؤ ہم پر فدا ہی ہم فدائے لکھنؤ"

مین فدائے کی یا جو عوض کسرۂ اضافت ہے۔ بحالت اشباع ایک سے دو ہو جائیگی اور تقطیع مین ہم فدائے فاعلاتن کے وزن پر دو یا سے لکھا جائیگا۔ جس طرح آئے اور جائے لکھے جاتے ہین۔ اگرچہ کتابت مین ایک ہی یا سے لکھا جائے، لیکن عروض مین حروف مکتوبی معتبر نہین ہین بلکہ ملفوظی معتبر ہین اور اس طرح حروف مابعد الروی کا وجود جس طرح آئے اور جائے مین پایا جاتا ہے۔ ہم فدائے بروزن فاعلاتن مین بھی ضرور پایا جاتا ہے۔ لاریب فیہ خاقانی کہتا ہے ؎

کردو انصب در ایوان ہنو　　تحت لوا آدم و من دونہا

دونہا مین واو مکتوبی نہین ملفوظی ہے اور قافیے مین اسکا اعتبار قائم ہے۔ لہذا متقدمین یا متاخرین مین جس نے برائے، سوائے فدائے کو بحالت اشباع آئے اور جائے وغیرہ کا قافیہ گردانا ہے وہ ہرگز مقلدانہ نہین بلکہ محققانہ ہے اور ہر طرح صحیح و درست ہے۔

اگر کوئی خاص مذاق اسکو ناپسند کرتا ہے تو اسکا اعتبار اہل فن مین بہ تخصیص ہوگا نہ بہ تعمیم "دانا برا نہ منہ"۔

حافظ سید فضل حق از عظیم آبادی

پیرایہ

بروزن بے خایہ آرائش و زیور باشد از طرف نقصان ہیچو سر تراشیدن و اصلاح کردن و شاخہاے درخت بریدن، از برہان۔

اس لفظ کے معنی سے بحث نہین لفظ سے بحث ہے، اور برہان سے بکسر اول یا یاے مجہول مستنبط ہوتا ہے لیکن اسی کے ہم اشتقاق (پیرایہ) کو با ثانی مجہول بروزن گیسرا اور (پیرائی) کو بروزن سیمائی لکھا ہے۔ جو یاے معروف ہین اور مجہول مسموع نہین۔ اور پھر پیرایہ کے تحت مین یہ بھی لکھ مارا ہے کہ

"در جمیع بر فتح اول ہم نظر آمدہ است"

ان سب بیانات سے صرف اختلاف تلفظ ثابت ہے اور نا تحقق۔

پیرایہ کا وزن بے مایہ بھی ہے لیکن صاحب برہان نے پہلوی وزن کا خیال نہ کیا اور سرسری طور پر لکھدیا جو سمجھ مین آیا۔

مان لو کہ برہان سے پیرایہ کا تلفظ بہ یاے مجہول ثابت ہے، تاہم اہل زبان کے لہجے کا اختلاف وہ خصوصیت ہے جس سے بہ یاے معروف نارو انہین بلکہ مختار متاخرین ثابت ہے اور اسی بنا پر قاآنی شیرازی نے پیچے کے اور دی کو حی، علی، اور غی کا قافیہ قرار دیا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ مختار شعراء ہے تو رسالہ "جواہر الحروف" مین دیکھ لو "لیکن عراقیان در محاورۂ حال جمیع حروف مجہول را معروف خوانند"

سنجر طہرانی تھے انکی زبان سے بھی مجہول معروف ہی مسموع ہوا۔ بہرحال پیرایہ بفتح اول و بکسر اول مجہول و معروف ہر طرح جائز و ثابت ہے پیش ازین نیست کہ عرف ہند مین مجہول کو معروف پر ترجیح دیجاے۔ تو یہ بھی متفق علیہ نہوگا، باین ہمہ پیرایہ بکسر اول معروف التلفظ کو غلط کہنے کا ہرگز کسی کو کوئی حق نہین ہے اور بعض کے نزدیک بھی فصیح ہے واللہ اعلم۔

حافظ سید فضل حق آزاد عظیم آبادی

روح گلاب، روح خس، عطر حنا، اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے منگائیے

آزادی و تعلیم صنف نازک کا فیض

(از جناب وحید لکھنوی)

عورت کا مسئلہ ہر زمانہ و قرن میں موضوع بحث بنا رہا ہے۔ کوئی دینی و دنیاوی کتاب عورتوں کے تذکرے سے خالی نہیں ہے۔ ناول غزل اور دیگر طرز تحریر کا دار مدار اسی صنف کے وجود پر ہے اور انہیں کے واقعات و حرکات و سکنات کا خاکہ جزو لاینفک ہے گویا دنیا کی چہل پہل انہیں کی ذات سے وابستہ ہے۔ اور انکے عدم وجود میں شاید علمی و ادبی کتب سرمہ چشم بنانے کو میسر نہ آتیں، یا یہ کہیئے وہ دلچسپی سے خالی ہوتیں اور انکو خود مرد نہ دیکھتے اور بے قدری کرتے مصنفین کو ثمرۂ محنت نہ حاصل ہوتا اور وہ کنارہ کشی اختیار کرتے لیکن انکے "ہر دلعزیز ہونے" کے باوجود فلاسفہ و مصلحانِ دین نے انکے حسن و جمال کا اقرار کیا۔ مگر انہوں نے اہل دنیا کو متنبہ کیا کہ وہ ان سے زیادہ پینگ نہ بڑھائیں اور انکی رفتار و گفتار پر ایسے فریفتہ نہوں کہ جان بیچ کر خریدار بنجائیں بلکہ خود انکو اپنا آقا۔ ولی نعمت بنالیں۔ تمام فلاسفہ نے انکے مکر و غدر انکے حسد و بغض۔ انکی دشمنی و عداوت سے ڈرنے کی ہدایت کی اور ہرگز ہرگز گوارا نہ کیا کہ اس صنف نازک کو آزادی محض دیدی جائے کہ وہ اپنی کم عقلی سے مردوں کے حقوق میں دست اندازی کرنے لگیں اور ان سے بے نیاز ہو کر ایسی حرکات شنیعہ پر تیار ہو جائیں کہ انسان برائے نام اشرف المخلوقات رہ جائے۔ البتہ تمام عقلاء و مصلحان دین نے سعی کی کہ صنف نازک پر ظلم و ستم نہو سکے، انکے حقوق الگ کر دیئے اور انکو معمولی تعلیم حاصل کرنے کی اجازت دیدی تاکہ وہ اولاد کی پرورش و دیگر ضروریات زندگی کو بآسانی تکمیل کو پہونچا دیں۔

فلاسفۂ دنیا و مصلحان دین نے ہمیشہ اخوت و مساوات کو نظر رکھا اور صنف نازک کے خصوصیات کو فروگزاشت نہ کیا اور ان کو بعض امور میں مساوی حصہ نہ دیا تو مردوں پر قیود عائد کر دیں تاکہ اس بے انصافی کا بدل ہو جائے اور وہ مردوں کے برابر ہو جائیں چنانچہ انکے سپرد اولاد کی پرورش و انتظام خانہ داری ہوا اور انکو مردوں کے برابر تعلیم نہ دینے کا انتظام کیا گیا تو مردوں پر بھی فرض ہوا کہ وہ عورتوں کو خونخواروں کے حملہ سے بچائیں انکے نان و نفقہ کا خیال رکھیں اور انکو کسی قسم کی اذیت نہ دیں۔ اور ہر وقت اپنی جان ہتھیلی پر لئے سینہ سپر رہیں۔

لیکن حقوق کی علیحدگی اور مردوں کی دلجوئی و عشق و محبت کے باوجود عورتیں اپنے ہتھکنڈوں سے باز نہ آئیں اور وہ مرد کے نرم و نازک دل پر قبضہ پاتے ہی اپنی درماندگی کی داستان سنانے لگیں، اور طرح طرح سے مردوں کے ذہن نشین کرایا کہ یہ صنف عضو معطل ہے اور اس سے کام لینا چاہیئے۔ جب انسان اشرف المخلوقات ہے تو اسکی نصف سے زیادہ تعداد کیوں جاہل رہے اور مرد کی شریک زندگی ہونے سے بیشتر علم و فضل میں اسکے ہم پلہ کیوں نہو تاکہ دور حیات بآسانی بسر ہو اور انسان کا مقصد زندگی بوجہ اکمل حاصل ہو۔

ابتداً مردوں نے اس گفتگو کو ٹالا۔ سمجھایا، بجھایا لیکن عورتوں نے پاؤں پھیلائے اور چادر کا لحاظ نہ کیا۔ پھر بھی مرد اپنی بات پر اڑے رہے تو ان پر قدامت پرستی، خود غرضی مخلوق خداوندی پر ظلم و جبر کا الزام عائد کیا گیا اور کسی طرح ان ضدی عورتوں نے اقرار نہ کیا کہ انکے اعضا و جوارح مردوں کے مانند قوی نہیں ہیں اور وہ کبھی بھی ان

کارخانۂ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کی سچائی معاملات کی صفائی اور مال کی عمدگی ہندوستان بھر میں مشہور ہے

مشاغل کی اہل نہین ہین جن کا فرض تمام مردون کے ذمہ عائد کیا گیا ہے فوراً عورتون نے ہی مردون کے مانند ورزش کرنا شروع کی اور دس مین دو چار اس قابل بھی ہوئین کہ وہ ضعیف القویٰ مردون سے بازی لیجانے کی جرأت وجسارت کرسکین البتہ انہون نے مردون کا مردمقابل بننے کے لئے چوٹیان کٹوائین۔ سینہ کے ابھار کو غیرفطری وخلقی طریقون سے گھٹانے کی سعی کی اور دیگر طریقون سے بھی مردون کے کان کاٹنے کو آمادہ ہوئین، انکو یہ مقولہ کبھی مرغوب نہ ہوا

"ہر کسے را بہر کارے ساختند"

اور انہون نے اسکو مردون کی بدنیتی وخودغرضی پر محمول کیا۔

الغرض مردون کی ایک نہ چلی۔ ہر موقع پر منہ کی کھائی۔ اظہار محبت والفت ومروت نے زبان سے ایک لفظ بھی نکالنے کی اجازت نہ دی پھر انکے کام مین سہولتین بھی ہوئین وہ کیون دم مارتے لیکن عقلا اس ناعاقبت اندیشی پر انگشت بدندان رہے۔ مدارس الگ قائم ہوئے پردہ سے بے پردہ ہوئین۔ مردون کے ساتھ اور تنہا عام باغون کی سیر کرنے لگین اور اسکا الزام بھی مردون کے سر تھوپا۔ بقول اکبر

بے پردہ کل جو آئین نظر چند بی بیان — اکبر زمین مین غیرت قومی سے گڑگیا
مین نے کہا کہ آپکا پردہ وہ کیا ہوا — کہنے لگین کہ عقل پر مردون کے پڑگیا

انتظام خانہ داری کا جھنجھٹ یک قلم الغا، طعام وقیام کے لئے ہوٹل کافی ہین۔ اطفال کی پرورش سے منہ موڑا اور بچون کے کھلانے کو دایہ مقرر کردین اور علاج کے لئے ڈاکٹر بس اسکے بعد انکو کام ہی کیا رہ گیا۔ اور مردون سے برسرپیکار ہوگئین۔

تعلیم مین مردون کے کان کاٹے۔ ہر میدان مین انکی ہمسری کا دعویٰ کرنے لگین گویا تعلیم حسد وبغض کا سرچشمہ ہے جہان اس سے سیراب ہوئے طبیعت ہی بدل جاتی ہے تعلیم کا اصل مقصد درستی اخلاق وحق شناسی ہے لیکن یہان صد وبغض وحسد کے جذبات نے انکے سینہ کو اپنا مخزن بنایا اور انکو چوبیس گھنٹے مردون سے برتر بننے کا خیال رہنے لگا۔ بقول شخصے

"کوا ہنس کی چال چلا اور اپنی چال بھولا"

اشتراک عمل وتقسیم کار کا مسئلہ طاق نسیان پر رکھا نظر آنے لگا۔ اب کیا تھا وہ مرد بننے کو تیار ہین۔ میدان جنگ مین جانے کو مستعد ہین البتہ دیکھنا تو ہے کہ یہ خود ساختہ مرد خلقی مردون کے مقابلہ مین کیسے فائز مرام ہوتے ہین اور کیسے یہ ہر ایک مصلح وصلح کن کی گوشمالی کرتے ہین۔ کہین بلی کی طرح انکو خواب مین چھچھوڑے نہ نظر آتے ہون، یا چوہون کی داستان اور ہمتی نہ ہو کہ بلی کی غیبت مین لاکھون منصوبے تھے لیکن اس کے سامنے سب کی گھگی بندھ گئی۔ خیر ؎

ابتداے عشق سے روتا ہے کیا — آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

ذیل کا اقتباس ملاحظہ فرمائیے اور دل ٹھنڈا کیجئے۔

"مدرسۂ خواتین السنہ غیر ملکی۔ ٹوکیو۔ جاپان مین تمام مدارس خواتین کے پرنسپلون کا ایک جلسہ منعقد ہوا جسمین ظاہر کیا گیا کہ زیادہ تر نوجوان خواتین طلبہ کا رجحان طبع یہ ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح مرد ہوجائین"

اس جلسہ کا اہم ترین مسئلہ زیر بحث یہ تھا کہ آج کل خواتین طلبہ کا رجحان طبع کیا ہے۔ پرنسپل گنزو اینچکو اپرنسپل مدرسۂ خواتین ٹوکیو نے اس سلسلہ مین بیان کیا کہ انہون نے تین سوالات حسب ذیل مرتب کئے۔

(۱) کیا تم مرد بننا چاہتی ہو؟
(۲) کیا تم عورت رہنا چاہتی ہو؟
(۳) جواب مع وجوہ تحریر کرو۔

مین نے ان سوالات کو یاماتشی۔ واکایاما۔ موجی کے پرنسپلون کے مشورہ سے مرتب کیا تھا اور انکو تمام خواتین طلبہ کے پاس بھیجدیا لیکن ابتک صرف ۶۶۰ خواتین نے جواب ارسال کیا ہے۔ ان کل خواتین مین سے ۲۳۶ مرد بننے کی متمنی ہین۔ ۱۳۶ عورت ہی رہنے پر قناعت

جب آپ ویسی عطریات کا استعمال شروع کرین کارخانہ اصغر علی محمد علی لکھنؤ سے طلب فرمائین

کرینگی اور ۲۸۸ چاہتی ہین کہ وہ بعض مواقع پر مرد' اور بعض دیگر مواقع پر عورت ہون ۔

مرد بننے کی تمنی خواتین مین سے اکثرنے یہ وجہ تحریر کی ہے "کیونکہ ہم میدان جنگ مین جانے کی خواہش کرتے ہین"۔

پرنسپل انجکوا کے نزدیک نوجوان خواتین کا یہ رجحان طبع سخت مضر و خطرناک ہے' اور اُنہون نے فرمایا" امن و امان کی دیوی کو اجسام صنف نازک مین اپنا جلوہ دکھلانا چاہئے اور اسکے دل مین جنگ و جدال کا خیال بھی نہ آنا چاہیئے کہ اسکی بنات امور محال و ممتنع کی خواہش کرنے لگین اور اپنی ناعاقبت اندیشی کا الزام دیوی پر عائد ہو۔

دوسری پرنسپل نے بیان کیا کہ آج کل کی نوجوان خواتین طلبہ کا رجحان طبع یہ ہے کہ وہ آرائش زیبایش و نرم زبانی و آداب مجلس کو خیرباد کہہ رہی ہین اور وہ جا و بیجا جرأت و جسارت کا اظہار کرتی ہین اور شرم و حیا کا بالکل پاس نہین ہے ۔

ایک اور پرنسپل نے خیال ظاہر کیا کہ نوجوان خواتین یوناً فیوناً کاہل اور بے فکر ہوتی جاتی ہین ۔

متذکرۂ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ کس مقصد نیک کے لئے تعلیم یافتہ خواتین مرد بننے کی تمنی ہین ۔ وہ انتظام خانہ داری و دیگر فرائض کو صرف میدان جنگ کی صورت دیکھنے اور مردون سے دست گریبان ہونے کی دیوی پر قربان کئے دیتی ہین ۔ وہ مردون کی اس حرکت سے ناراض ہین کہ اُنہون نے مجلس اقوام قائم کی اور تمام قضایا بذریعہ گفت و شنید طے کرنا چاہتے ہین اور جنگ و جدال سے حتی الامکان محترز رہنے کے خواہشمند ہین ۔ دیکھئے اگر یون ہی آتش جنگ و جدال ہماری خواتین کے دلون مین روشن ہوئی تو پھر دنیا کا کوئی خطہ محفوظ و مامون نہین رہ سکتا بیشتر مردون کو اشارۂ ابرو سے برسرپیکار کرتی تھین اور خود مزہ اُڑاتی تھین' اور دنیا مین آفت مچ جاتی تھی' روزانہ دنیا مین دس بیس واقعے ہو جاتے تھے ۔ اب اگر خدانخواستہ اُنہون نے کمر کس لی تو آفت ہو جائیگی ۔ لیکن یہ کیا غضب ہے کہ انکی اُستانیان خالفت اور ہراسان ہین وہ کیون امن و امان کی دیوی کو پکارتی ہین کہ وہ خواتین کے قلوب کو پیٹ دے اور وہ کیون انکے عدم آرائش و زیبائش و فقدان آداب مجلس کی شاکی ہین ۔ سادگی کے مقابلہ مین زیور و آرائش و زیبائش کی حاجت کیا ہے بقول امیر مینائی ؎

ہے جوانی خود جوانی کا سنگار سادگی گہنا ہے اس سن کے لئے

جب نشۂ جوانی اُتریگا تو وہ خود راہ راست پر آجائینگی اور بفرض محال اگر انکو کوئی اندیشہ بیجا ہے تو وہ ان مدارس کے بند کرنے کی درخواست کیون نہین کرتی ہین ۔ لیکن تیرے کس بان سے ایسے خیالات کا اظہار ہو۔ ایسی بے صبری' عدم تحمل' عورت تحمل و استقلال کے لئے مشہور ہے ۔ اپنی آبرو مین کیسے بٹا لگایا جائے ۔

ہمکو ہرگز ہرگز عورتون کی اس حرکت پر انگشت نمائی نہ کرنا چاہئے ۔ آبرو کے خاطر مرد کیا کیا آفت مچاتے ہین قتل و غارت گری کے بازار گرم کرتے ہین' اپنے مُنہ مین سیاہی لگاتے ہین اور اُسکو رومال سے چھپانے کی سعی لاحاصل کرتے ہین ۔ آخر وہ ظاہر ہوتی ۔

القصہ آبرو و عزت کا جذبہ فطری ہے اور اُسکو انسان آخر فرض حیات تک خیرباد نہین کہہ سکتا ۔

البتہ ہم ان ۲۸۸ مستورات کی ضرور داد دینگے جو گاہے چنین گاہے چنان پر عمل پیرا ہونے والی ہین کبھی مرد اور کبھی عورت ان کے دونون بیٹھے ہین اور ۱۳۶ خواتین سے ہمدردی ہے جو اپنی حالت پر قانع ہین ۔

شرم و حیا کا تذکرہ فضول ہے ۔ وہ زمانہ لد گیا جب حیا ایمان کا جزو تھا ۔ اب کھڑا کھیل ہے ۔ لیکن یہ مرد میدان خواتین کے متعلق

اگر آپ کو عطر حنا درکار ہے تو صرف اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے طلب فرمائیے

ایک پرنسپل صاحبہ نے کاہلی اور بے پروائی کی شکایت کس زبان سے کی۔ میدان داری کے لئے یہ صفات سخت مضر ہین، اور کہین بقول شخصے

"سر منڈاتے ہی اولے نہ پڑین"

تو غضب ہو جائے اور شیخ چلی کا بنا بنایا گھر بہ یک حرکت سر خاک سیاہ ہو جائے اور بہکو ناحق اظہار ہمدردی کرنا پڑے۔ اور بادلِ رنجیدہ کہنا پڑے۔

"حسرت اُن غنچون پہ ہے جو بن کھلے مُرجھا گئے"

آخر مین ہم ضرور عرض کرینگے کہ تعلیم خواتین بقدر ضرورت ہونا چاہیئے اور انکو آزادی بھی دینے مین دریغ نہ کرنا چاہیئے لیکن انکی صنف کی نزاکت کا خیال رکھنا لازم ہے جو انکا زیور ہے اور اگر خدانخواستہ اس زیور خلقی کا فقدان ہو گیا تو عورت سے حسن و جمال ہی کا فقدان ہو جائیگا اور جس برتے پر وہ مردون کو نچاتی ہین اور ان سے اپنی مرضی کے مطابق کام لیتی ہین اسکے کل عدم ہونے کے بعد وہ مردون پر کیسے دباؤ ڈالین گی اور اگر اس کوشش مین وہ کامیاب بھی ہو گئین کہ وہ مرد بن جائین تو اُن مین سے تمام اوصاف نزاکت جاتے رہین گے اور قوی ہیکل مُنہ زور ہو جائینگی وہ مقابلہ بحیثیت زن نہین بلکہ بہ حیثیت مرد کرین گی تو یہ مقابلہ ستایش نہین ہو سکتا۔

(وحید لکھنوی)

عبودیتِ عبد

(از جناب عبداللہ عبدالواسع صاحب عبد کراچی)

عشق مین آہ و بکا اے دلِ ناشاد نہ کر
لطف الفت کا اُٹھانا ہے تو فریاد نہ کر

مدفنِ عاشقِ برباد کو برباد نہ کر
یہ ستم بہر خدا اور ستم ایجاد نہ کر

مجھکو تاکید یہ ہے عشق مین فریاد نہ کر
اُس جفا جو سے بھی کہدے کوئی بیداد نہ کر

دلِ بدبخت زمانہ مین وہ رسوا ہونگے
لبِ خاموش کو تو مائلِ فریاد نہ کر

مٹ چکا ہون مجھے اے چرخ مٹانا کیسا
یونہین برباد ہون برباد کو برباد نہ کر

عشق نے دی ہے یہ تعلیم وفا عاشق کو
دم نکل جائے مگر شکوۂ بیداد نہ کر

دلِ ناشاد مجھے اس نے فراموش کیا
تو بھی اِس بھولنے والے کو کبھی یاد نہ کر

ایک تو مجھ پہ ہزاروں جو روار کھتے ہین
اور اس پر یہ ہے ارشاد کہ فریاد نہ کر

سامنے میرے نہ کر غیر سے ہنس کر باتین
مجھ سے خاموش کو آمادۂ فریاد نہ کر

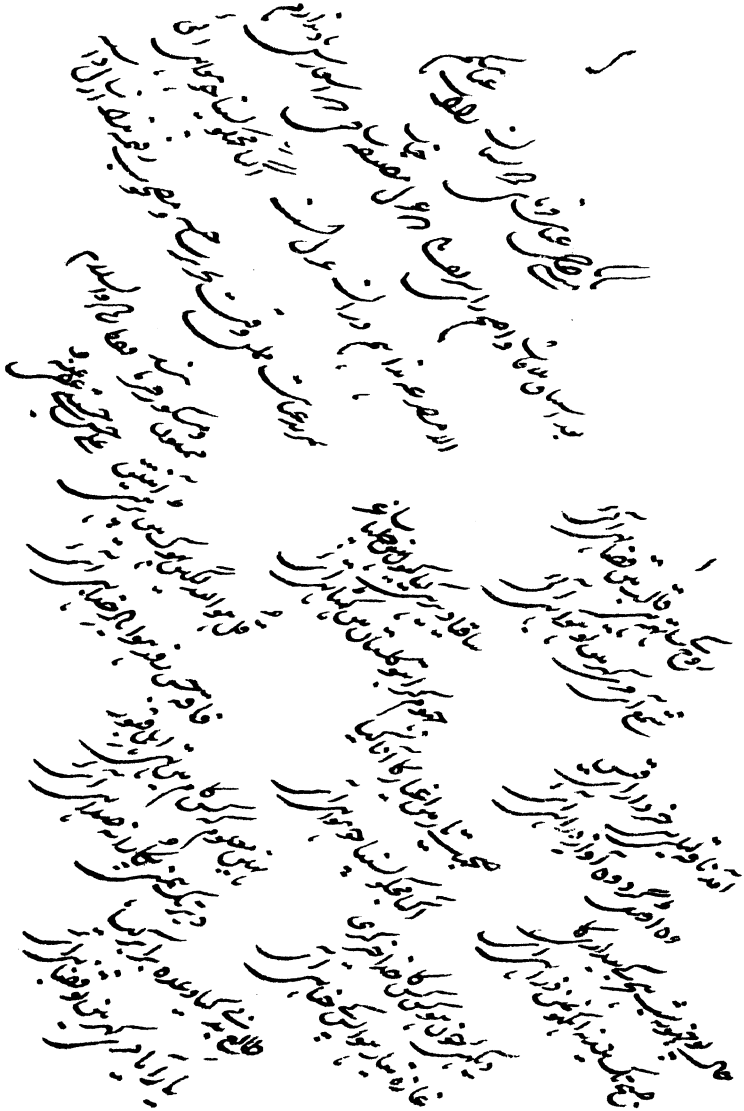
اس سے بھی اے دلِ ناداں وہ بگڑ جاتے ہین
سامنے انکے تو ذکرِ فتہ و شمشاد نہ کر

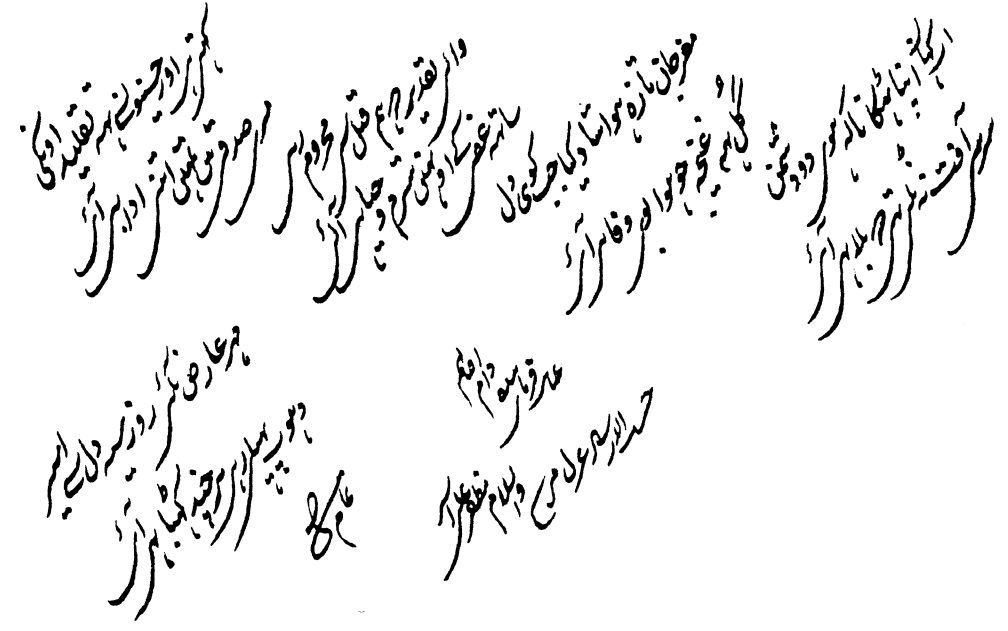
نظرِ لطف ہے عبد پر اے جانِ جہان
ناز برداری ہے تیرا اسے ناشاد نہ کر

کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنو جسکو قریب ایک صدی کے زمانہ ہوا نیک نامی سے جاری ہے

عکسِ غزل جناب منشی مظفر علی خان صاحب اسیر لکھنوی مرحوم بخط جناب اسیر

(حسب فرمایش جناب نواب علی حسن حسینی مرحوم و مغفور)





میر شیر علی افسوس

(از جناب ساحل بلگرامی)

اُنیسوین صدی کا آغاز ہے - اردو اپنی کم سنی کی شوخیون سے ہندوستانیون کو مانوس کرنے کی کوشش کر رہی ہے - ایسٹ انڈیا کمپنی اپنی تاجرانہ حیثیت کو فروغ دیتے دیتے مغلیہ سلطنت پر قبضہ کر لیتی ہے - حرص و ہوس کی تمنائین پرورش پانے لگتی ہین - ترقیون کے پہلو وسعت سلطنت کی تدبیرین اور ہندوستانیون کے دلون مین جگہ پیدا کرنے کے طریقے زیر غور ہی نہین بلکہ اُن کو سمجھ لیا گیا ہے - کیونکہ وہ حکومت مین ہر دلعزیزی پیدا کرنے کے لیے مجبور اور ہندوستانیون سے تبادلۂ خیالات کرنے کے لیے گونگے تھے - اس لیے ملکی زبان (اُردو) سیکھنے کا احساس اعصاب بدن مین لہرین مارنے لگا مستقل مزاج قوم کا تہیہ تھا - اپنی اسکیم کو کامیاب بنانا مقصد اولین تھا - اس صدا کا گونجنا تھا اس شہرت کا پھیلنا تھا کہ ملک کے انشا پرداز اپنے افلاس کے ہاتھون تنگ آکر کلکتہ کی طرف بیتابانہ دوڑنے لگے اور اُردو کے اس پہلے مرکز پر اس لیکر اپنی انشا پردازی کے جوہر دکھانے لگے اسی اکاڈیمی کے ایک ممبر میر شیر علی افسوس بھی تھے جن کے واقعات زندگی آج ہم ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہین -

ہمارے تذکرے کسی ممتاز ہستی کے حالات زندگی اکثر اُسوقت سے ظاہر کرتے ہین جبکہ وہ پبلک اسٹیج پر ایک نمایان حیثیت مین آجاتا ہے - نہ ابتدائے عمر کے واقعات ہوتے ہین نہ پیدائش و وفات کے سنون کا کہین پتہ چلتا ہے - یہی کمی افسوس کے حالات مین بھی ہے - مگر مطالعہ کی کوشش وہ سب کچھ اس مین جمع کردے گی جو تذکرون کی مدد اور دیگر ذرایع سے ہم تک پہونچ سکا ہے -

نام | طور کلیم اور بزم سخن کے سوا تمام تذکرون کا اتفاق ہے کہ ان کا نام "شیر علی" ہے - ان دونون نے ایک نقطہ کم کرکے "شیر علی" لکھا ہے - صاحب گلشن ہند "افسوس" کے متعلق تحریر فرماتے ہین کہ "راقم آثم سے ملاقات ایام شباب سے ہے" اس پر نظر کرکے ہم گلشن ہند کا قول تسلیم کرنا پڑیگا وہ ان کا نام "شیر علی" ہی بتاتے ہین - خود مصنف بھی اپنی کتاب آرایش محفل کے دیباچہ مین اپنا نام "شیر علی" ظاہر کرتے ہین - یہ بھی گمان ہے کہ کتابت کی غلطی ہو اور کاتب کے قلم نے اپنی خشک مزاجی سے ایک نقطہ مضم کر لیا ہو - صاحب قاموس المشاہیر نے "شیر علی" کے بجائے "میر علی" لکھا ہے جس کا کوئی تذکرہ ہمنوا نہین -

نسب | ان کے باپ "علی مظفر خان" تھے[۱] - جو نواب میر محمد قاسم علی خان عالیجاہ کے داروغہ توپخانہ تھے - ان کی نسل کا مبارک رشتہ سیادت مآب حضرت اسمٰعیل ابن امام جعفر صادق علیہ السلام سے مل جاتا ہے[۲] - مصنف نے خود بھی آرایش محفل کے دیباچہ مین اپنے نام کے ساتھ جعفری لکھا ہے -

---

[۱] دیباچہ آرایش محفل نوشتہ مصنف ۱۲ [۲] گلشن ہند ۱۲

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا عطر حنا خاص ترکیب سے بنتا ہے

مذہب یہ اسلام کے فرقہ "اثنا عشریہ" سے تعلق رکھتے تھے چنانچہ خود آرائش محفل کے دیباچہ مین اس کا اظہار کیا ہے۔

وطن علاقۂ عرب مین ایک مقام ہے "خاف" افسوس کے بزرگ اسی خاک کے نہال بار آور تھے[۱]۔ زمانہ کی ناموافق ہوا نے عرب سے جدا کر کے ہندوستان کی طرف پھینکدیا اور اس طرح اُن کا آبائی وطن "نارنول"[۲] قرار پاگیا۔ مولوی عبدالحق صاحب بی۔ اے گلشن ہند کے مقدمہ اور اپنے ایک مضمون[۳] مین ان کو دہلی کا باشندہ لکھتے ہین نہ یہین پیدا ہوئے اور اسی سرزمین کو ان کے مولد ہونے کا افتخار حاصل ہے

پیدائش یہ کب پیدا ہوئے؟ اس کے جواب مین تمام تذکرے خاموش ہین اور اگر کچھ دبی زبان سے بتلاتے بھی ہین تو صرف اتنا ہی کہ پیدائش کے وقت صرف "دہلی" کے در و دیوار تھے جو افسوس کی پہلی آواز پر اس کی آنے والی زندگی کی پیشینگوئی کر رہے تھے۔

ایام طفلی افسوس کے ایام طفلی کے واقعات پر پردہ پڑا ہوا ہے قرائن کی روشنی مین جن واقعات کی جھلک دکھائی دیتی ہے وہ یہ ہین کہ انھون نے اپنے بچپن کی گیارہ بہارین اپنے والد بزرگوار کے سایۂ عاطفت مین دہلی مین گزارین اور گیارہوین برس اپنے والد کے ہمراہ لکھنؤ پہونچے۔ اس کے بعد مرشد آباد اور حیدر آباد کی سیاحت مین اپنا وقت بیفکری سے گزارتے رہے۔ زندگی کا انیسوان قدم پڑ رہا تھا کہ شفیق باپ نے حیدر آباد مین ہمیشہ کیلئے آنکھین بند کرلین[۴] اور چاردن کی طرف سے رنج و مصائب کی گھٹائین افسوس کی زندگی کو دھندلا کرنے لگین

ملازمت زمانہ کے گرم و سرد کا مزہ چکھ کر اور دنیا کے نشیب و فراز کا تجربہ حاصل کرنے کے بعد نواب سالار جنگ بہادر کی سرکار سے وابستہ ہوکر ان کے بڑے صاحبزادے میر فوازش خان کی خدمت مین گیارہ سال تک اپنے فرائض منصبی کو انجام دیتے اور اسطرح اپنے پیٹ کو پالتے رہے بعد ازان[۵] صاحب عالم مرزا جوان بخت جہاندار شاہ کے ملازم ہوکر کچھ دنون اپنی غمدیدہ زندگی کو عیش و عشرت کے مستعار زیور دن سے آراستہ کرتے رہے لیکن جب صاحب عالم کو شاہجہان آباد کی کشش نے اپنی طرف کھینچا تو بعض عوارض نے انکی معیت سے جدا کر دیا۔ یہین رہ گئے اور پھر اپنی افلاس و تنگدستی کی مجبور زندگی کو دعوت دیتے اور ایک مدت تک نواب سر فرازالدولہ کے یہان توکل و قناعت پر سانس لیتے رہے۔ تکلیف کے بعد راحت یا غم کے بعد خوشی کا دورہ کیون نہ ہوتا۔ ان کا ستارۂ اقبال افق مراد سے کیون نہ چمکتا۔ بارلو صاحب سکرٹری گلکرسٹ کے صائب مشورہ سے اُردو دان حضرات کو جمع کرنے کا کیون اعلان نہ کرتے۔ لکھنؤ کے رزیڈنٹ اسکاٹ صاحب کی نظر انتخاب افسوس پر کیون نہ پڑتی۔ دو سو روپیہ ماہوار مشاہرہ طے ہوجاتا ہے۔ پانسو روپیہ زاد سفر افسوس کے حوالہ کردیے جاتے ہین[۶]۔ (آرائش محفل کو دیکھکر خیال ہوتا ہے کہ غالباً رزیڈنٹ صاحب لکھنؤ سے ملانے والے ایک صاحب فخرالدین احمد خان عرف مرزا جعفر ابن محسن الزمان خان نامی تھے) افسوس مرشد آباد پہونچتے ہین ملا توچندے صاحب گلشن ہند "مرزا علی لطف" کے یہان قیام کرتے ہین[۷]۔ پھر (۱۱۹۰ھ مین) کلکتہ پہونچتے ہین اور "ہندوستانی ڈیپارٹمنٹ" کے "ہیڈ منشی" کی کرسی پر بیٹھکر ترجمہ کے کام مین لگجاتے ہین اور سعدی کی گلستان کو سب سے پہلے اپنی زبان (اُردو) مین منتقل کرنے کا ارادہ کرتے ہین۔ یہ ۱۲۱۵ھ کا واقعہ ہے[۸]

وفات وہ زمانہ جبکہ افسوس کلکتہ کے "فورٹ ولیم کالج" مین دیگر زبانون کی کتابون کو اردو کا زیور پہنا رہے تھے لیکن اُردو

---

[۱] گلشن ہند ۱۲ [۲] دہلی سے ۵۰ کوس کے فاصلہ پر ایک قدیم قصبہ ہے ۱۲
[۳] اہل یورپ نے اُردو زبان کی خدمت کی "مطبوعہ رسالہ اُردو بابت جولائی ۲۴ء ۱۲
[۴] گلشن ہند ۱۲

[۵] گلشن بیخار ۱۱ [۶] گلشن ہند ۱۲ [۷] تذکرہ گلشن ہند مولانا عبدالحق صاحب بی اے ۱۲ [۸] گلشن ہند ۳

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا ٹیلیفون نمبر ۱۳۹ ہے

ان کے سایہ سے محروم ہوگئی[1]۔ صاحب قاموس المشاہیر افسوس کا سن وفات ۱۸۰۶ء مطابق ۱۲۲۱ھ لکھتے ہین اور مولوی عبدالحق صاحب بی۔اے کے قول سے انھون نے فضاے کلکتہ کو اپنی قابلیت سے متواتر نو سال معمور رکھا اور پھر اس خواب زندگی کی تعبیر روح کو جسم سے جدا کرکے دی اس حساب سے ان کا سن وفات ۱۸۰۹ء ہونا چاہیے۔

عادات واخلاق | میر صاحب نہایت خوش اخلاق تھے اور خندہ پیشانی ان کا امتیاز خصوصی تھا۔ حضرت مصحفی اپنے تذکرہ مین لکھتے ہین کہ "فقیر اورا در لکھنؤ دیدہ بسیار بخوبی و خلق پیش می آید" طبیعت کو نفاق سے تعلق نہ تھا۔ ظاہر و باطن یکسان تھا۔ حیا و حلم جزو ایمان تھی اور انکساری و فروتنی ان کی نشست و برخاست سے نمایان۔ ذہن و ذکاوت و سلامتی طبع کا جوہر اُن کے چہرہ سے ظاہر ہوتا تھا۔ یہ ساری باتین ان کی نظم و نثر سے ظاہر اور تمام تذکرے اس سے بھرے ہوئے ہین۔

قابلیت | افسوس کی تعلیمی حالت کو بھی تذکرے نہین بتاتے صاحب گلشن ہند کا قول ہے کہ "منطق و معانی کے بیان مین صاحب استعداد ہین۔ کلیات و معالجات فن طبابت کے بھی بخوبی یاد ہین" ان علوم کو جانتے ہوئے فارسیت و عربیت کی استعداد خود ہی مسلم ہوجاتی ہے۔

تصانیف | آرائش محفل کے دیباچہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کہ آرائش محفل کے علاوہ چار کتابین انھون نے اور بھی لکھی تھین جن کا پتہ نہین چلتا ہے صرف دو کتابین موجود ہین۔ ایک:

باغ اُردو۔ یہ گلستان سعدی کا اردو ترجمہ ہے[2] جو ان کے قیام کلکتہ کی سب سے پہلی کتاب ہے ۱۸۰۲ء مین اس کا پہلا ایڈیشن پائیمو

کی تعداد مین مسٹر جان گلگرسٹ نے "ہندوستانی چھاپہ خانہ" کلکتہ مین چھپوایا تھا[3]۔ اس کے سن تحریر مین اختلاف ہے۔ بقول پروفیسر آزاد یہ کتاب ۱۷۹۹ء مطابق ۱۲۱۴ھ مین زیور تحریر سے آراستہ ہوئی لیکن گلشن ہند کے مقدمہ مین مولوی عبدالحق صاحب بی۔اے ۱۸۰۱ء لکھتے ہین اور یہ عجیب بات ہے کہ صاحب موصوف ہی اپنے ایک مضمون[5] مین ۱۸۰۲ء تحریر فرماتے ہین۔ میرے خیال مین آخر الذکر قول درست ہے۔ کیونکہ بقول صاحب گلشن ہند ۱۲۱۵ھ مین یہ کتاب زیر ترجمہ تھی اور ایک سال کی مدت اس ترجمہ کی تکمیل کے لیے کافی ہے۔ "آرائش محفل" کا دیباچہ اور "باغ اردو" کے صفحات بھی اسکو ظاہر کرتے ہین کہ یہ ترجمہ ۱۲۱۵ھ مطابق ۱۸۰۰ء مین اختتام کو پہونچا۔ یہ کتاب دو جلدون پر مشتمل ہے اسکی دوسری جلد لکھنؤ یونیورسٹی کے کتب خانہ مین موجود ہے جسکی ابتدا چوتھے باب سے ہوئی ہے۔ مترجم نے نثر کا ترجمہ نثر مین اور نظم کا نظم مین کیا ہے۔ لفظی ترجمہ کے ہاتھون اردو محاورات کا اکثر جگہ خون ہوگیا ہے اور بعض جگہ بضرورت لفظون کا اضافہ بھی ہوگیا ہے۔ ترجمہ کی زبان اور انداز بیان سلیس و آسان ہے اور اور ثقیل الفاظ سے معرا۔ بطور نمونہ ترجمہ مع اصل عبارت یہان درج کیا جاتا ہے:—

روزے بغرور جوانی سخت راندہ بودم	ایک دن جوانی کے گھمنڈ مین بہت چلتا تھا
و شبانگہ بپاے گریوہ سست ماندہ	اور رات کو ایک پہاڑ پر چڑھتے تھک کر رہ گیا
پیر مردے ضعیف از پس کاروان	ایک بڈھا ضعیف کاروان کے پیچھے
ہمی آمد۔ گفت چہ چین کہ نہ جائے	آیا اور کہا اُٹھنے کیا ستا ہے اُٹھ کہ یہ جگہ
خفتن است۔ گفتم چون روم	سونے کی نہین۔ بولا مین کیونکر چلون

[1] تذکرہ شمیم سخن ۱۲ [2] سید وجود الحسن صاحب رضوی پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی کا مین ممنون ہون جنھون نے یونیورسٹی لائبریری سے کتاب دیکھکر بطور نمونہ چند اقتباس مجھے لکھکر بھیجے ۱۲

[3] دیباچہ آرائش محفل نوشتۂ مصنف ۱۲ [4] آبحیات [5] مضمون "اہل یورپ نے اُردو زبان کی کیا خدمت کی" مطبوعہ رسالہ اردو بابتہ جولائی ۱۹۲۴ء ۱۲

ہندوستانی عطریات کا سب سے بڑا کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا ہے

کہ نہ پائے رفتن است ۔ گفت — کہ پاؤن مین طاقت نہین ۔ کہا
این نشنیدی کہ صاحبدلان گفتہ — نہین سُنا ہے تو نے کہ کہہ گئے ہین
اندر رفتن و نشستن بہ کہ دویدن — اُٹھنے بیٹھنے چلنا بہتر ہے کہ دوڑنا
و گسستن ۵ — اور تھکنا ۵

اگہ شتاق منزلے مشتاب	پندیرا گانٹھ باندھ اور صبر سیکھ
پندمن کار بند و صبر آموز	شوق منزل گو ہے پر جلدی نہ کر
اسپ تازی دو تگ دو دشتاب	اسپ تازی دو ہی تگ چلتا ہے جلد
اشتر آہستہ میرود شب و روز	رات دن چلتا ہے آہستہ شتر

۲ - آرائش محفل - اس نام سے دو کتابین ہندوستان مین شہرت پذیر ہوئین - ایک وہ جسکا دوسرا نام "قصۂ حاتم طائی" ہے - یہ حیدر بخش حیدری کی تصنیف ہے جو اسی اکاڈیمی کے ایک ممبر تھے - میر صاحب کی کتاب خلاصۃ التواریخ سے ماخوذ ہے جو منشی سبحان رائے بٹالوی کی تصنیف ہے جس کو انھون نے دو سال کی مدت مین ۱۴ جلوس عالمگیری مطابق ۱۰۸۱ھ مین تکمیل کو پہونچایا تھا[۵۱] - کتاب آرائش محفل ۱۸۰۱ء[۵۲] (ابتدائے زمانہ ریاست گورنر جنرل سر جارج صلیر و بارلو بارنٹ صاحب) مین تالیف ہوئی اور ۱۸۰۲ء مین طبع مولف نے اس کتاب کے تین حصہ کئے ہین - اول مین ہندوستان کی مجموعی تعریف، اس کے موسم، پھل، میوے، حیوانات، تعلیم، مذہب، اہل مذہب، فوجی درجے اور عورتون کا ذکر کیا ہے - دوسرے حصہ مین ملک کے مختلف مقامات دہلی، آگرہ، الہ آباد، اودھ، بہار، بنگال، اڑیسہ اورنگ آباد، برار، خاندیس، مالوا، اجمیر، گجرات، ٹھٹھ، ملتان،

لاہور، کشمیر، اور کابل کے حالات لکھے ہین اور تیسرے حصہ مین ہندوستان کے بادشاہون، پانڈو، راجہ پرمیت، راجہ جنمجی، راجگان خاندان پانڈوان وپسروا و بیرباہو و دندھر، راجہ بکرماجیت اور راجہ بھرتری، راجگان خاندان سمندر پال و تلوک چند و ہرپریم و دیبی سین، راجہ دیپ سنگھ اور راجہ پرتھی راج معروف پتھورا کے حالات لکھکر کتاب کو ختم کیا ہے -

یہ کتاب تقریباً سوا صدی قبل کی ہے اس لیے اس مین وہ باتین بدرجۂ اتم موجود ہین جو متقدمین کے خصوصیات ہین ساری کتاب مین مقفیٰ و مسجع عبارت کا خاص التزام رکھا گیا ہے - عبارت کی رنگینی کی لپیٹ مین تصنع و مبالغہ کی بھی آمیزش ہے - اگرچہ تاریخی کتاب ہے مگر زبان اور طرز ادا بالکل افسانہ کی ہے مورخانہ تحقیقات کا کوئی لحاظ نہین رکھا گیا روایات کو پیش نظر رکھتے ہوئے درایت کا پہلو تقریباً چھوڑ دیا گیا ہے - بعض صوفیہ و فقرا کے کرامات بالکل خلاف عقل لکھدیے گئے ہین لیکن دیباچہ سے معلوم ہوتا ہے کہ افسوس نے خلاصۃ التواریخ کی پیروی کی ہے اور نقل (ترجمہ) کو اصل سے بیگانہ نہین رہنے دیا -

یہ کتاب بالکل خلاصۃ التواریخ کا ترجمہ نہین ہے بلکہ اس کے مضامین کو اپنی زبان (اُردو) مین لکھدیا گیا ہے اور حسب موقع کمی و بیشی بھی - اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۸۴۸ء مین نکلا تھا - میرے پیش نظر جو نسخہ ہے وہ تیسرا ایڈیشن ہے جو ۱۸۷۱ء مین طبع ہوا

میر صاحب نے "نہال چند" کی "گل بکاولی" (مذہب عشق) کی بھی نظر ثانی کی ہے -

شاعری | شاعری کا شوق بچپن سے تھا چنانچہ بازیہائے طفلانہ کے ساتھ یہ شغل بھی اُن کے مرغوب خاطر تھا - پہلے میر سوز سے

۵۱ دیباچہ آرائش محفل نوشتہ مصنف و دیباچہ انگریزی نوشتہ ڈبلو سالس
۵۲ مضمون مطبوعہ رسالہ اُردو بابتہ جولائی ۱۸۲۶ء
۵۳ تذکرہ ریاض الفصحا، طور کلیم، شمیم سخن ۱۲
۵۴ تذکرہ گلشن سخن و گلزار ابراہیم ۱۲

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا عطر حنا خاص ترکیب سے بنتا ہے

مشورہ لیتے رہے۔ بعد مین "میر حیدر علی حیران" کے دائرۂ تلمذ مین داخل ہوئے۔ بعض تذکرون کا بیان ہے کہ افسوس نے "میر حسن" سے بھی مشورہ لیا۔ صاحب گلشن ہند کو اس مین کلام ہے۔ وہ لکھتے ہین کہ اس کی سند اپنے تئین پہونچی اور یہ خبر اپنے گوش زد نہین ہوئی" مولوی عبدالحق صاحب بی۔ اے مقدمۂ گلشن ہند مین ایک "نامعلوم شخصیت" کا قول تحریر فرماتے ہین کہ یہ "میر درد" کے بھی شاگرد تھے لیکن اسکا ذکر کسی تذکرہ مین میری نظر سے نہین گزرا۔

الحاصل حیران و میر سوز کی شاگردی مسلم ہے لیکن میر حسن و میر درد کا شاگرد ہونا اتمناد و اعتبار کے پایہ سے گرا ہوا ہے۔ میر صاحب کے کلام کو دیکھکر معلوم ہوتا ہے کہ یہ عشق کے جذبات کو مزہ لے لے کر ادا کرتے تھے حسن و عشق کے واردات جسکو معاملہ بندی سے تعبیر کرتے ہین اس مین میر صاحب کو خاص ملکہ حاصل تھا اور رعایت لفظی و ابہام کو نہایت خوبی سے کلام مین لاتے تھے جو اس زمانہ کے خصوصیات سے ہے۔

تذکرۂ بزم سخن سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھون نے اپنی غزلون کا ایک دیوان بھی یادگار چھوڑا مگر افسوس ہے کہ میری نظر اسکے مطالعہ سے محروم رہین۔ ان کا کلام کافی تعداد مین تھا جس کی طرف ریاض الفصحا کا فقرہ "شعرکم از معاصرین نیکوید" رہنمائی کرتا ہے لیکن آجکل اس کا پتہ نہین۔ ممکن ہے ضایع ہوگیا ہو۔

مختلف تذکرون کی سیر نے کچھ ان کا کلام بھی ڈھونڈھ نکالا ہے جو بعد انتخاب یہان درج کیا جاتا ہے۔

انتخاب کلام

اس کے اٹھتے ہی جی پہ آن بنی — دیکھیے آگے آگے کیا ہوگا
کیا تو نے لکھا تھا کہ ترے خط کے ٹیڑھے دیکھ — آنسو لگے افسوس کی آنکھون سے ٹپکنے
خط کا جواب ایک طرف یہ نہین امید — جیتا پھر آکے مجھ سے مرا نامہ بر ملے
ابھی وہ پردہ مین ہے جسپہ خلق مرتی ہے — غرض دکھلانے پہ دیدار دیکھیے کیا ہو
دیکھتے ہی اُسے حاضر ہوے مرجانکو — وہی اشخاص جو یان آئے تھے سمجھانے کو
جبتلک تھ عشق یار و نہ دل ناکام تھا — اپنے تئین کیا چین تھا اور لوگو کیا آرام تھا
کہا میرا مطلق نہین مانتا ہے — تو جیسا سناتا ہے جی جانتا ہے
بزم مین اُن کی نہ ہنستے ہین نہ رو سکتے ہین — چپکے بیٹھے ہوے ہر ایک کا منہ تکتے ہین
نفس سے چھٹنے کی امید ہی نہین افسوس — حصول کیا ہے جو فردہ بہار کا پہونچا
یہان تلک ہے نزاکت گلون کے گجرے سے — لچکنے لگتا ہے اس گلعذار کا پہونچا

اشک گرم آنے سے یہ دیدۂ تر جلتے ہین
دیکھ لو مردم آبی کے بھی پر جلتے ہین

ساحل بلگرمی

دارالادب لکھنؤ کا ماہوار علمی و ادبی رسالہ "نظر" کا
سالانہ نمبر

یکم جنوری ۱۹۲۷ء کو نہایت شاندار اور بہترین حیثیت سے بڑی تقطیع کے پانچ جزو پر ملک مین پیش کیا جائیگا۔ جسمین ہندوستان کے مشہور انشاپردازون کی گرانقدر مضامین منثورات و منظومات علمی و ادبی مباحث تاریخی و اخلاقی افسانے تحقیقات جدیدہ کی بے نظیر خزانے۔ غرضکہ معلومات کا ایک معتدبہ حصہ شایع کیا جائے گا مشاہیر ادبا و شعرا کے بیش بہا عمدہ تصویرین بھی شامل ہونگی

یہ میرا دعوی ہے کہ اس سے پہلے اس سے عمدہ اس حیثیت کا کوئی رسالہ علمی و ادبی ایک نمبر کی ایک کاپی ۱۲ آنے مین پیش نہین کیا گیا۔ اگر آپ اس کے متعلق خریدار نہین ہین تو اس نمبر کی ایک کاپی ۱۲ آنے کے ٹکٹ روانہ کرکے رقت سے حاصل کیجئے ورنہ آج ہی بذریعہ منی آرڈر صرف تین روپیہ سالانہ قیمت ارسال فرماکر مفت حاصل کیجئے یہ لے کر لیا گیا ہے کہ اشاعت اول آئندہ "نظر" کا ہر نمبر قریب قریب اسی حیثیت سے شایع کیا جائیگا۔

پتہ رسالہ "نظر" لکھنؤ

کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطریات خالص عمدہ اور ارزان ہین

ہندوستان کی کم علم مضامین نویس خواتین

(از جناب نذر سجاد حیدر صاحبہ)

جناب اڈیٹر صاحب۔

مین نہ تو آپکے "مرقع" کی خریدار نہ مضمون نگار (مضمون نگار تو ہو ہی نہین سکتی۔ وہ مقتدر محتاط، قابل احترام رسالہ۔ اور مین بے تجھ آزادانہ لکھنے والی خاتون) مگر اسکا اول نمبر بھی نظر سے گزرا تھا، جو جناب کی عنایت سے شرف صدور لایا تھا۔ اور ایک نمبر اب بھی نوٹس کا پرچہ دیکھنے کو ملا۔ بلکہ کسی نے مجھکو دکھایا جس مین محترم بہن کنیز فاطمہ صاحبہ کا مضمون ہے۔ میری بہن کا دل بہت جلا ہے بقول انکے "پھپھولے پھوڑے گئے ہین"۔ مگر میرا دل جلنا اب بند ہو چکا ہے۔ یا اسقدر جل چکا ہے کہ اب خاک مین آگ لگ ہی نہین سکتی۔ کیونکہ آج سے ۲۰ سال قبل جبکہ مین لڑکی تھی۔ اخبارات مین یہ لکھ رہی ہون اور ہر مخالف خیال والے کے قلم سے تردید دیکھ رہی ہون۔ لہذا عادی ہو چکی ہون۔ پہلے پہلے جب کم حوصلہ لڑکی تھی تو بیشک شعلہ بھڑک اٹھا کرتا تھا، مگر پھر بھی اپنی ہمجنسون کی مخالفت کا جواب دیتی تھی، مگر اس فرقہ باعلم و پرزور کے منہ کبھی نہین آئی۔ "چھوٹا منہ بڑی بات" سمجھئے۔ یا ناقابل جواب، بہرحال مردون سے الجھنا میرا کام نہین لیکن اپنی ہمخیال بہن کنیز فاطمہ صاحبہ کا مضمون دیکھ کر مین نے بھی یہ ارادہ کر لیا کہ بیگم احمد علی صاحبہ سے کچھ باتین بذریعہ "مرقع" ہی کر لون۔ میری بہن نے اپنے آرٹیکل کا ہیڈنگ بھی وہی رکھا ہے جو غالباً جناب مولانا (مسعود الرحمان صاحب ندوی) نے تجویز فرمایا تھا۔ مگر مین وہی سہ بارہ پھر لکھنا نہین پسند کرتی کیونکہ میرے خیال مین ہندوستان کی پردہ نشین شرم و حیا کی دیویون کے متعلق ایسا ناہنجار و نامناسب فقرہ لکھنا آئین حیاداری کے خلاف ہے۔

غصہ مین آکر مولانا صاحبان ان کمزور بے زبانون کو جو انکی مائین بہنین اور بیٹیان ہین گالیان تک دیدیتے ہین۔ آپکو غصہ کے سخت الفاظون کی شکایت نہین ہونی چاہئے تھی۔ کیا آپ کو علم نہین، کئی سال سے یہان ہمارے ساتھ کیسا سلوک ہوتا ہے۔؟ ہر موقعہ سالانہ موقع کانوکیشن پر پردہ نہین کیا جاتا۔ مسلمان خواتین پردہ کا انتظام چاہتی ہین کہ خود بھی جاکر دیکھ سکین۔ مگر پردہ کا انتظام نہ کرنا اور چیز، اور ان قابل احترام خواتین کے ساتھ حاکمانہ اور ظالمانہ سلوک اور چیز ہے۔ غصہ مین یہان تک کہہ دیا جاتا ہے کہ "اگر حیایان برقع نہین کہین چلی آئین تو بذریعہ پولیس کی امداد کے نکالی جائینگی"۔ یہ الفاظ حامی پردہ اہالیان یونیورسٹی کے نہین بلکہ انہین مولانا حضرات کے ہین جنکے خوف سے اہالیان یونیورسٹی پردہ کا بندوبست نہین کر سکتے۔ ندوی نہ سہی، اور سہی، غیظ و غضب مین تھرا کر یہی ہادی دین فرقہ وہ کچھ کر گزرتا ہے، جو کوئی صاحب غیرت شریف انسان روا نہین رکھ سکتا۔

بہن صاحبہ! غصہ کی تو بات اور ہے۔ اسی لئے تو عالمان دین نے غصہ حرام بتایا ہے، مگر اسی قسم کی مضحکہ انگیز کارروائیون سے بگڑنا چلنا نہین چاہیئے، ہوتا ہی آیا ہے۔ چندے اور ہوتا رہیگا، پھر یہ باتین کہان؟ بفضل خدا آزادی کا زمانہ آئیگا، ہندی قفس خانے توڑ کر شریف فضا چمن زار بنائے جائین گے جن مین مسلمان خواتین ہند کے ہوادار روشن نشیمن ہونگے۔

میری طرح آپ بھی جلنا چھوڑ دین۔ اسکے علاوہ اس زبردست

کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطریات خالص عمدہ اور ارزان ہین

صاحب قدرت و مختار کل فرقہ سے اُلجھنا بے سود ہے۔ کوئی اثر نہیں ہوتا۔ خواہ مخواہ جمعیت علماء کے ممبروں سے دو بدو ہو کر گناہگار ہونا ہے۔ وہ لوگ ہمارا احترام کریں یا نہ کریں۔ ہم پر واجب ہے کہ اُنکا ادب کریں وہ ہمارے لئے واجب التعظیم ہیں۔ علم میں عمر میں ہمت و حوصلہ میں، سمجھداری و عقل میں وہ ہر طرح ہم پر فضیلت رکھتے ہیں۔ وہ بھی سب کچھ جانتے ہیں سمجھتے ہیں۔ ہمارے شرعی حقوق آزادی سے خوب واقف ہیں۔ مگر کیا کریں مناسب وقت یہی ہے مصلحتاً وہ ہمارا بڑھنا اُبھرنا یعنی آزادانہ مساوات سے علم حاصل کرکے برابری کرانا پسند نہیں کرتے۔ محض اس لئے ہر صورت دبا دیتے ہیں۔ میں نے ابھی رسالہ "حرم" میں جناب **ندوی** صاحب کا ایک مضمون دیکھا جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بھی عورت کی قدیم جہالت کے نقصانات سے متاثر ہیں۔ اُنکا تعلیم پانا پسند کرتے ہیں۔ مگر پھر یہ پسند نہیں کر سکتے کہ وہ پڑھ کر آزاد ہو جائے اور قفس سے باہر نکلنا چاہے۔ مردوں کی برابری کرے مضمون نگاری کرے۔ ہندی شرم و حیا (جسکے حدود میں بیویوں کو شوہروں سے بھی خط و کتابت بھی کرنا معیوب ہے) کی کڑیاں توڑ دے۔ ناول پڑھے اور ناول لکھے۔ اتنی آزادی انکو گوارہ نہیں ہے۔ یہ دقت ہے۔ اپنا اپنا خیال ہے۔ میں مولانا کی نصیحت کی دل سے قدردان اور شکر گزار ہوں۔ میں نے اپنے خیال میں کوئی بیباکانہ حملہ نہیں لکھا تھا۔ جو عورت کے قلم سے نازیبا ہو۔ لیکن اگر ناسمجھی سے ایسا ہو گیا ہے تو میں مانتی ہوں۔ بیشک میں ایسی آزاد نویسی کو خود پسند نہیں کرتی بلکہ جن چند نام و نہاد شاعرہ خواتین کے نام سے آج کل بہت ہی ناموزوں نگاری ہو رہی ہے اسکے سخت خلاف ہوں۔ بلکہ شرم آتی ہے کیونکہ ہم سب بہنیں ہیں۔ مولانا صاحب! آپ معاف کریں بقول بہن کنیز فاطمہ صاحبہ وہ سب لکھنے والیاں۔ ہماری بہنیں، نہیں ہیں بلکہ نقاب پوش دشمنان شرم و حیا مرد ہیں۔ جو اس طریق سے لکھکر اس بے زبان فرقہ پر لعنت ڈلواتے ہیں۔

بہت سے اڈیٹر صاحبان پر چکمہ چل گیا ہے اور وہ فحش یہ ایسے ناپسندیدہ مضامین شایع کرا دیتے ہیں۔ مگر ہمارے نوجوان باہمت بھائی **اختر** صاحب **شیرانی** نے اپنے رسالہ **بہارستان** میں یہ باریک پردہ اُٹھا دیا اور ان ادبی مضامین نگار، برقع پوش حضرات کے نقاب اُلٹ دیے۔ اُنہوں نے کسی تازہ اشاعت "بہارستان" میں صاف صاف لکھدیا ہے کہ "ہم پر یہ جادو نہ چلیگا۔ ہم نے بخوبی جان لیا ہے کہ اس نامانہ شاعرانہ نام کے برقع کے اندر کون ہے؟" بس اسی طرح اگر ہر ایڈیٹر صاحبان بھی کریں تو پھر اس مکروہ خیالات فرقہ کے مردوں کی ہمت نہ پڑے۔

ہم آزادی کے اس لئے خواہاں نہیں ہیں کہ بالکل مرد ہی بنجائیں اُنہیں کی زبان اُنہیں کا بے لگام قلم اختیار کریں۔ ہرگز نہیں، ہمیں تو بہت بیباکانہ قصے خواہ وہ مردوں کے قلم کے لکھے ہوئے ہوں پڑھتے ہوئے شرم آتی ہے۔ جن بیباکی لڑکیوں کو تو شریف گھروں میں ایسے ناول وافسانے دیکھنے کو نہیں دیے جاتے۔ چنانچہ جب میں لڑکی تھی باوجود والد صاحب کے نہایت آزاد خیال ہونے کے ناول نہ پڑھنے پاتی تھی۔ بھلا میرے قلم سے بیباکانہ قصہ کیسے نکل سکتے ہیں؟ مولانا صاحب نے اوروں کے غصہ میں مجھے بھی لکھدیا۔ یا میری غلطی سے کوئی فقرہ ایسا نکل گیا، بہرحال میں بہت محتاط ہوں۔ ہاں ہندوستانی پردہ کے نہایت سخت خلاف ہوں۔ اور اثر ہو یا نہ ہو، مقبول ہو یا نامقبول میں اپنے خیالات کی ضرور اشاعت کرونگی۔ اب "فکر ہر کس بقدر ہمت اوست" کا مصداق ہے۔ کہ کس طریقہ سے کرونگی؟ جس قدر آپنی استعداد ہے۔ اس ہندی پردہ نے ہمیں گمنام جاہل تالاب کی مچھلیاں بنا دیا ہے، مچھلیاں بھی کسی کسی وقت پانی سے سر نکال کر ہوا کھا لیتی ہیں مگر میں اتنا بھی منع ہے۔ پردہ سے جھانکنا، کھڑکی سے دیکھنا

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا ٹیلیفون نمبر ۱۴۹ ہے

گناہ ہے - خدا ہم پر رحم کرے، اور جلدی مصری لڑکی کی آزادی کا سادہ ور یہاں بھی دکھا دے -

بہن کنیز فاطمہ صاحبہ آپ بھی شدت پردہ کی کمی پر لکھنا شروع کیجئے - نہ چھاپین اڈیٹر صاحب "مرقع" - اور نہ چھاپین اڈیٹر صاحب (مدظلہ) "معارف" - آپ اپنے "تہذیب نسواں" "نور جہاں" "حرم" مین لکھا کیجئے - اور زور دل سے جگر بڑا کر کے - اِس لئے کہ بہت خیال حامی پردہ بہت کچھ کہین گے - اسکی پروا نہ کرنا جو کام کہ خدا و رسول کے خلاف نہ ہو، اور پھر اپنے وارثون کے خلاف بھی نہ ہو، باپ ہو یا شوہر اسکی اجازت ہو - پس پھر کھلے طریق سے آزادی کرنا چاہیئے - مولویون کا خوف نہ مُلّاؤن کا دھڑکا - انکی مخالفت سے ضد بڑھتی ہے اور ضد کے ساتھ کام مکمل ہوتا ہے - اگر وہ آپکی شدت پردہ کی کمی سے جلے جاتے ہین، تو انکی تنبیہ سے ہم کیون جلین؟ اُن کا غصہ سر آنکھون پر - ان کا احترام لازم - اب کرینگے وہ ہی جو ضمیر کہیگا ورنہ ہم بھی دو بدو ہوکر لڑنے لگین گے تو خود بخود ہماری تہذیب بھی پایہ وقار سے گر جائیگی - ہمین ملحوظ رکھنا ہے - ادب، تہذیب، شائستگی و متانت کے خیال کو خدا نہ کرے کہ کسی گالی دینے والے کو ہم سخت کلامی سے یاد کرین - والسلام

آپکی خیر اندیش بہن
نذر سجاد حیدر
(مسلم یونیورسٹی علیگڑھ)

ترانۂ شوق

(از جناب پنڈت جگ موہن ناتھ رینہ صاحب شوق ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر)

ترچھی نظرین جو پڑین مجھ پر رگِ جان ہوگئین — اور وہ دلکش ادائین دل کا درمان ہوگئین
خیریت تھی، آہین جبتک سینہ مین محفوظ تھین — گوشۂ دل سے وہ جب نکلین پریشان ہوگئین
دلفریبی ہائے حسن یار اک نظارہ تھا — آئین جب پیش نظر وہ بھی پریشان ہوگئین
جن شکایتہائے پنہان سے یہ لب واقف نہ تھے — چشم خون آلود سے آخر نمایان ہوگئین
جو خیالی صورتین تھین جلوہ آراخواب مین — آنکھ کھلتے ہی وہ سب نظرون سے پنہان ہوگئین
جن امیدون سے کہ وابستہ تھا لطف زندگی — وائے ناکامی کہ وہ سب وقف حرمان ہوگئین
حسرتین کہتی تھین کیونکر پاؤن پھیلائینگے ہم — وسعت دل کو جو دیکھا وہ بھی حیران ہوگئین

آنکھین اُنکو ڈھونڈھتی ہین یاد جب آتے ہین وہ
شوق کیا کیا صورتین آنکھون سے پنہان ہوگئین

ہندوستانی عطریات کا سب سے بڑا کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا ہے -

ہمہ دان

(از جناب محمد صادق حسین صاحب بی۔ اے علیگ)

یا کسی شگفتہ نگار کے زاویۂ نظر سے "معجون مرکب"، اگر عجیب الخلقت نہین تو عجیب الحرکات اور عجیب الصفات ضرور ہوتا ہے، اگر حشرات الارض کا وجود گردش لیل و نہار کا کرشمہ ہے تو اسکا ورود ذیجود زمانہ کی غیر فطرتی ستم ظریفی، اور اگر اول الذکر کے وجود کو نفول خیال کرنا ناممکن ہے تو اسکے نزول اجلال کو عبث تصور کرنا ناممکن تر! لیکن آمین بھی شک نہین کہ اگر یہ دوپایہ حیوانات کے ظاہری آلات حرب سے مسلح نہ ہوتا تو اس کو 'انسان' کہنا کافی مشکل تھا، اور اب بھی بعض محققین علم الحیوانات اسکو انسان و حیوان کی درمیانی کڑی سمجھتے ہین اور بعض انسان اور شیطان کی!

بہرنوع وہ جسقدر اچھوتا ہے اُسی قدر انوکھا اور جسقدر عجیب ہے اُسی قدر کثیر غلہ کی گرانی سے لیکر موت کی ارزانی تک کوئی شے اُسکو اُس کے مشن، سے باز نہین رکھ سکتی، وہ ہمیشہ اپنے ارادون مین سچا اور اپنی دھن کا پکا ہوتا ہے، پکا ہوتا ہے اور نباض زمانہ ہونے کے ساتھ ساتھ پکا ہوتا ہے بلکہ ابن الوقت ہونے مین اُسے سیاست برطانیہ کا جدامجد سمجھیے۔ اور عام نکتۂ نگاہ سے بھی اُسکی کامیابی کا واحد اور سربستہ راز ہے!!

صدیون کی متواتر تحقیقات سے صرف اسقدر معلوم ہوسکا کہ "نکتہ چینی اور اعتراض"، اسکا مسلک مستقل اور "حصول نام نمود"، اُس کا واحد نصب العین ہے۔!!

"دریا کو کوزہ مین بند کرنے کے لیے" ممکن ہے یورپ کسی مستقبل مین کوئی آلہ ایجاد کرسکے یا سرزمین ہند کا تخم نفاق کوئی صورت پیدا کرسکے لیکن اُسکی کیفیات کا بحر نا پیدا کنار ہے، فلہذا ناقابل حصار! یون تو وہ ہر میدان کا مرد اور ہر خیالستان کا منتہی فرد ہوتا ہے تاہم کچھ صفات اور کیفیات اُسکے توجہات کے بدرجۂ اولیٰ مرہون منت رہتے ہین محض اسکے خدوخال سے شناسائی اسکی نمایان اور بھاری بھرکم شخصیت کو خود پہچنوانے کی ذمہ دار ہے، اسے اُسکے کمالات یا کرامات کا ادنیٰ کرشمہ کہیے!

مذہب اظہار تبحر و تقدس کو وہ شیوۂ مستقل بنانے سے لفظاً مکمل گریز کرتا ہے مگر پروردگار کے حضور مین بصد منت و الحاح عرض خلوص اور توفیق حق کی اطلاع یا آوازۂ قبول دعائے سحر کسی کاغذی ناؤ کے ذریعہ سے سات سمندر پار اُتارنے کی سعی مسنون اُس سے بھولے چوکے اکثر ہو جاتی ہے، عوام کی نہایت معمولی مذہبی لغزش سے اس کے جوش یمانی کا پارہ فوراً مقیاس البرداشت سے باہر ہو جاتا ہے اور وہ اُس خاطی کو گویا کہ میدان حشر مین زیر عرش اعظم الٰہی معتوب و مقہور کئے بغیر دم نہین لینا چاہتا، وہ ایک ہی وقت مین مولوی بھی ہے اور شعبۂ تنظیم کا خزانچی بھی، مجاہد بھی ہوتا ہے اور مبلغ تبلیغ کا داروغہ، محدث بھی ہوتا ہے اور مفسر بھی، اسکی ہر جنبش قلم قرآن حکیم کی لفظی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی تعلیم کا نقش اولین ہوتی ہے اور باقیات الصالحات ہونیکی حیثیت سے فتوائے کفر و ایمان اسکی ٹکسال کے کرنسی نوٹ! بہرکیف مدارج ارتقا کے زیر اثر کشتی درون دریا کے بعد دریا درون کشتی کے اصول پر وہ پوری سختی کے ساتھ عامل ہوتا ہے یعنی اگر کبھی وہ خود "چار پایہ بروکتابے چند" کا مصداق تھا تو اب خیر سے اسلام اُسکا مرکب ہوتا ہے۔!!!

شعبۂ علمی مذہبی درس و تدریس سے جس ظاہری کی بدولت خواہ مخواہ اسے درجہ عربی دان ضرور ہو جاتا ہے کہ کم از کم آیات و احادیث پر علم و ادب کے اطلاق کو بیانگ دہل تبلیغ کرسکے، دو چار محدثین مفسرین، مورخین اور ماہرین، مناقبین اور ناکثین کے نام اسے ضرور ازبر ہوتے ہین جنکو وہ برمحل اور بے محل ایک سانس مین سنا جانیکی قسم

تمام ماہران فن نے اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے عطر حنا کو بہترین عطر مانا ہے

کھائے پھرتا ہے انگریزی وہ اتنی ضرور جانتا ہے کہ اسناد معزبیت کو اپنا طغرۂ امتیاز بتا سکے! کسی مسلمہ شاعر یا ادیب کی جائز تعریف اسکے معتقدات کو متلاطم کرنیکا لطیف تازیانہ ثابت ہوتا ہے کیونکہ عالم متجاہل ہونیکے علاوہ وہ اپنے کو جدت اظہار۔ ندرت خیال اور پاکیزگی زبان کا موجد اور خاتم سمجھتا ہے! اپنی ہمہ دانی اور ہمہ گیری سے مرعوب کرنیکے لیے اسے اپنی لیاقت کے اجزاے غیر منضم کا استفراغ اکثر ہوتا رہتا ہے۔ لہذا حس مشترک کی تشریح، سرعشر کی تفصیل، بے ستون کی تواریخ، تلاراس کے اثرات، خالد بن ولید کی فتوحات، فیثا غورث کا سال پیدایش، مشتری کا مقام، یکن کی تصانیف، ولی دکنی کے اشعار، اور اکحل و کمحل کے معنی، مناسب اور نامناسب ہر صحبت میں وہ ہمیشہ دریافت و بیان کرتا رہتا ہے! اخلاقیات اور علم الابدان میں اُسے کافی سے کچھ زیادہ دسترس ہوتی ہے۔ اور اگر وہ فلاسفۂ یورپ کا ترجمان ہوتا ہے تو پراز معرفت تصانیف کی کان، وہ ادیب بھی ہے اور حاشیہ نگار بھی، منتخب نقاد بھی ہے اور ممتاز درشت نگار بھی، سخن سنج ہوتا ہے اور شاعر گرجی، تنقید کا شتر بے مہار بھی ہوتا ہے اور کسی سودیشی رسالہ کے مدیر کا یار غار اور کچھ مدت کے لیے، یہ دو قالب اور ایک جان، اتحاد اسدرجہ ترقی کرجاتا ہے کہ اول الذکر بسا اوقات اُسی کی آنکھ سے دیکھتا اور اسی کے کان سے سنتا ہے۔!!!

معلومات کا پٹارہ

اسکی سیاست دانی ملکی اور خارجی معاملات سے متجاوز ہوکر مقامی واردات کو بھی اپنے بسیط دامن میں لیے ہوتی ہے، مذہبی تحقیقات اور ادبی معلومات کی امداد سے وہ سیاسی دنیا میں اختراعات یا مزخرفات کی سعی نامشکور پورے ہمہمہ کیساتھ کرتا ہے مثلاً خود کھدر پوش ہوکر دنیا و مافیہا کو کھدر پوش کرنیکا بیڑا اٹھائے پھرتا تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جب تک کارگر کے چوتڑ پر ہندی نژاد مخلوق کے لیے کھدر پوشی فریضہ تجویز کی گئی تھی، ٹھیک اُسی لمحہ سے حلۂ جنت کے بجاے مہاتما یا مولانا..... ہمدوان کے دست پاک کا تیار کردہ "سودیشی" لباس زیب تن کرنیکا عام حکم نافذ کردیا گیا تھا۔ البتہ غلاف کعبہ کیون کھدر پوش نہ ہوا یہ محل استعجاب ہے۔ زمانہ نے اس ورق کو الٹا تو وہ بھی اس سبق کو ایسا بھولا گویا پڑھا ہی نہ تھا بہرکیف اگر وہ کبھی ترک موالات حصول سوراج اور استقرار خلافت کے تمام لفظی ذرایع کا مبلغ تھا تو اب سلطان المسلمین ابن سعود کا غلام خانہ زاد یا انجمن خدام الحرمین کا خادم دیرینہ ہے!!

اکالیون کے استقلال یا ثبات قدم کی وہ تعریف کریگا لیکن ایک بڑے "مگر" کے ساتھ، واشنگٹن کانفرنس کی ناکامیابی کے اسباب کافی شرح و بسط کیساتھ گورنمنٹ سے پہلے وہ الاپے گا، کانفرنس بین الاقوام اور آل انڈیا میڈک کانفرنس کی مفصل کیفیات کا وہ اندھا حافظ ہوتا ہے، زراعتی کانفرنس کے صدر سے چپراسی تک کا شجرہ اُس سے پوچھیے!! نظامی کشمکش سے پوری ہمدردی اور مہاراجہ اندور سے مراسم قدیمانہ کا اظہار اسکے لیے واجب کفائی ہے۔ وہ اپنے کو علیگڑھ کا محسن الملک نہیں تو مالویہ ضرور تسلیم کرتا ہے اور ادارہ تعلیمی کے کسی معاملہ کو نقد و تبصرہ سے مزمن نکرنا اپنے لیے حرام جانتا ہے جانوالم واجد علیشاہ کی تعداد ازواج اور رامپور کے شاہی کتبخانہ کی تعداد کتب اسکے نوک زبان پر ہوتی ہے! چوکیدار کے تقرر سے لیکر صاحبڈپٹی کمشنر بہادر کی رخصت تک، اور موسم سرما میں مسٹر کلنگ کی آمد سے بڑے لاٹ صاحب کی نقل و حرکت تک!! یہ سب اُسکے مدون سبد معلومات کے چٹے بٹے ہیں!!! عمدہ والعلم مقرر کی طرح وہ کسی خاص موضوع پر اظہار خیال سے اپنے بسیط دامن علم و فضل کو آلودہ کرنے کی ہیٹی کبھی بھولے سے بھی گوارا نہیں کرتا بلکہ ہر مسئلہ پر ہر ممکن اور ناممکن پہلو سے رائے زنی ضرور کرتا ہے، دوران بحث میں حلق کے سخت اور بلند سروں سے "میں کہتا ہوں یہ غلط ہے اور بالکل غلط ہے" وہ بخوبی اور بکثرت استعمال کرتا ہے مگر اُسکے مرغان دلائل عموماً ایک ہی ٹانگ رکھتے ہیں اور اس لحاظ سے اُسے میدان بحث کا فرعون بے سامان سمجھیے!!!

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کی شہرت کا باعث صرف عطر حنا ہے

مخاطب کو زیر کرنے کے لیے مختلف داؤن اُسے روان ہوتے ہین - اگر حریف دقیانوسی تراش کا مولوی ہے تو بی - اے ناظم ادیب وغیرہم اُسکو نیم جان کرنیکے تیر سہ شعبہ، اگر موجودہ تعلیم و ترتیب کا متبع ہوا تو قال رسول اللہ من اکل البصل العکۃ فی المکیۃ دخل الجنۃ کی سی احادیث اُسکے مرغوب کرنے کے روپ اور اگر کوئی خوش قسمت ان دونون داؤن سے نکل گیا تو کھدر پوشی - تبلیغ تنظیم کے ایسے نئے روگ سے گلو خلاصی محال - کرونین کا مبدول شدہ تاجدار بھی ایک مرتبہ داؤن گھات سے بغلین جھانک جاتا ہوگا !!

ناقابلیت کا منت کار پروانہ علاوہ مخاطب کے وہ ہر غائب مقرر کو بلاقیمت اور بلا طلب نذر کرتا ہے، گول کمرہ مین جس کو بیکر شرافت بتائیگا، کھانیکے کمرہ مین اُسی کو مجسمۂ خیانت، معاملہ فہمی حکیمانہ ہوشیاری اور بے ساختہ دقیقہ رسی کو وہ اپنا ترکہ سمجھتا ہے، زر - زن اور زور کے زیر اثر زبان قلم اور ایمان اُسکے نزدیک قابل فروخت اجناس ہین !!!

قد و قامت اور رنگ و روپ کے لحاظ سے وہ بالشتی سے لیکر شتری تک اور کالے سے لیکر گورے تک ہر قسم کا ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے، اِن ملکوتی صفات اور معتقدات کیساتھ وہ ہر آب و ہوا، ہر ملک و قوم اور ہر فضا مین پایا جاتا ہے اور رہتی دنیا تک (انشاء اللہ تعالیٰ) پایا جائیگا !!

اگرچہ وہ کہین مولوی ہے کہین مجاہد، کہین پنڈت ہے کہین ادیب، کبھی سیوک ہے کبھی خطیب، کہین شریعت سیاست کا پیغامبر ہے اور کہین شدھی تحریک کا سردانندگر -

بہر رنگے کہ می خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت را می شناسم

محمد صادق حسین - بی - اے - علیگ
ہردوئی

غزل

(از جناب احمد ولی خانصاحب آزر رامپوری)

نہ چھیڑ اب اے دفورِ حسرت نام و نشان مجھکو
سمجھنے دے کہ گمنامی ڈبوتی ہے کہان مجھکو

کیا ہے داب اُلفت نے جو مجبورِ فغان مجھکو
ملی ہے بے زبانی کے لیے گویا زبان مجھکو

غمِ صیاد فکرِ قید خوفِ باغبان مجھکو
خزان سے ہے کہین بدتر بہارِ بوستان مجھکو

نہین بھلا سا کیف زندگانی ہائے آزادی!
قفس مین ہر طرح ہے گو کہ لطفِ آشیان مجھکو

بالآخر تا کجا یون محشرستانِ تخیل مین!
کبھی دے بیکسی کبھی انقلابِ آسمان مجھکو

سنا ہے اک بیابان عید خانہ کے برابر ہے
خدا جانے کہ اب لیجاے یہ وحشت کہان مجھکو

خیال آتا ہے وحشت مین کبھی گر سر پٹکنے کا
تو یاد آتا ہے اک کافر کا سنگِ آستان مجھکو

بنائے تھے بتون کے دل اگر فولاد کے ٹکڑے
تو دی ہوتی انھی طاقتِ ضبطِ فغان مجھکو

قفس کی ٹوٹی پھوٹی تیلیان چُن چُن کے رکھتا ہون
نہ کچھ فکرِ خزان مجھکو نہ خوفِ باغبان مجھکو

کرون مشقِ سخن اے آزر اب کس آرزو پر مین
بلا سارے زمانہ مین نہ کوئی قدردان مجھکو

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا ٹیلیفون نمبر ۱۲۹ ہے

شہزادی کی سالگرہ

(از جناب صادق ایوبی)

شہزادی کی بارھویں سالگرہ کے دن آفتاب اپنی انتہائی تابشوں کے ساتھ محل کے باغ مین درخشان تھا۔ شہزادی گو حقیقی طور پر اسپین کے تخت وتاج کی واحد وارثہ تھی۔ لیکن اُسکی سالگرہ مین اور جمہور بچون کی سالگرہ مین کوئی نمایان فرق اور امتیاز نہ تھا۔ کوئی خصوصیت اگر تھی تو اتنی تھی کہ اسکی سالگرہ کا یہ دن قدرتی طور پر خوشگوار تھا۔ گل لالہ نے محافظین کی طرح اپنی ڈنڈیون پر تن کر گلاب سے کہا کہ "ایسے مین ہم آپ کی طرح شاداب ہین"۔ زرین پردون کے ساتھ تتلی نے گلون کا جائزہ لیا چھوٹی چھوٹی چھپکلیان دیوارون سے نکلکر دھوپ سینکنے لگین۔ آفتاب کی کرنون سے زرد نیچر کا رنگ چمپا سا ہوگیا۔ شہزادی اپنی سکھیون سہیلیون کے ساتھ ٹیلے پر چڑھی جہان اُس نے کئی ایک پتھر اور زمین دوز بت بنا لے۔

اُسے اس سے قبل اتنا عام طور پر ممانعت تھی کہ وہ صرف اپنے ہم مرتبہ اور ہم رتبہ بچون کے ساتھ کھیلا کرے لیکن آج کھلے بندون اجازت تھی کہ وہ جسے چاہے اپنی بزم نازمین اون شرکت دے۔ اپنی مدعو لڑکے ایک شان اور طنطنے کے ساتھ بارگاہ حسن مین سکون و آسودگی سے عشرت نظارہ لوٹنے آئے۔ بچیان زردوزی لبادے پہنے آنکھون کی سپیدی اور سیاہی کیساتھ آفتاب کی حریف بنکر آئین لیکن واقعہ یہ ہے کہ شہزادی کا لباس عصر حاضر کے فیشن کے بالکل مطابق تھا شہزادی سرخ طلس کا خلعت زیب تن کیے تھی جسکی آستینون پر موتیون کی لڑیان ٹنکی ہوئی تھین۔ اسکے خرام ناز سے اُس کے چھوٹے چھوٹے سلیپر جو گلاب احمر کی رنگت رکھتے تھے صاف دکھلائی دے رہے تھے۔ گلون اور موتیون سے اُسکی افشان چنی تھی۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ بذات خود ایک سپید گلاب کا پھول ہے۔

محل کے دریچہ سے مغموم بادشاہ نے وہین جھانکا اُسکے پیچھے اُسکا بھائی "ڈن پیڈرو آف ایرلگان" کھڑا تھا، بادشاہ کو اس سے بیحد تنفر تھا۔ قریب ہی گرینڈ کا کو توال اعظم بیٹھا تھا۔

شہزادی البرکرک کے ہمراہ والہانہ انداز مین درباریون کے آگے جھک کر آداب بجالاتی تھی جسے دیکھکر بادشاہ اور بھی مغموم سا ہوجاتا کیونکہ اُسکے خیال کی گردشون مین اُسکی جوان مرگ ماں کی یاد تھی۔ اس فرانسیسی نژاد ملکہ کو مرے اتنا عرصہ ہوا تھا کہ قصر شاہی مین انجیر کے درخت دو بار پھل لائے ہوئے تھے۔ افسوس شہزادی کی عمر صرف چھاہ کی تھی۔ ایک معزز طبیب نے جسے ارتداد اور ساحری کی پاداش مین موت کی سزا دیجانے والی تھی اُس نے اپنی جان بخشی کے وعدے پر ملکہ کے لاشہ کو حنوط کر دیا تھا۔ پھر جسے ایک منجمد تابوت مین رکھکر قصر شاہی کے معبد مین محفوظ کر دیا گیا تھا۔ بادشاہ ہر ماہ ایکدن ملکہ کے مرگ مین سیاہ پوش ہوکر معبد مین جاتا اور دوزانو ہوکر مرثیہ امرینا کہکر پکارتا۔ یہانتک نہین بلکہ شدت غم سے دیوانہ وار اس کے زرد زرد ہاتھ اپنے ہاتھون مین دبا کر طویل بوسون سے اُسے بیدار کرنے کی ناکام سعی کرتا رہتا تھا، پہلے پہل پندرہ سال کی عمر مین بادشاہ نے مرحومہ کو قصر "فینٹن بلیو" مین دیکھا تھا، گو اس سے قبل وہ "پوپ تنکو" کے ہاتھون شاہ فرانس کی موجودگی مین ایک دوسرے سے منسوب کئے جا چکے تھے شہر برگو مین اُنکی شادی ہوئی تھی۔ لیکن ایک پُرتکلف دعوت شہر میڈرڈ کے گرجا گھر "لا اٹوجا" مین دیگئی تھی۔ اس تقریب کی خوشی مین تین چار مرتد جنمین بہت سے انگریز تھے، ان کو زندہ جلا دینے کی سزا سے معاف کیا گیا۔

ہندوستانی عطریات کا سب سے بڑا کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا ہے

تیقن کہ بادشاہ مرنوالی کی محبت مین ایک دیوانہ تھا، اُسنے عظیم الشان محاربون مین جہان جہان جوکھون مین رہتی تھی اُسے کلیجے سے چمٹائے رکھا۔ ایسے مین نہ چاہا کہ وہ آنکھون سے دور رہے۔ اِسی محبت کے ہاتھون اُس نے بہت سے تلخ تجربے بھی اُٹھائے تھے۔ ہاں اسی سخت اندھی محبت کے سبب اُسکی حکومت مین بیچارگی کی دشواریان کئی بار بڑھ گئی تھین۔ ملکہ کے مرتے ہی بادشاہ کچھ عرصے کیلئے تخت و تاج چھوڑ چھاڑکر گرینڈا کے ایک صومعہ مین مرتاض ہوکر معتکف ہوگیا۔ اور اس معصوم بچی کو اپنے ستمگر بھائی کے تحفظ مین کر دیا جسکی شریر النفسی سارے ملک مین شہرۂ آفاق تھی کہتے ہین کہ ملکہ کی موت مین اُسی کا ہاتھ تھا۔ جس نے ایک بلاپ کے دوران مین اُسے زہر دار دستانے "قصر ایرگون" مین پیشکش کئے تھے جنھین پہنکر اُسکی موت واقع ہوئی تھی۔ ماتم داری کے تین سال کے اختتام تک جو شاہی حکم سے جمہور کیلئے رکھے گئے تھے، بادشاہ نے اپنے مشیرون اور وزرا کو امتناعی حکم دیدیا تھا کہ اس عرصہ مین کسی سے رشتہ ناتہ کی نسبت گفتگو کرنا میرے غم واندوہ کی آگ پر مٹی کا تیل ڈالنا ہوگا۔ شہنشاہ نے جب اپنی بھتیجی "آرچ ڈی جس" سے اُسکی شادی کرنی چاہی تو اُسنے مکا سا جواب دیدیا۔ اور کہا کہ "مین غم واندوہ سے شادی کرچکا ہون" اِسی انکار کے سبب شہنشاہ کے تحرک سے صوبۂ نیدرلینڈ مین بغاوت ہوئی تھی۔

آج شہزادی کو دیکھکر اُسے بیتے ہوئے دن عیش کے یاد آنے لگے کیونکہ شہزادی کے تمامتر اخلاق صالحہ، اسکا تبسم لطیف اور سرکی جنبشی تمکنت بھی اپنی ماں کی طرح تھی

جب اُس نے اپنی حشر بدوش بگاہون کو اُٹھایا اور اپنے صبیح ہاتھون کو بڑھا کر ابر کرک کو چومنے کی کوشش کی تو بادشاہ کو تخیل کی سحر سازی سے ملکہ مرحومہ کا مجسمہ قصان ودرزان نظر آنے لگا لیکن بچون کا شور وشغب فضاے سماعت مین بجلی بنکر چکا، اور رعد بنکر گونجا۔ دیکھتے دیکھتے اسکی دنیاے تصور بالکل برباد ہوگئی۔ اُسے خیال آیا کہ آفتاب کی تیز کرنین مجھ پر خندان ہین پھر تیزی سے اپنا چہرہ خود اپنے ہاتھون سے ڈھانپ لیا۔ اور پردے چھوڑ دئے گئے۔

شہزادی کا چچا اور کوتوال اعظم آداب بجالائے۔ شہزادی نے سر کی جنبشی تمکنت سے ڈن پیڈرو کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیا اور اُس قدمزی سائبان کی جانب بڑھی جو باغ مین پہلے سے نصب کیا جا چکا تھا بچون نے ایک شان اور ضابطہ کیساتھ اُسکا پیچھا کیا۔

خیمہ کے باہر لڑکون کے ایک گروہ نے پیشوائی کی۔ ایک چہاردہ سالہ کاونٹ ٹیرانوا کو جسکے گھنے سے نجابت کے آثار نمایان تھے شہزادی نے اُسے پکڑ کر ننگے سر ہاتھی دانت کی کرسی پر بٹھایا جو ایک چبوترہ پر پہلے سے رکھی تھی۔ پھر بقیہ بچون نے اُسے حلقہ کرلیا۔

ڈن پیڈرو اور کوتوال اعظم یہ سماں دیکھکر بیحد ہنسے۔ حتی کہ ڈچس جسے شہزادی "کمر برسے آر" کہتی تھی اِس سماں سے بیحد متاثر ہوئی اِس تاثیر کا نمایان ثبوت اُسکے خشک ہونٹھون تبسم تھا۔

پھر بچون نے ایک مصنوعی گھوڑے اور بیل پر سوار ہوکر لڑائی لڑی۔ گو بیل دخچہ نکی شاخون سے بنایا گیا تھا لیکن اُسکے سوار نے اسے بڑی خوبی سے پھرایا اور دوڑایا کہ جیتا جاگتا بیل بھی اِس خوبی سے کرتب نہ دکھا سکتا تھا۔ یہی ماجرا اُس گھوڑے کا تھا جو گاہے گاہے تو بھڑک اُٹھتا تھا اور گاہے مطلق العنان ہوکر بھاگتا تھا۔

بچون نے اِس محاربۂ عظیم سے متاثر ہوکر جوش وخروش مین اِحسنت اور وِوا کے نعرے بلند کئے۔

گھوڑا تاب مقاومت نہ لاسکا۔ آخرکار کاونٹ ٹیرانوا نے اپنے قحمند بیل کو شہزادی کے قدمون پر جھکایا۔ پھر اپنی لکڑی کی تلوار اُسکے نتھنون مین بھونک دی جس نے مسٹر دی لورین کے نزدیک گرکر دم توڑا۔

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے کارخانہ کا انتظام ابتک اُس فیجر کے زیر نگرانی ہے جو ۶۰ سال سے کام کر رہا ہے

فوراً خواص بردار آئے اور وہ مردہ بیل اور گھوڑا چبوترے سے نیچے گھسیٹ لیگئے۔

اسکے بعد گانا شروع ہوا۔ پھر ایک فرانسیسی ایکٹر چند اکالوی مورتون کے ساتھ اسٹیج پر آیا۔ جہان ڈرامہ کھیلا گیا۔ ایکٹرون نے اپنا کام نہایت ہی حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیا کہ بعض بچے بے اختیار ہو ہو کر رونے لگے۔ اور تو اور کوتوال اعظم اور دن پیڈرو نے بھی اُسے کامیاب تماشہ کہا۔ جسکے اختتام پر چند ایک فریقی بھان متی آئے۔ جنھون نے آتے ہی باجون کی لے کے ساتھ بدن کو جنبش دینی شروع کی۔ اسی اثنا مین ڈن پیڈرو نمودار ہوا تو وہ سہم کر رہگئے کیونکہ ابھی ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ اُن مین سے دو بھان متی ساحری کے اشتباہ مین اُسکے ہاتھون دار پر کھینچے جاچکے تھے شہزادی نے انھین آوانکے مطلق لہجہ مین بتایا کہ "یہان آپکو کسی قسم کا خدشہ اور اندیشہ نکرنا چاہیئے" تماشہ پھر ایکبار شروع ہوگیا۔ یکایک ایک چیخ بلند ہوئی جس سے تمامتر بچے چونکنے سے ہوگئے اور ڈن پیڈرو نے خنجر سنبھال لیا۔

پھر بھان متی گاگا کر اور اپنے رباب بجا بجا کر دیوانہ وار تماشائیون کا تفریح کرنے لگے۔ ابھی چند لمحہ بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ وہ خاموشی سے زمین پر دراز ہوگئے۔ پھر آہستہ آہستہ اور ایک ایک کرکے باہر نکل گئے۔

تھوڑے سے وقفہ کے بعد ایک بھبھوت رمچھالے، جیپر بندر سوار تھا جس نے بہت سے دلچسپ کرتب دکھائے۔

پھر دو بھان متی بچے آگے بڑھے۔ جنھون نے اپنی ننھی منی تلوارونسے لڑائی لڑی۔ واقعہ یہ ہے کہ بھان متی کرتب دکھانے مین بہت کچھ کامیاب ہوئے۔

لیکن تماشہ تماشہ ونسے بہتر تماشہ بونے کا رقص تھا۔ اُس کے سر کی جنبشون سے باہون اور ٹانگون کے موڑسے بچے ہنستے ہنستے لوٹ گئے بذات خود شہزادی اتنی ہنسی کہ پیٹ مین بل پڑگئے۔ کمر پر ہاتھ رکھکر

شہزادی سے کہا کہ "یہ سب کچھ آپ کی شان خودداری سے بعید ہے کہ آپ اپنے سے کم مرتبہ لوگون سے اتنی کھل رہی ہین"

یہ یونا جنگل سے اس غرض سے پکڑ کر لایا گیا تھا کہ وہ شہزادی کی دلچسپی کا باعث ہو۔ اُسکا باپ جو ایک کوئلہ فروش تھا۔ اپنے اس بدصورت بچے سے مخلصی حاصل کرکے بیحد خوش ہوا۔ خود بونا یہان بہونچکر مسرور تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس حقیقت سے آگاہ ہوچکا ہے کہ اُسکی تخلیق ہی اس غرض سے ہوئی ہے کہ وہ لوگون کی دلچسپی کا باعث ہو اسلیے وہ بچونکے ہنسنے کو بُرا نہ مانتا تھا۔ بلکہ اُنسے اتنا مانوس ہوگیا کہ اُنھین کا ایک فرد معلوم ہونے لگا۔

رقص کے اختتام پر شہزادی نے کمر پر اکے دق کرنیکے لیے اپنے سر کا سپید گلاب کا پھول چبوترہ پر پھینکا جسے بونے نے اُٹھا کر چوما اور پھر وہین جگر تھام کر بیٹھ گیا۔ لیکن مسرت و ابتہاج سے آنکھین چمک اُٹھین بونا چبوترہ سے اُتر کر رخصت ہوا۔ لیکن شہزادی کو اُس سے اتنی عقیدت ہوگئی کہ اُسکے جاتے ہی اپنے چچا سے مصر ہوئی کہ بونے کا رقص دوبارہ ہو کمر پر اکہا کہ "دن بہت گرم ہے، بہتر ہوگا کہ شہزادی بغیر کسی تاخیر کے محل چلے جہان اُسے ایک پرتکلف دعوت دی جارہی ہے۔ اسی دعوت کیساتھ ساتھ اُسکی سالگرہ کی تقریب کے کیک بھی تیار کئے گئے ہین جن پر اُسکے دستخط ثبت ہین۔"

شہزادی ایک شان دلنوازی کیساتھ اُٹھی اور حکم دیا کہ قیلولہ کے بعد بونے کا دوبارہ رقص ہوگا۔"

اسکے بعد کاونٹ ٹیرانوا کی پیشوائی کرنیکا شکریہ ادا کیا۔ پھر محفل نشاط برہم ہوئی لیکن ایک ضبط اور تنظیم کیساتھ

جب بونے نے یہ نوید مسرت آفرین سنی کہ اُسے دوبارہ رقص کرنا ہے تو مارے خوشی کے کپڑون مین پھولا نہ سمایا باغ جاکر دیوانہ وار بیخودی کے عالم مین گلاب کے پھول بار بار سونگھنے شروع کئے۔ پھولونکو اُس کی مانند

نرده مثبا کوپی کا نہایت خوشبو دار ورق والا اور بلا ورق والا اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے طلب فرمائیے

نہایت ہی ناگوار گزری وہ اپنے جذبات اور جذبات پر قابو نہ پا سکے۔ لال نے کہا کہ وہ اتنا بدصورت ہے کہ اُسے ہمارے ہاں آنیکی اجازت بھی نہ ملنی چاہیئے تھی۔"

سوسن نے غصہ سے تمتما کر کہا کہ "اُسے وہ کچھ پینا چاہیئے جس سے قیامت کی نیند سو جائے۔"

ناگ پھن نے تنفر سے کہا کہ "وہ ہمارے لئے ایک خطرۂ عظیم ہے۔ اُسکا جسم سڈول تو کہاں؟ ٹانگوں اور پنجوں میں بھی قطعی کوئی مناسبت نہیں میرے نزدیک یا تو وہ کانا چھچھوندر کی عمر بھر یاد رکھیگا۔"

سپید گلاب کے پودے نے چلا کر کہا "کظالم نے وہ پھول توڑا ہے، جو آج میں شہزادی کی سالگرہ کی تقریب میں پیشکش کرنیوالا تھا۔"

بنفشہ نے کہا کہ "بونے کی بدصورتی کیساتھ تمکنت کی آمیزش بھی ہے۔ اگر وہ اِس رقص بیجا سے باز رہتا تو بہت ممکن تھا کہ ہم اُسکی پریشانی خاطر سے پسیج کر آمادۂ استعانت ہو جاتے۔"

دھوپ گھڑی نے بونے کو دیکھکر چلنا بند کر دیا جس سے صحیح وقت میں دو لمحوں کا وقفہ پڑ گیا۔ آخر اُس نے مجبور ہو کر سپید مور سے جو کٹہرے میں پڑا دھوپ سینک رہا تھا کہا کہ "بادشاہوں کے لڑکے بادشاہ ہوتے ہیں اور کوئلہ فروشوں کے کوئلہ فروش ہوتے ہیں۔" کیونکہ دھوپ گھڑی کا یہ کہنا حقیقت پر مبنی تھا اسلیے مور سے انکار کرتے نہ بن آیا۔ اُس نے "یقیناً یقیناً"، اتنی بلند آواز سے کہا کہ سنہری رنگ کی مچھلی نے چشمہ کے پانی سے سر نکال کر قریب کے پتھر سے پوچھا کہ "کیا معاملہ ہے"

واقعہ یہ ہے کہ پرندے بونے کو بیحد چاہتے تھے، کیونکہ وہ اُسے کئی بار پریوں کے مانند جنگل میں مرقص دیکھ چکے تھے۔ اور تو اور بلبل بھی جو راتوں کو کنجوں میں نغمہ ریزیاں کرتی ہے، جنکو چاند بھی جھک جھک کر سنتا ہے اُس نے بھی بونے سے گہری ہمدردی کا اظہار کیا۔ کیونکہ اکثر جاڑے کے ایام میں جب درخت بے پھل ہو جاتے تھے اور شہر کے ہر دروازے سے بھیڑیے خوراک کی محافظت کیلئے نکل آتے تھے تو وہ اپنی غذا میں ریزہ ریزہ کر کے تقسیم کر دیا کرتا تھا۔ اُسکے انھیں لطف و کرم کو وہ یاد کر کے پرندے اُسکے سر پر منڈلانے لگے۔ پھر وہ اتنے نیچے اُترے کہ اُن کے پر اُسکے گالوں سے لمس کرنے لگے۔ بونے نے بجوش مسرت سے بیخود ہو کر اُنھیں وہ سپید گلاب کا پھول دکھایا اور کہا کہ "مجھے یہ پھول شہزادی نے دیا ہے کیونکہ اُسے مجھسے محبت ہے۔"

اب بونا ادھر اُدھر گھومنے اور گردش کرنے سے تھک گیا تھا وہیں گھاس پر دراز ہو گیا۔ چھپکلیاں اُچھل اُچھل کر اور کود کود کر اُسے گدگدانے لگیں۔ یہ دیکھکر پرندوں نے یک زبان ہو کر کہا کہ "چھپکلیوں کا ساکوئی بھی خوبصورت نہیں ہو سکتا۔" چھپکلیاں طبعاً فلسفی ضرور تھیں کیونکہ وہ اکثر فرصت کے لمحوں میں ایک ساتھ بیٹھکر پہروں موسم کے متعلق سوچا کرتی تھیں۔

پھول پرندوں کا اور چھپکلیوں کا یہ طرز تپاک دیکھکر جل گئے اور چلا کر کہا کہ "اُسکا یہ رقص بیجا اسکی کم ظرفی کا نمایاں ثبوت ہے۔ عالی ظرف کہاں اور یہ ناچنا کودنا کہاں؟ وہ ہماری طرح خوددار ہوتے ہیں۔ جب ہم کہیں جانا چاہتے ہیں تو باغبان ہمیں آکر لیجاتا ہے۔ پرندوں اور چھپکلیوں کو اپنی جگہ قرار نہیں ہے۔ تخصیص کیسا تھ پرندے تو محض خانہ بدوش ہی خانہ بدوش ہیں جہاں جاتے ہیں ڈیرے لگا دیتے ہیں۔"

یہ سنتے ہی بونے نے اٹھکر محل کی راہ لی اور پرندوں نے ایک انداز تمکنت سے گردن اور منقار اوپر کی۔ پھولوں نے مسکرا کر آواز کسا کہ "دیکھو نا زرا اسکی ٹانگیں۔"

جنگل اور جھونپڑی کے رہنے والے بونے نے آجتک محلوں کا خواب بھی نہ دیکھا تھا۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ وہ پرندوں کی بولیاں بولکر مینا اور بگلوں کو درختوں اور دریاؤں سے کھینچ بلا سکتا تھا۔ جانوروں کے نقش

قوام تمبا کو خوشبودار و رق والا اور بلا ورق کا رخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے منگائیے

قدم دیکھکر وہ اکثر ہرنون تک پہنچ جایا کرتا تھا۔

واقعہ یہ ہی کہ وہ تمام تر وحشی رقص کرنے جانتا تھا۔ مثلاً سرخ پوش ہوکر ایام خزان مین ناچنا۔ لانگ پر رقص کرنا۔ برف کے گالے گلے مین ڈالکر جاڑے کے دنون ناچنا۔ اور بہار کے دنون ثمرستان مین رقص کرنا وہ جنگلی کبوترون کے اشارون سے بھی واقف تھا۔ ایکبار جب صیاد نے انھین اسیر دام کرنا چاہا تو اُس نے انکے بچے، وہان سے اُٹھاکر ایک کھلے درخت مین کبوترخانہ قائم کردیا۔

ہنسراج کے بودون مین دوڑنے پھرنیوالے خرگوش۔ کالی چونچ والے نیلکنٹھ۔ خارپشت اور سنگ پشت اُسے بیحد چاہتے تھے کیونکہ وہ کئی بار اُسکے ہان آکر مہمان ہوئے تھے اور وہ ساری ساری رات انپر پہرہ دیا کرتا تھا۔ مبادا کوئی سینگون والا جانور انھین گزند نہ پہونچا جائے۔

صبح اُنھین بیدار کرتا اور پھر وہ ملکر تمام دن رقص کرتے رہتے تھے۔

جنگل مین رہکر بونے کی زندگی مین کوئی لمحا ایسا نہ تھا جو رنگین اور متنوع نہو۔ کبھی کبھی تو بشپ سپید خچر پر سوار ہوکر گزرتا۔ انگور کی فصل کے ایام مین انگور جمع کرنیوالے ارغوانی ہاتھون، اور پیرون کیساتھ آتے رہتے تھے۔ کوئلہ بنانیوالے لکڑیونکو آگ لگاکر تمام رات اُسکے پاس اخروٹ بھونا کرتے تھے۔ اور ڈاکو غارون سے نکلکر اُسکے ساتھ رنگ لیلان منانے آتے تھے۔

بونے نے متانت سے سپید گلاب کے پھول سے پوچھا کہ "وہ آخر کہان ہوگی؟" گلاب کا پھول چپ رہا فضا مین سکوت اور خاموشی طاری تھی۔ یون معلوم ہوتا کہ تمام محل خوابیدہ عشرت ہی۔ پردے چھٹے ہوئے ہین۔ تاریکی ہی تاریکی تھی۔ اُس نے چار سو نگاہین دوڑائین کہ داخلے کیلئے دروازہ کہان ہوگا۔؟ آخر اُسے ایک دروازہ نظر آیا جو کھلا ہوا تھا۔ اندر جاکر اُسنے اپنے آپ کو ایک عالیشان وسیع ہال کمرے مین پایا جس کی عظمت سے سہم کر رہگیا۔ اسکا فرش قیمتی اور رنگدار پتھرون کا تھا لیکن شہزادی وہان نہ تھی صرف چند ایک بت نظر آئے۔ جن کے پاؤن تک لیٹ چکے تھے۔ آنکھین سیاہ اور لبونپر تبسم تھا۔ ہال کی آخری دیوار کے قریب سیاہ طلس کا پردہ لٹک رہا تھا جسے دیکھکر اُسے گمان گزرا کہ وہ اُسکے پیچھے ہو رہی ہی۔ اس خیال سے پردہ اُٹھایا تو دوسرا کمرہ نظر آیا۔ جو پہلے کمرہ سے کہین زیادہ خوبصورت تھا جسکی دیوارین نقش ونگار سے مزین تھین، جنکی تکمیل مین مکمل سات سال صناع اپنی صنعتین خرچ کرچکے تھے۔ دیوانے بادشاہ کے عہد حکومت مین اُسے "جسی لونو" کا مجلسی کمرہ کہتے تھے لیکن اب یہ "دارالمشاورت" تھا جسکے مرکز مین میز پر سرخ جزدان رکھا تھا۔ سامنے ایک سوار بگٹٹ گھوڑا دوڑتے ہوئے نظر آیا جسے دیکھکر یون معلوم ہوتا تھا کہ وہ برفستان سے گزر رہا ہی بونے کو وہ قصے یاد آنے لگے جو اُنھین اکثر باپ تو نکو سنایا کرتا تھا۔ یہ دیکھکر وہ ڈرگیا۔ لیکن شہزادی کے خیال نے ڈھارس بندھوائی اور سامنے کا دروازہ کھولا کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ اُس سے ملکر اپنی محبت کا اظہار کردے!

آہ! کمرہ خالی تھا۔ یہ وہ کمرہ تھا جہان شاہی سفیر ونکا خیر مقدم کیا جاتا تھا۔ اِسی ہی کمرہ مین ملکہ مرحومہ کے شادی کے اہتمام ہوئے تھے تخت کے دوسرے زینہ پر شہزادی کے بیٹھنے کا صوفہ تھا۔ جسپر زرد دوزی کپڑا بچھا ہوا تھا۔ ساتھ کے زردوزی خیمے مین "پوپ نکو" کی کرسی پڑی تھی جسے بادشاہ کی موجودگی مین اور جمہور کی ہر ایک مجلس مین بیٹھنے کا کھلے بندون استحقاق حاصل تھا۔ تخت کے مقابل دیوار پر چارلس پنجم کی قد آدم تصویر شکاری لباس مین آویزان تھی۔ دوسری دیوار پر فلپ دوم کی تصویر لٹک رہی تھی۔ دریچہ کے درمیان ایک اور آبنوسی صوفے پر ہاتھی دانت کی طشتری رکھی تھی جسپر ایک اور تصویر "رقص موت" کندہ تھی بونا اسکے کمرے کے ساز وسامان سے سحر زدہ اسکے دل کی عمیق ترین گہرائیون

گولی تمباکو ورق وارطلائی ونقرئی جو کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنو کی تیار کی ہوئی ہین ایکبار منگاکر آزمائش کیجئے

مین صرف اتنا اور صرف اتنا خیال تھا کہ شہزادی کہین نظر آجائے۔
"اگر شہزادی کہین ملجائے تو مین تمام دن اُسکے ساتھ جنگل مین رقص کرونگا۔" اِس خیال کے آتے ہی بونے کی آنکھین خوشی سے چمکنے لگین۔ پھر وہ دوسرے کمرہ مین داخل ہوا۔ یہ کمرہ ان تمام سابقہ کمرونسے کہین زیادہ مزین اور سجا ہوا تھا۔ جسکی دیوار و نیز مشقی بیل بوٹے دار کپڑے لٹک رہے تھے۔ جن پر خدائے عشق "کیوپڈ" (کامدیو) کی تصویرین منقوش تھین۔ کمرے کا تمام تر ساز و سامان چاندی کا تھا۔ کمرے کے آخری سرے پر ایک صورت اُسے گھورتی ہوئی نظر آئی۔ جسے دیکھکر اُسکا دل دھڑکا اور ایک صدائے مسرت ہکلاتی ہوئی آواز مین بلند کی۔

پھر وہان سے نکلکر باہر سورج کی روشنی مین آیا تو وہ صورت بھی باہر نکل آئی۔ یہ کسی دیو کا کریہ المنظر مجسمہ تھا۔ جسکی زبان باہر نکل رہی تھی۔ اور ایال سیاہ تھے۔ بونے نے جبین چڑھائی تو اس مجسمہ نے بھی جبین چڑھائی وہ ہنسا تو وہ بھی ہنسا۔ غرض بونے نے جو کچھ کیا وہ بھی وہ کچھ کرتا رہا۔ ایکبار بونے نے ہاتھ بڑھایا تو اس مجسمہ دیو نے بھی ہاتھ بڑھایا جسے چھوکر بونے کو معلوم ہوا کہ اُسکے ہاتھ یخ کے مانند سرد ہین۔ اب بونے نے اُس سے مخلصی چاہی۔ لیکن دیو نے پیچھا کیا۔ پھر بونے نے کمرے مین نظرین دوڑائین تو اُسے معلوم ہوا کہ دیوار و نیز عکس پڑ رہا ہی۔ حجرہ کے خوابیدہ آہو کے عکس سے معلوم ہوتا تھا کہ قریب ہی کوئی دوسرا آہو خوابیدہ ہی جو دونون تو ام بچے ہین۔ زہرہ (الہۃ الجمال) اپنی باہین پھیلائے ہوئے تھی سامنے اسکا عکس پڑ رہا تھا۔

"کیا یہ گونج ہوگی؟ جس نے مجھے اُس وادی مین جواب دیا تھا۔ غالبًا یہ آواز کے مانند آنکھونکو بھی فریب دیا کرتی ہی۔ کیا ان تمام عکسون مین رنگ و بو ہوگا؟"

بونے نے چونک کر گلاب کا پھول نکالا اور اُسے چوما۔ اُس مجسمۂ دیو نے بھی اپنا گلاب کا پھول نکالکر چوما۔ اور پھر گلے سے چمٹالیا۔ بونے نے نومیدی کے عالم مین آہ کھینچی اور آہستہ آہستہ زمین پر دراز ہوگیا۔ سامنے آئینہ تھا جسمین اُسنے اپنا عکس دیکھکر معلوم کیا کہ وہ بذات خود ایک عجیب الخلقت انسان ہی۔ اب اُسے صحیح طور پر احساس ہونے لگا کہ شہزادی کی محبت محض ایک مذاق ہی۔ کاش! مجھے جنگل مین رہنے دیا جاتا کہ مجھپر یہ بھرم نہ کھلتا۔ آہ!!

بہتر ہوتا کہ مجھے باپ قتل کردیتا تو بہت ممکن تھا کہ اس رسوائی سے بچ جاتا۔"

اُسکی آنکھون سے گرم گرم آنسو بہ نکلے اور اُٹھکر وہ گلاب کا پھول برگ برگ کردیا۔ جسے دیکھکر اُس مجسمۂ دیو نے بھی وہی کچھ کیا۔ اسی اثنا مین شہزادی اپنی سکھیون سہیلیون کے ہمراہ دریچہ سے در آئی بدصورت بونے کو زمین پر دراز دیکھکر بیحد ہنسی۔ مگر بونا خاموش پاکیکر اُسکی آہین بلند سے بلند تر ہوتی گئین شہزادی نے مسکراکر کہا "ابہت کچھ وقت گزر چکا ہی۔ آپ میری خاطر رقص کرین۔" بچون نے بلند آواز مین شہزادی کی حامی بھری۔ لیکن بونا خاموش رہا۔ شہزادی نے اُسے ٹھوکر ماری اور چچا کو بلایا جو چوتڑے پر بکسکو سے آنیوالی ڈاک دیکھ رہا تھا! وکہا "بونا مجھے رنجیدہ ہی آپ اُسے منا کر آمادۂ رقص کرین۔" ڈن پیڈرو نے بونے کے طمانچہ مارکر کہا "اُٹھ اور وارثہ تخت و تاج کی خاطر رقص کر۔" مگر بونا نے جنبش تک نہ لینا تھی نہ لی۔

ڈن پیڈرو نے پھر کڑک کر کہا "کیون کوئی کوڑے مارنے والا بلایا جائے"؟

ایک درباری نے جھک کر بونے کے دل پر ہاتھ رکھا۔ پھر ٹھہر مدھم آواز مین شہزادی سے کہا کہ "ای وارثۂ تخت و تاج! تیرا بونا پھر کبھی رقص نکریگا"

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا تیار کردہ "بانو ہیر آئل" استعمال کیجیے قیمت فی شیشی ۲ر- و عہ ر

کس لئے ؟"
کیونکہ وہ دل شکستہ ہو چکا ہے۔"
شہزادی کے گلابی لب تنفر سے سکڑے اور جبین بجین ہو کر کہا کہ
آیندہ سے میرے ہان دل والے کھیلنے نہ آیا کریں۔"

اتنا کہکر باغ کی راہ لی۔
(آسکر وائلڈ)

صادق - ایوبی -
(ڈیرہ غازی خان)

دار المصنفین کی مدد آپ کیونکر کر سکتے ہیں

ذیل کی تحریر ہمارے محترم و مکرم جناب مولوی سید سلیمان صاحب ندوی نے بغرض اشاعت ارسال فرمائی ہے۔ درحقیقت دار المصنفین اعظم گڑھ گیارہ سال سے برابر علمی خدمات میں مصروف ہے اور اسکے کارنامے ایسے ہیں جنکی نظیر اس وقت مشکل سے ملیگی۔ مولانا ممدوح کی اس اپیل پر ہر اس شخص کو جو علم سے دلچسپی رکھتا ہے۔ دلی مسرت کے ساتھ صدائے لبیک بلند کرنا چاہئے۔ وصل بلگرامی

دار المصنفین گیارہ سال سے قائم ہے، اور اس زمانہ میں اس نے اپنی خاموشی علمی خدمات کی بدولت عام اعتماد اور خاص امتیاز کے حاصل کرنے میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔ اس عرصہ میں سیرت نبوی کی اہم اور ضخیم تین جلدوں کے علاوہ اس نے مختلف علوم و فنون پر ۲۰ کتابیں شایع کی ہیں، اور رسالہ "معارف" کے ذریعہ ہموار علمی خدمات ادا کرتا رہا ہے۔ تصنیف و تالیف کے لیے جس سر و سامان کی ضرورت ہے، ان میں اسکا ایک خاص درجہ ہے، کتبخانہ ہے، اور رفقاء و فیلو کے رہنے کے مکانات ہیں، اور انکے علاوہ ہر سال بسلسلہ تعمیر کچھ نہ کچھ اضافہ کرتا رہتا ہے لیکن کبھی قوم نے اس پر بھی غور کیا ہے کہ آخر وہ عام قومی چندوں کے بغیر، جس پر اس وقت ہندوستان کی عام تعلیمی، علمی اور مذہبی درسگاہوں کی بنیاد ہے، کیونکر اپنی ضروریات کو پورا کرتا ہے؟

ہمنے ابتک خود یہ کوشش کی ہے کہ قوم کے دماغ کو اس قسم کی زحمت سے محفوظ رکھیں، لیکن اب اسکو کتبخانہ کے لئے ایک عمارت کی سخت ضرورت ہے، کیونکہ اب اسکے کتبخانہ کے لئے کوئی مستقل عمارت موجود نہ تھی، بلکہ مولانا شبلی مرحوم کا خاص سکونتی بنگلہ کتب خانہ کا کام دیتا رہا ہے، لیکن اب وہ اس ضرورت کے لئے ناکافی اور قابل اصلاح ہے، اس لئے اسمیں معتد بہ اضافہ اور مرمت کی سخت ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔

با این ہمہ ہمیشہ ہم تمام قوم سے اسکے لئے عام چندہ کی درخواست کرنا مناسب نہیں سمجھتے، البتہ قوم کے برگزیدہ اصحاب جو علوم و فنون سے خاص دلچسپی رکھتے ہیں اسکے رکن اول بن کر اپنی علمی دلچسپی کے اظہار کے ساتھ اسکی اعانت بھی کر سکتے ہیں۔ اس قسم کے بزرگوں کو بیس روپیہ سالانہ کی رقم ادا کرنی پڑتی ہے، اور اس رقم کے ادا کرنے کے بعد دار المصنفین اپنی سال بھر کی تمام تصانیف اور رسالہ "معارف" ہدیۃً انکی خدمت میں پیش کرتا ہے۔

بہت سے بزرگوں نے ہماری درخواست کے بغیر یہ علمی اعزاز حاصل کیا، اور اب ہمکو اس قسم کے پانچسو بزرگوں کو اور اس مرد میں شامل کرنے کی دعوت دیتے ہیں، اور امید کرتے ہیں کہ علم دوست اصحاب اسکو قبول فرما کر ایک خاموش کام کرنے والی مجلس کی اس اہم علمی ضرورت کی تکمیل میں شوق کے ساتھ شریک ہو کر آخر دسمبر تک زر رکنیت روانہ فرمائیں گے تاکہ جنوری ۱۹۲۷ء سے انکے نام ارکان کے رجسٹر میں درج کر لئے جائیں

"سید سلیمان ندوی" ناظم دار المصنفین، اعظم گڑھ

کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنو کے نوایجاد قرص تمباکوی خوردنی کی قیمت فی شیشی ۸ عر علاوہ محصول ہے

حسنِ خوابیدہ

۱

اک آفت ترا حسن خوابیدہ ہے — قیامت ترا حسن خوابیدہ ہے
ادا یہ بھی ہے ہوش کی کھونے والی — اسی طرح ہان سوئے جاسونے والی
کئے جایو نہین سیر باغِ جنان کی — خبر لا[1] اسی طرح کون ومکان کی
یو نہین محوِ گلگشت رہ اور کچھ دیر — ذرا دیکھ لین ہم بھی یہ دور کچھ دیر
وہ خندہ نما آنکھین ہین برقِ تابان — گلابی لبون پر تبسم نمایان
یہ آہستہ آہستہ لب ہل رہے ہین — شگوفے نئی طرح کے کھل رہے ہین

ہر اک سانس سے آہِ دلدوز پیدا
قیامت کا ہر آہ مین سوز پیدا

۲

شباہت مین مینائے مے ہے وہ گردن — حقیقت مین نایاب شے ہے وہ گردن
وہ رخسار، آیا کرے پیار جن پر — وہ ہلکی سی سرخی نمودار جن پر
وہ، لو اُسکے ہونٹون سے آواز نکلی — لئے اپنے ہمراہ اک ساز نکلی
خیالون کے طوفان سے گھبرا رہی ہے — زبان پر وہ کچھ راز دل لا رہی ہے
اِدھر شوق، یہ راز معلوم ہوتے — لبون کے بھی اعجاز معلوم ہوتے
مگر انکے سنتے ہوے ڈر رہا ہون — کہون کیا عجب کشمکش مین پھنسا ہون

غضب کا ہے شوق اور قیامت کا ڈر ہے
اُدھر بھی خطر ہے، اُدھر بھی خطر ہے

[1] یہ مصرع "ہمارے" مین کسی طرح غلط چھپ گیا، صحیح یہ ہے ۱۲

کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر لکھنؤ ایک شاخ چاندنی چوک دہلی اور ایک شاخ گلزار حوض حیدرآباد دکن ہے

۳

وہ سوتے سے اب فتنا چونک اٹھی — مگر آنکھین ہین خوف سے بند اُسکی
وہ سہمی سی ہے، روتی ہے، کانپتی ہے — کسی وجہ سے سوتے مین ڈر گئی ہے
ابھی محو تھی خواب مین کس ادا سے — وہ سینے پہ دل کی طرف ہاتھ رکھے
پریشان ایسی ہوئی کیا سبب ہے — وہ بیچین سی ہو رہی ہے غضب ہے
نہین، لو وہ پھر سو گئی لے کے کروٹ — لبون پر پھر آئی وہی مُسکراہٹ
وہ رخسارون پر آئی فی الفور سُرخی — ان انگارون پر آئی اب اور سُرخی

بتاتی ہے یہ حالتِ خواب اُسکی
کہ ہے پاک دامن کوئی حور سوتی

۴

یونہین سوئے جا تیرے سونے کے صدقے — ترے مطمئن ہونے کے سونے کے صدقے
وہ سونا، ترا جس پہ قابو نہین ہے — مقید کسی طرح اب تو نہین ہے
تری نیند ہے، تیرے قابو سے باہر — نہ اِس پر مرون، میرے قابو سے باہر
بہشتِ برین والے قربان تجھ پر — عجب کیا جو لے آئین ایمان تجھ پر
خیال اہلِ فردوس کے مثل تیرا — کمال اہلِ عرفان مین بے مثل تیرا
رہین تیرے سینے کے اسرار محفوظ — یہ سربستہ روحانی انوار محفوظ

وہ اسرار، سینہ پر انوار جن سے
وہ انوار، کامل ہون اسرار جن سے

(ترجمہ انگریزی) وصل بلگرامی

(منقول از جریدۂ "نگار" بھوپال)

اگر آپ کو عطر حنا درکار ہے تو صرف اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے طلب فرمائیے

جلیس ماضی

(از جناب خواجہ محمد عبدالرؤف عشرت لکھنوی)

دو تین مہینے کی بات ہے کہ احسن مرزا عرف منے مرزا شرر زندہ تھے آج ہم اُن کو مرحوم کے نام سے یاد کرتے ہین زرا ثقل سماعت تھا اور کچھ دماغ مین خلل واقع ہوگیا لیکن یہ جنون اس درجہ کا نہ تھا کہ کوئی ان کا ملنے والا دفعتہً اسے محسوس کرسکے نہایت مہذب شریف مزاج آغا مظہر کے شاگرد تھے مذاق سلیم رکھتے تھے۔

ایک دفعہ حیدرآباد بھی جانے کا اتفاق ہوا تھا جب واپس آئے تو اپنے سب دوستون سے ملے۔ میرے پاس بھی آئے کہنے لگے تمکو اکثر لوگون نے وہان دریافت کیا۔ مین نے کہا پھر آپ نے کیا جواب دیا کہنے لگے بھائی وہ لوگ اسی واسطے پوچھتے ہین کہ انھین معلوم ہوگیا ہے لکھنؤ والے ایک دوسرے کی مزمت کرتے ہین مگر برب کعبہ ہمنے تمھاری بہت تعریف کی اور جس جس شاعر کو پوچھا اسکی تعریف کی۔

فرقۂ شعرا مین ایک خاص عادت ہے کہ ایک شاعر دوسرے شاعر کا حال نہین پوچھتا نہ یہ پوچھتا ہے تم کہان رہتے ہو تمھارے کے بچے ہین تمھارے باپ کا نام کیا ہے کیونکہ بسر ہوتی ہے۔

بلکہ پوچھتا ہے تو یہ پوچھتا ہے آجکل کوئی تازہ غزل کہی ہو تو سناؤ کلام کیسا ہے طبیعت مین شوخی شعر مین مزا ہے یا نہین۔

اس اعتبار سے ہمکو یہ نہین معلوم ہوا کہ ان کے کے لڑکے تھے بی بی ہین یا نہین۔

وزیر گنج کے مکان مین ان کو دیکھا تھا اس سبب سے کہہ سکتے ہین کہ وہ وزیر گنج مین رہتے تھے خوب صورت آدمی تھے زائد سے زائد چالیس برس کی عمر ہوگی خوش پوشاک تھے شعر اچھا کہتے تھے اور مزے کا کہتے تھے۔

ایک دن خبر ملی کہ رومی دروازے کے قریب شرر موٹر سے کچل کر مر گئے اس خبر سے جو کچھ صدمہ ہوا قابل بیان نہین لیکن یقین کامل نہ ہوا جب تواتر سے معلوم ہوا تو منشی جعفر حسین منظر ان کے شاگرد کے پاس منشی نواب حسین عزم کو بھیجا ان سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ سچ ہے اور نعش اسپتال مین ہے۔

کچلتے ہی دماغ پھٹ گیا اور اُسی وقت دم نکل گیا بیچارے کوئی وصیت بھی نہ کرسکے ان کے گھر مین ایک کہرام برپا تھا اور کسی کے حواس درست نہ تھے یہ واقعہ تخمیناً تین مہینے کا ہے۔ اس واقعہ کا سب دوستون پر خاص اثر پڑا اور بیحد رنج ہوا خدا مغفرت کرے عجیب نیک مزاج آدمی تھا جب کوئی تازہ غزل کہتے تھے تو ہمیں ضرور سناتے تھے۔ حال مین مرثیہ گوئی بھی شروع کی تھی دو چار شعر یاد آگئے۔

اک معمہ بن گئی ہے بے ثباتی شباب — سب جوانی مین جوان ہین پھر جوان کوئی نہین
منحصر انکی خوشی پر زندگانی ہے مری — وہ نہین راضی تو مجھ پر مہربان کوئی نہین

ہو کے مجبور محبت مین یہ دل کہتا ہے — لے شرر چاہیے غیرون کی ادا مجھے

یاس کا عالم ہے مین ہون اور بیکسی حسرتین — اب بستر ہے نہ بالش ہے نہ زانوے دوست

جب تنگ گھر جانفشانی کا صلا دینے لگے — خود ہم اپنی زندگانی کو دعا دینے لگے

عطر خانہ جواصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے کارخانہ کا بنا ہوا ہے اُسکا نسخہ ہی مختلف ہے

کیا مخالف ہین ہوائین عالم اسباب کی باثر ہے شب فریب وقت دغا دینے لگے

صبا کے آتے ہی لی شاخ گل نے انگڑائی بلا کشون کو نظر آگئی ادائے بہار

مسکین لالہ گنج بہاری لال صفدر گنج کے رہنے والے ستر برس کی عمر مین کسی شادی کی تقریب سے لکھنؤ مین آئے مجھسے ملے اور کہنے لگے خدا جانتا ہے اس سفر سے تمھاری زیارت مقصود تھی ورنہ شادیون مین میری شرکت بہت کم ہوتی ہے۔

کلام تو مین رسائل مین دیکھتا تھا اور تمھاری تصنیف کی ہوئی کتابین بھی دیکھ چکا ہون۔ مگر ایک لطف گفتگوے باہمی باقی تھا خدا نے آج وہ بھی پورا کر دیا۔

مین نے کہا مین بھی آپ کا کلام مرقع نگار مین اکثر دیکھا کرتا تھا مگر اس طرف البتہ کلام دیکھنے مین نہین آیا کچھ تازہ کلام سنائیے فرمایا اچھا آپکے ارشاد کی تعمیل دیتا ہون کچھ کلام سنایا دوسرے دن چلے گئے سال بھر کے بعد خبر آئی کہ مسکین کا انتقال ہوگیا۔ اس خبر کو آج پانچ برس ہو چکے ہین۔

دہن ہے نقطۂ موہوم اسکا کمر باریک ہے تار نظر سے

وعدہ وصل تو بیساختہ کر جاتے ہین وقت آتا ہے تو شوخی سے مکر جاتے ہین

یہی وظیفہ ہے کہدینا اُنسے اے قاصد زبان سے نام ترا صبح و شام لیتا ہے

نادر مینشی نادر علی خان کاکوروی من مضافات لکھنؤ آپکی نیچر انظمین مشہور ہین انگریزی نظمون کا ترجمہ فصیح اردو مین نظم کرتے تھے غزل کا رنگ اچھا تھا مہینے مین دو ایک مرتبہ ہمارے پاس ضرور آتے تھے اور اپنا کلام بھی سناتے تھے محاورات کی صحت کا بہت خیال تھا آدمی خلیق کشیدہ قامت گورے تھے مزاج مین غرور شاعری نہ تھا زبان لکھنؤ کے سخت پابند تھے ان کے انتقال کو تخمیناً دس برس ہوئے

اچھا تھا وہ شباب کہ کچھ سوجھتا نہ تھا اب ہر قدم پہ خوب نشیب و فراز ہے
ہے ذرہ ذرہ پرتو مہر جمال یار دنیا نہین ہے خانۂ آئینہ ساز ہے
للہ اے ہجوم تمنا ذرا ٹھہر یہ وقت رخصت نفس جانگداز ہے

ہم اک مختصر سے دلمین ہین شادی و غم دونون ہجوم یاس سے پاؤن کہین فرصت بھی

فلک میر سجاد حسین نام لکھنؤ محلہ سبحان نگر کے رہنے والے میر کلو عرش کے شاگرد۔ اوقاف حسین آباد سے کچھ چٹھیان ان کے نام تھین اور اوقاف خیرات خانہ سے کچھ چٹھیان مقرر تھین وہی ذریعۂ معاش تھا اس کے علاوہ معلمی کرتے تھے اس مین بھی دس پانچ روپیہ ماہوار مل جاتا تھا۔ دو لڑکیان تھین لڑکیون کے لڑکے اس سبب سے بہت عسرت مین بسر ہوتی تھی۔ غزل اچھی کہتے تھے مگر عمر بھر کسی مشاعرے مین شریک نہ ہوئے۔

چوگوشیہ ٹوپی پہنتے تھے گلے مین صرف ایک انگرکھا اور کندھے پر ایک ململ کا چادرہ گندمی رنگ دراز قد جاڑون مین بھی یہی لباس رہتا تھا۔

آخر مین ضرورت زمانہ سے مجبور ہو کر خیال کہنے لگے تھے اور یہی وسیلۂ معاش ہو گیا تھا طرہ والون کی طرف سے خیال کہتے ان کے کھنڈ بہت مشہور تھے اور ان مین شاعری ہوتی تھی فی کھنڈ بیس روپے ملتے تھے کھنڈ مین کوئی مشہور قصہ یا کوئی تاریخی واقعہ نظم ہوتا تھا ایک کھنڈ مین آخری شاہ اودھ کے معزول ہونے کا واقعہ لکھا ہے اسمین اڑان کا مصرع ہے۔ کہ قائم سلطنت ہو پھر مرے سلطان عالم کی

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کی شہرت کا باعث صرف عطر حنا ہے

اس کھنڈ کی قیمت ان کو چکوے اور کبڑیے دیتے تھے اسکے علاوہ اور بھی خدمت کرتے تھے - مزاج مین غصہ بھی بہت تھا جس کسی سے ذرا بھی تکلیف پہونچتی تھی اس کی ہجو ضرور لکھتے تھے ایک ہجو کا شعر ہے -

خداوندا تو غارت جلد کر فضلو قصائی کو حلال اُسنے کیا ہے چھری ساری خدائی کو

ایک ہجو کا مصرع ہے - مان تیری قوم کی لودھن خالو چھنگا نائی ہے

کسی کھتری کو مہینہ بھر پڑھایا اُس نے ایک مہینے کی تنخواہ ماری آپ نے اس کی ہجو بھی کہی شعر

ایک کھتری کا لڑکا ہوا اسپر خدا کی مار رہتا تھا یحیی گنج مین وہ موذی نابکار

اسی طرح ہزارون قصیدے ہجو مین کہڈالے

منشی انوار حسین سلیم سہسوانی کی معرفت راجہ کشن کمار وقار کے دیوان کو اصلاح دی انھون نے پندرہ روپیہ ماہوار مقرر کر دیا تھا اسپر بھی بیچارے ہمیشہ معمولی لباس اور سادی وضع مین مفلوک الحال رہتے تھے تنگ حالی تنگ دستی ان کی انیس تھی شاعر فلک زدہ تھے مگر اُسوقت کے شعرا مین جو بات قابل رشک ہے وہ یہ تھی کہ اُستاد کے ہمیشہ غلام بنے رہے اور زندگی بھر اعتراف شاگردی کرتے رہے فرماتے ہین شعر

تلمذ عرش سے ہوئے فلک اسپر تعجب کیا کلام آسمانی نام ہے گریبے دیوان کا

آندھی ہو پانی ہو مگر استاد کی خدمت مین ضرور حاضری دیتے تھے جس سے ملتے تھے خلوص سے ملتے تھے زرا دیر آشنا تھے مگر نہایت خوش طبع شیرین بیان نثر مقفیٰ لکھتے تھے - پندرہ برس انتقال کو ہوئے نوے برس کی عمر پائی - دو چار شعر یاد رہگئے ہین -

زندگی بھر مجھکو سودا کوے جانان کا رہا قیس دیوانہ تھا عشق سگ بیابان کا رہا

جس نے تیرے رنگ و روپے پر کمائی جگر پھر کبھی خواہان نہ تخت سلیمان کا رہا

جو بشر اشراف ہے اور علم پر قابو نہین پھول ہے خوشرنگ لیکن اوفلک خوشبو نہین

رنجور شمس العلما مولوی محمد یوسف جعفری چیف مولوی آخر زمانے مین جس وقت ہماری ملاقات کو آپ تشریف لائے تو نابینا ہو چکے تھے - ہاتھ مین ایک ڈنڈا تھا اسکی چاندی کی شام پر آپ کا نام لکھا ہوا تھا - اس لیے بغیر کسی معارف کے ہم نے پہچان لیا میانہ قد گورے رنگ کے آدمی تھے نہایت خلیق شاعری کا بہت شوق تھا حافظہ بہت قوی تھا - چنانچہ آپنے دو چار غزلین اپنی سنائین اور بہت خلوص سے معانقہ کیا اور یہ بھی کہا کہ اگر آپ انگریزی مبتدیون کے لیے کوئی آسان اُردو کی کتاب لکھین تو مین داخل نصاب کرا دونگا مین نے کہا میری غرض یہ نہین ہے کہ اپنے مجوزہ فرائض سے دست بردار ہو کر محض دنیاوی فائدے کے لیے اپنا وقت ضایع کرونگا -

مین نے قواعد زبان اُردو کا کام اپنے اوپر فرض کر لیا ہے اس سے تجاوز نہین کرتا - مجھے اس کی خواہش ہے کہ کوئی یونیورسٹی میری کتاب نصاب مین داخل کرے اس لیے کہ نصاب مین داخل شدہ کتاب سال بھر کے بعد مردود ہو جاتی ہے اور پھر اسے کوئی نہین پوچھتا میری کتابین نصاب عام مین داخل ہین جو کبھی منسوخ نہین ہوتین اور کثیر تعداد مین ان کی اشاعت ہوتی ہے بہت خوش ہوئے اور فرمایا کسی وقت فرصت ہو تو میرے قیام گاہ پر تشریف لائیے مجھے بہت خوشی ہوگی مین حسب وعدہ سہ پہر کو گیا آپ نے ایک ملازم سے کہا کہ ہمارے دیوان سے کوئی غزل سُناؤ - دو چار غزلین سنین اس کے بعد کچھ تحقیق محاورات کا ذکر رہا دو گھنٹے کے بعد مین رخصت ہو کر چلا آیا اس کے بعد دوسرے سال تشریف لائے اور میری ملاقات کو بھی آئے مگر میری عدم موجودگی کے سبب سے واپس چلے گئے پھر ملاقات نہ ہوئی -

تخمیناً سات برس کا عرصہ ہوتا ہے کہ پٹنے سے مولوی عبدالغفور صاحب کامل نے تحریر فرمایا کہ مولوی رنجور کا انتقال ہو گیا -

---

تمام ماہران فن سے صفحہ ۱۰ پر مضمون لکھنے کی درخواست ہے

کوئی واعظ کا پتہ پوچھے تو بن تبلادوں — میکدے میں وہ ملا بیشتر اوقات مجھے
کھو کے امیدوں کو لے یاس تجھے پایا ہے — تو نہ جانا کہ غنیمت ہے تری ذات مجھے

نوشاد راجہ نوشاد علی خان تعلقدار جہانگیر آباد ضلع بارہ بنکی نہایت خوشگو خلیق نیک مزاج رئیس تھے جس زمانہ میں انجمن اصلاح سخن کا میں سکریٹری تھا آقائے سخن مولوی وسیم نے فرمایا کہ جناب راجہ صاحب سے تخمیل قدیم کے متعلق کچھ دریافت کرنا چاہتے ہیں تم دو گھڑی کے واسطے وقت نکال کر وہاں چلو میں حسب وعدہ دوسرے روز نو بجے ہمراہی جناب فصاحت وجناب وسیم چینی بازار کی کوٹھی میں بگھی پر سوار ہو کر راجہ صاحب کی خدمت میں گیا نہایت احترام سے ملے تخمیل قدیم کے متعلق دیر تک گفتگو رہی اسکے بعد راجہ صاحب نے کچھ اپنا تازہ کلام سنایا اور وعدہ لیا کہ کبھی کبھی آیا کرو مگر بالکل فرصت نہ ہونے کے سبب سے مجھے دوبارہ خدمت میں حاضر ہونے کا موقع نہ ملا تخمیناً دس برس کا زمانہ ہوا کہ آپ نے انتقال فرمایا۔

آج کیوں گوز غریبان میں ٹہلتے ہیں آپ — چیگدہ سیر کے قابل کبھی ایسی تو نہ تھی
رنگ گل کچھ اثر خجلت سے کھنچ آتا ہے — سرخی خون عنادل کبھی ایسی تو نہ تھی
کیا سلیقہ ہے تمھیں انجمن آرائی کا — پیشتر غیر کی محفل کبھی ایسی تو نہ تھی

ظہیر منشی سید ظہیر الدین راقم الدولہ دہلوی تلمیذ ذوق مرحوم آپ سے محض خط وکتابت تھی اپنا دیوان بھی مجھے بھیجا تھا خط سے نہایت محبت ٹپکتی تھی اور نہایت بے تکلفی سے خط لکھتے تھے۔ داغ مرحوم کے مرنے کے بعد آپ حیدر آباد میں تشریف رکھتے تھے اور امیدوار تھے کہ داغ کی جگہ آپ کو ملے گی مگر افسوس ہے کہ بوجہ کبرسنی کے آپ کو یہ ملازمت حاصل نہ ہوئی اس ناکامی کا کچھ ایسا دلی صدمہ آپ کو پہونچا کہ اسی سال رحلت فرمائی تخمیناً انتقال کو پندرہ برس ہوے۔

شمشیر زبان ہے کہ تری تیغ نظر سے — صد پارہ ہے دل سینے میں کوئی ثابت وسالم نہ جگر ہے
آسودہ ہوئے تھے نہ ابھی آکے عدم سے — درپیش ہمیں منزل ہستی کا سفر ہے
کہنے کو گیا کوئی گیا دیر کو کوئی — ہم خانہ بدوشوں کا ٹھکانا نہ کدھر ہے
سوتے ہیں ظہیر آپ ابھی خواب گراں میں — سر پر ہے سفر آپ کے کچھ یہ بھی خبر ہے

اوج — مرزا محمد جعفر خلف مرزا دبیر فن شعر سے خوب واقف تھے علم عروض میں بھی ایک کتاب مقیاس الاشعار آپ کی تصنیف سے ہے اخلاق اور مروت ان کی مشہور تھی اکثر مہینے میں ایک مرتبہ ہمارے پاس تشریف لاتے تھے اسی طرح ہمکو بھی کبھی آپ کی خدمت میں جانے کا اتفاق ہوا کرتا تھا وسیع الاخلاق آدمی تھے ہر شخص ان سے مل کر خوش ہوتا تھا آخر زمانہ میں مرزا صاحب اسہال کہنہ میں مبتلا ہو گئے تھے اور اپنی مقیاس ہر وقت لیے رہتے تھے۔ اگر جو کوئی ملاقات کو جاتا تھا اُس کی تعظیم کے لیے ضرور اُٹھ بیٹھتے تھے اگرچہ اُٹھنے بیٹھنے میں تکلف ہوتا تھا۔ اس زمانے میں مجھے اکثر جانے کا اتفاق ہوا اور بار بار یہ اصرار عرض کیا کہ آپ اٹھنے کی زحمت نہ فرمائیں مگر اُن کے اخلاق نے اسے قبول نہ کیا سلام میں ہمیشہ سبقت مرزا صاحب کی طرف سے ہوتی تھی مرثیہ ہمیشہ تحت اللفظ نہایت اصول قرأت سے پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھے رقص بسمل نہیں آتا رجب کی ۲۵ تاریخ کو میر باقر سودا گر کے امام باڑے میں مرزا صاحب اپنا نو تصنیف مرثیہ پڑھتے تھے دور دور سے امراء اور رؤسا مومنین سادات بغرض ثواب مرثیہ سننے کے لیے آتے تھے اس تاریخ کو مرزا صاحب مجھے بھی دعوہ لیتے تھے اور اپنے حسن اخلاق سے جب مرثیہ پڑھنے تشریف لیجاتے تھے تو اکثر مجھے ہمراہ لے لیتے تھے۔ اور کبھی ایک ہفتہ پیشتر تاریخ کی یاددہانی فرماتے تھے۔ اس مجلس میں بہت بڑا مجمع ہوتا تھا۔ ایک بجے مرثیہ شروع ہو جاتا تھا۔ اور تین بجے ختم ہوتا تھا۔ بیماری نے طول کھینچا کسی دوا سے فائدہ نہ ہوا۔ مرزا صاحب بھی اپنی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے آخر ۱۳۳۵ھ ۶۶ برس کی عمر میں انتقال فرمایا اور اسی بغیامیں حسینیہ مرزا دبیر صاحب کی قبر ہے مرزا اوج بھی دفن ہوئے

سلام

عروج ہے جو در شاہ کے گدا کے لئے — کہاں وہ اوج سعادت کبھی ہما کے لئے
زمین سے جا کے رہے اس لیے فلک پہ مسیح — کہ خاک پاک تو دنیا میں ہو شفا کے لئے
ہمارے اوج سعادت ہو مہرباں آ اوج — مری بلا ہو تو کس خم ان اغنیا کے لئے

ہندوستانی عطریات کا سب سے بڑا کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا ہے